اردو ادب

916

مشکل گرنہ گویم

رفیق احمد باجوہ

اختر کتاب گھر
نیو شالامار کالونی - ملتان روڈ - لاہور

Marfat.com

اگر نہ گویم مشکل

رفیق احمد باجوہ

اختر کتاب گھر
نیو شالامار کالونی ملتان روڈ۔ لاہور

Marfat.com

گرنہ گویم مشکل

60456

مصنف	چودھری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ
نگران اشاعت	اظہر محمود
کمپیوٹر کمپوزنگ	نعت کمپوزنگ سنٹر
	نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ۔ لاہور
اشاعت اول	اکتوبر ۱۹۹۳ء
مطبع	جمال محمود پریس
قیمت	ایک سو روپے

ناشر

اختر کتاب گھر

اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ لاہور (کوڈ ۵۴۵۰۰)

فون: ۷۴۶۳۶۸۴

Marfat.com

اپنے معصوم پوتے پوتیوں'
نواسہ اور نواسیوں
کے نام
جن کی معصومیت سے میری دانش نے راہ نمائی حاصل کی

Marfat.com

فہرست

دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی	۹
شرکتِ میانہ حق و باطل	۱۵
وطن کی فکر کر ناداں......	۲۱
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں	۲۸
یوں کہ کسی کو گلہ نہ رہے	۳۴
شرکتِ حق و باطل کا حاصل	۴۰
تو عرصۂ محشر میں ہے	۴۶
ہائے ان زود پشیمانوں کا پشیماں ہونا	۵۳
بظاہر آزادی بباطن گرفتاری	۶۰
درویشی بھی عیاری' شاہی بھی عیاری	۶۶
مانگنے والا گدا ہے' صدقہ مانگے یا خراج	۷۳
دین و سیاست کی دو بدو	۸۰
بڑے عیار ہیں یورپ کے شکرپارہ فروش	۸۷
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو	۹۴
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں	۱۰۱
نیرنگیٔ گردش دوراں تو دیکھئے	۱۰۸
آج کی شب جب دیئے جلائیں نیچی رکھیں لو	۱۱۵
دروازے کھلے ہیں	۱۲۲
بیاہ کسی سے' نباہ کسی سے	۱۲۹
آئینہ دیکھئے' میری صورت نہ دیکھئے	۱۳۶

Marfat.com

انسدادِ منشیات کا سال منانے کا اعلان مبارک مگر	۱۴۳
بندہ تنہا ہو کر طاقتور ہوتا ہے یا اللہ کے ساتھ ہو کر	۱۴۹
کاش لوگ فطرت کو اعتماد میں لینے کے ڈھب سے بھی آگاہ ہوتے	۱۵۷
حضور! اب کیا ارادے ہیں	۱۶۴
متناسب نمائندگی کا شور و غوغا	۱۷۱
آئینی ادارے اور کھلی وارداتیں	۱۷۵
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا	۱۸۲
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے	۱۸۹
آئینِ سرکار من حق گوئی نہ بے باکی	۱۹۴
ترمیم کہیں موجبِ تعزیر ہی نہ ہو	۲۰۲
دور راہوں کے راہی اور ان کا مقدر	۲۰۹
اپنی خودی پہچان اور غافل انسان	۲۱۶
اگر چراغوں میں روشنی نہ رہی	۲۲۳
دیوالیہ سیاست اور اس کے فنکشن	۲۳۰
نہ قرار۔ نہ داد۔ نہ فریاد۔ نہ رجوع	۲۳۷
اندازِ سیاست کہ مرگِ مفاجات	۲۴۴
فیصلے جو قدرت نے محفوظ کر لئے	۲۵۱
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں	۲۵۸
ننگے پاؤں اور پرخار راہیں	۲۶۵
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا	۲۷۱
ہوئی رسوائی تو کچھ باعثِ رسوائی بھی تھا	۲۷۸
الٹی ہو گئیں سب تدبیریں	۲۸۴
وہ جام جو گر کر ٹوٹ گیا	۲۹۰
کی محمدؐ سے وفا تو نے	۲۹۶
اک لفافۂ رنگیں اور اک پرچۂ سادہ	۳۰۲

Marfat.com

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا	۳۰۸
بے ضمیری کے امتحاں اور بھی ہیں	۳۱۴
خدا کرے تیری نگرانی رہے بے داغ	۳۲۰
ڈکٹیشن نہ لو! املا تو لو!	۳۲۶
تو شکستہ ہے تو عزیز تر ہے	۳۳۲
اسلامی جمہوری اتحاد یا غیر اسلامی جمہوری اتحاد	۳۳۸
ان کی گلی میں جائیں کیوں	۳۴۴
کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے	۳۵۰
آمریت کے انوکھے انداز	۳۵۶
کہیں ایسا نہ ہو جائے	۳۶۳
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ	۳۶۹
تخریبِ آئین کی داستانِ مختصر	۳۷۵
جاؤں یا نہ جاؤں' نہ جاؤں کہ جاؤں میں	۳۸۲
لو صلح ہو چلی جنگ ہو کر	۳۸۸
ابھی حسن کے امتحاں اور بھی ہیں	۳۹۴
لوٹے 'لفافے' گھوڑے اور سانڈ	۴۰۰
یہ آ رہے ہیں' وہ جا رہے ہیں	۴۰۶
یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ	۴۱۲
جل تو جلال تو' آئی بلا کو ٹال تو	۴۱۸
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے	۴۲۴
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی	۴۳۰
ہم تو مائل بہ کرم تھے کوئی سائل ہی نہ تھا	۴۳۶
بے لوث محبت ہو' بے باک صداقت ہو	۴۴۲
شاید آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں	۴۴۹
کوئک مارچ! منزلِ ما دور نیست	۴۵۵

Marfat.com

...س آنے کو کیا کہئے 'اس جانے کا کیا کیجئے	۴۶۱
...ہرگز نہیں بدلے گی	۴۶۷
...ندہ طلب خائن ہو جاتے ہیں	۴۷۳
...نکھ جو کچھ دیکھتی ہے	۴۷۹
...گرانی یا نگہبانی' خبر رکھو گے کہ خبر لو گے	۴۸۵
...نکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا	۴۹۱
...رلا ہے رنگِ آسماں کیسے کیسے	۴۹۷
...نجامِ گلستاں کیا ہو گا	۵۰۳
...م کشتۂ تیغ ستم نکلے	۵۰۹
...ے! اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	۵۱۵
...لوئی یہ لوٹ تو دیکھے	۵۲۱

Marfat.com

Marfat.com

دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

آج کے ماڈل شیر شاہ سوری کی وہ سڑکیں کس کس کو روئیں گی' جن پر سے چند ماہ پیشتر سیلاب گزرا تھا اور آج اختلاف گزرے گا اور وہ سڑکیں کس مزید کی گزر گاہ بنیں گی۔ جن پر سے سیلاب تو نہ گزرا مگر اختلاف گزر گیا۔ حکومت چونکہ اپنے پاؤں پر نہیں چل رہی' نہ ابھی اس نے چلنا سیکھا ہے۔ اس لئے حکومت کی فقط گاڑی چل رہی ہے بلکہ حکومت ایک ایسی ایمبولینس میں ہے جس کا سٹیرنگ کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور جس کے اوپر ایک بلب جل بھی رہا ہے اور چل بھی رہا ہے۔ گویا حکومت چل نہیں رہی' چلائی جا رہی ہے۔ اپوزیشن نے تو تحریک ہی اس لئے چلائی ہے کہ اس چلی ہوئی حکومت کا چل چلاؤ ہو۔ سامنے بھیڑ دیکھ کر اس ایمبولینس کا ڈرائیور گاڑی روک لے اور ہدایت دے کہ مریض کا چونکہ چل چلاؤ ہے' مزید سفر بے سود ہو گا لہٰذا گاڑی سے اتر جاؤ کہ یہ مریضوں کی ایمبولینس ہے۔ مردوں کی ایمبولینس نہیں' اسے ہسپتال جانا ہے اور تمہیں اب قبرستان جانا ہو گا لہٰذا تمہاری ہماری نہ اب معیت ممکن ہے' نہ معاونت۔ ہر چند کہ اعلان ہوا تھا اور شاید پھر بھی ہو کہ لانگ مارچ والوں کی رسی اگر دراز نہ ہوئی تو راستہ نہیں روکا جائے گا لیکن ہو سکتا ہے درپردہ ارادے اس سے مختلف ہوں کہ آج کل بیانات میں کھوٹ بہت چلتا ہے۔ پوچھتے ہیں کیا لانگ مارچ کے ذریعہ حکومت کو تخت سے اتارنا اور تختہ تک لے جانا جمہوری طریقہ ہے۔ ہاں! یہ جمہوری طریقہ رہا ہے لیکن کب۔ جب کراموِیل وزیر اعظم تھا یا "جان" کے دشمن عوام کے ہاتھ میں میگنا کارٹا تھا اور حکمران مطلق العنان تھا۔ ہمارے ہاں نعوذ باللہ' نہ میری توبہ' نعوذ بالحکومت ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے۔ ہمارے ہاں تو حکومت بے عنان ہے' یہ بے چاری مطلق العنان کیا ہو گی۔ اس خوش بخت حکومت کے ہاتھ حکومت یونہی نہیں لگی۔ از روئے منشور سب

Marfat.com

کے سب کاغذی شریف زادے تھے۔ شریف اگر اتفاق سے امیر بھی ہو تو کیا برا ہے۔ کیا ہوا اگر کارخانے کی بھٹیاں بڑی خطرناک اور جان لیوا ہیں۔ بھون کر رکھ دیتی ہیں مگر اب تو قریب ہی ہسپتال ہے جو بنایا ہی ان کے لیے گیا ہے کہ جن کو اتفاق سے بیماری آ لے' انہیں دور نہ جانا پڑے۔ ابتدا میں ایک مسجد ان لوگوں کے لیے بڑی معروف تھی جنہیں کبھی اتفاق سے نماز پڑھنا پڑے۔ اگرچہ اتفاق سے اس کا پیش گو امام باغی ہو گیا مگر مقتدیوں کی پیش رویاں جاری ہیں۔ سیاست کو پہلے صوبائی خزانہ ملا' پھر صوبہ ملا۔ پھر سبھی کچھ مل گیا اور مابعد وہ لوٹ مچی کہ ایمان مچل مچل گیا۔ اب اگر کوئی رائیں تھاپ تھاپ کر للکار رہا ہے کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن' تو شکوہ کس سے اور شکایت کیسی۔ اسے حق ہے کہ کہے' کہو' یا رب الباکستان' ایاک نعبد' دیکھو! یہ ترقیاتی فنڈ ہیں' پکارو' ایاک نستعین' سڑکوں پر آنا ہو تو ہم سے عرض کرو۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ جہاں ہم نے اسلام کو آباد کر رکھا ہے' وہاں کی یہی ریت ہے۔ ایسا نہیں کرو گے تو مغضوب ہو جاؤ گے' ضالین کہلاؤ گے اگر جمہوریت میں "لانگ لو دی کنگ" ہو سکتا ہے' پرنس آف ویلز ہو سکتا ہے تو ہم جو سلطان کی سرائے میں بھی رہے ہیں' سلطان کیوں نہیں ہو سکتے' لہٰذا سبحان ربی العظیم کہہ کر ہمارے سامنے جھک جاؤ۔ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر ہمیں سجدہ کرو ورنہ دہشت گرد قرار پاؤ گے اور آئندہ لمحہ فوری انصاف کی زد میں ہو گے جہاں ان جرائم کی سزا بھی عمر قید ہے جو ازروئے قانون خدا جرم ہی نہیں۔ اسی کا نام تو جمہوریت ہے کہ جمہور چاہیں تو انگریز ساختہ نواب یا افرنگ ساختہ جاگیردار تو کجا' گوالمنڈی کے گوالے کو بھی حکمران تسلیم کر لیں اور پھر یہ تو عوام کے بس میں بھی نہیں کیونکہ ہما کی مرضی ہے جس کے سر پر سے اس کا جی چاہے گزر جائے۔ جن کو حکومت ملی ہے ہما کی مہربانی سے نہیں ملی' تو اور کیا تھا۔ اگرچہ ماسوا دانش حکمرانی ان کے پاس کیا کچھ نہیں تھا' اپنے کارخانے تھے' اپنے ماڈل فارم تھے' اپنی کمپنیاں تھیں' اپنی بھٹیاں تھیں' اپنا سکریپ تھا' رولر بھی اپنے تھے' لہٰذا جسے چاہا پنجابی میں "رول" دیا' جسے چاہا "رول" کر دیا' جو جی چاہا ڈھال لیا' جو دل میں آیا' بن گئے۔ دیکھتے نہیں ہو' ہم نے بندوں کی خدائی قائم کر لی اور خدا کو اس میں شریک کر لیا۔ یہ وہ کام ہے جو تاریخ کے ان بڑوں سے بھی نہ ہو سکا جن کے مقابل پیغمبر آئے۔ خدا کی خدائی میں شریک ہو کر شرک کا ناقابل معافی

Marfat.com

جرم کیوں کرتے۔ اپنی خدائی میں خود کو شریک کر کے خدا کو شکر گزار کر لیا۔ جو وہ نہ کر سکے سو ہم نے کر لیا۔ ہم بھی خوش' تمہارا خدا بھی خوش' اسے کہتے ہیں ڈپلومیسی' اس کا نام ہے دانشِ حکمرانی۔ عوام کا کیا ہے' انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسٹاک ایکسچینج میں بھاؤ کیسے لگتے ہیں۔ وہ بھلا حکومتوں کے بھاؤ لگانے اور ان کی کاروباری صلاحیتوں کو سمجھ پائیں گے۔ عوام کا کیا ہے کسی کو دو اینٹیں لگا کر خوش کر لیا' کسی کو بائیسکل لے دیا' کسی کو رکشہ کی چابی دے دی' کسی کو ٹیکسی دی' کسی سے درخواست لے لی' کسی کو بھائی کہہ دیا' کسی کو بیٹا پکار لیا۔ جدھر گئے زندہ باد ہو گئے' جہاں سے چلے آئے سبھی مر گئے۔ اتنی ملازمتیں فروخت کروا دیں کہ نوکریوں پر "بین" لگانا پڑا۔ جس کا دامن پکڑا' قرضوں سے بھر دیا۔ جوڑنے پر آئے تو بھان متی کا کنبہ جوڑ دیا۔ کھولنے پر آئے تو ڈیموں کے بند کھول دیئے۔ جس پر نگاہ ڈال دی' خدا بنا دیا۔ جس کو بھی خدا پایا' اس کے پاؤں پڑ گئے کہ خدارا! مان جاؤ۔ تمہاری سیل لگانی ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ یومِ لانگ مارچ پاکستان کی تاریخ کے تارے گننے کا دن ہو گا۔ تارے وہ نہیں جو روشنی میں چھپے رہتے اور اندھیرے میں نظر آنے لگتے ہیں بلکہ وہ جو دن کو نظر آتے ہیں۔ وہ تارے جو نہ راہ دکھاتے ہیں' نہ قسمت کا حال بتاتے ہیں۔ یوم لانگ مارچ شاید "کوئیک مارچ" کا دن بھی بن جائے اور وہ تارے گننے پڑیں جو کندھوں پر سجائے جاتے ہیں۔ قومی فکر تار تار ہو جائے اور پچھتانے سے پہلے چڑیاں کھیت چُگ چکی ہوں۔ تارے گننا بڑا ادیبانہ فعل ہے۔ یہ شبِ فرقت کا عمل ہے۔ شبِ فرقت تو گزرتی ہی اس طرح ہے کہ نہ تم آئے' نہ نیند آئی' نہ چین آیا' نہ قرار آیا۔ یہ دن روزِ حساب تو شاید ہی ہو کہ احسان چکانا ان وقتوں کے بے وقتوں کی عادت ہی نہیں۔ پھر اپنے ہاں تو گزشتہ کئی برسوں سے حساب چکانے کی عادت چکائی جا چکی۔ حساب کسی نے نہیں دیا' جسے دیکھو' اس نے بقایا ہی معاف کروایا۔ اگر کبھی حساب چکایا بھی' تو اِس بینک سے لیا' اُس فنانس کارپوریشن کو دے دیا' اُس فنانس کارپوریشن سے لیا تو اِس بینک کو دے دیا۔ بینکوں اور فنانس کارپوریشنوں کی اس قرابت داری میں یہ ناجائز تعلقات تاریخ نے کاہے کو دیکھے ہوں گے اور اللہ نہ کرے کہ تاریخ آئندہ کسی کو دکھائے۔ رہی یہ انوکھی "نج آنی" نج کاری جو اپنی اصل میں تج کاری ہے۔ جب یہ اپنا مافی الضمیر واضح کرے گی تو معیشت کے لیے سانس لینا ممکن نہیں رہے

Marfat.com

گا۔ عوام بے چارے خواص کی ان ملوں' ان کارخانوں اور بے کارخانوں کو کیا کریں۔ صنعت کی ترقی عوام کے کس کام آئی۔ یہ سبھی کچھ نہ تھا تو آٹے دال کا بھاؤ کیا تھا۔ جابجا صنعتیں قائم ہو گئیں' ملیں نصب ہو گئیں تو عوام کو جان لیوا مہنگائی' منصوبہ بندی کی نصیحتوں اور مزید غربت و افلاس کی وصیتوں کے سوا اور کیا ملا۔ دہشت گردی' عدم تحفظ غم مٹانے کے لیے ہیروئن' دم لگانے کو چرس' پولیس مقابلے' اجتماعی زناکاری' چیختی ہوئی بینائیں' روتے ہوئے شوکت حیات' پاؤں بھاری رشوت' کفن پوش انصاف' بغیر شد کے مروت' ڈکارتے ہوئے ڈاکے' دھاڑتے ہوئے راہزن' روتی ہوئی سڑکیں' ماتم کناں منزلیں' اغوا برائے تاوان' تاوان برائے تعاون' قومی نمائندوں کی ہارس ٹریڈنگ' منتخب راہنماؤں کی مال منڈیاں' سر جھکائے ہوئے بھائی' دوپٹوں کو گھورتی ہوئی بہنیں' پھٹی پھٹی سی مائیں' ٹوٹی ٹوٹی سی بیٹیاں' پھوٹے پھوٹے سے بیٹے' یکسر تنہا انسان' نصب شدہ نصیبے' ٹوٹتے ہوئے شجرے' مذہبی فرقہ بندیاں' سیاسی رقابتیں' لخت لخت معاشرہ' انتخابی وعدوں کا ماتم کرتا ہوا شب و روز' پھیلتا ہوا افلاس' روز افزوں بیروزگاری' گالیاں دیتی ہوئی ڈگریاں' ڈستے ہوئے مراتب' اس جہاں بے رنگ و بو میں کون بے حس ہو گا کہ مارے بد منظری کے اس کا دم گھٹنے نہ لگے۔ لوگ لانگ مارچ میں شامل ہونے سے روک دیئے گئے یا جوق در جوق شامل ہوئے' اس احتجاج کے فوری نتائج برآمد ہوئے یا ملتوی کر دیئے گئے' اخبار زدہ لوگوں کا مسئلہ ہو گا جنہیں اپنا' اپنی اولاد کا' اپنے ملک کا مستقبل عزیز ہے وہ تو یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ کیا کرایا کس کا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دین اسلام کے نفاذ کے مخالفوں نے دینِ اسلام کو ناقابل عمل ثابت کرنے میں موجودہ حکمرانوں کے ذریعہ کامیابی حاصل کر لی ہو اور اہلِ اسلام کو اسلام سے مایوس کرنے کے بعد اب سیکولرازم کو برسراقتدار لانے کے ارادے ہوں۔ ایسا نہ ہوتا تو کسی نے شریعت ایکٹ کے نفاذ کے بہانے شرعِ اسلام کے ہینڈز اپ نہ کروائے ہوتے۔ حرام سود زادے نظامِ معیشت کو جاری و ساری رکھوا کر ایسے موجبات کے ساتھ درِ اپیل پر دستک نہ دی ہوتی جن سے فی زمانہ قرآن کے ناقابلِ عمل ہونے کے کافرانہ و مشرکانہ دلائل واضح ہوں۔ آئینِ پاکستان میں درج ارکانِ اسمبلی کی اہلیتوں اور عدم اہلیتوں سے متعلق ضمنات کو یوں جامد نہ کیا ہوتا کہ نمائندگی و ناکردہ کاری میں کوئی فرق ہی باقی نہ رہتا۔ نہ تفریق پسندیوں ایک سیاسی

Marfat.com

طاقت بن کر ابھرے ہوتے' نہ تفرقہ باز' اخوت و مساوات کے علمبردار دین کی عبادت گاہوں میں شب و روز دندناتے اور سرکاری وظائف پر پَل رہے ہوتے۔ سیاست ہو کہ تجارت' مسلمہ اخلاقی اقدار سے اس حد تک عاری نہ ہو گئی ہوتی کہ سیاست طعن اور تجارت ڈاکہ زنی بن کر رہ گئی ہوتی۔ درس گاہیں نوجوانوں سے طالب علم چھین کر دہشت گردی' لاقانونیت اور ہزار نوع کی بدکرداری کی ٹریننگ کے ادارے نہ بن گئی ہوتیں۔ استاد اپنے شاگردوں کے مستقل تختہ سیاہ نہ بن گئے ہوتے' جن پر صرف بستہ "الف" یا بستہ "ب" والوں کے اسمائے بے گرام تحریر ہوتے ہوں۔ ایسا معاشرہ تشکیل نہ پاگیا ہوتا جس کے مذکر و مونث اپنی اپنی جنس سے بیزار ہونے کا مظاہرہ کر رہے ہوں۔ معاشرہ کے مردوں میں نسوانی رُجحانات کا در آنا اس قدر خطرناک ہوتا ہے کہ کوئی محب وطن انسان مردوں کو پھولدار قمیص پہنے اور گردنوں پر لمبے بال رکھے دیکھ کر آئندہ نسلوں کے کردار کو زنخہ پن کے خوف سے بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ وہ تو اگر دیکھے گا کہ اس کے سربراہِ حکومت نے سرِ مجلس واسکٹ بغیر بٹن بند کئے زیبِ تن کر رکھی ہے تو وہ اپنے تمدن کو ڈوبتا ہوا محسوس کرے گا۔ وہ جب سنے گا کہ قومی یا صوبائی اسمبلی جیسے اداروں میں حذف کیے جانے کے لائق زبان بولی جا رہی ہے تو لازماً محسوس کرے گا کہ ان ارکان کے بنائے ہوئے قوانین معاشرہ کی ہر سنجیدگی کو ماسوا گالی دینے کے اور کچھ نہیں دیں گے۔ ان کے بنائے ہوئے قانون نہ صرف تحفظ دینے سے عاری ہوں گے بلکہ معاشرتی تعمیر کو محرک رکھنے کی بجائے اسے تپِ محرقہ کی معذوریوں کے سپرد کر دیں گے۔ بھلا جس کی زبان متوازن الفاظ ادا نہیں کر سکتی' اس سے عدل یا عدل کی راہ نمائی کی توقع عبث نہیں ہو گی۔ جو نظامِ حکومت اس حقیقت کو فراموش کر دے کہ مقننہ راہ نمائی کے لئے ہوتی ہے' رونمائی یا منہ دکھائی کے لیے نہیں اور یہ کہ اگر مقننہ ناکارہ ہو جائے تو عدلیہ کو اُلٹیاں لگ جانا لازم ہوتا ہے۔ ایسا نظامِ حکومت معاشرے کا قاتل ہوتا ہے۔ اس معاشرے کے دانشوروں کے لبوں کو زہر کے پیالے لگ جاتے ہیں۔ تمام منصفوں کے لیے پھانسیاں لٹک جاتی ہیں۔ ایسے معاشرے کی سرزمین میدانِ کربلا تو ہوتی ہے مگر ہرگز وہ کربلا نہیں ہوتی جس کے بعد اسلام زندہ ہوتا ہے بلکہ ایسی کربلا ہوتی ہے جس میں کسی اور کو دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے معاشرے کے اعلیٰ واعظم کسی نہ کسی نئے دینِ الٰہی

Marfat.com

کے موجد ہوتے ہیں اور اس کے مجدد مثل یوسف بندی خانوں میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ ایسے معاشرہ کی زندگی ایک مسلسل الزام بن کر رہ جاتی ہے۔ اور فیصلے قرائن سے دانش حاصل کرنے کے اہل نہیں رہتے۔ ایسے معاشرے کسی انقلاب کے نہیں، کسی سزا کے منتظر ہوتے ہیں، مگر دوزخ کے تمام آلام ان پر عائد ہوتے ہیں۔ قوموں کے زوال کی تاریخ سے آگاہ لوگ آج بھی سربسجود ہو کر دعائیں مانگتے ہیں کہ خدارا! کسی کی مقننہ بے راہ نہ ہو۔ مقننہ کا غرض دار ہو جانا قانون سے اس کی صمدیت کو چھین لیتا ہے۔ اگر قانون ساز اپنی اغراض و مفادات محفوظ کرنے کے عادی ہو جائیں تو معاشرہ بدترین قسم کی غلامی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام بلال گرم ریت پر لٹا دیئے جاتے ہیں، ہر دیدہ ور کی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں۔ دانش و سیاست "صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ" افراد کی ان گٹھڑیوں میں باندھ دی جاتی ہے جس میں انہوں نے قبل از سفر اپنی جوتیاں سر پر اٹھانے کے لئے باندھ رکھی ہوں۔ ایسا معاشرہ لانگ مارچ کرے یا سیاسی ڈنڈ پیلے، رانیں تھپکائے یا ماتھا پیٹے، حاصلِ امید، محصول کاوش کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ البتہ ہو سکتا ہے معاشرہ کے مقدر میں غروبِ سحر اور طلوعِ شب تحریر ہو جائے اور ہماری دنیا کیا سے کیا ہو جائے۔ ہو سکتا ہے منفی سے منفی ضرب کھا کر مثبت ہو جائے۔

۱۸ نومبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

شرکت میانۂ حق و باطل

لارنس آف عریبیا کی کارستانیوں کے باعث دنیائے اسلام کو منقسم کردینے کی غرض سے ترکِ نادان کے قبائے خلافت چاک در چاک کردینے کے بعد پاکستان وجود میں آیا تو ایک سال بعد ہی مسلمان عرب ممالک کی عین رگِ جان کے قریب ریاست اسرائیل قائم کردی گئی کہ لو! جب ہم چاہیں گے' تمہاری چھاتی پر مونگ دلیں گے۔ کچھ لوگوں کا اندازہ تھا کہ قیامِ پاکستان اسرائیل کی یہودی ریاست قائم کرنے کا ایک بہانہ تھا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مذکورہ لارنس کی برپا کی ہوئی عرب نیشنل ازم کی تحریک کے ردِعمل میں تحریکِ وحدتِ ملتِ اسلامیہ کا احیا ہوا اور پہلے جمال الدین افغانی اور پھر مفکرِ پاکستان نے اپنی نوع کی منفرد تبلیغ سے فکرِ لارنس کی تردید کرکے مسلمانوں کا نقطۂ نظر ہی نہیں' مطمحِ نظر بھی بدل ڈالا جس کے نتیجہ میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مطالبہ قیامِ پاکستان وجود میں آیا۔ دو قومی نظریہ دراصل سیاست قرآن اور ملتِ اسلامیہ کے اعتقاد کا ایک اہم ستون تھا جو سورہ الکافرون میں صدیوں پیشتر بیان کیا جا چکا تھا۔ یہ نہ صرف وحدتِ ملتِ اسلامیہ کی بنیاد تھا بلکہ انسانیت کو قوموں اور ملکوں میں تقسیم کرنے کی بدعت کے خلاف اعلانِ جہاد تھا اور ان کے متقابل ایک انقلابی سیاسی نظریہ بھی۔ یہ تقاضائے فطرت ہے کہ نسلِ انسانی کو فقط دو حصوں میں تقسیم کیا جائے "احکامِ الٰہی کے پابند" اور "عدم پابند"! نظریۂ پاکستان کے مطابق چونکہ پاکستان کو احکامِ الٰہی کے پابند لوگوں کی سرزمین بننا تھا' اس لئے تمام طاغوتی طاقتوں کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں پھر آئینِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آشکار نہ ہو جائے' چنانچہ ابلیس نے اپنی مجلسِ شوریٰ کو یہ حکم دیا کہ پاکستان میں کسی بھی طور یہ آئین آشکار نہ ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اہلِ اسلام تاویلات و توہمات میں الجھے رہیں' مزاجِ خانقاہی میں پختہ تر ہوتے چلے

Marfat.com

جائیں۔ فروعات اس کے دین کا حصہ بنی رہیں' کسی بھی طرح انہیں فکری یکسوئی میسر نہ آئے۔ تاویل سے قرآن کو پاژند بنا دو' مصنوعی دلائل سے اس میں ریب پیدا کر دو۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے افرنگ پرودہ اور فریب خوردہ زمینداروں' جاگیرداروں اور نام نہاد دانشوروں کو معاشرہ پر مسلط رکھو۔ دین داری کی آستینوں میں تفرقہ بازی اور تفریق کے سانپ پالو' انہیں اتنا دودھ پلاؤ کہ ان کا ڈسا پانی نہ مانگے۔ قومی فکر کی ہر مد میں لادینیت و مادیت کو یوں داخل کر دو کہ اعتقاد ہی کی گود میں الحاد پرورش پانے لگے۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک مکار اور حیلہ ساز کے ہاتھوں میں زمام کار شب و روز پاکستان تھما دی گئی اور یوں لا الہٰ الا اللہ کے شیدائی آہستہ آہستہ غیر اللہ کے ہوتے چلے گئے' حتیٰ کہ ۱۹۷۳ء میں ایک دستاویز اس وقت کے سربر آوردگان کے ہاتھوں میں تھما دی گئی جس کا فریم ورک یہ تھا کہ اسلام ہمارا دین ہے' جمہوریت ہماری سیاست اور سوشل ازم ہماری معیشت ہے۔ کون ہو گا جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دینِ اسلام میں فقط اللہ ہی کی حاکمیت ہوتی ہے اور ڈیموکریسی یا جمہوریت کے لغوی معنی جمہور کی حاکمیت کے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ جمہوریت کے نظام سرمایہ دارانہ کے خلاف جو تحریک اس وقت یہودیوں نے برپا کی اسے کمیونزم کہتے ہیں اور سوشلزم اس کی ابتدائی شکل ہے۔ چنانچہ واضح رہے کہ متذکرہ تینوں نعرے آپس میں متضاد تھے اور متصادم بھی' لہٰذا لازم تھا کہ آئین کے فکری تضادات افراد کی وحدتِ فکر کو مجروح کرتے۔ سو وہ ہوا اور پاکستان کی قومی فکر لخت لخت ہو گئی اور اعتقاد ڈولنے لگا اور اس دستاویز نے فکرِ اقبال کا منہ چڑانا شروع کر دیا پھر نہایت پُرکاری سے دینی و لادینی سیاسی پارٹیاں تشکیل کروا کر اسلام اور سوشلزم میں مقابلہ شروع کروا دیا گیا۔ لوگوں کا دین متنازعہ ہو گیا اور آخرِ کار مندرجہ بالا متضاد و متصادم نعرے لگانے والے جیت گئے اور اسلام کے ظاہری پیروکار شکست کھا گئے۔ گویا ۱۹۷۰ء میں نظریہ پاکستان پولنگ بوتھ پر شکست کھا گیا اور بڑی آسانی کے ساتھ سقوط مشرقی پاکستان وارد کروا دیا گیا۔ یہی متضاد نعرے باقی ماندہ پاکستان کے آئین کی بنیاد بن گئے۔ ان نعروں میں ایک بڑی عمیق سازش پنہاں تھی اور وہ یہ کہ اگر ان نعروں کی مشترکہ عملداری ہو تو آئینی طور پر دین اسلام کو جمہوریت اور سوشلزم کی بیساکھیاں درکار ہوں گی اور یوں آئینی طور پر دینِ اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں رہے گا

Marfat.com

اور اگر دینِ اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہ ہو تو عقیدۂ ختمِ نبوت کی تردید ہو جائے گی۔ مزید برآں ایک ایسا نظام بھی وارد ہو جائے گا جو اللہ اور بندوں کی حاکمیت کے اشتراک کا نظام ہو گا۔ اس دستاویز کے نفاذ کے بعد بندوں نے جب اپنی سیاسی فکر کو نافذ و مستحکم جان لیا تو خیر الماکرین نے ایک معمولی واقعہ کو تحریکِ ختمِ نبوت کی شکل دے دی اور ان نعروں کے موجد کو یوں منہ کی کھانا پڑی کہ اپنے ہاتھوں عقیدۂ ختمِ نبوت کو آئین کا حصہ بنانا پڑا۔ اس کے بعد تحریکِ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) برپا ہوئی اور قومی سطح پر اس وقت کے مروجہ نظام پر لوگوں نے اپنے شدید ردِ عمل کا اظہار کیا اور نظریۂ پاکستان جو ادھ موا ہو چکا تھا، پھر صحت مند ہو گیا۔ چنانچہ پھر وہی خطرہ لاحق ہو گیا کہ آئینِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آشکار نہ ہو جائے، چنانچہ ایسے لوگوں کی تلاش شروع ہوئی جو بظاہر تو بڑے اسلام پرست ہوں مگر درونِ دل کچھ اور ہوں یا پھر آئینِ اسلام یعنی شرعِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ناآشنا ہونے کے علاوہ عقل و دانش و نکتہ بینی سے قطعی محروم ہوں۔ نہایت ہوشیاری سے ایسے افراد کو معطل آئین کی چھتر چھاؤں میں جمع کیا جانے لگا اور اس طرف دھیان تک نہ اٹھنے دیا کہ یہ لوگ جو اسلام کے اتنے شیدائی ہونے کے دعویدار ہیں، فکری تصادم برپا کرنے والی اس دستاویز کو جو بنیادی طور پر دینِ اسلام کی اکملیت کی اشاروں ہی اشاروں میں نفی کرتی ہے کیوں کالعدم قرار نہیں دیتے۔ یوں نہایت پُرکاری سے عوام سے نفاذِ شرعِ اسلام کا نعرہ چھین لیا گیا اور اسے حکومت کے ایوانوں میں چسپاں کر دیا گیا۔ بالآخر معطل شدہ آئین میں ایسی ترامیم کر دی گئیں جو اللہ اور بندوں کی مشترکہ حاکمیت کی علمبردار تھیں۔ یوں توحید کی جگہ شرک نے لے لی، کچھ عرصہ بعد ایک طرف معاہدہ جینوا میں پاکستان کی تقسیم در تقسیم کی بنیاد رکھ دی گئی تو دوسری طرف سرکارِ انگلشیہ کو آزاد بندرگاہ مہیا کرنے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ نئے عالمی نظام میں لادین جمہوریت کو استوار کرنے کے سامان کیے گئے۔ دنیائے اسلام کی بیخ کنی کے لیے لارنس آف عریبیا اور شریفِ مکہ کے امیروں کو یوں استعمال کیا گیا کہ دنیائے اسلام دیکھتے دیکھتے گویا عدم کو سدھار گئی اور پاکستان فکرِ اقبال کا مزار بن کر رہ گیا۔ "عدم آگاہی" نے ایک انسان ساختہ دستاویز کو قرآن پر بالا دست کر دیا اور بے چاری شریعت نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے ایک کمیٹی بٹھا دی گئی، چپکے

Marfat.com

چمکے نئے لادین عالمی نظام کے مفاد میں موٹروے تعمیر ہونے لگے تاکہ کمیونزم سے نجات یافتہ مسلمانوں کو دین کی طرف رغبت سے محروم کر دیا جائے اور ان کی ہر شاہراہ پر نہ صرف سرمایہ دار بندوں کی حاکمیت کا نظام چلنے پھرنے لگے بلکہ پاکستان کے وسیلہ سے نئے عالمی خداؤں کی تجارت پر اجارہ داری بھی مسلط ہو جائے لیکن ہوا یہ کہ نئے عالمی نظام کے اشاروں پر پاکستان میں باطل سے باطل ٹکرا گیا۔ دو باطل قوتوں کی خانہ جنگی نے ایک مہیب صورت اختیار کر لی۔ وہ خانہ جنگی جس کی ابتداء ۱۸ نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوئی کہیں کپکپی کی صورت اختیار کر گئی تو کہیں رضائی اوڑھ کر بیٹھ گئی۔ اس خانہ جنگی کے شروع ہونے سے پہلے کہیں گجرات کے مہینوال نے اعلان کیا کہ سوہنی اب تیری خیر نہیں۔ رائے عامہ کا سیلاب آنے سے پہلے میں تیرے سارے برتن توڑ دوں گا' تیرے سارے اوزار چکنا چور کر دوں گا اور سوہنی للکاری' جان لے کہ اب تو سرکاری بھینسوں کا دودھ نہیں پی سکے گا۔ میں چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گی' تیرے ایوانوں تک پہنچوں گی چاہے کچے گھڑے پر ہی تیر کر پہنچنا پڑے۔ اگر میری خیر نہیں تو تیرے چکنے پاتوں کی بھی خیر نہیں ہو گی' تو اگر اپنی آٹے چینی کی تمام ملیں بھی بیچ کر لگا دے تو آئندہ اقتدار تجھے حاصل نہ ہو سکے گا۔ تم لوگوں نے میرے بڑے کو تاریخی موت دی' مجھے وہ قلم لوٹانا ہو گا جس سے اس کی موت کے پروانے پر دستخط کیے گئے تھے۔ میں تمہاری تاریخ کی موت کے پروانے پر دستخط کروں گی اور بڑی سیاہ سیاہی سے کروں گی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ سیاسی حماقتوں کے رسیا ہو۔ تم میرے کارکنوں کو گرفتار کر کے' میرے راستے مسدود کر کے' سواریوں کو ناپید کر کے' میرے زیارتیوں کو ہراساں کر کے امن و امان قائم رکھنے کے بہانے میرے لانگ مارچ سے اس کی "لینتھ" چھین لو گے۔ یہ نہیں سوچو گے کہ ایسا کرنے سے میری ناکامی بھی کامیابی میں بدل جائے گی اور میں اپنے مقصد میں کامیاب سمجھی جاؤں گی۔ تمہارے اس عمل سے میری سیکولر بازی نہیں تمہاری اسلام بازی رسوا ہو گی۔ اس کے بعد تم میرے جلوس کو جلوسی اور جلسہ کو جلسی کہہ کر اپنا احمق رانجھا راضی کرتے رہنا۔ میری سیاست کو بہرحال صحافی وارث شاہ مل جائیں گے اور میں عوام میں اپنی مقبولیت کا تسلسل جتا کر نئے عالمی نظام کی ایک ضرورت بن جاؤں گی۔ دوسری طرف یہ غوغا مچا دیا جائے گا کہ لوگو! غبارے سے ہوا نکل گئی' عوام نے ہمیں مینڈیٹ دینے کی تصدیق کر دی' ہماری

Marfat.com

سیاست کامیاب رہی۔ آئندہ پانچ سال بھی ہماری چودھراہٹ قائم رہے گی' ہم عوام کے نمائندے ہیں' ہمارا تانا بانا پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ قائدِ اعظم اور اقبال کی میتیں ہماری سیاست کی راہ نما ہیں۔ ہمیں لوٹنے کا ہی نہیں لوٹتے رہنے کا ڈھنگ بھی آتا ہے' ہم شناختی کارڈ میں ایک مزید خانہ بنوائیں گے جس میں افراد کا ہمارا ساتھی یا مخالف ہونا بھی درج ہو گا اور آئندہ ہر شہری کی اصلی شناخت یہی ہو گی۔ تمہیں کیا معلوم شناخت کے خانے حکومت کے لیے کتنے اہم ہوتے ہیں اور شناخت کروانے کا سب سے مؤثر طریقہ کیا ہے۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ شناخت اور پہچان میں کیا فرق ہوتا ہے۔ ہمیں اگر ایک اور ۵ سالہ اقتدار میسر آ گیا تو ہم پہچان کارڈ بھی رائج کروا دیں گے جو ہر شہری کے سیاسی رجحان کی کارڈیالوجی کیا کرے گا۔ اس سکیم کے تحت اس ملک کا ہر ضمیر فروش' ہر بے ضمیر رجسٹر ہو گا۔ اس میں سمگلر' منشیات فروش' قبضہ گروپ' بلیک مارکیٹیئرز' اغوائی' تاوانی' دہشتی' راہ زن' اٹھائی گیرا اور عاری از عقل وغیرہ کے خانے ہوں گے جو بستہ الف کے کارڈ ہوں گے۔ وہ مرکزی اور بستہ "ب" کے صوبائی لیڈر شپ کے اہل ہوں گے۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے دعوے اور وعدے مستقبل قریب میں خبروں کو مواد مہیا کریں گے۔ مابعد جو کچھ ۱۷ اور ۱۸ نومبر کو ہوا لوگ دیکھ بھی چکے اور سن بھی' مگر یہ امید بھی لاحاصل نہیں کہ باطل اور باطل کی اس سرد' گرم خانہ جنگی کی کراہتوں سے بیزاری افراد کے دلوں میں ایک نئی فضا کی تمنا بیدار کرے گی اور لوگ جمہوریت پرستوں کی اس جمہوریت نوازی سے بیزار ہو جائیں گے' ہر دو کی حاکمیت میں زندگی رائیگاں کرنے سے انکار کر دیں گے۔ بندوں کی حاکمیت کی بجائے اللہ کی حاکمیت کے متمنی ہوں گے۔ عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ سینہ چاک سینہ چاکانِ چمن سے آ ملیں گے پھر تحریکِ پاکستان کا احیا ہو گا مگر یہ احتیاط لازم ہو گی کہ یہ تحریک پھر اسلام کے رقیبوں کی پرکاری سے منافق ہاتھوں میں نہ چلی جائے پھر اسلام کے نام پر اسلام کی سزاؤں کا نظام نافذ ہو جائے۔ اسلام کے نام پر قائم شدہ عدالتوں میں یہ اپیلیں نہ ہونے لگیں کہ فی الحال سود کو یعنی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ کو جائز قرار دیا جائے کہ جینے کا ایک واحد سہارا سود ہی تو ہے۔ مانا کہ سود کو ممنوع قرار نہ دے کر ہم خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کٹ جائیں گے

Marfat.com

مگر ہمیں فی الحال دنیا سے کٹ جانا گوارا نہیں۔ ازراہِ عدل و احسان ہمارے مجرد کو نئی شریعت کے انڈے سینے دو انشاء اللہ حق و باطل میں صلح ہو جائے گی اور ہم مفکرِ پاکستان کا یہ مصرع ان کے مزار کی زینت بنا دیں گے۔ شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں گے کہ اے اللہ تو پرانا قانون ساز ہے ہم نئے قانون ساز ہیں' ہمیں توفیق دے کہ ہم حق و باطل کا کامیاب آمیزہ تیری خلقت کو دے سکیں۔

۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

وطن کی فکر کر ناداں...!

اقتدار و اختلاف کی جنگ باطلان میں فریقین کی سیاست ہار گئی اور پولیس جیت گئی۔ تماشا تو ہوا مگر لوگ دیکھنے نہ گئے' غالب خستہ کے پُرزے تو نہ اڑے البتہ خستہ غالب آ گیا اور خستگی منہ چڑاتی رہی۔ نہ لانگ مارچ بدنام ہو سکا نہ حکومت نیک نام ہو سکی۔ لانگ مارچ کے اعلان کے ساتھ ہی قومی مسائل کی نشاندہی کر کے مذاکرات کی دعوت دے دی جاتی تو مزید احتجاج کے لیے اختلاف کے پلّے کچھ نہ رہتا۔ جس لانگ مارچ کو اربوں روپے خرچ کر کے روکا گیا اسے بغیر کسی لاگت کے حسن تدبیر سے بھی روکا جا سکتا تھا مگر وہ زمانہ گیا کہ وزیر کا باتدبیر ہونا شرطِ اول ہوتی تھی۔ اب لانگ مارچ کو لانگ ریس میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اس لمبی دوڑ میں ظاہر ہے' بھاگنے والوں کا دم ہی پھولے گا اگر لانگ مارچ کی وجہ حرص و اقتدار کی بجائے کسی اصولی فکری اختلاف نے دی ہوتی تو یوں کھڑے کھڑے "چپ راست" نہ ہوتا۔ قدم کچھ آگے بڑھے ہوتے اور حکومت حزب اختلاف کی فی الحال اختلافی سربراہ کو "چل بی بی گھر بیٹھ" نہ کہہ سکی ہوتی مثلاً اسلام پسندوں کے پسندیدہ شریعت ایکٹ کے ذریعہ شریعت کی زیردستی کی بات اٹھائی ہوتی' سود خوری کے باعث حکومت کی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ آزمائی واضح کر کے حکومت کا اصل واضح کیا ہوتا۔ شریعت ایکٹ کے خلاف شرع ہونے کا فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ عوام کے اذہان پر بھی نافذ کیا ہوتا۔ حکومت سے دریافت کیا ہوتا کہ بے مروتو' تمہارے اختیار کے دو ہی برسوں میں دنیائے اسلام کا کیا ہوا؟ اس کی بربادی کے لیے تم کس کے دست و پا بنے رہے' ڈھونڈ کر بتاؤ۔ اسلامی بلاک کہاں ہے؟ پوچھا ہوتا' مسلمان آبادی کی اکثریت کی جو ریاستیں کمیونزم سے آزاد ہوئیں انہیں سیکولرازم کی گود میں بٹھانے کا اہتمام تمہارے وسیلے کیوں ہوا؟ ملک کو

Marfat.com

لادین مغربی جمہوریت کی زردار جھولی سے نکالنے کے لیے تم نے کیا کیا؟ سوال کیا ہوتا' کیا نظریاتی پاکستان کی پاسبانی اسی کو کہتے ہیں کہ پاکستان بھی صوبائی' لسانی اور نسلی بنیادوں پر تقسیم ہونا شروع ہو جائے۔ اللہ کی حاکمیت سے یہی مراد ہے کہ انسان ساختہ ہی نہیں بلکہ افرنگ ساختہ قوانین کی عمل داری قطعی رہے کیا یہ ممکن ہے کہ لادینیت کے مظہر قوانین نافذ رکھ کر یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ پاکستانیوں کے احکامِ قرآن کے مطابق زندگی گزارنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے؟

اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور پر عمل اسی کو کہتے ہیں کہ مہنگائی' بے روزگاری اور لاقانونیت لوگوں نے زندگی کا ہر سکون چھین لے؟ حسنِ انتظام اسی کا نام ہے کہ نہ راہیں' نہ شاہراہیں' نہ گھر' نہ بازار محفوظ رہیں؟ یہ اغوا' یہ تاوان' یہ ڈاکے' یہ عقوبت خانے' یہ رسہ گیریاں' یہ قبضہ گروپ' یہ رشوتیں' یہ سفارشیں' یہ اَن پڑھوں کی حکمرانی' ناتجربہ کاروں کی حاکمیت' یہ سازشوں کے پنڈارے' رقابتوں کے انبار' کون سی حیات کا مکمل ضابطہ ہیں؟ قرآن کی کون سی آیت اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کس حدیث کی پیروی میں یہ سب روا رکھا جا رہا ہے؟ مالِ غنیمت کی ایک چادر حضرت عمرؓ پر آئینِ اسلام کی رو سے نااہلی کے الزام کا باعث ہو سکتی ہے تو خالی ہوتے ہوئے خزانوں کے باوجود دیانتداری کا ثبوت کیوں نہیں مانگا جاتا؟ جسے بغاوت اور حقِ احتساب میں امتیاز نہ ہو' اللہ نہ کرے حکومت اس کے ہاتھ لگ جائے۔ اگر حکومت کے خود پیدا کردہ حالات کے باعث فوج کا بلانا درست ہے تو فوج کا نہ جانا کیونکر ناجائز ہو گا؟ اگر حکومت کے لیے فوج کے بغیر امن و امان کا قیام ممکن نہیں تو پھر اس کے بغیر حکومت قائم رکھنے کا دعویٰ کتنا پورا ہے؟ دریافت کیا جا سکتا تھا کہ مارشل لاء کے نفاذ اور فوجیوں کو شہریوں کو سزا دینے پر لگا کر تربیت یہ ہو کہ اپنی جان دے کر بھی ان شہریوں کی عزت و جان و مال اور آزادی کی حفاظت کرنا ہے تو کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ شہریوں کے محافظ فوجیوں سے شہریوں کو سزائیں دلوانا کیا فوج کشی سے کم جرم ہے؟ تنخواہ دار اسلحہ بردار اور قومی فوج میں امتیاز نہ رہے تو معاشرے زندہ نہیں رہا کرتے۔

گھروں کی حفاظت پر متعین افراد ہی گھر والوں کی نگرانی پر لگ جائیں اور گھروں کی عزت و وقار سے کھیل جائیں تو گھروں کی دیواروں کے مضبوط اور بلند ہو جانے کا کیا

60456

Marfat.com

مصرف باقی رہ جاتا ہے۔ غیروں کو در آنے سے روکنے والا اسلحہ اگر گھر والوں پر ہی تان لیا جائے تو اہلِ خانہ کس کو اپنا گھر کہیں اور کس کو گھر والا۔ یہ سب کچھ دریافت کرنے کی جرأت اس لیے نہ ہوئی کہ خود بھی تو اسی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔ کاش یہ دعوت دی ہوتی کہ آؤ ہم غلطی تسلیم کرتے ہیں' غلطیاں ہم سے بھی ہوئیں تو غلط کار تم بھی ہو۔ ہم لوگوں کے جذبات اور ان کی حاجات سے کھیلے تو تم ان کے اعتقاد اور سادگی سے کھیلے۔ ہم انہیں "لادینیت" پر لگانے کے مجرم ہیں' تم نام نہاد دیندار انہیں آئینی طور پر شرک پر لگانے کے سزاوار ہیں۔ آؤ ہم' ہمارے عہدہ دار اور ہمارے ٹکٹ ہولڈر بر سرِ عام اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ احکامِ الٰہی کے قطعی پابند رہیں گے' فقط مالِ حلال پر اکتفا کریں گے' قرآن کا معروف ہمارا امر ہو گا اور اس کا منکر ہمارے نظامِ قانون کا نہی۔ آؤ مل کر اسمبلی ہال یا ایوانِ صدر کے کسی میدان میں حلف اٹھائیں کہ آئندہ مخالفت صرف اللہ ہی کے لیے ہو گی' فقط فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی پر ہو گی اور جو اس اعلان سے گریز کرے گا اس کے خلاف لانگ مارچ ہو گا۔ اگر اندازِ فکر یوں ہوتا تو دانش بھی میسر آ جاتی کہ صف بندی کے بغیر لانگ مارچ کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتے اور اگر فکر مثبت نہ ہو تو صف بندی ممکن ہی نہیں ہوتی۔ نام کا نصراللہ ساتھ بھی ہو تو فتح بعید ہو جایا کرتی ہے۔ اگر منفی عمل سے مثبت نتائج حاصل ہو سکتے تو حکمران لٹیرے نہ کہلواتے' ایوان ہائے اقتدار مکروہ داستانوں کی زد میں نہ آ گئے ہوتے' دار العوام کو عوام سے بچانے کے لیے فوج کی ضرورت لاحق نہ ہوئی ہوتی۔ یہ بھی زمانے ہی کا انقلاب ہے کہ ماضی بعید میں جس کو فوج کی بغاوت کہتے تھے ماڈرن ازم اس کو مارشل لاء کہتا ہے' جسے کبھی کبھی حکومتیں خود بھی نافذ کرتی ہیں۔ وہ بددعا جو پہلے "جا خدا کے حوالے" کہہ کر دی جاتی تھی آج فوج کے حوالے کر کے عمل میں لائی جاتی ہے۔ پہلے باغیوں کی بھی فوج ہوتی تھی اور بغاوت فرو کرنے والے کی بھی۔ اب باغیوں کے پاس صرف اعلانِ بغاوت ہوتا ہے جسے سول نافرمانی بھی کہتے ہیں اور فوج صرف حکومتوں کے پاس ہوتی ہے۔ اس لئے کہ تیر' تلوار' ڈھال تو کوئی بھی بنوا سکتا ہے' توپ اور ٹینک کسی کے بس کا روگ نہیں' تاوقتیکہ بغاوت کسی دشمن حکومت نے نہ کروائی ہو۔ باغیوں کے ڈنڈوں کا کیا ہے؟ دیوار پھاند کر پولیس فورس کسی بھی شب کسی محو خواب مخالف کے صحن سے برآمد کر سکتی ہے

Marfat.com

کہ ڈنڈا فورس یا غنڈہ فورس کا پولیس کی آتشیں فورس سے تقابل و تصادم ہو گا تو کسی اعلیٰ یعنی "ودھیا" وزیر کی دھمکی ہی متصور ہو گی۔ جس حکومت کے وزیرِ اعلیٰ کا ایک وصف ٹانگیں تڑوانا بھی ہو تو وہاں کی سیاست لولی نہیں ہو گی تو اور کیا ہو گا۔ کوئی زمانہ تھا عام مجلسوں میں بھی اعتراض ہوتا تھا۔ "زبان بگڑی سو بگڑی، خبر لیجے دہن بگڑا"۔ اب حکومت کے ایوانوں میں بھٹیارنوں کی زبان مستعمل ہے۔ کوئی مصرع ہوتا تو کجا کوئی بھوں تک نہیں سکڑتی۔ سیاسی زبان کا ماؤں، بہنوں تک دراز ہو جانا معمول کی بات ہو کر رہ گئی ہے۔ سیاست کے "داوروے" یعنی بگولے ایوانوں کی فضاؤں میں چکرا کر آسمانوں کی طرف اٹھنے لگیں تو شاہی قلعہ اور شاہی بازار کے دل و دماغ ایک ہو جاتے ہیں۔ اب جبکہ "وہسل" کراچی میں ہے اور "اٹین شین" اسلام آباد میں۔ اقتدار و اختلاف میں مزید ٹھن گئی ہے تو نامعلوم ناکردہ کاری کس انداز سے بے راہ رو گی۔

کاش حزبِ اختلاف یہ بتاتی کہ اس کے پاس عوام کی آستین کے سنپولیوں کا کیا علاج ہے؟ کاش حزب اقتدار کوئی ایسی بین بجا سکتی کہ اقتدار میں مست سنپولئے عوام کی آستینوں سے نکل کر از خود اقتدار کی ٹوکریوں میں پناہ لے لیتے اور حکومت ان کا زہر نکال سکتی تاکہ آئندہ ڈستے بھی تو معاشرہ کسی مرگِ انبوہ کا شکار نہ ہوتا مگر آج کل حکومتیں سانپ پکڑتی تو ہیں مگر فقط اپنی مخالف بستیوں میں چھوڑنے یا اپنے مخالفوں پر پھنکارنے کے لیے۔ یوں ہر حکومت "سانپوں والی سرکار" کا مصداق ہو کر رہ جاتی ہے۔ اقتدار جسے معالج ہونا چاہیے، خود مرض بن جاتا ہے۔ جمہوریت میں مقننہ معالج اور انتظامیہ "اٹینڈنٹ" ہوتی ہے لیکن ملک کو محض آوٹ ڈور ڈسپنسری سمجھ لیا جائے تو اس کا بالآخر پاگل خانہ کی صورت اختیار کر لینا ابدی ہوتا ہے۔

حکومتیں اگر شناختی کارڈوں کی خانہ داری میں لگ جائیں اور یہ خیال بھی نہ رہے کہ اس کی کسی حرکت کی وجہ سے دنیا بھر میں مخالفت کا گناہ بے لذت سرزد ہو جائے گا تو جانو، حکومت کا اپنا اوپر کا خانہ خالی ہو چکا ہے۔ عورتوں کی حکمرانی کے مخالفوں کی اپنی عقل بھی ٹخنوں میں ٹیک گئی ہے۔ حکومت اگر حزب مخالف کو عملاً" یہ جواب دے سکتی کہ آؤ، آئین اسلام کی رو سے احکامِ الٰہی کی پابندی پر متفق ہو جائیں، عہد کریں کہ ہم حاکم نہیں، فقط خلیفہ ہیں۔ جو کوئی عہدہ طلب اور اس کے لیے مہم جُو ہے وہ ازراہِ آئین

Marfat.com

و قانون خائن ہے۔ آؤ منفیات کی طرف قدم نہ بڑھائیں' نیک بندوں کی طرح قدم جمائیں اور چلیں تو قدم ملا کر چلیں۔ پھر جو انکار کرتا' ابدی شکست کھا گیا ہوتا۔ گھروں کو جیلیں بنا دینے سے' راستوں پر دیواریں تعمیر کر دینے سے' پلوں کو توڑ دینے سے' اندھا دُھند گرفتاریوں سے' زدوکوبی سے' مادر پدر آزادی کو تو ہوا مل سکتی ہے' آزاد معاشرہ کی تعمیر نہیں کی جا سکتی۔ یہ کرکٹ کا میدان نہیں کہ "نو بال" کا شور مچا کر وکٹ بچا لی جائے۔ فوجیں اگر سرحدوں کی بجائے دارالحکومت کی طرف بڑھا لی جائیں تو گھروں میں سراؤں کا اور شہریوں میں خواجہ سراؤں کا طرز عمل در آیا کرتا ہے۔ جس پولیس نے آج حاکموں کی حاکمیت کی حفاظت کی۔ اس کی دیدہ دلیریاں پہلے ہی عدالتوں کی آہوں کا اثاثہ بن چکی ہیں۔

امن و امان کے محافظوں اور حکمرانوں کے محافظوں کے روپ قطعی متضاد ہوتے ہیں۔ کاش ہم حاکم و ناظم' ناظم و عمال اور عادی و [illegible] میں فرق سے آگاہ ہوتے۔ کاش ہم جانتے کہ تشدد حکومتوں کو کبھی راس نہیں آتا۔ نظم جمہوریت میں باہمی مذاکرات سے کنارہ کش ہونا جمہوریت کش عمل ہوتا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ ہم جمہوریت کو درپیش خطرات کا رونا تو دن رات روتے ہیں لیکن ہماری جمہوریت سے ملک و قوم کو جو شدید خطرہ لاحق ہے اس کا ہمیں احساس تک نہیں۔ بات چیت کے لیے ہم شاید اس لئے آمادہ نہیں کہ ہمیں بات چیت کا سلیقہ ہی نہیں آتا۔ ہمارے سیاستدان عالمی سیاست کے طوطے ہیں جو چُوری کھلاتا ہے اس کے سدھائے ہوئے الفاظ دھراتے ہیں۔ چُوری چونکہ چوری چوری کھلائی گئی ہوتی ہے اس لئے عوام کو ان کی سیاسی بولیوں کا نہ پس منظر سمجھ آتا ہے نہ ان کا پس انداز۔ ان طوطوں نے اب مذاکرات کی بجائے مورچے سنبھال لئے ہیں۔ ان کے پنجروں نے چلنا شروع کر دیا ہے۔ مشہور کیا جا رہا ہے کہ طوطے توپ چلائیں گے۔ انہیں کون سمجھائے کہ یہ عمل نہ تاریخ میں زندہ رہنے کا ہے نہ تاریخ کو زندہ رکھنے کا۔

کون سمجھائے کہ ملک و قوم کی بندر بانٹ کا یہ رویہ درست نہیں۔ لانگ مارچ کو جگہ جگہ روک کر ملک بھر میں مورچے قائم کر دینے کا یہ عمل سیاسی فکر کا نہیں۔ یہ کسی خود سر کی بگاڑی ہوئی پولیس کی تجویز ہے جو کام ایک دانشمندانہ بیان سے لیا جا سکتا تھا

Marfat.com

اسے اشک آور گیس، ربڑ کی گولیوں، ڈنڈوں کی مار، ہتھکڑیوں، قید خانوں، مقدموں اور پابندیوں سے سرانجام دلوانا سیاسی دانش کا مظہر نہیں۔ یہ حرکات فقط شدید احساس کمتری کی آئینہ دار ہیں۔ صدارت اور وزارت کی عظمتوں میں دخل انداز کی گئی ہلکی پھلکی رقابت سے حصولِ اقتدار کی تمنائیں تو بر آنے سے رہیں۔ جن رُجحاناتِ طبع کی سزا آج کے اعظم کو مل رہی ہے ان کا ذکر ہی ان عظمتوں کو چھین لینے کے لیے کافی ہے۔ دولت کو دانش سے شکست فاش دی جا سکتی ہے۔ فرعون کے جادوگروں، قارون کے خزانوں اور ہامان کی ریشہ دوانیوں کو مُوسیٰ کے عصا نے نہیں اس دانش سے شکست دی تھی جو سانپ بنانے کے سحر کے مقابلہ میں عصائے موسیٰ بنانے کی اہل تھی اور موسیٰ نے وہ دانش پولیس سے نہیں خضر سے سیکھی تھی اور خضر اہلِ دانش تھا سالارِ مسلح نہیں تھا۔

آج کے حکمران بھی عزیزِ مصر کی مثل اپنے خوابوں کی تعبیر سے آگاہ نہیں۔ یہ وہ دشمنانِ دانش ہیں کہ بھگوڑوں اور رُوپوشوں سے مذاکرات کرتے اور حاضر و موجود رقیبانِ اقتدار پر تیر پھینکتے ہیں، محبوبوں کے ہاتھ رقیبوں کو نامے بھجواتے ہیں۔ کاش ان عزیزانِ پاکستان کو اپنے قید خانوں میں کسی یوسف کی خبر مل جائے۔ کاش ان کی موٹی گائیوں سے مریل گائیوں کو چھڑوایا جا سکے۔ کاش عقل و دانش کے قحط کا کوئی علاج تجویز ہو سکے اور ہم آلِ عیسیٰ کے قیام شہریت کے تعین کی بجائے اس کی مسیحائی سے فیض یاب ہونے کی طرف متوجہ ہوں تاکہ کائنات میں اعلیٰ و ارفع ترین مقامِ رحمتہ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگاہی ہو اور ہمیں احساس ہو سکے کہ وزیرِ خزانہ کا قومی خوابوں کی تعبیر سے آگاہ ہونا ازبس ضروری ہوتا ہے ورنہ عالمی قارونوں کے مختلف ادارے یوں نگل لیا کرتے ہیں جیسے مگرمچھ چھوٹی مچھلیوں کو۔ آخر کوئی لغزش تو ہے کہ موجودہ حکومت کے مقدر میں سکھ کا سانس نہیں۔ اس کا اقتدار اور حزب مخالف کی حرص بچوں کی "لکن مِٹی" کا سا کھیل کھیل رہے ہیں کہ "اک مُٹھ چک لے دوسری تیار" یہ لغزش بنیادی طور پر حکومت کے الٰہ بن جانے کی غلط روی ہے۔ یہ روش اس امر کی نشاندہی ہے کہ کسی نے ذات پرستی اختیار کر لی ہے۔ عقلِ فانی پر فخر اسے فنا کر رہا ہے۔

یہی وہ رُجحان ہے جو انسانوں سے اہلیت خلافت چھین کر انہیں قوی کائنات سے نبرد آزما کر دیتا ہے۔ پریشانیوں کا اصل باعث اقتدار و اختلاف کی محاذ آرائی نہیں

Marfat.com

حکومت کی کائنات کے قوی سے زور آزمائی ہے۔ یہ جان بوجھ کر ہو یا انجانے میں ہو رہی ہو' حاصل ماسوا پشیمانی و گمنامی کے اور کچھ نہیں ہو گا۔ یہ کوئی پہلی بار نہیں ہو رہا' تاریخ شاہد ہے کہ "مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے" بے نظیر قوم کی تقدیر ہو یا نہ ہو حکمرانوں کی بے تدبیری ضرور ہے اور بے نظیر ہے۔ وہ وفاق کی زنجیر ہو یا نہ ہو کارِ حکومت کی زنجیر ضرور بن گئی ہے۔

دانشور سیاست دانو! حصولِ اقتدار کی نہیں' قومی مسائل کی بات کرو' مسمار کی گئی دنیائے اسلام کی بات کرو۔ مسخ شدہ نظریۂ پاکستان کی بات کرو۔ ریزہ ریزہ ہو گئے انسان کی بات کرو۔ اللہ کی حاکمیت کی بات کرو۔ آئین و دستورِ اسلام کے نفاذ کی بات کرو۔ مکمل ضابطۂ حیات کی بات کرو۔ لا ریب کتابِ سیاست کی بات کرو۔ گلیم بوذر' دلقِ اویس اور چادرِ زہرا فروخت کرنے والوں کی بات کرو۔ تفسیر سے تفریق پیدا کرنے والوں کی بات کرو۔ آج کی سیاست نے قومی خزانہ سے کہیں بڑھ کر قومی سرمایۂ فکر و دانش لوٹا ہے اور لٹایا بھی ہے۔ اس سرمائے کی برآمدگی کی بات کرو' کانٹوں کا ذکر کرو مگر گلشن کی بھی تو بات کرو۔

نادانو! وطن کی فکر کرو' جس کی بربادیوں کے مشورے نمرود کے بنائے ہوئے آسمانوں میں ہو رہے ہیں۔

۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء

Marfat.com

تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

باقی ماندہ پاکستان کا وہ علاقہ جو صوبہ سندھ کہلواتا اور "گیٹ وے" جانا جاتا ہے' "موٹر وے" کے ساتھ ساتھ نظرِ غیر میں اس لئے اہمیت حاصل کر گیا ہے کہ نئے عالمی نظام کے دوران یورپی ممالک اور امریکی منڈیوں کیلئے اس کی حیثیت نئے ہانگ کانگ کی سی ہو گئی۔ مزید برآں چین کے ایک طاقتور حلیف و حریف کی حیثیت سے ابھرنے نے برصغیر کی سابقہ تقسیم کو ایک غیردور اندیش سہو سمجھنا شروع کر دیا ہے چنانچہ چہ میگوئیاں ہونے لگی ہیں کہ برِصغیر کو نئے عالمی نظام کی دیوارِ چین بنائے بغیر نہ مخاصمت محفوظ ہو گی نہ رقابتوں کی آبیاری ہو سکے گی چنانچہ گزشتہ چند سالوں سے افغانستان' ایران' پاکستان اور ہندوستان کی نئی حد بندیوں پر تفکر و تدبر کیا جا رہا ہے۔ سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ پاکستان کو جو بوجوہ اپنے آپ کو ایک وحدت نہ بنا سکا اور افرنگ کی مصلحتوں کے زیرِنظر لسانی و نسلی بنیادی پر کی گئی صوبوں کی تقسیم کو من و عن قائم رکھے ہوئے ہے۔ زبانوں اور نسلوں میں بانٹ دیا جائے اور مابعدہٗ شاہراہ ریشم اور موٹرویز کے ذریعہ نئی نئی ایسٹ انڈیا کمپنیاں اپنے دیرینہ کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ یہ مخاصمت اپنے تفریقی انداز میں اتنی آگے نکل چکی ہے کہ سندھ کے مہاجر' جی ایم سید کے جئے سندھئے' پیپلزپارٹی کے جیالے' دیگر ممتاز پیر و غیرپیرزادے اس کے اس قدر ہمنوا بن چکے ہیں کہ جونہی انہوں نے سرپیر جوڑے صوبائی مخاصمتوں کو ہوا دے کر مرکز میں برسراقتدار آئے ہوئے اپنی ہی ذات کے دشمن کی سربراہی میں قائم کی گئی حکومت بے بس ہو کر رہ جائے گی اور گیارہ سال تک اپنے مخصوص مقاصد کے تحت مجاہدینِ افغانستان کی حمایت کی شدید مخالفت کرنے والے اور قیامِ پاکستان کے ازلی مخالفوں کے ساتھ آج کی مسلم لیگ کا الحادی اتحاد بغلیں بجائے گا کہ لو! جو افغانستان میں مدفون پدر سے نہ ہو سکا وہ پسر نے کر دکھایا۔ سات پردوں میں پنہاں برِصغیر کی تقسیمِ نو کی یہ سازش ان کور نظروں کو کہاں دکھائی دے گی

Marfat.com

جنہیں آج تک سقوطِ مشرقی پاکستان تو کجا یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ لگانا ہی تھا تو روٹی کپڑے مکان کا دلفریب نعرہ پہلے بھوکوں ستائے مشرقی پاکستان میں کیوں نہ لگایا۔ ملک کو سیاسی طور پر عوامی لیگ اور اس کے انگریزی ترجے پیپلزپارٹی کی مقبولیت میں کیوں تقسیم کر دیا گیا۔ عوامی لیگ نے مغربی اور پیپلزپارٹی نے مشرقی پاکستان میں کوئی نمایاں کارکردگی کیوں نہ دکھائی۔ قومی سیاست کو علاقائی سیاست میں کیوں تقسیم کر دیا گیا۔ پاکستان کے یہ دو سیاسی بازو کیوں دست و گریباں ہوئے۔ وطنِ عزیز کی جغرافیائی تقسیم سے پہلے دو سیاسی پارٹیوں کی فکرِ آوارہ کو مشرق و مغرب پر علیٰحدہ علیٰحدہ کیوں مسلط کیا گیا۔ مشرقی پاکستان منتشر ہونے کے لیے کیوں متحد ہوا اور متحد مغربی پاکستان کیوں منتشر ہوتا چلا گیا۔ ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے سیاست فقط اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لیے سیکھی ہے یا پھر اپنے عسکری آقاؤں سے' سیاست کا ہر طالب علم آگاہ ہے کہ پاکستان معروف جمہوریت کی نفی پر وجود میں آیا اور سقوط مشرقی پاکستان جمہوریت کی عطا تھی۔ ہاں! ہاں! یہ حقائق ان کور نظروں کو کیا نظر آئیں گے جنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ سیاست پاکستان کو مکمل سیکولر اور لادین فکر بنانے کے لیے فکرِ اقبال کی نفی میں دیو ہائے استبداد کے پنجوں میں کیوں کر دے دیا گیا۔ حاکمیت و عبادت میں فرق کیوں مٹنے لگا۔ یہاں کے خلیفۂ ارضی نے خود سر ہو کر حاکمیت اپنے ہی منصب کے نام سے کیوں کر خرید نروالی اقبال کا کفن میکاؤلی سے کیوں سلوایا جانے لگا۔ اجتہاد و الحاد میں فرق کیوں مٹنے لگا۔ اللہ اور بندوں کی حاکمیت کے اشتراک کے باعث بندوں کو خدا بن جانے کا شوق کیوں چرانے لگا۔ کس پُرکار و حیلہ ساز نے اس شوق کو عام کیا۔ روزگار' حکمران کی خدائی کی زکوٰۃ بن کر کیوں رہ گیا۔ امیروں کو بے پناہ امیر کرنے اور غریبوں پر پناہ حرام و ممنوع کرنے کا نظام کن مقاصد کے تحت نافذ کیا گیا۔ ذہنی مفلوج خلعتیں کیوں پہن بیٹھے' خالی کھوپڑیوں پر تاج کیوں آراستہ کیے گئے۔ یہ اشتہار کیوں دیئے گئے کہ زرمبادلہ بڑھ گیا' روزافزوں بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور افلاس کو کیوں مخفی رکھا گیا۔ بھاؤ لگانے والے بھاؤ کیوں بڑھاتے چلے گئے۔ سرزمینِ پاکستان سے وابستگی رکھنے والے طبقات کی زندگیوں کو عمداً" کیوں تلخ کر دیا گیا۔ قانون سازوں کی واحد مصروفیت کارخانہ سازی کیوں تصور کر لی گئی۔ سیاست کو کاروبار بنانے والوں کا اصل عندیہ کیا تھا۔ نہیں! جعلی دینی مدرسے کیوں قائم کروائے گئے۔ مالِ زکوٰۃ

Marfat.com

دینداروں کے لیے ناجائز ذریعہ آمدن کیوں بنایا گیا۔ دین کا علم "پجارو" کا مسافر کیوں بن گیا۔ مُصلے کہاں گئے، صوفے کہاں سے آ گئے، قراردادِ مقاصد اور آئینِ پاکستان متضاد و متصادم قرار دیئے جانے کے باوجود بے اثر کیوں ہیں۔ دانش مندانِ اہلِ وطن کو متصادم کرا کے کون سے مقاصد کا حصول درکار تھا۔ ناجائز منافع خوری کی روزافزوں افزائش کو تجارت اور صنعت کے لقب کیوں دیئے گئے۔ شہروں کی ماڈرن بستیوں میں بدکاری کیوں کھل کھیلنے لگی۔ گناہ معاش کا بہترین ذریعہ کیوں بنا دیا گیا۔ شادی کا مصرف محض جنس زدگی ہو کر کیوں رہ گیا، عورتوں کی اہلیت صرف بیوی بننے تک کیوں محدود ہو گئی، وہ جنت کیوں لتاڑ دی گئی جو ان کے پاؤں تلے بیان ہوتی تھی۔ بستیوں کا انسان تنہا کیوں ہو گیا۔ نئے زمانے کے لوگ تارکِ عقبیٰ کیوں ہو گئے۔ دنیا کو یاد رکھنے والے آخرت کو کیوں فراموش کر بیٹھے، کیوں دین و دنیا کو یوں آئین میں گتھم گتھا کر دیا گیا جیسے دو باکسر رنگ میں زور آزما ہوں اور ریفری زخمی ہو کر بے سُدھ پڑا ہو۔ یہ کیوں ہے کہ مقننہ انتظامیہ کے لتّے لے رہی ہے، کیوں عدلیہ کو انتظامیہ کا سا ملازم بنایا جا رہا ہے۔ پتہ ہی نہیں چل پاتا کہ حاکمِ اعلیٰ کون ہے اور منتظمِ اعلیٰ کون۔ قانون ہمیں بنا رہا ہے یا ہم قانون کو بنا رہے ہیں۔ قانون بدلتے ہیں، حالات نہیں بدلتے، انتظامیہ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ قانون کی منفیات سے عدلیہ کا اثبات حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ فوری انصاف اور فی الفور سزا میں قائم کیے گئے رشتے عدل بے احسان کی پرورش کا باعث ہوتے ہیں اور بے احسان عدل نہ کبھی اپنے پاؤں پر نہ کبھی اپنی رفتار پر چلتا ہے۔ قانون کی منفیات معاشرہ کو عقل سے فرار پر مائل کر دیتی ہیں۔ انسان اپنی معاشرتی دانش سے محروم و مایوس ہو جائے تو دہشت گردی و جرائم نوازی اس کا خاصہ بن جاتی ہے۔ تضادات کے نتائج و عوامل کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ہمارے جمہوریت نوازوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ناز و نیاز میں اصل رشتہ حسن و عشق کا ہوتا ہے یا عشق و رقابت کا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ جمہوریت اپنی اصل میں لادین ہوتی ہے۔ اس میں ماسوا حزب اقتدار و اختلاف کے اور کسی اکثریت و اقلیت کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ اس نظام میں مذہب یا انسانوں کی پہچان ہوتی ہے، نہ شناخت۔ مذہبی اقلیتیں تھیوکریسی میں ہوتی ہیں، ڈیموکریسی میں نہیں، نظام جمہوریت میں مذہب کے خانے بنوانا غیر جمہوری اقدام ہے۔ آئینی لحاظ سے دینِ اسلام

Marfat.com

سے بڑھ کر کسی اور مذہب میں اکراہ کی ممانعت نہیں۔ آج کا اسلامی جمہوری دانشور سیاسی فکری آمیزشوں کی وجہ سے لا اِکراہَ فی الدین سے قطعی نابلد ہو گیا ہے۔ دین میں آئینِ اسلام کی رو سے انسانوں کی حاکمیت سے قطعی آزاد کرتی ہوئی حریت کا انتظام ہے۔ بندوں پر بندوں کی حکومت سے' انسان آزاد نہیں رہتا۔ کسی دوسرے انسان کی مرضی کا پابند ہو جانا ہی غلامی کا بنیادی پہلو ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر انسانی معاشرہ کے لیے یہ صورت احوال مکروہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کا اسیر ہو جائے۔ انسان پر س کی اپنی خواہشات ہی دولتیاں جھاڑنے لگیں' مادی خواہشات ہی دراصل انسان کی کمزوریاں ہوتی ہیں' اپنی کمزوری کا تابع انسان بدترین قسم کا غلام ہوتا ہے۔ ایسا انسان نسانی آبادیوں کا ساکن نہیں ہوتا۔ اس کے ذہن میں آہستہ آہستہ ایک جنگل بس جاتا ہے۔ اس بدقسمتی کا کیا کیا جائے کہ زمامِ کارِ حیات ایسے ہاتھوں میں جا تھمی ہے جو اپنی ات کی غلامی کے کرب میں کراہتے ہوئے انسان ہیں۔ ایسے انسانوں کا قانون ساز ہو جانا ی آئین کا ماتم برپا کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے انسان اگر اپنی حکومت کے آئینی ہونے کے دعویدار ہوں تو یوں ہوتا ہے جیسے کوئی سرپھرا تن تنہا خود ہی ''کاشن'' بھی دے رہا ہو اور پریڈ بھی کر رہا ہو۔ یوں ہو تو آئین کی تمام وفاداریاں کفن پوش ہو جاتی ہیں اور آئین کی تعطل ختم بھی ہو جائے تو تعطل کا آئین از خود نافذ ہو جاتا ہے۔ سیاست بے پر کی اڑانیں شروع کر دیتی ہے۔ سیاسی رہنما آئندہ پالیسی یا قوانین کے مسودات کی بجائے درخواستیں اٹھائے پھرنے لگتے ہیں اور سیاست بند گلیوں کی شکستہ نالیوں میں بہہ جاتی ہے۔ سیاست دان گلشنِ اقبال جاتا ہو تو چھانگا مانگا جا نکلتے ہیں۔ اقتدار و اختلاف کے حالیہ خطرات حب الوطنی کے عدم کا مظہر ہیں' وطن جو اپنے نظریہ سے محروم ہو چکا ہے' وطن جو نہ اسلامی رہ گیا ہے نہ جمہوری' وطن جو عطائی سیاست کی گرفت میں ہے۔ ایک مریض جس پر بغیر تشخیص نسخے آزمائے جا رہے ہیں۔ وطن جسے بیرونی ''ایڈ'' لگ چکی ہے' وطن جس کے زخموں پر جونکیں چمٹا دی گئی ہیں۔ یہ وطن جن کے سبب بیمار ہوا ان ہی کے نسخے استعمال کر رہا ہے' وطن جس کا نہ من اپنا رہا ہے نہ تن' وطن جو بیرونی سرمایہ کاری کا محتاج ہے' وطن جو اپنوں کے ہاتھوں بک رہا ہے اور جن کے ہاتھوں بک رہا ہے ان کے اپنے ہی اس کو خرید رہے ہیں۔ وطن جس نے اپنا نظریہ سیل پر لگا دیا اور اپنے وجود کا

Marfat.com

جواز گم کر دیا۔ وطن جس کی "دو نمبری سیاست" اپنی ہی ٹانگیں توڑ رہی ہے' وطن جو قائدِ اعظم سے زیادہ معاہدۂ جنیوا کا' آزاد بندرگاہوں کا' سرکاری پولیس اور غیر سرکاری سپاہ کا' جئے سندھ کا' پختونستان کا' دینی تفرقات کا' سیاستدانوں کے جھوٹے وقار کا' ڈس انفارمیشن کا' اقتدار کی کم فہمیوں کا' حریصانِ اقتدار کی منافقتوں اور رقابتوں کا اشتہاری وطن بن چکا ہے۔ وطن جس کی ہر معاشرتی قدر عالمِ نزع میں گرفتار ہے جس کا معاشرہ' جنازہ کی چارپائی پر باندھ کر کلمات لکھی چادر میں ڈھانپ دیا گیا ہے۔ سمندر پار بھی اور کھوکھرا پار بھی اسکی ڈوبتی ہوئی نبضوں کے بند ہو جانے کا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ ایسے وطن میں' ایسے معاشرہ میں وہ حرکات جو طرفین سے سرزد ہو رہی ہیں نہ معلوم کن سوچوں میں ڈوبے ہوئے لوگ سرزد کروا رہے ہیں۔ جب تک اس کے عوام ان تضادات سے نجات نہیں پاتے' جو آئین و قوانین کے تصادموں نے برپا کر رکھے ہیں ان کا یکسو ہونا' اپنی منزل اور راہوں سے آشنا ہونا' ان راہوں پر رواں ہونے کے اصولوں کا تعین کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ جب تک فکری یکسوئی میسر نہیں ہوتی' معاشرتی توانائی حاصل نہیں ہو گی۔ روپے سے مل لگ سکتی ہے مگر انسان تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔ معاشروں کو درآمد شدہ افکار و نظریات کے سہارے زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔ ہر معاشرہ کی اپنی روایات اور اپنا تمدن ہوتا ہے۔ کسی غیر کے تمدن کو اپنے معاشرے پر وارد کرنا معاشرے کو خوئے غلامی میں پختہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ فکری یکسوئی حاصل کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے آئین کو یکسو کرنا ہو گا۔ اسے یا قطعی لادینی مغربی جمہوری سرمایہ دارانہ نظام کی شکل دو یا سوشلزم و کمیونزم کے فلسفہ سے اس کی آبیاری کرو یا خالصتاً" آئین قرآن کو نافذ کرو۔ "حق را بسجودے' صنماں را بطوافے" کا منافقانہ عمل ترک کرو۔ حق و باطل کی آمیزش سے توبہ کرو یا بندہ خدا بنو یا بندہ زمانہ اور یہ بھی نہ بھولو کہ یہ وطن ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اس کے حصول کا بنیادی مقصد معاشرہ کو احکامِ الٰہی کے مطابق ڈھالنا تھا۔ ان احکامِ الٰہی کے مطابق جو قرآنِ پاک میں مندرج ہیں اور اللہ نے اپنے آخری نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ انسانوں تک پہنچائے ہیں تاکہ اولاً" وحدتِ ملتِ اسلامیہ اور بالآخر وحدتِ انسانیت کے مقاصد حاصل کیے جا سکیں اور یوں ایک دائمی سلامتی کی فضا پیدا ہو کر انسانیت اُخروی زندگی کو کامیابی سے گزارنے کی

Marfat.com

اہل ہو جائے مگر ہم ہیں کہ آخرت کے آداب سیکھنے کی بجائے ہم نے اپنے ملک و معاشرہ کی "آخیر" کرنے کی ٹھان لی ہے۔ کہیں لانگ مارچ ہو رہا ہے' کہیں ڈانگیں چل رہی ہیں اور کہیں ٹانگیں توڑی جا رہی ہیں۔ بے تکے بیانات اور بے ربط اعلانات جاری کئے جا رہے ہیں۔ ادھر فرمایا جا رہا ہے' حزبِ اختلاف سے لڑ کر شہید نہ بھی ہوا تو غازی تو ضرور بن جاؤں گا' میری ٹانگیں نہ کھینچو' ان ہی ٹانگوں کے ذریعے تو میں نے اہلِ وطن کا حلیہ سنوارنا ہے۔ ادھر سے آواز آتی ہے یہ سب فریب ہے' یہ غنی نہیں' سیاسی بھک منگے ہیں' انہیں ایک دھکا اور دو تاکہ یہ اوندھے منہ گریں اور ہم تم تماشا کریں۔ یہ جس دھاندلی کی پیداوار ہیں وہ ہم ہی نے تو کروائی تھی کہ ہم سب کا یہی ایک دھندا رہا ہے۔ اسے دیکھو یہ الطاف نواز ہے جو چلتا پھرتا "ٹارچر" ہے۔ مجسم عقوبت ہے' یہ واقعی بنیاد پرست نہیں یہ تو بنیاد کُش ہے۔ اس نے ہر قدر کی بنیاد اکھاڑ پھینکی ہے۔ کیا اسلام' کیا نظریۂ پاکستان' کیا جمہوریت' کیا اسلامی بلاک' کیا تسخیرِ افغانستان' کیا جہادِ کشمیر' کیا شخصی آزادی' کیا بنیادی حقوق اس کی ڈھیر کی ہوئی کس کس لاش کو اٹھاؤ گے لہٰذا چلو "کوئیک مارچ" کہ اس کا چل چلاؤ ہو۔ اٹھو' اس کو چلتا کریں۔ واضح ہو چکا کہ حکومتوں کا کاروبار کرنا اور کاروباریوں کا حکومت کرنا معاشرہ کے لیے کتنے مہلک ہوتے ہیں۔ اس لئے اے دانشورو! اے تاریخ سے نابلد تاریخ کی چلتی پھرتی لانگ مارچ یا جوگنگ یا ڈبل مارچ کرتی ہوئی تاریخ کی سزاؤ! خدا کے لیے ہوش کے ناخن لو یا پنجے نہ جھاڑو۔ اپنے ناخنوں کو گرہ کُشا بناؤ۔ انہیں چٹیل سروں کے ناخن نہ بناؤ۔ کسی اور پر نہیں تو تازہ پکے پکائے کھانے کی میز پر ہی بیٹھ جاؤ اور اس معاشرہ کو یکسوئی عطا کرنے' مہنگائی' لاقانونیت' بدعملی' بے راہ روی و کج ادائی سے نجات دلانے کے لیے امراض کی تشخیص کرو۔ نسخہ تجویز کرو۔ اس مریض معاشرہ کی صحت یابی کے لیے کوئی مؤثر راہ عمل اختیار کرو۔ اے پاکستان کے بیمار مسیحاؤ۔ یہ معاشرہ تمہارے باعث بیمار ہے اور اس کی یہ لغزش کتنی معصوم ہے کہ تم ہی سے دوا مانگ رہا ہے۔ ان کی معصومیت پر ترس کھاؤ۔ یہ مخلصانہ مشورہ قبول نہیں کرو گے تو تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۔ اور اقوامِ عالم میں تمہارے اس انجام پر افسوس تک کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔

۲۷ نومبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

یوں کہ کسی کو گلہ نہ رہے

حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے حرصِ اقتدار میں پیدا کئے ہوئے حالات کی شرح صدر عوامی نقطۂ نظر سے حالات کے سائے میں کچھ یوں بنتی ہے کہ ہمارے بیچارے عوام کیلئے بدنام سیاست کاروں اور نام نہاد راہنماؤں نے بنامِ خدا کارِ ابلیس سنبھال رکھا ہے اور "دادا پوترا" سیاست یوں مسلط کر رکھی ہے کہ کسی اور کے لئے جائے ماندن نہیں اور ان کیلئے گنجائشِ رفت نہیں۔ اندرون خانہ برائیوں کے مشترکہ کھاتے کھول رکھے ہیں مگر لوگوں کو بہلانے اور ورغلانے کیلئے مختلف اتحاد بنا کر محاذ کھول رکھے ہیں۔ تاکہ عوام اس طرف ہوں یا اس طرف، دائیں ہوں یا بائیں، ان ہی کے دست نگر رہیں۔ مختلف فسادوں میں اشتراک و اتحاد قوم و ملک کیلئے تو کیا مفید ہو گا۔ البتہ ان قبضہ گروپوں کی رقابتیں عوام کے ذہنی سکون اور احساس تحفظ کو حرفِ غلط کی طرح ضرور مٹادیں گی۔ باطل اگر باطل سے الجھ جائے، فسادی اگر فسادی کے روبرو آجائے تو ظاہر ہے ایک طرف لانگ مارچ ہو گا تو دوسری طرف ٹانگیں توڑ دینے کی للکار ہو گی۔ جس کسی نے بھی لانگ مارچ کا توڑنا ٹانگیں توڑنا تجویز کیا ہے وہ شاید آئندہ کے وزیرِ اعظم ہونے کا ڈراونا خواب دیکھ رہا ہے۔ وزیرِ اعظم کے درباری اس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ حیران و پریشان ہے۔ بیرونِ دربار جسے دیکھو، دشنام طراز ہے۔ وزیرِ اعظم ہونے کا خواب اتنا ڈراونا تو ہونا ہی چاہیے، لہٰذا خوشامدی سوچ میں نہ پڑ جائیں کہ ایسا وقت ابھی اتنا نزدیک نہیں۔ حالیہ اقتداری کشمکش میں عوام ٹوٹی ہوئی ٹانگوں کا مارچ دیکھنے کے بڑے شوقین تھے مگر افسوس کہ ابھی تک وہ تماشا نہ ہوا اور تاحال بات صرف شاہراہِ قائدِ اعظم پر شلواریں اتارنے تک ہی پہنچی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جو بھی مایوسی، بدبختی یا ناکامی ہو، وہ عوام کے نام لکھ دی جاتی ہے۔ دورانِ مارچ ٹانگوں کا چلنا، پھر ٹانگوں پر ڈانگوں کا چلنا اور

Marfat.com

سیاست کی ٹوٹی پھوٹی ٹانگوں کا چلنا ایسے دیدنی مناظر ہوتے کہ تمام سیاسی غیردُور اندیشوں کا جلوس نکل گیا ہوتا۔ مگر صد حیف یہ بھی نہ ہوا۔ سیاست کا زرِ مبادلہ بڑھتا گیا۔ عہدوں کی نج کاری فروغ پا گئی۔ باعثِ حیات اشیا کی گرانی ساتوں آسمان پار کر گئی۔ نمرود اور شداد گلے مل گئے۔ ہر طرف جل جلالہٗ کا غوغا بلند ہوا۔ ایسا پہلے بھی ہوتا ہی آیا ہے مگر حیرت تو یہ ہے کہ دانشِ حکمرانی سے غیر آگاہ ہردو طرفین ہزار دھتکار کے باوجود نہ شرمندہ ہیں' نہ پریشان' عجیب سی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ مصیبت میں چونکہ گنہگاروں کو خدا بہت یاد آتا ہے' اس لئے مملکتِ خداداد' ریاستِ خدا یاد بن گئی ہے۔ لانگ مارچ کی رسم کچھ ایسی چلی ہے کہ جسے دیکھو' کسی نہ کسی مارچ پر لگا ہوا ہے۔ پہلے اقتدار کے رسیا لوگ اگرچہ بن پئے بھی لڑکھڑایا کرتے تھے مگر اقتدار بے سدھ نہیں ہوتا تھا۔ آج کے سیاستدان تو میدان سیاست میں ہی لڑھک رہے ہیں اور اقتدار بیچ سڑک کے لیٹ گیا ہے کہ ہٹاؤ مجھے کون ہٹا سکتا ہے۔ سربراہِ مملکت نے بھی آئین کی باریکیوں کے مطالعہ کے بعد فرما دیا ہے کہ ایک وہ ہی ہیں جن کا پہلے "کرنا" درست تھا اور اب "نہ کرنا" درست ہے۔ وہ سرخ و سبز کے مالک ہیں' جس کو جو جھنڈی جی چاہے دکھا دیں۔ ان کا جی چاہے تو دفع کر دیں' من چاہے تو دفاع کر دیں۔ آج کی حکومت محض اس لئے مضبوط ہے کہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں ہے۔ لوگ تو ہاتھ آیا بٹیر نہیں چھوڑتے۔ مارچ شدہ اپوزیشن کے چلانے پر حکومت کون چھوڑے گا۔ جب تک اپوزیشن حکومت کو صدر سے نہیں چھڑاتی' حکومت کو اپوزیشن کی کوئی پروا نہیں۔ جنابِ صدر کا یہ مشورہ بڑا صائب ہے کہ آئین سے آگاہی اور اس کی تابعداری صرف صدر پر نہیں ہر ایک پر فرض ہے۔ مگر یہ تجویز ہو' ہدایت ہو' مشورہ ہو یا حکم یا کار طفلاں کے دوران پند بزرگاں۔ مشکل یہ ہے کہ عوام الناس تو کیا' بڑے بڑے معتبر سیاستدان اور قوم بگاڑو دانشوروں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ پارلیمنٹ ہوتی ہی "پارلیز" کے لیے ہے۔ اسے مشورہ کہہ لیں' مباحثہ کہہ لیں' تبادلہ خیالات کہہ لیں' موقف بیانی قرار دے لیں' ان "پارلیز" کا مقصد و منشا سوچ بچار کے بعد قانون سازی کرنا ہوتا ہے جو پالیمان صدر کو آرڈیننسوں پر لگائے رکھے اور خود محض دو بدو رہے۔ اسے کون تسلیم کرے کہ یہ وہی ہے' جو آئین کا منشا ہے۔ آئینی ضوابط کیا ہیں؟ قواعد کیا ہوتے ہیں؟ بڑے بڑے جغادریوں کا امتحان لیا جائے تو رعایتی نمبر لے کر بھی پاس نہیں

Marfat.com

ہوں گے۔ ان کے نزدیک تو بس جو ٹانگیں توڑ دے' وہ اقتدار ہوتا ہے اور جو بھی "سٹینڈ ایٹ ایز" نہ ہو' اسے اپوزیشن کہتے ہیں۔ یقیناً کسی صاحب دل و دماغ کو اس چیخ و پکار اور اس "ڈنڈے ماری" کی ضرورت نہیں تھی۔ صاحب صدر کی توجہ مبذول کرائی ہوتی کہ جس آئین کی پاسداری اور اطاعت کی وہ نصیحت فرما رہے ہیں' اس میں ایسے ضمنات بھی موجود ہیں کہ جو ارکانِ پارلیمان مندرج صفات کے مالک نہ ہوں یا نہ رہے ہوں اور اس اہلیت کے مالک نہ ہوں جو آئین کا تقاضا ہے تو ان کو اسمبلیوں کی رکنیت سے علیحدہ کرنے کا کیا طریقہ اور ذریعہ ہے۔ یا تو حضور جنابِ صدر کی نظر ان ارکان کے کردار پر نہیں' یا پھر انہوں نے ضمن نمبر ۶۲ اور ۶۳ کو کسی سرکاری گارڈ کی پیٹی کا نمبر سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ ضمنات آئین کے گارڈ ہیں۔ آئین کا وعدہ تھا کہ کوئی غیر دیانت دار' خائن' بد شہرت' دینِ اسلام کے بنیادی اصولوں سے لاعلم' حدودِ الٰہی کا غیر پابند میری عملداری میں منتخب نہیں ہو سکے گا۔ عوام آئین کے روبرو دست بستہ رو رو کر چلا رہے ہیں کہ "ستم کیا ترے وعدے پر اعتبار کیا" اور ان کے وعدہ پر بھی' جنہوں نے تیرے تحفظ کی قسم نہ نبھائی۔ حکمرانوں نے آج تک آئین کے ان ضمنات پر جو ان کو پابند کرتا ہے' عمل نہیں کیا۔ جہاں آئین نے ان کو ذرا سی صوابدید کی اجازت دی' انہوں نے صوابدید کی بھی مٹی پلید کر دی۔ ہر کسی نے حقوق جتائے۔ مراعات اڑائیں' اختیار برتے مگر آئینی فرائض کبھی ادا نہ کئے۔ بلکہ تنخواہیں لیں' سفر خرچ لئے' روزینے جمع کئے مگر کورم ٹوٹتے رہے۔

آئین کا تقاضا تھا کہ دینِ اسلام کے مخالف قانون سازی نہ ہو۔ تمام قوانین دینِ اسلام کے مطابق بنائے جائیں۔ نہ کسی نے پروا کی' نہ کسی کو آئین کا خوف لاحق ہوا۔ پینتالیس سال کا عرصہ ہو گیا' وہی نظامِ معیشت پورے کروفر اور دھج سے نافذ ہے' جسے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خلاف جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ کلمۂ طیبہ کا تقاضا تھا کہ اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں ہو گا۔ مگر اتنے الٰہ بنا دیئے ہیں کہ کعبہ میں اتنے بت بھی نہ تھے۔ دینِ اسلام کا دعویٰ ہے کہ قرآن ایک لاریب مکمل ضابطۂ حیات ہے مگر یہاں نہ صرف نت نئی قانون سازی ہو رہی ہے بلکہ شرع کو شرح کے ذریعے نافذ کرنے کا شرک بھی نافذ العمل ہے۔ صریحاً الحاد کو اجتہاد قرار دے کر نہ صرف فرقہ پرستی کو ہوا دی گئی ہے بلکہ دین کو محض مذہب بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور اذہان میں صنم خانے

Marfat.com

آباد کر دیے گئے ہیں۔ ضابطۂ حیات کو نیرو کی بانسری کی دھن بنانے کی مذموم روش اختیار کر لی گئی ہے۔ جنابِ صدر کی توجہ کے لیے عرض ہے کہ عوام آئین کے تقاضوں سے آگاہ ہیں اور آئین کے تماشے بھی دیکھ رہے ہیں۔ حکمرانوں کی کوتاہیوں نے انہیں دورنگی کا شکار، مردہ بنا دیا ہے۔ وہ ہر نماز میں بار بار اعلان و اقرار کرتے ہیں کہ وہ احکامِ الٰہی کے پابند ہیں مگر عام زندگی میں نئے پرانے الٰہوں کے احکام کی پابندی پر مجبور ہیں۔ ان پابندیوں نے ہر کسی کو ضمیر کا مجرم بنا رکھا ہے۔ ان کی بحالی صدر کا آئینی فرض ہے جو ادا نہیں ہو رہا۔ انسان شرمندہ ہو کر رہ جاتا ہے کہ ہوں تو میں غیر اللہ کے احکام کا پابند لیکن دعویٰ احکامِ خداوندی کی بجاآوری کا کرتا ہوں۔ جنابِ صدر کا آئینی فرض ہے کہ اس کیفیت کا نوٹس لیں اور اس کا بھی کہ جب دو تہائی اکثریت حاصل تھی تو آٹھویں ترمیم میں ترمیم کیوں نہ ہوئی۔ آج بھی بیشتر قوانین افرنگ ساختہ ہیں۔ آج بھی آئین فکر افرنگ ساختہ یعنی دین و سیاست کی جدائیوں کا حامل ہے۔ اس کی لادینیت پر اسلام کی فقط ملمع سازی ہے۔ جنابِ صدر! کیا تردید ہو سکے گی کہ ازروئے آئین جنسی بلوغت کو شعوری بلوغت پر فوقیت حاصل ہے۔ عہدہ طلبی اور اس کے لیے مہم جوئی آئینی تقاضا ہے۔ ان عوامل پر اگر کوئی عمل کرے اور کروائے اور پھر یہ قسم بھی کھائے کہ وہ "عبدہٗ" ہے تو کیا وہ سچ بول رہا ہوتا ہے؟ کیا اس کے باوجود وہ اہل بھی ہوتا ہے اور اہل الرائے بھی؟ اپنے اقتدار کے لیے امت کو گروہوں' فرقوں' پارٹیوں میں تقسیم کرنا اور پھر اس تقسیم کو جماعت سازی کہنا کیا آئینی تقاضے ہیں؟ کیا معاشرہ کو احکامِ الٰہی کے مطابق ڈھالا جاتا ہے؟ اگر یہی آئینی تقاضے ہیں تو پھر جنابِ صدر! دین فطرت کے تقاضوں کا کیا کریں؟ آئین کے فکری تضادات کا مداوا کرنا اور کروانا کس کی ذمہ داری ہے؟ کیا آئین کی رو سے اس ملک کے انسانوں کے حقوق رائج الوقت قانون کے تابع نہیں؟ یہ ضمن خارج از آئین نہیں ہے کہ بنیادی حقوق کی نفی کرتا ہوا کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا؟ اگر اسی طرح ہے تو کیا قانون آئین پر حاوی نہیں ہے؟ کیا قانون نے سُپر آئین کی حیثیت اختیار نہیں کر رکھی؟ کیا قانون آئین کو "سب ورٹ" نہیں کر رہے؟ ایسا ہو تو کیا قانون ساز آئین سے بالاتر نہیں ہو جاتے؟ اس آئینی صورت حال میں جنابِ صدر قوم کو آئینہ تو دکھائیں کیونکہ یہ ان کا منصب بھی ہے اور حق بھی' مگر آئین کی عملداری کی بات نہ

Marfat.com

کریں کیونکہ قانون اصل میں حاکم کی مرضی ہوتا ہے۔ قانون کی عملداری احترام اور اطاعت دراصل حکومت وقت کی عملداری، احترام اور اطاعت کو کہتے ہیں لیکن بے چارے عوام کس کس کی اطاعت کریں؟ دینِ اسلام کی؟ جمہوریت کی؟ سیاست کی؟ یا سوشلزم کی معیشت کی؟ جو سڑکوں پر دلدوز نظارے دکھا رہی ہے۔ کیا اسی کو جمہوریت کہتے ہیں؟ وہ احساس عدمِ تحفظ، یاسیت اور قنوطیت جس نے یہاں کے انسان کو ابلیس کی پیروی پر مجبور کر دیا ہے، کیا آئین کی دین نہیں ہے؟ ایک بیچارہ مسلمان اس آئین کی اطاعت کرے یا اپنی مسلمانی کو بچائے؟ جس طرح کائنات اور ماورائے کائنات کے علوم بیان کرتی ہوئی "لاریب" نابلد ہاتھوں میں آ گئی ہے، اسی طرح آئین کی عملداری بھی نااہل ہاتھوں میں اپنے مقدر کو رو رہی ہے، جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ جو مال روڈ پر لوگ برہنہ کیے جا رہے ہیں، عورتیں کمانڈوز کی "حراست" میں نظر آ رہی ہیں۔ یہ روڈ کو بچانے کے لیے ہے یا "مال" کو بچانے کے لیے۔ "مال" سے بچنے کے لیے ہے یا یہ بتانے کے لیے کہ مالا مال اور "مالو مال" افراد میں کیا فرق ہوتا ہے۔ جن سیاستدانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ مارچ کرنا ادبی نہیں عسکری اصطلاح ہے۔ ان سے بے سُود مارچ کا شکوہ مارچ سے بھی زیادہ بے سود ہے۔ سیاست میں فوجی اصطلاحیں استعمال ہونا شروع ہو جائیں تو آئین پر چاند ماری کا شکوہ بھی بے سود ہوتا ہے۔ جنابِ صدر بصد شوق ان اسمبلیوں کو توڑنے سے شوقیہ گریز کرتے رہیں تاکہ زمانہ یہ نہ کہے کہ انہیں اسمبلیاں توڑنے کا شوق ہے اور تاریخ انہیں اسمبلی شکن نہ لکھ دے مگر صاحبانِ اقتدار و اختلاف کے مرد و زن سے مطالبہ تو کریں۔ انہیں قومی مسائل کی فہرست دے دیں جن کو وہ حل کرنا یا کروانا چاہتے ہیں۔ ان کا مشترکہ حل نکالنے کے لیے تمام جغادریوں کی تین کونی کانفرنس بلائیں پھر حق سربراہی ادا کریں اور فیصلہ خود کریں۔ یوں کہ کسی کو گلہ نہ رہے۔ ورنہ جنابِ صدر! آپ کی رعایا میں اللہ کو ماننے والے پکڑے نہ گئے تو بھوکے مر جائیں گے یا اندر ہی اندر جل کڑھ کر خاک ہو جائیں گے اور اگر آپ سے زیادہ ہی محبت ہوئی تو ڈوب مریں گے۔ عوام کی یہ دائمی تمنا ہے کہ ان کا کوئی سربراہ مملکت تمثیلِ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ ہو۔ مگر تاریخ کا دوہرایا جانا ہر دفعہ زمانہ یزید پر آ کر رک جاتا ہے، نامعلوم کیوں؟ لیکن یہ کوئی نہ بھولے کہ اگر سرزمینِ پاکستان پر راشدین کی تاریخ دہرائی نہ گئی تو

Marfat.com

پھر اس کی تاریخ پڑھی نہ جا سکے گی' مانا! کہ آئین کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ مانا! کہ آپ آئینی فرمانروا ہیں۔ مانا! کہ آپ آئین کے فرمانروا نہیں۔ آپ کی صوابدید پر بھی کس کافر کو شک ہے لیکن آپ احکامِ الٰہی سے آزاد نہیں ہیں۔ آپ تجربہ کار ہیں اور کسی تجربہ گاہ میں بھی نہیں۔ ایوانِ صدر میں ہیں' رعایا کا مطالبہ ہے کہ اصلاحِ احوال کے لئے اقدام کیجئے۔ یہ پاکستان ہے' پتلی گھر نہیں' یہ لوگ بھولے نہیں ہیں' وہ نظام بُرا ہے جس کے یہ پروردہ ہیں۔ انہیں سمجھایئے۔ یہ وطن ہے سلطان سرائے نہیں۔ یہ لوگ اگر اچھے نہیں ہیں تو یا آئین میں اور قوانین میں کوئی سقم ہے' یا پھر ان پر عمل نہیں ہو رہا۔ ہر دو صورتوں میں ذمہ داری آپ کے منصب پر ہے اور یہی وہ ذمہ داری ہے جو آئینی طور پر سربراہی غفلتوں یا مصلحتوں کے باعث ادا نہیں ہو رہی۔ براہ کرم جنابِ صدر! اس صورتحال کا مداوا کر جایئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم بعدِ صلوٰۃ ہاتھ بھی اٹھائیں گے اور جھولی بھی پھیلائیں گے کہ خداوندا! ان لوگوں سے نجات دلا جو امریکی امداد کے بند ہونے کے خوف سے تیری امداد بند کروا رہے ہیں پھر اگر لادینیت اور سرمایہ داری سے واسطے قائم رہے تو ایسا کرنے والوں کے خالق کائنات سے رابطے منقطع ہو جائیں گے۔

۴ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

"شرکتِ حق و باطل کا حاصل"

آج کے معاشرہ کو دینِ اسلام کے ان دشمنوں اور مخالفوں کی منافقوں سے عہدہ برآ ہونے کی ضرورت ہے جو نظریۂ پاکستان کی تردید پر قسم اٹھائے اسے معدوم کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ دینِ اسلام کے وہ نام نہاد ستون جو ا۔ستادہ ہی اس لئے کئے گئے ہیں کہ جب ضرورت ہو گی' ان سے چھت اٹھائے رکھنے سے گریز کا اظہار کروا دیں گے' جب چاہیں گے بنیادوں کو ان کے بوجھ سے دھنستا ہوا دکھا دیں گے کہ دینِ اسلام سے انحراف جس قدر منافقین نے کروایا ہے مخالفین نہ کروا سکے۔ گلیم بوذر جتنی دفعہ نیلام گھر میں رکھی گئی ان ہی لوگوں نے رکھی' دلقِ اویس و چادرِ زہرا جب بھی بیچ کھائی' ان ہی نام نہادوں نے بیچ کھائی' ان ہی لوگوں نے اکثر و بیشتر خدا کو بھی بیچا اور بھرے بازار میں بیچا۔ لارنس آف عریبیا کے عرب قومی نظریہ کا اجرا اور نظریۂ خلافت کے انخلا کے بعد جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال نے دو قومی نظریہ متعارف کروایا جس کا بنیادی تصور تاریخ آدم میں پہلی مرتبہ سورہ الکافرون میں بیان ہوا۔ اس نظریہ کو قائدِ اعظم کی مسلم لیگ نے اپنایا اور موجودہ مسلم لیگ کے ذمہ اس نظریہ کی بربادی رقم کر دی گئی ہے۔ چنانچہ موجودہ حکومت کے دو سالہ اقتدار نے ہی دنیائے اسلام کے ساتھ وہ سلوک کروایا کہ سازش آگاہ یوں سر پیٹ کر رہ گئے کہ فکر ان کی شب و روز سینہ کوبی کر رہی ہے اور پاکستان دو قومی نظریہ کا مقبرہ بنتا جا رہا ہے۔ حکومتِ پاکستان نے عرب ممالک کی معیشت' معاشرت و سیاست پر امریکہ کا تسلط قائم کروانے میں قبضہ گروپ کا کردار ادا کیا ہے اور شریعت پر ایک متضاد و متصادم فکر آئین کو بالادستی دے کر خالص سیکولرازم کے لئے میدان ہموار کروایا ہے۔ جونہی آٹھویں ترمیم جنگلوں سے باہر آئی' آئینی میدان میں بلاشرکت غیرے سیکولرازم کا تسلط قائم ہو جائے گا۔ ضیاء الحقی شرعی نظامِ انصاف جس کی آنکھیں اپنے فیصلوں کی روشنی کے باعث چندھیا چکی ہیں' اپنی اندھی لاٹھی لئے رخصت ہو جائے گا۔

Marfat.com

قراردادِ مقاصد کی حالیہ بے قراری کے واپس ہو جانے سے اس کے چہرہ پر بدنما داد ابھر آئے گی۔ رہی اسلامی مشاورتی کونسل اور دینِ اسلام کی مخالفت یا موافقت میں قانون سازی تو ان سے متعلق دفعات واضح ہیں کہ ان کی حیثیت محض مشاورتی ہے۔ ان کا دمِ واپسیں وارد نہ ہوا تو کیا اور اگر ہو گیا تو کیا' جیسے گنجے کے ہاتھ میں کنگھی نہ ہو تو کیا' ناخن نہ ہوں تو کیا' بیچارے نے کیا سنوارنا ہے اور کیا کھجانا ہے۔ لسانی محاذوں اور قومیت نوازوں کے ساتھ موجودہ حکومت کی بغل گیری اور شراکت حاکمیت کیا اس امر کا ثبوت نہیں کہ آج کی مسلم لیگ یا تو اپنے سیاسی نظریات سے عاری ہو چکی ہے یا اپنے ازلی مخالفوں کے نظریات کو صحیح تسلیم کر چکی ہے۔ پارٹی اور لیگ میں فرق ہی یہ ہوتا ہے کہ پارٹی کے نظریات گروہی اور لیگ کے اجتماعی ہوتے ہیں۔ لیگ اگر کسی اتحاد میں شامل ہو جائے تو لیگ نہیں رہتی البتہ پارٹیوں کا لیگ بن جانا ان کا سیاسی ارتقا ہوتا ہے۔ چنانچہ اشتراک بالا سے جو ڈیم تعمیر کیا گیا اس کا پانی بھی اور مقدر بھی کالا ہے۔ کور چشموں کا تعمیر کیا ہوا یہ اجتماع نظریۂ پاکستان کے جنازہ کا جلوس ہے اور اگر ولی خان صاحب کو آئندہ صدرِ مملکت بنانے کی بیل منڈھے چڑھ گئی تو کفن دفن کا انتظام وہ خود کر ہی لیں گے۔ حالات کا آوازہ ہے۔ حکومت چاہئے کہ ملک! کوتاہ اندیشی نے حصول حکومت کو ترجیح دے لی ہے۔ حصولِ اقتدار کی رقابتوں نے پہلے پاکستان کو لخت لخت کیا اور اب اقتدار میں رہنے کے لئے باقی ماندہ علاقائی سیاسی تفریقوں میں تقسیم پاکستان کو کسرت پر لگا رکھا ہے۔ گھیراؤ کرنے' معذور کر دینے اور آنے جانے کے زمینی و ہوائی ذرائع مسدود و محدود کر دینے کی ریہرسل کی جا رہی ہے۔ اکٹھے رہنے اور مل بیٹھنے کی نفی کی جا رہی ہے' علیحدگی کے جواز مہیا کئے جا رہے ہیں' اقلیتوں کو ناراض اور بے زار کیا جا رہا ہے۔ کیا شاہ اور کیا گدا اور کیا وہ لوگ جو شاہوں کو شاہ اور گداؤں کو گدا بنانے کا باعث ہوتے ہیں' اپنے اپنے مقام اور اپنی اپنی ذات سے بے بہرہ ہیں اور اپنے وجود کو زمین وطن کا بوجھ بنائے ہوئے ہیں۔ جذبۂ اجتماعیت کو ٹھکانے لگانے کے لئے ضوابطِ حیات کی تردید میں مصروف ہیں۔ سیاست کی اجتماعی عصمت دری کی جا رہی ہے۔ مذہبی فرقہ واریت نے دین اسلام کو اس طرح کا مذہب بنا کر رکھ دیا ہے جسے اپنی شناخت کے لئے بھی خانوں کی ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔ دینِ اسلام کا وہ پیروکار جس میں کبھی آفاق گم تھے' آج آفاق

Marfat.com

میں گم ہو گیا ہے۔ تعمیرِ وطن کے پس پردہ تعمیر انسانی ملیا میٹ کی جا رہی ہے۔ نام نہاد دنیا سنوارنے والوں نے دامن دین کو داغدار کر دیا ہے۔ فکرِ توحید کی آبشاریں الحاد کی دھند نے ڈھانپ رکھی ہیں۔ نغموں سے نوحے پھوٹنے لگے ہیں۔ اجالا داغ داغ ہے اور سحر شب گزیدہ ہے۔ آبادیوں کے گھر ویرانوں کی غاروں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ انسانوں میں بسنا تو کجا' انسان کے اپنے اندر بھی انسان نہیں بس رہا۔ معاشرتی تربیت نے انسانوں کو درندوں کے چلن پر سدھار دیا ہے۔ سیاست نے بستیوں کے موالیوں کی زبان اپنالی ہے۔ ٹانگیں توڑنے' ہاتھ جڑوانے اور ناک رگڑوانے کی طرز فکر نے سر پر کفن باندھ لیا ہے۔ شرافت تشدد کی منکوحہ بن گئی ہے۔ اپنے ہی ہم وطنوں کو مارنے مروانے والے' القابات شہید و غازی کے طلب گار ہیں۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ دہشت گردی کی اصل وجوہات کیا ہیں۔ انسداد دہشت گردی کے لئے انصاف کی دہشت عوام کے ذہنوں پر یوں مسلط کر دی گئی ہے کہ لوگ وحشت زدہ اور سزا خور ہو گئے ہیں۔ ہر معاشرتی قدر خوار ہے' رشتوں کا تقدس مفقود ہو چکا ہے۔ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ انسان جس سے خوف و دہشت محسوس کرے اس کا احترام کبھی نہیں کرتا اور جس سے نفرت کرے' برباد ہو کر بھی اس سے انتقام لے لیتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ جنسی وحشت کی اجتماعی درندگی کی خبروں کی اشاعت روز کا معمول بن گئی ہے۔ جرائم کے ارتکاب ان کی سرزدگی کے طریقوں اور سلیقوں کی اشاعت سیاسی صورت حال اور پالیسیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ غنڈہ مفت میں چھپتا ہے اور حکومت اشتہار دے کر۔ کہیں باپ قتل ہو رہا ہے' کہیں بھائی' کہیں بہن اور اب تو ماں بھی۔ نقل را عقل کی تصدیق آج سے بڑھ کر کسی زمانہ میں نہیں ہوئی۔ پہلے رشوت کے بازار گرم تھے۔ اب بھٹیاں لگائی گئی ہیں جو شب و روز رشوت کے روڈ رولر ڈھال رہی ہیں۔ زمانہ نوح میں بھی اگر اخباریں ہوتیں تو اپنی قوم کو غرق ہوتا دیکھنے کے لئے نوح کو اتنی طویل عمر کی ضرورت نہ ہوتی۔ نمرود آسمان نہ بنواتا' بعض اخبار نکال لیتا' فرعون کے جادوگر نہ ہوتے' کچھ میگزین ہوتے' عیسیٰ کے حواریوں کو کچھ کالم پڑھوائے جاتے اور عیسیٰ کا مصلوب ہونا جائز قرار پا جاتا' یوسفؑ' یعقوبؑ کو اپنا کرتہ نہ بھجواتے' شام کا اخبار یا ضمیمہ بھجوا دیتے۔ کہتے ہیں اخباری ادارے چونکہ صنعتی و تجارتی ہو گئے ہیں اس لئے محمد علی جوہر' حسرت موہانی اور ظفر علی خان منہ موڑ گئے ہیں۔ موڑ جائیں' اقتدار کا کیا بگڑا'

Marfat.com

اس کی تو جبیں اور بھی کھنک رہی ہیں۔ وہ تو للکار رہے ہیں' کر لو جو کرنا ہے' پانچ سال تک تو نہیں جاؤں گا بلکہ آئندہ پانچ سال کے لئے پھر آؤں گا۔ یہ سن کر جن کی حرکت قلب کو ڈوب جانا چاہئے تھا۔ وہ نعرے لگا رہے ہیں اور لڈی ڈال رہے ہیں۔ سیاہ کوٹوں میں دھنسے ہوئے کمانڈو' کلرک اور خانسامے اگر وکیلوں کے نمائندے بن کر رونق بڑھا رہے ہوں تو حسرت موہانی منہ نہ چھپا جائیں تو کیا بعد از موت کی کمائی بھی لٹا کر اپنی طرف طبیعت کا سکہ جمائیں۔ اماں کی نصیحت کے پابند محمد علی جوہر کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جن کے ہاتھوں میں زمام کار ہے ان ہی کے ہاتھ میں دستاویز غیر نوشتہ ہے تو سر پیٹ کے یہ کہتے' ماں حضور' میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آج کی سیاست کا عجیب انداز ہے کہ جہاں بسم اللہ پڑھنا چاہئے وہاں اعوذ پڑھنا شروع کر دیتی ہے اور جہاں اسے دیکھے جسے دیکھتے ہی اعوذ پڑھنا چاہئے' وہاں بسم اللہ' خوش آمدید' نظرِ بد دور پڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ کوئی نہیں سمجھتا' نہ آئین' نہ اس کے سربراہ' نہ عالمِ دین' نہ شیخِ حرم' نہ مقننہ' نہ انتظامیہ کہ تعمیرِ وطن بغیر تعمیرِ انسان ہو' تو ہر تعمیر تخریب کی نذر ہو جایا کرتی ہے کہ چاقو سے قلم بھی تراشا جا سکتا ہے' کسی کی جان بھی لی جا سکتی ہے اور اپنی ہی رگ جان بھی کاٹی جا سکتی ہے۔ انتظامیہ اس حد تک حکومت بچانے میں مصروف ہے کہ عدالتیں از خود جرائم کا نوٹس لینے پر مجبور ہیں۔ جرائم کے سرزد ہونے پر عوام جلوس نکالنے اور جنازے اٹھائے پھرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مقننہ کے ارکان اور ان کے رشتہ داروں کے رویہ کا نوٹس عدالتِ عظمیٰ کے اعلیٰ ترین منصف کو لینا پڑتا ہے۔ اگر توہینِ انتظامیہ کا بھی کوئی قانون ہوتا تو نہ معلوم کیا کچھ ہو جاتا۔ اور تو اور خود وزیراعظم کا دل ایسے مظالم پر بار بار خون کے آنسو بہاتا ہے' ہرچند کہ خون کے آنسو کبھی نمکین نہیں ہوتے مگر معاشرتی دانش ان کے کسی ساتھی' کسی وشادی یا کسی محکماتی سربراہ نے یہ آنسو پونچھنے کے لئے انہیں رومال تک نہیں دیا۔ شاید اس لئے کہ موصوف نے اپنے ہاتھوں اپنا دل زخمی کیا ہے۔ کیا ہے تو پھر اس کا بھی کوئی اعلیٰ مقصد ہو گا۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ وطن اگر اہلیانِ وطن کو احساسِ تحفظ اور آسائشِ حیات نہ دے سکے' تو حب الوطنی مفقود ہو جایا کرتی ہے۔ جیسے آزادی کی دین لوگوں کے معیار پر پورا نہ اتری تو لوگوں نے برملا طعن زنی شروع کر دی کہ اس مادر پدر آزادی سے تو انگریز کی غلامی ہی بہتر تھی' دو وقت کی عزت کی روٹی تو مل جاتی تھی۔ جس

Marfat.com

قوم کے معلم، جس معاشرہ کے مسیحا، جن مریضوں کے نبّاض کے آئے دن ہڑتال یا لانگ مارچ پر ہوں، اس قوم کے انسانوں کو تعمیر و تربیت کی کتنی اشد ضرورت ہے، کاش حسّاس اداروں کو اس کا بھی احساس ہوتا یا سربراہِ مملکت کے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ قوم، ملک، معاشرہ، معیشت، اخلاق سبھی عالم نزع میں گرفتار ہیں اور راہ نمایانِ قوم ایک دوسرے پر محض دُشنام طرازی کر رہے ہیں۔ اپنی کھنچتی ہوئی ٹانگ بچانے کے لئے جلسے کر رہے ہیں اور ٹوٹتی ہوئی ٹانگ کو بچانے کے لئے جلوس نکال رہے ہیں، کوئی جلوس سے فارغ ہو کر آئس کریم کھاتا ہے، کوئی جلسے سے فارغ ہو کر کرکٹ کھیلتا ہے، کسی کے خیال میں رُشد و ہدایت کے لئے رشید کافی ہے، کسی کے پاس اپنی بے نظیری کو نظر سے بچانے کے لئے بے سینگوں کے اتنے سر موجود ہیں کہ وہ عقل کو غیر ضروری سمجھتی ہیں۔ ادھر بارہ سنگھوں کی شیڈو کیبنٹ بن رہی ہے۔ ادھر افتادِ زمانہ کی حکومت نے سفید ہاتھی پال رکھے ہیں۔ ان کا خون تک بھی سفید ہے۔ طرزِ عمل سے یہ سفید فاموں کے ہاتھی معلوم ہوتے ہیں اور دیارِ افرنگ میں الطاف حسین کے پڑوس میں جانا اپنا مقدر لکھوائے ہوئے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا ہر کسی کے پیش پیش ہے۔ جمہوریت اگر ابھی بھی اپنے کئے پر نادم نہ ہو، اسے اپنی بدعتوں پر افتخار ہو تو اسے کیا لقب کریں جن مراد گم کردہ لوگوں نے نواب بہادر یار جنگ کی تقاریر سن رکھی ہوں وہ آج کی تُو تُو میں میں، کو کیسے سیاسی تقریر مان لیں۔ اپوزیشن کی چار پانچ گالیاں دینے کے لئے حکومت کا کیا خرچ اٹھتا ہے، ان کو احساس نہیں اور حکومت کو دس بارہ طعنے سننے کے لئے عوام کیا کچھ خرچ کر ڈالتے ہیں، اپوزیشن کو اس کی خبر تک نہیں۔ اس انحطاط اور گراوٹ کی بنیادی وجہ ایک ہی ہے کہ ہماری سیاست نے ہمیں جن راہوں پر گامزن کیا وہ ہمارے مقاصد ہماری منازل کی راہیں نہ تھیں۔ ہماری صلوٰۃ اس لئے اکارت جا رہی ہے کہ ہمارا قبلہ درست نہیں، اسی لئے ہمارے ہاتھ تکبیر کے لئے نہیں، تحقیر کے لئے اُٹھتے ہیں۔ جو ہاتھ تحقیر کے لئے اٹھیں قانون فطرت ہے کہ مفلوج ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا غرور، تمکنت، خو، ان کی غیر آگاہی بن کر ایک ایسا نیا وجود اختیار کر لیتی ہے کہ مغضوب ہو جانا جس کا مقدر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کا ترتیب دیا ہوا معاشرہ ضالین کا معاشرہ ہوتا ہے۔ یہ حیاتِ اخروی سے کٹے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے معاشرہ پر سقوط بھی وارد ہوتا ہے اور فکری جمود بھی۔ تقسیم

Marfat.com

و تفریق ان کا روزمرہ بن جاتی ہے' ملک تو کیا ایسے معاشرہ کی اپنی سالمیت بھی برقرار نہیں رہتی۔ "حق را بسجود دے صنماں را بطواف" ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ حق و باطل کی آمیزش ان کا فکری مشروب اور فکر مشرکانہ ان کا اثاثہ قرار پاتے ہیں۔ وہ اللہ کو الٰہ واحد بھی کہتا اور اس کے مقابل قانون ساز بھی بن بیٹھتا ہے۔ وہ عدل کو احسان سے تنہا کر کے اور سزا کو فوری کر کے دہشت و وحشت کے دروازے چوپٹ کھول دیتا ہے۔ انسانوں کو بولنے کی آزادی گالیوں کے لئے' چلنے پھرنے کی آزادی حصولِ اقتدار کے خلاف حرصِ اقتدار کے نکالے گئے احتجاجی جلوسوں کے لئے اور معاش کی آزادی معاشی بداعمالیوں کے لئے استعمال ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ مال پر صرف مال کے لئے چلا پھرا جا سکتا ہے' متوسط طبقہ پر اس کے جلوے حرام کر دیئے جاتے ہیں۔ مال روڈ واقعی سیاست کی ٹھنڈی سڑک بن جاتی ہے' دیگر سڑکوں کو رشک آنے لگتا ہے۔ کاش وہ بھی مال روڈ ہوتیں۔ بالآخر سڑکوں میں رقابت پیدا ہو کر راہوں میں ٹھن جاتی ہے۔ جس معاشرہ کا آئین پہلے ہی متصادم ہو اور بعدہ راہیں بھی متصادم ہو جائیں تو اس کا بے راہ ہو جانا نوشتہ دیوار ہوتا ہے۔ اگر اس مال روڈ پر اندھوں نے ہی سرمہ بیچنا ہے' یہ صرف خوشامدی بینروں سے ہی سجائی جاتی ہے تو لوگ دیدہ و دل کی بھی خیر منائیں' باقی سب کچھ کا تو جانا ٹھہر ہی گیا ہے' صبح گیا کہ شام گیا' معاشرہ کا تو جو حال ہو سو ہو مندرجہ بالا حالات کی بنا پر سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت میں اگر نہ ٹھنی تو تاریخ کو انگشت بدنداں ہونا پڑے گا۔ صدر کو اگر آئندہ دورانیہ کے لئے بھی صدر رہنا ہے تو ظاہر ہے وہ اسمبلیاں کیوں توڑیں۔ وزیرِ اعظم کو اگر آئندہ وزیرِ اعظم رہنا ہے تو ان کا اسمبلیوں کو برخاست کرنے کی درخواست نہ کرانا انتہائی غیر دور اندیشی ہو گی۔ اگر بے نظیر نے استعفوں کا کارڈ پوسٹ کر دیا تو موجودہ حکومت گٹھ جوڑ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا البتہ موجودہ اسمبلیوں اور آئندہ کی صدارت کو محفوظ کرنے کا ہو سکتا ہے۔ یہ صالح طریقہ ہو کہ آئینِ پاکستان کے ارکان کی عدمِ اہلیت کے ضمنات کو محرک کر کے ناپسندیدہ اور نااہل ارکان کو فارغ کر دیا جائے اور ان کی خالی نشستوں پر واقعی اہل افراد کا انتخاب ہو تاکہ نیکی کو اکثریت حاصل ہو اور برائی اقلیت میں چلی جائے اور آئندہ مقابلہ دو حریصانِ اقتدار میں نہیں بلکہ نیکی و بدی اور تعمیر و تخریب میں ہو گا۔ ایسا نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے سیاست خدا حافظ کہہ جائے اور خدا حافظ نہ ہو۔

۹ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

"تو عرصۂ محشر میں ہے"

دنیا بھر کے لادینی نظام کے مدعی جو سر جوڑ کر بیٹھے ہیں اور دینِ اسلام کو اس کر
ارض پر بندوں کی حاکمیت کے تابع کرنے کے درپے ہیں۔ یہ ذات پرست زندہ بت اپنی
فکر کو ذہنی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر اب ماتم کریں کہ انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں بت کدہ
بھارت میں مسجدِ بابری کو مسمار کر کے دنیائے اسلام کو پھر سے نمودار ہونے کی وجہِ جواز
مہیا کر دی ہے۔ کفر از کعبہ بدخیزد کی طرح شیخ ے خانے سے اور ایمان بت کدہ سے بر آمد
ہونے لگے تو لازماً" لمحہ فکریہ ہوتا ہے۔ پاکستان جو اپنے وجود کے جواز سے غافل ہو کر
سیکولرازم کی طرف تیز رو تھا اور دنیائے اسلام سے کٹ کر جمہوری ممالک کی انجمن کا
رکن بننے کے لئے بال و پر سنوار رہا تھا' بابری مسجد کا سانحہ ہوتے ہی بنیاد پرست مسلمان
بن گیا اور معلوم ہوا کہ واقعی ہر کربلا کے بعد اسلام زندہ ہو جاتا ہے' لیکن اس امر کو زیر
غور نہ لانا بھی غیر دور اندیشی ہو گی کہ آخر بھارت جیسے ملک میں جس کی بے پایاں قیادت
کائیاں پن ضرب المثل ہے دنیا بھر میں اتنی بڑی ذلت آمیز بدنامی کے باعث کو یوں کھل
کھیلنے کی اجازت کیوں دے دی گئی۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ اور ایک مستحکم حکومت کی
موجودگی میں لاکھ دو لاکھ سرپھروں نے اپنے ناپاک اور بھارت کش ارادوں کی تکمیل کیسے
کر لی۔ اتنے بڑے ملک کی انتظامیہ اگر ایودھیا میں اتنے غیر قانونی' غیر اخلاقی' غیر سیاسی
اجتماع کو روک نہیں سکتی تو پھر پاکستان کی انتظامیہ تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ چاہے
سڑکوں پر دیواریں تعمیر کر دے' پل توڑ دے' ہوائی پروازیں روک دے' سرزمینِ وطن
پولیس ناکوں کا ملک بنا دے' آنسو گیس چھوڑ دے' بازاروں میں شلواریں اتار دے
مارے' پیٹے' زدو کوب کرے' جب چاہے اپنا تھوکا چاٹ لے اور جب چاہے اپوزیشن کے
منہ پر تھوک دے لیکن لانگ مارچیوں کو پارلیمنٹ کا گھیراؤ نہ کرنے دے۔ شاید اس

Marfat.com

کہ پاکستان کی پارلیمان اسلام آباد میں ہے اور ہندوستان کی پارلیمان میں اسلام آباد نہیں ہے۔ یہ عذر قابل تسلیم نہیں ہے کہ حکومتِ ہند مجبور ہو گئی تھی۔ اتنی بڑی عالمی بدنامی مول لینے کا کوئی بہت ہی بڑا مقصد ہو گا ورنہ دنیا کی سب سے بڑی لادین جمہوریت کی سرزمین پر اس متعصبانہ مذہب پروری کا یوں اظہار ممکن ہی نہیں تھا۔ مانا! کہ ہندو بڑا کٹر اور کینہ نواز ہوتا ہے لیکن ہندو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کا عادی نہیں ہے۔ مانا! کہ اس کی اہنسا' اس کے بندے ماترم' اس کے پرنام اور نمستے میں اس کی منافقت اور خصوصیت ہمیشہ رواں رہی ہے مگر اس کا یوں کھل کر تعصب کا اظہار کرنا اس کی سابقہ تاریخ کا حصہ نہیں ہے۔ اسے ازل سے ہی تنا کاٹنے کی نہیں' جڑ کاٹنے کی تربیت ہے۔ ایک مقصد تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حرکت کے ردعمل میں سندھ کا ہندو نشانہ بنے اور پناہ لینے کے لئے نقل وطن کرے تاکہ مشرقی پاکستان کی حرکات دوہرانے میں بھارت کو آسانی حاصل ہو جائے۔ سندھ کا ہندو اور سید اپنی اصل میں بھارت نواز ہیں ہی! یوں پنجاب اور کشمیر کی تحریکوں کی مبینہ آبیاری بھی رک جائے گی اور پاکستان اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے عمل میں بھی مبتلا ہو جائے گا اور وہ ٹانگیں جو موجودہ حکومت نہ توڑ سکی بھارتی فوج یا کوئی نیم فوج توڑ کر علیحدہ کر دے گی یا پھر ہندوستان کا ہندو' اس کی کروڑوں کی مسلمان آبادی اور سب سے بڑی مؤثر اقلیت پر پل پڑے گا اور پاکستان کو ایک دفعہ پھر مزید مسلمان مہاجروں کے لئے راہیں کھولنا پڑیں گی۔ صوبہ سندھ میں مزید مہاجروں کا بس جانا اگر اس حرکت کا ردعمل ہوا تو بھی ایک دو سال میں کراچی کو آزاد بندرگاہ بنانے کے لئے جو کچھ بھی کرنا مطلوب ہو آسان ہوتا چلا جائے گا۔ رہی دنیا میں رسوائی یا اندرون بھارت امن و امان کی فضا' تو وہ نہایت آسانی سے اسی جگہ دوبارہ مسجد تعمیر کر کے' اس کا سنگ بنیاد بت پرست وزیرِاعظم یا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سے رکھوا کر دنیا کی سیاسی فضا کو پہلے سے بھی دو چند اپنے حق میں کیا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کو پاکستان میں احتجاج کی طرف متوجہ کر کے حکومت اور عوام کو بنیاد پرست کہہ کر کچھ اہم مقاصد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ بابری مسجد کی یوں شہادت کے پس پردہ کچھ بہت گہرے عوامل ضرور ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کارِ انہدام مسجد بندوں کی حاکمیت کے نئے عالمی نظام کو' جمہوری ممالک کی انجمن کے تخیل کو' فطرت کا مسکت جواب ضرور

Marfat.com

ہے کہ لو! تمہاری کاوش میرے دین کے نام پر بنائے گئے ملک کو لادین بنانا تھا۔ میں نے تمہاری لادینی کو مذہبی تعصب کی آخری سیڑھی پر لا کھڑا کیا ہے جو میں نے تم سے ایک لمحہ میں کروا لیا ہے وہ کئی سالوں میں بھی ممکن نہیں تھا۔ وہ خدا جو تاریخ میں اپنے گھر کی حفاظت ابابیلوں سے کنکر پھینکوا کر کرواتا آیا ہے' اس نے اپنے پروگرام کے تحت اپنے گھر کو اس شہر میں جہاں سے سیتا پتی رام کو بن باس ملا تھا کیوں مسمار کروا لیا۔ ہو سکتا ہے اس میں فطرت کا بھی کوئی اہم مقصد ہو اور وہ اسلامی دنیا جسے امریکہ نے نہایت ہوشیاری سے ہمیں بھی ساتھ لے کر مسمار کروایا تھا' پھر تعمیر ہونے لگے اور امریکہ کے اقتصادی طور پر تباہ ہونے سے پہلے ایک سُپر طاقت بن چکی ہو۔ ہو سکتا ہے آج کا عبدالوہاب آج کے لارنس کے گلے میں ہاتھ ڈال دے' آج کا شریفِ مکہ خلافت کی قبا پہن لے' یہ محض خوش فہمی بھی نہیں ہے کہ ہم نے انقلابِ چرخِ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں۔ یہ امر کسی بھی دیدۂ بینا سے مخفی نہیں کہ کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت اور اللہ کی حاکمیت کے مابین عالمی جنگ چھڑ چکی ہے۔ بندوں کی حاکمیت کا نظام رکھنے والے سب سے بڑے جمہوری ملک میں سانحہ بابری مسجد کا یوں سرزد ہونا کہ حکومت وقت تو کیا' ہر ذی شعور کا سر شرم سے جھک جائے' وہاں کی عدلیہ اور انتظامیہ ناکام ہو جائیں' مقننہ یوں ڈول رہی ہو جیسے پاگل جھولا جھولتے ہیں' محض اتفاق نہیں۔ کار فطرت ہے دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے وہ لوگ جو آئے دن اپنے ہی شہریوں سے نبرد آزما ہو کر غازی یا شہید ہونے کی تمنا میں مبتلا تھے کون سا ردِ عمل اختیار کرتے ہیں' ان پر اب جہاد فرض ہوتا ہے یا محض فساد۔ بابری مسجد کے انہدام کے خلاف احتجاج سے حکومت کی کوتاہ نظری شاید خوش ہو رہی ہو کہ لانگ مارچیوں سے جان چھوٹی' اور لانگ مارچیے شاداں ہوں کہ حکومت ایک نئے اور نازک بحران میں غرق ہونے لگی ہے مگر یہ انتہائی احمقانہ ردعمل ہو گا۔ لادین جمہوریت نے دین کے اعزاز بُت شکنی کے متقابل مسجد شکنی کی سرفرازی کو لا کھڑا کیا ہے۔ صرف ایک مسجد مسمار نہیں ہوئی' ایک انداز فکر' ایک اعتقاد کو زمین بوس کیا گیا ہے۔ یہ کدال توحید پر چلی ہے' یہ خنجر وحدتِ انسانیت کے سینے میں گھونپا گیا ہے۔ یہی وقت ہے دنیا بھر کے توحید پرستوں کے مل بیٹھنے کا' یہی وقت ہے نظریۂ پاکستان کے استحکام کا' یہی وقت ہے نیل کے ساحل سے لے کر خاک کاشغر تک مسلمانوں کے ایک ہو جانے کا' یہی وقت ہے اللہ کو

Marfat.com

واقعی اکبر بنوانے کا' یہی وقت ہے فراستِ مومن کے اظہار کا' ہندوستان کو سیاسی طور پر تنہا کر دینے کا کہ نہ وہ جمہوری ممالک کا نمائندہ رہے نہ دنیائے اسلام اس کے ساتھ کوئی واسطہ و رابطہ رکھے' ورنہ مسلمانوں پر جو ابتلا آنے والی ہے اس کی شناخت کے لئے کسی دوربین یا خوردبین کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو انتہا پسندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اگر مناسب اقدام نہ کئے گئے تو پاکستان اپنے فرائض سے عہدہ برآ نہ ہونے کی سزا بھگتے گا۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ پاکستان میں شناختی کارڈوں پر مذہب کے خانے میں اضافہ کر کے پاکستان میں بسنے والے دیگر مذاہب کے تمام لوگوں کو مایوس اور دنیا بھر کے عیسائیوں کو اپنے خلاف کر لیا گیا ہے۔ پھر بابری مسجد مسمار کروا کر ہندوستان کی مسلم اقلیت کے دل و دماغ پر گہرا زخم لگا دیا گیا۔ عرب ممالک کے امریکہ کے زیرِ تسلط آ جانے کے بعد پاکستان میں ایسے اقدام کروانا کہ دنیا بھر کے عیسائی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں اور پھر ہندوؤں سے مسلمانوں کی تذلیل کروانا کسی عالمی سازش کا حصہ تو نہیں۔ پرانے شکاری کوئی نیا دام تو نہیں بچھا رہے۔ جو کچھ یورپ میں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے وہی جنوبی ایشیا میں ہونے والا تو نہیں۔ اگر اس صورتحال کا مداوا ڈپلومیسی سے ممکن نہیں تو پھر ہمیں اپنی طرف دیکھنا ہو گا یا اقوام متحدہ کی طرف' جس میں لادین اور عیسائی آبادی کے ممالک کی واضح اکثریت ہے' جو تمام سازوسامان اور وسائل کے ساتھ عراق پر تو پل پڑتے ہیں مگر کسی زیرِ عتاب مسلمان ملک کی آبادی کو خوراک اور دوائیاں تک نہیں پہنچا سکتے۔ یہ بات بار بار کھٹکتی ہے کہ ہندوستان نے عالمی برادری میں اپنی تذلیل کا سامان کیوں کیا۔ کس ناموری کی تمنا میں یہ سبھی کچھ ہوا۔ اگر ہندوستان کے بت کدہ میں اللہ کے گھر پر حملہ ہوا تو کوئی عبدالمطلب کیوں نہ ہوا' ابابیل کیا ہوئے۔ فطرت کیا اسلام کے قلعہ والوں کا امتحان لے رہی ہے۔ پاکستان سے اس کے قیام و وجود کا جواز پوچھا جا رہا ہے۔ دریافت کیا جا رہا ہے کہ بتاؤ جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ میں کیا فرق ہے' جذبۂ شہادت کو آزمایا جا رہا ہے یا فطرت ابھی کعبہ میں بت سجوا رہی ہے' اصحابِ فیل زیرِ تربیت ہیں یا ابابیلوں کی منقار زیرِ پر ہے۔ پاک آستان جو افتاد زمانہ سے جیتے جاگتے پھرتے ہی نہیں حکومت کرتے ہوئے بتوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا ہے۔ دنیائے اسلام کے اس عالمی مسئلہ پر کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔ انگشت بدنداں رہتا ہے' ناک پر انگلی رکھتا ہے یا لبوں پر'

Marfat.com

سر پیٹتا ہے' دوہتڑ مارتا ہے' ذہن آزماتا ہے یا زورِ بازو۔ ہم جو ہندوستان کو شریف جان کر نوازتے رہے' ہم وطنوں کی لاشیں دیارِ غیر میں دفنواتے رہے' سفارت کاروں کی پٹائی کرواتے رہے اور مُہر بہ لب رہے۔ ہندوؤں کے بابری مسجد کو مسمار کرنے کے ارادوں سے غیر آگاہ نہ تھے' ہم چاہتے تو عالمی رائے عامہ پر لادینی کے معنی واضح کر سکتے تھے مگر ہم

• اندرونِ ملک ہی اقتداری رسہ کشی کی ٹریننگ لیتے رہے' جلوسوں کے اثرات ضائع کرنے کے لئے جلسے کرتے رہے' سیاست میں صاحبان کے بھائی شمیر کے کردار کو ہی مسئلہ کشمیر حل سمجھتے رہے' سیاچن اس لئے ہندوستان کے تسلط میں دے دیا گیا کہ وہاں گھاس نہیں اگتی' مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش اس لئے بننے دیا کہ وہاں بھوک ہی بھوک ہے۔ ہم اگرچہ سیکورٹی کونسل کے رکن ہیں مگر ہمہ وقت "ان سیکور" ہیں۔ دنیائے سیاست کے ہم محض کارٹون ہیں۔ کبھی اخباروں کے' کبھی ٹیلیویژن کے' کبھی متحرک کبھی جامد۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد ہمارا قد اتنا چھوٹا ہو گیا ہے کہ بونے بھی ہمیں جھک کر دیکھتے ہیں۔ ہم وفاق کا مذاق اور سیاست کے طعن بن کر رہ گئے ہیں۔ آوازیں آ رہی ہیں کہ یہ گھڑی محشر کی ہے اور تم عرصۂ محشر میں ہو۔ اگر دفتر میں کوئی عمل ہے تو پیش کرو ورنہ یہ سرزمین رشکِ جنت تمہارے لئے دوزخ بنا دی جائے گی مگر سیاست ہے کہ یا سگار پی رہی ہے یا چوکے لگا رہی ہے۔ دنیائے اسلام اگر ہندوستان کے ساتھ تمام واسطے اور رابطے معطل کر دے' مسلمان ممالک میں رہنے والے تمام ہندوستانی واپس بھجوا دے' تجارتی لین دین بند کر کے نہ اپنی توانائیاں ہندوستان کو دے' نہ اپنی محرومیوں کے لئے اس سے کچھ لے تاوقتیکہ ہندو اپنے ہی ہاتھوں بابری مسجد تعمیر نہ کریں اور بابری مسجد کو منہدم کرنے والے آئین کے خلاف بغاوت کے جرم میں سزا نہ پا جائیں۔ تو دیکھتے ہیں برہمن کے سر پر چُٹیا کتنے دن اور لہراتی ہے۔ ہم اگر عرب ممالک کا بیڑہ غرق کروانے کے لئے اقوام متحدہ اور امریکہ کی للکار پر اپنی فوج بھیج سکتے ہیں تو اپنی کوتاہ بینی کا اعتراف کر کے دنیائے اسلام کو اس ایک موقف پر کیوں متفق نہیں کر سکتے کہ نئے عالمی نظام کے مقابلہ میں مسلمانوں نے اپنا منفرد نظام خود حاصل کرنا ہے۔ کسی طاغوتی طاقت سے اپنی بقا کی بھیک نہیں مانگنی۔ اگر ہم فریب خوردہ شاہین نہیں' کرگسوں میں نہیں پل رہے' تو پھر جھپٹنا' پلٹنا' پلٹ کر جھپٹنا ہماری خصلت سے کیوں چھین لیا گیا ہے' مشرق و مغرب کے دینِ اسلام کے پیروکار کیوں

Marfat.com

حیلوں بہانوں کچلے جا رہے ہیں' نئے عالمی نظام کے لئے شرعِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کو واحد خطرہ سمجھ کر مسلمانوں کو رسوا کیا جا رہا ہے۔ جسے دیکھو یا لارنس آف عریبیا بیٹھا ہے یا شریفِ مکہ۔ آج کی حکومت اگر آج کی عالمی صورتِ احوال سے مندرجہ بالا حقائق کو زیرِ نظر رکھ کر عہدہ برآ ہو گئی تو اس کی تمام تر رُسوائیاں دھل جائیں گی اور یہ دین و دنیا میں سرخرو قرار پائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو یہ اپنی حاکمیت سے محروم ہو جائے گی۔ رہا کُوئے یار' وہاں شاید دو گز زمین اس کے آثارِ قدیمہ دفن کرنے کے لئے دے دی جائے گی۔ پاکستان کے مسلمانوں میں جذبۂ ایمان کا یکدم عود کر آنا بڑا بروقت اور مستحق خوش آمدید عمل ہے۔ اسے وحدتِ ملت کے لئے استعمال کر جانا بہت بڑی سیاسی کامیابی ہو گی۔ دین اگر سیاست سے جدا ہو تو فقط چنگیزی رہ جاتی ہے۔ بڑا مقبول مصرعہ تھا۔ ہم نے پہلی بار محسوس کیا کہ یہ مقولہ صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔ بت پرستی میں اگر مذہب اور سیاست یکجا ہو جائیں تو چنگیزی اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیتی ہے۔ برہمن کی یہ خصلت ہے کہ وہ جس سے ڈرتا ہے اسی کو دیوتا مان لیتا ہے' اسی کو پوجتا ہے' شوق کی عبادت اور خوف کی عبادت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ سزا کے ڈر سے کسی کام سے باز آ جانا اور ہے اور کسی قابلِ احترام کی ناراضگی کے پیشِ نظر کوئی کام نہ کرنا اور عمل ہے۔ ان دقیق مسائل میں غوطہ زن ہونے سے اگر خوفِ جان لاحق ہو جاتا ہے تو ٹانگیں توڑنے والی سیاست ہی استعمال کر لیں۔ بابری مسجد کا ملبہ خریدنے کے لئے ہندوستان سے مذاکرات نہ مصلحت وقت ہے نہ تقاضائے سیاست۔ سیاست کے بازی گر معجزے نہ دکھائیں مگر عوام کی آنکھوں میں دھول بھی نہ جھونکیں۔ دیکھیں کہ امریکہ اور بھارت کے کیے دھرے پر دانش فطرت نے کس طرح پانی پھیر دیا ہے۔ پاکستان کے لئے لازم ہے کہ نہ کسی سیوا جی مرہٹے کے ٹوکرے وصول کرے' نہ اس سے بغل گیر ہو بلکہ نئے عالمی نظام کے مقابلہ میں نئے عالمی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہو اور وحدتِ ملتِ اسلامیہ کے ذریعہ اقوامِ متحدہ کو قومِ واحد یعنی وحدتِ انسانیت تک لے جائے ورنہ نیلا گنبد سے مسجد شہداء یا فیصل چوک تک سیاسی سفر گنبد کی آواز بن کر رہ جائے گا کہ جیسی کہے ویسی سنے۔ صلۂ شہید تب و تابِ جاودانہ ہوتا ہے' دفن ہو جانا اور خوشامدیوں سے فاتحہ پڑھواتے رہنا نہیں ہوتا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی جانوں کا ضیاع دنیا میں ہندوؤں کے

Marfat.com

نام مگر عُقبیٰ کے لئے کتاب فطرت میں ہمارے نام لکھا جانے والا ہے لہٰذا پاکستان کے تمام سیاسی افراد پر لازم ہے کہ اگر وہ ہندو نژاد نہیں ہیں تو تمام تر حرصِ اقتدار اور اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سر جوڑ کر بھی اور سجدہ ریز ہو کر بھی اپنے مسجود سے راہنمائی چاہیں کہ ہمیں کیا رویہ اور کون سا عمل اختیار کرنا ہے۔ اسی عطار کو نبض نہ دکھاتے پھریں جس کے نسخوں نے انہیں متعدی بیمار بنا رکھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نہ ہم نے ہجرت کی تاریخ پڑھی نہ اس کے تقاضے پورے کئے اور نہ فتحِ مکہ کے راز ہم پر افشا ہوئے اور نیا عالمی نظام دینِ اسلام کو اپنا نیا خطبۂ الوداع سنا دے۔ لڑو! اور دل کھول کر لڑو مگر اپنی حاکمیت کے لئے نہیں، اللہ کی حاکمیت کے لئے۔ لڑو! مگر آپس میں نہیں، دینِ اسلام کے رقیبوں سے۔

۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء

☆☆☆

Marfat.com

ھائے اُن زُود پشیمانوں کا پشیماں ہونا!

عمداً" یا سہواً" حکومتِ پاکستان نے حکومتِ ہند کو عالمگیر رُسوائی سے بچانے کے لیے جس طرح پاکستان میں ہندو عبادت گاہوں کی مسماری کے لیے عوامی جذبات کی معماری کر کے پاکستان کو برابر کا ملزم بنا دیا اس کے لیے حکومت ہند کو حکومتِ پاکستان کے چرن چھونے چاہیں۔ اگر یہ سوچی سمجھی سکیم تھی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری حکومت چانکیہ اور میکاؤلی سیاست کی ماہر ہو گئی ہے یا شاید حکومتِ پاکستان سمجھنے سے قاصر رہی کہ اس طرح پاکستان اس عالمی بدنامی کو جو ہندوستان نے مول لی ہے اپنی پیشانی پر مل لے گا اور اگر ہندوستان سے مسجد کی تعمیرِ نو کا مطالبہ کیا جائے گا تو جواباً" مندروں کی از سرِ نو تعمیر کا مطالبہ بھی ہو گا اور جب مسلمان مندر تعمیر کر رہے ہوں گے تو یہ منظر تاریخِ کائنات کے لیے دیدنی ہو گا۔ ہندوستان کی حکومت پر یہ اعتراض کہ اس نے مسجد کے انہدام کو مؤثر طریقہ سے کیوں نہ روکا غیر موثر ہو گا کیونکہ جواب ملے گا جس طرح پاکستان کی حکومت نے مندروں کی مسماری کو نہ روکا اگر یہ کہا جائے کہ سیکولر ہندوستان میں مسلمان محفوظ نہیں تو جواب ملے گا اسی طرح ہندو بھی پاکستان میں محفوظ نہیں۔ وہ برہمی' وہ ناراضگی' وہ ناپسندیدگی' وہ غصہ' وہ رنجیدگی جو مسجد کے مسمار کر دینے کے خلاف نہ صرف پاکستان' جملہ اسلامی ممالک بلکہ دیگر کئی جمہوری ممالک میں بھی ہندوستان کے خلاف منظرِ عام پر آئی۔ اس کی شدت کو پاکستان میں مندر گرا کر ملیا میٹ کر دیا گیا۔ یہ حکومتِ پاکستان کی پرکاری تھی یا کوتاہ اندیشی' عالمی ہمدردی اور اسلامی معاونت حاصل کرنے کا زریں موقعہ بہرحال کھو دیا گیا۔ مسلمانوں کی عالمی یک جہتی کی تحریک ڈائنامیٹ ہو گئی۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد اگلے ہی روز بھائیوں کو ہوش آ گیا اور عوام کو محض جذباتی اور احمق قرار دلوانے کے لئے مندروں کی مسماری عوام کے نام تحریر کر دی گئی اور فرمان صادر ہوا کہ حکومت مندر

Marfat.com

دوبارہ تعمیر کروائے گی اور معاوضہ بھی دے گی۔ مندروں میں بسنے والے جو لوگ اس مسماری کی وجہ سے بے گھر ہو گئے۔ وہ چونکہ برہمن نہ نکلے، مسلمان پائے گئے۔ اس لئے انہیں تین مرلہ سکیموں کے الاٹی ہونے کا شرف بخشا جائے گا۔ گویا تسلیم کر لیا گیا کہ ان مندروں میں بت نہیں تھے۔ کلمہ گو آباد تھے اور اب مندروں کی زمین "ماڈرن غزنویوں" یعنی قبضہ گروپوں کے لیے ہموار کی جا رہی ہے۔ یوں پاکستان اس قابل نہ رہا کہ عالمی برادری یا اسلامی دنیا سے موثر اپیل کر سکے۔ ہندوستان کا معاشی، سیاسی، معاشرتی بائیکاٹ کروانے کے مواقع از خود ضائع کر دیئے گئے۔ مستغیث کو ملزم بنا کر رکھ دیا گیا۔ ہندو اور مسلمان ملزموں کی ایک ہی صف میں کھڑے کر دیئے گئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگیوں کو مزید اجیرن کر دینے کی راہیں ہموار ہی نہیں کشادہ بھی کر دی گئیں۔ نانی جان نے ۷ دسمبر کو بیاہ رچایا اور ۹ دسمبر کو بغیر حق مہر وصول کئے طلاق کا دعوی کر دیا بلکہ ۱۰ دسمبر کو دعوتِ ولیمہ کے لیے اپوزیشن کو گول کرنے کے لئے مذاکرات کی دعوت بھی دے ڈالی۔ صورتحال یہ بنی کہ اپوزیشن اگر "شامل باجا" ہوتی ہے تو بھی، اگر علیحدہ چولہا جلاتی ہے تو بھی، مل بیٹھنے سے انکار کرتی ہے تو بھی عالمی سطح پر نقصان ہندوستان کی بجائے پاکستان کا ہی ہو گا۔ ایک ہی دن میں ان جذبات پر اوس پڑ گئی اور مارے ٹھنڈ کے قومی یکسوئی اور یکجہتی کے دانت بجنے لگے۔ یہ جلوس، یہ ہڑتال اگر اپنی سیاسی جماعت کی اپیل پر ہوتی اور حکومت کی طرف سے انتباہ بھی ہوتا اور ہدایت بھی کہ کوئی مندر نہ گرایا جائے۔ ہندوؤں کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اگر کوئی نقصان پہنچا تو پاکستان بھی رسوا ہو جائے گا تو صورت حال یقیناً کچھ اور ہوتی۔ اسی دوران حکومتی سطح پر رابطے قائم کر کے ایسی صورتحال پیدا کی جا سکتی تھی کہ ہندوستان کے ہوش ٹھکانے آ گئے ہوتے، نہ پاکستان کی حکومت بدنام ہوتی، نہ ہندوستان کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ ہمارے تو سرپھرے عوام نے مسجد گرائی، تمہاری تو حکومت نے وہی کام کیا۔ ہمارے تو عوام جنونی ہیں، تمہاری تو حکومت جنونی ہے۔ ہم تو عوام کو سنبھال لیں گے، تمہاری حکومت کو کون سنبھالے گا۔ تمہاری حکومت کا موقف تو عوام کا موقف بھی نہیں ہوتا تو اپوزیشن کی جماعتیں تمہاری بلائی گئی کانفرنس سے گول کیوں ہو گئی ہوتیں۔ سبحان اللہ! کیا سیاسی دانش ہے جس سے راہ نما نوازے گئے ہیں کہ آدے کا آوا ہی ژالہ باری کی نذر ہو گیا ہے اور فضا پکار اٹھی

Marfat.com

ہے "ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟" اندازہ ہے کہ یا تو حکومت پاکستان ہندوستانی سیاست کی میکاولی ہے (یا پھر حکومت دوبارہ نیت پکارتی ہوئی عیش کوش بابر ہے) لیکن نہیں یہ اندازہ درست نہیں۔ درست ہوتا تو ہم دنیائے اسلام پر امریکی اجارہ داری کے قیام میں معاون کیوں ہوتے اور نئے لارنس کا سا کردار کیوں ادا کرتے۔ روس سے آزاد شدہ ریاستوں کو امریکی اور یورپی منڈیوں کے تسلط میں لانے کے لیے بیک وقت سڑکیں اور آنکھیں کیوں بچھاتے۔ افغانستان میں پشاور ساختہ کابل کی حکومت متنازعہ کیوں ہوتی۔ نجیب اور مجیب کے خیر خواہوں کے ہاتھ حکومت کے جبّہ میں کیوں ہوتے۔ حکومت کی دستار فضیلت سنبھالنے کے لئے وہ لوگ کیوں آگے بڑھتے جو قیام پاکستان ہی نہیں نظریہ پاکستان کے بھی ازلی مخالف ہیں۔ (اگر دنیائے اسلام کی نظر میں مسجدوں کے گرائے جانے کی اہمیت کو کم کرنا مقصود نہ ہوتا تو کسی کے سابقہ مبینہ امام مہدی کے پیروکار دنیا میں یہ مشہور کرنے کے لیے کہ مسلمان تو خود اپنے ملک میں اپنے ہاتھوں سے عوام کی رضا و ایمان کے خلاف مسجدیں گراتے ہیں' بابری مسجد کے بہانے کچہری مسجد کے مسمار ہونے پر یوں جلوس کیوں نکالتے۔) کتنے پیروکار اور دیدہ دلیر ہیں یہ لوگ اور کتنے سادہ لوح ہیں مسلمان عوام عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ان نام نہاد عالموں کے جلو میں رواں ہو جاتے ہیں جن کے ارادے روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک سرنگ کھودنے کے ہوں۔ ان کو راہنما ان کہتے ہیں۔ جو یقین نہ مغربی طرزِ فکر کی قومیت پر رکھتے ہوں مگر قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے کھیچ کس کر عیسائی دنیا کو پاکستان کے خلاف متحد کرنے کا اسرائیلی کردار ادا کر رہے ہوں اور بھول رہے ہوں کہ فرنگی فقہ اور اسلامی فقہ میں قوم اور ملت کی توضیح و توجیح میں جو فرق ہے وہ اتنا وسیع اور گمبھیر ہے کہ دونوں میں مشرقین و مغربین کا بُعد ہے اور یہ وہ خلیج ہے جو پاٹنے سے نہیں پٹتی اور وحدت انسانیت کے راستے میں حائل ہے بلکہ وحدتِ ملت کے سینے میں گڑی ہوئی میخ ہے مگر ہمارے یہاں باریکیوں کو تلاش کرنے کے لئے وزارتیں نہیں سنبھالی جاتیں بلکہ باریکیاں مٹانے کیلئے ادھار لی جاتی ہیں۔ ہمارے یہاں وزیر تدبیریں بنانے کیلئے نہیں' تدبیریں نبھانے کیلئے ہوتے ہیں اور اسلام دشمن دانشور وقتاً فوقتاً ان کے بھولے پن سے نئے گل کھلواتے رہتے ہیں۔ انہیں مطیع محض رکھنے کیلئے

Marfat.com

ان کے اقتدار کو ڈانواں ڈول رکھتے ہیں۔ یوں کہ اڑنے سے پہلے ہی ان کا رنگ زردی مائل ہو جاتا ہے۔ ان پر یا تو ساون کا اندھاپن عود کر آتا ہے یا نگاہوں میں سرسوں پھول رہتی ہے۔ پارلیمنٹ میں بھی مخالف اوپنر کو آؤٹ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ کابینہ ک اجلاس ہو تو کبھی چوکا مارا اور چلے گئے اور کبھی چھکا مارنے کے لیے چلے آئے۔ کبھی کبھا تقریر لکھوائی اور پڑھ لی اور کبھی ان پڑھوں کی سی تقریر کرلی۔ حکومتی معاملات کو گھریلو معاملے تصور کرلیا یا فکری کاسہ لیسی کا نام خارجہ پالیسی رکھ لیا۔ قوم کے اتفاق کا بھی کھاتہ اٹھائے پھرے کہ فلاں کو اتنے میں ساتھ ملایا۔ وہ جو چھوڑ گیا۔ اس کی طرف اتنا بقایا ہے۔ تاآنکہ لوگوں نے پوری پارلیمنٹ کی قیمت لگانا شروع کردی اور کئی ایک تو ارکان ک جمعہ بازار لگانے کا سوچنے لگے۔ جہاں سیاست بازار میں بکنے لگے۔ وہاں مکر و فریب ک بھاؤ ہی نہیں بڑھ جاتا۔ لوگ بے ضمیری کے شیئر خریدنے کے لئے بھی دوڑنے لگتے ہیں بالاخر سیاست کی گھوڑ دوڑ مچ جاتی ہے۔ جسے تلمیح صدر کی رو سے ہارس ٹریڈنگ کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ایک نئی طرز کی سیاست رو پذیر ہوتی ہے یعنی ہیلی کاپٹری سیاست۔ جو کبھی کسی گاؤں میں اتر جاتی ہے' کبھی کسی قریہ کے باہر' کبھی کسی محلہ کے میدان میں جہاں کوئی ہوس کا شکار ادھ موا پڑا ہوتا ہے یا پھر اچانک کسی کی ٹیکسی کی لاٹری نکل آتی ہے۔ کسی کا حج یا عمرہ کا ٹکٹ' مرجاؤ تو پچاس ہزار روپیہ' زخمی ہو تو دس بیس ہزار۔ گویا مروجہ سیاست نہ پڑھی ہو۔ دراصل سیاست نہیں ہو رہی ہوتی۔ الف لیلوی پیاسا بادشاہ اپنی بادشاہت کی پیاس بجھا رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے فقیر راہ خلعت پوش ہو جاتا ہے۔ کھڑے کھڑے ملازمت مل جاتی ہے ---------- ایک تاثر پیدا ہو گیا تھا کہ پاکستان کی ملتِ اسلامیہ یک دم متحد ہو گئی ہے اور ہو بھی گئی تھی۔ کوئی ایسا فرد نہیں تھا۔ جو سراپا احتجاج نہ ہو۔ اولا" محض اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں لانگ مارچ سبقت نہ لے جائیں۔ حکومت کی طرف سے اعلان کر دیا گیا۔ پھر احتجاجی جذبات کو غلط رخ دے دیا گیا اور پھر سیاسی جماعتوں سے گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کروا کر اتنے بڑے اسلامی اور قومی مسئلہ کو فقط نواز برادران کا مسئلہ بنانے کا کھیل کھیلا جانے لگا۔ آئندہ ہی روز حکومت کا رویہ معذرت خواہانہ ہو گیا۔ جب پاکستان کے سیاست دان ہی متفقہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر باقی دنیا کو ساتھ دینے کے لئے کس منہ

Marfat.com

سے کہیں گے۔ متفقہ اپوزیشن جو کچھ بھی کرے گی' تاثر یہ نہیں ہو گا کہ یہ کارکردگی ہندوستان کی حکومت کے خلاف ہے' بلکہ بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ بھی ایک نئے انداز سے حکومت پاکستان کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ کیونکہ ان کا رویہ ہر دو حکومتوں کے خلاف ہو گا بلکہ وہاں کے فقط ہندو اور وہ بھی فقط انتہا پسند اور یہاں کی خود پسند حکومت ہدف ہو گی اور یوں اصل معاملہ کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ پیدا شدہ حالات سے اپوزیشن والے فائدہ اٹھا جائیں۔ گویا اس دعوت میں' اس سبقت میں بھی غرض پنہاں تھی۔ قومی حمیت نہ تھی۔ چنانچہ کوثر نیازی نے بروقت نصراللہ خاں کا سگار سلگا دیا اور ایک دو کش میں ہی حکومت سے تعاون کی راکھ گرنے لگی اور مخالفت کا دھواں اٹھنے لگا۔ اب محض اپوزیشن کی قرارداد سے تو یہ مسئلہ بین الاقوامی یا عالمی بننے سے رہا۔ کوئی دقیانوسی ہمدرد اسلام اٹھے گا اور بحث شروع ہو جائے گی کہ بابری مسجد دیوبندیوں کی تھی یا بریلویوں کی۔ وہاں کے نمازی وہابی تھے یا سنی' شیعہ تھے یا اہلِ حدیث' وہاں آمین بلند آواز سے کہی جاتی تھی یا آہستہ۔ درود و سلام ہوتا تھا یا نہیں۔ نماز ہاتھ باندھ کر ادا کرتے تھے یا چھوڑ کر اور بالآخر لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ مسجد تھی یا بابر کی تعمیر کردہ کوئی عمارت۔ اگر رام جنم بھومی کا ہونا متنازعہ ہو سکتا ہے تو یار لوگ اس مسجد کا واقعی مسجد ہونا بھی متنازعہ کر دیں گے۔ کچھ تو بہت دور کی کوڑی لا رہے ہوں گے کہ اس مسجد میں تو کئی سالوں سے نہ آواز اذان بلند ہوئی۔ نہ کسی نے یہاں نماز ادا کی' نہ کوئی رکوع کے لئے جھکا' نہ کوئی سجدے میں گیا۔ بلکہ یہاں تو راج پوجا ہوتی رہی۔ اس کی حیثیت تو پاکستان کی مسجد شہید گنج کی سی تھی کہ کہلواتی تو مسجد تھی مگر عبادت غیر مسلم کرتے تھے۔ یہ بابری مسجد مشہور تو ہوئی مگر تعمیر بابر کی وفات کے بعد ہوئی۔ غرضیکہ اس کے تقدس کو کم کرنے کی ہر کوشش ہو گی۔ جو لوگ ٹیلی ویژن کے حالات حاضرہ سے غیر حاضر نہیں ہوتے وہ تصدیق کریں گے کہ زبان افرنگ میں ایسی چہ میگوئیاں شروع ہو چکی ہیں۔ ایسی باتیں بھی قصداً" کی جا رہی ہیں تاکہ کل تک جو بظاہر مسجد نظر آتی تھی۔ خیالوں میں مندر نہیں تو گوردوارہ تو ضرور بن جائے۔ آہستہ آہستہ بابری مسجد کی مسماری پر پاکستان کے موقف کی بجائے حکومتِ وقت اور اپوزیشن کے جدا جدا موقف ہو جائیں گے اور یوں دو قومی نظریہ کا پاکستان دو موقفی پاکستان ہو کر رہ جائے گا۔ نظریاتی مملکت

Marfat.com

اختلاف نظریات کی مملکت بن جائے گی۔ مسلکوں کی تفریق اور شریعت ایکٹ کی لادینی کے بعد دین اسلام کی یوں تقسیم شاید ہی کبھی دیکھنے میں آئی ہو۔ تقدس مسجد کے جذبات کو توہین مندر کا رُخ دے کر محبت کو نفرت اوڑھا کر اب دوبارہ مندر تعمیر کرنے کا اعلان کر کے "تھا ابراہیم پدر پسر آذر ہیں" کی سی صورتحال پیدا کر دی گئی ہے۔ وزیرِ اعظم و اعلیٰ نہ سہی۔ جب بل ڈوزر والے لارڈ میئر مندروں کی دوبارہ تعمیر کے لئے سنگِ بنیاد رکھ رہے ہوں گے۔ رام اور کرشن کی مورتیاں دوبارہ نصب ہو رہی ہوں گی تو ہو سکتا ہے وہ اپنی مورتی بھی رکھ دیں کہ میں بھی تو لارڈ میئر ہوں۔ سٹی فادر ہوں' میری آتما بھی پرم ہے۔ یا ہندو خوش ہو کر کہیں' آپ بھی تو ہمارے دیوتا ہیں' آج سے ہم آپ کی مورتی کی پوجا کریں گے۔ اس طرح اعلانِ جنگ' پھر بغیر جنگ اعترافِ شکست اور یکطرفہ سفید جھنڈا لہرانے کا عمل سوچی سمجھی سکیم تھا یا یہ سبھی کچھ بوجہ کوتاہ بینی سہوا" سرزد ہو گیا۔ ان تفصیلات میں جانا اب بے سود ہے۔ اس لئے کہ سانپ کو آستین میں چھپا کر لکیر پیٹنے کا عمل کارگر نہیں ہو گا۔ بہتر ہو گا' اگر نصراللہ اور نواز شریف کی بجائے نواز شریف اور نرسیما راؤ مل بیٹھ کر اپنی اپنی غلطیوں کا اعتراف و ازالہ کریں تاکہ بے گناہ مسلمانوں کا خون مزید نہ بہے۔ مسجد کی دوبارہ تعمیر کا اعلان تو ہو ہی چکا' سابقہ اور مزید شرمندگیوں کی میتوں کو صلح کے کفن میں ڈھانپ لیں۔ شرمندگیاں دفن کر دیں اور کفن بانٹ لیں۔ اس معاہدہ کی یادگار کے طور پر اللہ کو سجدہ کرنا اور بتوں کا طواف کرنے کے لئے ایک مشترکہ عمارت تعمیر کر لیں جس کا نام اسلامی جمہوری اتحاد منزل رکھ لیں کہ اللہ بھی خوش رہیں اور اصنام بھی ناراض نہ ہوں اور اس مشترکہ عمارت کو آہستہ آہستہ دو قومی نظریہ کے مقبرہ کی حیثیت حاصل ہو جائے۔ کیا عجیب صورت احوال ہے کہ مسلمان کا واحد اللہ ناراض ہے کہ میرا گھر اتنے سالوں غیر آباد رہا۔ بالآخر مسمار کر دیا گیا اور مسلمان خاموش تماشائی بنے رہے اور ہندو خدا بھی مسلمانوں ہی سے ناراض ہے کہ تم نے میرے مندر کیوں مسمار کیے۔ کہیں یہ بھی نہ سوچا جا رہا ہو کہ ہندوستان اور پاکستان کے باسی دونوں خداؤں سے کنارہ کش کر دیئے جائیں۔ راس کماری سے شاہراہ ریشم تا پیکنگ کوئی خدا کا نہ ہو۔ ایک نیا ترانہ وضع ہو کہ چین و پاک ہمارے' ہندوستان ہمارا سارا' جہاں خدا کا یہ جہاں ہمارا۔ لیکن طاغوتی طاقتوں کو یاد رہے کہ توحید کی امانت ہمارے سینوں میں ہے اور

Marfat.com

ہمارا نام و نشان مٹانا آسان نہیں۔ ہم بے خدا کے روسی نہیں ہیں۔ مملکتِ خدا داد پاکستان کے باشندے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ کرۂ ارض پر اللہ اور بندوں کے درمیان حاکمیت کی جنگ چھڑ چکی ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ ہمیں اس جنگ میں کس کا علَم سنبھالنا ہے۔ ہم ابھی جانتے ہیں۔ اس جنگ میں بالآخر کون جیتے گا۔ وہی جو پانچ سال کے لئے خدا نہیں۔ نہ اسے آئندہ فقط پانچ سال کے لئے خدائی مطلوب ہے۔ ہم اس کے مقام اس کی حاکمیت سے آگاہ ہیں۔ ہم اپنی جانیں' اپنا مال' اپنی اولاد' اپنا سبھی کچھ اس کے نام کر دیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سودا خسارے کا نہیں۔ یہ کاروبار منفعت ہے۔ کاروبار سود نہیں اور ہمارے لئے یہ کاروبار نیا بھی نہیں۔ وزیرِاعظم کی گول میز کانفرنس میں صرف ان افراد کا شریک ہونا جو پاکستان کے جانے پہنچانے مخالف ہیں' خالی از علت نہیں۔ پختونستان' آزاد سندھ اور کنفیڈریشن کے حامیوں نے کچھ نئی تجازیر تو میز پر رکھی ہوں گی۔ نئے کھیل کے لئے پتے دکھائے ہوں گے۔ رہیں حکومت کی مخالف جماعتیں' انہوں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا' وہ نواز کی مخالفت میں ہندو نوازی کا آئینہ دار ہے۔ گویا ہر دو طرف ... کی سرکار میں جتنے بڑھے' ہندو بڑھے' اور عوام کا خلوص' ان کا اعتقاد منافقوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ سربازار لٹ گیا اور اب ہائے ان زود پشیمانوں کا پشیماں ہونا اور مندر از سرِنو ... کرنا۔

۱۷ دسمبر ۱۹۹۲ء

"بظاہر آزادی' بباطن گرفتاری"

انتظامیہ کے نت نئی خاص عدالتوں کے قیام اور ان کے اختیارات میں روز افزوں توسیع کے بعد بھی اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ مارشل لاء نافذ نہیں تو ان ابتلاؤں کا کیا کہیں جو ٹوٹنے والی ہیں۔ اگر اب بھی کوئی اس غلط فہمی میں ہے کہ آمریت کا نہیں' جمہوریت کا دور دورہ ہے تو خدا اسے روز حشر وائیں مارکہ "ٹانگ توڑ سیاست" کے ساتھ اٹھائے۔ انسانوں کی حاکمیت میں اختیارات کا دیو استبدادیوں بھی حیوانی قوی کی سربراہی میں ہوتا ہے۔ آئین ہو کہ قوانین' حکمران کی مرضی کے تسلط کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ باہمی گٹھ جوڑ سے ایک طبقہ یا گروہ کے تابع ہو جائیں تو جمہوریت کہہ لیا۔ کوئی اپنے وسائل سے یا زورِ بازو سے مطیع کرلے تو کبھی بادشاہت لقب کر لیا۔ کبھی آمریت کہہ لیا۔ انگریزی بولنے کو جی چاہا تو کہا' یہ ڈکٹیٹر شپ ہے' فارسی یاد آ گئی تو فسطائیت کہہ لیا' ہاتھ پتلون میں ہوئے تو کہا یہ ارسٹو کریسی ہے' فاشزم ہے' پتلون ہاتھ میں ہوئی تو چیخے یہ ڈوازم ہے' وضو ٹوٹا تو دست بستہ ہوئے کہ آقا بندہ تیری رضا سے بندھا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی مرضی کے مالک ہونے کو آزادی گردانتے ہیں اور آج تک نہیں جان پائے کہ اپنی مرضی کا تابع اپنے اندر سموئی ہوئی حیوانیت کا تابع ہوتا ہے اور بن ماں کے بچے کی طرح غیر محفوظ ہوتا ہے۔ مادر پدر آزاد ہونا بجائے خود ایک آزلر ہے جس میں گرفتار انسان اپنے شعلۂ سوزاں کو دُود بنا دیتا ہے۔ راضی برضائے الٰہی کا مافی الضمیر جو میدانِ کربلا میں گم ہوا' آج تک نمودار نہیں ہوا اور اس ہی لئے جہاد وظیفہ بن گیا۔ امت روایات میں اور سالک مقامات کھو گئے اور انسانوں کی قانون سازی نے انسانوں کو خاک بسر کر دیا۔ جس پارلیمنٹ کی موجودگی میں آرڈیننس رواج پا جائیں' وہ کسی آمد کی آلۂ کار ہوتی ہے۔ حکمران یا قانون ساز ادارہ نہیں ہوتی۔ جہاں پارلیمان کی سُپرمیسی یا حاکمیت عالم گرفتاری میں ہو' وہاں جہاں آئین کی حکمرانی کا دعویٰ باطل ہوتا ہے

Marfat.com

بلکہ جہاں آئین کی شرح انتظامیہ کے ذمے دے دی جائے' وہاں تعطل کا دستور از خود نافذ ہو جاتا ہے جس پر صدر کی رضا لدی ہو' وہ سب سے اعظم کا بوجھ اٹھانے والا تو ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ بوجھ اٹھانے والا یعنی وزیراعظم نہیں ہوتا۔ جب کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا وہ یوم حشر ہو گا اور جب ہر کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھائے دیا چلا جا رہا ہو تو وہ بندوں کی حاکمیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ ریاستِ اسلام کے نظام میں نہ تو جبر کو کوئی دخل ہوتا ہے' نہ اختیار کو' کہ یہ فقط ریاست عمل ہوتی ہے جو حقدار کے لئے اس کا حق محفوظ کرنے کا احساس کر رہی ہوتی ہے۔ دین اسلام وہ منفرد نظام ہے جہاں حقوق' فرائض کے سرچشموں سے سیراب ہوتے ہیں۔ پاکستان میں ایک بڑی گھمبیر بدعت یوں رواج پا گئی ہے کہ پہلے تو دہشت گردی کے انسداد کا کام انتظامیہ کی بجائے یوں عدالتوں کے سپرد کر دیا گیا کہ یہ عدالتیں خالصتاً انتظامیہ کی عدالتیں ہو کر رہ جائیں چنانچہ عدالتیں اپنے منصب سے عاری ہو گئیں اور نئی عدالتیں عدلیہ کے نظام کا "فالتو ونگ" بن گئیں اور انتظامیہ کی زیادتیوں کا انسداد کرنے کی بجائے زیادتیوں کا انتظام کرنے لگیں۔ اب عدالتِ عظمیٰ کی عظمت اور عدالتِ عالیہ کی عالی جاہلی کو انتظامیہ کی ان عدالتوں کے زیر کرتا ہوا صدارتی آرڈیننس عدل اور عداوت میں امتیاز کو ختم کر دے گا۔ اب یہ تو کوئی سرکاری راز سربستہ نہیں کہ کسی کو جیتے جی بیوہ کر دینے کی ٹھانے ہوئے بر سرِ تخت جلوہ آرا سرکار کسی کے سہاگ کو دور سے دکھا دکھا کر تڑپانے پر تلی بیٹھی ہے اور چاہے' کوڑیوں میں تل جائے' اس کی انتظامیہ سیاست سے انتقام لیتی رہے گی' جو سہاگ کو بری الذمہ قرار دے' وہ بھی زیر عتاب اور جس قانون پر یہ شائبہ بھی گزر جائے کہ وہ کسی وقت سہاگ کو پھر گھر میں سلوا سکتا ہے' اس کا بھی قلع قمع' جو انصاف فوری طور پر ہو جانا چاہئے تھا' وہ دو سال تک بے انصافیوں کے پھندے میں لٹکا رہے' پرواہ نہ ہو اور جو یہ پھندا اتار سکے' وہ قانون ہی بدل دیا جائے' یہ خدشہ ہو کہ شاید بیوی کی ضمانت پر خاوند گھر لوٹ آئے تو بھی قانون کالعدم کر دیا جائے۔ قانون جس کی ناک صدیوں سے موم کی سی مشہور ہے سرے سے کاٹ دی جائے اور ناک کٹا قانون عدالتوں کی مہر تصدیق کے عوض انہیں بااختیار کر دے۔ قانون کی یہ دہشت گردی اتنی عام ہو گئی ہے کہ انسداد رشوت ستانی ہو کہ انسداد دہشت گردی' لفظ انسداد زائد ہوتا ہی چلا گیا ہے اور ماحصل یہ ٹھہرا کہ رشوت کو "اینٹی"

Marfat.com

کر دیا گیا اور دہشت کے انسداد کے لئے انتظامیہ کی بجائے مرکزی سرکاری عدلیہ قائم کر دی گئی اور بالآخر ہوا یہ کہ اڑتی سی یہ خبر زبانی طیور کی سنی جانے لگی کہ امریکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دینے والا ہے کہ لو اور کر لو انسدادِ دہشت گردی' دہشت گرد' اگر انسداد دہشت گردی کے بہانے دہشت پھیلانے لگ جائیں تو یہی کچھ ہوا کرتا ہے' یہی کچھ ہونا ہے۔ آج نہیں تو کل ہو جائے گا' وہ دہشت جس نے موجودہ حکمرانوں کی ذات شریف میں پرورش پائی ہے اب بالکل برہنہ ہو گئی ہے جس معاشرہ میں عدالتوں کے ساتھ بھی بے انصافی ہو رہی ہے' آئے دن عدلیہ کے اختیارات پر قدغن لگائی جا رہی ہو۔ اس معاشرہ سے آئندہ نسلوں کی خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔ محض ایک آوارہ خیال ہے' تمنائے لاحاصل ہے' اس سے پیشتر عام عدالتوں کی نگرانی کے اختیارات سلب کر لئے گئے اور ایک ایسی علیٰحدہ عدالت بنائی گئی جس میں سپریم کورٹ کے جج اقلیت میں اور ہائی کورٹ کے اکثریت میں ہوں۔ اس عدالت کو قطعیت یوں عطا کر دی گئی کہ اس کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں بھی اپیل نہ ہو سکے' کون سی عدالت عظمیٰ ہوئی' سپریم کورٹ یا وہ عدالتیں جن کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں بھی اپیل نہ ہو سکے۔ مزید برآں ہائیکورٹ کے ججوں کی اکثریت والی عدالت سپریم کورٹ کی ماتحت عدالت تو نہیں ہو سکے گی۔ یوں ایک ٹربیونل عدالتِ عظمیٰ پر بالادست ہو گیا۔ عدالتی اداروں کو بے کس و مفلس کرنے کے یہ طور طریقے اپنا کر ترازو میں گاجر مولی تو تولی جا سکتی ہے عدل اور وہ بھی بالقسط ہرگز وارد نہیں کیا جا سکتا۔ عدل بالقسط سے ہماری کابینہ نے شاید قسط وار عدل مراد کر لی ہے جس طرح سلائی دھلائی کی مشینیں قسطوں پر دستیاب ہیں' اسی طرح عدل بھی قسطوں میں مہیا کرنے کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔ دراصل یہ صورتِ احوال وارد ہے کہ قسط تو انتظامیہ نے سنبھال رکھی ہے جیسے یہ بھی کسی پولیس افسر کی چھڑی ہو اور خالی پلڑوں کی نمائش جاری ہے کہ دنیا دیکھ لے پلڑے ہم وزن ہیں۔ اس لئے قسط کی ضرورت نہیں' نہ پلڑوں میں کچھ ہو گا نہ دنیا کمی بیشی پر اعتراض کرے گی۔ انصاف کے ہم وزن خالی پلڑوں پر کون معترض ہو گا' وہ عدالتیں جو کبھی انتظامیہ کی نگران ہوتی تھیں انتظامیہ کی نگرانی میں دے دی گئی ہیں اور انتظامیہ کی عدالتیں کہلواتی ہیں۔ بے شرع وفاق کی شرعی عدالت کی شرح ہو یا وفاقی حکومت کی فوری عدالت کی غیر فوری کاروائی

Marfat.com

انسدادِ دہشت گردی کا انسداد ہو یا اس کی دہشت' سبھی اپنی رفعتوں کے عالم بالا سے معاشرہ کے حشر کو نگاہ نگراں سے یوں دیکھ رہی ہیں جیسے یہ آبادی انسانوں کی نہیں۔ حشرات الارض کی ہو۔ یہ اختیارِ کلی مرکزی حکومت کو حاصل ہے یا پھر تھانیدار کو کہ وہ جہاں چاہے اور جب چاہے کسی حقدار کو فوری عدالت کے سپرد کر دے اور قانون کو گویا سپرداری میں لے لے۔ پھر کس کی مجال ہے کہ دم بھرے۔ کوئی بے نظیر ہو کہ زرداری' حاکم ہو کہ بلاول۔ گزشتہ روز ہمارے ایڈووکیٹ دوست محمد آصف رانجھا صاحب نئے آرڈیننس کی تباہ کاریوں پر دن بھر کڑھتے رہے۔ ایک دو بار تو آبدیدہ ہو گئے۔ لاکھ عرض کیا کہ اتنی رنجیدگی اچھی نہیں۔ پھر ابھی بابری مسجد کے انہدام کا معاملہ ہے۔ حکومت پر زیادہ تنقید کی گئی تو کہیں دل برداشتہ ہو کر مستعفی نہ ہو جائے یا مارے احساسِ گناہ کے اس کے ہاتھ پاؤں نہ کانپ اٹھیں۔ روحِ وزیرِ اعظم پہلے ہی مضطرب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مسمار شدہ مسجد کو دوبارہ تعمیر نہ کروا سکیں اور مندروں کی از سرِ نو تعمیر کا وعدہ ایفا ہو جائے۔ رہا ضمانتوں کے اختیارات محدود کرتا ہوا یہ قانون مزید کیا بگاڑ لے گا۔ بختاور کی بددعا تو نہیں لگ جائے گی۔ بلاول کا بچپنا اسے پھاڑ تو نہیں سکے گا۔ آج ضمانت نہ ہوئی۔ دو سال بعد بھی نہ ہوئی' آٹھ دس سال سزا بھی ہو گئی تو کیا ہوا' اللہ زندگی دے' سبھی دن کٹ ہی جائیں گے۔ بجا کہ حکومت لانگ مارچ کو روک سکتی ہے مگر وقت کے گزر جانے کو تو نہیں روک سکتی۔ حکومت بھی پانچ سال کی ہو لے' بختاور بھی چھٹے میں قدم رکھ لے' بالآخر بابا کو پا ہی لے گی۔ عمر بھر اکٹھے رہنا ہے' دو' چار' دس سال کی عارضی علیحدگی کیا بگاڑ لے گی۔ مانا! کہ دادا ملک بدر ہے' باپ پابندِ سلاسل ہے' ریفرنسز ہیں' قید و بند کارکنان مادر ہے لیکن یہ سیاسی انتقام نہیں ہے' صرف حسنِ انتظام ہے' مخالف کو چلنے نہ دینا ہی اصل سیاستِ جمہور ہے۔ بلاول کے نانا بھی یہی کہا کرتے تھے شکر کرو' کہ آج کل بھینسیں چوری نہیں ہوتیں' ورنہ عقل و انصاف کا داخلہ کبھی کا بند ہو گیا ہوتا۔ حوصلے سے کام لینا ہی عقل مندی ہے۔ ابھی تو ۲۲ دسمبر کو اس پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس ہونا ہے جس نے اللہ کو شریکِ حاکمیت کر کے اللہ کو شکر گزار اور فرشتوں کو خوش کر رکھا ہے۔ ۲۲ دسمبر کو یہ احساس دلایا جائے گا کہ تم سب مل کر بھی اصل حکمران کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' تم نے ایک قانون بنانا ہو تو قومی خزانہ کے کروڑوں نہیں تو لاکھوں ایک طرف لگ جاتے ہیں اور ہم ہیں کہ ایک مقررہ شدہ تنخواہ میں چاہیں تو ہر روز ایک نیا آرڈیننس جاری کر دیں۔ مانا!

Marfat.com

کہ اس کی عمر چار ماہ ہوتی ہے مگر ہمارا اختیار بڑا "طولِ عمرہٗ" ہے ہماری بزرگی کے روبرو تم ابھی عقل کے کچے ہو لہٰذا اپنے کام سے کام بھی رکھو اور دام بھی بناؤ۔ علاقہ کی نالیاں بنواؤ' پل بنواؤ' دیگر فیض کے اسباب بنواؤ کہ آئندہ انتخابات میں یعنی نیکیاں کام آئیں گی۔ پارلیمنٹ مہینوں لگا کر ایک قانون بنائے گی' ہم پارلیمان کو چلتا کر' پھر بلانے کا وعدہ کر کے آئندہ روز اس قانون میں ترمیم ٹھونس دیں گے تو کون ہے جو ہاتھ کٹوانے کے شوق میں انگلی اٹھائے گا۔ صدر چونکہ جہاں بھی بیٹھا یا کھڑا ہو' صدر ہی ہوتا ہے۔ عدلیہ چونکہ قانون کے ڈرائنگ روم میں کھینچا تانی میں مصروف رہتی ہے اور انتظامیہ غسل خانے میں گنگنا رہی ہے لہٰذا اسے ڈسٹرب کرنا اچھا نہیں ہو گا۔ اس کا کیا ہے' غصہ میں آ کر یوں ہی باہر نکل آئی تو ننگ دیکھا نہ جائے گا۔ انتظامیہ کا برسرِعام برہنہ جھومر جس انداز ان دنوں ڈالا جا رہا ہے' تاریخ نے ------- دیکھا ہو گا۔ انتظامیہ ہی مقننہ ہے' انتظامیہ ہی نظام عدل ہے' اسی کا دستور ہے' وہی ترجمان ہے' وہ دن گئے کہ انتظامیہ کی بدنظمی کو عدلیہ کی پکار ضبط میں لے آیا کرتی تھی۔ اب تو اس کی بے دستوری' دستورِ نظم و نسق قرار پا چکی ہے جس نظام عدل میں کچھ شخصیتیں' کچھ عہدے عدل و انصاف سے بالاتر ہوں۔ اس میں انصاف فقط مفروضہ ہوتا ہے۔ فالتو ہوا تو بانٹ دیا' کم پڑ گیا تو مانگ لیا مگر آصف رانجھا صاحب ہیں کہ قانون کی حکمرانی اور توازن انصاف پر ان کے جذبات کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور فوری انصاف' محدود لامحدود اختیارات عدالت ہائے مختلف کے فوائد ان کی سمجھ میں نہیں آ رہے۔ عدالتوں سے مرضی کا فیصلہ حاصل نہ ہو تو ماسوائے اختیارات کالعدم کرنے کے اور کیا چارہ کار ہو سکتا ہے۔ آخر حالات کے مویشیوں کو چارہ بھی تو ڈالنا ہے۔ کس کو انکار ہو گا کہ بھینس چاہے حکومت کی ہو' بن بیاہے دودھ نہیں دیتی۔ لوگ تو ادھر اُدھر کی ہانک لاتے اور حکومت کو اتنا مصروف کر دیتے ہیں کہ "سول لیبرٹیز" سیکرٹری لاوارث ہو کر جان دے دیتا ہے۔ اس چھوٹے سے لیاقت علی کی کیا حیثیت ہے۔ یہاں آج تک اتنے بڑے لیاقت علی کی موت کا راز سربستہ ہے۔ اس جیسے تو کئی روزانہ بلاماتم دفن ہو جاتے ہیں۔ آصف رانجھا صاحب کو اصرار ہے کہ سوال ایک زرداری کا نہیں' انہیں تو رونا اس لئے آتا ہے کہ ان کا بیٹا اس نظمِ حکومت میں کس طرح پھل پھول سکے گا۔ کل کلاں اگر انہیں اللہ نے دادا بنا دیا تو ان کے پوتے کا کیا حال ہو گا۔ لاکھ سمجھایا کہ دوست زر پرستی کا زمانہ ہے' سرمایہ داری کا نظا

Marfat.com

ہے' زرداری بھی سرمایہ داروں کا اپنا ہے' یہ انتقام نہیں' محض چھیڑ چھاڑ ہے۔ دونوں گروہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ کل پھر پانسے پلٹ جائیں گے' پھر آپ کو آج کے حاکموں پر ترس آئے گا۔ دیکھتے نہیں' سرمایہ داروں نے انتخابات میں اخراجات کی تمام حدیں کالعدم کر دی ہیں۔ بیٹے کا مستقبل درکار ہے تو آئندہ انتخاب میں کروڑ دو کروڑ لگا دینا پھر اس کی "ری ٹرن" دیکھنا۔ پوتا سرکاری جھنڈے والی کار میں انگوٹھا چوسا کرے گا اور آپ اخبار میں ارکان کے تازہ بھاؤ پڑھا کریں گے۔ لاکھ سمجھایا مگر رانجھا صاحب کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ فرمانے لگے' بتایئے میں کیا کروں۔ عرض کیا' بھینس چراؤ' چوری بوری چوری کھاؤ' پھر ٹرنک اٹھا لینا۔ کان چھدوا لینا' کاسہ پکڑ حکومت کے دیدار کی بھیک مانگنا مگر خدارا! کسی تخت کے وارث کے ہتھے نہ چڑھ جانا' منڈی کا مال بنا کر رکھ دے گا'

کچھ اور دوستوں کو شکوہ ہے کہ اب امریکہ ہمیں دہشت گرد کیوں قرار دے رہا ہے۔ ہمیں دہشت گرد بنایا' کس نے ———— ہماری تو تمام تر دہشت گردی "میڈ ان امریکہ" ہے۔ دیسی مال پر تو ہم یقین ہی نہیں رکھتے۔ یہ کتنا بھونڈا الزام ہے کہ ہم تربیت شدہ کمانڈو دوسرے ممالک میں بھیجتے ہیں۔ ہمیں تو اپنے ملک میں ان کی اشد ضرورت ہے۔ اتنی کھپت ہے کہ ایکسپورٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے اگر امریکہ کا کام نکل چکا ہے' مطلب پورا ہو گیا ہے اور ہمیں پھر سے ٹھکانے لگانا مقصود ہے تو جو چاہے کرے' جو چاہے ہم سے کروا لے۔ اگر ہم امریکی دہشت گردی کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ایک قوم کی تاراجی کے لئے اقوامِ متحدہ کے سپاہی بن سکتے ہیں۔ مسلم عرب ممالک کے وسائل پر قبضہ کروا سکتے ہیں تو ہمیں دہشت گرد قرار دے کر ہماری امداد بند کرنے والے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے۔ امریکہ اپنے ناخن کھینچ لے گا۔ ہم وہ راہیں اختیار کر چکے ہیں جن پر راہ زنوں کے ڈیرے ہیں۔ کوئی جئے سندھ جپ رہا ہے' کوئی فرعونیت کا عصائے موسوی بنا بیٹھا ہے' کوئی زبان کو قومیت کے چٹخارے دے رہا ہے' کوئی فارسی پڑھنے اور تیل بیچنے پر مصر ہے' کوئی رعایا کا راعی ہے' کوئی اقتدار کا ہرکارہ ہے "وائے" بولتا ہے تو "وائیں" ادا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا' کس کی خیر مانگیں۔ اپنی دہشت گردی کی' بیرونی امداد کی' آزادی کی یا مادر پدر آزادی کی یا بباطن گرفتاری کی۔ پارلیمان کی قانون سازی کی یا صدر کے آرڈی ننسوں کی۔

۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

"درویشی بھی عیاری، شاہی بھی عیاری"

نام پاکستان ہو، مملکتِ خداداد ہو، غلماں کی تو خدا جانے، البتہ حوروں کی تعداد برابر یعنی ۷۲ کے قریب دینی، سیاسی پارٹیاں ہوں۔ اس بٹوارے پر بھی دعویٰ ہو کہ د اور سیاست جدا ہو جائیں تو چنگیزی بطور بقایا کے تحریر ہوتی ہے۔ مزید برآں انسانوں کھانے کے دانتوں اور سیاسی پارٹیوں کی تعداد ایک جیسی ہو اور اچھی طرح کے چبا کھانا اور تھوڑا تھوڑا بار بار کھانا صحت کے لئے ضروری سمجھا جا رہا ہو، دیگر غیر ٹولوں کے اتحاد کے لئے بند باندھے جا رہے ہوں، اس پر طرہ یہ کہ بندوں کی حاکمیت اور طرہ پر طرح یہ کہ کچھ رہنما راہزن، کچھ دانش دشمن اور باقی ماندہ بے دست وپا ہو سیاست کے مرد و زن سیاست کے زنخہ پن کا مظہر ہو کر رہ گئے ہوں، نت نئے طعنے، محاورے، بھونڈے کنائے، چھچھورے اشارے، سرمایہ سیاست ہوں، نہ دوستی کا معیار ہو، نہ دشمنی کا کوئی اسلوب، جب چاہا چوم لیا، جب چاہا کاٹ کھایا، بے وقت گلے لیا، بلاوجہ جھٹک دیا۔ عمارت کے باہر لا الٰہ الا اللہ لکھ لیا، اندر قانون ساز گھیر شریعت کو بالادست کرنے نکلے، متضاد و متصادم فکر آئین کو دین لاریب پر بالا دست دیا۔ سود کا کاروبار جاری، فرقہ بندی و مسلم، مگر اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ و کا دعویٰ، یوں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) سے محبت کی جنگ جاری، جمنا تو جمنا داس، گنگا گئے تو گنگا رام کہلانے لگے۔ کعبہ گئے تو ٹوٹے ہوئے بتوں کے ٹک تلاش کرتے پھرے کہ جنم جنم کے سکریپ ڈیلر تھے۔ مدینہ گئے تو یہ دریافت لگی رہی کبھی ابوجہل نے بھی اس شہر میں قدم رنجہ فرمائے ہوں گے۔ عراق گئے تو چندہ لائے، کویت گئے تو مزدور بھرتی کروا لئے، بین الاقوامی کاسہ لیسی کو قیامِ صلوٰۃ گردان روزہ داری کے بہانے دسترخوان ساتھ ہی رکھوا لئے کہ کیا خبر کہاں افطاری ہو جا

Marfat.com

خدا کا گھر دیکھنے گئے اور خدا نہ ملا تو خدا کی شان دیکھنے کے لئے لندن یاترا کا عزم کر لیا۔ مملکت خداداد ہو' ہر عہدیدار سایۂ خدائے ذوالجلال ہونے کا دعویدار ہو' کوئی نہ پوچھے کہ کیا روشنی کا بھی سایہ ہوتا ہے' اگر ترانے کے خدا کا سایہ ہے تو روبرو نورٌ علیٰ نور نہیں' کوئی لات و عزیٰ جایا ہے' اگر سایہ ہے تو پھر خدا کو بھی بت بنا دیا گیا ہے۔ نورٌ علیٰ نور کا نامعلوم کیا ہوا ہو گا' لوگ غلطاں ہیں کہ ہمارے تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا سایہ نہیں تھا' خدا کا سایہ کہاں سے آگیا۔ قوم' ملک' سلطنت کا جو تصور قومی ترانے میں قائم کیا گیا ہے' کیا اسی کو دو قومی نظریہ کہتے ہیں۔ مغربی جمہوری نظام خالصتاً سرمایہ دارانہ لادینی نظام ہے۔ اس میں دین اور سوشلزم اس طرح گھسیڑا جا رہا ہے' جیسے کسی لاپروا سرجن نے دوران آپریشن قینچی اور تولیہ لپیٹ کر اندر ہی محفوظ کر کے ٹانکے لگا دیئے ہوں۔ دینِ اسلام کہ اللہ کی حاکمیت کا علمبردار ہے۔ جمہوریت کہ بندوں کی حاکمیت کا نظام ہے' اگر ان کی آمیزش سے نظامِ شرک برپا نہیں ہوتا تو پھر اور شرک کس کو کہتے ہیں' جس نظریاتی مملکت کا آئین' اس کا قومی ترانہ' اس کا علم' اس کے نظریہ ہی کی نہیں اس کے اعتقاد کی' اس کی سیاست کے مکتبہ فکر کے بنیادی اصولوں کی نفی پر لگا دیئے گئے ہوں' جہاں کی رہنمائی کو ابھی تک یہ شعور بھی حاصل نہ ہو کہ کوئی انسان حاکم ہو کر ذاتی مفادات و تحفظات سے بے نیاز نہیں ہوتا' اس کے حکم میں' اس کی قانون سازی میں' اس کی حکمت الٰہیت میں اس کی ذاتی اغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ اس کرۂ ارض پر اس کا مقامِ حاکم کا نہیں خلیفہ کا ہے۔ اس منصب کا حق اصل حاکم کے احکام کا پابند ہوئے بغیر ادا ہی نہیں ہوتا۔ بندوں کا خود حاکم بن بیٹھنا ان کے بندہ ہونے اور خلیفہ ہونے کا ناجائز استعمال ہے' جس کی اجازت نہ آئینِ اسلام دیتا ہے' نہ دینِ فطرت۔ صمدیت فقط اس "ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" کی صفت ہے کہ وہ "لم یلد" بھی ہے' اور "لم یولد" بھی اور اس سے بڑھ کر "لم یکن لہٗ کفواً احد" بھی۔ کہاں یہ رہنمائی کہ وسوسوں سے' ناکمل علم سے' حقیقت ناآشنائی سے' کنفیوژن سے' پناہ مانگتے رہو کہ کبھی دیکھے اور کبھی ان دیکھے یہ خناس سینوں میں بسیرا کر لیتے ہیں اور کہاں آج کا بھکا بھکا سا' جھکا جھکا سا' متزلزل' ناکمل ہی نہیں' شکستہ بلکہ ریزہ ریزہ انسان جس سے مروجہ نظامِ حکومت نے یکسوئی چھین رکھی ہے جس کے شوق رہنمائی نے اس کی بندگی کو خدائی بنا دیا ہے' جو ملک کا تو کیا اپنے گھر کا بھی

Marfat.com

نہیں رہ گیا' جو ملک میں نہیں سرائے میں بس رہا ہے۔ کسی بھی روز کرایہ ادا کر کے کوچ کر جائے گا۔ اس کے اعتقاد کی ملت اور ہے اور آئین کی قوم اور۔ وہ نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک پھیلنے کے لئے انگڑائی لیتا ہے اور کراچی سے واہگہ تک محدود ہو جاتا ہے۔ اس کے اعتقاد کا وطن سارا جہاں ہے' مگر آئین کا سابقہ پاکستان بھی نصب ہو کر رہ گیا ہے۔ اعتقاداً" اس کا اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ آئینی طور پر چار گورنرز' ایک صدر اور سینکڑوں ارکانِ پارلیمان اس کے الٰہ ہیں اور ساری قوم ان ہی تازہ خداؤں کے ایوانوں کے طواف میں لگی رہی ہے۔ اس کا اعتقاد فرقہ بندی سے منع کرتا ہے اور آئین تفرق کو تحفظ دیتا ہے۔ اس کے اعتقاد میں جو دین ہے۔ آئین میں وہ مذہب ہے۔ اعتقاداً" عہدہ طلبی و مہم جوئی افعال ممنوع ہیں۔ آئین کی رو سے امیدوار بھی ہوتے ہیں اور عہدوں کے حصول کیلئے مہم جوئی کے اوقات و اسلوب بھی آئین میں درج ہیں۔ معاشی ہو کہ معاشرتی' سیاسی ہو کہ ریاستی' کسی بھی نظام کا اس کے اعتقاد سے کوئی واسطہ نہیں۔ آئین نے دینِ اسلام کے خلاف سازشوں یعنی جمہوریت و سوشلزم کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے جو کوئی آئین کی جھولی میں آتا ہے۔ یہ چُوسنیاں اس کے منہ میں دے دی جاتی ہیں۔ اعتقاد کا کہنا ہے جو احکامِ الٰہی کو نافذ نہ کرے' وہ ظالم و فاسق و کافر ہے۔ آئین کہتا ہے' اس کیلئے طویل عرصے درکار ہیں اور اگر احکامِ الٰہی نافذ کرنا بھی ہو تو عوام پر ہوں گے' حکومت کے نظام اور اس کے ارکان پر نہیں۔ عدلیہ ہو کہ مقننہ' انتظامیہ ہو کہ التزامیہ' احکامِ الٰہی کی پابند نہیں ہوں گی' اگر یہ صحیح ہے کہ حاکمیت اسی کی ہوتی ہے جس کا قانون نافذ ہو تو کون انکار کرے گا کہ آج بھی قوانین کا بڑا معتبر حصہ افرنگ ساختہ ہے قانون انگریز کے سامراج کا نافذ ہے اور دعویٰ ہے کہ پاکستان آزاد ہو گیا' جسمانی طور پر ہو گیا ہو گا' فکری طور پر تو ہم مغرب کے مکاتیب فکر کے غلامِ بے دام ہیں۔ آج بھی دامِ افرنگ میں گرفتار ہیں۔ آج کے قانون سازوں سے وہ صدر ہوں' یا گورنر یا ارکانِ پارلیمان۔ اگر دریافت کیا جائے کہ خلقِ خدا میں سے آپ کی رعایا کے لئے بہتر قانون ساز کون ہے؟ آپ یا اللہ تعالیٰ۔ کون رحمٰن و رحیم ہے؟ آپ یا اللہ تعالیٰ۔ کون جانتا ہے صراطِ مستقیم کون سا ہے؟ آپ یا اللہ تعالیٰ۔ جو جواب ہو گا واضح ہے' پھر اگر کوئی ان اعمالِ شرک میں مبتلا ہے تو کیا وہ کامل اور برتر کو چھوڑ کر ناقص' فانی و نامکمل

Marfat.com

کی عملداری قائم نہیں کر رہا' اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو کیا ہم ترقی پسند ہیں یا تنزل پسند؟ زمانہ بہت ترقی کر گیا مگر آج بھی کسی سے بھی پوچھ لیں۔ اس کے تصور میں اس کے دین کا سدھایا اور سلجھایا ہوا انسان ہو گا۔ کوئی بدھ کا شیدائی ہے تو کوئی جین مت کا' کوئی رام و کرشن کا غلام ہے تو کوئی گورونانک کا شیدائی' ہر کوئی قدامت پرست ہی نظر آئے گا۔ جب حاکم کا نام لو تو ہر مسلمان کے ذہن میں خلفائے راشدین کی تصویریں ابھرتی ہیں' جب موجودہ حاکموں کو ان سا نہیں پاتے تو دشنام پر اتر آتے ہیں۔ آج بھی ان کو خلفائے راشدین لوٹا دو۔ یہ چند سالوں میں حسب سابق سُپرپاور بن جائیں گے لیکن ان مسلمانوں کا رویہ اختیار کرنا جن کی وجہ سے سپین سے انخلاء کا سانحہ پیش آیا' سوائے مزید ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں دے سکے گا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ کی فوقیت کی بنیادی وجہ احکام الٰہی کی پابندی تھی اور آج کے انحطاط کا باعث انسانی قانون سازوں کی کوتاہیوں اور غیر دور اندیشیوں کا عطا کیا ہوا ہے۔ نقائص اور خامیاں انسانوں میں نہیں ہوتے' ان کی تربیت میں ہوتے ہیں اور قانون کا بنیادی مقصد حاکیت کی حفاظت نہیں۔ اچھے انسانوں کی تربیت ہونا چاہئے' جو ہمارے ہاں کبھی نہیں ہوا۔ ایسے زمانہ میں جب طاغوتی طاقتوں نے پاکستان کو کھلا چیلنج دے رکھا ہے کہ یا تو اسلام کو چھوڑو یا پاکستان کو۔ تقاضا ہائے وقت سے عہدہ برآ ہونا موجودہ رہنمائی کے بس کا روگ نہیں۔ یہ رہنمائی تو سیاست کی مینڈکی کے اقتدار کے زکام کا علاج نہیں کر پا رہی کہ وہ تو خود ان کی ہی طاقتوں کے زیر استعمال ہے جو پاکستان کو اسلام سے' دین کو سیاست سے' علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک ہی کھلاڑی کے مختلف عہدے ہیں۔ کوئی شاہ ہے' کوئی وزیر' کوئی سوار ہے تو کوئی پیادہ' کوئی اقتدار میں' کوئی مات کھائے ہوئے۔ پاکستان کو لادین مملکت بنا کر اسے بندوں کی حاکیت کے نظام کے ممالک کی انجمن میں شامل کرنے کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ امریکہ کی طرف سے تازہ تازہ اور تر بتر جھڑکیاں کیا اس امر کا ثبوت نہیں تم دہشت گرد ہو' تم اسلامی ایٹم بم ہو' خبردار جو ہندوستان کے معاملات کو کوئی مسئلہ بنایا' مسجدیں مسمار ہوتی ہیں ہو جانے دو' لادینی نظام میں نہ مذہب کا کوئی مقام ہوتا ہے' نہ مذہبی جذبات کا۔ آج کا آئینی نظام شراب میں گنگا جل ملا کر اسے "پوتر" قرار دینے کا نظام ہے۔ حرام و حلال کی آمیزش کا یہ نظام کبھی صالح افراد وجود میں نہیں لائے گا۔ ہندوؤں کا کوئی مذہب

Marfat.com

نہیں، فقط ایک ازم ہے، ہندو ازم میں کوئی ناستک نہیں ہوتا، سبھی آستک ہوتے ہیں۔ اسی کو سیکولر ازم کہتے ہیں۔ دو قومی نظریہ کا دین اسلام نے مومن و منکر کے پیشِ نظر "لا اکراہ فی الدین" کا جو منفرد طریقہ نافذ کیا اس کی ماہیت کو آج کا سیاسی دانشور سمجھ ہی نہیں پایا، چنانچہ پختہ کافری اور منافق مسلمانی وجود میں آ گئیں اور کہیں مسجد مسمار ہو گئی، کہیں مندروں کے کلس منہ کے بل آ گرے اور بالآخر کشمیر ہندوستان کا اٹوٹ انگ بیان ہونے لگا اور پاکستان ایک دہشت گرد۔ وہ آئین جو مستقل اختلاف سے منع کرتا اور اختلافات کو مٹا کر یک رائے ہونے کے لئے مشاورتی راہیں متعین کرتا تھا۔ نافذ کرنے سے عمداً گریز کیا گیا، سچائی کی تلاش کے بجائے باطل کی باطل سے لڑائی کروا کر حقائق کو مخفی رکھنے کے انداز اپنا لئے گئے۔ نام نہاد اولی الامر کے بے راہ رو رویہ کے باعث مسلمان کے لئے نہ اطاعت الٰہی ممکن رہی، نہ اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم)۔ شرع کی توحید و وحدانیت کو شرح کی منافقت میں الجھا دیا گیا۔ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی طرف لوٹ کر اختلافات و تنازعات مٹانے کی بجائے تمام اختلافات و تنازعات کو ان سے منسوب کر دیا گیا۔ وہ دین جس میں دائمی اختلاف ممنوع اور یکسوئی و یکجہتی فرض تھی، فکری فسادات کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اندرون ملک فساد سے نمٹنے اور بیرون ملک مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے جو اصول دینِ اسلام نے متعین کئے تھے، یکسر نظرانداز کر دیئے گئے۔ بتوں سے امیدیں اور خدا سے نومیدی اگر کافری نہیں تو اور کیا ہے؟ امورِ خارجہ میں تو یہ لوگ آئین اسلام سے کیا رہنمائی حاصل کرتے، اندرونِ ملک کے معاشی نظام کو بھی تباہی تک لے آئے ہیں۔ کبھی قومیا کر، کبھی نجیا کر، کاش! یہ دینِ اسلام کے بنیادی اصول اپناتے، مگر کہاں وہ خلیفہ جن پر زکوٰۃ تک واجب نہ ہو سکی اور کہاں آج کے سربراہوں کے بھرپور خزانے، کہاں پیوند لگے لباس اور کہاں آج کی نجی بینک کاریاں، کہاں نجی گفتگو کے دوران بیت المال کے دیئے کی روشنی کے استعمال سے گریز اور کہاں آج کے باورچی خانوں کی تزئین کے سامان۔ "مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ' قُلِ الْعَفْوَ فَوَيْلٌ' الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ" کے اصول وہ ہیں جو فقیروں کو شاہی کے گر سکھاتے ہیں اور ہمارا آج کا آئینی معاشی نظام وہ ہے جو شاہوں کو گدا بنائے، ان کے خالی کاسۂ گدائی کو ملکوں ملکوں نشر کرتا نت نئی پابندیاں لگواتا ہے۔ یہ کرنا ہو گا، ورنہ امداد بند۔ یہ کرو گے تو

Marfat.com

امداد موقوف' جس معاشی نظام نے روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کے بھاؤ مقرر کرنا بھی بیرونی اداروں کے نام لکھوا دیا ہے' اس کے علمبرداروں کو وہ کیوں نہیں آتی' جو بڑے بڑے ناکردہ کاروں کو بھی آخر آ ہی جاتی ہے۔ آج بھی کرنسی کو کرنٹ رکھنے یعنی انفاق کے قرآنی اصول کو اپنا لیں تو ایک ہفتہ میں بیرونی قرضے بھی ادا ہو جائیں اور اشیائے صرف کی قیمتیں آدھی سے بھی کم ہو جائیں مگر نہ ہم نے دولت کو چلتا رکھنا ہے' نہ ہم نے اپنے وسائل میں رہنا سیکھنا ہے' ہمارے لئے بہرطور غسال کابل سے اور کفن جاپان سے آنا چاہئے۔ کاش! ہم جانتے کہ جو ملک معاشی طور پر آزاد نہ ہو اس کی آزادی محض ایک مفروضہ ہوتی ہے۔ دست نگر ممالک کی تو فکر تک آزاد نہیں ہوتی۔ رہنمائی وہ خاک کریں گے۔ یہ معاشی خوشحالی ہے کہ ہر موڑ پر بھیک مانگتے ہوئے کوئی سوکھی ہوئی ٹانگ دکھا رہا ہوتا ہے' کوئی کٹا ہوا بازو' کسی کے بچے بیمار بیان ہوتے ہیں تو کسی کے ماں باپ' کوئی یتیم ہے تو کوئی معذور۔ یہ سبھی کچھ رہنا چاہئے اور وہ سڑک جو ماڈل ٹاؤن کو جاتی ہے' ماڈل سڑک ہی رہنا چاہئے۔ نہر کے کنارے خوبصورت بلب جلنے چاہیں کہ کسی کے اقتدار کی بارات کا ادھر سے بھی گزر ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ کوئی بھوکا اندھیرے میں خودکشی نہ کرے۔ ڈوب مرے تو تاروں بھری نہر میں ہی ڈوب مرے' اگر ناکام سکیمیں نافذ کی جا سکتی ہیں تو "جمع مالا" کے متعلق آیات کی روشنی میں کامیاب سکیم کیوں نافذ نہیں کی جا سکتی؟ امارت میں توسط نہیں ہو گا تو غربت کبھی دور نہیں ہو گی' جب تک معاشرے میں دولت کے بھوکے موجود ہیں۔ پیٹ کی بھوک نہیں مٹے گی۔ معاشرہ کو عثمان غنیؓ کی ضرورت ہے' عثمان سیٹھ کی نہیں۔ وہ ہستیاں جو ہجرت کی بے سروسامانی میں مدینہ میں آ بسی تھیں' چند ہی سالوں میں مستحکم ریاست کے قیام اور کفار سے غزوات کی قابل کیونکر ہو گئیں۔ تاریخ نے جہاد در جہاد کیا اور فتح در فتح کیوں ان کے نام تحریر کر دی۔ ہم نے روٹی' کپڑا اور مکان کے دلفریب نعرہ کے پردہ میں نصف ملک سے ہاتھ دھو لئے۔ اب نج کاری کے قالین پر باقی ماندہ پاکستان کی بازی لگائے بیٹھے ہیں۔ ہماری غربت بے قامتی کو چھونے لگی ہے' جس ملک کے فٹ پاتھ بھی غیر ملکی امداد سے تعمیر ہو رہے ہوں۔ اس کی خود انحصاری کے کیا کہنے' ان لوگوں کو کیا کہیں؟ جنہوں نے زمام کار بغیر حق و اہلیت اپنے ہاتھوں کے گرد لپیٹ رکھی ہے۔ قانون زاد لٹیروں کو کیا لقب دیں؟ قبضہ

Marfat.com

گروپوں اور قرضہ معافیوں کے لئے کون سی عدالتیں بنوائیں؟ منافع خوری اور منشیات فروشی کا کیا کریں؟ جہاں کیا شاہی' کیا درویشی' سبھی عیار ہوں' وہاں کے سادہ دل کہاں جائیں۔ جو بھی رہنما اٹھتا ہے ایک میت کی طرح اپنے جلوس کو قبرستان تک لے جاتا ہے۔ کوئی آیات پڑھوا کر' کوئی اشلوک سنا کر' کوئی نعرے لگا کر' کوئی خود ساختہ زخم دکھا کر' کوئی دھرنا دے کر' کوئی دھرنا مار کر' کوئی صوبہ کے نام پر' کوئی نظریہ کے واسطہ سے' کوئی تبدیلیٔ نظام کا مژدہ سنا کر' کوئی سود کو حرام قرار دے کر' کوئی اس کی حرمت کو برقرار رکھ کر' کبھی جلسے کر کے' کبھی جلوس نکال کر' کبھی لانگ مارچ سے' کبھی شارٹ کٹ سے' کبھی ڈانگیں چلا کر' کبھی ضمیر مار کر' کون سمجھائے کہ پیٹ پر ہاتھ پھیرنے والے انسان دم ہلاتے رہنے والے جانوروں سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ پیٹ پر ہاتھ پھیرنے والا اپنی پلیٹ کی طرف کسی اور کو دیکھنے نہیں دیتا' جبکہ دم ہلانے والا دوسرے کی پلیٹ کی طرف دیکھ دیکھ کر دم ہلا رہا ہوتا ہے۔ انسانوں کی ~~یہ~~ ہلیتیں اگر ان کے ذاتی مفاد کے لئے استعمال ہونے لگیں' دیگر انسانوں کے مفاد میں استعمال نہ ہوں تو فطرت کے تقاضے پورے نہیں ہوا کرتے اور جو فطرت کے تقاضے پورے نہ کریں وہ معاشرے مٹ جایا کرتے ہیں۔ یہ سیاست دان متذکرہ وارداتوں کی تردید کریں یا پھر بتائیں کہ نام پاکستان ہو ۷۲ کے قریب دینی اور قریباً ستائیس سیاسی جماعتیں ہوں تو کیا انہوں نے اب بھی پاکستان کو پاکستان رہنے دیا ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج

قومی معاشی اور متوسط و غریب طبقات کی بدحالی کو دیکھ دیکھ کر جہاں وزیر خزانہ کو "کھاجانا وزیر" کہنے کو جی چاہتا ہے' وہاں اس پر ترس بھی آتا ہے کہ نہ معلوم کتنی اعظم امیدیں لے کر یہ ہانگ کانگ' سنگاپور اور جاپان میں وزیر اعظم کو قومی کاسۂ گدائی بنائے صدائیں لگاتے پھرے لیکن کسی کا دل نہ پسیجا اور کورا جواب ملا کہ جوہری توانائی ہے تو کوئی جوہر دکھاؤ' اچھے بھلے ہٹے کٹے ہو' توانا ہو' مرے کیوں جا رہے ہو' خود انحصارے ہو' نج کارے ہو' قومی ملکیت کا کچھ بچ گیا ہو تو وہ بھی بیچ کھاؤ' نذیدے ہو' معذور تو نہیں' کما کھاؤ' امداد کیسی' قرض کیسا۔ رہیں وہ بے انداز سہولتیں جو ہمارے سرمایہ کاروں کو پیش کر رہے ہو یوں کہ صنعتیں ہماری اور ملک تمہارا ہے' موسم بہار آئے گا تو سوچیں گے کہ یہ پیشکش کہاں تک قابل عمل و اعتماد ہے۔ تمہارے ہاں سیاسی موسم کی آندھیاں' اپوزیشن کی گھٹائیں اور ان کا جب برسنا بے وقت برسنا' تمہارے بے منشور انتخابات اور ان کی دھاندلیاں' بے شعور نمائندے' امن کے لیے افواج کی فوج کشی' تمہاری قرضہ معافیاں' سودی حرمتیں' لانگ مارچ' تمہارے جلسے' جلوس' اقتدار کی خود سری' قوانین کی بے سری' آزادی کا مادر پدر آزاد ہونا' رشوت کا شیر مادر ہونا' دہشت گردی کا ناکام انسداد' چوریاں' اغوا' ڈاکے' تاوان' جمہوریت کا بے سواد ہونا' حکومتی پالیسیوں کا خانہ زار ہونا' سزاؤں کے لئے عدالتی اختیارات کا غصب ہونا' تمہاری عیاش منگائی' بھک منگا ایثار' تمہارے اختیارات کا صمٌ' انصاف کا بکمٌ اور حاکمیت کا عمیٌ ہونا' تمہارا خانۂ رقیب میں بھی سر کے بل جانا اور نظریات فروخت کر آنا' تمہاری خارجہ پالیسی کے بند قبا کا ہمہ وقت بے ترتیب رہنا۔ نہ دن دیکھنا نہ رات' آخر نیا عالمی نظام جو امریکہ کی تیز رو معاشی تباہی کے بعد چند سالوں میں ہی ہمارے ہاتھ لگنے والا ہے۔ کب تک دیکھتا رہے

Marfat.com

گا۔ اے معاشی حالت کی ناخصی کے عزیز سرتاج عزیز تم ہماری نگاہ میں بھی ہو اور دیگر حالیہ اور سابق عالمی طاقتوں کی نظر میں بھی۔ نئی روسی ریاستوں کے لئے تمہاری ایک بندرگاہ کا ہانگ کانگ بن جانے کے لئے موٹروے کا سہارا لینا بھی نظر آ رہا ہے۔ تمہیں تو اپنا حال دکھائی نہیں دیتا' مستقبل کہاں جان سکو گے کہ سیاسی حالات کا جائزہ بے خبر عینک لگا کر نہیں لگایا جا سکتا جس نے اپنے انتخاب پر کروڑوں لٹا دیئے ہوں۔ ظاہر ہے اسے اپنی ذات کے علاوہ اور کسی کی فکر نہیں ہو گی اور جس کی تجوری کے خانوں میں کروڑوں کے دستے لگے ہوں' اس کے اپنے کسی خانے میں عقل کا گزر ہونا ممکن نہیں ہو گا۔ قانون فطرت ہے کہ دولت اور عقل کبھی ہم مسکن نہیں ہوتیں اور خلوص اور ذہانت صرف متوسط طبقہ میں بانٹی جاتی ہے۔ اوپر والے طبقے دیگر انعامات کے باوجود ان انعامات سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ فطرت کے اس طرزِ عمل کی معقول وجوہات ہیں۔ نہ دولت چھین کر بسائی ہوئی سوشلزم کبھی بار آور ہو سکتی ہے نہ "ان سوشل" ہو کر کمائی ہوئی دولت کبھی سکون مہیا کر سکتی ہے۔ کوئی دولت مند معاشرتی جاندار نہیں ہوتا۔ مُردار پر گدھیں اکٹھی ہو جائیں تو اسے معاشرہ قرار نہیں دیا جا سکتا نہ چوروں کے علی بابا کو معاشرتی انسان کہا جا سکتا ہے۔ دولت مند کا غنا سے عاری ہو جانا اس کے اپنا رازق بن جانے کی دلیل ہوتا ہے۔ انسانوں کی قانون فطرت سے آشنائی کی تربیت کئے بغیر انہیں دولت مند بنا دینا معاشرہ کی ہلاکت کی بنیاد رکھنے کے مترادف ہے۔ انسانیت کی تعمیر نہ ہو تو تعمیرِ وطن نہ آج تک کبھی ہو سکی ہے نہ ہو گی۔ جنسی بلوغت پر مبنی مغربی جمہوریت کا نظامِ انتخاب ہمارے ہاں اپنی انتہائی بدعملی کی حدوں کو چھو رہا ہے' شعوری بلوغت سے ہم سے قطعی قطع نظر کر لیا ہے' دولت کے بل بوتے اور اختیار کے توسط سے حاصل کیا ہوا اقتدار بدمستی میں لوٹ پوٹ رہا ہے اور بدعملیوں کے نتیجہ میں شکست آشنا حزب اختلاف دھرنا مارے تلی بیٹھی ہے کہ نہ کھیلیں گے نہ کھیلنے دیں گے۔ عوام جو کتابوں میں طاقت کا سرچشمہ بیان ہوتے ہیں' صرف سرمہ لگانے اور چشمہ پہنوانے کے لئے استعمال ہونے لگے ہیں تاکہ ان کا دھیان حکومت کی طوطا چشمی کی طرف نہ اٹھے اور نہ ہی انہیں اقتدار کا بھینگا پن دکھائی دے' ہماری معاشی پالیسیاں گویا زنخے بیاہنے نکلی ہیں۔ حکومت نے اپنے کارخانے اپنی ہمزاد پالیسیوں کے جہیز کے نام کر دیئے ہیں' وسائل حکومتی دولہا کو

Marfat.com

سلامیاں دینے پر صرف ہو رہے ہیں' صنعتیں بھی اس انداز سے لگائی جا رہی ہیں جیسے کوئی خاکروب خاک اڑانے کے لئے سونے کا جھاڑو استعمال کر رہا ہو۔ یہی عالم رہا تو چند ہی سالوں میں یہ صنعت کاری "ییلو کیب" یعنی کرائے کی گاڑی بن کر رہ جائے گی' پوری قوم سفر پر ہو گی اور صنعتیں اپنا میٹر ڈاؤن کئے قدم قدم پر ہندسوں میں اضافہ کر رہی ہوں گی۔ کسی بھی زرعی ملک میں اس کے زرعی وسائل کو صنعتوں کا سہارا بنانے کی بجائے صنعتوں کو زرعی وسائل کا سہارا بنا دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گھی ترک کر کے موبل آئل سے اپنی صحت بنا رہا ہو۔ یوں زرِ مبادلہ کا دراصل فقط مبادلہ بڑھ رہا ہوتا ہے اور زرِمبادلہ بڑھ جانے کے اعلان محض گمراہ کن ہوتے ہیں۔ ذخیرہ صرف اقتداری وسائل کا ہو رہا ہوتا ہے تاکہ آئندہ انتخاب میں بھی اقتدار کا کامیاب بھاؤ لگایا جا سکے۔ زرِمبادلہ میں اضافہ اگر زندگی کی آسائشوں کو عیاشی بنا دے یا سانس لینے کا بھاؤ بڑھا دے تو معاشرہ بے راہرویوں کے بحیرۂ اسود میں اپنی کشتی دھکیل رہا ہوتا ہے۔ جاپان کے سرمایہ داروں کو اگر پاکستان کا موسم بھا ہی گیا تو ہو سکتا ہے حکومت کو واجب الادا ٹیکسیوں میں اضافہ ہو جائے۔ پاکستان کے ان غریبوں کو جو قرضہ لے کر بنوائے ہوئے فٹ پاتھوں پر سوتے ہیں' دن بھر مزدوری کرتے اور داتا گنج بخشؒ کے لنگروں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ کیا کوئی مزید سہولت میسر آ جائے گی' کیا متوسط طبقہ کا لنڈا بازار سستا ہو جائے گا' باورچی خانوں میں آٹا بغیر آنسوؤں کے گندھ جایا کرے گا' چولہے آگ تاپنے کی بجائے ہنڈیا چڑھانے کے لئے بھی استعمال ہونے لگیں گے' آج کی طرح پیاز' سیب کے بھاؤ کا نہیں رہے گا' غریب روزمرہ کی اشیائے ضرورت کی دستیابی کے لئے منتیں نہیں مانگا کریں گے' چھوٹی بچیاں سکول کا بستہ سنبھالنے کی بجائے کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر سے گندے کاغذ' پھٹے ہوئے لفافے اور خالی شاپنگ بیگ نہیں اٹھا رہی ہوں گی۔ کیا صبح دم' کیا سرِ شام' بھوکے کو ایک روٹی دے دو کی پُردرد صدائیں گھروں کے صدر دروازے سے نہیں اٹھیں گی' کچھ دے دو بابا' میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں کہ دردانگیز آہیں ہر چوک میں کورس نہیں گا رہی ہوں گی' بیمار ننھے ہاتھ میں لئے التجائیں نہیں کر رہے ہوں گے۔ زرعی سرزمین پر پانچ روپے سیر آٹا' ۷۵ روپے سیر گھی' ۸ روپے سیر دودھ' گندم سے مہنگے چنے اور چاول' میرے مولا! تو نے اپنی خدائی کن لوگوں میں بانٹ دی۔ تو سورج کی روشنی کا

Marfat.com

ایک پیسہ بھی نہیں لیتا' تو نے پانی کے دریا مفت میں دے رکھے ہیں اور کبھی آبیانہ نہیں مانگا' کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں تیری بنائی ہوئی ہوا مفت نہ مل رہی ہو' تو نہ پھول بیچتا ہے نہ پھل' اندھیروں کو چاندی سے روشن کرتا ہے اور کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ ان سے بھی نہیں جو تیری اطاعت نہیں کرتے اور ان سے بھی نہیں جو تیرے وجود کے ہی منکر ہیں۔ یہ تیرے تخلیق کئے وہ انسان جن کو تو نے اپنی خلافت ودیعت کر رکھی ہے' جنہیں تو نے زمین کے وسائل پر دسترس دے رکھی ہے' نہ صرف تیری مفت دی گئی نعمتوں کی قیمت وصول کرتے ہیں بلکہ ساتھ سود در سود بھی طلب کرتے ہیں۔ اپنے مقتدر رہنے کا ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں۔ تو دیکھ نہیں رہا' یہ تیرے مقابل ڈھلے ہوئے خدا کیا کر رہے ہیں' تیرے بندے تیری عبادت کے لئے وضو بھی کریں تو یہ پانی کا اجر وصول کرتے ہیں' یہ نمازی جو تولیہ کندھے پر رکھے ہوئے ہے' یہ ٹوپی جو اس نے پہن رکھی ہے' لباس جو اس کے جسم کو ڈھانپے ہوئے ہے' یہ جوتا جو پاس ادب سے تیرے گھر کی چوکھٹ پر اتارا گیا' یہ تسبیح جو اس کے ہاتھ میں ہے جس کے دانوں پر تیرے اسما کا ذکر کرے گا' ان سب پر حکومت ٹیکس وصول کرتی ہے۔ تیرے نام کا کسی کو کھانا کھلائیں تو اس پر بھی کوئی نہ کوئی ٹیکس ادا ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ تیرا بندہ جو بھی کھائے گا' جو بھی پئے گا' حکومت اس پر کچھ نہ کچھ ضرور وصول کر چکی ہو گی۔ کچھ بھی خریدنے جائیں' امیر ہوں یا غریب کچھ نہ کچھ حکومت کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کے تمام اخراجات میں' ہر لین دین میں حکومت کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا ہوتا ہے' یہ جسے کولا کولا یا پیپسی کولا کہتے ہیں اس کی ایک بوتل اگر کوئی بیمار بھی پی لے تو وہ اس کی قیمت کا انتہائی نامعقول حصہ حکومت کو ادا کر رہا ہوتا ہے لور حکومت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جس کا سرتاج ہو وہ خزانہ نہیں ہوتا' خزانی ہو تو ہو۔ مولا! اس زرعی ملک کا کاشتکار تیرے عطا کئے ہوئے مویشیوں سے دودھ' دہی' لسی' مکھن اور گھی کے علاوہ زمین کے لئے کھاد بھی حاصل کرتا تھا۔ ان صنعت کاروں نے کھاد کے کارخانے لگا دیئے' ٹریکٹر منگوا لئے' کاشتکار کے پاس فقط قرضے کے کاغذات رہ گئے' کبھی بھول کر بھی شکوہ کرو تو جواب ملتا ہے مہنگائی تو عالمگیر ہے۔ اس کی یہ وجہ کوئی بیان نہیں کرتا کہ سرمایہ داری عالمگیر ہے' صنعتوں نے انسانیت نگل لی ہے' مشینوں نے مروت کے احساسات کچل دیئے ہیں' مہنگائی اس لیے ہے کہ انسان نے

Marfat.com

خدائی اپنا لی ہے' انسان خلیفہ نہیں رہا' حاکم بن گیا ہے۔ چنانچہ نیل کے کنارے کُتا بھوک سے مرجانے کے بجائے محلوں اور ایوانوں کے سائے میں انسان تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئے ہیں۔ اے ہر نعمت کو مفت میسر کرنے والے خدا! دیکھ! ان کی خدائی میں انسان اپنے بنائے ہوئے گھر پر بھی ٹیکس ادا کر رہا ہے۔

یہ کیسے لوگ ہیں کہ ——— عوام سے رقوم لے کر سڑکیں بناتے ہیں' عوام ان پر چلتے ہیں تو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ تازہ پانی دیں تو ٹیکس' گندہ پانی لیں تو ٹیکس' خوارک دیں تو ٹیکس۔ ایک تو ہے کہ ماسوا اطاعت کے تو نے کسی نعمت کا معاوضہ کبھی نہیں مانگا شاید اس لئے کہ تیرا کچھ خرچ نہ آیا' صرف تیری قدرت استعمال ہوئی' سرمایہ نہیں لگا شاید اس لئے کہ تو سرمایہ دار نہیں' قادر ہے۔ ایک یہ ہیں کہ عوام کی طاقت کا سرچشمہ بیان کرتے ہیں اور عوام کے جملہ قوی کو اپنی آمد و رفت پر صرف کر ڈالتے ہیں۔ تو بچے کو جوان کرتا ہے' آنکھوں کو بینائی دیتا ہے' کانوں کو سماعت دیتا ہے' زبان کو گویائی دیتا ہے' کوئی معاوضہ نہیں مانگتا' کوئی بل نہیں بھیجتا' تیری قدرت پر کوئی لاگت نہیں آتی۔ ایک ان کا اقتدار ہے کہ ایک دن میں کروڑوں کا پڑتا ہے۔ تجھ سے بات کرنا ہو' رابطہ قائم کرنا ہو کوئی رقم خرچ نہیں کرنا پڑتی۔ ان کی محض شکل دیکھنا ہو تو بھی لاگت آتی ہے۔ تجھ سے کوئی مانگنے نکلے تو خوش ہوتا اور عطا کر دیتا ہے۔ ان سے کچھ مطالبہ کرو تو دفعات آڑے آجاتی ہیں۔ انسان یا پٹ جاتا ہے یا گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ اچھے خدا ہیں کہ اوچھے خدا ہیں کہ اپنے جیسے خداؤں کی خدائی سے قرض لے کر اپنے آپ کو پال رہے ہیں اور زیرِبار ان کی رعایا ہوتی ہے۔ یہ تعلیم دیں تو وصولیاں دم نہیں لینے دیتیں' تربیت کریں تو انسان تربت میں چلا جاتا ہے۔ اللہ یہ اپنی خدائی کی تنخواہ بھی عوام سے ہی مانگتے ہیں۔ انصاف مانگو تو کورٹ فیس ہی نہیں اپنے سدھائے ہوئے قانون دانوں کا بھی معاوضہ بھی مانگتے ہیں۔ فیصلہ کی نقل بھی تب مفت دیتے ہیں جب موت کی سزا سنا چکے ہوں۔ اے احکم الحاکمین تو نے کیوں اپنی خلقت کو ان کی گرفت میں دے رکھا ہے۔ اللہ! اپنی حاکیت ان سے واپس لے لے' یہ اس کے اہل نہیں ہیں کہ تیرے کارندے تیرے خلیفہ کہلا سکیں۔ ان کی کارستانیوں کو دیکھ اور اپنی خلقت کا حال زار دیکھ۔ یہ اپنی اصل کے گدا تیری خلقت کے بادشاہ کیوں بن گئے۔ یہ تیری نعمتوں کو' تیری ان تخلیقات

Marfat.com

کو جو تو نے ہمارے لئے مسخر کر رکھی ہیں‘ کیوں فروخت کرتے ہیں۔ تو تو بڑا سریع الحساب ہے‘ بڑا نامور محتسب ہے‘ ان سے حساب کیوں نہیں لیتا‘ تو ضرور حساب لے گا۔ ہماری عرض صرف یہ ہے کہ ہمارے سامنے ہماری موجودگی میں لے تاکہ ان کی بے بسی جب ان پر واضح ہو کر ان کی شاہی کے آنسو ٹپک رہے ہوں تو ہم تیرے کرم سے تھوڑا سا مسکرا سکیں اور تجھ پر ہمارا اعتقاد اور پختہ ہو جائے۔ ان کا حسنِ انتظام دیکھ‘ اپنی ہی خبریں عوام تک پہنچانے کا جو سلیقہ انہوں نے اپنا رکھا ہے وہ کتنا مہنگا ہے اور اس پر یہ پُرکاری کہ خوبصورت عورتوں کی تصویریں رکھ کر ڈائنوں اور جنوں کی کاروائیوں کی خبریں صبح دم اپنے رعایا سے اس لئے پڑھواتے ہیں تاکہ یہ بدنصیب دن بھر حالات سے گھبرائے رہیں‘ بدحواس رہیں اور نام نہاد خبریں بھی وہ جن میں خبر نام کو نہیں ہوتی‘ فقط اطلاع ہوتی ہے‘ فلاں جن فلاں سے ملا ہے۔ آدمی اخبار سے زیادہ لاحول پڑھتا پڑھتا ناشتہ نگل جاتا ہے اور پھر بے سکونی کے عالم میں زندگی کے سفر پر نکل جاتا ہے۔ خدا نہ بھلا کرے اس خیرات نادہند جاپان کا جس نے ٹیلیویژن عام کیا کہ اسے دیکھ کر مقدس رشتوں کے بھی حجاب الٹ گئے۔ جس معاشرہ کے ترانے طوائفوں کے سپرد ہو جائیں‘ تمدن بہروپیوں کے ہاتھ لگ جائے‘ ادب جنس کی نذر ہو جائے‘ وہاں رشتوں کا تقدس ناکارہ نہیں ہو جائے گا تو اور کیا ہو گا؟ غزلیں‘ عشقیہ گیت یا کہانیاں‘ افسانے ہوں کہ ڈرامے‘ بہن بھائیوں‘ ماں باپ اور اولاد کے اکٹھا بیٹھ کر دیکھنے کے نہ رہیں تو معاشرتی حیائیں ڈوب مرا کرتی ہیں۔ میرے خدا! تیرا لاریب ضابطۂ حیات جو کچھ کہتا ہے حکومتوں کے ذرائع ابلاغ نہ صرف ان کی نفی کر رہے ہیں بلکہ اس سے بغاوت کا درس دیتے ہیں۔ تیرا سورج چمکتا ہے تو اندھیرے مفقود ہو جاتے ہیں۔ ان کا اقتدار چمکے تو اندھیرا ڈھا دیتا ہے۔ یہ جاپان سے ناکام لوٹے یا تو نے اپنے انتظام سے ناکام لوٹائے۔ یہ راز تو ہی جانتا ہے‘ ہم بے روزگاری‘ بینک کاری‘ نج کاری‘ صنعت کاری‘ سرمایہ کاری اور ناکردہ کاری کے مارے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ ان کے دماغوں میں عقل کا خانہ بھی بڑھا دے کیونکہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کی طرح یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ انہیں مومن کی فراست‘ ابوبکر صدیق کا صدق و ذہانت‘ عمرؓ کا حسنِ انتظام‘ عثمانؓ کی غنا‘ علیؓ کی شجاعت‘ درویشی عطا کر‘ انہیں ہمارا حاکم نہ بنا‘ اپنا خلیفہ بنا تاکہ ہمارے لئے یہ بھی وہی کچھ کریں جو تو ہمارے لئے کر

Marfat.com

ہے۔ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت بنا' اپنے حکم کو ان کا حکم بنا۔ ان سے قانون سازی چھین لے' انہیں مشاورت عطا کر مگر تنازعوں کو "فردوہ الی اللہ والرسول" کی شرط کے ساتھ۔ انہیں توفیق دے کہ یہ خدمت و حکمت میں رشتے استوار کریں' انہیں منعم بنا' مغضوب نہ بنا' انہیں خواجگی بخشی ہے تو طریقِ بندہ پروری بھی سکھا۔ خالق و مخلوق کے درمیان ان کے ڈالے ہوئے پردے اپنے حسنِ انتظام سے ہٹا دے' جو تیری حاکمیت کے شریک بنے بیٹھے ہیں ارض پاک کو ان سے پاک کر' جاپان یہاں نہیں آتا تو انہیں جاپان لے جا' اللہ! جس مملکت کا صدر متنازعہ ہو جائے' وزیراعظم نامنظور ہو جائے' پارلیمنٹ کا اجلاس مشترکہ نہ رہے' ضدیں سیاست کا منہ چڑانے لگیں اور سیاست مجسم انتقام بن ہیرا پھیری سے دن گزارنے لگے' جلسے ممنوع ہو جائیں' جلوس روک دیئے جائیں' واہی تباہی دانشوروں کا روزمرہ ہو جائے وہاں غیر ملکی سرمایہ کاری صنعتوں کے لئے نہیں تاراجی کے لئے استعمال ہو گی۔ یہ لوگ کون ہیں اور کن کے ہیں جو نئی ایسٹ انڈیا کمپنیاں رائج کرنے کے لئے دعوتِ عام دے رہے ہیں۔

۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

”دین و سیاست کی دوبدو“

بر سرِ اقتدار دنیا داروں کے ہاتھوں مصلوب ہونے والے ابنِ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور لا الٰہ الا اللہ کے نفاذ کے لئے مملکتِ پاکستان کو وجود میں لانے کے باعث قائدِ اعظم محمد علی جناح کا ایک اور یومِ پیدائش گزر گیا اور ماسوا اس کے کہ تاریخ کو یہ امر ہے کہ اس میں ایک اور یکایک نابغۂ روزگار جناب محمد نواز شریف حالیہ وزیرِ اعظم پاکستان کے نامِ نامی واسمِ گرامی کی پیدائش کا بھی اضافہ کرو۔ کوئی اور ایسا اہم واقعہ رونما نہیں ہوا جسے موضوعِ تحریر بنایا جائے۔ معتبر ذرائع کی غیر مصدقہ اطلاع تھی کہ قومی شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے لئے جگہ خالی نہ ہونے کے باعث کچھ ارادے ترک کئے جا رہے ہیں اور طے کیا گیا ہے کہ سابقہ طریقہ سے ہی کام چلایا جائے۔ یعنی مذہب کو نہیں قوم کو شناخت بنایا جائے۔ عیسائی یا مسلمان ہونے پر پاکستانی ہونے کو ترجیح دی جائے کہ جمہوری نظام میں مذہبی اقلیت و اکثریت کا کوئی تصور نہیں اور نئے عالمی نظام میں ہمارا مستقبل دین کو سیاست سے جدا رکھنے اور سیکولر ریاست بن جانے میں ہی محفوظ ہے۔ اس اطلاع کی اگر نیم تردید کر دی گئی لیکن وزیرِ مذہبی امور کے موقف کے باوجود امور کو مذہب پر ترجیح دینا ہی ہو گی یا پھر ناگوار نتائج برداشت کرنا ہوں گے۔ شناخت کی کوئی ترکیب بھی ہو' نئے عالمی نظام کے اس فیصلہ پر نظرِ ثانی کی کوئی گنجائش نہیں کہ پاکستانیوں کو طے کرنا ہو گا کہ انہوں نے اسلام اور پاکستان میں کس سے کنارہ کش ہونا ہے۔ ہر چند کہ اصل مدعا یہ ہے کہ نہ پاکستان میں دینِ اسلام رہے' نہ پاکستانی رہے' ایک آزاد ”ہندو“ ہو۔ موثر وے ہو' روس سے علیحدہ ہونے والی ریاستوں کے ساتھ تجارت کے لئے امریکہ' برطانیہ اور جاپان کی اجارہ داری ہو۔ پاکستان کو فقط حقِ راہ داری ہو جو چونگی محصولات پر گزراوقات کرتا رہے۔ پاکستان جس کا تصوراتی دستور فقط اللہ ہی کی حاکمیت'

Marfat.com

بندوں کی احکامِ الٰہی کی اطاعت گزاری اور ان کے مطابق تمام معاشرتی' معاشی' سیاسی سطحات پر مکمل عدل و احسان کے زریں اصولوں پر مبنی تھا۔ بندوں کی حاکمیت شرعی اختلافات کو تحفظ اور جمہور پر جمہور کے لئے جمہور کی حاکمیت کا قائل ہو کر جمہوری ممالک کی عالمی مجلس میں شامل ہونے کے لئے سیاسی چوکے چھکے لگانے لگ گیا ہے۔ جہاں ظلم ہو گا' وہاں لازماً نواز شریف ہو گا' کا قول اگر صادق ہے تو پھر ان کا فرض ہے کہ نہ صرف اس سیاسی ظلم کے چوکے چھکے نہ لگنے دیں بلکہ وکٹیں اکھاڑ لیں اور اعلان کریں کہ ہمیں نہ یہ کھیل کھیلنا ہے' نہ ہمیں کسی ریفری کی ضروری ہے' نہ ہم پاکستان کو کسی ایسی گیم کی "پچ" بننے دیں گے۔ جیسے وزیرِاعظم کے جائے واردات پر بہ نفسِ نفیس تشریف لے جانے سے کسی کی لٹی ہوئی عصمت بحال نہیں ہو سکتی اور نہ ہی پولیس تشدد سے جان بحق ہونے والا اس لئے زندہ ہو سکتا ہے کہ اتفاق سے وزیرِاعظم اور مسیحا کی ولادت کا دن ایک ہی ہے' نہ وہ اپنے یومِ پیدائش کے واسطہ سے قائدِاعظم نمبر۲ بن سکتے ہیں۔ باوجود اس امر کے کہ ان کے پاکستان میں ہر چیز دو نمبر کی بھی ہوتی ہے لیکن صدیوں بعد کسی تاجدار کا مظلوموں کو یوں دلاسا دینے کے لئے خود جانا اور دور دراز دیہات میں چارپائی پر بیٹھ کر فریادی کی فریاد سننا' کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اتنے قیمتی جوتوں کو دیہاتی گرد سے آلودہ کرنا' بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنا' بوڑھوں سے بغل گیر ہونا' بوڑھی عورتوں سے پیار لینا اور پھر ان کی ویڈیو بنوانا' ان کے کردار کے صدق آمیز ہونے کی تصدیق تو کرتا ہے مگر تنہا وزیرِاعظم کا یہ کردار "ایک انار سو بیمار" کے مصداق ہے۔ اجتماعی بدکاری کے روزمرہ واقعات کے باوجود کیا یہ دعوٰی کیا جا سکتا ہے کہ اس نیک دل وزیرِاعظم کے وطنِ عزیز میں مؤثر حکومت کا بھی وجود ہے۔ اجتماعی بے راہ روی' قومی مفادات سے طوطا چشمی' اپنے انتظامِ خاص کے تحت آئندہ نسلوں کی تباہی اور موجودہ نسلوں کی بے کاری کے باوجود کیا مہذب و متمدن ہونے کا دعوی کیا جا سکتا ہے۔ ہر چند کہ موصوف اپنی تمام تر صنعتی' اقتصادی' معاشی' تجارتی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے ساتھی ایم این اے اور ایم پی اے حضرات ان کے اعزہ و اقربا کے علاوہ بھی لاتعداد دوستوں اور خوشامدیوں کو مجسمہ نواز شریف کی نوازش بنائے چلے جا رہے ہیں اور اگر اقتدار کا موجودہ عرصہ پانچ کے طول کو مزید عریض بناتا رہا تو مارے مہنگائی کے عزاء

Marfat.com

دار عوام کا بُھرکس بھی نکل جائے گا اور کچھ مر بھی لیکن نہ کوئی صنعت بیمار رہے گی' نہ کوئی بندہ صنعتِ بے کار رہے گا' بے کار عوام بیگار پر ہوں گے اور ہر نومولود کی آمد پر سرکاری ماتم برپا ہوا کرے گا کہ ہم ہی کیا کم تھے کہ تو ایک اور بھی آدھمکا ہے۔ لانگ مارچ والوں کے متحدہ محاذ اور غیر متحد مارچ نے جو کامرانی موجودہ حکومت کو عطا کی ہے اس کے شکرانہ کے طور پر ان کے ہر شکوہ کو گول کرنے کے لئے کسی نہ کسی کانفرنس کا اہتمام ہونے والا ہے۔ اگر یہ سانحہ بھی ہو گیا تو وہ سیاست کار جو قیام پاکستان کے سراپا رواں رواں مخالف تھے اور وہ دیندار جنہوں نے نہ کبھی اسلام کو دین کے حوالے سے پڑھا' نہ لاریب اور مکمل ضابطہٗ حیات کا دستاویز آئین و قوانین کے حوالے سے مطالبہ کیا اور تبلیغِ دین کو تجارت اور مناصبِ دین کو صنعت بنا کر رکھ دیا۔ یقیناً بغلیں بجائیں گے اور آئینِ اسلام کو پاکستان کے ان عیار دشمنوں اور بے وقوف دوستوں کی وہ بغلیں جھانکنے کی اجازت بھی نہیں ملے گی جس میں انہوں نے بنام اسلم دہریت چھپا رکھی ہے۔ جو دانشور اس گمان کے مغلوب ہیں کہ جمہوریت اور اسلام ایک ہی آئین میں سموئے جا سکتے ہیں وہ اپنی دانش کا انجام حق و باطل کی اس آمیزش کے ماحصل میں دیکھنے کی کوشش نہ ہی کریں تو اچھا ہے۔ اس لئے کہ اندھیرا ہی اتنا چھا جائے گا کہ کچھ بھی بجھائی نہیں دے گا۔ دینِ اسلام میں ریاست کا تصور آج کے ملک و قوم کے اس تصور سے بالکل جداگانہ ہے۔ جسے حکیم الامتؒ نے مذہب کے کفن سے تشبیہ دی ہے۔ فقط اللہ ہی کی حاکمیت اور بندوں کی محض اطاعت اور خلافت و مشاورت کا ریاستی نظام عوام پر عوام کے لئے عوام کی حاکمیت کے نظام کا نہ ہم عصر ہے' نہ ہم اثر' نہ ہم سر۔ آخر کوئی وجہ تو ہو گی کہ مفکرِ پاکستان نے انگریز کی صنعت کی ہوئی ملائیت اور جاگیر کی ہوئی شخصیت کی اتنی شدید مخالفت کی اور ایک دفعہ پھر ایسے اسلام کو روشناس کرایا جس سے بالآخر دنیا کی امامت کا کام لیا جائے گا چنانچہ جب فکرِ اقبال کی روشنی میں تحریکِ پاکستان اپنی منزلیں طے کر رہی تھی تو آج کے ناموروں کے بہت سے استاد اس کی مخالفت میں ایستادہ تھے۔ اقبال کا نورِ بصیرت عام ہوا تو نوجوانوں کو ان کی آہِ سحر کے صدقے نیا ولولہ اس طرح ملا کہ فکرِ اقبالؒ کے نور میں قائدِ اعظمؒ کے تجویز کردہ پاکستان کا مطلب لا الہٰ الا اللہ ہو گیا۔ اگر ——— موجودہ آئینی نظام اور لا الہٰ الا اللہ اکٹھے رہ

Marfat.com

سکتے ہیں تو شاید اسلام اور موجودہ پاکستان بھی ایک ساتھ رہ لیں اور اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر ویسا بھی ممکن نہیں۔ پاکستان کے وجود میں آجانے کے کئی سال بعد بھی کئی سال تک انگریز ساختہ ملّائیت میدانِ سیاست میں اپنی کوئی سرنگ نہ لگا سکی۔ جو لوگ موجودہ آئین کی موجودگی میں شریعت کو بالادست قرار دینے کی ٹوہ لگا رہے ہیں، محض اپنے خلوص کے دشمن اور منافقوں کا شکار ہیں اور آئین کی زبان، اس کی عملداری اور تشریحات سے نابلد و غیر آگاہ ہیں اگر اللہ کی حاکمیت اور بندوں کی حاکمیت کو بیک وقت بیک دستاویز نافذ کرنا مقصود ہے تو پھر یہ توحید نام کی کوئی چیز متعارف نہیں ہو سکے گی۔ اگر اللہ ہی کی حاکمیت کا نفاذ مقصود ہے تو پھر پارلیمان کے ذمہ کیا کام لگاؤ گے۔ آج کی عہدہ طلبی اور مہم جوئی کو کس طرح ختم کرو گے۔ اس گروہِ گرگ ہائے جہانِ خود سے کیسے نجات حاصل کرو گے جو خود ہی اقتدار میں ہے اور خود ہی اختلاف میں۔ سرمایہ دار آتا ہے تو جاگیردار اس کے لتّے لیتا ہے اور جاگیردار آجائے تو سرمایہ داری اس کا ڈوپٹہ کھینچنے لگ جاتی ہے۔ گزشتہ دو تین انتخابات میں بات اتنی بڑھ گئی کہ گرگ ہائے جہاں دیدہ کا بُزرگِ جہاں دیدہ کو بھی نوٹس لینا پڑا اور ہر دو اطراف طریقِ انتخاب کو بدلنے کے لئے چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اگر طریقِ انتخاب آج کے سرمایہ داروں اور نودولتیوں نے ہی بدلنا ہے تو ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے پیٹ پر ایک دوسرے کی لات مروا لیں گے یا کلہاڑی اپنے پاؤں پر چلوا لیں گے، محض خود فریبی ہے۔ مروجہ آئینی نظام کو برقرار رکھتے ہوئے طریقِ انتخاب کا یوں بدلنا کہ سرمایہ داری انتخابات کو خرید کر نہ لے جائے، ممکن ہی نہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ انتخابات متناسب نمائندگی کی بنا پر ہوں۔ ایسا ہوا تو صورتِ حال آج سے بھی زیادہ مہلک ہو گی اور سرمایہ سیاسی اخلاق کو یوں دبوچ لے گا جیسے کوئی چیل کسی چڑیا کو۔ متناسب نمائندگی اور اس معاشرہ میں جہاں گھر گھر، قریہ بہ قریہ، صوبہ بہ صوبہ، لسانی، نسلی اور صوبائی تعصبات کُھل کھیل رہے ہوں۔ قومی سیاسی جماعتیں مفقود اور تفرقاتی سیاست عروج پر ہو۔ ایسی ہی ہو گی جیسے ڈاکو کامیاب ڈاکے کا مال تقسیم کر رہے ہوں۔ دینی جماعتوں کا اول تو یکسو ہونا آسان نہیں، ہو بھی گئیں تو چونکہ دینِ اسلام کا نفاذ اسلام کے آئین کے نفاذ کے بغیر نہیں ہو سکتا اور موجودہ آئین کی جگہ آئینِ اسلام کے نفاذ کا عمل اور اس کا صحیح آئینی طریقِ کار اختیار کرنا آسان کام

Marfat.com

نہیں ہو گا۔ اس لئے یہ ہمالیہ شاید ہی دینی جماعتی کندھے برداشت کر سکیں اور دین اسلام کے حق میں محض نعروں سے آئندہ انتخاب شاید نہ ہی جیتا جا سکے۔ وہ دینی جماعتیں جو محض اسلام کے قوانین کے نفاذ کو آئین اسلام کا نفاذ قرار دیتی ہیں۔ فقط قوانین اسلام کو منحرفین کے اقتدار کے ہاتھ میں دینے کی خدمت سرانجام دے سکیں گی اور اسی عمل میں دین اسلام اسی طرح ناقابل عمل قرار پا جائے گا۔ جس طرح شریعت ایکٹ کے نفاذ کے باوجود سُود حلال چلا آیا ہے' جس طرح آئین کو نہ بدلنا اور محض انتخابی عمل کو بدلنا بے سود ہو گا۔ اسی طرح مروجہ آئین کو بالا دست رکھ کر شریعت کا نفاذ بھی لا حاصل ہو گا' نہ آج کے حکمران طبقے کے طور بدلیں گے' نہ قومی حکومت کے طالبوں کے۔ البتہ عوام کے طَور ضرور "بھَور" ہو جائیں گے اور اگر غیر دینی جماعتوں کا وسیع تر اتحاد اور دینی جماعتوں کا اتحاد ایک ہی زنجیر کی دو مختلف کڑیاں ہیں۔ ایک پاؤں میں ڈالنے کی اور دوسری گلے میں تو تاریخ پاکستان کو ماتم سیاست کیلئے مزید اور اوراق "جلد" کروانا ہوں گے۔ اگرچہ آئین میں ترامیم کے ذریعہ نمایندگان کی اہلیتوں اور نا اہلیتوں کا تعین کر دیا گیا ہے اور ان پر اگر دیانتداری سے عمل کیا جائے تو آج کے بہت سے بے راہ رو دیدہ دلیروں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے مگر ان پر عمل تو ان کا مصنف بھی نہ کروا سکا۔ محض قاری کیا کروا لے گا۔ لہٰذا بالآخر پیجارو کی محض سواریاں بدلیں گی یا ہو سکتا ہے' پیجارو کا بھی کوئی نیا ماڈل منڈی جیت لے جس طرح ایک پیشرو دنیا جاتی دیکھ کر دین سے دامن چھڑاتا رہا اور بالآخر دنیا چھوڑ گیا۔ اس طرح کوئی اور بھی پیٹی اتروائے جانے کے ڈر سے اپنے سینے پر آویزاں خیراتی ولایتی میڈل مَیلے نہیں ہونے دے گا اور ناقابل برداشت بوجھ لدی بیل گاڑی کے بیل کی طرح پاؤں پھسل جانے سے چاروں ٹانگیں چت بوجھ تلے دبا زمین پر پڑا ہو گا۔ یوں ہوا تو آئین تو کیا بدلے گا' عدالتوں سے بری کرنے کے اختیارات واپس لئے بغیر اور کوئی چارۂ کار سمجھ میں ہی نہیں آئے گا۔ جس نظام میں صنعتی ترقی جان لیوا مہنگائی کی افزائش کر رہی ہو' معاشرتی قنوطیت دہشت گردی اختیار کر چکی ہو۔ معاشی ناہمواری نفرتوں کی آبیاری کر رہی ہو' اخلاقی اقدار انتہائی گراوٹوں کے پنجۂ استبداد میں ہوں' رشتوں کا تقدس پامال ہو رہا ہو' معاشرت درندگی اختیار کر رہی ہو' وہاں کی سیاست ہو کہ نظامت ہو کہ عدالت' بے بسی کے عالم میں غیر معتدل ہو ہی جایا کرتی ہیں۔ جس

Marfat.com

معاشرے کی عورت کا ستر قائم نہ رہے' اس میں ہونہار جنم نہیں لیا کرتے۔ اسی طرح جس سیاست کا تقدس اور نگہ داری قائم نہ رہے وہ چنگیزیت کو دعوت دے رہی ہوتی ہے اور اس کے نخچیروں کے انداز بدلنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا' نہ معلوم جو مستور نہیں' وہ عورت کس لحاظ سے ہے اور جو نسوانیت کا نگہبان نہیں' وہ مرد کیسا ہے اور جو آج کے انسان کو کل کے خطرات سے محفوظ نہیں کر رہی اسے سیاست کیونکر تسلیم کرلیا جائے جو اپنے وطن کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتا کہ اس میں اس کی اولاد کا بسیرا ہو گا۔ اس کے لئے محبِ وطن کہلوانا کس طرح جائز ہے اور جو وطن کو ہونہار آئندہ نسل مہیا نہیں کر رہا' اس کی حب الوطنی کا کیا معیار ہے۔ ہماری سیاست نے جو کچھ آئندہ نسلوں کے پلے باندھ دیا ہے اس کا حاصل ڈبل گریجویٹس کا ٹیکسی ڈرائیور یا پھر دہشت گرد ہونا ہی تھا' سو ہوا۔ جہاں تعلیمی اداروں کا کردار ہماری مثل ہو گا' کیا درس گاہیں' کیا امتحان گاہیں' کیا بورڈ' کیا نظامتیں' کیا جامعات وہ کچھ ہو جائیں جو کچھ ہمارے ہاں ہیں تو انسانیت منہ نہیں چھپائے گی تو اور کیا کرے گی اور انسانیت نے جہاں کہیں بھی منہ چھپایا۔ تاریخ نے نابود ہونا معاشروں کے نام لکھ دیا۔ تاریخ میں درویشوں کی کراماتیں تو پڑھتے ہی آئے تھے' قصہ چہار درویش بھی زیر مطالعہ رہا۔ آج کے درویشوں کی سیاسی کارستانیاں بیان کرنے کے لئے کسی نہ کسی کو پانچویں درویش کی کہانی بھی رقم کرنا ہی پڑے گی اگرچہ نئے عالمی نظام کے نئے سربراہ کے اشارے پر چلتی ہوئی پتلیوں کا لانگ مارچ ہاتھوں پر کسی نئی لکیر کو فی الحال نمایاں نہیں کر سکا مگر اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ حکومت بغیر کوئی سودا چکائے محفوظ ہو سکتی ہے۔ ایم کیو ایم کی رفاقت کے سوا موجودہ حکومت کی اور مجبوریاں بھی ہیں چنانچہ زیادہ سے زیادہ موجودہ حالات کا الطاف چھوٹے گا۔ سیاس نہیں چھوٹے گا۔ آج کی چورخی سیاست موجودہ حکومت کو مزید راس نہیں آئے گی۔ گزشتہ کردار کے پیش نظر عافیت فقط یکسوئی میں بھی نہیں ہے۔ جمہوری نظام سے گریز کریں گے تو نیا عالمی نظام سزا دے گا اور اسلام ترک کریں گے تو نظامِ فطرت سزا دے گا اور قشقہ کھینچا' دیر میں بیٹھنا نہ بھی ہوا تو ان کے تسلط میں جینا ضرور ہو گا۔ اپنی خدائی کو زکوٰۃ بانٹ کر مطمئن ہو جانا' کہ خدائی محفوظ ہو گئی محض خود فریبی ہے۔ اس لئے کہ جو رحمٰن نہ ہو وہ رحیم بھی نہیں ہوتا اور جو بیک وقت رحمٰن اور رحیم نہیں' اسے جزا و سزا

Marfat.com

کا مالک ہونا بھی زیب نہیں دیتا۔ نہ اس کے بس میں سیدھا راستہ دکھانے کی صلاحیت ہوتی' نہ کوئی اس کے احکام کا پابند ہوتا ہے' نہ کوئی اس کے تعاون کا مدعی ہوتا ہے۔ ایسے افراد کی سیاست دکانداری بن کر رہ جاتی ہے۔ تھوک کے بھاؤ دیتے جاؤ تو گاہک بکے۔ پرچون کا بھاؤ لگاؤ تو گاہک اگلی دکان پر۔ بینکوں کے سہارے اور جو کچھ بھی چلتا ہو' سیاست زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ پھر جس انداز سیاست سے آج کے اقتدار کے واحد سہارے بھی ناراض ہیں وہ سال دو سال اور چل بھی گئی تو بھی نیک نام جانی جانے سے تو رہی۔ پرانی سیاست گری خوار ہو چکی۔ زمین میر و سلطان سے بیزار ہے۔ سرمایہ داری کا دور اپنا تماشا رکھ چکا۔ آج کی دینی جماعتیں اگر مروجہ آئین نظام سرمایہ داری کی نگہ داری میں اس کی میر تصدیق بنی رہیں اور **لا الٰہ الا اللہ' الملک للّٰہ الحکم للّٰہ اور فردوہ' الی اللہ والرسول** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آئینی ضمنات نہ بنا سکیں تو جانیں' ملت کے ہاتھوں سے دین بھی گیا۔ دنیا بھی گئی' ضرورت قرآنِ حکیم کو دستاویزِ صراطِ مستقیم تسلیم کرلینے کی ہے' لاریب اور مکمل ضابطۂ حیات مان لینے کی ہے۔ رطب و یابس کا کوئی معاملہ ایسا نہیں جس کا یہ احاطہ نہ کرتی ہو۔ کوئی انفرادی' قومی' بین الاقوامی مسئلہ نہیں جس کا فطری حل اس میں بیان کیا گیا ہو۔ نہ ہم وسوسوں کے خناس سے آزاد ہوتے ہیں' نہ ایمان بالغیب ہمارا سرمایۂ حیات بنتا ہے' نہ ہم قیامِ صلوٰۃ اور انفاقِ رزق کے احاطوں میں داخل ہوتے ہیں چنانچہ ہماری انتہا ہماری ابتداء میں گم ہو جاتی ہے اور ناکامیوں اور نامرادیوں کے قومی انبار پر دو چار ڈھیریاں اور ڈھیر کر دی جاتی ہیں۔ کاش ہمیں احساس ہوتا کہ بنائے پاکستان معاشی پسماندگی نہیں ذوقِ یقین ہے اگر لا الٰہ الا اللہ ہمارا مقصود نہیں تو پھر ہم بھی نہیں۔

۳۰ دسمبر ۱۹۹۲ء

Marfat.com

"بڑے عیّار ہیں یورپ کے شکر پارہ فروش"

اہل اسلام سے بالعموم اور دینی سیاسی جماعتوں سے بالخصوص گزارش مؤدبانہ ہے' کہ وہ دین اسلام کے تشکیل حکومت سے متعلق احکام الٰہی کا مزید مطالبہ کریں' اور اسکے اکبر اعظم کا دین الٰہی بن جانے سے پہلے ہی غور فرمالیں' کہ آئین اسلام میں انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ کے ادارے کس طرح وجود میں لائے جاتے ہیں' اور ان کے دائرہ ہائے اختیار کیا ہیں۔ نیز ان کی تشکیل کرتے وقت کن اصولوں کو مدِ نظر رکھنا لازم آتا ہے۔ یہ غور و تدبر و تفکر اس وقت تک ممکن نہیں' جب تک غیروں کے پھیلائے ہوئے منافقانہ فروعی امور سے قطعی قطعِ نظر نہ کیا جائے' اور بلا جواز مباحث میں الجھے بغیر حقائق کی تلاش کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ ان ہی منافقتوں کے باعث ہم دین اسلام اور سیکولر جمہوریت کی شراکتوں کا آئینی و سیاسی طور پر شکار ہو کر ایک واضح نظام شرک کی عملداری میں محبوس ہیں' کہ ہماری فکر تک آزاد نہیں رہی' اور آئینی تضادات نے قلب و دین کا وہ تصادم برپا کر رکھا ہے' کہ ہر انسان اندر سے شکستہ ہی نہیں ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ ہم بندوں کی حاکمیت میں اللہ کی حاکمیت کو تھوڑا سا شریک کر کے اس وہم میں گرفتار ہیں کہ شریعتِ الٰہی بالا دست ہو گئی ہے۔ اگرچہ حقائق اس سے قطعی مختلف ہیں۔ آئین و اسلام بنیادی طور پر انسانوں کو انسانوں کی حاکمیت سے آزاد کروانے کا عمل ہے' جبکہ جمہوریت انسانوں کو انسانوں ہی کی حاکمیت میں رکھنے کے اہتمام کا دوسرا نام ہے۔ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے کرۂ ارض پر اپنے احکام کی پابندی کا فرض سپرد کر کے اپنے خلیفہ کا منصب دیا تھا' اس نے اپنی تخلیق کے مقاصد سے روگردانی کر کے اپنی حاکمیت قائم کر لی اور رضائے آدم کو احکام الٰہی پر فوقیت دے دی گئی جو ایک معین مدت تک خالق و مخلوق میں دوریوں کا باعث بنی۔ احکامِ الٰہی کے سوا کسی اور کے احکام کا پابند نہ

Marfat.com

ہونا' حتی کہ اپنی مرضی کو بھی رضائے الٰہی کے تابع رکھنا عقیدۂ توحید کی لازمی بنیادی شرط ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور اللہ نہ ہو' نہ کوئی انسان کسی دیگر کے احکام کا پابند نہ ہو' نہ کوئی انسان دوسرے انسانوں کو اپنے احکام کا پابند کر رہا ہو' قرآن احکامِ الٰہی کی مکمل لاریب کتاب تسلیم ہو۔ احکامِ الٰہی کی تلاش کی غرض سے اس کی مشروط مشاورت ہو کہ جس کا حقائق کی تلاش کے علاوہ اور کوئی مقصد نہ ہو۔ فقط پیش آمدہ مسائل کے لئے احکم الحاکمین کا حکم کیا ہوا لائحہ عمل تلاش کرنا مقصود ہو' جس کاوش کے دوران اللہ کے احکام اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فرمودات کی طرف لوٹ آنا' اختلاف کا ختم کرنا' فرقہ بندی نہ کرنا' یک رائے اور یک سُو کر عزم کرنا اور اتفاقِ رائے سے عمل پیدا ہونا' بنیاد فکر و عمل ہو' قرآن ایک آفاقی اور یونیورسل مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کی عملداری عرضوں اور فاصلوں کی محتاج نہیں۔ کسی زمانہ میں بھی کوئی ایسی صورت پیدا نہیں ہو سکتی جس سے نپٹنے کے لئے قرآن میں واضح احکام موجود نہ ہوں۔ یہ احکام تمام انسانیت کے لئے ہیں' البتہ جو اس کے پابند ہو جائیں' وہ ایک قوم ہیں اور جو نہ ہوں دوسری قوم ہیں' رنگ' نسل' زبان' زمان' مکاں کسی تفریق کسی تقسیم یا تمیز کا باعث نہیں۔ آئینِ اسلام اپنی اصل میں وحدتِ ملت سے وحدتِ انسانیت تک کے آئینی سفر کی راہیں متعین کرتا ہے۔ اللہ کی حاکیت اور بندوں کی حاکیت کے علاوہ دینِ اسلام اور جمہوریت میں بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ جمہوری نظام میں قائمی اختلاف پر اتفاق ہوتا ہے اور دینِ اسلام میں یک رائے ہونے کے لئے یعنی متفق ہو جانے کے لئے اختلاف ہوتا ہے۔ صرف ذیلی اختلاف رحمت ہے' جو سچائی کی تلاش کرتے ہوئے یک رائے ہو جانے کے لئے ہو۔ دینِ اسلام میں عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی ممنوع ہے' جبکہ جمہوریت کا یہ بنیادی لازمہ ہے۔ دین اسلام میں مشاورت ہے' اور جمہوریت میں اختلافی بحث ہوتی ہے۔ دینِ اسلام کا سیاسی عمل فقر و غنا برپا کرتا ہے۔ جمہوریت کا بنیادی سرمایہ امارت و سرمایہ داری ہے۔ جمہوریت میں سربراہِ حکومت و مملکت مثل صدر و وزیرِ اعظم ہوتے ہیں۔ دینِ اسلام میں سربراہیٔ حکومت و مملکت کا کوئی تصور نہیں۔ اس کا نظام خلافت کا نظام ہے۔ خلیفہ حکم دینے والے حاکم یا حکومت کرنے والے حکمران کو نہیں کہتے۔ جو اپنے اصل حاکم کے احکام کا پابند' اس کی رضا سے راضی' شہریوں کو احکامِ الٰہی

Marfat.com

کا پابند کروا رہا ہو' اسے خلیفہ کہتے ہیں۔ دینِ اسلام میں کسی کے حاکم بن بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ حاکمیت و الٰہیت صرف اللہ تعالیٰ کو زیب ہے۔ دینِ اسلام کا بنیادی مقصد کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کی اس حاکمیت جو انسانوں نے مختلف طریقوں اور ذرائع سے اپنی استطاعت کے مطابق کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں غصب کرنے کے بعد اپنی حاکمیت قائم کر کے انہیں ملک و قوم کا لقب دے رکھا تھا' واپس حاصل کرنا اور تمام کرۂ ارض پر فقط اللہ ہی کی حاکمیت کو تسلیم کرنا اور کروانا ہے۔ دینِ اسلام مشاورت کے لئے شعوری بلوغت کو بنیاد بناتا ہے' جبکہ جمہوریت کا جملہ نظام فقط جنسی بالغ کو اہل الرائے تسلیم کر لینے پر مبنی ہے۔ جمہوری و خاندانی معاشرت اکٹھی نہیں رہ سکتی۔ جبکہ خاندان ریاستِ اسلام کا بنیادی یونٹ ہے۔ دینِ اسلام میں تقویٰ بنیادی شرط ہے' جبکہ جمہوری نظام میں یہ ایک غیر ضروری صفت ہے۔ جمہوریت میں اختیارات کو فوقیت حاصل ہے' جبکہ دینِ اسلام میں فرائض حقوق کا منبع ہیں۔ دینِ اسلام میں جنسی بے راہ روی آئینی طور پر ممنوع ہے' جبکہ جمہوریت بالآخر "سیکس فری" معاشرہ وجود میں لے آتی ہے۔ جمہوریت کا تمام تر عمل "کرسی" کا عمل ہے' جبکہ دینِ اسلام کا دنیوی عمل آخرت سے وابستہ ہے۔ جمہوریت کا نظام عارضی زندگی کے لئے ہے' اور دینِ اسلام کا ابدی زندگی کے لئے جمہوریت کی تمام تر کاروائی واقعاتی' حادثاتی' ہنگامی اور وقتی تقاضوں کی پابند ہے' جبکہ دینِ اسلام کا عمل دائمی بھی ہے اور لازوال بھی۔ صلوٰۃ اپنی اصل میں احکام الٰہی کے پابند ہو جانے کا اقرار و اعلان کرنے کا عمل ہے کہ "ایاک نعبد" یعنی ہم تیرے احکام کے پابند ہیں' اس کی اہل ہے۔ صلوٰۃ یعنی احکامِ الٰہی کا پابند ہو جانا ہی مومن کی معراج ہے' جنت کی کنجی ہے۔ احکامِ الٰہی کا پابند ہو جانا ہی انسانوں کو فحش اور منکر باتوں سے تنہا کرتا ہے۔ احکامِ الٰہی کا پابند ہو جانا ہی فلاحی ریاست قائم کرنے کا واحد طریقہ ہے۔ احکامِ الٰہی کا پابند ہوئے بغیر قیامِ صلوٰۃ کا مدعی ہونا ممکن ہی نہیں۔ جن افراد کو منصبِ خلافت میسر آ جائے' شہریوں کو احکامِ الٰہی کا پابند رکھنا ان پر فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آئین و قوانین و ضوابط سے مکمل آگاہی مسلمان پر فرض ہے۔ چنانچہ قرآن پڑھنا بھی فرض ہے اور سننا بھی۔ ہر مسلمان شہری پر فرض ہے کہ سال میں ایک مرتبہ آئین و قوانین و ضوابطِ حیات کی اس کتاب کو خود پر حاکم کی حضوری کی کیفیت وارد کر کے مکمل طور پر

Marfat.com

سنے۔ یہ بھی فرض ہے کہ اس آئین کے کسی نہ کسی ضمن کی تشریح ہفتہ میں ایک بار یعنی ہر جمعہ کے دن مؤدب ہو کر سنے' اور ہر روز پانچ بار اس کے بنیادی اصولوں کو اور مزید کسی نہ کسی ضمن کو لازماً دوہرائے۔ روز آدم سے لے کر آج تک دنیا کی کسی مملکت کا' کسی بادشاہ کا' کسی آمر' کسی ڈکٹیٹر کا' کسی پارلیمان وغیرہ کا یہ حسنِ انتظام نظر نہیں آئے گا کہ ہر شہری کو جیورسٹ بنایا جا رہا ہو' آئین و قوانین و ضوابط زبانی یاد کروائے جا رہے ہوں' روزانہ مطالعہ کروائے جا رہے ہیں۔ قرآن کے علاوہ اور کون سا آئین ہے جو لوگوں نے زبانی یاد کر رکھا ہے' کون سے دیوانی' فوجداری' معاشی و معاشرتی قوانین و ضوابط ہیں' جو لوگوں کو حفظ ہیں' کون سا آئین اور کون سی کتابِ قوانین ہے' جس کا قرآن کی طرح احترام کیا جا رہا ہو۔ اسے بوسے دیئے جا رہے ہوں' آنکھوں سے لگایا جا رہا ہو' سینے پر لہرایا جا رہا ہو' اس کی طرف پیٹھ نہ کی جا رہی ہو' اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے جا رہے ہوں' اس کو چھونے سے پہلے پاک ہونے کا یقین کیا جا رہا ہو۔ ان تمام فوقیتوں کے باوجود ہماری اس کوتاہی نے سارا کھیل بگاڑ رکھا ہے' کہ ہم اس کا مطالعہ اسے آئین و قانون و دستاویز ضوابطِ حیات جان کر نہیں کرتے۔ اس ضابطۂ حیات کو ہم نے اپنی حیات پر نافذ ہی نہیں کیا۔ ہم بھول گئے ہیں کہ یہ اگر ریاستی سطح پر نافذ نہ ہو' تو کسی اور نظام میں اس پر مکمل عمل ممکن ہی نہیں۔ یہ آزاد بندوں کا آئین ہے۔ انسانوں کے محکوم انسانوں کا نہیں' ہم اسے پڑھتے تو ہیں مگر ایک درسی کتاب کی طرح' اس کے تبرک کو مانتے تو ہیں' مگر اس کے تبرکات سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ فراموش کئے ہوئے ہیں کہ یہ آسان واضح کتاب ہماری زندگیوں کو آسان بناتی ہے "غیر ذی عوج" ہے۔ لاریب ہے' کائنات کے بابِ سوالات کا بابِ جوابات ہے۔ اس میں جملہ حقائق کائنات و ماورائے کائنات مخفی و غیر مخفی مندرج ہیں۔ دنیائے علم و دانش میں یہ کسی اور کتاب کی محتاج نہیں۔ یہ اسبابِ کائنات کی وجوہات سے بھی آگاہ کرتی ہے' جوازات سے بھی اور نتائج سے بھی۔ تحریکِ پاکستان کے صحیح مقاصد سے بار آور نہ ہونے اور تحریکِ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے ناکام ہونے کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ ان کے محرکین و وارثین اسلام کے آئین و قوانین و ضوابطِ حیات کا کماحقہٗ احاطہ نہ کر سکے' اور ذہن و قلب کے تضاد نے ان کی سیاست کا شعور چھین لیا۔ کبھی مغربی

Marfat.com

جمہوریت کا نفاذ کر کے، اسلام کی اشک شوئی کے لئے اسلامی مشاورتی کونسل قائم کر دی، کبھی دینِ اسلام کے خلاف قوانین سازی نہ کرنے کی نیم بازی کا سہارا لیا گیا، کبھی اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے عرصہ مقرر کر کے اپنے اقتدار کی عمر بڑھا لی، کبھی اہم استثناؤں کے ساتھ کچھ غیر دور رس اور عام اختیارات شرعی عدالتوں کو شرح کا محتاج کر کے دے دیئے، نہ کبھی دوغلا پن سے گریز کیا، نہ کبھی فکری یک سوئی کے لئے راہ ہموار کی۔ کبھی تفرقات کو ہوا دے کر جان بچالی، کبھی لا الہٰ الا اللہ پڑھ کر اپنے ہاتھ چوم لئے۔ اب جبکہ جمہوریت اپنے گل کھلا چکی، وحشت نے شرافت کو زیر کر لیا، فکر کے علاوہ روزگار بھی گیا، زندگی غیر محفوظ بھی ہو گئی اور اجیرن بھی۔ ڈاکے، راہزنی، تاوان، اغواء، اجتماعی بدکاریاں، قومی بدحواسیاں عام ہو گئیں۔ انتخابات پر سرمایہ مسلط ہو گیا، نمائندے فروخت ہونے لگے، وفاداریاں خریدی جانے لگیں، تو دینی جماعتوں کی بالادستی شریعت کی فکر لاحق ہوئی۔ آئینِ اسلام کے نفاذ کی پھر بھی نہیں یہ فکر بھی یوں لاحق ہوئی ہے، جیسے کسی خطرناک قریب المرگ دائمی مریض کا ایمرجنسی وارڈ میں زیرِ نگہداشت رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ نامعلوم، قیامِ تادمِ صحت ہو، کہ تادمِ مرگ، وہ دینی جماعتیں یا اہلِ دین جو اس شریعت ایکٹ کے نفاذ پر خاموش رہے، جسے بالآخر فیڈرل شریعت کورٹ نے خلافِ شرعِ اسلام قرار دے دیا، جس کی شرع پر شرح نافذ کر دی گئی، جس کی فکری سازش پر بیت المال کی چھتری کھول دی گئی۔ ان سے درخواست ہے کہ کوئی مزید کاروائی کرنے سے پہلے خلافت سے ملوکیت سے، جمہوریت سے، اشتراکیت کی تاریخ کے خم و پیچ سے آگاہی حاصل کر لیں اور اندازہ کر لیں کہ کیونکہ دینِ اسلام کے اللہ کی حاکمیت کے ازلی و فطری نظام کو بتدریج مسلسل سازشوں سے پھر انسانوں اور وہ بھی منکر انسانوں کی حاکمیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسلامی تعلیمات کی وجہ سے انسانوں کو خود شناس و خود نگر ہوتے دیکھ کر کس ہوشیاری سے سرمایہ کار حاکمیت پر اپنی اجارہ داری قائم رکھے ہوئے ہیں، یوں کہ یہ احساس تک نہ ہو سکے کہ انسانوں کی حاکیت کا قیام اللہ کی حاکمیت غصب کرنے کا عمل ہے۔ خلیفہ باغی ہو کر بادشاہ بن بیٹھا ہے، اور عوام کی حاکمیت کے بینر لگوا رہا ہے۔ نہ یہ احساس ہو کہ مروجہ جمہوری نظام عہدہ طلبوں اور عہدوں کے لئے مہم جو افراد کی حاکمیت مسلط کرتا ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق

Marfat.com

عہدہ طلب خائن ہوتے ہیں' اگر عہدوں کے حصول کے لئے فساد برپا کرنا غلط عمل ہے' تو پھر اس نظام میں خائن اور فساد برپا کرنے والوں کی حاکیت قائم ہوتی ہے' اور خود غرضی کا فکری و عملی دائمی اختلاف استحکام حاصل کرلیتا ہے' اگر صدق دلی سے بے غرض و غور و فکر میسر ہو' تو انسانوں کا قانون ساز ہونا نہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی نفی ہے' بلکہ قرآن کو غیر مکمل ضابطۂ حیات قرار دینے کے مترادف ہے۔ قانون دراصل حاکم کی مرضی کے اطلاق کا ذریعہ ہوتا ہے۔ حاکم اپنی حاکمیت کے تحفظ کے پیشِ نظر جس قسم کے انسان ڈھالنا چاہتا ہے' اسی طرح کے قوانین وضع کرلیتا ہے۔ جن قوانین کو مفادِ عامہ کے قوانین بیان کیا جاتا ہے' وہ دراصل حاکمِ وقت کی الہٰیت کی زکوٰۃ ہوتے ہیں' چنانچہ انسان قانون سازی میں اتنا خود غرض ہے' کہ انسانی قانون سازی کے مکاتبِ فکر میں تاریخ نے آج تک امر بالمعروف نہیں دیکھا۔ سارا نظامِ قانون نہی عن المنکر کا آئینہ دار ہے۔ دینِ اسلام وہ واحد مکتبۂ فکر ہے جو امر بالمعروف کو عمّال پر فرض قرار دیتا ہے۔ واضح کرتا ہے کہ معروف کیا ہے' اور منکر کیا۔ پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ انسانوں کی حاکمیت بھی رہے اور انسان توحید پرست بھی رہیں۔ نافرمانوں کے فقط رکوع و سجود کو عبادت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر یہ درست ہے کہ قرآن ان کو ہدایت کرتا ہے' جو علاوہ متقی ہونے کے مخفی حقائق پر ایمان لانے والے' احکامِ الٰہی کے پابند یعنی قیامِ صلوٰۃ کرنے والے اللہ کو فقط حاکم ہی نہیں اپنے کردار و اعمال کا منصف بھی ماننے والے اور جو انہیں رزق دیا گیا' اس کا انفاق کرنے والے ہوں' تو پھر کون سی آیت کی رو سے مغربی جمہوریت کا نظام حاکمیت سرمایہ داروں' انسانوں کا صحیح راہنما قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے نام لیوا اگر جمہوریت کے محافظ بن جائیں' تو تاریخ کس کی کج فہمی کا ماتم کرے' اگر دینِ اسلام کی سیاست پر واقعی لا تفرقوا کی قدغن ہے' تو پھر اقتدار کے حصول کے لئے سیاسی پارٹیاں بنا کرامت کو مختلف فکری گروہوں اور اقتداری رقابتوں میں تقسیم کرنے کا کیا جواز ہے۔ جمہوریت تفریق و تقسیم و اختلافِ دائمی کے بغیر قائم ہی نہیں ہوسکتی۔ پھر دونوں کا اتحاد و اشتراک یا اتحاد کس طرح جائز یا مفید ہے۔ آج کے مسلکی اختلافات ملوکیت کی دین ہیں۔ غرض مند کا دیوانہ ہونا تو ضرب المثل ہے۔ اس کا دانشمند ہونا کون سے نفسیات کے مکتبۂ فکر کی دریافت ہے۔ انسانوں کا قانون ساز ہونا اس لئے بھی ناواجب ہے' کہ ان کی قانون سازی میں ان

Marfat.com

کی اغراض پنہاں ہوتی ہیں۔ صمدیت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے' کہ اس کی قانون سازی میں سو فیصد خلقت کا مفاد ہوتا ہے۔ نظامِ جمہوریت میں نہ تو رائے دہندگان کا اہلِ رائے ہونا ضروری ہے' نہ منتخب ہونے والوں کا مشورہ' صرف اپنے سے زیادہ دانشوروں' تجربہ کاروں اور دُوربینوں سے کیا جاتا ہے۔ مشاورت کے لئے اگر وہ لوگ منتخب کر لئے جائیں جن کو مشورہ طلب امور کا کوئی تجربہ یا سلیقہ ہی نہیں' تو نتیجہ کیا ہو گا۔ دورانِ مشورہ بھی اختلاف کو ختم کر کے یک رائے ہونے کے جو اصولِ دین اسلام نے وضع کئے ہیں' وہ زریں بھی ہیں اور شمعِ راہِ سیاست بھی۔ قانون کے متعلق ڈاکٹر سے اور بیماری سے متعلق وکیل سے مشورہ کا حاصل کیا ہو گا۔ تعلیم کی پالیسی اگر عدم تعلیم یافتہ لوگ بنائیں' یا پالیسی بھی انتظامیہ کے افسروں نے ہی وضع کر کے دینا ہو تو پھر پارلیمان پر کروڑوں بلکہ اربوں کی کثیر رقوم ضائع کرنے سے کیا حاصل۔ آخر اس فریبِ رنگ و بو کو ہم کب تک گلستان سمجھتے رہیں گے۔ کب تک قفس کو آشیاں گردانتے رہیں گے' کب تک دیوِ استبداد کو آزادی کی نیلم پری جان کر اس کے عشق میں مبتلا رہیں گے۔ ہمیں کب سمجھ میں آئے گا کہ سروری فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو زیبا ہے۔ فقط اک وہی حکمران ہے' باقی سب بتانِ آذری ہیں۔ ہمیں کب احساس ہو گا کہ نظامِ جمہوریت دین کو سیاست سے جدا کرنے کا چنگیزی نظام ہے' اس کا چہرہ روشن ہے' مگر اندرون تاریک ترین ہے۔ کب تک ہم اس گمان میں رہیں گے مغزِ دو صد خر میں فکرِ انسان بھی آ سکتی ہے۔ کب یہ حقیقت آشکار ہو گی' کہ اس نظام کی دین فقط پختہ کار غلام ہے۔ ہمیں کب معلوم ہو گا کہ جو قومیں اپنے مفکر کی فکر کی نفی کریں' اپنے اعتقاد کو منفیات کے سپرد کر دیں' ان کا انجام کبھی بخیر نہیں ہوتا۔ اگر دینی جماعتوں کا اجتماع قومی فکر و عمل کو صحیح راہ پر ڈال سکے تو شاید نجات مل جائے' مگر یورپ کے شکر پارہ فروش بڑے عیار ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی طبیعت طفلانہ چلی آ رہی ہے' بلکہ اب تو ہر دو طرف طفلی کھل کھیل رہی ہے۔

یکم جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

دو قومی ناکردہ کاروں کی صلح جوئی کے متعلق مختلف اخباری کالموں میں متضاد خبروں نے بے خبر عوام کو جس گومگو کی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے اس کے نتائج بھی دیدنی ہوں گے۔ ایک طرف برالزامِ نااہلی برطرف شدہ سابقہ وزیرِ اعظم ہیں اور دوسری طرف اسلامی بلاک' نفاذِ شریعت اور نظریۂ پاکستان کے مصنوعی مقابر کے امریکی مجاور' برروشِ حکومت' وہ نجکار وزیرِ اعظم ہیں جن کی برطرفی کا مطالبہ متعدد سیاسی اتحادوں کا تکیۂ کلام ہے۔ دو ناکاموں میں اگر صلح ہو بھی گئی تو زیادہ سے زیادہ ایک کے سرپر تاج ڈولتا رہے گا اور ایک کا سرتاج لوٹ آئے گا۔ اپنے خوش فہم عوام جن کا مقدر ہی یہ ہے کہ سیاست کاروں کی جمع ان کی تفریق کا باعث ہوتی ہے۔ کبھی باورچی خانوں کے خلاؤں میں آبدیدہ ہوں گے کبھی دستر خوانوں پر فاتحہ خواں ہوں گے۔ بیروزگاری جو آجکل ٹیکسیوں میں پیلی پڑ رہی ہے قرضوں کی قلی بنی' نئے پلیٹ فارموں پر ضبط شدہ گاڑیوں کے نمبربازوں پر لگائے سیاسی سرمایہ داروں کا سامان اٹھائے گنگنا رہی ہو گی کہ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔ سرکاری بینک چلا رہے ہوں گے ہمیں بھی "پرائیوٹائز" کرو۔ ورنہ ہم اے نجکارو! کنگلائے جائیں گے اور غیر سرکاری بینکار آئندہ کے لئے اپنا اپنا منشور بیان کر رہے ہوں گے۔ اب وہ پہلے کا سا رواج تو رہا نہیں کہ معاملات تہ کرنے کے لئے کمیشن بٹھائے جائیں۔ اب تو کمیشن طے کرنے کا دور ہے۔ لہٰذا پاکستان کو نجی ملکیت بنا دینے کا موجودہ عمل کامیابی سے اپنی منزلیں طے کرتا چلا جائے گا اور عوام کی نجی زندگی آخرت کو آوازے دینے لگے گی کہ اپنے لئے تیرے پاس جہنم ہی سہی مگر مزید جینا ہمیں منظور نہیں۔ دین ولادینی گروہوں کے مختلف اتحاد جس انداز سے سیاست کے بخیے ادھیڑ رہے ہیں' اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مزید جوئیں جمع کرنے کے لئے سیاست کے

Marfat.com

جسم پر کوئی لباس نہیں رہے گا اور تمام سیاسی حشرات سیاست کی چوٹی میں پناہ گزین ہو جائیں گے تاکہ جنابِ صدر جب چاہیں ٹُھیا پکڑ ایوانِ اقتدار سے یوں نکال دیں کہ کوئی پُرسانِ حال تک بھی نہ ہو۔ مزاجِ صدر اگر ٹھکانے بدلتا نہ رہا تو جسے چاہے گا ٹھکانے لگا دے گا۔ کبھی دین کی چادر اوڑھ کر، کبھی لادینی کے پاؤں پھیلا کر، رہے سر جوڑ کر آٹھویں ترمیم ختم کرنے کے کچے پکے ارادے، جو صدر کی "تھو" کے منتظر ہیں۔ بظاہر تو بار آور ہوتے نظر نہیں آتے لیکن آئین کو مکمل طور پر لادین بنانے کے لئے اس سے بہتر نسخہ شاید ہی ہو اور ہو بھی تو فقط وزارتِ مذہبی امور کے ہاں ہو گا جس نے شناختی کارڈ میں خانے کے اضافے کی مخلصانہ کوشش میں اپنا "اپر چیمبر" خالی کرا لیا ہے تاکہ آئندہ کی متحدہ سیاست کو کرایہ پر دیا جا سکے۔ جس معاشرہ کے عالمانِ دین بعض اضطراری کیفیتوں میں رشوت دینے کو بھی دوزخ کی آگ پھانکنے کو جائز قرار دے کر راشی اور مرتشی کے متعلق واضح فرمودات کو ترمیم طلب قرار دے رہے ہوں، گویا قاتل کو رشوت دے کر جان بچا لینے کی ترغیب دے رہے ہوں، حکومت کی طرف سے سزائے موت کے احکام کو رشوت کے تابع کر رہے ہوں، یہ نہ بتا رہے ہوں کہ رشوت لینے والے پر اگر اضطراری کیفیت طاری ہو جائے تو رشوت خور پر رشوت جائز ہوتی ہے یا نہیں، یہ نہ جان پا رہے ہوں کہ استثنا اور بہانے میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اس معاشرہ کی تربیت کا خدا تو حافظ نہیں ہو گا کوئی اور ہو تو ہو، خود نہ بدلنے اور قرآن و سنت کو بدل دینے کی اور بھی بہت سی کارکردگیاں اس زمانہ میں آسان ہو چکی ہیں مگر فی الحال ان سے ذکر سے گریز ہی بہتر ہے۔

ایک اور نئی طرح لگائی گئی ہے کہ ہیروئن نوشی سے امتناع کے لئے شراب نوشی کی اجازت ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ! کیا تقلیدِ قرآن ہے، کیا نفاذِ شریعت ہے، کیا اندازِ فکر ہے، کیا اندازِ مسیحائی ہے، کیا داروئے امراضِ معاشرہ ہے۔ کل کلاں یہ دلیل لائی جائے گی کہ بہشت کی شراب بھی تو آخر شراب ہے لہٰذا دنیا کو بہشت بنانے کے لئے شراب کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ دین کے یہ منتخب مفتے جو نفاذِ اسلام کے لئے منتخب ہوئے اگر شرحِ دین یونہی فتواتے رہے تو پھر دین کے بھی خدا کے سوا کسی اور حافظ کی سرکاری خرچ پر تعیناتی "میرٹ" کی بنا پر کرنا ہو گی یا پھر اس آسامی کو بھی وزیرِاعظم کے کوٹے میں مختص کر دیا جائے گا کہ جو آن کے ان کی چٹ لے جایا کرے گا مفتیِ اعظم مقرر ہو جایا کرے گا۔

Marfat.com

صوبائی مفتی کی تقرری تو اس سے بھی آسان ہو گی۔ جمعہ کے روز میاں چنوں گئے' ہفتہ کے دن مفتی کہلانے اور یوم سبت منانے لگے' ملک کا مفتی اعظم ہو گا' صوبہ کا مفتی اعلیٰ اور دین کا اللہ ہی اللہ خیر سلا۔ دلیل لائی جا سکتی ہے کہ اضطراری کیفیت میں دیگر حرام حلال ہو سکتے ہیں اور دین ذبح نہیں ہوتا تو جان بچانے کے لئے رشوت اور جان لیوا سے بچ جانے کے لئے شراب کیوں حلال قرار نہیں دی جا سکتی اگر سیاست کے لئے شرک کیا جا سکتا ہے' معیشت کو بچانے کے لئے سود حلال ہو سکتا ہے' اقتدار کے لئے عہدہ طلبی' مہم جوئی اور فساد فی الارض عام کیا جا سکتا ہے تو پھر تھوڑی سی پینے میں کیا قباحت ہے۔ زمانہ چونکہ حرام کے متبادل کی تلاش کا ہے اور دین داری کے بڑے بڑے دعویدار سود کا متبادل نظام پیش کرنے میں پیش پیش ہیں تو پھر تھوڑی سی پی لینے پر ہنگامہ کیوں برپا کیا جائے۔ اگر دینِ اسلام اور جمہوریت یعنی اللہ اور بندوں کی حاکمیت کی ملاوٹ جائز ہے تو پھر خالص شراب پر پابندی چاہے رہے اللہ کا بنایا ہوا صاف شفاف پانی ملا کر پینے میں تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ عربی میں شراب تو ہر پینے والی چیز کو کہتے ہیں خمر حرام قرار دیا گیا وہ تو خمر ہے' شراب تو نہیں۔ کیا عجیب زمانہ آگیا ہے کہ نام نہاد دانشوروں نے شراب پر پابندی کے نقصانات بیان کرنا شروع کر دیئے ہیں اور وہ پابندی ایک مے خوار لگا گیا تھا' دینداری کو نقصان وہ نظر آنے لگی ہے۔ شرکت میانۂ حق و باطل کے اس دور میں یہ سبھی کچھ ہونا ہی تھا' معاشرتی انسان اپنی جنس تک سے بیزار ہونے لگے۔ عورتیں مردوں کے اور مرد عورتوں کے انداز اپنانے لگیں تو یہ طرزِ فکر و عمل عود کر ہی آیا کرتی ہے۔ یہ سبھی کچھ ہمارے آئینی و قانون تضادات کا کیا دھرا ہے ہمارے مروجہ آئینی نظام نے ہم سے یکسوئی چھین لی ہے۔ اغیار پر منحصر ہماری آزادی نے فقط مادر پدر آزادی کی آبیاری کی ہے۔ انگریز ساختہ قوانین اور مکتبہ افکارِ افرنگ کے آئین کی حاکمیت نے ہمارے نظریات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہم دورِ یزید کے وظیفہ خوار حسینی ہیں۔ ہم اس طرح کے توہمات میں گرفتار ہیں کہ آئینِ اکبری مجددِ الفِ ثانی نے تحریر کیا تھا۔ نوحۂ حسین کے اولین مصنف یزید کے اہلِ خانہ تھے' موسیٰ کو عصا فرعون نے بنوا کر دی تھی' یعقوب کی بینائی یوسف نے چھین لی تھی' عیسیٰ کی مسیحائی انہیں مصلوب کرنے والوں کی عطا کردہ تھی' زلیخا کو خود یوسف نے راغب کیا تھا' سہیلیوں نے

یب نہیں بینگن کاٹتے ہوئے اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں' اسماعیل اور ابراہیم نے اپنی رہائش کے لئے گھر بنایا تھا جس پر حکومت کے قبضہ گروپ نے قبضہ کر کے اسے اللہ کا گھر مشہور کر دیا تھا۔ ہم نے حقائق کو بنیاد پرستی کی طعن پہنا دی ہے اور فکری سازشوں اور تہمات کو اپنا دین قرار دے لیا ہے۔ ہم نے اپنی بے شعوری کی بناء پر ۱۹۷۰ء میں نظریاتی پاکستان میں افکارِ اسلام اور سوشلزم کی نہیں ان کے تفکرات کی جنگ چھیڑ کر پولنگ بوتھ پر اسلام کو شکست دلوا دی۔ نظریۂ پاکستان کی اس شکست کے بعد کوئی بھی سقوطِ مشرقی پاکستان کو روک نہ سکا۔ اب ہم اس نظریہ کو نابود کر کے اسلام اور جمہوریت کے اشتراک کے ذریعہ باقی ماندہ پاکستان کو داستان ماضی بنانے پر تلے بیٹھے ہیں اور شور مچا رہے ہیں' ہوئے بے نظیر اور نواز شریف کی صلح ہو جانا چاہئے۔ بے چاری بے نظیر کے باپ نے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کیا تھا حالانکہ پاکستان کو ۱۹۶۲ء کے آئین نے تڑوایا تھا۔ اس وقت کی سیاست کو ہوش نہ آئی کہ "ون یونٹ" کے بہانے دو یونٹ بنائے جا رہے ہیں جو بالآخر متصادم ہوں گے۔ ایوب خان کے عیوب میں سب سے بڑا عیب اسلام کو ماڈرن سائنٹفک بنانے کے بہانے پاکستان کو لادین بنانا تھا۔ ایوب خان کی فیملی کورٹس اور آج کی شرعی عدالتوں میں جو نسبتی رشتہ ہے' وہ ماضی کے زکوٰۃ فنڈ اور حال کے بیت المال نے ہمارے دینی دانشوروں کی سمجھ میں نہیں آنے دیا۔ ایوب خاں کے فیملی لاز کو شرعی عدالتوں کے دائرۂ اختیار سے باہر رکھنا اور شرح کو منشیات کے تابع کرنے کے علاوہ مروجہ معاشی نظام کو شریعت کی بالادستی سے محفوظ کرنا مختلف مکاتبِ فکر کی کاروائیاں نہیں ہیں اور اپوزیشن اور حکومت کی صلح صفائی کی باتوں میں ان برتنوں کو دھونا کہیں تجویز نہیں ہے' جن میں ڈالے ہوئے دین کو لادینوں نے سامانِ ضیافت بنا رکھا ہے۔ یہ صلح قومی نہیں ذاتی مسائل کے لاینحل حل کے لئے تجویز کی جا رہی ہے یا تو ایک شریکِ صلح کی طرف سے صدر کو مدہوش کر کے اسمبلیوں کو برخاست کروانے کا ایک حربہ ہے یا پھر بل کلنٹن کی بل میں پناہ لینے والوں کی کاروائی ہے۔ وزیرِاعظم نے اپنے خط میں دیگر مسائل کو پسِ پشت ڈال کر بابری مسجد کا ذکر اس انداز میں کیا ہے جیسے بابر ہمایوں کی بیماری لے رہا ہو اور دعاگو ہو کہ یہ بات ہماری جان تک نہ بڑھے۔ مانا کہ صلح کے دروازے کھلے ہیں مگر یہ صلح دروازے کھلے رکھ کر ہی ہونا چاہیے تاکہ عوام پر واضح ہو کہ دونوں میں کس نے اپنی غلطی تسلیم کی اور کس

Marfat.com

نے کیا قبول کیا۔ ذاتی مسائل پر کتنی لے دے ہوئی اور قومی مسائل کا حل تجویز ہوا۔ لوٹا
ہوا سرمایہ واپس ہوا۔ ان الزامات کا جو حکومت کے خلاف پیش کردہ ریفرنس میں لگائے
گئے کیا تسلی بخش جواب ملا۔ کس نے کس کے کتنے گناہ معاف کئے۔ کتنوں سے درگزر کا
وعدہ ہوا' کتنی خدائی خدا کے نام رہی' کتنی اپنے نام منتقل کروالی گئی۔ یقین دہانی کے لئے
کلمہ پڑھتے ہوئے کتنی دفعہ لامخفی رہا اور کتنی بار الابڑبڑا کر پڑھا گیا۔ کیا طے ہوا' دینِ اسلام
کے خلاف قانون سازی نہیں ہوگی' دینِ اسلام کے مطابق قانون سازی ہوگی یا فقط اللہ
ہی کے قانون ہوں گے۔ کوئی فہرست معروف و نہی کی بھی تیار ہوئی یا نہیں۔ کیا طے پایا
گھر گھر انصاف پہنچے گا یا عدالتیں کبھی عالیہ کہلا کر' کبھی عظمیٰ' کبھی شرعی' کبھی وفاقی' کبھی
صوبائی' کبھی خاص' کبھی فوری' کبھی انسدادی' کبھی دیوانی' کبھی فیملی' کبھی فوجداری' کبھی
کسٹمز' کبھی ایکسائز' کبھی ڈرگ' کبھی قضا کے لئے' کبھی یدیٰ کے لئے' کہیں قسم ہائے
کے ٹربیونل بن کر' کبھی نہ سمجھ میں آنے والے نام رکھوا کر کتنی مزید اقسام تجویز ہوئیں
کم از کم اتنی تو ہونا چاہیں جتنی دینی اور سیاسی جماعتیں ہیں کہ کہیں عدل سیاست سے مار
نہ کھا جائے۔ کاش یہ شعور بھی بیدار ہو تاکہ خدا کی رضا نافذ ہو تو ایک ہی عدالت کافی
ہوتی ہے اور فکری توحید میسر نہ ہو تو اعمال منتشر ہو کر نت نئی عدالتوں کے طالب
جاتے ہیں۔ جس معاشرہ میں عادلوں کے ساتھ بھی عدل نہ ہو رہا ہو۔ بجائے انصاف گھر
گھر پہنچنے کے عادل دربدر ہو رہے ہوں' بے چارے اولاد کی تربیت اور نگہداشت کے
بھی اہل نہ رہ گئے ہوں وہاں معاشرہ کی تربیت و نگہداشت کا کیا ہو گا؟ اس پر بھی کچھ غور
ہوا کہ نہیں' ترقیاتی ادارے جس تنزل کا باعث ہوئے ہیں' اس کا بھی کچھ ذکر آیا یا بات
موسم کی خرابیوں پر ہی ختم ہو گئی۔ نظامِ کائنات پر ہی شکوے ہوتے رہے یا خود احتسابی
کوئی بات بھی ہوئی۔ فریقین ایک دوسرے کی فائلیں ہی نکلواتے رہے یا تھوڑا بہت
بھی ہوا' اپنی ذات کے نمائندے ہی بنے رہے یا قومی نمائندے ہونا بھی یاد آیا' بات
اشربُوا تک ہی رہی یا لاتقربُوا پر بھی غور ہوا۔ آرڈیننس کے دمِ واپسیں کا ہی تذکرہ
صباحت کو مشاورت کے سلیقے سکھانے پر بھی غور ہوا۔ ہاتھ ملائے گئے کہ ہاتھ دکھا
گئے' آنکھیں چار ہوئیں یا دونوں کی دونوں ماتھے پر جا لگیں' کوئل کوکی کہ طوطا بولا' کہ
ماتحت آج کا حاکم یا باپ کا ملازم' اولاد کا آقا بن بیٹھے تو حواس مشکل سے ہی ٹھکانے رہ

Marfat.com

ہیں۔ آخر طاغوتی انا بھی کوئی چیز ہے۔ خودی کی پرواز بلند ہو یا نہ ہو اس گدھ نے تو اونچا اڑنا ہی ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ یہ جھپٹ پڑے کہ دروازہ کھلا ہے۔ خدا کرے کہ یہ ملاقات اگر ہو تو تضادات کا شکار نہ ہو۔ ذاتیات سے بالاتر رہے اور طے پا جائے کہ تمام ایسے افراد کے گروہوں اور پارٹیوں پر پابندی لگا دی جائے جو قیامِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے خلاف تھے' تمام ایسے دین داروں کو سیاست سے علیحدہ کر دیا جائے جنہوں نے جعل سازی سے دینی درسگاہوں کے لئے زکوٰۃ اور دیگر وظائف حاصل کئے یا مساجد کو انڈسٹری بنا کر رکھ دیا۔ دین کی تجارت روا رکھی' تمام فرقہ بندوں اور تفریق کاروں کی کارکردگی پر پابندی لگا دی جائے۔ تجارت میں منافع کی حد مقرر کی جائے۔ صنعتوں کی من مانی کو معقولیت کی حد میں رکھا جائے۔ صنعت کاری کو فضائی آلودگی کا باعث نہ بننے دیا جائے' ملک کی زرعی معیشت کو بحال رکھا جائے' ایجادات کو ضرورتوں کی ماں بنانے کی بجائے ضرورت کو ایجاد کی ماں بنایا جائے' نظامِ فطرت سے کسی بھی طرح ٹکرائے جانے کو عمل نہیں قرار دیا جائے۔ انتظام کیا جائے کہ انسان مشینی نہ بنے فطری بنے' قومی اقدار کو استوار کیا جائے' فطرت سے ہم آہنگی کار معروف کا معیار ہو۔ دوستیاں مضبوط اور رشتے استوار رہیں۔ ضرورت اپوزیشن کو نہیں' معاشرتی حالات کو نوازنے کی ہے۔ حسنِ انتظام کے بے نظیر ہونے کی ہے' لانگ مارچ ہی کرنا ہے تو ان راہوں پر ہو۔ ملاقات اگر ہو تو نہ سرراہ ملاقات کی سی ہو نہ گلیوں میں آمنے سامنے لڑائی کی سی۔ ایسا نہ ہو کہ کل کلاں تاریخ میں یہ تحریر ہو کہ ۱۹۹۳ء کے پاکستانیوں کو ان سے وفا کی امید ہوئی جو جانتے ہی نہ تھے کہ وفا کیا ہے۔ ریفرینس واپس ہونا چاہئے' زرداری کا "پی گھر آئے" ہونا چاہئے۔ یہ وہ معمول کے واقعات ہیں جو ملاقات سے پہلے ہی وقوع پذیر ہو جانا چاہیں۔ دریا دلی وسعتِ نظر حکمرانوں کے اوصاف نہیں ہوں گے تو رعایا کا کیا ہو گا' گاؤں گاؤں دلاسے بانٹتے ہوئے وزیراعظم اگر وسعتِ قلب کو اس گھر تک بھی پھیلا دیں گے تو امید واثق ہے' صدر صاحب بھی ناراض نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر فریقِ ثانی بھی اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا اعتراف کر کے اظہارِ پشیمانی کریں تو متعدد پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور یہ رویہ ان کے بڑے پن کا ثبوت بھی ہو گا۔ دشمن ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے' صرف دوست بڑے ہوتے ہیں۔ ہم فقیروں کی تو طرفین سے گزارش ہے کہ قیامِ پاکستان کے مخالفوں کی بھائی

Marfat.com

ہوئی راہوں پر نہ چلیں ایک مسلم لیگ کو پارٹی ہونے سے بچائے تو دوسرا پیپلز پارٹی کو عامی ہونے سے' جیالا جی والے کو کہتے ہیں' اسے نہیں جسے جی کہنے کی توفیق و تمیز ہی نہ ہو۔ کارکن ہو کے کام بگاڑنے والے کا لقب نہیں ہوتا نہ بے کار کے لوگوں کا۔ فکر کے بغیر سیاست سے بہتر ہے کہ جانوروں کی نمائش کا کوئی کاروبار شروع کر لیا جائے۔ نامور ہو گئے تو سرکس بنا لیا' نہیں تو چھوٹے بڑے چڑیا گھر پر گزارہ کر لیا کہ آؤ نو من کی دھوبن دیکھو' بغیر دھڑ کے آدمی دیکھو' سینگھوں والا گدھا دیکھو' بغیر سونڈ کے ہاتھی اور تین دُموں والی گائے' اس کے باپ نے مارشل لا لگایا تھا اس لئے یہ سیاست دان ہے' اس کا خاوند وزیر اعظم تھا۔ اس لئے یہ سیاست دان ہے۔ یہ ایک سابقہ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کا منہ بولا ہے اس لئے سیاست دان ہے۔ یہ اس لئے سیاست دان ہے کہ اچھا ہواباز تھا' یہ لڑاکا جرنیل تھا اس لئے سیاست دان ہے' اس کے والد صاحب نواب تھے یہ واپڈا میں رہا ہے اس لئے سیاست دان ہے' یہ سیاست دان صنعت کار ہے یہ مشغلاً" سیاست دان ہے' ویسے بہت بڑی گدی کا سجادہ نشین ہے اس کے مریدوں کی تعداد نے اسے سیاست دان بنا دیا ہے۔ یہ تجوری میڈ سیاست دان ہے اگرچہ سکول سے بھاگا تھا مگر سیاست دان ہے۔ اس کے بڑے مر گئے تو دریافت ہوا کہ یہ تو سیاست دان ہے اسے اور کوئی کام نہیں' اس لیے سیاست دان ہے۔ ہم نے کیا کچھ لکھ مارا' کیا خبر ملاقات ہو کہ نہ ہی ہو اور اگر ہو بھی تو فقط اس عنوان سے ہو کہ چپ چپ کھڑے ہو ضرور کوئی بات ہے۔

۶ جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"تھا برا ہیم پدر اور پسر آزر ہیں"

بابری مسجد کے انتہا پسند ہندو بت پرستوں کے ابوجہل جہنمی ہاتھوں منہدم ہو جانے کے بعد یہ کوئی سربستہ راز نہیں رہا کہ دنیائے اسلام یہود نواز درندہ صفت سپر گوسفندوں کے عیار ارادوں کی گرفت میں انہدام پذیر ہے۔ نیز یہ کہ ان کے نزدیک صرف بنیاد پرست مسلمان ہونا ناپسندیدہ ہے۔ ہندو بنیاد پرست ہو تو کوئی اعتراض نہیں بلکہ کیتھولک پوپ بنیاد پرست ہو تو اس کی پرستش بھی جائز ہے۔ بابری مسجد کا مسمار کیا جانا فقط موجودہ حکومت کی کمزور خارجہ پالیسی کے باعث نہیں ہے' اس کی تاریخ اگر بہت پرانی نہیں تو طویل ضرور ہے۔ یہ مسجد نہ صرف گزشتہ کئی سالوں سے متنازعہ تھی بلکہ غیر آباد بھی تھی۔ اس سے بھی پہلے ہندوستان کی ایک ریاست جوناگڑھ تھی جس کے مسلمان راجا کا اس ریاست کو پاکستان میں شامل کرنا نہ صرف ناممکن بنادیا گیا بلکہ ۱۹۴۷ء کے آزادیٔ ہندوستان کے ایکٹ اور تمام تر طے شدہ بین الاقوامی اصولوں کی بھی خلاف ورزی کی گئی اور ریاست کو غیر قانونی' غیر آئینی طور پر ہندوستان میں شامل کر لیا گیا۔ اس وقت کی پاکستانی حکومت نے اس کا جس طرح نیم دلانہ نوٹس لیا وہ قومی بے حمیتی کا واضح ثبوت ہے۔ یہ مسئلہ اگر طاقت سے حل نہیں بھی ہو سکتا تو بین الاقوامی سطح پر کامیابی سے اٹھایا جا سکتا تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ ریاست حیدر آباد کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بھی تاریخ سے مخفی نہیں۔ اب ان حالات و واقعات کا ذکر کے دل کے پھپھولے سینے کے داغوں سے جلانے سے فائدہ۔ تاریخ نے تو یہ سانحہ بھی دیکھا کہ سومنات کا وہ مندر جس کے بت کو کعبہ کے منات کے بطور نمائندہ ماڈل اس وقت تعمیر کیا گیا جب از روئے روایت جوناگڑھ عرب تاجروں کی زبان میں بیت الاسود کہلاتا تھا اور سومنات کا تلفظ "سوء منات" تھا۔ اس منات کو پاش پاش کرنے کا راز محمود غزنوی کو حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ نے اس کے

Marfat.com

۱۷ویں حملہ سے پہلے یہ بتا کر فاش کیا کہ ہندو بت پرستوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ یہ اس بت کا معجزہ ہے کہ جس کمرہ میں یہ ایستادہ ہے وہاں اگر کوئی تلوار یا گرز اٹھائے تو وہ اس کے ہاتھ سے چھن کر یا تو چھت کو جا لگتا ہے یا اس میں اتنی طاقت ہی نہیں رہتی کہ مؤثر ضرب لگا سکے۔ دراصل یہ اس بت کا معجزہ نہیں بلکہ اصل بات یوں ہے کہ اس کمرہ کی چھت بہت طاقتور مقناطیس کی ہے چنانچہ لوہے کا جو بھی ہتھیار اٹھایا جائے چھت کا مقناطیس اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور عیار ہندو بت پرست اسے بت کا معجزہ قرار دے کر سادہ لوح عوام کو اس کی پرستش پر لگا دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ اس دفعہ ہندو تم سے شکست کھا جائیں گے اور شرط یہ رکھیں گے کہ اگر تم ہمارے اس بت کو شکست دے دو تو ہم مان لیں گے ورنہ تم شکست تسلیم کر لینا اور مشورہ دیا کہ ایسا موقع آئے تو کمرے میں داخل ہوتے وقت اپنے گرز کو کندھے پر نہ رکھنا بلکہ ہاتھ میں لئے زمین کی طرف لٹکائے رکھنا اور چھت کی طرف دیکھتے رہنا جہاں تمہیں گول دائرے نظر آئیں گے' جب بالکل ان کے مرکز کے نیچے پہنچ جاؤ تو گرز اٹھا کر دے مارنا' انشاء اللہ تمہاری فتح ہو گی اور تمہاری ضرب سے بت پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پاکستان کے قیام کے بعد جب بنیاد پرست ہندو حکومت نے اس مندر کے دروازے کابل سے واپس منگوائے اور مندر کی دوبارہ تعمیر کر کے وہاں منات کے بت کو پھر سے ایستادہ کیا تو محمود غزنوی کو دینِ اسلام کا بُت شکن جرنیل ماننے والی اسلامی دنیا بھی خاموش رہی۔ ہندوستان کے مسلمان بھی اور حکومتِ پاکستان بھی۔ کوئی ہلکا سا احتجاج بھی تو نہ ہوا اور اس امر کو فراموش کر دیا گیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت میں اگر فتحِ مکہ کا پختہ ارادہ پنہاں نہ ہو تو وہ ہجرت نہیں ہوتی۔ فقط پناہ گزینی ہوتی ہے اور فتحِ مکہ ایک شہر کو فتح کرنے یا اس کی آبادی کو آزاد کروانے یا غلام بنا لینے کا عمل نہیں' خانۂ خدا کو بتوں سے پاک کروانے کا عمل ہے نیز یہ کہ فتحِ مکہ کی بشارت اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتی جب تک فتحِ خیبر نہ ہو اور خیبر اس وقت تک فتح نہیں ہوتا جب تک کوئی کردار کا علیؓ نہ ہو۔ پاکستان کی سیاست نے کشمیر کو تو مسئلہ بنایا' بنانا بھی چاہئے تھا لیکن جوناگڑھ کے مسئلہ کو یکسر فراموش کر دینا کہاں تک درست ہے۔ تاریخِ سیاستِ پاکستان کے تجزیہ نگار آج بھی غور کریں اہم راز افشا ہوں گے۔ بابری مسجد کی مسماری پر دنیائے اسلام اور جمہوری ممالک کی نظر

Marfat.com

میں ہندوستان کے دامن پر جو انمٹ داغ نمایاں ہوئے تھے وہ ہماری حکومت کی سیاسی غیر دور اندیشی نے پھر ڈھانپ دیئے اور غم و غصہ کے مشترکہ جذبات کے تحت جس طرح سیاسی پارٹیوں' فرقوں' مسلکوں اور لسانی و صوبائی تنازعوں میں تقسیم و تفریق شدہ قوم یک قوم یک سُو ہو گئی تھی' اسے کسی سیاسی دانش نے راہ نہ دکھائی اور پہلے مندر تڑوا کر پھر اسے عوام کے نام "مڑھ" کر اور پھر مندر دوبارہ تعمیر کروانے کا اعلان کر کے اس ہندوستان دوستی ہی نہیں فرمان برداری و اطاعت گزاری کا ثبوت دیا کہ ہندوستان جتنا بھی شکریہ ادا کرے کم ہو گا۔ کتنا بھی وارے نیارے جائے' حقِ خدمت ادا نہ ہو گا' پتہ نہیں محمود غزنوی کی اس وقت کی بُت شکنی اور کعبہ سے بتوں کا اس طرح انخلاء بھی جمہوری سیاسی طور پر درست تھا یا نعوذ باللہ من ذلک نہیں۔ آج کی مسلمان سیاست اور آج تک کی مسلمان سیاست میں کتنا نمایاں فرق ہے۔ اگر بُت شکنی عمل ناپسندیدہ' تو پھر جہاد فی سبیل اللہ کے بھی نئے انداز وضع کرنے ہوں گے۔ مانا کہ اسلامی ریاست میں غیر اسلامی مذاہب کی عبادت گاہوں کو تحفظ حاصل ہوتا ہے مگر اسلامی ریاست میں غیر مذاہب اور بالخصوص ان پر جو توحید کے قائل نہ ہوں بت پرست ہوں کیا واجب ہوتا ہے' اگر کسی ملک میں خانۂ خدا میں بت نصب کئے جا رہے ہوں تو کمزور ہو یا طاقتور اسلامی ریاست کا کیا فرض ہوتا ہے؟ اور دنیائے اسلام کے مسلمانوں پر کیا لازم آتا ہے؟ یہی کہ جو احتجاج کرے ملک بدر کر دو۔ یہ بھی تسلیم کہ ہم اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں جکڑے ہوئے ہیں اور عراق کا حال ہمارے روبرو ہے لیکن کیا اقوامِ متحدہ کا چارٹر ان حرکات کو جائز قرار دیتا ہے۔ وجہِ نزاع تسلیم نہیں کرتا۔ مانا کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں' اسلامی کم جمہوری زیادہ ہیں' کیا جمہوریت یا سیکولرازم اس رویہ کی اجازت دیتے ہیں؟ کیا آج کی سیاست میں توحید پرستی بھی بنیاد پرستی' وحدتِ ملتِ اسلامیہ بھی ناجائز ہے' جب دینِ اسلام بھی ممنوع ہے' کیا مروجہ نظامِ سیاست میں قومی یا دینی حمیت حرام ہے؟ حزبِ اقتدار اور حزب ہائے اختلاف کا کسی حمیت' غیرت یا دین کے مسئلہ پر اکٹھا ہونا اور مل بیٹھنا بھی عمل ناگوار ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر احتجاج ریکارڈ کروانے پر بھی قدغن ہے۔ اعلانِ جنگ کے علاوہ اقوامِ متحدہ کی سیکورٹی کونسل کو متوجہ کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے یا جان بوجھ کر آنکھ بھینگی رکھی جا رہی ہے۔ تمام اسلامی ممالک کی کانفرنس کے بلائے جانے پر بھی

Marfat.com

کیا امنِ عالم کو خطرہ لاحق تھا۔ عوام کے بپھرے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اگر
برقی ذرائع ابلاغ کو ایک منفی انداز میں استعمال کی جا سکتا ہے تو مثبت میں کیوں نہ کیا
سکتا تھا۔ حکومت کے خلاف اگر غیر ملکی سازش گرفتنی ہے تو غیر ملک میں اللہ کے خلاف
سازش کیوں قابلِ برداشت ہے اور کچھ نہیں تو حضرت عبدالمطلبؓ کا کردار اپنا کرا
ایمان بالغیب کو ہی آزمایا ہوتا کہ اصحابِ فیل کا علاج ابابیل کر لیتے۔ حق بات تو یہ ہے کہ
پاکستان میں ہجرت کو غلط معنی پہنا کر قیامِ پاکستان کی نفی اور استحکامِ پاکستان کو مخدوش بنا
گیا۔ خرابیِ نیت کی ڈپلومیسی اس حقیقت سے بھی عیاں ہے کہ جنھیں اردو میں مہاجر کہا
گیا انہیں انگریزی میں "ریفیوجی" لقب کیا گیا۔ یہ کس کو نہیں معلوم کہ مہاجر کا متبادل
لفظ انگریزی زبان میں موجود ہے اور یہ کہ ریفیوجی مہاجر کو نہیں پناہ گزین کو کہتے ہیں
ہمارے ہاں تو متعلقہ وازرت کو بھی اردو میں وزارتِ مہاجرین اور انگریزی میں "منسٹری
آف ریفیوجیز" کہا گیا ہے۔ یہ بھی شکر ہے کہ مہاجر کو شرنارتھی نہیں کہہ دیا۔ اس کا
کا یہ ہوا کہ سیاست میں مہاجر ایک علیحٰدہ قوم بن گئے اور سیاسی مہاجر قومی محاذ قائم ہوا
جس کی کارگزاریاں اگرچہ قیامِ امن کے لئے فوج کی تحویل میں دینا پڑیں' لیکن سیاست
میں "آسان نہیں مٹانا' نام و نشان ہمارا" ان کا عنوان بن گیا۔ بقول حکومت کے ان کے
عقوبت خانے بھی تھے' دہشت گردی' قتل' اغوا' تاوان ان کا روزمرہ بھی تھا۔ ان پر علیحٰدہ
وطن بنانے کا الزام بھی تھا۔ ان کی سیاست میں غیر ملکیوں کا عمل دخل بھی تھا مگر
حکومت میں شریک بھی تھے اور حکمرانوں کے یارِ غار بھی' حادثہ کی نذر چیف مارشل
ایڈمنسٹریٹر اور آٹھویں ترمیم کے خالق کی دریافت بھی تھے اور نظامِ جمہوریت کے ستون
کیا حکومت کے وزیرِ باتدبیر بھی تھے۔ سیاست کی یہی بے رُخ دو رُخی ہے' جس نے ہماری
سیاست کو حمیت نا آشنا کر دیا ہے۔ نہ ہماری دوستی کا کوئی اصول ہے نہ ہماری مخالفت
کوئی معیار۔ آج ایک پارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک چلاتے ہیں' کل ان کے
خیال ہو جاتے ہیں۔ ہم پیالہ ہی نہیں ہوتے' نوالہ بھی ان کے ہاتھ سے لیتے ہیں' وہ کہیں
تو منہ کھولتے ہیں نہیں تو بسورتے رہتے ہیں یا خاموش تک تکا کر گزر اوقات کر لیتے ہیں
ندیدہ پن کا یہ عالم ہے کہ کبھی نوالہ بڑا ہوتا ہے اور منہ کم کھلتا ہے اور کبھی نوالہ چھوٹا
ہوتا ہے منہ زیادہ کھل جاتا ہے اور یوں ہر بار منہ کی کھاتے ہیں۔ ایک نیا شکوہ کیا جا

Marfat.com

ہے کہ خط میں تم نے بابری مسجد کی بات ہی کی' کوئی کام کی بات نہیں کی اس لئے تم سے ہماری بے نظیر ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔ پہلے بات خاوند لوٹانے کی کرو' ریفرنس واپس لینے کی کرو' کارکن رہا کرو' وعدہ کرو اس کے بعد تم وزیراعظم نہیں رہو گے' اپنی عوامی حکومت کو قومی حکومت بناؤ گے یعنی ہماری مرادیں پوری کرنے والی حکومت نہیں بناؤ گے' تو جاؤ ہم تم سے بات نہیں کرتے' نہیں آئیں گے ہم تمہارے گھر' ہماری تمہاری کُٹی' ہم تمہاری گلی سے تیز تیز گزر جایا کریں گے' اسی گزر جانے کو آج کی سیاست کا لانگ مارچ کہتے ہیں' پھر بھی نہیں مانو گے تو ہم تمہاری بیٹھک کا گھیراؤ کرلیں گے' روکو گے تو ہم "مار موئے اور مار" پکارتے ہوئے لیٹ جائیں گے' زیادہ خطرہ ہوا تو لیٹ آئیں گے۔ تمہاری پولیس اگر شکوہ کرے گی کہ بہت دیر کی مہربان آتے آتے' تو ہم سارا الزام تم پر دھر دیں گے۔ حالات کا یہ حال ہے کہ اجتماعی زیادتی کے بعد روتی' آہیں بھرتی' لٹی ہوئی عصمتوں کو نواز شریف نظر آتا ہے۔ اجتماعی زیادتی سے پہلے زیادتی کرنے والوں کو ہرگز نظر نہیں آتا اور فضائیں ہائے اس زود و پشیماں کا پشیمان ہونا الاپتی رہتی ہیں۔ دوسری طرف سے کسی نہ کسی دن یہ اعلان ہونے ہی والا ہے کہ عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے لئے عورت کی حکومت ہونا چاہئے کہ مردوں کی حکومت عورتوں پر تو "قوّامون" ہے۔ مردوں کے لئے "قوّامون" نہیں قومی حکومت بنے یا نہ بنے۔ اللہ کرے غیر قومی حکومت نہ بنے اور نواز شریف کو اللہ مزید حمیت و غیرت سے یوں نوازے کہ وہ ان کی گوشمالی کر سکیں جو ان کے دامن میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ان کا ساتھ دینے کی قیمت عوام سے مختلف طریقوں' سلیقوں اور بہانوں سے وصول کرتے ہیں۔ ان کے سائے تلے پل بھی رہے ہیں اور پلپلا بھی' سیاست کی منافقت اور خُبثِ درون اس سے بھی واضح ہے کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ نواز شریف یہ سب کچھ انسانی ہمدردی یا اپنے منصب کی بجا آوری کے لئے نہیں آئندہ الیکشن کی تیاری کے لئے کر رہے ہیں۔ بجا کہ حاکموں کا طرزِ عمل دو مختلف مقاصد کے لئے ہوتا ہے۔ اقتدار کو مستحکم یا طویل بنانے کے لئے یا پھر تاریخ میں زندہ رہنے کے لئے' اسی طرح حاکم وقت مسائل کا حل بھی مختلف طریقوں سے کرتے ہیں' تاریخ میں زندہ رہنا ہو تو حل مختلف ہوتا ہے اور اقتداری اغراض کے لئے ہو تو مختلف یہ مظلوم لوگ اور لٹی ہوئی عصمتیں اقتدار کی طوالت یا استحکام کا سہارا تو کیا ہوں

Marfat.com

گی' البتہ ظلم اگر نابود ہو گیا' عصمتیں اگر محفوظ ہو گئیں' چاردیواری اگر پھلانگی نہ گئی' چادر اگر نہ اتری نہ پھٹی' شاہراہیں اگر پُرامن ہو گئیں' لوگ اگر خیریت سے گھر لوٹ آنے لگے' انصاف کی اگر نصفا نصفی نہ رہی۔ محمود و ایاز اگر ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے' بندہ و بندہ نواز کی تمیز اگر مٹ گئی تو نواز شریف کے پانچ سال ہزاروں سال تاریخ میں زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو گزشتہ دو سالوں کی طرح آئندہ کے تین سال بھی مجلسوں کے ماتم میں صرف ہو جائیں گے اور تاریخ چلائے گی' مجھے تحریر نہ کرو کہ میں شمع راہ نہیں' اندھیروں کی آندھی ہوں' رہے سہے چراغ بھی گُل کر دوں گی اور ان ہی اندھیروں میں آئین کا آرٹیکل ۴۸ مزید پانچ سال کے لئے مؤثر ہو جائے گا اور ہندوستان اندرون ملک خدا کے گھر غیر مؤثر و غیر آباد کر کے بیرون ملک مشرقی و مغربی سرحدوں کے پار واقعاتی و تصوراتی بت خانے تعمیر کروانے کے لئے کمربستہ ہو کر سارک کا مؤثر سربراہ بن کر اپنی سیکولرازم کے پر پھڑپھڑانے لگے گا۔ پاکستان میں تو خیر سیاسی غیر دور اندیش کا اقتداری اختلاف تھا دیگر اسلامی ممالک نے جس انداز میں بابری مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجایا جانا گوارا کیا وہ اسلامی دنیا میں گزشتہ تین سالوں میں لائے گئے طاغوتی انقلاب کے نتائج کا مظہر ہے۔ عرب دنیا کے وسائل پر یہودی اجارہ داری کے قیام کے بعد ترکِ نادان کی خلافت کی قبا چاک کرنے کے نتائج مزید یوں ابھر کر سامنے آئے ہیں کہ کسی زہریلے سانپ نے اپنی پھن کسی جنگل میں بھی یوں نہ پھیلائی ہو گی۔ اسلامی ممالک اگر اور کچھ نہیں تو تیل کا ہتھیار ہی اپنے خدا کے لئے استعمال کر لیتے تو ہندو ازم کی بت پرستی کے مزاج ٹھکانے آ جاتے اور ہندو بھارت رام نام کاسۂ گدائی پھیلانے پر مجبور ہو گیا ہوتا' مگر کیا کریں کہ عربوں کا تیل اربوں کے ہتھیاروں کو لگانے کا ہی رہ گیا ہے۔ اے کاش مارگزیدہ کے لئے عراق سے تریاق آیا ہوتا اور بروقت آیا ہوتا۔ اب صورتِ احوال یہ ہے کہ ہم نے حکومتی خرچ پر مندر دوبارہ تعمیر کروانے کا ذمہ اٹھا لیا ہے اور وہاں ابھی عدالتیں چکرا رہی ہیں کہ سیاست کے میک اپ کے لئے کن کن قانونی و آئینی موشگافیوں کی مزید ضرورت ہو گی۔ کون سی راہ اختیار کی جائے کہ نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ سانپ لاٹھی کا گھیراؤ کئے اس کے ساتھ لپٹا رہے' لاٹھی والا سانپ کے ڈر سے لاٹھی نہ پکڑے اور سانپ لاٹھی والے سے خوفزدہ لاٹھی سے چمٹا رہے اور حکومت بھی رام رام

Marfat.com

کبھی دست بستہ نظر آئے' کبھی اللہ اللہ کہہ کر سر بسجدہ ہو۔ چالیں اگرچہ واعظ کی بھی بڑی باریک ہوتی ہیں مگر پنڈت کی چالوں کا تو کیا کہنا' نظر بھی نہیں آتیں اور کام دکھا جاتی ہیں۔ جن کا مذہب ہی پتھروں سے اپنی بات منوا لینا ہو' ہماری سنتی بولتی حکومت کی کیا مجال کہ اس کی چالوں کا انسداد کر سکے۔ ویسے چند عدالتیں عدالتِ انسدادِ سیکولرازم' عدالتِ انسدادِ برہمن ازم کی بھی بنانا پڑیں گی تو کہیں جا کے ذہنی خدشات کا مداوا ہو سکے گا۔ سیکولرازم اور بالخصوص برہمن ازم ایسی وحشتیں اور دہشتیں ہیں کہ اگر بروقت ان کا انسداد نہ کیا گیا تو نواز شریف اور کیا بے نظیر سکھ کی نیند نہیں سو سکیں گے۔ مندر میں ایستادہ بت سے وہ بت کہیں زیادہ خطرناک ہے جو ہندو قیادت کے ذہن میں ہے جو مسلمان کے ہاتھ کا پانی نہیں پیتا۔ وہ مسلمان کا اعتقاد اس کی طرزِ فکر اس کا اندازِ سیاست قبول کرلے گا۔ کبھی اس کا بہی خواہ ہو گا' ایں خیال است و محال است و جنوں اور پھر وہ ہندو جو جوہری توانائی کا دعویدار بھی ہو' لاکھ گنگا نہا نہا کر پرامنی کا دعویدار بنے' وقت آنے پر وہی ڈنگ نکالے گا جو مشرقی پاکستان میں مؤثر رہا۔ مسلمان اگر اللہ کا سپاہی نہیں تو اللہ اس کی نصرت کا بھی ضامن نہیں' اگر اسے اپنے اقتدار کی ہی لڑائی لڑنا ہے تو اپنا آپ دیکھ کر لڑے۔ وہ بھی یوں لڑے کہ ہنود و یہود اس بال بال مقروض کو دہشت گرد قرار دے کر بھوکوں ماردیں یا پھر کسی ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کی تحویل میں دے دیں کہ لو! اپنے اپنے کاروباری سیاست دیکھے تھے' اب ہمارا کاروبار سیاست دان بھی دیکھ لو' کیا فکر و نظر کی توانائی ہے کہ وہاں ایٹمی قوت دکھائی اور بڑھائی جا رہی ہے اور یہاں واپڈا کی تقسیم کاری و نج کاری کا تنازعہ ہے۔ کالا باغ کے پانی سے سیاست کا منہ کالا کیا جا رہا ہے۔ صوبائی خود مختاری کا وفاق زیرِ تعمیر ہے اور وہ بھی صوبائی رقابت اور مخاصمت کی سیم زدہ بنیادوں پر۔

۸ جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

غیرواضح اختیارات کے باعث ایک تیسرے ادارے نے مسلح اور غیر مسلح دخل اندازی کے لئے پہلے دراڑیں بنائی تھیں۔ اب مستقل دروازے اور دیگر کئی قسم کی خفیہ گزر گاہیں بنا دی ہیں۔ کہیں سربراہِ حکومت کا سر غائب ہو جاتا ہے' کہیں سربراہِ حکومت کی حکومت چھن جاتی ہے۔ اگرچہ آج کے وزیرِاعظم کا دل و دماغ اتنا سنگلاخ ہے کہ ان کے پردہ کی دیواریں گروا کر لوہے کے جنگلے لگانے کا شوق ہر روز کہیں نہ کہیں واضح ہوتا رہتا ہے۔ چونکہ عسکری تخلیق ہیں' شاید اس لئے وہ جنگی قیدیوں کی طرح قوم کو آہنی جنگلوں کے پیچھے دیکھنے کے شائق ہیں۔ الیکشن میں سابق وزیرِاعظم اور سابق عبوری وزیرِاعظم کو شکست دینے کے بعد وہ جب سے "ثم استویٰ علی العرش" ہوئے ہیں' ان کے عرش کے پائے اتنے مضبوط پائے گئے ہیں کہ نہ ٹاپنے سے ہلتے ہیں نہ کودنے سے' نہ لانگ مارچ سے' البتہ کبھی وہ ازخود جھوم جاتے ہیں۔ پھر بھی مزے سے بیٹھے ہیں اور خوب خدائی کر رہے ہیں۔ ٹیکسیاں' نوکریاں' خیراتیں' عمرے' حج' دم دلاسے' اینٹیں' گارے' تحصیلیں ضلعے غرضیکہ کیا کچھ غیرالمغضوبِ علیہم کو عطا نہیں کر چکے اور جن کی نظر غضب اٹھ گئی وہ لاکھ زرداری ہوں' وہاں پہنچا دیئے جاتے ہیں جہاں ان کو صرف اپنی خبر ملتی ہے۔ پارلیمانی نظام میں جو اختیارات وزیرِاعظم کو مختص ہوتے ہیں اور بالخصوص آج کے "مسلمانی" کے بہانے سنوارنے کا لالچ دے کر بگاڑے ہوئے آئین میں' جس کی اصل میں تو پارلیمانی نظام کی آمریت کو یوں سمویا گیا تھا کہ وزیرِاعظم کے "کونٹر سائن" نہ ہوں تو کسی حکم کو سانس لینا بھی ممکن نہ تھا۔ اس پارلیمانی نظام کی وزیرِاعظمی آمریت نے ترامیم تسیح کے بعد جو صورت اختیار کی ہے' اسے سرمایہ داری کی آمریت کے سوا کوئی اور نام دیں جہاں فریبی بھی ہے اور خود فریبی بھی۔ سرمائے کی آمریت وہ مرض ہے کہ جس کو لگ جائے' اس کے نہ اپنے گھر میں اتفاق رہتا ہے' نہ اس کے خدا کے گھر میں' مسجد کا امام بھی جاتا ہے اور گھروندوں کو گھر بنانے والے کے گھر میں بہار آئے تو آدمی بیابان میں ہو ہے اور بیابان میں سبزہ اُگنے لگے تو گھر والے یاد آنے لگتے ہیں۔ پہلے عسکری آمروں نے ذاتی ترغیبات و وجوہات کی تحریک پر اپنی پسند کے جی حضوری نابلد سرمایہ کاروں کو سیاسی مناصب سے نوازا اور سیاست اور سرمایہ کے گٹھ جوڑ کی طرح ڈالی۔ جاگیردار جن کی سیاست کا واحد اثاثہ پشتوں سے خوشامد اور جاہ پرستی رہا ہے۔ اپنی نازیبا علاقائی سردار

Marfat.com

کی خاطر ان سرمایہ داروں کے کاسہ لیس بن گئے اور یوں کاروبار کرتی ہوئی سیاست پر کاروباری مسلط ہو گئے اور ہر وسیلہ خرید لو' ہر چیز جو اپنی ذاتی نہیں بیچ ڈالو کی پالیسی کارفرما ہو گئی۔ اب صدارتی حیات کو "طول عمرہٗ" کرنے کا مسئلہ زیرِ غور ہے اور محض دکھانے کو ایسی شخصیت کو متنازعہ بنایا جا رہا ہے جس کے تجربہ نے کئی صدر اور کئی وزیرِاعظم نبھا ڈالے' جو بیک وقت فوج آگاہ بھی ہے' بیوروکریسی کا جدِ امجد بھی اور سیاست کا آؤٹ گیٹ بھی' مرضی کی اسمبلیاں بنوانا بھی جانتا ہے اور انہیں موقوف کرنا بھی' پیپلز پارٹی کی عامی فکر کو نواز بھی سکتا ہے اور گوشمالی بھی کر سکتا ہے۔ ارکان پالیمان کے لئے اس نے آئندہ صدارت کا مسئلہ اتنا آسان کر دیا ہے کہ وہ غیر تعلیم یافتہ ارکان بھی جن کے ہاتھ ہمیشہ حکومت کے اشاروں پر کھڑا ہوتے آئے ہیں۔ جان رہے ہیں کہ صدر کو ووٹ ملنے کا یقین رہا تو رکنیت بحال رہے گی ورنہ کنیت بھی جاتی رہے گی۔ اِدھر اُدھر سے تھوڑی بہت "چوں چرا" جو ہو رہی ہے۔ وہ صرف ڈربے کا منہ کھلوانے اور دانہ دُنکا چگنے کے لئے ہے۔ چڑیاں کھیت ضرور چگیں گی مگر چگنے کے بعد سوائے ان چڑیوں کے اور کوئی نہیں پچھتائے گا اور حالات ان ارکان کا منہ چڑا چڑا کر "اب پچھتائے کیا ہوت" گنگنائیں گے۔ آٹھویں ترمیم کی ترمیم کے سہاگ گیت بھی گائے جانے لگیں گے اور یہ کسی کو نہیں معلوم کہ اگر ایسا ہوا تو دولہا عین برات کے روز اغوا ہو جائے گا۔ البتہ ایک علاج ہو سکتا ہے' موثر ہو کہ آئین میں ترمیم کے موجودہ صدر کو تاحیات صدر مقرر کر دیا جائے تاکہ جب تک بانس رہے بانسری بجتی رہے۔ صدر کو یقین دلا دیا جائے سب کچھ چلا جائے' آپ نہیں جائیں گے۔ پھر ہو سکتا ہے آٹھویں ترمیم کی گرفت سے جمہوریت کا سیکولرازم بحال ہو جائے اور نئے عالمی نظام کا سربراہ خوش ہو کر موجودہ حکومت کو مالا مال کر دے۔ نیز ملکی سرمایہ کاروں کے نیارے وارے ہو جائیں لیکن عالمی حالات کے پیش نظر اگر پاکستان کا ثبات نہ ہو تو ان وارداتوں کی کوئی اہمیت ہے نہ وارداتیوں کی۔

افغانستان میں بنیادی اسلامی اصولوں پر حکومتی یقین نئے عالمی نظام کی آنکھوں میں شہتیر کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اسے اپنے سرنوشتوں کے ذریعہ باہمی رقابتوں کی نذر رکھا جا رہا ہے اور مصمم ارادے ہیں کہ پاکستان کو نظریۂ پاکستان' یعنی دو قومی نظریہ' یعنی "یا ایھا الکافرون ...... لکم دینکم ولی دین" کا کافر بنا دیا جائے تاکہ پاکستان قصۂ ماضی بر گردنِ

Marfat.com

ماضی ہو کر رہ جائے۔ یہ گرانی' یہ بے چینی' یہ احساسِ عدمِ تحفظ' یہ بے سکونی' یہ عدمِ اطمینان' جس نے ہر کس و ناکس کی زندگی کو محیط کر کے اسے اجیرن بنا رکھا ہے' بلا مقصد برپا نہیں کیا گیا۔ تعلیمی درسگاہوں میں گزشتہ دو عشروں سے جو آئندہ نسلیں بے دردی سے ذبح کی جا رہی ہیں کوئی اتفاق یا حادثہ نہیں۔ نسلی' صوبائی اور لسانی رقابتیں ایک مزید سقوط کی طرف نہیں بڑھ رہیں' پاکستان کے ازلی مخالف محض سیر سپاٹے کے لئے پاکستان بنانے والوں کے ہم رکاب نہیں ہوئے۔ شرع پر شرح بے مقصد حاوی نہیں کی گئی۔ عقلِ لافانی پر عقلِ فانی کا آئینی تسلط بلاوجہ نہیں ہے۔ جزئیات کو اصول گردان کر فکری فسادات کو یونہی ہوا نہیں دی جا رہی۔ بیرونی سرمایہ کاری کی اس شد و مد سے پذیرائی کے اصل مقاصد کچھ اور ہیں۔ 'ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ' والی بات ہے۔ پاکستانی کرنسی کی شرح روزبروز یونہی نہیں گھٹائی جا رہی ہے۔ صنعتی ترقی کا حاصل اگر موجودہ بیروزگاری اور جانکاہ گرانی ہے تو اس کے بھی کچھ مقاصد ہوں گے۔ کھاد کے ذریعے کیڑے مکوڑے پیدا کر کے کرم کش ادویات کے لئے منڈی بہم پہنچانا کیا ریشہ دوانیوں کی زندہ مثال نہیں' کرم کش دواؤں سے سبزیوں اور پھلوں کو مضر صحت بنانا اور صنعتوں سے فضاؤں کو آلودہ کر کے انسانی زندگی کی بہبود کا دم بھرنا کیا عوام کے ساتھ حکومتی فریب نہیں ہے۔ مصنوعی گھی کی سرکاری ملوں کی نج کاری تو ہو سکتا ہے ایمانداری سے ہی ہو' جس معیار کا گھی بازار میں فروخت ہو رہا ہے اس سے معاشرتی صحت کا جو بیڑا غرق ہوا ہے کیا اب ابھارے سے بھی ابھر سکے گا۔ ان جملہ مسائل میں سے کیا کوئی ایک بھی انسانی بنیادی حقوق کو اس طرح متاثر نہیں کر رہا کہ عالیہ اور عظمیٰ عدالتیں از خود اس کا نوٹس لیں۔ جس حکومت کے زیر سایہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے کیا اسے انسان دوست حکومت کہا جا سکتا ہے۔ جس آئین پر شریعت بالا دست نہیں ہے' جس آئین کی سرزمین پر سُود کی نہریں بہہ رہی ہیں' مے خانے رواں ہیں' سرکار جُوا کھلواتی ہے' سیاست پانسے پھینکنے کا عمل ہو کر رہ گیا ہے' حمیت' غیرت' دین سبھی کچھ داؤ پر لگایا جا چکا ہے' اس کے کیا کچھ کی خیر مانگیں' جس ملک کے عوام کے بحضورِ خدا اس اقرار کو عملاً جھٹلایا جا رہا ہو کہ ہم تیرے احکام کے پابند ہیں جہاں اطاعتِ الٰہی کو ناممکن بنایا جا رہا ہو' جہاں دیگر اصول ہائے دین تو کہا' السلام علیکم تک عملاً نافذ نہ ہو۔ امت روایات اور

Marfat.com

قیقت خرافات میں کھو چکی ہو، عشق کی آگ بجھ چکی ہو اور مسلمان راکھ کا ڈھیر بن کر
ہ گیا ہو۔ مومن مزاج خانقاہی میں پختہ کیے جا رہے ہوں، شرع پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہٖ
سلم) کو عکس کرنے والے تمام آئینے توڑ دیے گئے ہوں۔ جسے خلیفہ ہونا تھا خدا بن گیا
، جہاں خدا کی حاکمیت میں انسانوں کی حاکمیت کو شریک کرنے کی سزا مل رہی ہو۔ یوں
علوم ہو رہا ہو، جیسے روز و شب دلوں پر مہریں ثبت ہو رہی ہیں۔ جو معاشرہ قائداعظم
ے، لیاقت علی سے، عبدالرب نشتر سے، مفکر پاکستان سے آج کے عہدیداروں، آج کے
ے فکروں تک کے قحط الرجال کا مظہر ہو۔ گویا ہمالیہ سے سانگلا ہل تک پہنچ گیا ہو۔ اس
ے تنزل کا کون سا ماتم کریں۔ حیرت ہے کہ دورِ غلامی میں تو اقبال، جناح، محمد علی، شوکت
ی، حسرت موہانی، ظفر علی خان، نواب بہادر یار جنگ، ناظم الدین، حسین شہید سہروردی،
ماعیل ابراہیم چندریگر جیسی بے مثال کردار اور مقام کی شخصیتیں گھپ اندھیروں میں
ی اپنی شمعیں کامیابی سے روشن کر گئیں۔ ہم آزاد ہوئے تو کورے ہی ہوتے چلے گئے۔
نیاں ہی صاف ہوتی رہیں، لیمپ کہیں نہ جلے، کسی کی بتی ختم ہو گئی، کسی کا تیل نہ ملا،
ئی چراغ لے کر نکلا بھی تو سفر شروع ہوتے ہی اندھا پایا گیا، یا یوں معلوم ہوا جیسے کوئی
ب زن بیٹری لے کر آیا ہو اور کدال چھوڑ گیا ہو اور احسان بھی جتا گیا ہو کہ میں نے
ب لگائی تھی، تمہاری اینٹیں اور اپنی کدال چھوڑے جا رہا ہوں، چاہو تو دوبارہ لگا لینا، نہ
ی لگاؤ، تو بھی میں دوبارہ نہیں آؤں گا کہ کچھ چھوڑ کر ہی نہیں جا رہا۔ ان حالات میں
ر پارلیمان کی حکمران جماعتوں کے افراد اپنے ذاتی گروہی یا اجتماعی مفاد کے لئے روزانہ
ک آؤٹ بھی کریں تو حالات کی بلا سے انہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ صدر اگر مزید دس
رتبہ صدر بن جائیں، وزیراعظم مزید پانچ پانچ مرتبہ پانچ پانچ سال لے لیں تو کون سی چائے کی
لی ہے جس میں ابال کا خطرہ ہے۔ طریقِ انتخاب بدلو تو بھی، نہ بدلو تو بھی، بات صرف
ی وقت بنے گی جب پورا انتظام بدلے گا۔ اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کافّہ ہو گا۔ نظام یوں بدلے گا
ہ انسانی اور کائناتی نظام حیات ہم آہنگ ہو جائے۔ حکومت خدا بن کر نہ چلائی جائے،
دا کے اطاعت گزار کارندے بن کر چلائی جائے۔ سیکھی اور سدھائی ہوئی عقل سے
یں، عقل خداداد سے کام لیا جائے۔ انسان خدا کا رقیب نہ بنے، اس کا ولی بنے۔ یہ
ریقِ کار اگر پاکستان میں نہ اپنایا گیا، یہ آوازہ اگر پاکستان سے نہ اٹھا، تو یہ مملکتِ خداداد،

Marfat.com

اپنے خداداد ہونے کا فرض نبھانے میں ناکام ہو کر' نظامِ کائنات میں وجود کا جواز کھو بیٹھے گی اور شکوہ موجودہ وزیرِاعظم اور صدر سے کم اور مروجہ نظام سے زیادہ ہو گا اور اس سے زیادہ پاکستان کے دانشوروں اور دینی رہنماؤں سے ہو گا کہ انہوں نے ایک مکمل ضابطۂ حیات سے مکمل دین و آئین سے' قوانین کی لاریب اور مکمل کتاب سے بروقت رہنمائی کیوں حاصل نہ کی' اسے حصولِ رزق کا ذریعہ کیوں بنا دیا اور وہ بے چارے عوام جنہوں نے پاکستان کا مطلب لا الہٰ الا اللہ جانا' ۱۹۴۷ء میں احکامِ الٰہی کے مطابق زندگی گزارنے کی تمنا کی۔ ۱۹۷۷ء میں نفاذِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اصرار کیا دھر لئے جائیں گے۔ ولایتی گندم میں یہ ہیرے گھُن کی طرح پس جائیں گے اور عدالتیں سوچتی ہی رہیں گی کہ گندم سے گھُن کو علیحدہ کریں تو کیونکر کریں۔

۱۴ جنوری ۱۹۹۳

Marfat.com

"آج کی شب جب دیے جلائیں اونچی رکھیں لو"

جنرل آصف نواز یوں اچانک فوت ہو گئے کہ ان کے واقعی فوت ہو جانے کا یقین ہی نہیں آتا۔ ان کے اہل خانہ پر جو اچانک بجلی گری' سو گری۔ جس کسی نے بھی سنا' گرتے گرتے بچا' موت و حیات' پیدائش و وفات کا یہ نظام بندوں کے ہاتھ میں ہوتا تو کبھی کا بدل گیا ہوتا۔ غرباء نے جمہوریت اور امراء نے آمریت اختیار کر لی ہوتی۔ غریبوں کے لئے اجازت لئے بغیر مرنا اور امراء کا مرجانا ممنوع قرار پا گیا ہوتا۔ آئین پاکستان میں آٹھویں ترمیم کا مصنف چونکہ بیک وقت' چیف آف دی آرمی شاف' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدرِ مملکت بھی تھا' اس لئے آئین میں اس ترمیم سے یہ امر واضح نہ ہو سکا کہ یہ عہدے اگر مختلف ہاتھوں میں ہوں تو کیا لائحۂ عمل ہو گا۔ اس وقت تو کچھ یوں ہوا کہ میں سربراہِ فوج خود کو سربراہ مارشل لاء مقرر کرتا ہوں اور میں سربراہ مارشل لاء خود کو صدر مقرر کرتا ہوں اور عوام چونکہ نفاذِ اسلام کے خواہاں ہیں اس لئے کر لو جو کچھ کرنا ہے' میں آئندہ پانچ سال کے لئے بھی صدر ہوں۔ ان کے نہ ہونے کے بعد یہ اہتمام اتنا پسندیدہ نہ رہا جتنا اصل جمہوریت کے لئے درکار ہوتا ہے۔ صدر' وزیراعظم اور آرمی چیف اگر تین جان ایک قالب ہو کر نہ رہیں تو موجودہ آئینی نظام کا برقرار رہنا ممکن ہی نہیں' نہ ہی اس ہم آہنگی کا حصول آسان ہے اور نہ ہی باہمی یکجہتی و یکسوئی کو مدام رکھنا۔ آصف نواز مرحوم اپنے حصے کا یہ کام اتنی خوبصورتی سے نبھا گئے کہ کسی جہت کو بھی گلہ نہ ہوا حتی کہ جمہوریت کی اپوزیشن کو بھی چنانچہ صدر' پارلیمان اور فوج کے غم متوازن ہیں اور تینوں محسوس کر رہے ہیں کہ مشترک نقصان ہوا۔ مروجہ نظام میں اس احساس کا مشترک ہونا ہی آصف نواز کی کامیابی کی دلیل ہے۔ مرحوم نے اپنی طبع کو سول رکھتے ہوئے نہ کبھی خود "آن ڈیوٹی" سول لباس پہننا چاہا' نہ کسی غیر فوجی کو فوجی وردی

Marfat.com

زیبِ تن کرنے دی۔ ان کی دُور اندیشی کہہ لیں کہ بردباری کہ حسبِ دستور سابق کوئی غیر فوجی سول چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر نہ بنا' نہ کوئی فوجی صدری پہن صدر بن بیٹھا۔ وہ اگر دور اندیش نہ ہوتے تو آج حب الوطنی سر پیٹ رہی ہوتی کہ لو' مہاجروں کے بگاڑ کے اشارے پر کراچی اور اردو بولتے چند دیگر شہر پاکستان سے ہجرت کر گئے اور ہانگ کانگ والے کراچی میں ڈیرے ڈالنے لگے۔ بیرونی سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں کی شہر پر تجویز کیا گیا۔ یہ افرنگی منصوبہ غالباً آصف نواز کی "سینڈ پرسٹ" شناسی نے بروقت بھانپ لیا اور ایک دنیا حیران رہ گئی کہ اسلم بیگ کی کھیتی پر آصف نواز نے ہل کیوں چلا دیئے۔ وہ جو سندھ کے ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے گئے تھے' مہاجر قیادت پر کیوں پل پڑے۔ انہیں کس نے بتا دیا کہ جنگلوں میں ڈاکوؤں کی پناہ گاہوں سے شہروں کے ٹارچر ہاؤس' نجی عقوبت خانے اور جنگلے لگی گلیاں زیادہ خطرناک ہیں۔ کس نے بتا دیا کہ سندھی ڈاکہ زنوں سے تو پاکستانی شہریوں کو خطرہ ہے۔ پاکستان کی سالمیت کو خطرہ ان سے ہے جنہیں حکومت نے گود میں لے رکھا ہے۔ نہیں! جو موجودہ حکومت کی دادی حکومت نے اس لئے پروان چڑھائے کہ ذوالفقار علی بھٹو کا بھُوت ذوالفقار علی سے زیادہ طاقتور نہ ہونے پائے۔ ایک سیاسی جماعت کو غیر موثر کرنے کے لئے "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کا یہ عمل پاکستان کے وجود کی سالمیت کے لئے کتنا بڑا خطرہ بن جائے گا۔ فوج کو سیاست کی عینک بغیر نظر ہی نہیں آ سکتا تھا۔ آصف نواز کا مہاجر قیادت پر یوں جھپٹ پڑنا محض خون گرم رکھنے کا بہانہ نہیں تھا۔ ان کی عسکری ہی نہیں سیاسی بصیرت کا بھی مظہر ہے۔ مابعد اس قیادت کے ساتھ جو سلوک ہوا اس میں اگر وزیرِ اعظم کی سیاست بھی کارفرما ہے تو وزیرِ اعظم کا جواب نہیں اور اگر وہ بھی آصف نواز ہی کا کارنامہ ہے تو لازم ہے کہ تاریخ کے وہ صفحات ان کے لئے خالی رکھے جائیں جن پر اس ملک کے سپوتوں کے نام سنہری الفاظ میں تحریر کرنا ہیں۔ کراچی اور حیدر آباد کی سیاست پر یہ فوج کشی اتنی کامیاب رہی کہ سندھ کی سیاست آج بھی فوج کی قیادت پر اصرار کر رہی ہے اور شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ فوج واپس چلی گئی تو سندھ پھر بدامن ہو جائے گا۔ سیاست سے فوج کی اہمیت کو یوں تسلیم کروا لینا آصف نواز کا وہ فوجی کارنامہ ہے کہ سیاست کی تاریخ مدتوں اپنی جبیں سے پسینہ پونچھتی رہے گی۔ امریکی امداد کا بند ہو جانا اور فوج کا بددل نہ ہونا اور

Marfat.com

کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے خوش ہو کر امریکہ امداد کو بحال اور پاکستان کو بے حال کر دے' مرحوم کا مزید قابلِ تسلیم کارنامہ ہے۔ ہرچند کہ پاکستان میں مارشل لاء کا نفاذ اب امریکہ کے نئے عالمی نظام کو بھی ناپسند ہے اور روس کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد اب امریکہ کو پاکستان کی وہ اہمیت منظور نہیں تاہم ایران کی گوشمالی ہونے تک امریکہ پاکستان کو بالکل غیراہم بھی نہیں سمجھ سکتا۔ پہلے اگر افغانستان کی فوجی امداد کی اہمیت تھی تو اب آزاد شدہ ریاستوں کی تجارتی امداد کی اہمیت ہے۔ مقصودِ افرنگ یہ ہے کہ پاکستان بطور ایک "ہائی وے" کے استعمال ہونے لگے اور وہ ایک "ہائی وے اتھارٹی" بنا سُرخ سبز جھنڈیاں ہلاتا ہٹاتا رہے نیز پاکستان کی سیاست کو سابقہ روسی ریاستوں میں احیائے اسلام کو روکنے کے لئے استعمال کیا جائے یعنی جمہوریت از اسلام برخیزد کجا ماند مسلمانی کا عمل برپا کیا جائے۔ آصف نواز اگرچہ اپنا کام ادھورا چھوڑ گئے مگر جو کچھ وہ کر گئے اگر سیاست نے بندوق نہ پکڑی اور بندوق نے اسی انداز سے سیاسی دوربین آویزاں و آراستہ رکھی تو پاکستان کو کوئی سیاسی مرض کسی عضو کا کاٹا جانا لازم قرار نہیں دلوا سکے گا۔ انہیں اگر کچھ مہلت اور ملتی تو وہ یقیناً کچھ سندھیوں کی نیند نوازی کا مداوا کر گئے ہوتے اور بڑے الطاف کے ساتھ ہر خاک وہاں پہنچا دی جاتی' جہاں کا وہ خمیر تھی۔ صوبائی یا لسانی تعصب کسی "اے ایچ" کی وجہ سے ہو یا کسی "جی ایم" کے باعث پاکستان کی وحدانیت و سالمیت کے لیے مضر بھی ہے اور مہلک بھی۔ مرحوم اگر مزید زندہ رہتے تو اس کا تدارک بھی کر گئے ہوتے۔ اب بھی دہریت کو قاسمیت کا انتظار تو رہے گا۔ اگرچہ ان تعصبات کو اشارہ ہو چکا ہے کہ آج کی شب اگر دیئے جلائیں تو لو نیچی رکھیں۔ اتنی نیچی کہ راہیں صرف سندھ کے علیٰحدگی پسندوں کو نظر آ سکیں اور کوئی سرچ لائٹ والا ان کے جلائے ہوئے دئیوں کی لو سے رہنمائی حاصل نہ کر لے۔ بہاریوں کی آمد پر کچھ سندھیوں کا ردِ عمل خالی از علت نہیں ہے۔ ہوتا' تو بہاری پنجاب میں ہی بسانے کا فیصلہ نہ ہوا ہوتا۔ پنجاب میں بہاریوں کی آمد اور سندھ میں مہاجر قیادت کی بحالی جڑواں واقعات ہیں۔ ان کے جڑواں وارداتیں بن جانے کا سدِباب کرنا آئندہ کی فوجی قیادت کے ذمہ ہو گا۔ چنانچہ فوج کو اگر ایک اور آصف نواز میسر نہ آیا تو اس قومی خدمت کا سرانجام پا جانا مخدوش ہو جائے گا اور ٹانگیں تڑوانے والی سیاست ٹانگیں چلانے کے سوا اور کچھ نہیں کر پائے گی۔ لہٰذا

Marfat.com

اس امر کی ٹوہ لگانے سے کہ بری فوج کے سربراہ کے تقرر کے اختیارات صدر کی صوابدید کے پاس ہیں یا وزیراعظم کی مشورہ کی پلیٹ میں پڑے ہیں' یہ امر بہت زیادہ اہم ہے کہ کسی مناسب ترین عسکری سربراہ کی بے غرض و بے لوث تلاش کی جائے۔ صدر کے تجربہ اور وزیراعظم کی کاروباری صلاحیتوں سے قوم کو توقع رکھنے کا حق حاصل ہے کہ صوابدید' ہو کہ مشورہ' نہ دام لگانے پر صرف ہو گا' نہ دام پھیلانے پر۔ اور امانت اس ہی کے سپرد ہو گی جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہو گا۔ یار لوگوں نے بے یار ومددگار پاکستان کے عسکری سربراہ کی اچانک وفات کو موضوع بنا کر اپنے جال پھیلانے شروع کر دیئے ہیں اور باتیں بنائی جا رہی ہیں۔ مفروضے گھڑے جا رہے ہیں کہ عزرائیل کی آمد کی فلاں نے خبر کیوں نہ رکھی' فلاں نے اطلاع کیوں نہ دی' فلاں نے اسے گرفتار کیوں نہ کیا' فلاں نے ڈٹ کر مقابلہ کیوں نہ کیا۔ نامعلوم ایسے لوگوں کو اپنے ملک پر نہ سہی' اپنی آئندہ نسلوں پر بھی رحم کیوں نہیں آتا۔ آٹھویں ترمیم کا جو اپنی نوعیت میں آئین کی جمہوریت کی نفی کے مترادف ہے جتنا مثبت انداز میں استعمال آصف نواز نے کیا شاید ہی کوئی اور کر سکتا۔ کسی اور نے تو آج تک سوچا ہی نہیں کہ ضیاء الحق نے آئین کو معطل رکھا۔ منسوخ کیوں نہ کیا۔ وہ از خود منع رہے یا آئین کو منسوخ کرنا ان کے لئے ممنوع رکھا گیا۔ آصف نواز کی تلاش و تعیناتی کرنے والا اس لحاظ سے تو قابل تعریف و ستائش ہے اور توقع ہے کہ معیار گرنے نہیں پائے گا۔ ایک آدمی کے تین کام اگر تین مختلف افراد کے ذمہ لگا دیئے جائیں تو نبھا جانا آسان کام نہیں۔ ہمارے اسحاق' نواز اور آصف نے انہیں خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اگر اس خوش اسلوبی کا معیار گر گیا تو آئین کے علاوہ اور بہت کچھ کو خدا حافظ کہنا ہو گا۔ اس اتحادِ ثلاثہ کو قائم رکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آئینی تضادات کی قلمرو میں اس طرح کا اتحادِ ثلاثہ اگر حب الوطنی کے پیش نظر ہو تو کرامات سے کم نہیں۔ نت نئے اتحادیوں کی پود نے اس اتحاد کی طرف کسی کی نگاہ جانے ہی نہیں دی اور تماشائی ان ہی مسخروں کی فنکاری میں منہمک ہو گئے۔ جو تماشہ دیکھنے کی محض رغبت دلانے پر مامور تھے' خرید و فروخت کے اس ماحول میں کوئی بازار سے گزرے اور خریداری نہ کرے۔ تحفے نچھاور کئے جا رہے ہوں اور قبول نہ کرے' خوشامدیں ہو رہی ہوں اور سمانے سے زائد نہ پھولے۔ اختیار ہو اور ناجائز استعمال نہ کرے۔ مزید سے

Marfat.com

مزید تر کی تائید ہو مگر تحریک نہ ہو۔ فیصلوں کو قلب میں اور فرائض کو کندھوں پر رکھے۔ پاؤں میں نہ روند ڈالے۔ جواں مردوں کی سی حق گوئی اور بے باکی کو نمایاں رکھے۔ فقط ایک مومنِ جانباز کے لئے ہی ممکن ہے۔ وہ مومن تو چل بسا۔ اب اگر اس کا کوئی ہمسر میسر ہو جائے تو خوش بختی جانو۔ ملک و قوم کی بھی اور ان کی بھی' مقدر نے جن کے سپرد ملک و قوم کو کر رکھا ہے' ان کی بھی جو مانگے کے پروں سے اڑ رہے ہیں اور انکی بھی کہ بے پر کی اڑان جن کا شیوہ ہے' ایک خسارہ تو ہو گیا۔ ایک قومی نقصان تو اٹھانا پڑا' اٹھ سکے گا یا نہیں' فی الحال کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اقتدار کا ایک سہارا زیرِ زمین چلا گیا۔ اقتدار اپنا بوجھ اٹھا سکے گا یا نہیں۔ کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ یہ سہارا تکون کا قاعدہ تھا' قائم تھا' یا وتر' یہ راز خرداں ہے۔ ہم فقیروں کو کچھ نہیں معلوم۔ یوں بھی محلاتی راز محلوں میں ہی رہیں تو اچھا ہوتا ہے۔ ان کا محلوں میں آ جانا نہ حکومتوں کے لئے نیک فال ہوتا ہے' نہ عوام الناس کے لئے۔ ہمیں چونکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ اقتدار کی تکون کو کیا درکار ہے۔ قاعدہُ قائمہ! یا وتر' اس لئے ہم کوئی نشاندہی کر سکتے ہیں' نہ اشارہ' نہ سفارش' نہ تجویز' کہ یہ سبھی کچھ کار خرواں کے شمارے میں آتا ہے۔ ہم تو صرف یہ عرض کر سکتے ہیں کہ چننا آپ نے ہے' بھگتنا ہم نے ہے۔ جو قدم بھی اٹھایا جائے' سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔ عادت نہ سہی مگر اب وقت کا تقاضا ہے۔ قدم بڑھایئے' مگر بڑھ کر نہ بڑھایئے۔ ثابت قدمی سے بڑھایئے' پہلے طے کر لیجئے۔ الہیت لاتا کہ جمہوریت کل کے لئے کیا پکاتا ہے۔ دین یا لادینی سیکولرازم کہ بے دینی' جس کو بھی لایئے' منزل کا تعین کر کے لایئے۔ الہیت و جمہوریت کا بندوں کی حاکیت اور اللہ کی حاکمیت کا۔ دین و لادینی کا اشتراک ہم نے بہت دیکھ لیا۔ اتنا کہ دیکھتے دیکھتے ایک کھلے نظام شرک نے ہمیں آ لیا اور ہم فقط ناکردہ گناہوں کی ناقابل معافی سزائیں بھگتنے کے لئے رہ گئے۔ حرم کی پاسبانی کے لئے' اہلِ اسلام کے ایک ہو جانے کے علمبردار' تفریق و تقسیم و تعصب و منافرت کے نقارچی بن کر رہ گئے۔ **"اَلْخَنَّاس' اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاس"** ہمارے افکار کا راہنما بن بیٹھا جنّ انسان کہلانے لگے اور انسانوں نے جنّوں کا وطیرہ اختیار کر لیا۔ ایک سپرپاور کو چاٹ کر رکھ دینے والی دیمک جب دوسری سپرپاور کے درودیوار پر پھیلا دی

Marfat.com

گئی تو ہم نے اسی کے در پر سجدے کرنا شروع کر دیئے۔ ان ہی کی ۰۰۰ روں کے سائے میں عافیت جانی جس آگ سے ہمارے گھر کو جلایا جانا مقصود تھا' اس کے پاس بیٹھ کر ہم اپنے دامن سے ہوا کرنے لگے۔ بھول گئے کہ تحریک پاکستان لارنس آف عریبیا کی عرب نیشنل ازم کا مؤثر فکری جواب تھی۔ فراموش کر بیٹھے کہ جس زمانے میں ہم کارگہ سیاست میں ہیں وہ تحریکِ پاکستان کو ختم کرنے اور عرب نیشنل ازم کو ابھار کر مارنے کا زمانہ ہے۔ ہم اس گمان میں بھی گرفتار ہیں کہ آصف ہی کھویا ہے۔نواز ابھی ہے' سبھی کچھ سنبھال لے گا بلکہ آٹھویں ترمیم کو بھی جو نہیں ہو گی تو اتحادِ ثلاثہ کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ نہیں سوچ رہے کہ حکومت اگر سہ کونی نہ ہو تو صراط مستقیم کے سوا اور کچھ بھی دستگیر نہیں ہوا کرتا۔ مانا! کہ اتفاق درمیان نہ ہو تو اتحاد کیسا لیکن اتفاق نہ ہوا تو محض اتحاد کس نام کا۔ لازماً محض اسی کام کا جس کام کے دیگر اتحاد ہیں کہ ڈوبنے لگے تو ہاتھ پکڑ لیے۔ تیر گئے تو ٹانگیں چلانا شروع کر دیں۔ یہ بھی نہیں سوچ رہے کہ تکون کے مرکز کا تعین کرنے کے لئے زاویوں کو تقسیم کیا جانا اور مرکز سے کونوں کو دائرے میں لے آنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ تین اور تکونیں بن جایا کرتی ہیں۔ دائرہ نہ ہو تو مساویاں بکھر جاتی ہیں۔ ہمارے عسکری ذہن پر "کیوں!؟" مطلوبہ وسعتوں سے زیادہ پھیل جانے کا خدشہ موجود ہے۔ اب کیا؟ کیوں؟ اور کس لئے؟ حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔ یوں ہو' تو کارکردگی کو منظم رکھنا اگر ناممکن نہ بھی ہو جائے تو بھی مشکل ضرور ہو جایا کرتا ہے۔ آصف نواز نے اس بے راہ روی کا بھی سپاہیانہ نوٹس لیا اور اطاعتِ امیر کی روایات کو زندہ کیا۔ کاش ہماری سیاست اب ہی یہ سمجھ جائے کہ پشتے نہ رہیں تو ڈیم سوائے تباہ کن سیلابوں کے اور کچھ نہیں دیا کرتے اور ہم صدر بنانے اور صدر ہٹانے کے طریقے سوچنے کی بجائے' قوم بنانے اور رکاوٹیں ہٹانے کے عمل کو زیرِ غور لاتے۔ سوچتے اگر ایک فوجی جمہوریت کا محافظ ہو سکتا ہے تو ایک سیاست دان ملک کا محافظ کیوں نہیں ہو سکتا۔ سیاست کے پاس فوجی کا دل اور فوجی کے پاس سیاست دان کا دماغ ہو تو بہت غنیمت ہے بشرطیکہ ایک آئینے میں سو چہرے دیکھنے کا شوق لاحق نہ ہو اور کسی نیرو کی بانسری بجانے کی اجازت نہ دی جا چکی ہو۔ جن جن سیاسی گوشوں سے آصف

Marfat.com

ز کی بے وقت رحلت پر غم و افسوس کا اظہار کیا گیا ان پر لازم ہے کہ آئین پر
رانی کی تمنا کو دھتکاریں اور آئین کی حکمرانی کے علمبردار نہیں آئینی قباحتوں کو دور
نے کے عزم کے ساتھ اتحادِ ثلاثہ کے تیسرے کی نیک نیتی اور دلجمعی کے ساتھ
ش کریں۔ ایک دوسرے کے اختیارات کو متنازعہ بنا دینے سے کسی کو کچھ حاصل
ں ہو گا اور حاصل ہوا بھی تو وہ حاصل تفریق ہو گا۔ جس پر انحصار نہیں کیا جا سکے
۔ آیئے' نیک نیتی سے پکاریں اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ابھی ابھی نئے سربراہ کی
ری کا اعلان ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سربراہی میں فوج' ملک اور قوم
سُرخرُو رکھے۔

۱۵ جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

دروازے کھلے ہیں

بقول ہم رکابانِ نوالذوالفقار کی سرپرست' سقوطِ مشرقی پاکستان کے اصل ذمہ دار کی دختر' ہندوستان کی ایجنٹ' سابقہ بددیانت نااہل وزیرِاعظم' متعدد تخریب کاریوں کی سربراہ' امریکہ کو پاکستان کے ایٹمی راز بتانے والی' وطن دشمن پیپلز پارٹی کی "کو چیئرپرسن" موجودہ قومی اسمبلی کو بوگس قرار دینے والی' صدر اور وزیرِاعظم کی یکے بعد دیگرے برطرفی کی طالب' ایک "ٹین پرسنٹ" ملزم کی اہلیہ' دنیا بھر کی یہودی لابیوں کی منظورِ نظر' بیگم بینظیر زرداری بھٹو کا کمیٹی برائے امورِ خارجہ کا بلامقابلہ چیئرپرسن مقرر ہو جانا اتنا بڑا اچنبھا ہے کہ جس نے سنا ایک بار تو سر جھٹک کر اندر سے کھٹک گیا۔ اس صدمہ سے صرف وہ لوگ بچے جو برملا کہتے آئے تھے کہ یہ تمام تر اقتداری رسہ کشی اقتدار میں دو ایسے حریفوں میں ہے جو ایک ہی آقا کے غلام ہیں۔ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ یہ ایک سربراہ کے سربہ راہ ہیں۔ ایک تماشاگر کی پتلیاں ہیں۔ یہ یارانِ امریکہ ہم مرتبہ ہیں' لادین آقا کی نگاہ میں دونوں میں کچھ فرق نہیں' ماسوا اس کے کہ ایک مرد ہے اور ایک عورت ہے' وہ بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ مردوں کی سی ہے اور وہ اس کا سا ہے۔ جو کچھ بھی ان کی سیاست تخلیق کرے گی وہ امریکہ ہی کا ہو گا' پیدائشی پرچی پر چاہے اس کا دینِ اسلام لکھا جائے' شناخت میں اس کا لادین ہونا ہی تحریر ہو گا جس پر امورِ داخلہ کا الزام ہو کہ اس نے ہمارے باپ کو قتل کروایا' جہاں اس حد تک اختلاف ہو کہ کسی نے وہ قلم بھی متبرک جانا ہے جس سے کسی کے باپ کو صلیب پر لٹکائے جانے کے حکم پر دستخط ثبت کئے گئے۔ وہاں اتنی بڑی مفاہمت کہ کیا نصراللہ اور کیا ان کے اتحاد در اتحاد سبھی کا منہ فرطِ حیرت میں کھلے کا کھلا رہ گیا ہو۔ کوئی معمولی تاریخی واقعہ نہیں' اتنی جلدی تو کوئی کاشتکار بھی اپنے مخالف کی آڑھت پر نہیں جاتا' جتنی جلد اس جاگیردار نے سرمایہ

Marfat.com

کار کی بغل میں اپنا بازو دے دیا۔ سیاسی مات دینے کی اتنی ذہانت ہماری موجودہ حکومت کو تو میسر نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمجھوتہ کیا نہیں گیا' کروایا گیا ہے۔ بہرحال باجودیکہ پاکستان کی سیکولر جمہوریت کے والد اور آمریحیٰ خاں ایک ہو گئے اور بینظیر اور نواز شریف اسی سیاسی حسب نسب کے ہیں۔ یہ کوئی عقلمندی یا اصول پرستی نہیں کہ جس صلح کے لئے دروازے کھلے رکھے ہوئے تھے وہ بند دروازوں میں کرلی جائے' نہ ہی یہ کوئی اچھی بات ہے کہ کل تک جن لڑنے والوں کی تضحیک کر کے انہیں ایک ہو جانے کے مشورے دیئے جا رہے ہیں آج ان کی صلح ہو جانے میں دوربین لگا کر عیب تلاش کئے جائیں۔ بالخصوص جب دونوں کی تخلیق ایک ہی نفس سے ہوئی ہو۔ جس کا بادا آدم نرالا ہو۔ ان کی اماں حوا کیوں نرالی نہ ہو جنہیں لڑنا برا لگتا تھا' انہیں تو اس طرح مل بیٹھنے والوں کی تعریف کرنا چاہئے' چاہے لڑائی قومی حکومت پر ہو اور سمجھوتہ کمیٹی برائے امور خارجہ کی چیرمین شپ پر ہو جائے۔ گزشتہ روز امورِ داخلہ کے ٹرکوں کی مٹھاس پر چھاپہ اور امروزان قاتلوں سے سمجھوتہ ایک سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں یا ایک ہی کڑیوں کے دو سلسلے ہیں۔ ابھی پردے اٹھائے جانے کی منتظر ہیں۔ بہرحال پہلے اقتدار کی سو بکریاں ایک گھاٹ پانی پی رہی تھیں اب ایک شیر اور ایک شیرنی بھی اسی گھاٹ پر آ گئے ہیں۔ اب دیکھیں پانی گدلا ہوتا ہے یا بکریوں کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس صلح سے "ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس' جب ذرا انسان ہوا ہے خود شناس و خود نگر" اور زیادہ واضح ہو گیا اور آشکار ہونے لگا کہ "ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کہیں" پر سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اگر افضل خاں اور سیوا جی مرہٹہ والا قصہ نہیں تو امورِ داخلہ کے علاوہ مذہبی امور بھی یقیناً خطرہ میں آئیں گے' بھونچال بھی نہ آئے دو چار گھنٹیاں تو لازما" بجنے لگیں گی۔ ہو سکتا ہے کچھ زیادہ ہی ڈرپوک کلمہ پڑھنے لگیں اور بازار میں نکل آئیں۔ سادہ لوح لوگ کہ اس نظام کے سیاستدانوں کے اتنے پینترے بدلنے کے باوجود بھی جن کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا کہ نہ ان کی لڑائی میں لڑائی ہوتی ہے نہ ان کی صلح میں صلح' کو بشرفِ غیر دور اندیشی کم از کم پنجاب کے ایوانوں میں تو ہونا چاہئے۔ مغربی جمہوریت کے متعلق مفکر پاکستان کے اقوال کی عملی صورت اس مارشل لا جائی جمہوریت نے اپنے پردۂ سیمیں پر یوں بار بار دکھائی ہے کہ اب تک تو ہر خاص و عام کو اس

Marfat.com

کا حسب و نسب ازبر ہونا چاہئے۔ ہائے! کیا انقلاب فکر و عمل ہے کل تک جن کی شکل دیکھنا گوارا نہیں تھا' ان سے دل و دماغ متفق ہو گئے ہیں۔ پاکستان کے تمام صلح کلوں کو مبارک ہو کہ بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے' جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر اور تمام فسادیوں کو بھی پیشگی مبارک ہو کہ بڑا مزا اس جنگ میں ہے جو جنگ ہو جائے صلح ہو کر۔ پھر یہ تو ملاپ ہے۔ صلح تو نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ صلح آٹھویں ترمیم کے لئے نہیں ہے کسی نے نصف شب گئے خواب ہی خواب میں بوٹوں کی چاپ سن لی ہے اور ڈر کر گلے مل رہے ہے۔ اگر یوں ہے تو اس ہڑبڑائی ہوئی صلح کو دوام حاصل ہو جانا ہو سکتا ہے۔ نئے بوٹ پالش ہونے تک ہی ہو' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ لانگ مارچ نے تین ٹانگ کی دوڑ اختیار کرلی ہو اور فقط ستاروں والی جھنڈی دکھائے جانے کا انتظار ہو۔ ہو سکتا ہے ایک کو داخلہ اور دوسرے کو خارجہ پالیسی کا ماہر تسلیم کرلیا گیا ہو اور خروج سے بچنے کے لئے تقسیم کار پر سمجھوتہ ہو گیا ہو۔ کرلو' گھر والوں سے میں نپٹ لوں گا۔ باہر والوں سے آپ نپٹ لیں۔ جمہوریت کے دو آمروں کی اسے تیسرے آمر سے بچانے کے لئے یہ عامرانہ صلح ملک و قوم کو روزانہ دو چار سکون کے سانس مہیا کرنے کا باعث بھی ہو سکے تو بھی اس خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے جو اگر رب العالمین بھی ہے اور مٰلکِ یَوم الدِّین بھی۔ پھر بھی رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ اپنے احکام منواتا ہے مگر نیک کاموں میں نہ صرف مددگار و معاون ہوتا ہے بلکہ ہدایت بھی فرماتا ہے کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا بُرا۔ وجہ کچھ بھی ہو وزیر اعظم تعاون کے لئے دروازہ کھولنا اور حزب اختلاف کی اس رہنما کا نصراللہ کے بغیر اس دروازے میں داخل ہو جانا ایک مثبت تمثیل ہے۔ اللہ کرے یہ مسکراتے رہیں' اگرچہ کچھ لوگ ناک منہ چڑھاتے رہیں۔ جمہوریت کی بقا کے لئے اس سے زیادہ قربانی اور کیا دی جا سکتی تھی کہ جس حکومت کو تڑوانے کے لئے گھاس پات ایک کئے جا رہے تھے اس کی بقا کے لئے جسدِ تعاون بڑھا دیا جائے۔ نہ لوٹ مار کے الزام یاد رہیں نہ کمیشن کھا جانے کے' نہ وہ دیگر دشنام طرازیاں جنہیں سن کر بھی اخلاقی قدریں شرمانے لگیں۔ اس تعاون کے بعد کیا لوٹا ہوا مال واپس آ جائے گا یا تعاون کرنے والا لٹ جائے گا۔ تمام بدعنوانیاں' کوتاہیاں' ناکردہ کاریاں' گمراہیاں کارِ ثواب بن جائیں گی یا کوئی نیا گناہ تعاون کی پیشانی کا داغ بن جائے گا۔ اگر دراصل صلح صدر سے نہیں ہوئی تو یہ صلح اب بھی

Marfat.com

طرے میں ہے اور اگر یہ ان کی نظرِ عنایت کا کرشمہ ہے تو امیروں کی کیا مجال کہ بساط پر اپنے اپنے مقام سے بغیر پلائے ہٹیں' اگر یہ صلح ڈر کر کی گئی ہے تو یہ ڈر آئندہ کے ملکی نظام سے آیا ہے یا نئے عالمی نظام سے۔ ابھی مزید غور طلب امر ہے' اسے سمجھ جانا ان کے بس کی بات نہیں' جو سیاسی گرگسوں میں پلے ہوں۔ خارجہ امور کی کمیٹی کے ذریعہ اب پاکستان کے دہشت گرد قرار دیئے جانے کا تدارک کیا جائے گا۔ اس کے خارجی طور تنہا ہو جانے کو نئے تعلقات مہیا کئے جائیں گے' نفاذ اسلام کے خطرات کا مداوا کیا جائے' پاکستان کے دو قومی نظریہ کی بجائے لارنس کے عرب نیشنلزم کے نظریہ کی منزلت عائی جائے گی۔ خلافتِ اسلامیہ کو تہ تیغ لانے کا نیا ایوارڈ ترکی کو دیا جائے گا' ایران پر رکی تسلط کی ترک شدہ راہوں کو دوبارہ تعمیر کیا جائے گا' عالمی اور ملکی سطح پر اس صلح کا بھی جواز ہو سیاسی' اخلاقی سطح پر یہ نواز شریف کی بہت بڑی مُفتیانہ فتح ہے۔ بظاہر بینظیر سیاست کا گلا ہمیشہ کے لئے رندھ گیا ہے اس کا سیاسی اعتبار بھی مجروح ہوا ہے اور ی مستقبل بھی مغربی جمہوری سیاست میں جو بڑھ کر پہلا وار نہیں کر سکتا اور محض ی انداز اختیار کرتا ہے۔ شکست اپنے نام لکھوا کر میدان میں آتا ہے۔ بظاہر شیر اگر ر نکلے تو پٹے گا تو سہی۔ آج کل بینظیر کی مقبولیت کی وجہ موجودہ حکومت کی نامقبولیت جو اَب بینظیر نے اپنے نام لکھوا لی۔ نامعلوم سیاست نے کیا کاروبار کیا' کہ جو سیاست جنس خریدنے نکلے تھے نفرت کے باٹ خرید لائے۔ اتنا بڑا نقصان بینظیر محض امور جہ کی کمیٹی کی چیئرمینی کے لئے اٹھا لیں گی' نہ سمجھ آتا ہے' نہ قابلِ یقین ہے۔ ایسے ے کی کم از کم قیمت آئندہ کی وزارتِ عظمٰی ہونا چاہئے تھی۔ چاہے صدارت نواز یف ہی کی قبول کر لی جاتی۔ اگر ایسا کوئی سودا ہوا ہوتا تو یہ صدر کہاں برداشت کرنے لے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے ایسی کسی بیل کا منڈے چڑھنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ جمہوری قومی محاذ کے انجام کے زیرِ نظر رکھے بغیر اگر بینظیر نے یہ صلح کر لی ہے تو جہاں یہ بت ہو گیا کہ فی زمانہ عورت کی شہادت آدھی تو کیا شہادت کا دسواں حصہ ہونا چاہئے۔ ماسیہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر مادہ کی عقل پہلے نخنے میں نہیں بھی ہوتی تھی' وہ تو اب اتر ہے۔ غالب پھر بھی خوش قسمت تھے کہ جس کا وہ پہلو میں بہت شور سنتے تھے۔ اس کو چیرا تو کم از کم ایک قطرہ خون تو نکل آیا۔ اس نگوڑی سیاست نے تو غالب کے دل

Marfat.com

سے بھی کہیں بڑھ کر شور مچا رکھا تھا مگر وائے مقدر سیاست کہ ایک قطرہ بھی خون نہ نکلا۔ رواں نہیں تھا تو چکاں ہی ہوتا' وہ بھی نہیں تھا تو منجمد ہی ہوتا' وہ بھی نہیں تھا تو دل تو ہوتا۔ آثار بتا رہے ہیں کہ دل تو کجا وہاں دماغ بھی نہیں تھا' ایک ذرا سی چکنائی سی تھی' وہ بھی مغربی جمہوری سیاست کی چھری سے لگی معلوم ہوتی تھی۔ ادھر فوج کی سربراہی ایک مرحوم و مغفور فرزندِ پاکستان کے خاندان کو تفویض کرنا اور ادھر جناب وزیرِ اعظم کا بادشاہ خاں کے پسر سے جا کر گلے ملنا نہ معلوم اس داستانِ صلح کا باب بنے گا کہ نہیں' لیکن اس تقرری کا خالصتاً" صدر کی صوابدید پر ہونے کا بطورِ خاص پرچار ڈپلومیسی کی لغت میں خاص معانی کا حامل ہے۔ بھلا آج کل فوج کے سربراہ کے لئے بار بار یہ بیان دینا کہ وہ سیاست میں دخل نہیں دیں گے اور جمہوریت کو مستحکم کریں گے' کیوں ضروری ہے۔ کیا جمہوریت صرف فوج کی طفیل ہی مستحکم ہوتی ہے؟ نیز تمام سیاسی معاملات طے کرتے وقت سربرا فوج کے عندیہ کو کیوں مدنظر رکھا جاتا ہے۔ صدر اور وزیرِ اعظم کا بار بار یہ کہنا کہ ہم فو کو مضبوط کریں گے اور فوجی سربراہ کا بار بار دہرانا کہ ہم جمہوریت کو مضبوط کریں گے کچھ کمزوریوں اور خامیوں کا نشان وہ ہے یا کسی لین دین کا' یا محض "من ترا بگویم اور مرا بگو" کا مصداق ہے۔ کسی بھی ملک میں فوج کا بیک وقت سرحدوں اور سیاست ک حفاظت کرنا لازماً کچھ کوتاہیوں اور کچھ کوتاہ نظریوں کے باعث ہوتا ہے۔ ازروئے آئ سربراہ مملکت افواجِ پاکستان کا بھی سربراہ ہوتا ہے۔ یہ چیف آف دی آرمی سٹاف وزیرِ اعظم اور صدر کے اختیارات کی تقسیم آئین کی کسی ڈھب نے نمایاں کی ہے حالات کے تپِ محرقہ نے۔ آج کا معاشرہ عجیب و غریب مخمصے میں گرفتار ہے' آئین حفاظت کریں تو معاشرے کا دم گھٹنے لگتا ہے' معاشرہ سانس لینے لگے تو آئین کا دم ٹو جاتا ہے۔ پاکستان کا دہشت گرد قرار دیا جانا لاحق ہوا تو امورِ خارجہ کی کمیٹی کی سربر دبوچ لی' بیرونی حالات کے سائے سکڑ گئے تھے تو کسی کا گھر کا سربراہ دبوچا گیا تھا۔ ہو ہے یہ انقلاب بُش کی رفت رفت اور بل کی آمد آمد کی وجہ سے ہو' کہ جو کل بددیانت و نااہل تھے آج دیانتدار اور دانشور قرار پا گئے۔ کل تک جن کا وجود جمہور کے استحکام کے لئے خطرہ تھا آج جمہوریت کے استحکام کا باعث بن گئے اور پاکستان کو ب خطرات سے بچانا ان کے سپرد کر دیا گیا۔ کل تک جن کا اقتدار اور ملک کی سالمیت کا

Marfat.com

رہنا ناممکن تھا وہ آج محافظِ وطن تسلیم کر لئے گئے۔

کراچی' حیدر آباد' سندھ' سرحد' بلوچستان میں "ہم اِدھر تم اُدھر" کی فضا پاکستان کے عوام نے نہیں سیاستدانوں کی پلید سانسوں نے مکدر کی ہوئی ہے اور کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ مسلمان آبادی کے کسی کے ملک کو کسی غیر اسلامی مکتبۂ فکر کی سیاست کے سہارے نہ مستحکم کیا جا سکتا ہے' نہ قائم رکھا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ جو دل سے لا الہٰ الا اللہ پکار لے اس کی اپنی سیاہ کاری بھی اس کے بنیادی عقیدہ کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ اسے یہی فکر رہتی ہے کہ مرتے دم کلمہ نصیب ہو۔ ایسے افراد پر اللہ کے سوا دیگر الہٰ مسلط کر دینا ان کے اجسام کو تو مغلوب کر سکتا ہے' ان کے قلوب کو نہیں' جو مرتے وقت لا الہٰ پڑھ رہا ہو وہ دراصل زندگی کے ہر غیر اللہ الہٰ کی نفی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پر تف بھیج رہا ہوتا ہے جس کو آخرت کی زندگی پر یقین ہو' وہ دنیوی خداؤں کی اطاعت کبھی دل سے قبول نہیں کرتا۔ قانون فطرت ہے کہ کسی مجبور شہری کو پرامن شہری نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ اگر آج دہشت گرد نہیں تو ہو جائے گا اور پھر اگر بے نظیر کے باوجود امریکہ کا یہ موقف ہوا کہ ہمیں پاکستان کے دہشت گرد ہونے کی نظیر مل گئی ہے تو سیاست میں اس نظیر کا کیا مقام ہو گا۔ یہی نا! کہ ہر جانب' ہر سو اس کی نظیر ہی نظیر ہو گی' حتیٰ کہ زرداری کے لئے بھی ممکن نہیں ہو گا کہ وہ پہچان سکے کہ اس کی بے نظیر کہاں ہے' وہ چلائے گا کہ جس کی کروڑوں نظیریں ہوں وہ میری بے نظیر نہیں ہو سکتی' جس نئے عالمی نظام کو ابھی تک تسلی نہیں ہوئی کہ اس نے عالم اسلام کو مؤثر طور پر تہ و بالا کر دیا ہے۔

پاکستان کی سیاست کا سیاسی طفلوں اور قیامِ پاکستان کے مخالف گرگوں کے ہاتھ لگ جانا' پاکستانی سیاست کو کینسر لگ جانے کے مترادف ہے۔ اب اس کا علاج نہ عطائیوں کی دواؤں میں ہے نہ محض دعاؤں میں۔ واحد اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون کا اقرار و اعلان ہے' ورنہ آج کے دیئے گئے معانی کے مطابق محض مرجانا ہو گا۔ پھر احباب پلاؤ کھائیں گے اور فاتحہ ہو گا' کل کلاں کو اگر کوئی یہ الزام لے آیا کہ تم دونوں کا ایک ہو جانا ہی پاکستان کے دہشت گرد ہونے کی دلیل ہے تو کیا جواب ہو گا۔ اس لئے کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دہشت گردی کا الزام دیتے آئے ہیں۔ اس صلح سے اقتدار کی تکون کے ہر

Marfat.com

زاویے کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اس کے اضلاع سلامت بھی رہیں تو بھی ہلچل ضرور مچے گی۔ صدر کی صدارت وزیرِاعظم کی وزارت اور عسکریت کی سکر اگر ایک دوسرے کو گھورنے لگیں تو صلح ہوئی کہ جنگ کی تیاری' پھر صلح بغیر اطلاع آج تک کبھی بار آور ہوئی ہے' نہ ہو گی' بندوں کے اقدامات سے فطرت کے قوانین آج تک کبھی بدلے ہیں نہ بدلیں گے۔ یہی صلح اگر اس اہتمام کے ساتھ ہوئی کہ آؤ مل کر سرزمینِ پاکستان سے کرہ ارض پر ایک لادین طاقت کی حاکمیت کے نئے عالمی نظام کے نعرہ کے مقابلہ میں کرۂ ارض پر اللہ ہی کی حاکمیت کا نعرہ بلند کریں۔ دنیائے اسلام کو قیامِ خلافتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا درس دیں۔ اقوامِ متحدہ کو اسلام کی وحدتِ انسانیت کے لئے نامزد کی ہوئی راہوں سے آشنا کریں تو یقیناً آج کے شب و روز کچھ اور ہوتے۔ یہ نہ ہوا تو حکومت بینظیر نواز شریف کی ہو یا نواز شریف بینظیر کی ہو یا اسحاق کے کسی غلام کی۔ راتیں ہی آباد ہوں گی دن نہیں۔

۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"بیاہ کسی سے نباہ کسی سے"

ہماری سیاست پر آج کل "بیاہ کسی اور سے نباہ کسی اور سے" کا عالم طاری ہے۔ ایک کو بیتے دنوں کی رنگینیاں یاد دلائی جاتی ہیں' تو دوسرے سے مستقبل کی دوستی کے وعدے کئے جاتے ہیں۔ کسی سے وعدہ ہو رہا ہے کہ پارلیمانی کیفے میں ملیں گے' اور کسی سے شکوہ ہے' آپ خوابوں میں کیوں نہیں آتے۔ قومی اسمبلی کے جس ہال سے آئے روز واک آوٹ ہوتا تھا' اسی کو آباد رکھنے کے وعدہ کو پختہ کیا جا رہا ہے۔ وہ جس کا بوگس ہونا زبان زدِ عامیاں ہو رہا تھا۔ اس کا بونکا لگانے والوں کی زبان زد میں آ گئی ہے۔ بیوفاؤں سے وفا' اور وفاداروں سے بیوفائی کا یہ سیاسی انداز سیاست کی پیشانی کو اس قدر بدزیب کر گیا ہے کہ بیرون خانہ تو کجا' درونِ در بھی حسن زن محض حسنِ ظن ہو کر رہ گیا ہے۔ جمہوریت کے نام لیواؤں نے ہی جمہوریت کو وہ بدنام کیا ہے کہ کوئی گھر والی کوٹھے بیٹھ کر بھی اتنی بدنام نہ ہوئی ہو گی۔ پہلے سیاست بے رنگ و بے خیال فکر و تدبر سے عاری ہوئی' پھر تجوریوں کے بل پر رقصاں ہوئی' پھر ترقیاتی فنڈ سے میک اپ کرنے لگی' پھر رفتہ رفتہ از خود فروخت ہونے لگی' پھر دیوِ استبداد نے اسے گھر ڈال لیا' پھر سیاست کاروبار بن گئی' ہوتے ہوتے صنعت کار ہو گئی۔ آج کل اپنی بنائی ہوئی اپنی خدائی کی زکوٰۃ بانٹتی پھر رہی ہے۔ صبح پہلی کا پڑ اس کھیت میں اترتا ہے تو شام اس بنجر زمین پر۔ دوسری جانب سیاست نے شور مچایا' اقتدار انتقام لے رہا ہے' پھر کہا اقتدار لٹیرا ہے' بنیاد پرست ہے' بوگس ہے' دھاندلی کی تخلیق ہے۔ اس پر عوام نے ستم نہ توڑا' تو نہ ملک توڑ دے گا' یہ اقتدار نااہل ہے' ناآشنا ہے' نابلد ہے' ادھورا ہے' یہ نہ اسلامی ہے نہ جمہوری' آمریت جایا ہے' ملا نہیں' خریدا گیا ہے' یہ بے روزگاری کا موجب ہے' بدنظمی' بے اطمینانی' مہنگائی' لاقانونیت' دہشت گردی' اس بے درد کی دین ہیں۔ یہ اقتدار مجسم بددعا ہے' سرتا

Marfat.com

یا عذاب ہے۔ اس کی فرعونیت نے معاشرہ کو قارون و ہامان دیئے ہیں۔ یہ نمرود کی خدائی ہے۔ اس کی بندگی میں بھی بھلا نہیں ہے۔ یہ اقتدار لاولد آزر ہے۔ اس نے پاکستان کو ایسا خانۂ آزر بنا دیا ہے' کہ پورا ملک کفراز کعبہ بر خیزد کی تمثیل بن کر رہ گیا ہے۔ دین اسلام کو قیصری کا ہم نوا بنا دیا گیا ہے۔ انسان ساختہ اور خوفِ تنسیخ سے لرزاں' قدم قدم پر ترمیم طلب آئین "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کے دعوئ خدائی پر حاوی و بالادست کر دیا گیا ہے۔ "وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" سے مراد یہ لی جا رہی ہے کہ تمام نعمتیں تمام کی جا چکی ہیں۔ اللہ نے ہمارے لئے اسلام کو بطور دین و آئین کے ہمارے لئے پسند کیا تھا۔ ہم نے اپنے بنائے ہوئے آئین کو اس دین و آئین پر ترجیح دے لی ہے۔ جس کا مصنف خود اللہ تعالیٰ ہے۔ گویا جو آئین اللہ کو پسند ہے' وہ ہمارے اقتدار کو پسند نہیں ہے۔ اللہ پر واضح کر دیا گیا ہے کہ کائنات پر تیری اہمیت ہو گی' اس ملک میں ہماری حاکمیت ہے لہٰذا خیال اپنا اپنا' پسند اپنی اپنی۔ تو کائنات میں من مانی کر' ہم اس ملک میں اپنی رضا کو راضی رکھیں گے۔ مفکرِ پاکستان کا جمہوریت کا چہرہ روشن' مگر اندرون چنگیز سے تاریک تر کی پھبتی لانا' اسے فریبِ رنگ و بو کہنا' سروری کو فقط اللہ کے لئے مخصوص کرنا' باقی سبھی کچھ کو بتانِ آزر سے تشبیہ دینا' آزادئ جمہور کی ترکیب کو شاہی کی پرکاری قرار دینا' جمہوریت کے عطا کئے ہوئے آشیاں کو قفس کہنا محض شاعری تھی' سیاسی فکر نہ تھی۔ رومی' رازی' غزالی' الفِ ثانی' جمال الدین افغانی سب جذباتی بنیاد پرست تھے۔ صرف لارنس' میکالے' رسیو' گورکی' مارٹن' لوتھر' ہیگل' مارکس' لینن' صراط مستقیم پر تھے۔ کرہ ارض پر حرم کی پاسبانی کے لئے مسلمانوں کا ایک ہونا دیوانے کا خواب ہے' نہ وحدتِ ملت امکانی ہے' نہ وحدتِ انسانیت ممکن ہے لہٰذا صرف وطنیت و قومیت و نیشنلزم کی بات کرو۔ وہ بھی فقط عرب نیشنلزم کی' عجم سے مخاصمت کی' وطنیت کی رقابتوں کی پیدائشی اونچ نیچ کی' ذات پرستی کی' قومیت نوازی کی' نہ چین ہمارا ہے' نہ عرب ہمارا ہے نہ ہندوستان ہمارا ہے' نہ سارا جہان ہمارا ہے' نہ ہم مسلم ہیں۔ فقط وہ کاسہ ہمارا ہے' جو ہم غیر ملکی امداد کے لئے ہمہ وقت اٹھائے رہتے ہیں' اور پھیلائے رکھتے ہیں۔ بڑی ہی اسلام دوستی ہو' تو بھی سارا جہاں ہمارا نہیں ہے۔ صرف کشمیر ہمارا ہے' جو صرف اس لئے ہمارا نہ ہو سکا کہ گورداس پور ہمارا نہ ہو سکا۔ ہمیں بیک وقت "مونٹ" اور

Marfat.com

"کلف" یعنی پہاڑ اور اس کی چوٹی دھوکا دے گئے۔ ہم نے مونٹ بیٹن کے دورِ حکومت میں ریڈ کلف کو اپنا "ایوارڈ دہندہ" تسلیم کر لیا۔ اس نے ہم سے اتنا کچھ چھین لیا کہ ہم اپنی شہ رگ سے محروم ہو گئے اور اس کے بغیر ہی جئے جا رہے ہیں۔ گویا ہم مُردہ بدستِ زندہ ہوں کشمیر چاہے' تو خود مختار ہو جائے کے اعلان کے بعد پاکستان کے دولخت ہو جانے پر بھی خاموش رہنے والی اقوام غیر متحدہ کی اقوام متحدہ کہلانے والی اسمبلی اگر کسی سیاسی حل کے حمل سے فارغ ہونے کے لئے دردِزہ میں مبتلا بھی ہو' تو کیا کرے گی' کشمیری چاہیں تو ہمارے ساتھ رہیں' چاہیں تو نہ رہیں' کیسی کیفیت طاری ہو چکی' ہر طلاق سے پہلے یہی عالم ہوتا ہے' کہ بیوی ہوتی ہے' مگر گھروالی نہیں ہوتی۔ سادہ لوح ہوئی تو میکے جا بسی' چالاک ہوئی تو طلاق سے پیشتر ہی نیا گھر بسا لینے کا اہتمام کر لیا۔ کشمیر اگر متنازعہ نہ رکھا جاتا تو غیروں کے سامانِ حرب کے کارخانے ہمارا متبادل کہاں تلاش کرتے پھرتے۔ ہم ہمہ وقت حالت جنگ میں نہ ہوتے۔ آٹھوں پہر ہماری سالمیت کو خطرہ لاحق نہ ہوتا' ہم عسکری تیاری پر اتنی کثیر رقم خرچ نہ کر رہے ہوتے۔ ہم جان بوجھ کر خطرے میں نہ رکھے گئے ہوتے' تو آج یہ حالت نہ ہوتی کہ ہم اپنے شہروں کے فٹ پاتھ' رفعِ حاجات گاہیں' بیرونی سودی امداد سے تعمیر نہ کر رہے ہوتے۔ جس معاشرہ کا رُواں رُواں بیرونی امداد اور سودی نظام کی تباہ کاریوں میں پھنسا ہوا ہو' جس کی ترکاریوں تک کے بھاؤ' بیرونی سرمایہ کاروں کی سیاہ کاریاں مقرر کر رہی ہوں' جہاں ہر صنعت' ہر کارخانہ' ہر تجارت' ہر بینک کاری' غرضیکہ ہر لین دین مقروض ہو۔ جہاں کی تجوریوں میں یا کالا دھن ہو' یا قرضوں کی دستاویزات' جہاں کی فکر' سیاست' حب الوطنی' ایمان' اعتقاد' بلکہ رہن سہن تک حالت رہن میں ہو۔ وہ معاشرہ اپنی آزادی' اپنی بہبود' اپنے حال' اپنے مستقبل کو کیوں کر محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ معاشرہ تو بیرونی تقاضوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہنے پر مجبور ہو گا۔ آواز آئے گی' خبردار کوئی بنیاد پرست نہ رہے۔ ادھر ٹانگیں کانپ رہی ہونگی' ہاتھ بندھے ہوئے ہونگے' اور گزارش ہو رہی ہو گی۔ ہم تو آقا پرست ہیں' بنیاد پرست تو نہیں' ہم تو جنم جنم کے سیکولر ہیں' دین کو سیاست کے پاس نہیں پھٹکنے دیتے' سیاست کو ہم دین سے دور رکھتے ہیں' چاہے ہمیں چنگیزی ہی اختیار کرنا پڑے۔ اگر کبھی لوگوں کا دل بہلانے کے لئے ہم شرع کے نفاذ کی بات کرتے ہیں تو برا نہ منایا جائے'

Marfat.com

آپ نے کئی بار آزما دیکھا۔ ہم نے جب بھی نافذ کی' شرح نافذ کی' شرح کبھی نافذ نہ کی' اور شرح بھی آپ کی' یا آپ کے حواری ملوکیت پرستوں کی۔ نہ ہم کبھی اللہ سے راضی ہوئے' نہ اللہ کو کبھی اپنے سے راضی ہونے دیا۔ ہم وہ توحید پرست ہیں کہ ہم نے کماحقہ' فرقہ پرستی کو ہوا بھی دی' اور تحفظ بھی دیا۔ سرمایہ کاری کی' تو سُودی' کروائی تو سُودی' قرضہ لیا تو سُود پر' ادا کیا تو سود پر۔ کاروبار کیا تو سود کے ساتھ' ادھار لیا تو سود پر۔ یوں ہم نے ہندو بت پرستوں سے بھی کہیں زیادہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے خلاف جنگ کو جاری رکھا اور قسمیں اٹھا اٹھا کر' بازو ہلا ہلا کر' چھچھانے کے انداز میں غراتے رہے' کہ یہ سبھی کچھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہے۔ کوئی زیادہ ہی منہ سر آیا' تو اسے یہ کہہ کر سمجھا لیا' یہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) سے جنگ نہیں ہے' یہ تو اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کی تیاری کے لئے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے ولی ریہرسل کر رہے ہیں۔ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) لڑ نہیں رہے' فقط ان سے گُر سیکھ رہے ہیں' داؤ پیچ آزما رہے ہیں۔ وقت آنے دو پلک جھپکنے میں دشمن چاروں شانے چت پڑا ہو گا۔ مسلمان ممالک کے وسائل پر لادین قابض ہو گئے تو کیا عراق اور عرب حمیت بھی گنوائی اور اہمیت بھی کھو لی' تو کیا' خلافت اسلامیہ نہ رہی تو کیا' حیدر آباد اور جونا گڑھ گئے تو کیا' سومنات مندر دوبارہ تعمیر ہو گیا' تو کیا' بابری مسجد میں نمازی نہ رہے تو کیا مسلمان ریاستیں بے دین روس کے چنگل سے نکل کر لادین جمہوریت کی دبوچ میں آ گئیں تو کیا' افغانستان سے روس کے نکل جانے کے بعد غافل افغان اپنی خودی نہ پہچان سکے' نہ جان سکے کہ جس کی لہر اونچی نہ ہو وہ دریا کیسا' جس کی ہوائیں تند نہ ہوں وہ کیسا طوفان۔ عالم فاضل اپنا دین و ایمان فروخت کر گئے تو کیا' اُمّیوں کی لاج نہ رہ سکی تو کیا۔ اوجڑی کیمپ جلا تو کیا' معاہدۂ جینوا ہو گیا تو کیا' سانحۂ بہاولپور ہو گیا تو کیا' کچھ جانباز مر گئے تو کیا' کچھ ریٹائر ہو گئے تو کیا' صاحب معراج کے امی اگر فاصلوں سے شکست کھا گئے' وقت اگر ان کی گرفت میں نہ رہا' مقام یٰسین و طٰہٰ اگر آج ان کے شعور کی دسترس میں نہیں تو کیا۔ مانا کہ اتفاق کا عمل بھی بڑا برکت والا ہے' لیکن صرف نیک اور تعمیری کلیوں کے لئے۔ برائی کے لئے اتفاق خدا نہ کرے' کہیں نہ ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے ہاں اتفاق نے یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ ہر برائی ہر دکاری

Marfat.com

کے لئے اتفاق ہو رہا ہے۔ روزانہ خبریں شائع ہوتی ہیں' فلاں عورت کے ساتھ' فلاں کنواری لڑکی کے ساتھ' فلاں نابالغ بچی کے ساتھ' فلاں لڑکے کے ساتھ اجتماعی بدکاری کا ناگفتہ بہ عمل روا رکھا گیا۔ وہ تو غنیمت ہے کہ کچھ نہ کچھ اشک شوئی اس لئے ہو جاتی ہے کہ وزیرِاعظم بے چارے بے بسوں کے آنسو پونچھنے خود پہنچ جاتے ہیں۔ شرم سے ڈوب مرے' وہ معاشرہ جس نے اپنے وزیرِاعظم کو ان کاموں میں مصروف کر رکھا ہے اور منہ کالا کر کے آئینہ دیکھتی رہے' وہ انتظامیہ جس کی تنخواہ خوری کے باوجود ان کی ذمہ داری بھی وزیرِاعظم کو نبھانا پڑتی ہے۔ اس صورتحال کی ذمہ داری یہ سیاسی غلطی بھی ہے' کہ تینوں اداروں' یعنی مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ کو ایک دوسرے کا معاون بنانے کی بجائے ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ بدعت اتنی عام ہو گئی ہے کہ مقننہ کے تمام افراد وہ ایم این اے ہوں کہ ایم پی اے' اپنا مقام اور اپنا کام بھول کر روزمرہ کے مقامی انتظامی معاملات میں نہ دخل انداز ہونے لگے ہیں' بلکہ مقامی انتظامی افسروں کے تبادلے' تقرریاں' ترقیاں بھی انہی کی لب کشائی اور دھونس دکھائی کی محتاج ہو گئی ہیں۔ اس حقیقت کا نہ خیال رکھا گیا' نہ تدارک کیا گیا' کہ اگر کوئی وزیر یا وزیرِ اعلیٰ و اعظم کسی سرکاری افسر سے کوئی ایک ناجائز کام کروائیں گے' تو ایسے سو کام وہ اپنی مرضی سے سرانجام دے لے گا۔ قانون کی عملداری اور وزیرِاعلیٰ کے نتائج لازماً مختلف ہوں گے۔ جس معاشرہ میں سفارش کو عمل دخل ہو' وہاں رشوت کا راج ہو جانا لازم ہو جاتا ہے۔ درختوں یا کھمبوں پر یا چوراہوں میں رشوت خوری کے متعلق بے وزن و بے اثر عبارتیں تحریر کروا کر رشوت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ نہ یہ خود رشوت دینے کے عادی افراد کے بس کا روگ ہوتا ہے' اگر انتظامیہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ سفارش کرنے والے نے سفارش کی قیمت بھی وصول کی ہے' تو پھر کون ہے جو رشوت خور کو ٹوک سکے۔ ووٹ لے کر ملازمت دلوانا کیا رشوت نہیں ہے۔ صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے ارکان کے لئے ملازمتوں کے کوٹے مقرر کر کے' یا ان کو ساتھ رکھنے کے لئے ان کے عزیزوں کی مختلف عہدوں پر تقرریاں کر کے نہ صرف بیروزگاری کو ایک گھمبیر مسئلہ بنا دیا گیا' بلکہ پڑھے لکھے نوجوان طبقہ میں ایک مایوسی بھی پھیل گئی' اور کسی نے نہ جانا کہ اہلیت' یاسیت کا اگلا قدم ہوتا ہے۔ مایوسی جب بھی متحرک ہو' جرم سرزد کرتی ہے۔ وہ جو اللہ تعالیٰ نے تلقین

Marfat.com

"آئینہ دیکھئے میری صورت نہ دیکھئے"

آئینِ پاکستان کے اخلاق کی رو سے صدر مملکت کا عہدہ نہ صرف غیر جانبدار ہوتا ہے، بلکہ انتہائی محترم و معزز ترین بھی، مگر آج کل کی سیاست نے پاکستان کے ہر اعزاز کو رسوا کرنے کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ افراد کی عزت تو مخدوش و غیر محفوظ چلی ہی آ رہی تھی، اس عہد میں تو عہدوں کا احترام بھی جاتا رہا۔ پہلے تو ان کے دوستوں کی دشمنی میں صدرِ مملکت کو جانبدار مشتہر کرنے کیلئے اتنا کچھ کیا اور کہا گیا کہ زیبا و نازیبا واجب و ناواجب میں کوئی امتیاز نہ رہا اور فضائیں تک چلا اٹھیں کہ اے محروم مراد، نافہم سیاست، جس مملکت کا صدر ہی بے وقار و ناقابلِ اعتماد ہو، دھاندلیاں کرواتا ہو، اپنی ذات کی اغراض سے بندھا ہوا ہو، ارکانِ پارلیمان سے ہیر پھیر کرتا اور کرواتا ہو، فقط نواز ہی نہیں اقربا و احبا نواز بھی ہو، ایک سیاسی اتحاد کا حامی اور دوسرے اتحاد کا دشمن ہو، سیاسی رقابتیں پھیلاتا اور سیاسی سازشیں برپا کرتا ہو، سیاست کو کبھی ہاتھوں میں مسلتا اور کبھی پاؤں تلے روندتا ہو، اپنی صوابدید استعمال کرتے وقت آئین کو بالائے طاق رکھ کر خود تاک میں رہتا ہو کہ بلی پہلے روز مارنا چاہئے یا کھلا پلا کر، ملکی اور آئینی مفادات کی بجائے اپنے مستقبل کے مفاد کو پیش نظر رکھتا ہو، اس مملکت کا کیا حشر ہونے والا ہے سوچا ہوتا تو کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی آئینہ رو ہونے کی ہمت نہ پڑی ہوتی۔ اب سیاست نے ایک سبز قدم اور آگے بڑھایا ہے تاکہ میدان سیاست کے ساون کے اندھوں کے لئے ایک اور سبز انقلاب لایا جائے، چنانچہ صدارت کے آئندہ انتخاب کی سیاہی سے سیاست کا منہ کالا کرنے کے لئے ہرا یرا، ہر غیرا، ہر نتھو، ہر خیرا صدارت کا امیدوار ہونے کا دعویدار ہے اور ایسے ایسے لوگ پر پھیلانے کے لئے پروں میں چونچ چلا رہے ہیں ایسے لوگوں نے کبھی کسی سیاسی ہوٹل کے "ویٹر" کی آسامی کے لئے بھی درخواست نہ دی

Marfat.com

ہو گی۔ پہلے ہی اس ملک کی سیاست کا یہ عالم تھا کہ جو تعلیمی لحاظ سے قاصد بھرتی کے لئے جانے کے بھی اہل نہ تھے' انہیں ناجائز دولت کے اسراف نے قانون ساز بنا دیا۔ وائے اے سیاست' تیری دسترس سے عہدۂ صدرِ مملکت بھی نہ بچ سکا' تو نے اس کو بھی رسوا کر کے ہی چھوڑا۔ اس قدر کہ اگر یونہی جاری رہا تو صدر کا آئندہ انتخاب ایک سُوقیانہ مذاق بن کر رہ جائے گا' اس لئے کہ دربار کے مسخرے بھی اگر تاج پہن لیں تو تخت نشین کا کیا وقار باقی رہ جاتا ہے۔ صدر کے حلقۂ انتخاب کے افراد تو پہلے ہی اپنے کئے کو پا چکے۔ اپنا عزو وقار کھو چکے' کون سا نام ہے جو ان ارکان کی اہلیتوں اور نا اہلیوں سے متعلق آئین کے ضمنات نے نہ کیا ہو۔ ایک آدھ ضمن تو کیا' پورا آئین قراردادِ مقاصد کی دو ہتڑوں سے اپنا ماتھا پیٹ رہا ہے' ہر آئینی باریکی اپنے بال نوچ رہی ہے' ہر مد دلوں پر مُہر لگانے کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ ہر باب نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لی ہیں کہ کہیں آئین کی اذان سنائی نہ دینے لگے۔ ہر عبارت گونگی ہو گئی ہے اور دانش صرف اشاروں کناؤں کی ہو کر رہ گئی ہے۔ کون سی صبح ہے کہ ان نام نہاد عزت مآبوں کی بندِ قبا کے چیتھڑے تک نہ اترے ہوں؟ کون سی شب ہے جب ان نام کے نگلوں کی فاتح خوانی کے لئے صفیں نہ بچھائی گئی ہوں؟ قانون ساز ہی اگر قانون کو درکار ہونے لگیں تو انصاف کا قلم کون سی زبان میں اپنا فیصلہ تحریر کرے کہ انصاف بھی ہو جائے اور کسی کی رسوائی بھی نہ ہو۔ مانا! کہ جرائم قانون کے محرک ہوتے ہیں' لیکن مجرم اگر قانون سازی کا پیشہ اختیار کر لیں' قانون کا رس نچوڑ کر اپنے ہونٹوں کی تری کے لئے محفوظ کر لیں اور فالتو گودا عوام الناس کی اشتہا کے لئے رکھ چھوڑیں' تو ظاہر ہے ایک وقت آئے گا' جب کلامِ اقبال کی طرح قانون بھی سازوں پر ہی پایا جانے لگے گا اور لوگ گویّوں کو قانون دان کہنے لگیں گے۔ ہلکا پھلکا گایا تو وکیل لقب پا لیا' قانون کا پکّا راگ الاپنا آ گیا تو جیورسٹ کہلوانے لگے کہ استاد جو ٹھہرے' جس معاشرہ میں صدرِ مملکت کا بھی احترام نہ رہے' اس کی ذمہ دار خواہ صدر کی ذات ہو' خواہ کوئی خوامخواہ ہو' سیاست دان ہوں یا نظام و مقام سے غیر آگاہ معاشرہ' بالآخر ہو گا وہی جو کوتاہ اندیشوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ ہر کسی کی ہر کسی سے مسلسل و دائمی چپقلش تو عام گھر کو برباد کر دیتی ہے' یہ رویہ اپنا کر ملک و قوم کو کیوں مستحکم و سلامت رکھا جا سکتا ہے۔ ملک و قوم کے معاملات تو گھر کے

Marfat.com

معاملات سے کہیں زیادہ نازک اور دور رس ہوتے ہیں۔ حیرت ہے کہ عہدۂ صدارت کے امیدواروں میں خود جنابِ صدر کی عنایتوں کے پالے پوسے ہوئے افراد کے نام بھی شائع ہو رہے ہیں۔ پی ڈی اے ایک نامور اتحاد ہے' مگر اس کے ہر عضو کا اپنا ایک صدر ہے۔ نامعلوم نامور ہونے کے لئے ایسا ہے یا نامزد ہونے کے لئے۔ این ڈی اے بھی سنتے ہیں ایک اتحاد ہے' اس کے بھی ہر ایک رنگ بلکہ ہر رنگ کا ایک مجوزہ صدر ہے۔ نامعلوم جن کا دعویٰ ہے کہ ہمارا صدر ایک ہے' ان کا صدر کیوں ایک نہیں؟ جن کی منزل ایک ہے ان کی راہیں کیوں مختلف ہیں؟ ایک کی سیاسی مایوسی نے سیاسی خودکشی کیوں اختیار کرلی؟ اور ایک کی کامیابی نے اسے ملکی سیاست کا قاتل کیوں بنا دیا؟ پاکستان کے محافظ ہونے کے دعویدار پاکستان کو لخت لخت کرنے والوں کے لخت جگر کیوں بن بیٹھے؟ اور پاکستان بنانے والوں کے وارث پاکستان کے قیام کے مخالفوں کے کھیل میں کیوں دبک گئے؟ ایک جانب نفاذِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زندگی بھر کے داعی ہیں کہ نظم کو بے نظم رکھنے کے درپے ہیں' تو دوسری جانب متحارب ملکوں نے سیاسی اتحاد کے لئے جوڑ توڑ کرلیا ہے۔ نامعلوم یہ کس انقلاب کا سبزہ اُگ رہا ہے کہ سیاست پر یہ کیفیت طاری ہو گئی ہے کہ ایوانِ صدر کے در و دیوار پر آئندہ انتخاب کا سبزہ اگ آیا ہے اور صاحبِ ایوان بیابان تخلیق کر رہے ہیں۔ مسلم لیگ سرخ پوش اتحاد کے نتائج تو آہستہ آہستہ سامنے آنے لگے ہیں' اگر کوئی سابق سرخ پوش آئندہ کا صدرِ مملکت بن گیا اور مسلم لیگ کا کوئی نومولود مسلم لیگ کا آئندہ صدر اور پاکستان کا سربراہِ حکومت بن گیا تو ہو سکتا ہے ہندوستان پاک ہندوستان کہلانے لگے یا بھارت کہہ اٹھے میں تو مہا بھارت ہوں۔ ہو سکتا ہے آج کی منافق اور ناقابلِ اعتماد' بے اعتبار سیاست کا عندیہ ہو کہ قبل اس کے کہ صدرِ مملکت اسمبلیاں توڑنے کا کوئی دُور رس اقدام کریں' ان کا توڑ ڈھونڈ لیا جائے۔ اتنے تجربہ کار' معمر' بیوروکریٹ' دانشمند کے مقابلے میں آنے کا اگر کوئی منفی سیاست کا نتھو خیرا قصد کرے تو وہ مقابل کامیاب ہو کر ناکام' دنیا بھر میں تو یہی مشتہر ہو گا کہ فلاں صدرِ مملکت کا مقابلہ فلاں ایرے غیرے نے کیا۔ یہ تو نہیں ہو گا کہ کسی بُش اور کلنٹن میں مقابلہ تھا اور بُش ہار گیا یا جیت گیا۔ مقابلہ کرتے ہوئے بھی وقار تو اس کا مجروح ہو گا' وقار جس کے زیرِ رکاب ہے۔ صدر ہوتے ہوئے جیت بھی گئے تو

Marfat.com

کون سا تیر مار لیا اور کون سی کمان توڑی۔ ہارنے والا تو کہے گا کہ صدر ہوتے ہوتے رہ گیا' میں بھی صدر ہوتا تو صدر ہی رہتا۔ اندرونِ در تو سیاست نے یہ ناپسندیدہ عمل جاری کر دیا ہے اور بیرونِ در کا یہ عالم ہے کہ امریکہ دہشت گرد قرار دینے کی سوچ رہا ہے۔ پاکستان کو ملزم جان تفتیش ہو رہی ہے۔ اقوامِ متحدہ میں شکایات درج کروائی جا رہی ہیں کہ پاکستان کا بین الاقوامی اخلاق معیار ہی نہیں رہا۔ چارج شیٹ تیار ہو رہی ہے کہ پاکستان میں سیاسی انتقام شدید ہو گیا۔ منشیات کا کاروبار بنیاد پرست ہو رہا ہے۔ یہاں کی پولیس ظالم ہے۔ عدلیہ آزاد نہیں' انسانی حقوق کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں' حکومت سیاسی انتقام کے لئے پولیس کو استعمال کر رہی ہے۔ پولیس تشدد سے اموات در اموات ہو چکی ہیں' تھانے عقوبت خانے بن چکے ہیں' تھانوں میں جانے والی یا تھانوں میں بلائی جانے والی ستر فیصد عورتوں کو بے ستر ہی نہیں کیا جاتا' ان کی عزت بھی لوٹ لی جاتی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے بھی کسی سے پیچھے نہیں' حکومت اور سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کو اغوا کرتی ہیں۔ ایم کیو ایم کے رہنماؤں پر تشدد کیا جاتا رہا ہے۔ ایم کیو ایم نے بھی ٹارچر سیل کھول رکھے تھے' ڈاکہ مرواتے تھے' قتل کرواتے تھے' اذیت دینے کے انتہائی ظالمانہ طریقہ استعمال کرتے تھے اور حکومت کا جزوِ لاینفک بھی ہے۔ ایک مخالف سیاست دان کے شوہر کو (جو بوجہ شادی سیاست دان شمار ہونے لگا تھا) زیرِ حراست رکھنے کے لئے قوانین میں ترمیم کی گئی۔ مخالفت کرنے والے اخبارات کے اشتہارات بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پریس ایڈوائس ازاں حکومت وقت جاری ہوتی ہے۔ آج سیاسی پالیسیوں پر مؤثر طور پر اثر انداز ہے۔ جیلوں میں بھی تشدد کے باعث اموات ہوتی ہیں۔ پولیس کا رویہ نہایت غیر اخلاقی اور ظالمانہ ہے۔ پولیس تھانے خطرناک اذیت خانے ہی نہیں بن چکے' پولیس کی زیادتیوں کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کی مداخلت اور ہدایات کے باوجود کوئی مؤثر کاروائی نہیں ہوتی' پولیس کے علاوہ رینجرز' فرنٹیر کانسٹیبلری کے افراد بھی ایسی ہی کاروائیوں کے عادی ہیں۔ ۱۹۹۲ء کے آپریشن کلین اپ کے دوران بیشتر مواقع پر بنیادی انسانی حقوق پامال ہو گئے اور سیاسی عناصر کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ مخالفوں کو پہلے حراست میں لیا گیا' مابعد نام نہاد مقابلہ میں فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا اور لاشیں تک لواحقین کو میسر نہ آسکیں' تشدد سے ہلاک ہونے والوں کی لاشوں پر

Marfat.com

گولیاں چلائی گئیں' تاکہ یہ بہانہ کیا جاسکے کہ ان کی موت پولیس مقابلہ میں ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں لسانی' گروہی اور فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شیعہ اور سُنی علماء کو قتل کیا گیا اور فرقہ وارانہ فسادات میں سینکڑوں افراد مارے گئے۔ مندرجہ بالا امریکی رپورٹ کے مطابق حکومت از خود سیاسی مخالفین کو اغوا کرتی ہے۔ پولیس قیدیوں اور ان کے رشتہ داروں سے جبراً رقوم وصول کرتی ہے۔ اپوزیشن کے لانگ مارچ کے دوران ہزاروں سیاسی مخالفین کو گرفتار کر کے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ پولیس افسر زیر حراست خواتین کو جنسی عیاشی کے لئے فروخت کر دیتے ہیں' متعدد سیاسی جماعتوں نے بھی اپنے عقوبت خانے کھول رکھے ہیں۔ دو ہزار سے زائد خواتین جنسی جرائم میں جیلوں میں سزائیں بھگت رہی ہیں۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں اپوزیشن کے لانگ مارچ کو روکنے کے لئے حکومت نے ریاست انتظامیہ اور مشینری کا سہارا لے کر مارچ میں شرکت کرنے والے ہزاروں افراد کو روکنے کے لئے تشدد آمیز کاروائیاں کیں' ہزاروں افراد کو مارچ سے پہلے ہی بغیر کسی جواز کے حراست میں لے لیا گیا۔ جنوری ۱۹۹۲ء سے اکتوبر ۱۹۹۲ء تک ۵۰ سیاسی مخالفین کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں سے اکثر تاحال جیلوں میں ہیں۔ احتساب صرف اپوزیشن رہنماؤں کا ہو رہا ہے' پولیس بغیر کسی وارنٹ کے کسی بھی گھر میں داخل ہو جاتی ہے اور من مانیاں کر آتی ہے۔ خبروں کی اشاعت کو روکنے کے لئے پریس فوٹو گرافروں اور صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ سرکاری کنٹرول میں ہیں۔ ایڈیٹروں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ وہ حکومت مخالف سرگرمیوں کو شائع نہ کریں۔ ایک بڑے اخبار کے ایڈیٹر اور رپورٹر کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کیا گیا جو زبردست احتجاج کے بعد واپس لیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ مندرجات امریکی سفارت خانے کی جاری کردہ ۱۹۹۲ء کی انسانی حقوق کی رپورٹ کے ہیں۔ وہ امریکہ جن کی عنائتوں سے آج کے حکمران وجود میں آئے' وہ امریکہ جس کے پاکستان کے بیشتر سیاست دان نمک خوار اور حاشیہ بردار ہیں' جس سیاست کے مائی باپ مندرجہ بالا الزامات لگا رہے ہوں' اس سیاست کے پاس ان الزامات کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ یہ الزامات ہمارے قومی اخبارات میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تردید تاحال نہیں ہوئی۔ "دروغ بر گردنِ امریکہ" اور سفارت خانہ مصنف رپورٹ ہذا' لیکن اگر یہ سچ ہے تو کیا اسے شرافت کی سیاست یا کسی واقعی

ں حکومت گردانا جا سکتا ہے؟ —— کیا یہی مینڈیٹ ہے جس کا اتنا بڑا چرچا تھا؟ کیا
جہاں ظلم وہاں وہ" کی یہی تفسیر و تصویر ہے؟ کیا اسی کو قانون کی حکمرانی کہتے ہیں؟ آج
ک کتنے بے گناہ مارے گئے؟ کتنے بے گناہ تشدد کا نشانہ بنے؟ کتنے بے گناہ سزائیں بھگت
ہے ہوں گے؟ کتنے گھر برباد ہو چکے؟ کتنے خاندان بے آبرو ہوئے؟ کاش کوئی ایک ادارہ
ہوتا جو تحقیق بھی کر سکتا اور احتساب بھی اور کچھ نہیں تو یہی پتہ چلا لیتا کہ قانون کے
فظ روزانہ اوسطاً کتنی رشوت وصول کرتے ہیں؟ انصاف کس بھاؤ بکتا ہے؟ گزشتہ
لوں میں رشوت کے سٹاک ایکسچینج کے بھاؤ کا اتار چڑھاؤ کیسا رہا؟ اگر یہ الزامات صحیح
ہیں ہیں تو رپورٹ کنندہ سفارت کار ابھی پاکستان میں کیوں مقیم ہے؟ اور اگر صحیح ہیں تو
ر علاوہ حکومت کے کون ذمہ دار ہے؟ عوام بے چارے کہاں سے عمر فاروقؓ کو ڈھونڈ کر
میں۔ یہ تو وہ انتظام ہے جسے نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ترس نہ آیا۔
ج کے رعایا ہونے کے گناہ گار ہاتھ باندھ کر کھڑے نہ رہیں تو کیا کریں؟ مانا! کہ اسلام
کربلا کے بعد زندہ ہوتا ہے مگر کربلا ختم تو ہوتا! اگر یہ صورتِ احوال کی صحیح عکاسی ہے'
ر اس بدقسمت معاشرہ کی تقدیر میں یہی لکھا ہے تو پھر کسی بھی حکومت کی کیا ضرورت
ہ۔ یہ سبھی کچھ تو حکومت پر ایک پائی خرچ کیے بغیر بھی نبھایا جا سکتا ہے۔ عہدہ بھی دو'
مانے کو بھی دو اور نام کمانے کو بھی اور مندرجہ حالات کی صعوبتیں بھی سہو' آخر کیوں؟
خر کب تک؟ ان احوال کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی بھی منصف مزاج دریافت کر سکتا ہے
۔ ایسی ناکردہ کار حکومت کو کیا حق ہے کہ عوام کے وسائل سے عوام پر حکومت جما کر
ام کو نابود کرتی رہے۔ یہ صورتحال کسی غیر کی بیان کردہ نہیں۔ یہ باوا جان کا فرمایا ہوا
ہے' اگر غلط ہے تو بھی آج کی سیاست عقل کے ناخن لے۔ یہ الزامات بے مقصد نہیں
ائے جا رہے ہیں۔ یہ پہلے بدنام کرو' پھر مارو کی پالیسی کا حصہ ہیں۔ سوچنا ہی پڑتا ہے کہ
ں ملک کا صدر بھی متنازعہ ہو جائے اور وزیرِ اعظم بھی' اس مملکت کا اس قوم کی حاکمیت
دوام رہنا کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔ اس طرزِ عمل کیا کہیں' جہاں سیاسی رقابتوں نے
عہد میں منفی رویہ اپنا لیا ہو۔ ہر محرک کی ٹانگیں توڑے جانے کے خوف سے مفلوج ہو
ہی ہوں' کبھی کوئی قومی مسئلہ زیرِ غور نہیں ہوتا' بس یہی لگی رہتی ہے' یہ کیوں آگیا؟ یہ
تا کیوں نہیں؟ یا پھر یہ دعویٰ کہ میرے پاس مینڈیٹ ہے' میرے من میں بھی ایک

Marfat.com

ڈیٹ ہے' اس ڈیٹ تک تو میں نہیں جاؤں گا' جب آؤں گا میں ہی آؤں گا۔ یہ اس لئے بُرا ہے کہ اسمبلی نہیں توڑتا' یہ اس لئے بُرا ہے کہ اسمبلی نہیں چھوڑتا' بس یہی سیاست ہے کہ کورم پورا ہو تو واک آؤٹ کر لیا' پورا نہ ہوا تو شور مچا لیا۔ جب چاہا شریعت کے ہینڈز اَپ کرا دیئے' جب چاہا بالا دست قرار دے دیا' جب چاہا شریعت کو عدالت میں لے گئے' جب چاہا ہر عدالت کی علیٰحدہ شریعت بنا لی' دل آ گیا تو انصاف کو فوری بنا لیا' نہ آیا انصاف کو "سٹوری" کہہ کر ٹال دیا' کوئی نہیں سوچتا' مہنگائی' یہ عدم تحفظ' یہ لاقانونیت یہ رشوت ستانی کیوں ہے' یہ ساکھ کیوں گر رہی ہے' یہ راکھ کیوں اڑ رہی ہے' چند گھروں میں ہُن کیوں برس رہا ہے' باقی تمام گھرپن کے محتاج کیوں ہوتے جا رہے ہیں' ہر انسان اندر سے ریزہ ریزہ کیوں ہو گیا ہے۔ جسے دیکھو ننگِ لباس بھی ہے اور ننگِ وجود بھی' حد تو یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کی مخالفت جن کا ایمان تھا ان کے نام پاکستان کی صدارت کے لئے تجویز ہونے لگے ہیں۔

۲۷ جنوری ۹۳

Marfat.com

انسدادِ منشیات کا سال منانے کا اعلان مبارک مگر!

نشۂ اقتدار میں سرمست حکمران گروہ نے آج کی احکم الحاکمین' نئے عالمی نظام کی داعی حکومت کی دعوت پر' حکیمِ حاکماں مرگِ مفاجات کے پیشِ نظر پاکستان میں انسدادِ منشیات کا سال منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تمام بستیاں ۔یترستان بن گئیں۔ نشہ اگر محض وعظ و نصیحت سے چھوٹتا تو رند و واعظ کے مکالے ضرب المثال نہ بن گئے ہوتے۔ رات کو خوب پی' صبح کو توبہ کرلی' کے افسانے زبان زدِ عام نہ ہوئے ہوتے' نہ یہ تصدیق عام ہوتی کہ یہ کافر منہ لگ جائے تو پھر کہاں چھٹتی ہے۔ پاکستان کی مملکتِ خداداد میں لوگ یہ نواز نہ لائے ہوتے کہ جو خدا کا حکم ہے ٹھیک ہے ہمیں توبہ کرنے میں بھی عذر نہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ بہار بھی قریب ہے اور غم روزگار بھی نہیں۔

تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ کے دوران ایک بلانوش شراب کو ممنوع قرار دے دیا گیا مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ جیسے وہ تھوڑی سی کہتا تھا اس نے چھوڑی تھی یا نہیں۔ لوگ تو شیخ جی پر بھی شک کرتے ہیں' واعظ پر بھی الزام لاتے ہیں' مولانا کے ساتھ وسکی بھی غب کرتے ہیں' اس نے چھوڑ بھی دی ہو تو کون اعتبار کرتا ہے۔ مے نوشی کی بات تو مدتوں سے چلی آرہی ہے مگر نوایجاد منشیات ہے۔ واقعی انسانیت کے پاؤں لڑکھڑا گئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے نئی نسل کا اقدام خودکشی علم نزع میں ہے۔ کیا مرد کیا عورتیں' کیا بوڑھے' کیا جوان' کیا نوعمر' کیا نوخیز' کیا لڑکے' کیا لڑکیاں' کیا طالب علم' کیا مفرور علم' بھی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ چند معالجوں کی اگرچہ چاندی ہو رہی ہے مگر "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" والا معاملہ ہے۔

سال منایا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سیمینار ہوں گے' جلوس نکلیں گے' "واکیں" ہوں گی' جلسے ہوں گے' تقاریر ہوں گی' الفاظ کی یادداشت آزمائی جائے گی۔ دھواں بھی آزمایا جائے گا اور دھار بھی' الزام بھی دھرے جائیں گے اور علاج بھی تجویز ہوں گے۔

Marfat.com

ہو سکتا ہے نئے قوانین بھی وضع ہوں اور سزائیں بھی بڑھا دی جائیں۔ اگرچہ یہ کام کوئی آسان نہیں کیونکہ قانون ساز اتنے بھی بے سُدھ نہیں کہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار لیں۔ کوئی نہ کوئی رخنہ بچ نکلنے کے لئے مہیا کر ہی دیں گے۔ اگرچہ امریکہ مطلع ہی کر دے کہ گو بات عجیب سی ہے کہ مے خانہ کا دروازہ ہو اور واعظ ہو مگر ہم نے تو خود دیکھا ہے کہ وہ جاتا تھا، ہم نکلے، جو خبریں ہمارے قانون ساز اداروں کے ارکان کے متعلق ملکوں ملکوں عام ہوئی ہیں، ناگفتنی ہیں۔ ہو سکتا ہے کچھ ہوائیاں دشمن نے بھی اڑادی ہوں لیکن اکثر حقائق تو خود حکمرانوں کو بھی معلوم ہیں۔ اخباروں کو تو اور بھی بہت کچھ معلوم ہے۔ اشتہار یا پریس ایڈوائس آڑے آجائیں تو اور بات ہے ہم چونکہ بہ قائمی ہوش و حواس ہیں نہ اقتدار کا نشہ ہے نہ محرومی کا افسوس، اس لئے عرض کریں گے کہ نشہ کے عادی افراد دو قسم کے ہوتے ہیں یا تو وہ جو ناجائز دولت کے زیربار ہوں، دولت کی فراوانی کے باوجود ضمیر کچوکوں کو ناقابلِ برداشت پا رہے ہوں، بظاہر دیندار، خدا خوف اور اللہ لوک مشہور ہونے میں ناکام رہے ہوں۔ ضمیر کی لعنتوں نے نیندیں حرام کر رکھی ہوں یا پھر وہ لوگ جن کی زندگی یاسیت سے عبارت ہو۔ مایوسیوں نے انہیں تنہا سا کر دیا ہو۔ عا[illegible] قنوطیت میں انہوں نے معاشرتی رشتے توڑ دیئے ہوں، اپنی ہی فکر میں شکستہ ہو گئے ہوں انسان نشہ عقل و ہوش سے فرار حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا اپنے گناہوں یا اپ[illegible] محرومیوں کو تھپکنے کے لئے۔ جب تک انسان کے پاس کوئی جواز موجود ہوتا ہے وہ نش[illegible] نہیں کرتا۔ جب تک انسان اپنی ہی دلیل سے شکست نہ کھا جائے اسے اپنی عقل [illegible] اپنی ہوشمندی سے عداوت نہیں ہوتی۔ مایوسی، یاسیت و قنوطیت، ابلیسیت کی ابتدا[illegible] صورتیں ہیں۔

انسان کا مایوس ہو جانا ہی اسے گناہ کی طرف راغب کرتا ہے۔ مطمئن انسان کب[illegible] گناہ گار نہیں ہوتا اور جس سے کوئی دیگر گناہ سرزد نہ ہوا ہو وہ نشہ بھی نہیں کرتا۔ انسا[illegible] اس وقت اپنے معاشرے سے مایوس ہوتا ہے جب معاشرہ اس کے اوصاف، اس [illegible] اہلیتوں، اس کی خوبیوں سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمارے معاشرتی نظام کا بدترین پہلو [illegible] ہے کہ وہ انسان کو اس کے وسائل کی بنا پر مقام دیتا ہے اس کے خصائل کی بنا پر نہیں [illegible] دولت ہمیشہ انسان کو مخدوش و غیر محفوظ ہونے کا تاثر دیتی ہے جبکہ انسان کے اوصا[illegible]

Marfat.com

اسے مطمئن رکھتے ہیں۔ مطمئن رکھنا دولت کے بس کا نہیں۔ انسان جب اپنے معاشرہ میں سماجی مقام حاصل کرنے کے لیے دولت کے پیچھے بھاگ رہا ہو۔ اپنے وسائل بڑھانے کی سوچ رہا ہو تو اس کی سوچ سکر کی طالب ہو جاتی ہے۔ طلبِ سکر ہی انسان کو نشہ کی طرف راغب کرتی ہے۔ فضائل کو افزوں کرتا ہوا انسان شکر کا خواہاں ہوتا ہے سکر کا نہیں۔ دینِ اسلام میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے۔ انسان کو اگر معاشرہ مایوس نہ کرے، حکومت اگر احتیاط کرے کہ اس کے شہری مایوس نہ ہوں تو منشیات کا اس سے بہتر انسداد نہیں ہو گا۔ لوگوں کو مایوس نہ کرو، لوگ نشہ نہیں مانگیں گے اور لوگوں کو مایوس نہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے خود حاکم نشہ اقتدار سے پرہیز کریں۔

دینِ اسلام میں ایک اور انمول طریقہ بتایا گیا ہے۔ دیکھو صلوٰۃ انسان کو فحش اور منکر باتوں سے تنہا کر دیتی ہے۔ صلوٰۃ انہی اصل میں کیا ہے؟ (**اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ**) کا اقرار واعلان اور (**اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ**) کی استدعا یعنی احکامِ الٰہی کی پابندی کرنے اور پابند رہنے کے لیے اسی کی ہی اعانت کے طلبگار ہونے کا اعلان واقرار اور احکامِ الٰہی کے پابند ہو جانے کے لیے راہ عمل کے تعین کے لیے ہدایت کی طلب واستدعا، صلوٰۃ کے دوران صلوٰۃ گزار اپنے انسان ہونے کے واسطے سے رب العالمین کے حضور صرف یہی کچھ تو کہتا ہے۔ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ مؤذن جب "حی علی الصلوٰۃ" کہہ رہا ہوتا ہے تو دعوت یہ ہوتی ہے کہ آؤ اللہ کے احکام کے پابند ہو جانے کا اقرار کریں کہ فلاحی ریاست قائم کرنے کا یہی ایک واحد طریقہ ہے۔ آج بھی اگر کسی کو واقعی یہ درکار ہے کہ معاشرہ فحش اور منکر باتوں سے تنہا ہو جائے تو اپنے احکام کی پابندی کے ذریعہ انسان کو تنہا اور مایوس یعنی قنوطی بنا دینے کی بجائے اسے احکامِ الٰہی کے پابند کرنے کا سامان کرو۔ انسان از خود منکرات سے تنہا ہو جائے یہ انسان جو آج نشہ کر رہا ہے اس کے اندر کا معاشرتی انسان مر گیا ہے۔ یہ کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی، کسی کا باپ، کسی کا خاوند، کسی کا دوست، کسی کا رشتہ دار، کسی کا ساتھی نہیں رہا۔ اسے معاشرہ میں واپس لاؤ، یہ نشہ چھوڑ دے گا۔ اگر اس کے سوئے ہوئے نہیں بلکہ مرے ہوئے رشتے پھر سے بیدار اور زندہ ہو گئے۔ اسے جیل بھیج دینے سے، معاشرے سے تنہا کر دینے سے، اس سے

Marfat.com

نفرت کرنے سے' اسے دھتکار دینے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا نہ ہی ایسے افراد کے محض رسمی یا جسمانی علاج کا کوئی فائدہ ہے۔ اس کا علاج کرنے والے یا تو محض عطائی ثابت ہوں گے یا پھر بیمار مسیحا جس سے مرض ہی نہیں بڑھے گا مریض بھی مرجائے گا' جس کے غم میں معالج خود پینے لگیں گے' ہمہ وقت نشہ میں ہوں گے اور جام بدست یا پھر ایسے لوگ جن کے گناہ ان کے عبادتوں سے تحفظ طلب ہوں اور عبادتیں انہیں دھتکار رہی ہوں۔ ایسا بھی نہ ہو کہ تضحیک آمیز بیز اور اشتہارت منشیات کی تشہیر کا باعث بن جائیں اور ایسا ابھی نہ ہو کہ سگریٹ نوشی کو صحت مندوں کا پسندیدہ مشغلہ دکھا کر بعد میں محکمۂ صحت کی طرف سے تلقین ہو کہ سگریٹ نوشی انسانی صحت کے لیے مضر ہے۔

سزاؤں کی سختی بدعمارتوں کی شدت کا باعث بھی ہوا کرتی ہے پھر اس معاشرے میں جہاں قانون کی ہر سزا رشوتوں کا منبع ہو جہاں رشوت اختیارات کی گود میں پل رہی ہو۔ نشہ کے عادی لوگوں کے اندر سویا ہوا معاشرتی انسان اپنی حیوانیت کے نیچے دب گیا ہے۔ اسے مزید زیر بار کرنے کی بجائے اس کو اس زہرباری سے آزاد کرو اسے بیدار کرو' اچھے دوست بن کر' مہربان ہو کر' حاکم کے متعلق رحمٰن اور رحیم کا تصور نہ رہے تو اسے کوئی یومِ حساب کا مالک نہیں مانا کرتا۔ جو حاکم جبر و قہر کو وطیرہ بنا لیں وہ باغی پرورش کر رہے ہوتے ہیں اطاعت گزار نہیں' منشیات کا عادی ہو کر ناکارہ ہو جانے کو کس کا جی چاہتا تھا۔ یہ لوگ مقہور ہیں مظلوم ہیں اور ظلم ان پر رائج الوقت نظامِ معاشرت نے کیا ہے اور تمام طبقے یکے بعد دیگرے حالات کا شکار ہوئے ہیں جس نظام میں قانون ساز بننے کے لیے کروڑوں درکار ہوں' اس میں امیدوار ہیروئن کے علاوہ اور کون سا کاروبار کرے کہ اتنی فالتو رقم میسر آجائے

جس معاشرے میں آبادیوں میں کجا' سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر بھی طبقات نمایاں ہوں وہ معاشرے "یارو مجھے معاف کرو میں نشے میں ہوں" نہیں کہے گا تو اور کیا کہے گا۔ یہ مال روڈ ہے یہ سڑک ماڈل ٹاؤن کو جاتی ہے اور یہ مصری شاہ اور داتا نگر کو۔ ایسا ہو گا تو سبھی سڑکوں کے مسافر نشے میں ہوں گے' کسی کو نشہ چڑھا ہو گا تو کوئی نشہ کر رہا ہو گا۔ پھر مے خانے میں بیٹھ کر آپ مے نوشی بند نہیں کر سکتے۔ ایک روز آپ خود پیتے ہوئے پائے جائیں گے۔ عقل و ہوش سے فرار کرنے والے لوگ پہلے معاشرے سے بے پروا

Marfat.com

لوگ بنتے ہیں۔ دولت و شہرت کی غیر معیاری فراوانی انسان کو پہلے معاشرے سے بے پروا کرتی ہے، پھر نشے کا عادی بنا دیتی ہے۔ ایسے لوگ دراصل ضمیر اور دماغ اور دماغ میں رابطہ منقطع کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل اپنے اندرون سے شرمندہ ہوتے ہیں، جس معاشرہ میں امر بالمعروف نافذ نہ ہو، فقط نہی عن المنکر کا رواج ہو، وہ معاشرہ آہستہ آہستہ منکرات کا عادی ہو جایا کرتا ہے۔ یہی کچھ ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے۔ ہوتے ہوتے ہمارے سرخیالی افراد سے بیرونی معاشرہ اور حکومتیں نالاں ہیں اور ہمارا خاک بسر معاشرہ اپنے معاشرتی نظام سے نالاں ہو کر منشیات کا عادی ہو گیا ہے جب تک مرض کی وجوہات کالعدم نہیں ہوں گی، مرض کے انداز اور صورتیں بدلیں گی۔ مریض معاشرہ صحت یاب نہیں ہو گا۔

تاریخ میں اجاگر ہے کہ ایک دفعہ پہلے بھی منشیات حرام ہوئی تھیں اور تاریخ گواہ ہے بے مثال کامیابی کے ساتھ حرام تسلیم کر لی گئی تھیں۔ شراب کے عادی معاشرہ نے اپنے مٹکے بازاروں میں انڈیل دیئے تھے۔ کوئی سال یا مہینہ نہیں منایا گیا تھا۔ ادھر حکم نازل ہوا ادھر شراب کے متعدی شراب نوشی ترک کر گئے۔ وہ احترام حاکم تھا یا احترام حکم۔ ادھر ان کے مبارک لبوں سے بات نکلتی، ادھر معاشرہ اسے ضابطۂ حیات تسلیم کر لیتا۔ آج کے حکمرانوں اور قانون سازوں پر کیا یہ لازم نہیں آتا کہ اس عرصہ اور ان لمحات کا صدق دل سے اپنی مصنوعی دانش کی نفی کر کے مطالعہ کریں اور اسی سے راہنمائی حاصل کریں۔ الزام تو یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ قانون کے محافظ سرکاری ملازم اور آئینی اداروں کے ارکان اور دیگر کئی ذیشان و عالی مرتبت لوگ نشے کے قریبی دوست اور احبا ہیں۔ چھوٹے ملازم تو اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ منشیات برآمد ہوتی ہیں اور ان کے ہاتھوں فروخت ہوتی ہے۔ برآمد شدہ منشیات ضائع نہیں کی جاتیں، بیچ دی جاتی ہیں۔ ایک سے برآمد شدہ مال دوسرے پر ڈال دیا جاتا ہے بلکہ اصل ملزم چھوڑ دیے جاتے ہیں اور بے گناہ دھر لئے جاتے ہیں۔ جو خرافات بیرون ملک سے سمگل کی جاتی ہیں، ان کا انسداد بھی ضروری ہے مگر منشیات تیار کرنے والے جو کارخانے وطنِ عزیز کی سرزمین پر کارِ ابلیس میں مصروف ہیں کیا حکومت کو ان کا علم نہیں یا حکومت کے نظام میں اتنا حسن نہیں کہ ان کو مرعوب کر سکے۔ ان کو خام مال کیوں مہیا ہو جاتا ہے۔ اس خام مال کی فصلیں کیوں کاشت ہونے دی جاتی ہیں، کیوں برباد نہیں کر دی جاتیں۔ بڑے بڑے

Marfat.com

ہوٹلوں میں شراب کئی بہانوں اور کئی حیلوں سے بھاگم بھاگ پہنچ جاتی ہے' کئی ہوسٹل کیوں بدنام ہوتے جا رہے ہیں' کئی زنانہ و مردانہ درسگاہوں کی کینٹینوں میں جو کچھ ہو رہا ہے کئی بار اخباروں میں اس کا واویلا ہو چکا ہے۔ منشیات کے کاروبار اور بااثر افراد کے اس میں ملوث ہونے کی ٹیپ شدہ داستانیں اب تو خبر ہے۔ عدالتوں تک بھی پہنچ گئی ہیں عام آدمی مان لیا چھوئی موئی ہو جاتا ہو گا۔ سرکاری ملازموں تک بھی کیا سرکار کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔ کوتاہ دست تو سنا بڑا پرکار ہوتا ہے۔

منشیات کے امتناع کا سال منانا بڑی مبارک بات ہے مگر یوں نہ منایا جائے کہ منشیات گھر ڈال رکھی ہوں اور سال ان کے بھائی منا رہے ہوں' پھر اچھا کام برے طریقے سے سرانجام دینا برے کام سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے جیسے شراب پی کر کوئی واعظ منبر سنبھالے شراب کے حرام کئے جانے کی وجوہات بیان کر رہا ہو۔ سربراہِ حکومت کے سائے کیسے کیسے لوگ جشن اختیار مناتے آرہے ہیں۔ روزنامہ "خبریں" کے اجرا کے بعد کوئی خفیہ راز نہیں رہا' حکومت کا یہ اقدام یقیناً بڑا جرأت مندانہ ہے بشرطیکہ حکمِ حق دروغ گووں کے مشورہ سے بلند نہ کیا جا رہا ہو لیکن منشیات صرف وہ ہی بُری نہیں ہیں جو امریکہ یا دوسرے ممالک کو بُری لگتی ہیں۔

نشہ حرام ہے کوئی بھی ہو' کچھ بھی ہو نشہ بُرا ہے۔ وہ سکاچ سے ہو یا چرس سے ٹھرے سے ہو یا بلیک ہارس سے۔ ہر وہ شے جو انسانی دماغ کو غیر متوازن کر دے' عقل ہوش سے عاری کر دے' منشیات کا ہی جزو ہے۔ شراب پیتے رہنے اور ہیروئن سے منع کرتے رہنا رندروں کے وعظ فرمانے کا عمل ہے جو ازل سے ناکام رہا ہے اور تا ابد ناکام رہے گا۔ کتنا بدنصیب ہے وہ انسان جسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کتنا بدنصیب ہے' وہ انسان جو نشہ کی حالت میں ہے۔ جب اللہ کا حکم ہے کہ نشے کی حالت میں ہو تو میرے ساتھ بات مت کرو' اپنے خالق سے کٹ جانا بڑی بدقسمتی کی بات ہے آؤ احکامِ قرآن اور سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پُرخلوص مطالعہ کر کے انسداد منشیات کے لئے قانون سازی کریں۔ غور کریں کہ مروجہ نفاذ حدود کے قانون وضع کے وقت کہاں کہاں ہم سے سہو ہو گیا ہے کہ انسان ساختہ ۱۹۷۹ء کا متعلقہ نفاذ قانون مؤثر ثابت نہیں ہوا۔

۲۹ جنوری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

بندہ تنہا ہو کر طاقتور ہوتا ہے یا اللہ کے ساتھ ہو کر

اگر یہ درست ہے کہ آٹھویں ترمیم کے ضمنات کو آئین بدر کرنے' آئندہ ورانیہ کیلئے مشترکہ ومتفقہ صدر منتخب کرنے' قومی اسمبلی کو کالعدم کیے بغیر حزب ہائے قتدار و اختلاف کی مشترکہ حکومت کے قیام کے بعد آئندہ انتخابات منعقد کروانے پر تفاق ہو چکا ہے اور فریقین امید سے ہیں کہ کلیدی عہدوں کی تقسیم بھی باہمی مفاہمت سے ی ہوگی تو تسلیم کرلینا چاہیے کہ پاکستان اپنے نظریہ سے انحراف کرکے لادین ریاست بننے کے لئے مستعد ہو چکا ہے۔ دنیائے اسلام سے کٹ کر جمہوری ممالک کی انجمن کارکن بننے کا عہد بھی کرچکا ہے۔ گویا دین اسلام کو الوداع کہہ کر پاکستان کو فی الوقت بچالینے کا عزم ہو چکا ہے۔ دنیوی نکتہ نگاہ سے ہنگامی صورت حال سے نپٹنے کے لئے بظاہر یہ سودا برا نہیں لیکن نئے عالمی نظام میں پاکستان کا سابقہ ہو جانا بھی رقیبانِ دینِ اسلام کا منتہا معلوم دیتا ہے۔ پاکستان چاہے روس سے علیحدہ ہونے والی مسلمان ریاستوں کو اسلامی کی بجائے جمہوری بنانے کیلئے نئی عالمی نظام کے سربراہ کی کتنی بھی خدمت انجام دے۔ طاغوتی و سامراجی طاقتوں کے نئے مفادات سے خطۂ ارض کی تقسیم نو پر مصر رہیں گے۔ لسانی و قومیتی تفریق و تقسیم' مذہبی منافرت و دہشت گردی' آئینی تضاد فکری' طبقاتی تقسیم' قومی سیاست سے قطع تعلق ذاتی مفاداتی گروہ بندی' آئے دن کا مارشل لاء اور اس کے نفاذ کے مسلسل خطرات' عدلیہ اور انتظامیہ کی بجائے صدر' وزیراعظم اور فوجی سربراہ کی مثلث کا قیام آئینی طور پر اسلام کو دینِ ناکمل قرار دینے کا اہتمام' شریعت پر موجودہ نظامِ حکومت کی برتری' سرمایہ اور سیاست کا متعہ' سیاست کا منشیات سے نکاح' معاشرت اور معیشت کی باہمی دو بدو' قوانین کی خامیاں دور کرنے کی بجائے فوری انصاف کے ارتقاب دے کر دیگر فوری سزائیں وارد کرنے کا نظام' معاشرت کو قنوطی بناتا ہوا نظامِ تعلیم و

Marfat.com

تدریس' سیاست رسہ گیری اور آئندہ نسلوں کی تباہی یونہی بے مقصد وارد نہیں ہو گئی۔ سیاسی جماعتوں کی دہشت پسندی اور ان کے عقوبت خانے' ریاستِ اسلام کو پولیس اسٹیٹ بنا دینے کا رُجحان یونہی راتوں رات پروان نہیں چڑھ گیا۔ جن مہاجروں کے بگاڑ کی اصلاح کرنے کے لئے فوج طلب کرنا پڑی کیا وہ حکومت کے چہیتے نہیں تھے؟ حکومت میں شریک نہیں تھے۔ جنابِ سیّد جو سندھ کی سیاست کو غیرپاکستانی بنائے ہوئے ہیں کیا حکومتوں کے دم دلاسوں سے پروان نہیں چڑھے؟ قیامِ پاکستان کے ازلی مخالف کیا حکومت کے قریب ترین ہمراہی نہیں؟ بجا کہ حکمرانوں نے ماشاءاللہ بڑے بڑوں کا مزاج درست کیا اگرچہ کچھ درویشوں کا بگاڑا بھی۔ مہاجر قومی موومنٹ کو پہلے گود میں بٹھایا پھر کان پکڑوا دیئے۔ لانگ مارچ کے ہاتھ میں بیساکھیاں تھما دیں' ثابت کر دیا کہ ڈنڈا ہر "بگڑے تگڑے" کا پیر ہوتا ہے۔ وہ مار دی کہ سارا جیالا پن بھلا دیا۔ مخالف سیاست کو وہ مار ماری کہ بے چاری کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ آئی جے آئی سے علیٰحدہ ہونے والوں کے ساتھ جی آئی کرنے کے لئے میدان ہموار ہی نہیں ہوا' صاف بھی ہو گیا۔ وہ جو سرِراہ للکارتے تھے۔ "دے جا! سخیا راہِ خدا" پکارنے لگے۔ ایک جماعت کی جمعیت کو یونیورسٹی میں وہ سبق پڑھایا کہ سارا آموختہ بھلا دیا۔ سندھ کے وڈیروں کی سیاست کے دست و بازو یوں شل ہو چکے ہیں کہ جسے دیکھوں پلاسٹر چڑھائے سینے سے لگائے پھر رہا ہے اور حکومت کا شکرگزار ہے کہ پھر تو رہا ہے۔

میدانِ سیاست میں تو اس فنکارانہ فتح نے شیکسپیئر کا "ایزیو لائک اِٹ" یاد کروا دیا۔ سیاست کا یہ "آرینڈو" "روزلینڈ" کو بھا نہ جاتا تو اور کیا ہوتا۔ اپوزیشن کا بڑھاپا اگر طعنہ زن ہے کہ یہ تو سیاست کی دہشت گردی اور حکومت کا یہ رویہ پاکستان کو دہشت گرد گردانے میں معاون ہو گا تو یہ ان کی تعطل کی سیاست کا اندازِ فکر ہے کہ یہ زمانہ سیاست کی نفی و اثبات میں الجھنے کا نہیں اس کی ضرب و تقسیم کا ہے۔ مہاجر قومی موومنٹ' پاکستان پیپلز پارٹی' جماعتِ اسلامی اور آئی جے آئی کو چاروں شانے چت گروانے کے باوجود اگر کوئی رستمِ سیاست کے لقب کا اہل نہیں تو پھر آج کے تاریخ نویسوں کو تاریخ لکھنا نہیں آتی۔ تاریخ نے فرعونیت کے ہاتھوں بچوں کا قتلِ عام بھی دیکھا ہو گا' نمرودیت کی وہ خدائی بھی دیکھی ہو گی جس میں بندگی کا بھی بھلا نہ ہوا۔ چنگیزیت نے

Marfat.com

خون خرابے بھی دیکھے ہوں گے مگر اسلامی جمہوریت کا یہ انداز تاریخ کے بڑے بڑے بھی رقم نہ کروا سکے۔

آج کی مشترکہ سیاست کا دو سال کے قلیل عرصہ میں فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے داعی پاکستان کو کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت کے نفاذ کے داعیان کا آلہ کار بنا دیا۔ جتوئی کو جوت لینا' نصراللہ کے لئے فتح کو بعید کر دینا' بے نظیر کو سیاست میں "نظر بٹو" بنا کر رکھ دینا' جماعتوں کی جمعیت کا قلع قمع کر دینا' دینداروں کی سیاست کو پنشن یافتہ بنا دینا' کچھ مذہبی سیاسی جماعتوں کو سیاست کے مذہبی سکھ بنا دینا' کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اگرچہ خالہ جی کا گھر تھا۔ یہ توفیق ہر انسان کا مقدر نہیں ہوتی نہ اتفاق سے ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک روڑا البتہ ابھی راہ میں ہے وہ دن شاید بہت دور نہ ہو کہ از خود لڑھک جائے یا ہمارا مقدر نویس اسے اپنی ٹھوکر سے نوازے یا پھر مشترکہ سیاست اسے کنارے لگا دے کہ لو! تاریخ سیاست کے سنگِ میل بن کر جہاں نصب کئے جاؤ' آرام سے وہیں نصب رہو اور منزل دور نہیں کی نشاندہی کرتے رہو تاکہ پاکستان جو یورپ اور امریکہ کی سابقہ روسی ریاستوں کے ساتھ تجارت کا موٹر وے بننے والا ہے۔ محصول چونگی کی آمدن پر بہلایا جاتا رہے۔ جہاد فی سبیل اللہ جو افغانستان میں فی سبیل اللہ فساد کی صورت اختیار کر چکا ہے' ایک ایسی تقسیمِ نو کی طرف بڑھ رہا ہے کہ فضائیں "بحر ہند کو آئیں ٹھنڈی ہوائیں جہاں سے" کا نذرانہ گنگنانے لگی ہیں اور خدائی خدمت گار' ترکِ اسلام کئے آمادۂ کسرت ہیں اور پاکستان کی ہر سیاسی تصویر کاغذی پیرہن دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب راجہ کی برات آئے اور کب وہ ناچنا شروع کر دیں۔ وہ لوگ جنہوں نے تحریکِ پاکستان کی ابتدا اور اس کے جوان ہونے کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جنہوں نے فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے "لا الہٰ الا اللہ" کے نعروں سے فضاؤں کو گونجتا بھی سنا ہے۔ حیران ہیں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کہ پاسبان لٹ گئے سیاست کے صنم خانوں میں حیران ہیں کہ سیاسی جماعتوں کی نفی کر کے جو لوگ غیر سیاسی جماعتی انتخابات کی بناء پر منتخب ہو کر آئے انہوں نے ایک علیحدہ مسلم لیگ بنا لی جو ایک فوجی آمر کی مسلم لیگ تھی' وہی آج کی طاقتور سیاسی جماعت کہلواتی ہے۔ وہ سیاست کا فوجی آمر تو سیاسی جماعتوں کے وجود کا ہی دشمن تھا۔ چنانچہ کس کو انکار ہو گا کہ موجودہ مسلم لیگ اپنی اصل میں مارشل لاء جائی ہے۔

Marfat.com

اس سے بیشتر ایک مسلم لیگ ایوب خان کی تخلیق تھی۔ آج کے کئی مسلم لیگی جگادھری اور حکومتی عہدہ دار اس مسلم لیگ کے گرم گرم رکن تھے اور محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت میں پیش پیش تھے اس مسلم لیگ کے فوجی ہونے سے بھی کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ اسی ایوبی مسلم لیگ کا ایک سرگرم و تن گرم رکن بعد میں پیپلز پارٹی کا خالق بنا کس کو انکار ہو گا کہ وہ سکندر مرزا کی دریافت تھی۔ پہلے مارشل لاء جایا تھا پھر یحییٰ خان کو اقتدار میں لانے کا باعث بنا۔ لاڑکانہ کی شکار گاہوں میں کون کون شکار ہوا، کس کو نہیں معلوم ۔ مارشل لاء کہ یہ تخلیق بھی قائدِ عوام کہلوائی۔ آج بھی میدانِ سیاست میں اکثریت یا مارشل لاء جائی ہے یا قائدِ اعظم کے ازلی مخالفوں کی۔ بندوں کی ان کارپردازیوں کے ساتھ ساتھ اگر مشیتِ ایزدی کے اشارے پر کوئی ماں موسیٰ کو دریا میں بہا بھی رہی ہو تو بھی موسیٰ کے صاحبِ عصا ہونے تک کون جئے کون مرے اور پھر یوں تو تب ہو گا اگر عوام معصوم ہوں۔ فقط حکمران سزاوار ہوں۔ ویسے بھی اس وقت تک فرعونیت کا مکتبۂ فکر نہ جانے کیا کچھ کر گزرے۔ جس معاشرہ میں نہ وفا کا کوئی معیار نہ ہو نہ دغا کا جہاں ہر کوئی اپنی ذاتی اغراض اور نجی مقاصد کے سامنے سجدہ ریز ہو اس کے مقدر میں مُژدہ نہیں ہوتا۔ مقدر کا ہر ورق پژمردہ ہوتا ہے۔ اس کی ہر ترقی اس کے تنزل کی شہ سرخی ہوتی ہے۔ اس کے ہر دعویٰ پر فطرت کی طرف سے کوئی دعویٰ دائر ہو جاتا ہے۔ اس کی کاشت کی ہوئی ہر سیاست کے بعد بھل صفائی کے بہانے آبیاری کرتی ہوئی انہار بند کر دی جاتی ہیں۔ ہر سیاسی فصل کو جراثیم کش ادویات چھڑک کر زہر آلود کر دیا جاتا ہے۔ ادھر کسی نے چکھا ادھر وہ پھڑکا۔ دو چار سخت جان اگر پے در پے قے ہونے کے بعد بچے بھی رہے تو بھی اتحاد بناتے بناتے ان کی سیاست کے دانت جھڑ گئے اور قوم کو کھانے کے لئے ماسوا ان کی سیاست کے پوپلا سا کھوکھلا پن کے اور کچھ نہ رہ گیا۔ ان کی سیاست کو "اِنا الیہ راجعون" کی دھن لگی رہی اور سیاسی زندگی کے چار دنوں میں سے دو آرزو میں کٹ گئے اور دو انتظار میں اور صدارتی انتخاب کو سب انتخابوں سے سستا جان امیدوار بن بیٹھے اور بل آمد و بُش رفت کے عمل میں اپنی بے عملی و بے علمی کا تماشا بنے رہے۔ کاش پاکستان کا آج کا پاکستان نواز جانتا کہ کرہ ارض پر قوموں اور ملکوں کی تقسیم کی اصل یہ ہے کہ کائنات و ماورائے کائنات کی طرح کرۂ ارض پر بھی اللہ ہی کی حاکمیت تھی۔ تمام

Marfat.com

تر نظام اس کے احکام کا پابند تھا۔ اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنانے کے لئے تخلیق کیا۔ اسے احکامِ الٰہی سے آگاہ کیا اور تلقین کی کہ اپنے جسم پر بھی اور جہاں بھی رہو اس ماحول پر بھی احکامِ الٰہی کا نفاذ رکھنا کہ یہی تمہارے منصبِ خلافت کا تقاضا ہے۔ تم قوانینِ فطرت کی رو سے حاکم نہیں ہو۔ خلیفہ ہو' خلیفہ حکم دینے والے کو نہیں احکام ماننے والے کو کہتے ہیں۔ وہ سربراہ نہیں' نقشِ قدم پر چلنے والا ہوتا ہے۔ انسانوں نے اپنی حماقتوں کوتاہ بینیوں اور خود سریوں کے باعث اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کرۂ ارض کے مختلف حصوں پر حاکمیت قائم کرلی۔ بہ الفاظِ دیگر اللہ کی حاکمیت غصب کرلی۔ کرۂ ارض کے یوں کئے گئے ٹکڑوں کو وطن اور ان میں بسنے والوں کو قوم قرار دے دیا۔ یہی تقسیم تمام دنیوی جنگوں کا باعث بنی۔ بالآخر اسی تقسیم نے اپنی عالمی جنگ برپا کی اور اسی وجہ سے دوسری عالمگیر جنگ رونما ہوئی۔ لیگ آف نیشنز اور اقوامِ متحدہ کا قیام اسی تقسیم اور بندوں کی حاکمیت سے بیزاری کا مظہر تھے۔ ہوتے ہوتے اب ایک سُپر طاقت تمام کرۂ ارض پر اپنی حاکمیت کا دعویدار ہے جبکہ منصبِ الٰہی یہ ہے کہ تمام کرۂ ارض پر صرف اللہ ہی کی حاکمیت ہے۔ یوں تمام کرۂ ارض پر اللہ اور بندوں میں حاکمیت کی جنگ چھڑ چکی ہے۔ یہ بڑی زہریلی عالمی جنگ ہے۔

قیامِ پاکستان کا مقصد کرۂ ارض کے ایک ٹکڑے پر جسے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کہا گیا فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے سوا اگر کچھ اور تھا تو اللہ اس تحریک کے کسی کارکن کو جنت نصیب نہ کرے اور زندگی بھر سنگسار کروائے۔ دنیا جانتی ہے' تاریخ آگاہ ہے کہ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ اب جو کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت کا دعوٰی بندوں کی ایک طاقت کر رہی ہے تو لازم تھا کہ پاکستان کی سرزمین سے تمام عالم پر اللہ ہی کی حاکمیت کا نعرہ بلند ہوتا۔ صد افسوس کہ یہ نہ ہوا ہم اپنی تخلیق اور اپنے وجود کے بنیادی مقصد سے عاری ہو گئے اور وہ کچھ ہو گیا جو ہو رہا ہے۔ چنانچہ آج کا معاشرہ جو چال ہم چلے تو نہایت بُری چلے کے دور میں داخل ہو گیا ہے۔ لوگ محافظوں کے ہاتھوں غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ سیاست کانچ کے برتنوں کی طرح ٹکرا رہی ہے۔ ہر کوئی اسی شاخ کو کاٹ رہا ہے جس پر اس کا اپنا آشیانہ ہے۔ فرد فرد سے' ادارے اداروں سے' معاشرہ حکومت سے' حکمرانی حکمرانوں سے غرضیکہ ہر جز ہر عضو سے رانیں تھاپ تھاپ کر گتھم

Marfat.com

گتھا ہو رہا ہے۔ ہر سیاسی مصور پہلے اپنی ہی تصویر بناتا ہے پھر اس پر تھوکنا شروع کرد
ہے۔ صنعت حرفت سے' تجارت اتفاق سے' منافع سود مندی سے' خسارہ ضرر سے' فک
تفکر سے' تدبیر تدبر سے' حقوق فرائض سے' دید دور اندیشی سے' عقل خرد سے' دست
گریباں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی خوش خبری بھی ہو تو سنائی نہیں جاتی۔ اس کی دُہائی دی جا
ہے۔

کچھ دن بیشتر سیاسی چپقلشوں اور بلاجواز محاذ آرائیوں کا رونا تھا۔ آج کل صلح
کفِ افسوس سے ماتھا پیٹا جا رہا ہے۔ جیتنے والے کی داد دینے کی بجائے دُشنام طرازی
رہی ہے کہ داؤ لگا گیا۔ بیمار کی بیمار پُرسی نہیں کی جا رہی' اس کے بیرون ملک جانے
آوازے کَسے جا رہے ہیں اور حد یہ ہے کہ ابھی تک یقین بھی نہیں کہ کوئی صلح ہوئی بھ
یا نہیں اور شرائط صلح کیا ہیں؟ اتنی بڑی سیاسی سوداگری کو ایک آدھ رہائی یا دو چا
مقدموں کی واپسی سے مخصوص کر دینا کچھ جائز معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بھی کوئی نہیں سو
کہ اس مثلث کا ہر زاویہ' ہر ضلع' کسی ایک کا ہی قائم ہوا ہے' سبھی ایک دروازے کے
دریوزہ گر ہیں' ایک ہی مولا کے بندے ہیں' ایک ہی داتا کے سوالی ہیں' ہر کوئی مقدور بھ
خدمت بجا لایا ہے' ہمہ وقت چوکس رہا ہے' راضی بہ رضا رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گ
اس کے در سے ہر کسی کو مزید عنایت ہونے کی تمنا بھی ہے اور آثار بھی واضح ہیں۔ او
تو مدارج بڑھیں گے' تقسیمِ مراتب یوں ہو گی کہ نہ کوئی محروم رہے گا نہ بے کار' ہر ک
کے سر پر دستِ شفقت یہ امتیاز کئے بغیر پھرے گا کہ کس کے بال گھنے ہیں اور کس ک
ندارد' کس کے سیاہ ہیں اور کس کے سفید' ہر کسی کی بلائیں یوں لی جائیں گی کہ وہ مجسم
بن کر رہ جائے۔ اتنے کام کے کارندوں کا ناکارہ کیا جانا نئے عالمی نظام کی ابتدا میں
اصل آقاؤں کو کیوں کر گوارا ہو گا؟ یہ تو بڑی سنبھال کر رکھنے کی اشیاء ہیں۔ پورے ا
میں کام آئیں گی۔ لہٰذا پاکستان کے مسلمانوں کو اگر بوسنیا کے مسلمان نہیں ہونا ہے
عقل کے ناخن لیں اور قلعہ اسلام کی مسماری کے نئے عالمی پروگرام میں حائل نہ ہو
اور چپکے سے اپنے اللہ کو کہیں کہ بندوں کی حاکمیت قبول کر لے۔

مانا کہ انسان ساختہ سکیموں نے بالآخر اللہ کی سکیموں سے ہمیشہ شکست کھائی ہے
مانا! کہ "یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا" کا عمل بھی تاریخ نے دیکھا ہے۔ مانا! کہ بندوں

Marfat.com

حاکمیت کے باوجود فطرت اپنے مقاصد میں بار آور ہے اور معاشرہ اپنی تمام حذفیات و تخریبات کے باوجود وحدتِ انسانیت کی طرف گامزن ہے۔ نفسِ واحد سے قومِ واحد تک کے تقاضے تکمیل پا رہے ہیں۔ مانا! کہ ہمارا سامانِ حرب بھی بالآخر اللہ ہی کی حاکمیت کے نفاذ کے کام آئے گی۔ بندوں کی حاکمیت تھک ہار کر اللہ ہی کی حاکمیت پر متفق ہو جائے گی۔ مانا کہ ہم نے جوہری توانائی فقط دریافت کی ہے۔ ہم اس کے خالق نہیں ہیں بلکہ نامعلوم اللہ اور کتنی توانائیوں کا خالق ہے اور ان پر قدرت رکھتا ہے لیکن ہمیں تو صرف بندوں پر بندوں کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔ اللہ کی اس بہترین تخلیق کو زیرِ اختیار کرنا ہے۔ ہم کائنات پر تو اپنی حاکمیت کے داعی نہیں۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ معمولی سی لغزش' ہماری یہ ذرا سی خدائی اس کی برہمی کا باعث نہیں ہو گی اور وہ خواہ مخواہ انسانوں کی حاکمیت سے نہیں الجھے گا۔ بالخصوص جب اسے معلوم ہو گا کہ دنیا بھر میں اس کے آئین کی حکمرانی نہیں ہے۔

سب حاکم ہیں' کوئی اس کا خلیفہ نہیں ہے جو اس کے آئین کی کتاب کو بوسے دیتے ہیں' جھوم جھوم کر اس کا مطالعہ کرتے ہیں ان کے ہاں بھی بندوں کی حاکمیت نافذ ہے اور اکثر جگہ تو بلاشرکت غیرے بصورتِ بادشاہت نافذ ہے۔ باپ دم دے جاتا ہے تو بیٹا دم نکالنے لگ جاتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی بجائے عراق و کویت کی جنگ برائے امریکہ نے اسلامی دنیا کے تمام تر وسائل پر جس طرح اسلام دشمنوں کی اجارہ داری قائم کر دی ہے کیا وہ مسلمان ممالک پر بندوں کی بلکہ خلافِ پیغمبر بندوں کی حاکمیت کے قیام کی آئینہ دار نہیں؟ کاش اسلام کے رقیبوں پر ہی یہ واضح ہو جاتا کہ یہی اجارہ داریاں ان کی شکست و ریخت کا باعث بننے والی ہیں۔ بندوں کی حاکمیت کی یہ وسعتیں ان کی معاشی' معاشرتی اور سیاسی تباہی کا باعث ہونے والی ہیں۔ اپنی حاکمیت کے تحفظ کے لئے جمع شدہ سامان ہی ان کی حاکمیت کی تباہی کا باعث بننے والا ہے۔ اگر پاکستان اللہ کی حاکمیت کا علمبردار بن گیا تو دنیا بھر میں سرخرو ہو گا اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو اس کا جسد بھی تپ کر یوں سرخ ہو جائے گا جیسے خون میں نہا کر آ رہا ہو۔ حزبِ اقتدار و اختلاف کی اپنے مادی اقتدار کی صلح کو اگر اللہ کی حاکمیت کے نفاذ پر اتفاق میں بدل دیا جائے تو اس کی تمام محرومیاں معدوم ہو کر خوش بختیاں اپنی تمام رعنائیوں اور خوبرویوں کے جلو میں اس کی سرزمین پر

Marfat.com

یوں بسیرا کرلیں جیسے اسے خلدِ بریں کی مثل فطرت نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بندوں کے لئے سجا رکھا ہو۔ نامعلوم! بندوں کے کانوں میں یہ کس نے پھونک رکھا ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے قیام سے ان کے مقام میں کوئی رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کی حاکمیت قبول کی زمانہ تو آج تک ان کا نام احترام سے لیتا ہے۔ کاش لوگ سوچیں بندوں کے لئے کون سا مقام سود مند ہو گا' اللہ کا رقیب ہونا یا اللہ کا وحی ہونا۔ خود الہٰ ہونا یا عبدہ ہونا۔ سوچیں بندہ تنہا ہو کر طاقتور ہوتا ہے یا اللہ کے ساتھ ہو کر۔

۳ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

کاش لوگ فطرت کو اعتماد میں لینے کے ڈھب سے بھی آگاہ ہوتے

جس ریاست کی سرآوردہ سیاسی پارٹیاں آمریت کی تخلیق کردہ ہوں۔ سراسر آزر، مگر ابراہیم علیہ السلام سے نسب ملاتی ہوں' جہاں کچھ عسکری عہدہ دار تھک ہار کر سیاست میں آ جمے ہوں۔ کچھ سیاست دان مارشل لائی آمریت نے دریافت کئے ہوں اور باقی سیاست کے خاندانِ غلاماں کی آل ہوں' وہاں کی سیاست کو اگر وہ کچھ ہو جائے' جو پی پی اور پی کی سیاست کا پتا پانی ہونے پر ہوا ہے' تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہونی چاہئے مگر پھر بھی تعجب ہے کہ ہو رہا ہے کہ پاکستان جمہوری اتحاد اور قومی جمہوری اتحاد کا اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ کے ساتھ مل کر بیڑہ غرق کرنے کی بے نظیر ذمہ داری کسی نے اپنے ذمہ کیوں لے لی۔ مانا! کہ سیاست پہلے ہی خاک بسر تھی مگر راہوں کی دھول کو یوں تو سرانڈ ملنا نہیں چاہئے تھا۔ پاکستان میں سیاسی فکر و تدبر کی بیخ کنی کا عمل جو قریباً دہائی صدی پہلے شروع کیا گیا تھا اپنے کامیاب انجام سے یوں روشناس ہوا کہ نہ دیکھنا چاہو تو بھی ہر جانب نواز شریف ہی دکھائی دیتا ہے اور پھر کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ کبھی کبھار کوئی سیاست کا میاں چنوں دکھائی دینے لگتا ہے مگر اتنا دھندلا کہ پہچانا ہی نہیں جا سکتا اور وہی پکارنے لگتا ہے۔ یہ میں بھی وہی ہوں' وہ بھی میں ہی تھا۔ ادھر جنابِ صدر کو اپنی صدارت سے زیادہ متناسب نمائندگی کی فکر لاحق ہو گئی ہے کہ یہ نہ آئی تو نامعلوم کیا آ جائے اور کب آ جائے۔ یہ تجویز ان ہی کی خیر خواہی کے لئے ہے جو آج حکومت پر قابض ہو کر سیاست کی جان قبض کر چکے ہیں۔ اپنے مخالفانہ قبضہ کو حلیفانہ بنا چکے ہیں۔ اسلام کے شیدائی بتائے جاتے تھے۔ لا الٰہ کا "لا" کھسکا دین سے پہلے سجا چکے ہیں۔ یہ وطیرہ بنا چکے ہیں کہ وقت قیام آیا تو ہاتھ باندھ دوزانو ہو گئے۔ "سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم" کہنے کی بجائے یوں اکڑ گئے جیسے کسی لارنس کا بت ہوں۔ مزید کیف میں آئے تو وہ "عظیم ہم اعظم" کا ورد

Marfat.com

کرنے لگے۔ کسی نے اگر "سبحان ربی الاعلیٰ" کہا تو تن گئے کہ وزیر ہی سہی میں بھی تو اعلیٰ رہا ہوں۔ مانا! کہ ان کی خدائی میں روزگار پر پابندی رہی، تعلیم کی بافت جاتی رہی مگر یہ بھی تو مانو! کہ جس کو دیا انہوں نے بھی بے حساب دیا بلکہ جس نے ان سے لیا اس نے بھی کوئی حساب کبھی نہ دیا۔ انہوں نے اپنی خدائی میں اپنی خدائی املاک صرف کوڑیوں میں ہی نہیں دیں، کوڑی کے آدمیوں کو بھی دے ڈالیں۔ وفاداری کا جو حول ہم نے لگایا، انگریز بہادر نے بھی نہ لگایا ہو گا۔ ملوں اور فیکٹریوں کا وہ دھواں دھارا کہ بڑے بڑوں کی تقریروں نے کہاں دھارا ہو گا۔ ہر کسی نے دیکھا کہ "تڑ پو نچئے" مل اونر ہو گئے۔ اگرچہ دعاؤں سے لیکر دواؤں تک ہر چیز دو نمبر کی ہو گئی۔

سیاست کا کون سا بیمار تھا جس نے ان کے ہاتھوں شفا نہیں پائی۔ ٹانگیں توڑنے کا نعرہ لگاتے ہوئے یکایک بغل گیر ہو جانا ان کی پرکاری و معاملہ شناسی کا بین ثبوت نہیں ہے۔ کس نے نہیں دیکھا کہ جو انہیں موقوف کروانے آئے تھے۔ ان ہی کے لئے وقف ہو گئے۔ وہ نبض دکھانے آئے تھے۔ انہوں نے کلائی پکڑ لی۔ یوں کہ سیاست کے سہاگ کی تمام چوڑیاں چور چور ہو گئیں اور اب وہ وہ شاید ان کے پہلے شکار سے الطاف کا موازنہ کرنے کے لئے وہاں جا پہنچی ہیں جہاں اکبر الٰہ آبادی خدا کی شان دیکھنے جایا کرتے تھے۔ ان کی دانشوری کا کیا یہ ثبوت مبین نہیں ہے کہ ۱۲ کروڑ افراد ہی نہیں، ایک دنیا ہے، کہ سر پٹک کر بیٹھ رہی ہے مگر کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ آ سکی کہ دستاویز صلح کے ضمنات کتنے ہیں اور مندرجات کیا ہیں۔ معاہدۂ صلح انگریزی بول کر کیا گیا یا فریقین نے اپنی اپنی زبان بولی اور کچھ دریافت ہو سکے یا نہ، یہ تو واضح ہو گیا کہ ان کی سیاست کی مخالفوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور اپنے کیے پر پچھتا پچھتا گئے ہیں۔ وہ جو للکار رہے تھے، اپنے ہی ہمراہیوں کے روبرو جوابدہ ہو گئے۔ اب کوئی کسی انداز سے بھی پہنچے، سیاست کی ساکھ بحال نہیں ہو سکتی۔ جونسا مہرہ جہاں جی چاہے جما لیں۔ بازی مات ہی رہے گی۔ لاکھ گھونگٹ نکالیں سیاست کی مسہری سجالیں، جتنا چاہیں، بناؤ کر لیں، جس قدر دل میں آئے، خود کو سنگھار لیں، کوئی آرسی نہیں کھیلے گا۔ کوئی منہ دکھائی دینے نہیں آئے گا۔ کیا یہ کامیابی کم ہے کہ آٹھویں ترمیم کو خانہ آئین سے نکال باہر کرنے کے اشارے، ٹریفک کے اشاروں کی طرح بھرے چوک میں کئے جا رہے ہیں لیکن جناب صدر کی مٹھی

Marfat.com

ہیں آرٹیکل ۵۸ ذرا سا بھی نہیں مچلتا۔ جن کا ہاتھ' قاصد کو طلب کرنے والی گھنٹی کی طرح ہمہ وقت اسی آرٹیکل پر رہتا تھا جن کی مٹھی جب بھی کھلتی قومی اسمبلی کے پرزے ہی گرتے اور اب یہ عالم ہے کہ ہر کس و ناکس' بلکہ ناقص در ناقص' سینہ تانے صدر کو للکار رہا ہے کہ میں آئندہ کا صدر ہوں اور نہیں کھیلے زیر لب فقط ہلکا سا مسکرا کر رہ جاتی ہے۔ جیسے کہہ رہی ہو' تم آئندہ کے صدر ہو اور یہ پاکستان کے صدر ہیں جس کا آئندہ نہ ان کے ہاتھ میں ہے' نہ تمہارے ہاتھ میں۔ صدر تم سے سمجھ لیں گے اور انہیں یہ بھی سمجھ ہے کہ انہیں کون سمجھا سکتا ہے۔ جس نے انہیں آج تک آگے ہی آگے بڑھایا ہے وہ اگر ان کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو بھی ان کا مفاد محفوظ کر کے ہی بڑھائے گا۔ یہ پاکستان کے صدر ہیں۔ افغانیوں کی طرح کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے' کہ امریکہ ساختہ صدر کے ایوان پر امریکہ ساختہ اسلحہ یوں برستا رہے جیسے کوئی سخت گیر آقا اپنے گھریلو ملازم پر برستا ہے اور منکرانِ خدا کے انخلا کے بعد خدا کو ماننے والے ایک دوسرے کو ماننے سے قطعی انکار کرتے رہیں۔ اسلام یوں تقسیم ہوتا رہے کہ عالمی سیاست کے مجنوں دیوارِ دبستان پر لام اور الف علیحٰدہ علیحٰدہ تحریر کر رہے ہوں اور لیلائے آزادی باورچی خانے سے آوازیں دے رہی ہو کہ کھانا پکا لوں۔ فارغ ہو جاؤں تو آ کر لے جانا بلکہ ہو سکے تو اٹھوا کر لے جانا۔ خدانخواستہ اگر یہ سرزمین زبان کے چٹخاروں میں تقسیم ہو گئی تو سڑکوں' پلوں' شاہراہوں کے ٹھیکے عالمی سیاست کے کہاروں کو دے دیئے جائیں گے اور منزل کے حصول سے پہلے ہی یہ راز افشا ہو جائے گا کہ ڈولی میں افغان حمیت کے کفن سوا اور کچھ بھی نہیں تھا یا پھر ایک گٹھڑی تھی جس میں وہ رقم تھی جو عالموں' فاضلوں نے ایمان بیچ کر غلامی میں اٹھا دی تھی۔

عربوں کی دنیائے اسلام کے وسائل گروی رکھ لینے کے بعد اب دیگر ایشیائی اسلامی ممالک کے "رین بلا سمن" کا ماسٹر پلان زیر تجویز ہے۔ پاکستانی سیاست ترک اسلام کے بعد عالمی جمہوری انجمن کا رکن بن جانے کے لئے کلنٹن کی بل میں پناہ گزین ہو چکی ہے اور اس کوشش میں ہے کہ پناہ گزین نہ گردانی جائے۔ عالمی مہاجر مشہور ہو جائے اور آج کل کی وزارت مذہبی امور کی طرح شرح کو امور کے تابع کر کے' اس کی زلفوں کے پیچ و خم سنوار "مایوں" کی چوکی پر بٹھا دے اور مذہب کی فروخت کے ٹینڈر طلب کرتے

Marfat.com

وقت خصوصی اعلان کرتی رہے کہ یہ عالی نسب شرح جنم جنم کی کنواری بھی ہے اور ۔
لاگ بھی۔ نہ آج تک کسی نے اس کو چھُوا' نہ یہ کسی کے ہاتھ چڑھی' ہر چند کہ اسلا
مشاورتی کونسل والوں نے بھی بڑا زور مارا اور وفاقی شریعت نے بھی مگر اس نے کبھی ناک
چڑھالی تو کبھی بھوں۔ ایک دو بار تو دشنام طرازی بھی کی کہ جان سلامت چاہتے ہو تو نظ
ثانی کرو اور مجھے لاثانی تسلیم کرو۔ یہ رویہ اختیار نہ کرو کہ سود کا متبادل بیان کرتے کر
نیام اسلام سے نوازے گئے لوگ شرح دین کی بجائے یکایک عراق سے رقم وصول کر
کے الزام کا جواب تلاش کرنے میں لگ جائیں اور تمام کونوں' کھدروں میں ڈھونڈ
کے باوجود بقایا کا کہیں نام و نشان نہ ملے۔ وہ بیان کر رہے ہوں کہ اللہ کیا کہتا ہے او
لوگ پوچھنے لگیں کہ سردار! آصف احمد علی کیا کہتا ہے' ایسا ہو تو ظاہر ہے' زبان تھوڑ
بہت تو لڑکھڑائے گی۔ یہی وہ کیفیت ہے جو آج کی سیاست دانوں اور حکمرانوں کا سرما
سیاست ہے۔

شرع کو متضاد شرحوں میں اُلجھا دینا لاریب کو مشکوک بنا دینا' ناموروں کو بدن
اور بدنام افراد کو نامور مشہور کرنا' حق کو باطل کا لباس پہنا دینا اور باطل سے حق کا ا
واپس لے لینا' حق کو مخفی رکھنے کے لئے بے بنیاد مفروضوں پر تنازعے کھڑے کرنا' جو ک
وہ کبھی نہ کرنا' جو کرنا کبھی نہ کہنا' دین خریدنا اور ضمیر فروخت کرنا' اپنوں کو ملک سے با
اور غیروں کو ملک کے اندر روزگار مہیا کرنا' خود مل مالک بن جانا اور عام لوگوں کو
مزدور بنائے رکھنا' زرعی پیداوار کو منڈیوں تک لے جانے کے بہانے سڑکیں تعمیر کرنا ا
ان کے کنارے ملیں لگانا۔ کاشتکار کو مل مزدوری کی طرف راغب کرنا' تعلیم کو طبقات
طالب علموں کو فوجداری دفعات میں ملوث کرنا' مہذب بنانے کے بہانے تمدن کو تباہ کر
معیشت کے ہاتھوں معاشرت کو تباہ کروانا' فطری رشتے تڑوانا اور کاروباری رشتے است
کرنا' آج کل سیاست کا وہ مسلسل و متواتر عمل ہے جو قوم کے مستقبل کو بن چبائے
رہا ہے۔ جس کسی نے عراق کا نمک کھایا' اس کی رسوائی کا سامان تو ہو گیا۔ جس
کویت کو حلوائی کی دکان سمجھا اور خالہ جی کی فاتحہ منوائی جس نے کویت کو کھایا نہیں
تمام عرب ممالک کو کھا گیا اور کوئی دانت بھی میلا نہ ہونے دیا۔ اس کا نام تو شاید
لندن یاترا سے واپسی پر بھی بیان نہ کرے کہ انھوں نے نمک تو کیا' پورا مصالحہ ہی چٹ

Marfat.com

ہے۔ جو دوسروں کے ہاتھ دکھاتے ہیں' وہ اپنے دستانے کب دکھاتے ہیں اور اگر محض گرم مصالحہ جات کی درآمد کے لئے ایک تجارتی کمپنی بنا کر ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت کو وسیع اور ہندوستان کو تاراج کیا جا سکتا ہے تو پاکستان میں بیرونی سرمایہ لگا کر یورپ کو متحد اور ایشیا کو تقسیم در تقسیم کا رسیا رکھنے والے شاطر کیا کیا منصوبے بنائے ہوئے ہیں۔ حکومت فنانس کمپنیوں کے قرضوں کا سا کوئی مزید معتبر کمیشن بنائے تو پتہ چلے۔ ورنہ جو لوگ لارنس کو پیر بنا سکتے ہیں' وہ پیروں کو لارنس بنا دیں تو تاریخ کو کوئی تعجب نہیں ہو گا بلکہ تاریخ تو نعرے لگانے لگے گی کہ لو تمام پوشیدگیوں کا راز کھل گیا۔ تمام بیماریوں کا مداوا ہاتھ لگ گیا۔ بیمار کا گلا گھونٹ دو' مر جائے' تو جلا دو' راکھ ہو جائے تو کسی دریا میں بہا دو' خود "اشنان" کر کے گھر لوٹ آؤ کہ "پوتر" ہو گیا ہوں۔ یاترا کر کے آ رہا ہوں۔ مجھے کیا خبر۔ بہاولپور کا سانحہ کیسے ہوا۔ لیاقت علی کہ قائدِ ملت تھا' کیوں کر مارا گیا' سہروردی حسین تو تھا' کیا خبر شہید ہوا کہ نہیں' فاطمہ یقیناً قائدِ اعظم کی ہمشیرہ تھی' کیا خبر' رات کے اندھیرے میں کیوں کر چل بسی' پاکستان کیوں لخت لخت ہو گیا' جناح پور کا مفکر کون ہے' تقسیم کشمیر میں کس کس کا ہاتھ ہے' معاہدۂ تاشقند کیا تھا' معاہدۂ جینوا میں کیا ہوا اور معاہدۂ شملہ میں کیا؟

ایک طرف غوغا ہے کہ عورت کی حکمرانی جائز ہے یا کہ ناجائز؟ عورت کی شہادت آدھی ہوتی ہے یا سالم' عورت پردہ میں رکھنی چاہیئے یا دکھاتے پھرنا چاہیئے۔ اس کے سر پر دوپٹہ نہ ہو تو کیا اسے ٹیلی کاسٹ کرنا چاہیئے یا نہیں' اسے طلاق دینے کا حق ہے یا نہیں' اس کا حق مہر کیا ہونا چاہیئے' یہ مرضی سے اغوا ہو جائے تو کیا صلہ ہونا چاہیئے اور زبردستی اغوا کر لی جائے تو کیا؟ کل کلاں یہ بحث چھیڑ دی جائے گی' محرم کون ہوتا ہے' کون نہیں اور اگر محرم وہ نہ رہے جو قدرت نے اسے بنایا ہے تو کیا ہونا چاہیئے۔ حق مہر کی ادائیگی کے بعد خاوند کا حق مہر پر حق ہوتا ہے یا نہیں۔ جس معاشرہ نے دینِ اسلام کا ضابطۂ حیات آج تک نہیں اپنایا' جس معاشرہ پر آج تک انگریز ساختہ قوانین کی حاکمیت و حکمرانی ہے' جو معاشرہ فقہِ اسلام سے قطعی نابلد ہے' قوانین اسلام کی شرح بھی اینگلو سیکسن فقہ کی رو سے کرتا ہے' جس معاشرہ کا عدالتی نظام اسی فقہ کا علمبردار ہے' جس معاشرہ میں مکمل ضابطۂ حیات کی موجودگی کے باوجود انسانوں کو قانون سازی کا اختیار ہے' جو معاشرہ سرتاپا

Marfat.com

حالت گومگو میں ہے' جس معاشرہ کا قلب و ذہن وسوسوں کی زد میں ہے بلکہ وسوسوں کا ہی پرورش کیا ہوا ہے۔ جس معاشرہ نے آج تک آئینِ اسلام کے نفاذ سے عمداً و صریحاً گریز کیا ہے' جس معاشرہ کے الٰہ ہی الٰہ ہیں' جو معاشرہ حاکموں کا ترتیب دیا ہوا ہے' جس معاشرہ کے انسان نے اپنا خلیفہ ہونا قطعی فراموش کر رکھا ہے' اس معاشرہ سے تعمیر و ارتقا کی توقع چکرائے سروں اور لڑکھڑائے پاؤں کو تو ہو سکتی ہے' فطرت کو تو ہرگز نہیں ہو گی۔ تا آنکہ وہ معاشرہ از خود اپنی لغزشوں کی نشان دہی کر کے اپنی اصلاح کا تہیہ نہ کرے۔ اسی معاشرہ کی یہ بنیادی کوتاہی ہے کہ یہ اثرات پر نظر رکھتا ہے' وجوہات پر نہیں۔ اس میں غلطاں رہتا ہے کہ کیا ہو گیا ہے' بہت کم سوچتا ہے کہ کیوں ہوا ہے۔ یہ معاشرہ حامیوں کا ریوڑ بن کر کیوں رہ گیا جس طرف کسی نے ہانک دیا چل پڑا' جہاں روک دیا' ایک دوسرے سے سر جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ایسے ریوڑ کے لئے چارہ دیس کا ہو یا بدیس سے منگوایا جائے' کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس معاشرے کے اندر کا حیوان بیدار کرنے کی بجائے اس کے اندر خوابیدہ انسان کو جگایا جائے۔ اس کی مادر پدر آزادی کو نہیں اس کے ضمیر کی حریت کو اجاگر کیا جائے۔ یہ کوئی مؤثر علاج نہیں ہو گا کہ بیرونی سرمایہ کاری سے اندرونی افلاس کا پیٹ بھرا جائے۔

آج اگر بیرونی سرمایہ کاروں کو پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ کرنا کسی کی عظیم فتح ہے تو کل ان سرمایہ کاروں کی جوابی فتح ہو گی اور کل منہ دیکھتا رہ جائے گا۔ فطرت کے پیدائش اور موت کے منصوبوں میں دخل اندازی کرنے کی بجائے آج کا انسان اگر دن کے وسائل کے مطابق راتوں کو متوسط کرتا' بچوں کو ماں کا دودھ قدرت کے مقرر کردہ عرصہ کے مطابق پلاتا اور پلواتا' آگاہ ہوتا کہ بچہ پہلے ماں کے تصور میں ہوتا ہے' پھر اس کے وجود اور پیدائش کا اہتمام ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کی شادی' عورت کی طرف سے ماں بننے کی خواہش کا ردعمل ہوتی ہے۔ وہ جب خود ماں کی گود میں تھی تو گڑیوں کو گود میں لے کر' انہیں نہلا دھلا کر' کپڑے پہنوا کر' ان کی شادی کر کے اپنی فطری تقاضوں کی تسکین کیا کرتی تھی اور زندگی بھر اس کا اعزاز اس کے کسی کی ماں ہونے کا محتاج رہا۔ اولاد کے لئے اس کی ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ نظام فطرت نے نسل انسانی کی تربیت اس کے ذمہ لگا رکھی ہے۔ اس کے تصور کا یہ بچہ اشرف المخلوقات ہی نہیں تمام انسانوں

Marfat.com

سے اشرف' نیک' معصوم اور عالی مرتبت ہوتا ہے جس کا ستیاناس پہلے گمراہ معاشرہ اور پھر انسانوں کی حاکمیت کرتی ہے۔ یہ مشورہ تو بجا ہے کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ لیکن یہ مشورہ کہ پاؤں نہ پھیل سکیں تو اکڑوں ہو جاؤ یا پھر بحالت تنگ پھیلتے ہی چلے جاؤ' صالح مشورہ نہیں ہے۔

جس معاشرہ میں اجتماعی بدکاری عام ہو رہی ہو' وہاں اس قانون کا اطلاق کہ چار مرد ایک عورت سے شادی کر سکتے ہیں' کوئی تعمیری قانون تو نہیں ہو گا۔ زمین میں کھاد ڈالو اور کوکھ میں نسل کُش ادویات' عورت میں پنہاں جذبات مادر کو فنا کر دو اور ہوسِ جنس کو زندہ رہنے دو۔ ہر جبلت کو مصنوعی بنا دو۔ اگر گال سرخ رکھنے کے لئے غازہ میسر ہے تو صحت مند رہنے کی کیا ضرورت ہے' نہ صرف دو سے زائد بچوں کی پیدائش غلط ہے بلکہ انسان کا پچاس سال سے زائد رہنا بھی قانوناً جرم قرار پانا چاہئے۔

۵ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

حضور! اب کیا ارادے ہیں؟

آئینِ پاکستان کی آٹھویں ترمیم صدارتی انتخاب کا محور بن گئی ہے اور ملک پر مسلط غیر ملکی سیاست کے چہرے مہرے دو واضح گروہوں میں تقسیم ہونے لگے ہیں بظاہر یہ اختلاف صدر کے قومی اسمبلی موقوف کرنے کے اختیار پر ہے۔ دراصل یہ اختلاف ۱۹۷۳ء اور ۱۹۸۵ء کے اتفاقیوں میں ہے۔ قادیانیوں سے متعلق ترمیم سے پیشتر وہ آئین جس پر تمام ارکانِ اسمبلی کے اتفاق کا دعوی ہے ایک نرالی قسم کا سیکولر آئین تھا۔ اسلام ریاست کا مذہب تھا جمہوریت اس کی سیاست اور سوشلزم اس کی معیشت تھی۔ اس میں عملاً" متضاد و متصادم سیاسی افکار سمو دیئے گئے تھے۔ اس کی عملداری میں دینِ اسلام کا مکمل ضابطۂ حیات ہونا بھی مسلّم نہ رہا تھا۔ دین اسلام کی حاکمیتِ الٰہی اور خلافتِ بندگان کے خلاف بندوں کی حاکمیت کی غاصبانہ سازش کا نام جمہوریت ہے اور جمہوریت کی کیپٹیلزم کے خلاف فکری بغاوت کو سوشلزم کہتے ہیں۔ ان کی تصادموں، تنازعوں اور سازشوں کے اشتراک سے ۱۹۷۳ء کا اسلامی جمہوری آئینِ پاکستان ترتیب پایا۔

دیگر عوامل کے علاوہ اس میں ایک علت یہ بھی تھی کہ کامل آمریت کی حد تک جملہ صوابدیدی و غیر صوابدیدی اختیارات وزیرِاعظم کے لئے مختص کر دئے گئے، مگر جمہوری راہنماؤں کو متفق ہوتے ہوئے خاک سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو گیا ہے۔ اس آئین میں وزیرِاعظم کی تفریحِ طبع کے لئے وجود میں لائی گئی ایک کٹھ پتلی کو صدرِ مملکت کہتے تھے۔ چنانچہ آئین کا جو فضل مرحوم فضل الٰہی پر ہوتا رہا، ضرب المثل بن گیا۔ اس کے بعد عنانِ حکومت جس کے ہاتھ میں آئی اس نے آئین پر سوار ہونے کے لئے دینِ اسلام کو "کاٹھی" اور جمہوریت کو بطور "رکاب" کے استعمال کی، نہ صرف قراردادِ مقاصد آئین کا حصہ قرار پائی بلکہ شرعی عدالتوں کے متعلق باب کا اضافہ کر کے شرح کو بطور قالین

Marfat.com

آئین کے فرش پر بچھا دیا گیا اور اسکی اس بوریہ نشینی کو قوانین میں ترمیم بلکہ نئی قانون سازی کے اختیارات بھی دے دیئے گئے۔ چنانچہ تھوڑی بہت ترمیم کے بعد افرنگی قوانین کو خدائی قوانین قرار دینے کا عمل شروع ہو گیا۔ مزید برآں مارشل لاء کی خود سری و خود رائی کو آئینی تحفظ دے دیا گیا۔ "لانگ لو دی کنگ" اور "آوٹ گو زدی پریذیڈنٹ" کے بگاڑے ہوئے دو مختلف سر ہم آہنگ کر دیئے گئے اور مشہور کر دیا گیا کہ یہ پکا راگ آئین کو پکا کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ حالانکہ مقصد آئین کو مضبوط کرنا نہیں مبہوت کرنا تھا جس آئین میں صدر کو قید رکھنے کا اختیار وزیر اعظم کو مبعوث کیا گیا تھا اس میں وزیر اعظم کو جکڑ رکھنے کا اختیار صدر کو تفویض کر دیا گیا۔ قانون ساز اداروں کی حیثیت گیارہویں کی ان مجالس کی سی ہو کر رہ گئی جو حضرت غوث الاعظم کی فکر کی تردید کرنے والوں نے سجا رکھی ہوں۔

بے تعلیم و بے تربیت قانون سازی کا نیا جہاں آباد کیا گیا۔ یوں جیسے پہلی جماعت کے پہاڑے دوہراتے ہوئے بچے کے ہاتھ میں "وڈز ورتھ" کی منظومات تھما دی جائیں اور پھر یہ سوال پوچھ کر امتحان لیا جائے کہ مثنوی مولانا روم کے آخری دس اشعار سناؤ۔ لکھایا تو ارکانِ اسمبلی کو یہ گیا کہ آپ کو انتخابی مہم کی کامیابی کے لئے بجلی کے کھمبے ملیں گے۔ گلیوں اور سڑکوں کی تعمیر اور نالیوں کی مرمت کے میزانئے آپ کے ہاتھ میں ہوں گے اور ووٹ آپ کی جیب میں تمام ملازمتیں' تقرریاں' تبدیلیاں' ترقیاں آپ کے زیر قلم ہوں گی۔ آپ بظاہر ممبری اور درون پردہ ٹھیکیداری کریں گے۔ ایک دو پرمٹ' ایک دہ مل' حسبِ استطاعت قرضے حسب درخواست ان کی معافی' نائب تحصیلداری' قسم قسم کی انسپکٹریاں آپ کا حسبی نسبی حق ہو گا' آپ اسمبلی میں کبھی کبھار تشریف لائیں۔ کسی کو اعتراض نہ ہو گا البتہ کورم پورا کرنے کے لئے بلایا جائے تو اعتراض نہ فرمایئے گا۔ رہی قانون سازی' تو پہلے چار پانچ بار تو ایک ہی آرڈیننس جاری ہو گا۔ بہت ہی مجبوری ہوئی تو شاید اسے ایکٹ بھی بنانا پڑے۔ سوچ بچار یا غور و فکر کی زحمت کبھی بھی نہ دینے کا وعدہ ہے۔ البتہ تائید کے لئے زحمت فرمانا ہو گی۔ ٹی اے ڈی اے اور دیگر الاؤنس آپ کی حسبِ منشا بڑھائے جاتے رہیں گے۔ ہرگز ہرگز فکر نہ فرمایئے گا۔ ایک انتظامیہ تو کیا' تمام ملکی وسائل آپ کے خادم ہیں ادھر آپ نے سیٹی بجائی ادھر یہ اٹینشن ہوئے۔ ملکی

Marfat.com

وسائل کو "ہپشائز" کرنے کا ایک نیا عمل "پرائیوٹائیز" کرنے کے لقب سے شروع کیا جائے گا جو اپنی اصل میں شاہوں کے دوستوں کو نوازنے کا عمل ہو گا۔ وفاداری' بشرط استواری اس کا واحد صلہ ہو گا۔ یہ ایک ایسا ہاتھی ہو گا جس کے کھانے کے دانت ہزار تلاش کے باوجود بھی نظر نہ آئیں گے جس کے دروازے پر یہ بندھ جائے گا۔ اس کے سرتاج ہی تاج ہو گا اور پایہ تخت اس کا ہلانے سے بھی نہ ہلے گا' نہ سیاہی زلزلوں سے متزلزل ہو گا۔

اور کچھ ہُوا یا نہ ہوا۔ ان اقدام سے آئین سے اس کی سوشلزم کو عاق کروا دیا گیا۔ جمہوریت کی فارغ الخطی ہو گئی اور آمریت جمہوریت کی سجادہ نشین قرار پا گئی۔ قراردادِ مقاصد کو مقاصد سے عاری آئین کے حوالے کر دیا گیا اور اہلِ پاکستان کی زندگیاں احکامِ الٰہی کے مطابق ڈھالنے کی بجائے' رو رو کر ہنستے اور ہنس ہنس کر روتے ہوئے گزارنے کا اہتمام کر دیا گیا۔ چنانچہ زرعی مملکت' بفیضِ صنعت کاری خالص دودھ' دہی گھی 'گوشت سے محروم ہوتی چلی گئی۔ روزانہ زندگی کی ضرورت کی ہر شے نہ صرف گراں بلکہ مفقود ہونے لگی۔ چار بچوں والے گھر کو دو بچوں سے بھیک منگوانے کی ضرورت لاحق ہونے لگی۔ والدین بچوں کو نصیحتیں کرنے لگے۔ "دیکھو! اور جو جی چاہے کرنا' خدا کے لئے بچے پیدا نہ کرنا' اگر کوئی مجبوری آہی لگے تو ایک بھائی کی دو بہنیں یا دو بھائیوں کی ایک بہن ہرگز نہ ہونا چاہئے"۔ نمائندے چلّانے لگے آئندہ کے لئے مزید ووٹر پیدا کرنا بند کرو۔ انہیں خریدنے کے لئے ہمارے پاس شاید وسائل ہوں کہ نہ ہوں ایسا نسل کُش زمانہ آگیا کہ انسان کی پیدائش سانحہ محسوس ہونے لگی' دلیل لانے لگے کہ موسیٰ کے ڈر سے اگر بچوں کا قتل درست تھا تو افلاس کے ڈر سے قحط الرجال کیوں درست نہیں۔ اس کا قتال تو اپنے تحفظ کے لئے تھا۔ ہماری خاندانی منصوبہ بندی تو انسانوں کے افلاس کے ردعمل میں ہے۔ کیا بھوکی قوم سے قوم کا مرجانا بہتر نہیں ہے۔

دراصل بندوں کو خود بندہ بنے رہنے کی لت ہے۔ بغیر حاکم کے ان کا زندگی سدھارنا ممکن ہی نہیں ہے۔ انسانوں کے صرف احکامِ الٰہی کے پابند ہونے کی باتیں محض آفاقی ہیں۔ عملی زندگی میں بندوں کی حاکمیت کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ آج کے زمانہ کے احکامِ الٰہی کی دانش کی تلاش میں وقت ضائع کرنے کی نہیں۔ انہیں حکومت کی رضا

Marfat.com

مطابق بنانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آئینی طور پر زکوٰۃ اور بیت المال کی رقوم کا بندوبست کر لیا گیا ہے اور یہ تجربہ اس حد تک کامیاب رہا ہے کہ شریعت ایکٹ کی وساطت سے آئینِ جواں مرداں کو شریعتِ الٰہی پر بالا دست قرار دینے کے باوجود عالمانِ دین کا علم دین' اور مشائخِ دین کی حمیت ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی اور لادینی کی خوشنودی کے لئے وہ بے مثال عمل کامیابی سے سرانجام دے دیا گیا جو صدیوں سے ممکن نہ ہوا تھا اور یوں ارضِ پاک کے وسائل پر اجارہ داری کے بعد پاک سرزمین کو بھی نئے عالمی نظام کے لئے ہموار کر لیا گیا۔ یہ اسی کارکردگی کا فیض ہے کہ ہم جہاں جائیں' نوازے جاتے ہیں۔ یہ اندازِ فکر منفی ہے کہ ہمارے حالیہ دورے بیرونی سرمایہ نہ لا سکے۔ ہم اپنے بے روزگاروں کا سعودی عرب سے انخلا روک آئے۔ ہماری حزبِ اختلاف کے ساتھ صلح امریکہ بہادر نے کروا دی۔ ہم نے سعودی عرب کو افغانستان کے متحارب مسلمانوں میں صلح کروانے کے لئے آمادہ کر لیا۔ یہ کسی کی غلامی یا فرمانبرداری تو نہیں۔ سیاسی لین دین میں تو ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ کہیں "ڈیوائڈنگ لائن" بنتی ہے۔ کہیں کنٹرول لائن۔ کبھی معاہدۂ شملہ ہو جاتا ہے' کبھی معاہدۂ تاشقند' کبھی ریڈ کلف آ جاتا ہے۔ کبھی جنرل روڑا' کبھی کالا باغ ڈیم نہیں بن پاتا۔ کبھی مسلم لیگ سرخ پوش ڈیم بن جاتی ہے۔ مسلم لیگ میں کبھی علامہ اقبال ہوتے ہیں کبھی اقبال احمد خان' کبھی قراردادِ پاکستان منظور ہوتی ہے کبھی بنگلہ دیش نامنظور کا دعویٰ خارج ہو جاتا ہے۔

یہی تو انقلابات ہیں زمانے کے' اور ایسے ہی کسی انقلاب کا یہ پیش خیمہ ہے کہ آٹھویں ترمیم کے حق میں اور اس کے خلاف ارکان میں محاذ آرائی کے آثار رونما ہونے لگے ہیں۔ صدر نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ آئین کا تحفظ کریں گے اور ظاہر ہے وہ تو کریں گے۔ آٹھویں ترمیم اگر نہ ہوئی تو صدارتی اختیارات کے تو دستانے اتر جائیں گے۔ بہت سے ارکان کو تو ابھی سے خطرہ لاحق ہے کہ آٹھویں ترمیم نہ رہی تو وہ کہیں کے نہ رہیں گے۔ اسی خوف سے ان کا اپنے ساتھیوں پر وار کر جانا بعید از قیاس نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آٹھویں ترمیم سربراہِ مملکت و سربراہِ حکومت میں محاذ آرائی کا باعث بن جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بات آئینوں میں بال آنے تک ہی رہے۔ ہو سکتا ہے جس نے خارجہ امور کی کمیٹی کی سربراہی قبول کر لی۔ وہ آٹھویں ترمیم کی وزیرِاعظمی بھی قبول کر لے اور

Marfat.com

انتخابات کو ٹرانسپیرنٹ کرنے کی بجائے انتخابات کو ٹرانسپورٹ کرنے کی سکیم منظور ہو جائے۔ لاالٰہ الا اللہ والے سابقہ پاکستان کی حالیہ سرزمین پر منتخب الصوں کا آپس میں ترمیم پر محاذ آرا ہو جانا ایک فال تو ہے اس کے نیک و بد ہونے کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔ فی الحال بالا دستی چونکہ بدی کو ہی حاصل ہے لہٰذا نیک فالی کی امید کم ہی رکھی جائے تو مایوسی بھی کم ہی ہو گی جس آئینی انتظام میں فوج کا سربراہ عدالتِ عظمٰی کو فیصلے سے روک سکتا ہے' اس کے مستقبل کے متعلق کیا کسی پیش گوئی کی ضرورت ہے۔ یہ سانحہ تو اہلِ علم و دانش کے لئے بھی۔ اہلِ دل کے لئے بھی اور اہلِ وطن کے لئے بھی بہاولپور کے سانحہ سے بھی بڑا ہے۔ اس میں تو کچھ جرنیل چل بسے تھے اس سانحہ میں تو پورا آئینی ادارہ چل بسا۔ آئینی تکون کا اہم ترین ضلع گر گیا اگر حالیہ "فرینڈز" کا یہ حال ہے تو سابقہ دوستوں کی دوستی آٹھویں ترمیم کی اس محاذ آرائی میں کیوں کر محفوظ رہے گی۔ اگر عدالتِ عظمٰی ایک فوجی سربراہ کے کہنے پر اپنا فیصلہ مؤخر یا تبدیل کر سکتی ہے تو اور کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

آئینِ اسلام کے سات ابواب کے وہ عنوانات جو سورہ الفاتحہ کی سات آیات کی صورت میں مرقوم ہیں جب تک حکومتِ پاکستان کے پیشِ نظر نہیں ہوں گے۔ آئین اور اس کی تمام ترامیم متنازعہ رہیں گی۔ کبھی عدالتِ عظمٰی کے حضور' کبھی قومی اسمبلی کے فرش پر' کبھی تحریکِ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ کی طرح میدانِ انتخابات میں۔ یہ جو صوبائی اور مرکزی مسلم لیگیں چپکے چپکے ایک دوسرے کو آنکھیں دکھانے لگی ہیں۔ آٹھویں ترمیم کے خالق کو فروخت کر کے وزارتوں کا اعجاز وانوار حاصل کرنے والے اگر استعفوں کی دھمکیاں دینے لگے ہیں تو کیا ملکی سیاست کے لیے اسے نیک فال سمجھ لیا جائے؟ دشمن تو مارا ہی کرتے ہیں۔ آئندہ صدارتی انتخابات میں تو معلوم ہوتا ہے۔ دوست دوستوں کو پروردہ پروردگاروں کو' تخلیقات خالقوں کو ماریں گی اور یہی وہ انعام ہے جو فطرت اپنے رقیبوں کو' اپنے مخالفوں کو' ناکردہ کار مصنوعی خداؤں کو دیا کرتی ہے۔ میدان لگنے ہی والا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اختیار اور سرمایہ گتھم گتھا ہونے والے ہیں۔ تلوار پہن لی جائے گی اور ڈھال سے حملہ کیا جائے گا یہ زور آزمائی خُود اور زرہ کی زور آزمائی ہے۔ معاشرہ پہلے ہی قلب وذہن کے تصادم کا زخم خوردہ ہے۔ دونوں کے محافظ لڑپڑے۔ تو خدشہ ہے

Marfat.com

حکومت و مملکت کا تصادم نہ ہو جائے اور مملکت کے اعضاء زخم نہ کھا جائیں۔ کشتی اگرچہ بڑی دلچسپ ہو گی مگر محبانِ وطن کے دیکھنے کی نہیں ہو گی فقط ان ٹھیکیداروں کو دکھانے کی ہو گی۔ جن کے نفع و نقصان کا انحصار اس شو کی آمدن پر نہیں اس کے نتائج پر ہے۔ علاج اس مرضِ کہنہ کا ہے مگر مرض ایمرجنسی وارڈ تک لے جا چکا ہو اور جنہوں نے بیمار کیا ہو۔ وہی آکسیجن لگا رہے ہوں اور ماڈرنزم کے یہ مریض اس مؤثر علاج کو بھی کہنہ قرار دے رہے ہوں۔ تو کوئی کیا کرے عدالتِ عظمٰی سے دریافت کرے کہ انصاف کیوں رکا۔ یا فوج کے سابقہ سربراہ سے پوچھے کہ اے فرینڈ آپ نے کیوں روکا۔ آپ کا کوئی حکم تو زیرِ احتساب نہیں تھا۔ جونیجو حکومت آپ کے ایماء سے یا آپ کے حکم وہدایت پر موقوف کی گئی تھی۔ یا کسی اور کے انتخاب میں آپ کو دلچسپی تھی۔ جونیجو کے واپس نہ آ جانے میں اتنی دلچسپی کہیں ضیاء الحق کے جانے تک تو سفر نہیں کر گئی۔ ایسا تو نہیں کہ جو راز زمین نہ بتا سکی وہ فضاؤں نے فاش کر دیا۔ فرینڈز کے اس بیان کے بعد شاید لوگ کچھ دروازے اس اعتماد کے ساتھ نہ کھٹکھٹا سکیں۔ بلکہ یہ نوید سننے کے بعد بھی کہ انصاف تمارے دروازے پر آگیا ہے۔ لوگ اپنے دروازے شاید کھولیں کہ نہ ہی کھولیں۔ جن کے دروازے سابق فوجی سربراہ نے یوں اکھاڑ پھینکے ہیں وہ ردِ عمل میں فقط نئے دروازے لگواتے ہیں۔

آج کل رُجحانِ طبع کا اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں رہا۔ لوگ ٹانگیں توڑتے توڑتے گلے سے لگا لیتے ہیں اور پھر کوئی سابقہ وزیرِ داخلہ کی چار دیواری بھی نہیں کہ ان کے ساتھی ہنگامہ کھڑا کر دیں۔ ہمارے معاشرہ میں لوگ مقننہ کے ساتھی ہوتے ہیں۔ انتظامیہ کے افسروں کے رفیق ہوتے ہیں۔ عدلیہ کا کوئی ساتھی، کوئی رفیق نہیں ہوتا عدلیہ کے غیر جانبدار ہونے کا ہمارے ہاں یہی معیار ہے کہ اس کا جانبدار کوئی نہ ہو۔ بہر حال دیکھتے ہیں اتنے بڑے سانحہ کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔ آٹھویں ترمیم کی دو طرفہ فوجوں کی ہماہمی میں اس سانحہ کا خاموش ماتم ہوتا ہے۔ یا دو چار بین بھی روا رکھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جس نے یہ راز بیان کیا ہے۔ بلا مقصد تو نہیں کیا نہ اس نے آبیل مجھے مار کا خطرہ مول لیا ہے۔ اس بیان کا حالیہ سیاسی فضا سے کوئی تعلق تو ہو گا۔ اتنی دانائی و بینائی نے بے وقت کا راگ تو نہیں الاپا ہو گا۔ جن کا ضیاء الحق کے جانے سے کوئی تعلق ہے۔ ان کا فوری بعد

Marfat.com

میں آنے والے سے بھی کوئی واسطہ تو ہو گا۔ اس راز کو جاننے کے لیے کسی فوری انصاف کی عدالت سے تحقیق کروانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ ذرا سربلند دیواروں کے قریب قریب رہیے۔ نوشتۂ دیوار نمایاں ہونے ہی والا ہے۔ اگر عطر وہ ہوتا ہے جو عطار کے بتائے بغیر جو داپنے آپ کو بتائے تو گناہ کا بھی یہ خاصا ہے کہ وہ سرچڑھ کر بولتا ہے اور جو سرچڑھ کر بولے۔ ضروری نہیں کہ سر سے بھی بولے وہ بے سُرا بھی بولتا ہے اور اکثر و بیشتر بے سُرا ہی بولتا ہے۔ اب آٹھوں پہر آٹھویں ترمیم کے چرچا کے دن آنے والے ہیں۔ دیکھیں آٹھویں ترمیم کا چالیسواں نہایا جاتا ہے یا چالیسواں منایا جاتا ہے یا بات محض قبل از مرگ واویلا تک ہی محدود رہتی ہے جو سربراہِ حکومت اپنے ملازموں کو جھوٹے مقدمات اور پر تشدد ہلاکتوں سے باز نہیں رکھ سکا۔ وہ سربراہِ مملکت کو من مانی سے روک لے گا۔ جس کو اعتبار آتا ہے کرلے جس کو نہیں آتا وہ گرین کارڈ لے کر پوچھ آئے کہ حضور! اب کیا ارادے ہیں؟

۱۰ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

متناسب نمائندگی کا شور و غوغا

پاکستانی سیاست و قیادت کا عالمی سیاست پر کتنا بڑا احسان ہے کہ جب بھی آمریت جنم لیتی ہے پاکستانی سیاست میں اس کا پیدائشی نام جمہوریت قرار پایا جاتا ہے۔ جیسے کسی جلاد کی دایہ نے والدین کی تصدیق کئے بغیر نو مولود کا رحم دین لکھوادیا ہو۔ تاریخ نے وہ لمحے بھی برداشت کئے ہیں جب فوجی جرنیلوں کے اہلِ بیت کو تحائف دے کر لوگ سیاست دان ہی نہیں سیاسی خاندان کے رُکن کہلوانے لگے۔ ادارے اگر مغربی جمہوریت کے رسیا ہو جائیں تو لازم ہے کہ ان کے ریل کاروں میں عہدہ پرتی اور جاہ و چشم کی حرص اجاگر ہو اور وہ باہمی رقابت و مخاصمت میں مبتلا ہوں' یہی وجہ ہے کہ جمہوری عادات عسکری تنظیموں کو بھی راس نہیں آسکتیں اور اگر آنے لگیں تو عسکری فرائض کی کماحقہ' ادائیگی لازماً" غیر امکانی ہو جاتی ہے لہٰذا دانش حکمران نے ہمیشہ اس کلیہ پر اتفاق کیا ہے کہ سیاست میں چاہے کتنی بھی جمہوریت ہو ملکی دفاعی قوتوں کو اس نشہ سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ منظم قوتوں کو بھی اگر سیاسی منشیات کے لت پڑجائے تو ان کی اونگھ طویل ہو جایا کرتی ہے کہ آنکھ کھلنے تک بہار کی نیند کے متوالوں کو خزاں نے آلیا ہوتا ہے۔ یہ جمہوری تنظیم کی اساس گروہ بندی اور گروہی وفاداری ہے اور عسکری ڈسپلن اتحاد' تنظیم اور یقینِ محکم کا متقاضی ہوتا ہے۔ پاکستان کی سیاست نے اپنے لئے ایک نئی اساس اختیار کرلی ہے اور یہ اپنی اصل میں اسلامی جمہوری عسکری دکھائی دینے لگی ہے۔ اللہ کی حاکمیت' بندوں کی حاکمیت اور لشکری حاکمیت کا ایسا امتزاج تاریخ نے پہلے کہاں دیکھا ہو گا؟

دیکھنا ہو تو اسلم بیگ کے بیان کے بعد تینوں آئینی اداروں کی صورت دیکھ لو' جیسے کسی نے بال بال شکستگی کو مصنوعی آئینی خول میں چھپا رکھا رکھا ہو' جیسے مہارت'

Marfat.com

پیٹ کی خاطر کنوئیں میں کرتب دکھاتی ہے جیسے کوئی چل نہ رہا ہو' چلایا جا رہا ہو' جیسے ہاتھ بھیک کے لئے پھیل رہے ہوں اور تفکر سیاسی مسائل حل کر رہا ہو' جیسے کسی طوائف کو اپنا بڑھاپا یاد آرہا ہو' جیسے "نیرو" نئی بانسری کے لئے اپنا محل رہن رکھ رہا ہو' جیسے زاہد مے خوار کی ریش اندھیرے میں جام مے میں ڈوب گئی ہو۔ پاکستان کی مدہوش سیاست بھی ان ہی کیفیتوں میں غلط محو فکر ہے کہ یہ اچانک پی ڈی اے کی سربراہ نے آئی جے آئی کے تاجپوشی سے راہ و رسم کیوں بڑھالی؟ اتنی اختلافی سیاست کے بطن سے مفاہمت کی ولادت کیوں کر ممکن ہوئی۔ پوری سیاست کو فکر لگی ہے کہ اس نومولود سیاسی مفاہمت کا آئینی نام کیا ہو گا؟ والد کے خانے میں کس کا نام لکھیں اور دادا کس کو لکھوائیں؟ مزید فکر یہ لاحق ہے کہ سابقہ جرنیل صاحب نے حالیہ بیان کیوں دیا؟ انہیں کس کی حمایت مقصود ہے اور کسی کی مخالفت؟ فکر سر پٹک رہی ہے؟ کہ یہ بیان دیا گیا یا دلوایا گیا۔ اسی وقت کے مداوا کیلئے سیاست دست بدعا ہے کہ یا اللہ جرنیل صاحب پر مقدمہ چلوا' مقدمہ چلے گا تو یہ راز بھی کھلیں گے اور دیگر بہت سی دیدنی و ناگفتنی باتیں بھی جرنیل صاحب بتائیں گے اور ہمیں' واللہ خوب مزا آئے گا۔

ایک فکر یہ لگی ہے کہ جو کچھ ہُوا ہے دونوں میں سے کس کی مرضی سے ہوا' صدر کی یا وزیراعظم کی۔ اگر نہیں تو پھر وہ تیسرا کون ہے جس نے تگنی کا ناچ نچوا دیا؟ بات ذرا کھلے تو پتہ چلے' پتہ چلے' تو سیاست اگلا پتا چلے۔ یہ فکر بھی لگی ہے کہ اس وقت جو دھمکی آمیز پیغام پہنچوایا گیا وہ صدر نے جرنیل سے دلوایا یہ سبھی کچھ جرنیل نے صدر سے کروایا۔ صدر صاحب بڑے سیانے' بڑے تجربہ کار' بڑے جہاں دیدہ سہی مگر عقل کے ناخن کہتے ہیں' عقدہ کشاؤ! جرنیل پھر جرنیل ہے' جرنیل نے ہی تو ان کو صدر بنوایا تھا' پھر صدر نے ان کو جرنیل بنا دیا تو کیا ہوا۔ اگر جرنیل خود صدر بن بیٹھتا' مارشل لاء لگوا دیتا' آئین معطل کر دیتا' چاہتا تو منسوخ بھی کر دیتا' تو کوئی ان کا کیا بگاڑ لیتا۔ یارو! جرنیلوں کا جمہوریت نواز ہو جانا کوئی کم معجزہ ہے؟ یہ معجزہ نہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ اپنی حلف کی پاسداری کر لیتا۔ ایک دو کیا' سبھی ادارے دست بستہ عرض کناں ہوتے۔ حضور حکم دینا آپ کا منصب ہے' بجا لانا ہماری اطاعت گزاری کا فرض ہے۔ ہماری دانش پر تو آج تک غیروں کی یہ علت بھی عیاں نہ ہو سکی کہ فوج کو فوجیوں سے عاری و محروم کرنا ہو تو مارشل لاء کا نفاذ مجرب نسخہ ہے کیونکہ جس نے شہریوں کے جان و مال و عزت کے تحفظ

Marfat.com

کے لئے اپنی جان تک قربان کر دینے کی قسم کھا رکھی ہو اگر اسے اپنے ہی شہریوں کو سزا دینے کا منصب دار بنا دیا جائے تو ظاہر ہے وہ ان کی جان و مال و عزت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان قربان کر دینے والا حلف بردار تو نہیں رہے گا۔ وہ بندوق جو دوست و دشمن پر اٹھتے وقت تمیز سے عاری ہو جائے وہ قومی مجاہد کی بندوق نہیں ہوتی' کسی اور کی ہوتی ہو گی اور جو کوئی اور ہوتا ہے' وہ قومی فوجی نہیں ہوتا۔ سیاست دان فوجی ہوتا ہو' تو ہو' اسی طرح جن لوگوں نے آئین کے تحفظ کی قسم کھائی ہو اور اسی قسم کے باعث آئین ان کا تحفظ کر رہا ہو' وہی لوگ اگر آئین کے درپے ہو جائیں اور عوام الناس سے آئین کا تحفظ بھی چھین لیں' انہیں اس کے سایہ سے محروم کر دیں' آئین کو وقت بے وقت اپنے ہی تحفظ کے لئے استعمال کرتے رہیں۔

ایسے ہی سیاست دانوں کے ایک ایسے ہی گروہ کو اب آئین کے نئے استعمال کی سوجھی ہے اور غوغا ہے کہ حالیہ طریقِ انتخاب سیاست کش ہے' اس لئے اب متناسب نمائندگی کا نظامِ انتخاب نافذ کرنا چاہئے۔ دراصل خیانت اور غصب کے دلدادہ افراد نے متعدد حیلوں بہانوں سے سیاست کا قبضہ گروپ بنے ہوئے ہیں' یہ محسوس کر کے کہ سیاست پر سرمایہ داروں کی اجارہ داری کا چرچا کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ہے' اس لئے ہو سکتا ہے مستقبلِ قریب میں اس اجارہ داری کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت ایک تحریک کی صورت اختیار کر لے اور غریب و متوسط طبقہ اس کا ساتھ دے اٹھے جو موجودہ سیاست و قیادت کے لئے موت اور محرومی کا پیغام ہو لہٰذا ابھی سے انتظام کر لو کہ متناسب نمائندگی کے نام سے سیاست پر قابض رہنے کے لئے نئے حربے آزمائے جائیں' یوں ان موجودہ سیاسی جماعتوں کی انتخابی اہمیت دوچند کر دی جائے' جن پر اس قبضہ گروپ کا قبضہ ہے اور یہی ہیر پھیر جو آج کا سرمایہ دار اپنے سرمایہ کا بل پر انفرادی طور پر کر رہا ہے اسے من حیث الجماعت کرنے کی اجارہ داری حاصل کر لی جائے۔ بھلا جو موجودہ نظام میں دھاندلی کر' یا کروا رہے ہیں' وہ متناسب نمائندگی کے نظام میں ایماندار ہو جائیں گے؟ کیا نئے نظام میں وہ دھاندلی سے باز آ جائیں گے؟ یہ عجیب نسخہ ہے کہ بددیانتوں کو کارفرما رہنے دو اور بددیانتی ختم ہو جانے کی امید پر زندہ رہو۔ اصل وجہ مرگِ سیاست تو یہ "سرمایہ زدئے" سیاست دان ہیں۔ یہ ایک ایسے نظام کی پیداوار ہیں جو اپنی اصل میں سرمایہ دارانہ اور منافقانہ نظام ہے۔ یہ نظام بموجب فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

Marfat.com

صرف خائن پرورش کرتا ہے۔ مغربی جمہوری نظام کے اصولوں کو نافذ رکھ کر انتخاب کرواؤ یا ریفرنڈم، بالواسطہ کرواؤ یا بلاواسطہ، جماعتی کرواؤ، یا غیر جماعتی مناسب نمائندگی کی طرز پر کرواؤ یا غیر متناسب نمائندگی کی بنا پر، صدارتی کرواؤ، یا پارلیمانی، اقتدار پر صرف زردار ہی قابض رہیں گے۔ پکڑے جائیں تو بھی، رہا ہو جائیں، تو بھی، اقتدار کی برات کبھی جاگیردار سے سرمایہ دار کے ہاں جائے گی، کبھی زردار کے ہاں سے جاگیردار کے ہاں، چسکا سرمایہ دار و جاگیردار و زردار لیتے رہیں گے اور عوام ان میں مٹھائی بانٹنے پر لگے رہیں گے۔ بظاہر ان میں مقابلہ ہو رہا ہو گا مگر اندر خانے گٹھ جوڑ۔ متناسب نمائندگی کی تجویز جمہوریت کی ناکامی کے باوجود بدنام جمہوریت کو دائم رکھنے کی عیارانہ چال ہے۔

مروجہ آئین کے تحت مؤثر حل تو یہ تھا کہ موجودہ تمام اراکینِ اسمبلی کو آٹھویں ترمیم میں درج شدہ شرائط رکنیت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا اور آئندہ کے لئے نظامِ انتخاب سے عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کو یکسر ختم کر دیا جاتا۔ انتخابی اخراجات سے تمام پابندیاں اٹھا کر منصفانہ انتخاب کی توقع رکھنا نصف شب طلوعِ آفتاب کی تمنا کرنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں مختلف پارٹیوں کی صورت میں ملت کی تقسیم کو ختم کیا جاتا، لاتفرقوا پر عمل کر کے وحدت ملت کی بن ڈالی جاتی، جنسی بلوغت کی بجائے شعوری بلوغت کو معیار بنایا جاتا تو حالات و نتائج یقیناً مختلف ہوتے لیکن ایسا نہیں کیا جائے گا، ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ متناسب نمائندگی کی بات نہ بھی چل سکی تو کوئی اور منافقت ایجاد کر جائے گی جس کے ہاتھ اللہ کی ناراضگی کے خوف سے نہیں رکتے۔ وہ فقیر ہو یا بادشاہ، ظا ہی ہوتا ہے۔ اب متناسب نمائندگی کا چرچا ہے، اگر ایسا ہو گیا تو معاشرہ کے صحت م ہونے کی تمام امیدیں یوں ڈوب جائیں گی جیسے کسی سرمایہ دار نے سرمائے کے منگلا ڈ کے تمام حفاظتی بند توڑ دیئے ہوں۔ مکر و فریب کا ایک ایسا سیلاب آئے گا جو خلوص دانش کی نشوں کا بھی پتہ نہیں لگنے دے گا اور موجودہ سیاست آئندہ سو سال کا سیا سرمایہ بھی اپنے نام لکھوا لے گی اور لٹتے پٹتے لوگوں میں یہ مشہور رکھا جائے گا جمہوریت ماں کی مثل ہے جو جس گال پر مارتی ہے، اسی کو بار بار چومتی ہے لہٰذا ا بچوں کی طرح جب بھی اس سے مار کھاؤ، اسی کے گلے لگ جاؤ کہ اللہ کو خوش رکھنے کا ایک طریقہ ہے۔ آیئے دعا کریں کہ یہ فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے قائل ہو جائیں

۱۴ فروری ۱۹۹۴ء

Marfat.com

آئینی اِدارے اور کُھلی وارداتیں

غالباً" بیسویں صدی کا سب سے بڑا دروغ آمیز مبالغہ یہ ہے کہ پاکستان میں جہاں ظلم ہو وہاں پاکستان کی مملکتِ خداداد کی حکومت کا سربراہ ضرور ہوتا ہے۔ عظیم دروغِ مبالغہ آمیز اس لئے کہ گزشتہ چند سالوں میں آئین کے تینوں اداروں یعنی مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ پر ناگفتہ بہ ناقابلِ تلافی مظالم ہوئے' دن دیہاڑے ہوئے' کھلے بندوں' بھرے بازار میں ہوئے' باقاعدہ للکار کر ہوئے مگر وہ مدعی بے مدعا کہیں نظر نہ آیا۔ مقننہ کا یہ عالم ہوا کہ اچھی بھلی قانون ساز ہوتی تھی' ترقیاتی فنڈز کا مصرف ہو کر رہ گئی' یہ کوئی معمولی انقلاب نہیں' عام سا ظلم نہیں کہ ۴۶ سال پیشتر کا سیاست دان پاکستان بنا رہا تھا اور آج کا سیاست دان گندی نالیاں بنا رہا ہے' تمام تر سیاست بدبو دار نالیوں' کچی گلیوں' ناپختہ سڑکوں کی سڑاندھ اور دھول میں اٹ گئی ہے۔ سفارشوں' تعیناتیوں' تقرریوں' تبدیلیوں' کے دام لگاتی' منشیات کے کاروبار کا الزام سنبھالتی' بداعمالیوں کے اجتماع کا مجمہ بنی اس قدر رسوا ہو گئی ہے کہ اس کے ارکان جس گاڑی میں بطور فیشن سفر کرتے ہیں لوگ اسے بھی مخدوش نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں حتیٰ کہ آئی جے آئی کی حکومت کے ایک آئی جی پولیس کو بھی یہ فتویٰ صادر کرنا پڑا کہ بیشتر جرائم کے ذمہ دار سیاست دان ہیں حالانکہ ان کا یہ کہنا ان کی نادانی کا مظہر ہے' جرائم ساز ہمیشہ قانون ساز ہوتا ہے اگر نشہ یا زنا' عام ہو گیا ہو تو خامی کہیں حدود آرڈیننسوں میں ہو گی۔ قتل' ڈاکے' اغوا اگر افزوں ہیں تو نقص کہیں تعزیراتِ پاکستان میں ہو گا۔ یہ خامیاں اگر دور نہیں کی جا رہیں تو معاشرہ پر ظلم قانون ساز کر رہا ہے مگر ہمارے ہاں تو قانون ساز اداروں پر ظلم ہو رہا ہے' کسی مقننہ پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ اس کے سربراہ کو قوانین کی خامیوں سے نہ آگاہی ہے نہ ان کی پروا' یہ ظلم ہوتا رہا' ہو رہا ہے مگر سیاست کا حاضر و ناظر ہونے کا مدعی

Marfat.com

کہیں نظر نہیں آیا۔

امریکی سفارت خانہ سے پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی کا جس انداز میں واویلا اٹھا اس سے بڑھ کر انتظامیہ پر یہی ظلم ہو سکتا تھا کہ "رشوت لینا جس کا کام ذلیل کمینہ اس کا نام" کے کتبے راہوں کی دیواروں کی زینت بنا دیئے جاتے' سو وہ بھی ہوا' خود حکومت نے اپنی انتظامیہ کو بددیانت قرار دے دیا' اتنی تشہیر کی کہ آج اگر کسی کے ایماندار ہونے کی خبر ملے تو اس کی زیارت کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ محکمۂ پولیس جس کے ایک صوبائی سربراہ کو شکوہ ہے کہ سیاست دان جرائم نواز ہیں' اس کے اپنے محکمہ کے متعلق امریکی سفارت خانے نے جو کچھ شائع کیا اسے پڑھنے کے بعد اگر اسے اس صدی کا ذرا چھوٹا جھوٹ نہ سمجھا جائے تو کئی دن تک گھر کی مستورات کو دیکھ کر ہر صاحبِ اولاد کی غیرت کے آنسو ڈھلک آئیں' سکول اور کالج جاتی ہوئی بچیاں جنہیں دیکھ کر شریف باپ اور غیرت مند بھائی خوشی کے ترانے گانے لگ جاتے ہیں' انتہائی خوفزدگی کا باعث بن جائیں' شرافت کا مافی الضمیر دہائی دینے لگے کہ اے میری معصوم بیٹیو! گھروں کو لوٹ جاؤ کہ "اجتماعی آبروریزی" کا زمانہ ہے اور کوئی شریف نواز نظر نہیں آتا' لوٹ جاؤ کہ ہو سکتا ہے آنے والا نہ آ سکے یا اس کے آنے تک ظلم ہو چکا ہو اگر حسنِ انتظام سے عدلیہ کا عدل سرف کا محتاج بنا دیا جائے اور جابجا نظر آنے والا اس جائے واردات پر نظر نہ آئے' حیا داروں کی پگڑیاں اگر بے حیائی کا انڈر ویئر بن گئیں تو معاشرہ کس آئینے میں اپنا عکس دیکھے گا اگر کسی نے آئین کے منہ پر پھرپی سی او کی طرح کا کوئی پاپوش دے مارا اور مناظر نواز نظر نہ آیا' یہ آئینی ادارہ اگر دہائی دے اٹھا کہ خدارا! بچاؤ' میں شدید خطرے میں ہوں اور کوئی زخمِ دل دیکھنے اور حال سننے نہ آیا تو تاریخ کیا لکھے گی' جابجا ظلم کی کیا کہیں۔

خود مسلم لیگ کے صدر پر ظلم ہوا کہ اس کی حکومت موقوف کر دی گئی' پھر ظلم ہوا کہ بحال ہونے کی حق دار پائی گئی مگر حالات نے بے حال کر دی۔ قوم کے منتخب اداروں پر دھاندلی زدہ اور بوگس ہونے کا الزام آیا مگر قانون کے جسم پر جوں تک نہ رینگی' آئین پر آٹھویں ترمیم نے دھاوا بول دیا اور آئینی ادارے دست بستہ' باادب ملاحظہ ہوشیار ہو کر اس کی سلامی کے لئے مستعد رہے' یہ کوئی کم ظلم نہیں تھا مگر نہ کوئی آیا' نہ کوئی پایا گیا۔ ایسے چھوٹے بڑے انفرادی مظالم کہ کہیں کوئی قتل ہو گیا' کہیں

Marfat.com

آبروریزی ہو گئی' کہیں ڈاکہ ڈال دیا گیا تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہاں پہلے پولیس گئی اور پندرہ بیس مرغے چل بسے پھرٹی وی والے گئے اور اپنے تصویر کشی کے فن کا مظاہرہ کر آئے' پھر وہاں وہ بھی گئے لیکن کب؟ جب ظلم ہو چکا تھا۔ ایک قریب المرگ سیاست کے قریب المرگ بزرگ سیاست کار کو یہ گلہ ہے کہ یہ کام آئینی سربراہِ حکومت کا نہیں ہے' ان کا کام اجتماعی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے قانون سازی کرنا ہے۔ قومی معاملات میں اپنی کارکردگی دکھانا ہوتا ہے' اِکا دُکا واقعات میں چاہے وہ سنگین سانحات ہی ہوں' وزیرِاعظم کو اتنی دلچسپی لینا زیب نہیں دیتا' قانون کی حکمرانی اور حاکم کی حکمرانی میں بڑا دُور رس فرق ہوتا ہے۔ قانون شکم اور قانون شکن معاشرہ کے جڑواں گنہگار ہوتے ہیں' "جہاں ظلم وہاں وہ" سستی شہرت کے جذبات کی کاروائی ہے۔ وزیرِاعظم کی شہرت تو اتنی مہنگی ہونا چاہئے کہ حاصل کرنے والے کے ہاتھ میں ہمیشہ "بلینک چیک" ہو کچھ لوگوں کی دور کی کوڑی کا یہ زائچہ ہے کہ ان کا یہ طرزِ عمل آئندہ انتخابات کی تیاریوں کا پیش خیمہ ہے۔

سندھ کے ہاریوں پر نظرِکرم "جہاں ووٹ وہاں نواز شریف" کا مظہر ہے' گزشتہ انتخابات میں اگر واقعی دھاندلی ہوئی اور آئینی چوکور کے کسی مشاق سیاست کے بقول اگر انسانوں سے بڑھ کر فرشتوں نے حق رائے دہی استعمال کیا تو اب کیا فرشتے ناپید ہو گئے ہیں کہ کوئی سندھ کے ہاریوں کو احسان مند کرتا پھرے۔ کہاں فرشتوں کا تعاون کہاں بے چارے ہاریوں کی حمایت اور پھر آئندہ انتخابات میں بھی کامیاب تو مختلف اقسام کے وڈیروں کو ہی ہونا ہے۔ یہ وڈیرا نہ سہی وہ سہی اور وزیرِاعظم بننے کے لئے ضرورت ان وڈیروں کے ووٹوں کی ہو گی۔ حکومت وڈیروں ہی کی رہی تو ہاریوں کی کیا مجال کہ وڈیروں کے ڈیروں سے منہ موڑلیں اور نواز شریف کی کیا' کسی کی بھی کیا مجال کہ وڈیرا نوازی نہ کرے۔ البتہ زبانی کلامی مخالف سیاستدانوں کی ٹانگیں توڑ دینے کا عمل سندھ میں وڈیروں کی گردنیں توڑ دینے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

سندھ میں سیاست کی گردن نہ رہی اور پنجاب میں ٹانگ نہ رہی' تو ظاہر ہے وہی کچھ ہو جائے گا جو سرحد کے موجودہ ہم جولیوں کا مقصود ہے' البتہ جہاں ظلم ہوتا ہے وہاں خبریں ہی خبریں ہوتی ہیں' کچھ سچی' کبھی نیم صادق' ایک ہی خبر اگر مختلف اخباروں میں

Marfat.com

طلوع ہو جائے تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے بے چاری خبر سے اجتماعی آبروریزی ہو گئی ہے۔ کیا حکومت! کیا اخبارات اجتماعی اور قومی خبروں سے زیادہ انفرادی خبروں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں تاہم اس صورتِ حال کے ملکی اور قومی طور پر ناپسندیدہ ہونے کے باوجود کسی وزیرِاعظم کا پولیس والوں سے جائے واردات پر حساب لینا اور ان کی کتاب خراب کر دینا فی زمانہ کوئی عام سی بات نہیں ہے کہ اس کے بعد بھی سورج وقت پر چڑھے اور وقت پر غروب ہو جائے پھر کسی سربراہ کا پولیس کو ان کی رعایا کے منہ پر ڈانٹ پلا دینا' جس کو آج تک اپنا مشیر و معاون بنائے رکھا' سربراہ بھی وہ جس کی سیاست کی سیڑھی پر اس کے منظورِ نظر "پُلسیوں" کا پہرہ رہا جس نے جمہوریت کی تاریخ میں پہلی بار ارکانِ حکومت کو باور کروایا کہ سیاست دانوں کا پاکستان بنانا پرانے زمانے کی بات ہے' آج کی سیاسی ضرورت سیاست دانوں کا بلدیاتی کاموں میں دلچسپی لینا ہے۔

بانیٔ پاکستان کی سیاسی جماعت کا چمکایا ہوا آج کا ستارہ اپنی سیاست کی بنا ہی ٹھیکیداری پر رکھتا ہے' کبھی قائدِاعظم کے فرمان پر لوگ مسلم لیگ کے کھمبوں کو ووٹ دیتے تھے آج کی مسلم لیگ کا قائد کھمبے دیتا اور ووٹ لیتا ہے' ووٹ لے لیتا ہے اور اپنے کھمبے لے جاتا ہے۔ اس نے نمائندوں کو سفارشوں اور رشوتوں پر جما دیا ہے۔ انتظامی معاملات میں اس حد تک دخل اندازی پر لگا دیا ہے کہ کسی نائب قاصد کے تبادلہ کے لئے بھی جب تک کسی نہ کسی قانون ساز کا قلم متحرک نہیں ہوتا' تبادلہ نہیں ہو پاتا' ہو جائے تو آج کا نائب قاصد کیا خبر کل نائب تحصیلدار ہو جائے۔ اس کی حکومت کے طرزِ عمل نے پولیس کو اتنا خود سر کر دیا ہے کہ پولیس مجرم پالتی پوستی ہے۔ جو پولیس سے بچ جائے اس پر کوئی قانون ساز ٹوٹ پڑتا ہے اور جو قانون سازوں کا ساز نہ بنے اسے لیس ہو کر پولیس دھر لیتی ہے۔

حزبِ اقتدار کا ہر رکن مجسم روایتی وڈیرا بن چکا ہے۔ اپنی ہی بوئی ہوئی فصل کی جڑیں کاٹنا' اپنے ہی پالے پوسے افراد کی ٹانگیں توڑنا' اپنی ہی پود کا سر قلم کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ آج کے سیاسی پولٹری فارموں کی مرغیاں اپنے ہی دیئے ہوئے انڈے پی جاتی ہیں اور مرغے لاکھ اذانیں دیں کہ مرغیوں کے انڈے مرغیوں کے لئے مضرِ صحت ہیں' کوئی نہیں سنتا۔ وزیرِاعظم اگر اپنے ہی بازوؤں پر ہاتھ ڈال رہے ہیں تو کون سی اچنبھے

Marfat.com

کی بات ہے۔ وزیرِاعظم جو اسمبلی میں کم جائے اور دیہات کی گلیوں یا قصبوں کے بازاروں میں زیادہ یا تو ایک دن آج کی سیاست کو خاک بسر کر دے گا یا پھر وہ کچھ ہو جائے گا جس کے بیان سے پہلے منہ میں خاک بھرنا ہو گی لیکن وہ کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلے' موصوف خوب جانتے ہیں کہ انہیں کب عوام کی ضرورت ہو گی اور کب ارکان کی' عوام کو تسلیاں کب دینا ہیں اور ارکان کو تھپلیاں کب تھمانی ہیں۔ قانون سازوں کو قبضہ گروپ کے قانون کو کب بنانا ہے اور لٹی ہوئی عصمتوں کے لئے چادروں کی فراہمی کب کرنا ہے' پاؤں کب پھیلانے ہیں اور چادر کب' سیاست کب کھیلنی ہے کرکٹ کب' وائیں کا استعمال کیا ہے اور کانجو کا کیا۔ نمازِ سیاست کا قبلۂ اول کون سا ہے اور قبلۂ ثانی کون سا' اپنے اعجاز کو کہاں رکھنا ہے اور انوار کو کہاں' کب نثار ہونا ہے' کب شجاعت رکھنا ہے' کب اپنی ہی ایک ڈش پر گزارا کرنا ہے اور کب ڈش انٹینا سے دریافت کرنا ہے کہ مال کہاں کہاں سے اینٹھ کیا جا سکتا ہے' غرضیکہ آج کی سیاست اس امیر خسرو کے ہاتھ میں ہے جو اندازہائے کارِ خسرواں سے خوب آگاہ ہے' مالِ غنیمت اور مالِ سخاوت میں وسط قائم کرنا جانتا ہے' جب چاہا' اپنے لئے ہر وسیلہ پر قبضہ کر لیا' جب چاہا اپنے سیاسی واروں میں ریاست کا مال بانٹ دیا' وہ ایسا صاحبِ شریعتِ اسلامی جمہوری راہنما نکلا ہے کہ چاہا تو حرام کو حلال کر دیا چاہا تو حرام کو حرام قرار دے کر جاری رکھا۔ بندوں کی الکیت کے پارلیمانی نظام کو اللہ کے دین پر بالادست کر کے ایک ایسے نئے دینِ الٰہی کو ے دی کہ لوگ مجددِ الفِ ثانی سے کنارہ کش ہو کر اکبرِ اعظم کے عقیدت مند ہونے لگے۔ یہ گھر رام بھومی اجودھیا کی بابری مسجد اور گھر والی جودھا بائی معلوم دینے لگی' ظلوم حالات پکار رہے ہیں کہ آواز دے کہاں ہے اور وہ ہیں کہ ظلم کی تلاش میں ہیں۔ خصیت ان کی اتنی سحرانگیز ہے کہ جس شے کو نگاہ اٹھا دیکھ لیں' آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے۔ وہ چاہیں تو کسی کو معمولی قصبہ سے اٹھائیں اور ایوانِ اقتدار میں نہ صرف لا ٹھائیں بلکہ اسے بیٹھنے کا سلیقہ بھی روزانہ اٹھا بٹھا کر سکھاتے ہیں۔ چاہیں تو ایوانِ اقتدار کو منت نگری بنا دیں' چاہیں تو مثل جتوئی وہ حال کریں کہ سیاسی گلیوں میں الکھ جگاتا پھرے۔

وہ جن کو جنرل ہیڈ کوارٹر کا آدمی ہونے کا دعویٰ تھا انہیں بھی یوں نکال باہر کیا

Marfat.com

جیسے وہ وہاں کے فقط انکوائری آفس کے بے وردی پاسبان ہوں' اس صفائی سے نکالا کہ کسی نے مکھن سے بال بھی کاہے کو نکالا ہو گا' پھر جس طرح وہ فنکشنل ہوئے اس طرح کسی کے نام کا بال بھی کہاں ہوا ہو گا۔ ظلم کے قطعی بند ہو جانے کی توقع تو غیر دُور اندیشی ہو گی' بھلا اگر ظلم بالکل ختم ہو جائے تو پھر وہ کہاں جائیں گے۔ آنے جانے کے لئے تھوڑا بہت ظلم تو رہنا ہی چاہئے' ورنہ دلاسے کون لے گا' دعائیں کس کو دی جائیں گی۔ اگر کسی میں وفا کی رتی ہوتی' تو عرض کرتا آپ کی رعایا کی جان و مال و عزت کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے۔ ہمیں اسی تحفظ' اسی حسنِ انتظام' اسی توازن میزان کی تنخواہ حضور کے اس خزانہ سے ملتی ہے جو ٹیکسوں کے لئے کھلتا اور تنخواہوں کے لئے خالی ہوتا رہتا ہے' مانا! حکومت کو پالتے رہنا عوام کے فرائض میں بھی ہے اور مفاد میں بھی' مانا! کہ جمہوریت سندھی وڈیرا حکومت ہی ہوتا ہے اور وڈیروں کی کئی قسمیں ہیں' مثلاً نسلی وڈیرے صنعتکار وڈیرے' بینک کار وڈیرے' سوداگر وڈیرے' ہر وڈیرا شر المکرین کا ماہر ہوتا ہے ان کی نہ دوستی اچھی ہوتی ہے' نہ دشمنی' جو اعتبار نہ کرے وہ اپنے بٹوے کی ایک جیب سے الطاف حسین اور دوسرے میں آصف زرداری کی تصور پر رکھے' انشاء اللہ دونوں میں ہی حقائق آشکار ہونے لگیں گے کہ وہ جس کے دوست ہو جائیں' آسمان اس کا دشمن ہو جاتا ہے اور جس کے دشمن ہو جائیں' سرکاری بندی خانوں کے دروازے اس کے لئے وا ہو جاتے ہیں۔ نگران وزیرِ اعظم' سابق وزیرِ اعظم اور صدرِ مسلم لیگ کو اپنا ماتحت بنا کر قومی اسمبلی میں "رسٹ ڈاؤن" کروا دینا کوئی معمولی اعجاز نہیں' الّا ماشاء اللہ اگر طبیعت موزوں ہوتی رہی تو آٹھویں ترمیم کے انجکشن سے توانائی حاصل کرتا ہوا عہدۂ صدارت مرہونِ عظمتِ وزارت ہو کر رہے گا۔

پیپلز پارٹی تو وہ زخم چاٹ رہی ہے جو حرصِ اقتدار کی کھجلی نے ان کے جسمِ سیاست پر لگائے ہیں اور اب آہستہ آہستہ انہیں یاد آنے لگا ہے کہ صدارت سے ان کی کوئی مخالفت ہی نہیں ہے۔ سیاسی مخالف کے اقتدار کے ساتھ گولڈن ہینڈ شیک نے گھر دوبارہ آباد کر ہی دیا اگرچہ سیاست دربدر ہو گئی' اب درِ صدارت پر صدا لگے گی سیاست میرے ہاتھ سے لے لو' کہ چلی میں' وہ دن بھی شاید دور نہ ہوں جب نئے فرینڈز کسی نئی بازی کی بساط بچھا دیں گے اور وہ جس کی حمایت کر رہے ہوں گے۔ وہ

Marfat.com

سے تریاق لانے کی بجائے مارگزیدہ کو عراق لے جا رہا ہو گا' پوسٹ مارٹم کے لئے دیکھیں' آٹھویں ترمیم جاتی ہے تو آتا کون ہے' اگر وہ نہیں جاتی تو کس کا کوچ ہوتا ہے' کون پُر پھڑپھڑاتا ہے۔ پاکستان کی اسلامی جمہوری سیاست جن سازشوں میں مصروف ہو گئی ہے' وہ پاکستان کی سیاست پر تاریخ کا عظیم ظلم ہو گا' دیکھیں کوئی مظلوم سیاست کے آنسو پونچھنے کی بجائے واردات پر پہنچتا ہے' یا نہیں' سیاست کیا عرض کرتی ہے وہ کیا عطا کرتا ہے۔ آج تک ان کی سخاوت نے سیاست کو فقط جغرافیائی تقسیم ہی عطا کی ہے' تاریخ کے نوادرات منہ لٹکائے پھر رہے ہیں کہ سیاہ اوراق پر سیاہی کو کیونکر اجاگر کریں۔ اللہ اس آئین کو زندگی دے' جس نے انہیں عظیم بنایا اور وہ آئین کو اس تعطل سے بچائے رکھیں جس کا ... رسیا رہا ہے' یہ عالم خواب کی دعا ہی سہی مگر جنہیں دعا ہی کی استطاعت ہو' وہ اور کیا ...ں۔

۱۹ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

لو! آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

قائدِ اعظم مرحوم' مقتول قائدِ ملت اور مصلوب قائدِ عوام کے وہ سیاسی وارث
جن کی تربیت سکندر مرزا' ایوب خان اور ضیاءالحق کے مکاتبِ بے فکر میں ہوئی۔ آج کل
سیاسیاتِ پاکستان کو ہی نہیں آئینِ پاکستان کو بھی تگنی کا ناچ نچوا رہے ہیں۔ ہر رو
اخبارات کی چوکھٹ پر تین چار نادانیاں' دو تین کج فہمیاں' چھ سات غیر دور اندیشیاں او
ایک دو حماقتیں نذر کر دی جاتی ہیں اور دانشروں پر چائے' تندوروں پر نان اور ہوٹلوں
نفقہ حرام کر دیا جاتا ہے۔ نہ کوئی ذریعہ ابلاغ دریافت کرتا ہے کہ ظالمو! صلح ہو گئی ہے
اندر کی بات بتاؤ۔ نہ کوئی ابلاغ کے ذریعے پوچھتا ہے کہ واقعی اختلاف ہے تو کھل کر کیو
بیان نہیں کرتے۔ اطلاع شائع ہوتی ہے کہ سیاست کا فلاح مقتدر صدرِ ریاست سے با
وجہ ملاقات کیا تھی' موضوعِ گفتگو کیا تھا' حاصلِ ملاقات کیا ہوا کوئی بیان نہیں کرتا او
ملاقات کی صفحۂ اول کی شہ سرخی' صفِ اول سے لے کر صفِ آخر کے تمام سیاست کارو
کو دن بھر سُرخ پیلا کرتی رہتی ہے۔ لوگ بے خبری کے عالم میں اپنے اپنے اندازے بی
کرتے رہتے ہیں اکثر و بیشتر توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں اور بالآخر معاشرتی تکمیل ۔
ریزے بکھرنے لگ جاتے ہیں۔

آئندہ کے صدرِ مملکت کے نئے انتخاب کے متعلق تاحال کسی کو خبر نہیں کہ
نئے صدر کا انتخاب ہو گا یا جنابِ صدر کا نیا انتخاب ہو گا مگر سیاست ہے کہ ابھی
گردن توڑ بخار میں مبتلا ہو گئی ہے۔ ایک دن اطلاع دی جاتی ہے کہ نظامِ اقتدا
اختلاف متفقہ صدر کی تلاش میں ہے تو دوسرے دن کی ابتدائی رپورٹ میں درج ہوتا
کہ اختلاف قائم بھی ہے اور دائم بھی۔ لہٰذا آئندہ اپنی اپنی ہنڈیا' ابال اپنا اپنا' ایک دن
خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ثبوت مفاہمت یہ ہے کہ حزبِ اختلاف کی زچگی کا

Marfat.com

حکومت برداشت کر رہی ہے۔ دوسرے دن یہ حقیقت غروب ہو جاتی ہے کہ وہ اپنا غسل زچگی اپنے خرچ پر غسائیں گی اور ساتھ ہی ندا آتی ہے ان اخراجات کی ادائیگی حکومت پر قانوناً واجب ہے کہ یہ اختلاف کا آئینی صلہ ہے۔ پوچھو! ابھی تاریخ انتخاب بہت دور ہے' انتخاب سے اتنا قبل اتنا واویلا کیوں۔ تو ایسے بھونڈے اندازے بیان ہوتے ہیں کہ معلوم دینے لگتا ہے اس نامزد قوم سے پہلے صدارت کے لئے بر تلاش کروائے جائیں گے' پھر سگائی کی تقریب منوائی جائے گی' پھر "مایوں" کی' پھر مہندی کی' پھر کہیں جا کر صدارت بی کی برات آئے گی جو آئندہ صدر کی سہرا بندی کرے گی۔ پھر کہیں براستہ پارلیمان' ایوانِ صدر پہنچ کر عہدۂ صدارت سنبھال کر رکھنے کا اہتمام ہو گا۔ اس وقت اگر آٹھویں ترمیم ترو تازہ ہوئی تو قومی اسمبلی' پاجامہ سنبھالے' دست بستہ' اپنی آئینی عمر کی خیر منا رہی ہو گی اور اگر آٹھویں ترمیم کو خانۂ آئین سے باہر نکال دیا گیا تو صدر کے ذمہ آئندہ پانچ سال تک اپنے حلقۂ انتخاب کے ارکان کو سلام و آداب عرض کرتے رہنا رہ جائے گا۔ ہو سکتا ہے جس طرح مزید سوچ بچار کے بعد اب کراچی کو آزاد بندرگاہ بنانے کے بجائے گوادر میں نئی آزاد بندرگاہ تعمیر کرنے کا سامان ہونے لگا ہے اور الطاف حسین کے کندھوں کا بوجھ ہلکا کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح آٹھویں ترمیم میں کچھ ایسی ترامیم کر لی جائیں کہ باغبان بھی خوش رہے اور صیاد بھی ناراض نہ ہو۔ سانپ بھی ادھ موا رہے اور ٹوٹی ہوئی لاٹھی بھی دوبارہ نہ اٹھانا پڑے' بلکہ بوقتِ ضرورت سانپ کو ہی بطور لاٹھی استعمال کرنے کا اہتمام کر لیا جائے یا پھر آئین میں سانپ کو ٹوٹی ہوئی لاٹھی کے گرد لپیٹ کر اس کی مضبوطی کو یقینی بنا لیا جائے۔

اگر ملکی حالات اور آئندہ کی قومی سیاست کے پس منظر کو زیرِ نظر رکھیں تو آٹھویں ترمیم کے آئین بدر کرنے کا اقدام ضروری نہیں لیکن اسے بین الاقوامی سیاست کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یقین نہیں آتا کہ معاملہ فقط صدر کے اختیارات کی کمی بیشی کا ہے بلکہ واضح ہونے لگتا ہے کہ آٹھویں ترمیم نئے عالمی نظام کی نگاہوں میں کھٹکتی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آئینِ پاکستان کے اسلامی جمہوری ہونے کا ڈھونگ رچانا ختم کیا جائے اسے خالصتاً" لادینی جمہوری بنا دیا جائے اور پاکستان کو آج کے نظامِ شرکتِ حاکمیتِ الٰہی و بندگان سے نکال کر خالصتاً" غیر اللہ کی حاکمیت میں لایا جائے۔ موجودہ آئین کا دیا

Marfat.com

ہوا حاکمیتِ اعلیٰ و ادنیٰ کا تصور مٹا دیا جائے اور تمام تر حاکمیت بندوں کے نام تفویض کر دی جائے اور اللہ کو فقط اللہ اللہ کرنے کے لئے وقف کر دیا جائے۔ قوم کو دیگر غیر اہم اور غیر آئینی معاملات میں الجھا کر یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے لیا جائے کہ انسان تو کجا ان کے فرشتوں تک کو خبر نہ لگے کہ بندے خدا بننے جا رہے ہیں۔ نئے عالمی نظام کا اژدھا بغیر کوئی لکیر چھوڑے گزر جائے بعد میں چاہے کچھ لوگ سر پیٹتے رہیں اور کچھ پیٹ کو۔ ہو سکتا ہے کچھ لوگ یہ یقین لئے بیٹھے ہوں کہ آٹھویں ترمیم سے مسلح صدر سے ہتھیار رکھوا لئے جانے کے بعد وہ خود ہی صدر رہنا پسند نہیں فرمائیں گے۔ آئینی توانائی سے بھرپور صدر ایک مجبور و معذور محض صدر رہنا پسند نہیں کرے گا۔ اسے کیوں کر گوارا ہو گا کہ آئندہ کا وزیرِ اعظم اورنگزیب عالمگیر بن بیٹھے اور صدر کی حیثیت محض قلعہ میں مقید تاج محل کو دیکھتے رہنے والے شاہ جہاں کی سی ہو کر رہ جائے اور تاج محل بھی ایسا جس کی ممتاز محل ابھی مری نہ ہو' روٹھ کر میکے چلی گئی ہو' اس نے دنیا نہ چھوڑی ہو' صرف بادشاہ کی خواب گاہ سے منہ موڑا ہو۔

آٹھویں ترمیم کے متعلق موجودہ اقتداریوں کے ارادے متفقہ ہیں یا متنازعہ و متصادم' ابھی بالکل واضح نہیں ہو رہا اگر مرحوم آصف نواز کچھ دیر اور جیتے رہتے تو ہار جیت واضح ہو گئی ہوتی اس سانحہ نے حامی و مخالف اراکین کی شبیہیں مزید دھندلا دی ہیں۔ حزبِ اختلاف میں کچھ ملاقاتیں کھسک کر ایوانِ صدر میں جا اٹکی ہیں۔ ان کے جماعتی موقف سے پھسل جانے کا موجب کیا ہے اور مقصد کیا ابھی واضح نہیں ہو رہا۔ حزبِ اقتدار کے جو گروہ ایک دوسرے کو آٹھویں ترمیم دکھا دکھا کر کبھی للکار تو کبھی پچکار رہے ہیں' کب تک اپنے اپنے موقف کو اپنے ضمیر کی آواز قرار دے کر یا اسے ملک و قوم کے مستقبل کی روشن غار کہہ کر اپنی آنکھوں میں دھول ڈالتے رہیں گے۔ انہیں بالآخر یا تو آج کے وزیرِاعظم کی بے بسی کے ساتھ ہونا پڑے گا یا صدر کے اختیارات کے تابع۔ جس روز صدر نے اپنے چیف ایگزیکٹو ہونے کے اختیارات بھی سنبھال لئے۔ وزیرِاعظم کے ہاتھ میں فقط وہ کشکول رہ جائے گا جو کبھی فضل الٰہی مرحوم کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ یہ ان کی عنایت ہے کہ انہوں نے رُولز آف بزنس کو گھور کر نہیں دیکھا ورنہ تمام کٹھ پتلیاں آسن جمانا بھول گئی ہوتیں۔ بہرحال جب تک آٹھویں ترمیم پر ارکان کی تقسیم واضح

Marfat.com

صورت اختیار نہیں کر لیتی جناب صدر کا تجربہ ان سے تقاضا کرتا رہے گا کہ ران تھپکنے سے پہلے تیل کی دھار دیکھ لیں اور فی الحال اپنی انتخابی مہم کے لانگ مارچ کی طفلانہ حرکت نہ کریں۔

سیاست چونکہ منہ کے بل گرا دی گئی ہے اور کئی سالوں سے اُکڑوں پڑی ہے اس لئے اس کے بیزاری میں کروٹ بدلنے کو سیاسی عمل قرار نہ دیا جائے۔ یہ انوکھی لاڈلی اگر کھیلنا کو چاند بھی مانگ رہی ہے تو آئینہ دے کر بہلا دینا ہی کافی ہو گا۔ بس اتنی احتیاط ضروری ہو گی کہ صرف دور کا چاند نزدیک نظر آئے۔ اس انوکھی کو اپنا چہرہ نظر نہ آ جائے۔ اخبارات میں قلمزن ایک اڑتی ن خبریوں بھی ہے کہ کابینوی ردو و بدل کے ارادے ہیں۔ سنا ہے کہ کچھ وزراء کو کالک سے آزاد کر دیا جائے گا۔ کچھ کو بغاوت کی نشان دہی کے لئے سونگھا جائے گا' کچھ کے اختلاف کا پیٹ بھرا جائے گا' کچھ کی وفاداریاں آئندہ موسم کے لئے بڑھے بھاؤ خریدی جائیں گی' کچھ کی سیل لگا دی جائے گی۔ عہدہ طلبی و مہم جوئی کے نظام میں یہی بڑی قباحت ہے کہ نہ کسی عہدہ طلب پر اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ کوئی عہدہ طلب خائن ہو جانے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ علم سیاسیات کا کوئی بھی دانشمند اگر پیدائشی مسلمان نہ بھی ہو تو بھی وہ عہدہ طلبوں سے متعلق رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی احادیث پڑھ لینے کے بعد ان کی سیاسی دانش خداداد پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جنابِ صدر نے جب سابقہ قومی اسمبلی کے ارکان کو خائن قرار دے کر اسمبلی کو توڑا تو ہر صاحب ایمان کو اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فرمودات کے صادق ہونے پر فخر ہوا۔ واضح حقیقت ہے کہ جب تک عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کا نظامِ انتخاب رائج رہے گا۔ خائن منتخب ہوتے رہیں گے یا منتخب ہو کر خائن ہو جائیں گے۔ سیاست کی خیانت زندگی کا روزمرہ بنی رہے گی' ان کی سیاسی خیانتی طبائع کے باعث اسلامی جمہوری اتحاد کی اشتراکی سیاست کے پردے چاک ہوئے اور پُرزے منتشر ہوتے چلے گئے۔ مغربی جمہوری سیاست نے اگر پاکستان قومی اتحاد کے ساتھ خیانت نہ کی ہوتی تو نہ صرف یہ کہ مارشل لاء نافذ نہ ہوا ہوتا' آٹھویں ترمیم بھی نہ ہوتی اور اللہ اور بندوں کی مشترکہ حاکمیت کا نظامِ شرکت بھی مسلط نہ ہوا ہوتا۔ اسی خیانت آمیز سیاست کے باعث

Marfat.com

سیاسی پارٹیاں اپنے ارکان کی وفاداریاں استوار رکھنے کے لئے منفی ذرائع اختیار کرنے کی طرف راغب ہو گئیں۔ تعمیرِ وطن کے پروگرام کو تسخیرِ ارکان کے لئے استعمال کرنا اس سیاست کا نوایجاد حربہ بن گیا۔ پہلے ساتھی ارکان کو مراعات کے بہانے زیرِ احسان کرنا' پھر انہیں مراعات کے غلط استعمال کی ترغیب دینا' اس کے لئے مواقع ایجاد کرنا' پھر ان غلط کاریوں یا لغزشوں کے افشا ہو جانے کا خوف دلا کر اپنا "خود زدہ" تابع بنائے رکھنا' دستورِ حکومت ہو کر رہ گیا۔ ارکان کے غیر مستحق قریبی عزیزوں کو اہم عہدوں پر ملازم رکھ لینا۔ پھر ان کی برطرفی کا خوف دلا دلا کر ارکان کو اپنے ساتھ ملائے رکھنا آج کے سیاسی شاطروں کا وطیرہ بن گیا۔ چنانچہ پاکستان کی اسلامی ریاست میں نئی طرز کے سیاسی غلاموں کی ایک ایسی نئی پود وجود میں آ گئی ہے جو سیاست کو اپنے گھر کی باندی بنائے رکھنے کے لئے ہر خیانت کو روا رکھے گی۔

خاندانِ غلاماں کی بادشاہت کا دور تو تاریخ نے دیکھا ہی تھا۔ اب گروہِ غلاماں کا جمہوری نظام تاریخ میں رقم ہو رہا ہے اور رقم ہی سیاست کہلانے لگی ہے جس رکن سے دریافت کرو' شکووں سے یوں پُر ہوتا ہے جیسے روتا ہوا باجا ہو۔ پوچھو کہ اتنے شاکی ہو تو پھر ساتھ کیوں نہیں چھوڑ دیتے جواب میں شرمندہ سی مجبوری چہرے پر پھیل جاتی ہے اور نہ شرمندگی کو الفاظ ملتے ہیں نہ مجبوری کو۔ اسی منفی سیاست نے تعمیری فکر کی قطعی نفی کر دی ہے اور سیاست دانوں کو وطن کی سرزمین سے زیادہ اس کے وسائل سے لگاؤ ہو گیا ہے۔ حب الوطنی کی جگہ درباریوں کو نوازشات دربار نے آ لیا ہے۔ جذبات مراعات تلے دب کر رہ گئے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہو گیا کہ سرمایہ دار سیاست وطن میں کرتے ہیں اور سرمایہ بیرونِ وطن رکھتے ہیں۔ وطن کے وسائل پر سیاست اسٹاک ایکسچینج میں کھلم کھلا بھاؤ لگاتے ہیں جسے اور کچھ نہیں ملتا وہ اسلام آباد کے پلاٹوں کو کمائی کا ذریعہ بنا لیتا ہے یا نقشہ دیکھ کر موٹروے کے کنارے اپنی ہونے والی فیکٹری کے لئے جگہ مخصوص کروا لیتا ہے۔

سیاست کو بھی ایک کاروبار' ایک انڈسٹری بنا دیا گیا ہے۔ پاکستان جو اس لئے وجود میں آیا تھا کہ پاکستان کے مسلمان اپنی زندگیاں احکامِ الٰہی کے مطابق گزاریں گے۔ اس کی سرزمین پر معنوی طور پر اللہ اور رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ساتھ بروئے قرآنِ حکیم' جنگ لڑی جاری ہے یہ بہانہ کر کے کہ اس عمل کا متبادل نہیں مل

Marfat.com

رہا۔ آج کی سیاست نے رب العالمین کے ساتھ تمام رشتے یکے بعد دیگرے منقطع کرنے کا عمل برپا کر رکھا ہے اور بات بات پر سیاست دان عوام کو اپنی خدائی کا قائل کرنے پر تلے بیٹھے ہیں' ایک زمانہ تھا بادشاہ کی نیت میں ذرا سا فتور بھی آ جاتا تو پھلوں کے رس خشک ہو جاتے۔ آج کے سیاست دان کی نیت اگر اتفاق سے نیک ہو جائے تو دریاؤں کی لہریں سر اٹھا اٹھا کر دیکھتی ہیں۔ یہ سیاست میں خضر کہاں سے آ گئے۔ اس زمانے میں نہ آج کی سیاست تھی نہ انسانوں کو خدا بن بیٹھنے کا جنون تھا نہ بندوں کی حاکمیت تھی' جب حکمران کی نیت کی خرابی پر پھلوں کے رس خشک ہو جاتے تھے' وہ ٹیکسوں کا نہیں' زکوٰۃ و عشر و صدقات کا زمانہ تھا۔ ان دنوں بنک نہیں ہوتے تھے' بیت المال ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ربوہ کا متبادل منافع نہیں ہوتا تھا نہ سود مندی سُود خوری کی ہم پلہ ہوتی تھی نہ انسان ساختہ آئین کو شرعِ الٰہی پر بالا دست قرار دیا جاتا تھا نہ عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کی سیاست تھی' نہ حصولِ اقتدار کے لئے جدوجہد کا لقب سیاست تھا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ جہاں زمانہ بدل گیا وہاں سیاست بدل گئی یا سیاست کے بدل جانے سے زمانہ بدل گیا۔ آخر کیوں فکرِ اقبال کو ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ جمہوریت میں آمریت کیوں در آئی۔ جمہوریت کو دینِ اسلام کی ضرورت کیوں قرار دے دیا گیا۔ یہ سوشلزم اسلام کے معاشی نظام کی بیساکھی کیوں بنا دی گئی' تقویٰ باعثِ تکریم کیوں نہ رہا' جیب بھری دیکھ کر خالی ذہن کیوں قبول کر لئے گئے۔ ایک ایک کر کے سبھی اخلاقی اقدار کا قتل عام کیوں روا ہوا' انسان کیوں شکستہ ہوتا چلا گیا' معاشرتی رشتے کیوں ٹوٹتے چلے گئے' جنگلوں کی طرزِ فکر آبادیوں میں کیوں در آئی' لمحۂ فکر ہے کہ جو سیاست مفکرِ پاکستان اور معمارِ پاکستان سے وفا نہ کر رہی ہو' اس سے آج کے صدر وفا کی امید کریں تو کیا یہ ان کے واقعی بہتر (۷۲) کے ہو جانے کا ثبوت ہو گا۔ وفائیں خریدنے کی اس سیاست میں کسی کا بھی انتخاب میں جیت جانا باعث تکبر تو ہو سکتا ہے وجۂ افتخار نہیں ہو سکتا۔ جس پارلیمان میں شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ پر بھی تنازعہ چل نکلے اور کسی کو بھی یہ احساس نہ ہو کہ اسلام دین ہے' مذہب نہیں اور یہ کہ دین ہر ریاست کا ایک ہی ہوتا ہے۔ جہاں ادیان مختلف ہوں وہ ریاست نہیں ہوتی' اس پارلیمان سے صدرِ مملکت کے انتخاب پر متفق ہو جانے کی توقع کرنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔

Marfat.com

جو لوگ مملکت پر ہی متفق نہیں وہ صدرِ مملکت پر اتفاق نہیں کریں گے۔ چاہے صدر اتفاق کے ہی امیدوار ہوں۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ صدر کون سے صوبہ کا ہونا چاہئے تو عمل تاریخ کو رک کر سوچنا پڑے گا کہ اگر عہدۂ صدارت بھی صوبائی خود مختاری یا صوبائی خوشنودی کا محتاج ہو تو خدا جب تک وفاق کو قائم رکھے اس کا خاص ہی احسان ہو گا۔ اگر کلیدی آئینی عہدے صوبوں کے ہو گئے تو وفاق کا کیا ہو گا۔ ٹوٹتے اعضا جوڑنے کے لئے میخیں تلاش کرنا اور بس۔

۲۴ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

فیصلہ تیرے ہاتھوں میں ہے

کوئی دن جاتا ہے کہ آخری آئینی ادارہ بھی تھک ہار کر ٹوٹ جائے گا' ایک ادارہ ٹوٹ پڑے گا اور تاریخ انگشت بدنداں ہو گی کہ جس آئین کا کوئی ادارہ بھی صحیح سلامت نہ ہو' اسے کس طرح مؤثر رکھوں۔ کس طرح تعطل سے بچاؤں۔ اس مفلوج کو کیوں کر توانا کروں۔ مملکتِ خداداد پر' بندوں کی حاکمیت کی وارد کی ہوئی آئینی تضادِ فکری آخر اپنا رنگ جمانے لگی۔ سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کے اختیارات ایک دوسرے سے بدگمان ہو کر ہتھیار سنبھالنے لگے۔ جن پر تکیہ تھا' وہی "پتّہ مار" ہوا دینے کے لیے بے تاب ہیں' منتظر ہیں' کہ کوئی چنگاری سلگا دے تو دم بھر میں آشیانہ راکھ کا ڈھیر نظر آئے۔ بندوں اور اللہ کی حاکمیت کے شراکتی نظام کا آخری انجام ہونا تھا کہ سازشوں میں شریک افراد میں حاصل شراکت متنازعہ ہو جائے۔

مسلم لیگ کی پالیمانی پارٹی نے آٹھویں آئینی ترمیم اور صدارتی امیدوار کے معاملات ایک فردِ واحد کی صوابدید کی سپرداری میں دے کر جس انداز سے عہدۂ صدارت کو اپنی سیاست کا کاسہ لیس بنانے کا اقدام کیا ہے وہ نہ تو وفا نبھانے کا انداز ہے' نہ ٹھینگا دکھانے کا۔ سیاسی بے روزگاری وہ بے کاری تو نہیں جسے "ییلو کیب" دے کر بہلایا جا سکے۔ سیاست تو اقتدار مانگتی ہے اور اقتدار آج کل پیسہ مانگتا ہے۔ کملوں کو سیانے منوانے کے لیے لت جتنی آج کل کارگر ہے' نہ روز آدم سے لے کر دور ضیاء الحق تک کبھی تھی' نہ دائٹ ہاؤس سے لے کر دور اتفاق ہاؤس تک ۱۹۹۰ء سے پہلے کبھی ہوئی' نہ خدا کرے' کبھی آئندہ بھی ہو۔ روزمرہ کی ملاقاتیں بھی یہ آشکار کر رہی ہیں کہ دوسری طرف بھی کسی نے قلم کان پر اٹکا لیا ہے اور آئندہ صدارتی انتخاب کی گرداوری تحریر ہونے والی ہے تاکہ ارکان کی جمع بندی کو یقینی بنایا جا سکے۔

تاریخ کو یہ بھی معلوم ہونے والا ہے کہ جس مملکت کا صدر کبھی تحصیلدار بھی

Marfat.com

رہا ہو اس کے راکبوں کا حدود اربعہ کس طرح چپکے چپکے منتقل ہوتا رہتا ہے۔ وہاں سیاست کے انتقال کس بھاؤ تصدیق ہوتے ہیں۔ سیاسی جمع بندیوں کے اندراج کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ تشہیر پسندی کا یہ عالم ہے کہ دو دن ایک اہم عدالتی کاروائی اخبارات کی شہ سرخیوں کی زینت بنی تو طبع شاہ کو اتنا گراں گزرا کہ صحافیوں کو سرِ راہ طعن دینے سے اپنی بے صبری کو نہ روک سکے اور بے بصری کا مظاہرہ ہو گیا۔ متعدد حلقوں کی سیاست کی منقار اگرچہ ابھی تک زیر پر ہے مگر یہ امر دن بدن واضح ہوتا جا رہا ہے کہ آٹھویں ترمیم کی شرع کو کالعدم کرنے کے احکامات دربارِ ربِ نظامِ نو سے جاری ہو چکے ہیں اور پاکستان کے پاس اب اپنا دیرینہ بین الاقوامی موقف تبدیل کیے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔ اسے اب جمہوری ممالک کی عالمی انجمن میں شامل ہونا ہی ہو گا اور اسلامی ممالک کے غیر جمہوری نظامِ حکومت سے کنارہ کش ہو کر نہ صرف نئے عالمی نظام کے سربراہ کا دم بھرنا ہو گا بلکہ اس کی "چلمیں" بھی بھرنا ہوں گی۔

رہا صدر اور وزیرِ اعظم کے اختیارات کا توازن اور آئین کے پلڑے تو اے سیاست کے بابا لوگو! جو آئین بالقسط نہ ہو اس کے ذریعے توازن قائم رکھنا ممکن ہی نہیں ہوتا جس ملک کی جیلوں تک میں امراء و غرباء اور متوسط طبقہ کی علیحدہ علیحدہ کلاسیں ہوں' قیدی بھی جرم ثابت ہو جانے کے باوجود "اے' بی اور سی" کلاس کے ہوں' غریب بھوک سے تنگ آ کر تندور سے روٹی چرا لے تو "سی" کلاس اور امیر نے دولت کے زعم میں کروڑوں کا غبن کیا ہو تو "اے" کلاس۔ صرف اس لیے کہ جب اس نے غبن کیا تو یہ علاوہ کروڑ پتی ہونے کے قوم کی نمائندگی بھی کر رہا تھا۔ غریب اس لیے "سی" کلاس میں کہ بے گھر تھا اور امیر اس لیے "اے" کلاس میں کہ باوجود ہزار اختلاف کے کسی جاگیرداری کا گھر والا تھا۔ اس طرح سے طبقات میں بانٹا ہوا معاشرہ سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کی اختیاری رقابتوں کو کیونکر برداشت کرے گا' سیاست کے اس تپِ محرق سے کیونکر جانبر ہو گا' نامعلوم آنے والے دن آج کے سیاست دانوں کی نظر میں کیوں نہیں ہے اور صدارتی انتخابات کے لیے پکائی گئی دال جوتوں میں بانٹنے کا انتظام کیوں کیا جا رہا ہے؟ مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹی نے یوں اختیار دے کر اپنی قیمت لکھوائی اور آئندہ کے صاحبِ اختیار کی قیمت بڑھائی بھی ہے تاکہ صدر اور وزیرِ اعظم میں سود مند سیاسی

Marfat.com

لین دین ہو سکے لیکن آثار یوں بھی نمایاں ہو رہے ہیں کہ پارلیمان سے باہر کی مسلم لیگ کو سودا بازی کا یہ انداز پسند نہیں آیا اور اس کے معتمدین کی سوچ کی راہیں "وزیرانہ" نہیں "صدرانہ" ہیں۔ انہیں دستورِ بے ترمیم گوارا نہیں۔ ترمیم یافتہ پسند ہے۔ ابھی ملکی سیاست کا دھیان ان آئینی ضمنات کی طرف نہیں گیا جن کے ذریعہ شرع کو عدالتوں کے سپرد کر دیا گیا ہے اور ان کو ایسے قوانین کے تحت قائم شدہ مقدمات کا اختیارِ سماعت دے دیا گیا جن کے تحت اللہ کے قانون کے مطابق بھی اور بندوں کے بنائے ہوئے قانون کے زور پر بھی مجرموں کو سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ اللہ کے قانون کی خلاف ورزی ہو تو سو کوڑے اور بندوں کے بنائے ہوئے قانون کی ہو تو عمر قید' شاید اس لیے کہ اللہ نے تو یوم آخر بھی سزا دینا ہے اور بندے بے چارے تو اس دن شاید خود سزا کھا جائیں۔ مختصر سی زندگی ہی تو ہے' اس میں ہی جی بھر کے سزا دے لیں کہ اختیارات کا یہ موج میلہ پھر تو نہیں لگنا۔ بالغرض اگر باہمی لین دین کی بنا پر سربراہوں کے اختیارات کوئی سمجھوتہ ہو بھی گیا تو یہ تنازعہ تو باقی رہے گا ہی کہ اس ملک کی آئینی حاکم الحاکمین کا چیف ایگزیکٹو کون ہے اور وہ رولز جو حکومت نے بزنس کے لیے بنا رکھے ہیں' آئندہ کی ناک کے لیے سامنے میز پر رکھے جائیں یا کسی طاق پر۔ کابینہ اور اس کے سربراہ کو کھل کھیلنے کا اختیار ہو گا یا باری باری کھیلنا ہو گا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ یہ آٹھویں ترمیم ہے۔ یہ رہی تو بھی' چلی گئی تو بھی' آٹھوں پہر جگائے گی۔ بقیہِ حیات رہے یا وفات پا جائے۔ آئندہ کی آئینی حیات آنکھوں میں کٹے گی۔ آئین کے دروازے پر کوئی دستک نہیں دے گا جس کی آمد کی تمنا ہو گی۔ اس کی بجائے کوئی اور ہی دیوار پھاند کر آئے گا اور وہ طاق خالی کر جائے گا جس میں آئین رکھا رہتا تھا اور وہ تجوری بھی جس میں دستاویزِ آزادی آج تک مقفل چلی آ رہی ہے۔ اچھا ہوا قائدِ اعظم گورنر جنرل ہی رہے۔ صدر ہوتے تو صدورِ پاکستان کی فہرست میں اپنا نام پڑھ کر ان کی روح کو تکلیف ہوتی کہ شاید پاکستان کو بددعا دے دیتے۔

یہ بھی خبر ہے کہ ایوانِ صدر اور حکومت کے درمیان غیر اعلان شدہ سرد جنگ نے "ٹکراؤ" کش شکل اختیار کر لی ہے اور ایوانِ صدر کا رخ کرنے والے مسلم لیگی ارکان کی خفیہ ایجنسیوں نے کڑی نگرانی شروع کر دی ہے۔ اگر ایسا ہے تو جانو! سیاست کا منہ کالا ہو چکا اور اقتدار پھر نویلی دلہن کی تلاش میں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقتدار

Marfat.com

چھین لینے والوں میں ایک بڑی طرحدار بددلی پھیل رہی ہے جس کا اگر فوری مداوا نہ کیا گیا تو کوئی ایک تنظیم بھی منظم نہ رہ جائے گی اور اقتدار منتظر ہو گا کہ دیکھیں' طلوعِ آفتاب کے بعد دارالخلافہ کے صدر دروازہ سے سب سے پہلے کون در آتا ہے۔ سیاست چاہے صفائی کرنے کے لیے صلح کر لے' چاہے گندگی پھیلانے کے لیے دوبدو ہو جائے۔ چاہے معاملات کو گول کرنے کے لیے مذاکرات کی میز سجا لے۔ نتیجہ سیاست کی ڈھاک کے تین پات ہی ہو گا۔ اس لیے کہ آئینی اداروں کو رسوا کرے۔ آئین کو مؤثر رکھنا اور غیر مؤثر آئین کے تحت اداروں کو اپنے اپنے دائروں میں بحال رکھنا ناممکن ہوتا ہے' ممکن ہوتا تو دنیا بھر میں ہر ملک کا سربراہ کوئی نہ کوئی بچہ سقہ ہوتا۔ ادارے اگر فعال نہ رہیں تو ظلم گھر گھر اور سربراہ دربدر ہو جایا کرتا ہے۔

درس گاہوں میں جاؤ تو درس دیا جا رہا ہے۔ "بیٹے نے کلاشنکوف اٹھائی' باپ نے مٹی کے تیل کی بوتل منگوائی اور ماں پر انڈیل ماچس دکھا دی۔ حکومت نے ماچس انڈسٹری پر ٹیکس فری کر دیا اور ماں کی نعش کے دوبارہ پوسٹ مارٹم کرنے کا حکم یہ کہہ کر دیا کہ جب تک نعش خود نہ بتائے کہ اس نے کلاشنکوف بردار کیوں اور کس لیے جنا؟ پوسٹ مارٹم جاری رہے گا۔ البتہ ماں کا بیان قلمبند ہونے کے بعد مقدمہ مادری عدالت میں منتقل کر دیا جائے گا تاکہ جو کوئی بھی آج تک مر چکا ہے' انصاف اس کی قبر تک پہنچ جائے"۔ ایسی درسگاہوں کی موجودگی میں جن میں فقط آئندہ نسلوں کی فاتحہ پڑھوائی جا رہی ہے' کون مائی کا لال سیاست دان یا حکمران ہو گا جو آئندہ معاشرہ کو زندہ سلامت رکھ سکے۔

آئینی اداروں کی نافرماں روائی ہمیں اس فکری دہشت کی طرف لے جا رہی ہے جو انسانوں کو معاشرتی گالیوں کا رسیا بنا دیا کرتی ہے۔ جس مملکت کے سربراہ اور حکومت کے سربراہ میں باہمی اعتماد نہ رہے یا وہ فقط لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے ایک ہی راہ کی مختلف سمتیں سنبھالے کھڑے ہوں' اس کے مستقبل میں کون سی صنعت اور اس کے فروغ کے لیے کون سی "موٹروے" تعمیر کریں تو مفید رہے گا۔ لاہور تا امرتسر والا' شاہراہِ ریشم والا یا گوادر تا تاشقند والا یا پھر کوئی ایسا "واٹروے" جس پر نئے عالمی نظام کے دنیا بھر کے دُخانی جہاز یوں چلتے رہیں کہ دھواں بھی نہ نکلے اور غبار بھی نکل جائے۔ اسلامی

Marfat.com

جمہوری اتحاد کے ریزہ ریزہ ہو جانے' ایم کیو ایم کے بخرے ہو جانے' مسلم لیگ کے مزید منتشر ہو جانے' جماعتِ اسلامی اور جماعتِ اہل حدیث کے سابقون ہو جانے کے بعد کیا موجودہ حکومت کی پی ڈی اے کے ساتھ صلح نے اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ جس ترمیم کے طفیل موجودہ حکومت وجود میں آئی' اسی کے درپے ہو جائے اور پھر قائم بھی رہے۔ یہ تماشا سیاسی مداریوں کے بس کا تو ہے نہیں' البتہ کسی کا اعجاز کام آ جائے تو علیحدہ بات ہے کہ حریصِ اقتدار سیاست کہہ اٹھے کہ "تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو"۔ اگر مختلف اندازے دیتی ہوئی طبع شدہ اطلاعات واقعی صحیح ہیں تو پھر جمہوری آمریت اور بورژوائی جمہوریت میں رن پڑ چکا ہے۔

ان حالات میں "دروازے بند کرو' چٹخنی چڑھاؤ' چراغ بجھا دو" کا عمل ہی شاید کام آ سکے۔

بندوں کی دست و گریبان ہوتی رقیبانہ حاکمیت کے نتائج سے محفوظ رہنے کا واحد علاج اس نظام کو تبدیل کرنا ہے جو بندوں کی حاکمیت کا علمبردار ہے۔ آج کے حکمرانوں یا ان کے مخالف سیاست دانوں کی پیروی ماسوا منزل پر دہکائے ہوئے دوزخ کے اور کچھ بھی سلگتے پلے میں نہیں ڈالے گی۔ معاشرہ کو زندہ اور مملکت کو قائم رکھنے کے لئے اللہ ہی کی حاکمیت کا نفاذ کرنا ہو گا۔ دعا ہے کہ سیاست کاروں کو احساس ہونے لگے کہ اس مملکت میں ان کی آئندہ نسلوں نے اپنی زندگیاں بسر کرنا ہیں' یہی صورتِ حال رہی تو ان کی بود کا کیا ہو گا اور باش کا کیا۔ جو سیاست دان اپنے وطن کو اپنی اولاد کے واسطہ سے نہ دیکھے' اس کا محبِ وطن ہونا مشکوک ہی نہیں ہوتا' ناممکن بھی ہوتا ہے اور یہ جان لینے کی بھی کہ دینِ اسلام کے پیروکاروں کے لئے ایک ایسا آئین بھی نازل ہو چکا ہوا ہے جو ناقابلِ ترمیم بھی ہے اور ناقابلِ تنسیخ بھی۔ اسے نہ کسی سازش کا ڈر ہے' نہ کسی شمشیر بدست کا' اس کی عملداری ہو تو نہ کوئی صدر ہوتا ہے' نہ وزیر اعظم کا' نہ کوئی متنازع ہوتا ہے' نہ کوئی اقتداری تنازعہ' نہ کوئی حاکم ہوتا ہے' نہ کوئی محکوم' جسے دیکھو راضی برضا ایسی ہوتا ہے اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لقب پاتا ہے۔ خود ہی فیصلہ کر لو کون سا نظام بہتر ہو گا۔ حریصِ اقتدار بندوں کی حاکمیت کا یا بے نیاز الہیت کا۔

۲۶ فروری ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"آئینِ سرکارِ من، حق گوئی نہ بے باکی"

الطاف حسین اور بے نظیر کے بعد' پاکستان کی مسلم لیگ اور پاکستان ہی کے غلام
اسحاق خاں کو بھی کسی مہلک سیاسی مرض نے آ لیا ہے۔ کچھ معالجوں کا خیال ہے یہ
سیاست کا تپِ محرقہ ہے' کچھ نیم حکیموں کا کہنا ہے نہیں' یہ محض باری کا تپ ہے کچھ
بیرونِ ملک سیاسی تعلیم یافتہ ماہرین کی تشخیص ہے کہ تمام آثار تپ دق کے ہیں نیز یہ کہ
سیاست کا پتا مر چکا ہے۔ لہٰذا علاوہ علاجِ طبع کے آپریشن بھی لازم ہو گیا ہے۔ بعض دا
کہتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔ انہیں صرف نواز شریف ہو گیا ہے۔ ملک کی سیاست میں
"اتفاق" کا در آنا' اس تمام ٹوٹ پھوٹ کا اصل باعث ہے۔ جس سیاست میں امیروں کے
طفیلی سیاسی کنگلے ناموری پا جائیں' سیاسی اتار چڑھاؤ طبیعت کے راولوں کا مرہونِ احسان
ہو' سیاست میں پانسہ بازوں اور نجومیوں کے ہتھے چڑھ جائے' اقتدار اپنی خدائی کی زکو
بانٹنے لگے' وفائیں فقط جھونپڑیوں کی رہ جائیں' سازشیں محلوں میں جا بسیں' اتفاق کو اتنے
امراض آ لیں کہ اس کا علیحدہ ہسپتال تعمیر کروانا پڑے۔ ازروئے آئین' دو تہائی اکثریت
میسر ہوئے بغیر آئینی ترمیم کی باتیں ہونے لگیں۔ ایوانِ صدر کی ملاقاتیں' جڑے ہوؤں
کو توڑنے اور ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے کے مشورے کرنے لگیں' تو ظاہر ہے کہ کسی نئی
سیاست کا یوم ولادت قریب تر ہو گیا ہے اور کوئی دن جاتا ہے کہ پورا سیاسی معاشرہ دردِ زہ
سے کراہنے لگے گا۔ اس نئی زچگی کے لئے امیدواری ایوانِ صدر کا رخ کرتی ہے یا
وزیر اعظم ہاؤس میں ہی کسی ماہر نرس کا بندوبست کر لیا جاتا ہے اس کا انحصار تیل کی دھار
دیکھنے والوں پر ہے۔

سیاست کی تربیت گاہوں کے "بیک بنچرز" اگر بزورِ بے آئینی اسٹیج پر بلا لئے
جائیں اور زمامِ کار' بے آئینی کے سدھائے ہوئے ماہرین سے چھین کر ان ناکردہ کارو

Marfat.com

کے ہاتھوں میں تھما دی جائے تو ظاہر ہے کہ سیاست کسی آئین کی بیوہ کا حقِ وراثت ہی قرار پائے گی۔ یہی وہ عمل ہے جو ضیاءالحق کی آئین کی بحالی سے لے کر آج تک میدانِ سیاست کو سنبھالے ہوئے ہے اور مذہب ہو کہ ثقافت' کنوارہ پن کی لغزش ہو کر رہ گئے ہیں۔ سیاست کا زُہد ہے کہ اوندھے منہ پڑا ہے اور حکومت کا رندانہ پن ہے کہ دنیائے سیاست میں یوں رُسوا ہو رہا ہے جیسے "لوہاری" تھانہ کا کوئی انچارج ہیروئن فروشی میں پکڑا گیا ہو' یا کوئی وزیر بے چارا بیچارو سے یہ کہہ کرا تارا جا رہا ہوں کہ یہ تو حسبِ اطلاع یکے از سردارانِ بلوچستان' سندھ کی ایم کیو ایم نے کراچی سے چرائی اور آئی جے آئی بلوچستان سے خرید کر' پہلے صوبہ سرحد بھجوائی۔ جہاں سے پنجاب کے قانون سازوں نے خرید کر گھر ڈال لی' چونکہ اب یہ وفاقی قرار پائے گی لہٰذا بحق فیڈرل گورنمنٹ ضبط کی' جا کر مرکزی سیاست کی سپرد داری میں دی جاتی ہے اور جملہ ملزمان مرکزی حکومت کی "غوری عدالت" سے سزا یافتگی کے لئے حوالۂ پولیس کئے جاتے ہیں۔ البتہ یہ اس وقت تک بے ضمانت رہیں گے جب تک ان کے وارنٹ بلاضمانت جاری ہو کر ان کو مفرور قرار دیئے جانے کے حکم کی تعمیل نہیں ہو جاتی۔

جب سے اس قسم کی چوریوں کا چرچا ہوا ہے' ہر سیاست دان اپنی سیاست کا چیسز و انجن نمبر بار بار دیکھ رہا ہے کہ کہیں سیاست چوروں نے گھسا مٹا کر جعلی نمبر تو کندہ نہیں کر رکھے اور ہر کوئی خفت مٹانے کے لئے نعرے لگا رہا ہے کہ اگرچہ میرے کئی نام اور کئی روپ ہیں مگر میں کثرت کی مخفی وحدت ہوں۔ جتنا جی چاہے پرکھ لو۔ کبھی یونینسٹ یا ری پبلکن تھا تو کیا ہوا۔ اصل کا مسلم لیگی ہوں اگرچہ ایوب خاں کا حمایتی اور محترمہ فاطمہ جناح کا مخالف تھا۔ سکندر مرزا نے دریافت کیا تھا ایوب خاں نے کِھلا پِلا کر پیپلز پارٹی کے سپرد کر دیا۔ وہاں سے چھاؤنی' چھاؤنی ہوتا ہوا ماڈل ٹاؤن پہنچا ہی تھا کہ مقدر کا سکندر بنا دیا گیا۔ آج کل سیاست کی سلیمانی ٹوپی پہنے دربار لگائے بیٹھا ہوں۔ میری کتاب کا علم رکھنے والے دانشور وہ کمال کے لوگ ہیں کہ پلک جھپکنے میں سیاست کا تخت اٹھا لائے اور اب وہ بے چاری پائینچے اٹھائے سیاسی دلدل میں پھنسی میری طرف ہاتھ بڑھائے منت کش ہے کہ خدارا! سہارا دو۔ مجھ سے نہیں نکلا جاتا' مجھے کھینچ کر نکالو۔ میری توبہ جو پھر کبھی لانگ مارچ کا نام لوں' کبھی بھول کر بھی کہوں کہ کلفٹن اور گلشن میں

Marfat.com

دوستی نئے عالمی نظام کا حصہ ہے بلکہ خود مشورہ دوں گی کہ لادینیت اپنی کامیابی کے لئے دینداروں کی خدمات حاصل کرے۔ جمہوریت کو راسخ کرنے کے لئے اسلام کا "موثر وے" استعمال کیا جائے۔ مانا! کہ اللہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا' اس کی حاکیت سے گریز کر کے' بلکہ اس کی اہلیت کو پاکستان کے مروجہ سیاسی نظام کے زیردست کر کے اتنا ناراض تو کیا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان کی بجائے کسی اور سرزمین کو احیائے اسلام کے لئے منتخب کر لے اور یوں پاکستان اللہ سے آزاد ہو جائے اور پاکستان کی سیاست پر ابوجہلی اور معیشت پر ابولہبی اجارہ داری اٹل ہو جائے۔

"اللہ کے سوا ہر کوئی الٰہ ہے۔" پاکستان کی سیاسی فکر کا اٹوٹ انگ قرار پا جائے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرزِ فکر اور اس کی مختلف وارداتوں کا تمام ذرائع ابلاغ میں چرچا رہے اور بالآخر یہ مخفی راز عیاں ہو کہ یہ سبھی کچھ پاکستان کے اس شہبازِ سیاست کا مکڑا پن تھا جو کرگسوں میں پلتا اور سیاسی لومڑیوں میں کھیلتا رہا اور بالآخر پاکستان میں میکاولی سیاست کے قبضہ گروپ کا کپتان بنا دیا گیا۔ پاکستان کی سیاست جب بھی آمادۂ رقص ہوئی اس نے مستی میں آ کر اس پر یوں دولت نچھاور کی کہ سیاست دولت کے نکاح میں آ گئی اور اُس کا دم ہی نہیں اس کے خزانے بھی بھرنے لگی۔

جب سے مسلم لیگ میں اختلافات مسلم ہوئے ہیں۔ این ڈی اے نے متحیر کن چُپ سادھ لی ہے جیسے کوئی گداگر تھک ہار کر دیوار سے ٹیک لگائے دل ہی دل میں مایوس کرنے کی بد دعائیں دے رہا ہو' یوں معلوم ہوتا ہے حزب ہائے اختلاف کی ساری رونقیں بے نظیر کے دم قدم سے تھیں۔ اونٹ پر چڑھ کر تھیٹر دیکھنے جانے والی بعض مذہبی جماعتوں کے حلق میں بھی نامعلوم کون سی سیاسی ہڈی اٹک گئی ہے کہ کئی جمعے گزر گئے' ہڑتال کی اپیل ہوئی' نہ احتجاج کی' ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ خط بنوا رہی ہوں یا کچھ خضاب لگائے بیٹھی ہوں' یہ ننگ سنگ بنیاد سیاست' بے چاری عجیب مخمصے میں گرفتار ہے۔ آٹھویں ترمیم کی موافقت کرے تو اس کے بنیادی پتھروں پر خود پرستی کا الزام آتا ہے' مخالفت کرے تو اس کی سیاسی تھالیوں میں مٹھاس نہیں رہتی۔ ہر چند کہ یہ سیاست ہمہ وقت باوضو رہتی ہے مگر ایوان اللہ اقتدار سے کوئی حی الی الفلاح ہی نہیں پکارتا۔

مغربی جمہوریت میں نظامِ مصطفےؐ بیان کرنے کا آخر یہی انجام ہونا تھا کہ دین

Marfat.com

گریاں ہے "کتنا ارزاں فروخت کردیا" اور دنیا طعن زن ہے کہ "کتنی گراں قیمتِ خرید ادا کی"۔ اور سیاست کے نیلام گھر سے پے درپے آوازیں آرہی ہیں۔ "نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔" مغربی جمہوری آئین کے تحت قوانین حدود کے نفاذ نے اس کے سوا اور کیا نتیجہ دکھایا کہ بات کبھی کبھار آبروریزی کے واقعات سے بڑھ کر روزمرہ کی متعدد اجتماعی آبروریزیوں تک جا پہنچی۔ بات شراب' افیون' بھنگ سے کہیں بڑھ کر چرس اور ہیروئن تک کی عام ہوئی پہلے منشیات کے اڈے تھے اب ادارے وجود میں آگئے۔ منشیات فروشوں کی فہرستوں میں قومی نمائندوں اور اعلیٰ انتظامی افسروں اور عہدہ داروں کے نام تحریر ہونے لگے' پہلے گاہے بگاہے واعظ کا میخانہ میں پایا جانا نشر ہوتا تھا۔ اب واعظوں کے میخانے مشہور ہونے لگے۔ نیک چلنی کی صرف یہ دلیل باقی رہ گئی کہ ہمارے فلاں وزیر نے تمام عمر کنوارے رہ کر کاٹ دی' فلاں وزیر ابھی تک غیر شدی شدہ ہے اس سے بڑھ کر نیک چلنی کا اور کیا مظاہرہ ہوگا۔

صد حیف کہ وارداتِ زمانہ سے بچاتے بچاتے تعلیمِ دین کو یتیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ حفظِ ماتقدم کرتے کرتے تعلیم اسلام کی صفوں میں برھمنیت کو کھڑا کر دیا گیا ہے' چنانچہ دیندار دین دار نہیں رہا اور دنیا دار دین داری سے عاری ہوگیا ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ہماری موجودگی میں ہی نہیں' ہمارے دستخطوں کے لیے جمہوریت سے سیاست اور سوشلزم سے معیشت کی بیساکھیاں طلب کرتا ہوا جمہوری آئین نافذ ہوا اور ہم تالیاں بجاتے ہوئے انعام دیتے ہوئے تماش بین بنے رہے۔ ہماری موجودگی میں ہماری باہوں میں باہیں ڈال کر' ہمارا ہاتھ پکڑ کر حاکمیتِ الٰہی کو بندوں کی حاکمیت کے زیردست کر دیا گیا اور ہم واہ! سبحان اللہ پکارتے رہے۔ ہمیں دکھا دکھا کر عرب نیشنل ازم کے دیرینہ شکار مسلمان ممالک کے وسائل پر نئے عالمی نظام کے مقتدر نے اپنی اجارہ داری قائم کرلی اور ہم "فتح مبارک" فیکس کرواتے رہے۔ اسلامی ریاستی بلاک معدوم ہوگیا۔ جمہوری ممالک کی انجمن کی تجاویز زیر عمل آئیں اور ہم نے ہربار تائید میں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت کے نظام کے دعوے ہوئے تو ہم نے خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کر دیا یہ بھی نہ جانا کہ نیا عالمی نظام آئینی طور پر اللہ اکبر سے انکار کا مظہر ہے۔ نہ جانا کہ بندوں کی حاکمیت ہوگی تو قیامِ صلوٰۃ کیوں کر ممکن ہوگا' نہ سمجھے کہ جس ریاست کا

Marfat.com

سربراہ شہریوں کو فقط احکامِ الٰہی کا پابند نہ کروا رہا ہو۔ اسے ریاستِ دینِ اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا' نہ جانا کہ احکامِ الٰہی کا پابند ہو جانا ہی روحِ صلوٰۃ ہے۔ اسی کو قیامِ صلوٰۃ کہتے ہیں یہ بھی نہ جانا کہ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مطالبہ مروجہ آئینی نظام کو یکسر تبدیل کیے بغیر پورا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی نہ جانا کہ غیر اسلامی آئینی نظام کی عملداری میں اسلام کے قوانین نافذ کرنا' دراصل ان کو ناقابلِ عمل و غیر مؤثر ثابت کرنے کا ایک پرُ کارانہ طریقہ ہے۔ اس لئے کہ یوں جمہوری آئین اور اسلامی قوانین یقیناً متصادم ہوں گے اور کلیہ یہ ہے کہ جب کبھی آئین و قوانین میں تصادم ہو تو آئین جیت جاتا ہے اور قوانین کالعدم قرار پاتے ہیں۔

یہ بھی تو نہ جانا کہ اسلام کے نام پر قانون سازی بنیادی توضیحات و توجیہات سے اس قدر عاری ہے کہ "قتل بالعمد" اور "قتل بالنیت" میں امتیاز بھی نہ کیا جا سکا۔ چنانچہ قرار دینے کا سہو بھی ہو گیا کہ متعلقہ قانونِ اسلام میں مستثنیات کا عمل دخل نہیں اور اگر کوئی کسی عزیز کی آبروریزی دیکھ کر اشتعال میں آ کر قتل کر دے تو مروجہ اسلامی قانون اسے کوئی رعایت کوئی استثنا دینے کا اہل نہیں وہ تو بھلا ہو عدالتِ عظمیٰ کا' ورنہ غیرت میں آنا' یا ظالموں سے اپنا دفاع کرنا خلافِ قانون قرار دیا گیا ہوتا۔ تعزیر کہ بنیادی طور پر معذور کرنے کا عمل تھا' سزا دینے کا عمل بنا دیا گیا' قانون کی اصطلاح سے اصلاح چھین کر سزا اس کے سینے پر چسپاں کر دی گئی' حرابہ کی سزا کیا نافذ ہوئی' ڈاکے روزمرہ کا معمول بن گئے' اغواء برائے تاوان والوں نے یوں اپنی علیٰحدہ حکومت قائم کر لی کہ فوج بلائے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ ذاتی اور جماعتی عقوبت خانے کھل گئے' یوں کہ پولیس کی عقوبت کو اپنے پچھاڑی پن پر شرم آنے لگی۔ فقہِ اسلام نے مجرموں کو آئندہ کے لیے جرائم سرزدگی سے معذور کرنے کے لیے جو سنہری اصول مرتب کیے تھے' یکسر نظرانداز کر دیے گئے۔ بے چاری انتظامیہ کے سربراہ نے باربار قسم قسم کی عدالتیں رواج دیں مگر بالآخر بے چارے کو مظلوموں سے ہمدردی جتانے کے لیے جود کو دربدر کرنا پڑا۔ جس کا سرکاری خزانے پر اتنا بار پڑا کہ لاکھوں بے روزگار صاحبِ کاروبار بنا دیئے گئے ہوتے۔

فوج کو بیرونی خطرات سے محفوظ رکھنے کی ٹریننگ لینے کی بجائے اپنے ہی ملک کے جنگلوں میں ڈاکو' لٹیرے اور عادی مجرم تلاش کرنے میں مصروف ہونا پڑا' اس فوجی عمل

Marfat.com

روزانہ کیا خرچ ہو رہا ہے اور کتنی صلاحیتیں مزید مہارتوں سے محروم ہو رہی ہیں۔ کاش کسی کو اس کا اندازہ ہو تا تو آئینی نظام میں ترمیم کی بجائے سیاسی نظام میں ترمیم و تبدیلی کی طرف راغب ہو گیا ہوتا' سیاست اگر اتنی گراں ہو جائے کہ ایک نشست کے انتخاب کے لیے کروڑوں روپے درکار ہوں اور اتنی رقم ایمانداری سے میسر آنے کا کوئی امکان نہ ہو تو ظاہر ہے جو سیاست کار بنا چاہے گا وہ ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنے کی کاروائیوں میں ضرور ملوث ہو گا۔ نتیجہ کیا ہو گا یہی کہ مجرم قانون ساز بن کر معصوم مظلوم معاشرہ پر مسلط ہو جائیں گے۔

قانونِ فطرت ہے کہ یہ سرمایہ جمع کرنے اور اسے گنتے رہنے کا عادی چغل خور یا غیبت کرنے والا ہو گا ہر ایسے انسان کا طرز عمل یوں ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہو۔ چنانچہ یوں اکٹھی کی گئی دولت والے اگر حاکمانِ وقت بن جائیں گے تو وہ حکمرانی مُردہ بھائیوں کا گوشت کھانے والوں کی حکمرانی ہو گی' معاشرے کا سیاسی شعور آنکھیں بند کر کے چُپ سادھ کر لیٹ جائے گا اور خود پر کیفیت طاری کرے گا کہ وہ مر چکا ہے اور حکومت اس کا گوشت کھا رہی ہے اگر یہی کچھ ہونا ہے تو معاشرہ کی بلا سے۔

صدر کا انتخاب ہو یا نہ ہو۔ آئین میں ترمیم ہو یا نہ ہو۔ ترمیم کے لیے دو تہائی اکثریت میسر ہو یا نہ ہو۔ سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت میں صلح رہے یا نہ رہے' وہ گلے مل جائیں یا گلوگیر ہو جائیں' اقتداری رسہ کشی شروع ہو جائے یا سیاست کے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ آٹھویں ترمیم کا بھرکس نکل جائے یا وہ بھرکس نکال دے۔ موٹروے تعمیر ہو یا نہ ہو۔ نئی صنعتیں قائم ہوں یا قائم شدہ بند ہو جائیں۔ صنعتی یونٹ بیمار رہیں یا بذریعہ آپریشن نجکاری صحت یاب ہو جائیں' انصاف برائے دہشت گردی ہو یا دہشت گردی سے انصاف ہونے لگے' زرِ مبادلہ کے ڈھیر لگ جائیں یا ڈھیر ہو جائے' بے چارے معاشرہ کو کون سا زندہ رہنا ہے کہ اخبارات کی شہ سرخیوں میں تقدیر شاہ پڑھتا رہے' اس کا تو آج کے شاہوں کی سیاست سے اتنا ہی تعلق رہ جائے گا جتنا اغوا ہونے سے پہلے سیر کناں جوڑے کا مقبرۂ جہانگیر سے ہوتا ہے' کسی درخت کے تنے پر اپنا نام کندہ کر دیا۔ اس کونہ میں بوس و کنار کر لیا' اس روش پر چٹکی بھرلی یا تھوڑا سا گنگنا لیا۔ دن تانک جھانک میں گزار لیا' رات فرقت میں بسر کرلی۔

Marfat.com

سوچنے کی بات ہے اگر صدر نے کہہ دیا آئندہ کے لئے آٹھویں ترمیم مجھے بھی پسند نہیں تو کیا جواب ہو گا۔ اگر یہ پوچھ لیا کہ جن کو آٹھویں ترمیم پسند نہیں وہ اس کے استعمال کا دو سال سے کیوں مطالبہ کر رہے ہیں' اگر یہ سوال اٹھا کہ جن کا موقف یہ ہے کہ موجودہ اسمبلی بوگس ہے' دھاندلی کی تولید ہے انہیں کیا حق ہے کہ اسمبلی کا آٹھویں ترمیم سے متعلق کوئی فیصلہ قبول کریں یا اس کو مؤثر قرار دے لیں۔ اگر یہ طنز کر دی گئی کہ آٹھویں ترمیم میں مجوزہ ترمیم ایوان کی دو تہائی اکثریت سے منظور کروا سکو تو کروا لو۔ صدر پھر بتائیں گے کہ ان کا ردعمل کیا ہو گا۔ اگر کسی نے دریافت کیا کہ جس آئین میں فردِ واحد قوم کی منتخب شدہ اسمبلی کو اپنی صوابدید سے ختم کر سکتا ہو' وہ کس اندازہ سے' کس قسط سے جمہوری آئین ہوا۔ ایسی آئینی جمہوریت آمریت نہیں تو اور کیا ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ آئین کی آمریت کو جمہوریت کا درس دے۔ اس کی آمریت کی بجائے جمہوریت لانے کی راہیں نکالے۔ اگر یہ حق استعمال کرنے کی بدعت روا رکھی جائے تو کیا آئین کی "سب ورشن" نہ ہو گی۔ اسے آئین کی نوعیت بدلنے کا اقدام نہیں کہا جائے گا یا پھر جس کسی نے آئین میں آٹھویں ترمیم داخل کی' کیا اس نے آئین کی نوعیت نہیں بدلی۔ اسے خالص پارلیمانی کی بجائے زیادہ صدارتی اور کم پارلیمانی نہیں بنایا۔ جمہوری آئین کو مارشل لاء نواز نہیں بنایا۔ مارشل لائی اقدام کا محافظ نہیں بنایا تو قوم آخر اس فردِ واحد کی آئین کو دی گئی کون کون سے سزاؤں کو جھٹلائے گی اور پھر اس اسمبلی کے ارکان کو کیا لقب دے گی جو آٹھویں ترمیم کو آئین کا حصہ بنانے کا موجب ٹھہری۔ اس کا موقوف کیا جانا تو مان لیا' غلط تھا' اگرچہ بحال کیا جانا نامناسب تھا مگر اس اسمبلی کا ایک متفقہ سیاست کے آئین کے رُخِ زیبا پر آٹھویں ترمیم کا میک اپ کر کے موجود حلیہ بنانا کہاں تک جائز' بہتر اور صالح تھا۔

پھر یہ کون سی جمہوریت کی سیاست ہے کہ صدرِ مملکت اور سربراہِ حکومت کو ہمہ وقت سیاسی اکھاڑے میں رکھا جائے۔ وہ ہر وقت لنگوٹے باندھے' ہتھ جوڑی کے لئے ہی تیار رہیں۔ کبھی وہ اتفاق سے جیت گیا' کبھی وہ اتفاقاً جیت گئے۔ یہ کہاں کی سیاست ہے کہ کبھی سربراہِ مملکت کو منعم تو کبھی مغضوب قرار دے دیا اور کبھی یہی عمل سربراہِ حکومت کے لئے روا رکھنے کی سیاست کا صراطِ مستقیم قرار دے دیا۔ لوگو! آؤ نزولِ دانش

Marfat.com

کے اس مہینہ میں خلوصِ دل سے دعا کریں کہ اللہ معاشرہ کو ان اقتداری رقابتوں سے نجات دلا کر فکر و عمل کی یکسوئی عطا کرے اور وہ دن لوٹ کے نہ آئیں کہ حضور صدر ہوں تو جملہ اختیارات صدر کے پاس، وہی وزیرِاعظم بن جائیں تو صدر کی بے چارگی فضل الٰہی کہلوائے۔

۳ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ترمیم کہیں موجبِ تعزیر نہ ہو"

"راہے راہے جاندی اے مُیارے نی۔ کنڈا اچُھا تیرے پیر گورئیے نارے نی"۔
یہ وہ گانا ہے جس کی دُھن اس وقت بجائی گئی جب عبدالحفیظ پیرزادہ کی سربراہی میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے نفاذ کا تقریبی جلوس اسلام آباد کی سڑکوں پر رواں تھا۔ علم تصوف کا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ خدا خیر کرے۔ ایسی دُھن بازی کا یہ کون سا موقع تھا۔ قدرتِ خدا کہ یہی دھن اس آئین کی تقدیر بن گئی۔ اس کی عمل داری میں سیاست کی راہ میں کانٹے بچھتے ہی چلے گئے۔ آئین کیا نافذ ہوا بے چاری الھڑ سی سیاست کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا' دین جمہوریت و سوشلزم کا محتاج ہو کر نامکمل قرار پا گیا' قراردادِ مقاصد بے مقصد ہو گئی' بندوں کی حاکمیت نے اللہ کی حاکمیت سنبھال لی۔ آئینی طور پر عوام طاقت کا وہ سرچشمہ قرار پائے جس نے بندوں کے خدا بن جانے کی حرص و آز کی آبیاری کی۔ سیاست کی ایڑی میں یہ کانٹا مزید دھنسا تو مارے درد کے اس کا چلنا دوبھر ہو گیا۔ بے چاری نے یوں دم سادھ لیا' جیسے وقتِ جانکنی آ گیا ہو۔ پاؤں کی درد ذرا کم ہوئی ہی تھی کہ کوئی نامعلوم سا کانٹا حلق میں چبھنے لگا یوں کہ سانس تک لینا دشوار ہو گیا۔

بنیادی حقوق قانون کی یک طرفہ پابندیوں میں جکڑ دیئے گئے' آبادیاں شہرِ خاموشاں کا منظر پیش کرنے لگیں' قومی اسمبلی نے اپنے ارکان کا اٹھا بٹھا کر باہر پھینکے جانا مسکرا کر دیکھا۔ مارشل لاء کے ضوابط کی حاکمیت "ڈیفنس آف پاکستان رولز" نے سنبھال لی۔ فوجی عدالتوں کی بجائے خصوصی ٹریبونل شہری آزادی کو پریڈ کروانے لگ پڑے۔ حلق تھوڑا سا تر ہوا ہی تھا کہ زبان کانٹا ہو گئی۔ ہوتے ہوتے مصنف تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا اور تصنیف معطل کر دی گئی۔ یہ قومی نہیں بین الاقوامی راز ہے کہ یہ آئین منسوخ کیوں نہ ہوا۔ اس میں کوئی آبِ حیات پلائی ہوئی لافنا پنہاں تھی یا اس کا اصل مصنف اتنا طاقتور تھا کہ نہ صرف چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو اسے منسوخ کرنے کی

Marfat.com

جرأت نہ ہوئی بلکہ اس نے اپنے ہونے والے وزیرِ اعظم کو پہلے سول چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہونے کی تعلیم دلوائی پھر صدر بن جانے کی اور بالآخر آئین کو مکمل آمریت کا تربیت کنندہ بنا دیا جس نے اس آئین کو معطل کیا۔ سالہا سال اس کا اقتدار بلا روک ٹوک عیش کوش رہا اور جب تک "عالم دوبارہ نیست" کا گھڑیال نہ بجا یہ گرجتا برستا رہا۔ بحال ہوا تو یکے بعد دیگرے دو وزرائے اعظم کا اقتدار منہ کے بل گرا دیا گیا۔ ہرچند کہ وہ چلاتے رہے کہ ہم وزیرِ اعظم کہاں ہم تو اعظم کے وزیر ہیں۔ یوں جان لو مارشل لاء وردی اتارے' بنیان پہنے' توانائی بحال رکھنے کے لئے پی ٹی کر رہا ہے۔ حکومت مارشل لاء کی "انفورسمنٹ" نہیں مارشل لاء کی "ایکسرسائز" ہے یا یوں سمجھ لو۔ فوجی دستورِ عمل رخصت پر گھر آیا ہے چونکہ "ایکٹو ڈیوٹی" پر نہیں ہے اس لئے سادہ کپڑوں میں ہے' وردی میں نہیں۔

دو وزرائے اعظم کے بعد ایک تیسرا لایا گیا۔ ہرچند کہ سیاست کا لے پالک تھا مگر اس کی نوائے قیصری' سازِ عسکری کی محتاج تھی اس ہی لئے اپنے تقرر کنندہ یعنی سربراہِ مملکت سے اس کی گاڑھی چھنتی تھی۔ دونوں ایک جان دو قالب گردانے جاتے تھے۔ یہ متصور اتنے اہتمام سے لایا گیا کہ گمان ہوا بار بار لایا جائے گا کہ اتنا تابع فرمان بے زبان اور کوئی نہ ہو سکے گا مگر اس بار بھی اچنبھا ہو گیا اور اختیارات کی وسعتوں پر برہمی کی افواہیں گشت کرنے لگیں۔ ہوتے ہوتے بالآخر اختیارات کھل کر ایوان ہائے اقتدار کے صدر دروازوں تک آ گئے۔ حالات و واقعات بڑبڑانے لگے۔ ہمیں فقط نام کا وزیرِ اعظم ہونا پسند نہیں۔ ہم کوئی شاہِ انگلستان نہیں ہیں' نظام جمہوریت کے وزیرِ اعظم ہیں اور عوام کی طاقت کے سرچشمے سے سیراب کئے گئے ہیں یہ جو ہم روز بروز کسی نہ کسی گاؤں میں اترنے لگے ہیں یہ ہماری طبع کی نہیں ہمارے اقتدار کی تفریح ہے۔ اب تو اقتدار کے صدر دروازوں سے ایک دوسرے کے اختیارات کو ہلکی پھلکی آواز میں للکارنا بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

کون جانے بات بڑھتے بڑھتے قیامت کی سیاست تک جا پہنچے' گڑھے مُردے اٹھ کھڑے ہوں اور للکارنے لگیں۔ حساب لینے آئیں ہیں' یقین نہیں آتا کہ خالق و مخلوق میں واقعی چپقلش پیدا ہو چکی ہے جس کے جدید آثار دکھائے جا رہے ہیں بلکہ شک گزرتا

Marfat.com

ہے کہ یوں منہ آنا محض دکھاوے کے لئے ہے۔ ملی بھگت سے کوئی نیا جال کسی اور کے لئے بچھایا جا رہا ہے۔ اگر آئینی ترمیم کی کوئی گانٹھ زیادہ کسی گئی ہے یا اس کی کسی کمی بیشی پر کوئی بدمزگی ہو گئی ہے تو گھر کا معاملہ گھر میں ہی سلجھا لینا چاہئے تھا۔ ذرا نمک کا کم و بیش ہو جانا محض اتفاق ہوتا ہے' باعثِ طلاق نہیں ہوتا۔ بظاہر تو ایسا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا کہ صدر اپنے موجودہ یا آئندہ عہد میں اسمبلیوں کو برطرف کرنے کا اختیار استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں نہ ہی اختیار ایسا ہے کہ بلاجواز مچلتا رہے اور پھر سیف اللہ نہ بھی سہی' عدالتِ عظمیٰ تو ہے۔ پھر یکایک آئین میں ترمیم کی کسی نادان کو کیا سوجھی بالخصوص جب آئینی طور پر ملک کے چیف ایگزیکٹو ہونے کے صدر نے اپنے بے نیاز ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کاروبار کے قواعد کے تحت اپنے تمام انتظامی اختیارات وزیرِاعظم کو تفویض کر دیئے ہیں اور یوں تفویض شدہ جملہ اختیارات مکمل آزادی سے موجیں بھی اڑا رہے ہیں۔

وہ کون سی بات تھی جو صدر کی نیت پر شک کا باعث بنی۔ کہیں صدر کی پیشانی پر بل آ گیا یا کوئی اپنی دن رات کی بے طرح غلامی سے تنگ آ گیا کہ وزیرِاعظم بھی کہلواؤ اور کبھی اس در پر عرض کرو کہ حکم حضور سے آگاہ کیا جائے۔ کبھی اس در پر منتیں کی جائیں کہ حضور ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ دستِ شفقت کے لئے سر ہمہ وقت حاضر ہے۔ کبھی کبھار اگر کسی نے کوئی وِ ہسل بجا بھی دی تو بھی نوبت آئین میں ترمیم کروانے تک کیسے پہنچ گئی۔ رہا یہ اندازہ کہ کسی کی تعیناتی نے بددلی پیدا کی اور اندر کے محوِ خواب نے بڑبڑاتے ہوئے طعن دے دی کہ آپ وزیرِاعظم ہیں یا آپ کی "و" محض دکھاوے کے لئے ہے۔ محض زائد ہے۔ اصل میں تو آپ زیرِاعظم ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ محض اندازہ ہی ہو اور ہو سکتا ہے واقعی کچو کا لگا ہو۔ ایسا کہ آٹھویں ترمیم سے پہلے کا وزیرِاعظم یاد آنے لگا ہو اس محوِ خواب کا یوں بیدار ہو جانا معجزہ ہی ہے۔ عام طور پر تو یہ شے جائے تو پھر جاگتی ہی نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ جو ہواؤں میں اڑ رہا تھا اس کچوکے کی وجہ کیچڑ میں لت پت ہو گیا ہو۔ اچھی بھلی چارپائی پر بیٹھا اپنی رعایا کا یہ راعی کسی کا دکھ سن رہا ہو کہ نگاہوں میں مارے جاتے "سلیوٹ" ایڑیاں بجانے لگے ہوں جیسے کوئی ڈائریکٹ حوالدار تصور ہی تصور میں بحال ہو گیا ہو۔ طبیعت میں رعنائی تو تھی ہی اتنی

Marfat.com

جس سڑک پر سے بھی گزر جاتا وہ گھر کو لے جاتی ہو یا فارم کو' اس کا مزاج بھی اپنی طرح شاہانہ بنا دینے کا حکم صادر ہو جاتا۔ بس جس پر نگاہ اٹھ گئی کھڑے کھڑے بارو زگار کر دیا۔ ادھر ادھر کے ٹٹ پونجئے سیاست دار ہی نہیں بنا ڈالے کلیدی عہدوں پر بھی سرفراز کر دیئے جس کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا وہ کعبہ کا منات بھی نہ بنایا جا سکا تو بھی آزر کے بت خانہ کا کلھاڑا بردار صنم ضرور بنا دیا۔ صوبہ کا مقتدر اعلیٰ تھا تو اپنے صوبہ کو سیاست کا بینک بنائے رکھا اور مرکزی سیاست کا ایک بھی چیک کیش نہ ہونے دیا۔ کبھی کہہ دیا دستخط نہیں ملتے کبھی کہہ دیا کھاتے میں گئی رقم ابھی کافی نہیں۔

مرکز قبضہ میں آ گیا تو پوری سٹیٹ کو بینک بنانے کا بیڑا اٹھا لیا اور دنیا بھر میں سرمایہ کاری کی دعوت پھیلا دی۔ صنعتوں کی وہ سیل لگائی کہ بدلتے ہوئے موسم بدل گئے اور قانون سازوں کی رالیں ٹپکنے لگیں۔ بے زری کے مارے وہ لوگ جو آسمان کی طرف دیکھتے اور "یا مالک" پکارتے تھے' مل مالک ہونے کے تمنائی ہو گئے۔

کرنا خدا کا یہ ہوا کہ سیاست پہلے پیشہ بنی پھر تجارت بن گئی اور پھر صنعت کہلانے لگی۔ تمام تر کاروبارِ حکومت کاروبار ہو کر رہ گیا' ہر سرکاری قلم منافع تحریر کرنے لگی' رشوت کے کالم حذف کر دیئے گئے' مالِ حرام نذرانہ کہلانے لگا یا پھر شکرانہ۔ کسی دن ہیلی کاپٹر میں خرابی کی وجہ سے کسی اجاڑ جگہ لینڈ کرنا پڑا اور کرایہ کی گاڑی میں سفر کے بغیر چارہ نہ رہا تو کرایہ کی ٹیکسیاں چلوانے کا خیال آ گیا پھر کیا تھا اتنی ٹیکسیاں دوڑ پڑیں کہ سڑکیں پیلی نظر آنے لگیں۔ آگے آگے ٹیکسیاں پیچھے پیچھے قرضہ کی ماہانہ اقساط۔ ٹیکسیاں پٹرول سے چلتی ہیں' قرضہ بے چارہ کاغذوں کے سہارے رینگتا ہے۔ کسی دن ہر کوئی "وہ ڈوب گئیں" پکار کر رہ جائے گا۔ زمینیں بانٹنے پر آئے تو جنہیں صدیوں سے قبر بھی مانگ کر بنانا پڑتی تھی قطعات کے خسرہ نمبر ان کے روبرو ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے کہ اے نئے مالکو! آج سے ہم بس تمہارے ہی ہیں چاہے تو ہم پر خود چلو چاہے ہم پر ہل چلاؤ۔ کوئی دن جاتا ہے کہ تمہیں ٹیوب ویل سیراب کریں گے تمہاری دھرتی پر ٹریکٹر ہی ٹریکٹر چلیں گے کسی سڑک کو شکستہ دیکھ لیا تو یک لخت حکم صادر ہوا کہ جو کم از کم چھ رویہ نہ ہو کوئی مت کہے کہ یہ بھی سڑک ہے' سڑکوں کو اتنا کشادہ کر دو کہ آج کی یہ سڑکیں پگڈنڈیاں کہلانے لگیں۔ رعایا کے آنے جانے کے لئے موٹر وے ہونا چاہئے جن کے کنارے اس طرح

Marfat.com

کارخانے ہی کارخانے ہوں جیسے انگریز کے دورِ حکومت میں درخت ہوتے تھے۔ طبیعت کا یہ شیر شاہ سڑکوں کی ترمیم کے علاوہ اگر آئین کی ترمیم پر بھی آمادہ ہو گیا ہے تو ظاہر ہے آئین کی کسی شاہراہ پر بھی کوئی رکاوٹ اس کے آڑے آئی ہو گی چنانچہ وہ رکاوٹ جان لے کہ اب اس کی خیر نہیں۔ رعایا کو تو اس رکاوٹ کا پتہ نہیں مگر رکاوٹ کو تو معلوم ہی ہو گا۔ لہٰذا بہتر ہو گا کہ ازخود ہی ہٹ جائے۔ اس انتظار میں نہ رہے کہ دو تہائی اکثریت ہو گی تو ہٹوں گی۔

دو تہائی کی جو لاگت گزشتہ دنوں سرحد کے منفی خاں کے لگائی ہے وہ تو کسی کے جوتوں کی خاک کے بھی برابر نہیں پھر ان کی شیر شاہی کوئی صدیوں پرانی شیر شاہی نہیں کہ سڑکیں بنوائیں تو یہاں وہاں سرائیں بنوا لیں۔ سڑکیں تجارت کے لئے بنائی جاتی ہیں' استراحت کے لئے نہیں۔ سڑکوں کے کنارے اتنی فیکٹریاں لگائی کہ قریہ قریہ پر پرانے وقتوں کے مانچسٹر کو رشک آنے لگے لیکن اگر یہ ترمیم جمہوری ممالک کی انجمن کے سربراہوں کے اشارے پر کی جا رہی ہے تو پھر اے دنیائے اسلام! السلام علیکم اور نظریۂ پاکستان وعلیکم السلام و الوداع۔ اگر اس ترمیم کی تجویز پر رسّہ کشی ہونا ہے' اس کے حامی مخالف افراد کے ہینڈز اَپ ہونے ہیں تو پھر اے آئینِ ترمیم بردار۔ جا! تو اس اللہ کے سپر جس کی حاکمیت میں تیری شرکت شاید فطرت کو ناگوار گزر گئی ہے ورنہ جو شخص اسلام او جمہوریت کا اتحاد کروا سکتا ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ سربراہِ مملکت و سربرا حکومت کا اتحاد برقرار رکھے۔

قیمتوں کا ایک اعتراض یہ بھی کہ بااختیار حکمرانی کے لئے کوئی نووارد سیاست تجربہ کہاں سے لائے گا جو میکاولی سیاست کی اہم شرط ہے جو سرجری و قصابی میں امتیاز بھی اہل نہ ہو۔ میکاولی سیاست تو اسے اپنا کارندہ کبھی نہیں مانتی۔ یہ بھی رقیبوں کی بھو ہے جو پُرکاری ایم کیو ایم کو ٹھکانے لگانے میں دکھائی گئی جو گرگ اس کی داد نہ دے ہرگز جہاں دیدہ نہیں۔ غیروں سے کس طرح چھینا' گلے لگاتے ہوئے کس طرح محبت خلوص کا مظاہرہ کیا' کس طرح تمام رازہائے سربستہ حاصل کئے' کس طرح اور کس بہا فوج کو بلایا' کس انداز سے تمام کس بل نکلوائے' گھر سے ہسپتال بھجوایا۔ وہاں سے د جہاں سے وہ چاہیں تو خبر تک نہ آنے دیں۔ پھر کمال دیکھو جو ان کے تھے ان میں سے ا

Marfat.com

ان کے ہیں منتیں کرتے ہوئے مراعات مانگتے ہوئے اور انہیں دیکھو وہ آج بھی ہیں ناز دکھاتے ہوئے' حکومت کرتے ہوئے' انصاف کو گھر گھر لے جاتے ہوئے' ظالموں کی جائے واردات پر جاتے ہوئے 'اپنی مقبولیت کی تشہیر کے جھنڈے گاڑتے ہوئے۔ پھر اس ایک اور جماعت کو دیکھو جس کو اپنی پُرکاری سیاست پر کتنا ناز ہوا کرتا تھا کہ جب دیکھو پُرکار سیاست کی خوشدامنی کا رتبہ جیسے ان کے نام ازل سے تحریر ہو۔ کس طرح یہ خوشی خوشی "ہمارے" اتحاد کے چنگل میں آئی دو چار نشستیں زیادہ مار گئی تو کیا ہوا۔ "ہم" نے جان بوجھ کر' قصداً وہ ناز اٹھائے' یوں نخرے دیکھے کہ رام ہو کر اس نے اقتدار کے پھیرے "ہمارے" ساتھ لگوا دیئے۔

پھر وہ فطرت شناسی سے مظہر ہوئی کہ محترمہ خود ہی ناک منہ چڑھاتی ہوئی واپس اپنی دہلیز پر گئی مگر یہ راز افشا ہو چکا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کہاں ہے اور اس کے مُہرے کتنے ہیں چنانچہ یونیورسٹی میں قیامِ امن کی ٹھان لی گئی اور فیصلہ ہوا کہ وہاں آئندہ "ہماری" مرضی کا ون وے ٹریفک ہو گا۔ یہ مار دھاڑ' یہ پکڑ دھکڑ اور دیگر تمام کاروائیاں اس جماعت کی سیاست کا "منکا" نہ توڑ دیں تو کسی کے ہاتھ کی مضبوطی پر شک کرنا آٹھویں ترمیم یاد آئے نہ آئے چھٹی کا دودھ بہرطور یاد آتا رہے گا۔ ریڑھ کی ہڈی کام کی نہ رہی تو اللہ کے لئے قیام ناممکن ہو جائے گا اور سجدہ "ہم" قبول نہیں کریں گے۔ تمام سیاسی للکارے چیخوں میں بدل جائیں گے اور ہائے ہائے کے سوا ان کی سیاست کے پلے اور کچھ نہیں رہے گا۔

رہا افغانستان میں سیاسی عمل دخل' یا کشمیر سے جذبات کا کھیل۔ یہی کھاتے کھولنے کی دیر ہے ساری سیاست چاروں شانے چت ہو جائے گی۔ آٹھویں ترمیم پر ہر کسی کا موقف واضح ہو لے تمام ادھار چکا دیئے جائیں گے۔ ہر کسی پر "ہمارے" اقتدار کا قرض ہی واجب ہو گا۔ یہی دیکھ لو! وہ کس ہوشیاری سے اس تحریر کی روانی ہی روانی میں اس طرح غائب سے حاضر' وہ سے "ہم" ہو گئے ہیں۔ اگر اس طرح وہ آسمان سے اتر کر مظلوموں اور ناداروں کی مسیحائی کرتے رہے تو تنِ تنہا اس قابل ہو جائیں گے کہ آئندہ انتخابات کے نتائج کو اپنی رضا سے راضی کر لیں۔ فطرت نے کسی لغزش کی سزا میں اگر آٹھویں ترمیم کو اس لئے متنازعہ بنا دیا ہو کہ اے! خود سر انسانو۔ تم نے جس آئین کو

Marfat.com

میری شریعت سے بھی بالاتر قرار دیا وہی آئین تمہاری زیردستی کا باعث ہو گا۔ تمہارا اتحاد' تمہاری لیگ' تمہاری حاکمیت' تمہاری اہلیت ہی کیا۔ تمہارا سبھی کچھ متنازع ہو جائے گا۔ ہر سو تضاد ہو گا' ہر جا تصادم ہو گا۔ کوئی بھی مدِمقابل نہ ہُوا تو اپنے ہی آئینوں سے ٹکرا کر اپنی پیشانی داغدار کر لو گے۔ ہر مغضوب کا ہر گم کردہ راہ کا یہی مقدر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہی ہاتھوں سے' اپنے ہی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو عبرت کا نشان بنا کر تاریخ میں یوں تحریک ہو جاتا ہے کہ تاریخ کی زبان بھی کانٹا ہو جاتی ہے۔

۵ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

گمراہوں کے راہی اور ان کا مقدر

آٹھویں پہر' آٹھویں ترمیم کا چرچا' صدارتی اور وزارتی اختیارات کے حصول و
برم حصول کا دن رات کا ماتم' سیاسی اور معاشرتی اجتماعی آبروریزیاں' امن کے محافظوں
ں قانون شکنیاں' تشدد و عقوبت آمیز وارداتیں' انسدادِ دہشت گردی کے لئے دہشت
ردیاں' کم سنوں اور جوان سالوں کا اغواء' رشوت خوریاں' ڈاکٹروں اور ڈرائیوروں کی
پرواہیوں کے باعث متعدد اموات' سربراہِ حکومت کی لٹے ہوئے گھرانوں اور اجاڑی
لی آبادیوں کی سیرو سیاحت' حکومت اور مملکت کے سربراہوں کا تعلقاتِ عامہ کے
انے سیاسی مویشیوں کی نیلام گاہوں میں اسٹاک ایکسچینج یعنی تبادلۂ مال و متاع' فلموں کی
ٹی' منشیات فروشوں کی سیاسی عیاشی' انتظامیہ کی دہشت نوازی مقننہ کی اقربا پروری'
ل بالقسط کی انتظامی جراحت' اخباری دنیا کی بے خبری' برقی ذرائع ابلاغ کی تشہیر بازی'
لستان کے مظلوم و محبوس شہریوں کے قلب و ذہن پر ایک مسلسل اور متواتر عذاب کی
ورت مسلط ہے۔ تبصرہ نگار بے چارے ان وارداتوں کی حکایاتِ خون چکاں لکھتے لکھتے یا
"فری لانسر" ہو گئے ہیں یا پھر کسی ڈانسر' کسی گلوکارہ' کسی اداکارہ کی بے نکاحی فن
اریوں کا کھوج لگانے میں لگ گئے جو زیادہ ہی "فری" ہو گئے۔ وہ وہاں ہیں جہاں سے بجز
ملاقات خاص کوئی خبر نہیں آتی۔ بغیرِ اجازتِ صیاد درِ قفس بھی وا نہیں ہوتا' نہ ہی ممکن
ہوتا ہے کہ تانک جھانک کریں۔ اشاروں ہی اشاروں میں حالِ دل دریافت یا بیان ہو
سکے۔

دراصل آٹھویں ترمیم کے واسطہ سے خالق لم یزل اور اس کی حاکمیت کے رقیب
خالقِ نظامِ عالمِ نو کی آپس میں ٹھن گئی ہے اور نظامِ عالم سے بے خبر ہمارے سربراہانِ
مملکت اور حکومت بے بنیادوں کے مہرے بنے' اپنے پیاروں کو مخالف شاہوں اور
وزیروں پر ٹوٹ پڑنے کے اشارے دے رہے ہیں۔ جو مال بنا چکے' وہ ایک کا مال ہیں اور

Marfat.com

جو مال سے خوفزدہ ہیں وہ دوسرے کے ساتھ ہیں۔ کسی کو بھی ادراک نہیں کہ مملکت حکومت اگر متصادم ہو جائیں تو معاشرت کی تباہ حالی مقدر ہو جایا کرتی ہے۔ ایک تہائی اکثریت کے لئے کوشاں ہے تو دوسرا اس امید سے ہے کہ ایک تہائی کی حمایت حاصل ہو گئی تو دوسرا اپنے سے منہ کے سوا اور کیا لے سکے گا۔

آئین کی ترمیم کے لئے دو تہائی اکثریت کا ایک رائے ہو جانا بظاہر تو ممکن نظر نہیں آتا البتہ اگر نیت خفی یہ ہو کہ صدر کے انتخاب کی گھڑی آنے سے پیشتر ہی وزیراعظم صدر کو قومی اسمبلی کو ختم کرنے اور مقررہ مدت کے اندر انتخابات کے لئے ہدایات فرما دیں گے تو صدر کے پاس ان ہی کی نگرانی میں نئے انتخابات کروانے کے سوا کیا چارہ رہ جائے گا۔ اتنے بااختیار صدر کو یہ مشکل آن پڑی ہے کہ اگر اسمبلی صدر کے انتخاب سے پہلے توڑتے ہیں تو ان کی کاروائی مخاصمانہ کہلائے گی اور اگر بعد میں توڑتے ہیں تو منتقمانہ۔ اتنے بااختیار کا یوں لاچار ہو جانا زمانے نے کم ہی دیکھا ہو گا۔ کسی بااختیار نے لاچار ہو کر پاؤں پر کلہاڑا یوں کبھو مارا ہو گا۔ فطرت جب اپنا انتقام لینے پر آ جائے تو بندوں کو یوں ہی بے بس کر دیا کرتی ہے۔ آج کے سیاسی حالات کی کج روی کا اصل باعث وہ منافقت ہے جو حکومت نے اکٹ میں روا رکھی کہ شریعت لاکھ بالا دست ہو مروجہ نظامِ حکومت پر مؤثر نہ ہو گی گویا مروجہ آئین شریعتِ الٰہی پر بالا دست ہو گیا یعنی آئینی طور پر عقلِ انسان دانشِ الٰہی کے تابع نہیں ہو گی' کاروبارِ حکومت انسان ساختہ آئین کی رضا کے مطابق رائج رہے گا۔

ربوٰ' لاکھ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ کے مترادف ہو' خداداد و بندگان ساز اسلامی جمہوری ملک کی معیشت کا راہنما رہے گا۔ شرع شریف سے آزاد ہو گی۔ فرقہ بندی کا الحاد جاری و ساری رہے گا۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود انسانوں کی متعین کی ہوئی تعزیر کا اشتراک کر دیا گیا۔ گویا ہم نے اپنے متعین کی ہوئی تعزیر کا اشتراک کر دیا گیا۔ گویا ہم اپنے الٰہِ واحد' لاشریک قانون ساز' یعنی اللہ سے زیادہ عقل مند کارساز ہونے کے مدعی بن گئے۔ نعوذُ باللہ جو اللہ کی نظر سے چُوک گیا وہ ہمیں نظر آ گیا۔ جو فرد یا معاشرہ اس سہو کا مرتکب ہو فطرت اسے اس کے اپنے ہی دام میں گرفتار کر کے حالات کی پسماندگی کے ذریعہ یوں جکڑ لیا کرتی ہے کہ روئے تو ہر طرف ہنسی

Marfat.com

کا شور سنائی دینے لگے اور ہنسے تو سارے ماحول میں آہیں بکھر جائیں چنانچہ ہمارا وہ آئین جسے ہم نے شرعِ الٰہی سے بالاتر قرار دیا تھا اپنے دانت دکھا رہا ہے اور کیا راعی' کیا رعایا' کیا معاشرہ' کیا حکومت سبھی اپنی اپنی تیغ جانستان رگِ جان پر ٹکائے ہوئے اقدامِ خودکشی کو محرک کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ مملکت کے سربراہ بضد ہیں کہ میں اپنی ہی بلی کو میاؤں نہیں کرنے دونگا۔

حکومت کے سربراہ اپنی راہوں کو ہموار کرنے کے لئے' راہوں میں پڑے بے سُدھ سیاست کارواں کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ اٹھو وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی' اٹھو کہ کوئی چال قیامت کی چل گیا۔ حالات جن کا ایوانِ حکومت پر پہرہ ہے طعنہ کناں ہیں تم آٹھویں ترمیم کی کہتے ہو تمہیں آئین کو اس تک کی آٹھویں ترمیموں سے آزاد کرنا ہو گا جو باقی رہ جائیں گی۔ ازخود معطل قرار پا جائیں گی اگر ڈٹ گئیں یا اٹک گئیں تو تمہاری سیاست دانی عدالتوں کے نام بدلے ہوئے پائے گی جس معاشرہ میں تلوار اور قلم میں محاذ آرائی برپا ہو جائے وہاں تاریخ کے لئے فیصلے تحریر کرنا بھی دشوار ہو جایا کرتا ہے اور اگر تاریخ بضد ہو کر فیصلہ تحریر کر دے تو وہ قلم ہو جانے کے سوا اگر کچھ اور کبھی ہوا بھی ہے تو وہ صرف یہ کہ آئندہ نیا باب نئے عنوان سے تحریر ہو گا۔ آئندہ کی حکایت خونچکاں ہو گی اور حال کے ہاتھ قلم ہوں گے۔ اللہ کی حاکمیت کے منہ آنے والوں کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ جس سرچشمہ سے وہ آبیار ہو رہے ہیں وہ تو تضادات کا مجموعہ ہے۔ یک سوئی و یک رنگی سے عاری ہے نہ صدارتی ہے نہ پارلیمانی' اس کا وفاق بے وفاق ہے' صوبے خودمختاری مانگتے ہیں' مرکز مضبوطی و توانائی کا طالب اور خود سری کا خواہاں ہے۔ پارلیمان مجلسِ شوریٰ کہلاتی ہے مگر قانون ساز ہے اسے خود مختاری اور اقتدارِ اعلیٰ کا زعم ہے مگر فردِ واحد جب چاہے ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ مملکت آزادی کی مدعی ہے مگر آزادی کسی کا بھی مدعا نہیں ہوتا تو جانا ہوتا کہ حاکمیت اسی کی ہوتی ہے جس کے احکام یعنی قوانین نافذ ہوں۔ قانون اگر آج تک اس انگریز کے نافذ ہوں غلام بنائے رکھنا جس کا مدعا تھا تو مملکت اس کی حاکمیت سے کیوں آزاد ہو گئی۔ جانا ہوتا کہ آزاد ہونا اور دست نگر رہنا ایک ایسا ضمیر کش تضاد ہے جو شعور چھین لیتا ہے اور ایک ہاتھ میں لاٹھی دوسرے میں کاسہ تھما دیتا ہے کہ لو معاشرتی بیمار بن کر اکڑوں ہو کر کھانستے رہو اور مانگتے

Marfat.com

رہو۔ جانا ہوتا۔ کہ جن بنیادی حقوق کو آئینی تحفظ حاصل ہونا چاہیے' آئین انہیں ہی قانون کے تابع بنادے تو وہ گویا دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کو آئین پر بالادست قرار دینے کے مترادف ہوگا۔

عدالتیں لاکھ تحفظ چاہیں' انتظامیہ کے کس کس اختیار کی تکذیب کریں گی جس آئین کی پارلیمان ہو' کابینہ ہو اس کے وزراء ہوں' ان پر اکثریت کا معتمد وزیرِاعظم ہو مگر وہ انتظامیہ کا سربراہ نہ ہو' اسے ایوانِ صدر کا گدائے بے نوا نہ کہیں یا خوشہ چینِ دستر خوانِ اختیاراتِ آئین قرار نہ دیں تو کیا کہیں۔ یہ اور ایسے ہی اَن گِنت تضادات جن کا ذکر اس وقت اس لئے مناسب نہیں کہ جلے دل کے پھپھولے اگر یکبار پھوٹ گئے تو ڈر ہے بے دلی نہ آ دبوچے۔ یہ تضادات اور ان کے اثرات و نتائج آج نام نہاد سیاست کاروں کی دانست میں اس لئے نہیں آئیں گے کہ ان کی اکثریت سیاست کی نہیں آمریت کی خلق شدہ ہے۔ کوئی انکار نہیں کر سکے گا کہ آج کی مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی ہر دو اپنی اصل میں عسکری آمریت کی تخلیق ہیں۔ کسی بابا آدم کو سکندر مرزا اور ایوب خان نے ڈھونڈ نکالا تو کوئی ایک دوسرے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی دریافت ہے اتفاق سے سیاست کے اس نئے کولمبس سے دنیائے سیاست کو جو امریکہ دریافت ہو گیا اس کی مٹی سے ایک نیا آدم ڈھال دیں تو اسے آج کا سربراہِ حکومت قرار دینا بے جا نہ ہوگا۔ ایک وقت تھا کہ حسینؓ آئینِ اسلام کی خلاف ورزی پر مجسمۂ احتجاج بن کر کربلا گئے اور واپس نہ آئے۔ ایک وقت آیا کہ فاطمہ نے آمریت کے خلاف آواز اٹھائی اور ایوب کی پر عیوب تخلیق نام نہاد کنونشن مسلم لیگ نے ان کے خلاف محاذ آرائی کی تو بالآخر بابائے قوم کی ہمشیرہ کی زندگی کا منہ موڑ دیا گیا۔ ایسا کرنے والے یا ان کے ساتھی اگر بغرضِ سیاست کاری کوئی نیا سیاسی گٹھ جوڑ کر لیں تو کیا ان کو پاکستانی سیاست دان کہیں گے؟ خضر حیات کے یونی نسٹ' خان صاحب کے ری پبلکن ایوب خان اور ضیاء الحق کے مسلم لیگی اگر جمہوریت کے سیاست دان ہیں تو پھر آمریت کا نمائندہ کس کو کہتے ہیں۔ آمریت اگر جمہوری لباس پہن لے۔ دیوِ استبداد کی رہائش گاہ کے باہر آزادی کی نیلم پری کی تختی نصب کر دی جائے تو کیا نسب بھی بدل جاتا ہے۔

سیاست لاکھ دینی یا مذہبی ہونے کا دعویٰ کرے' اگر وہ قیامِ پاکستان کی مخالف تھی

Marfat.com

تو آج کا پاکستان ان کی سیاسی شکست کا مظہر اور محض ان کی مجبوری ہے۔ سیاسی اخلاق کی کون سے قدر انہیں پاکستان کا بہی خواہ سیاست دان تسلیم کر لینے کا تقاضا کرتی ہے۔ سیاسی آمروں اور وجودِ وطن کے مخالفوں کو اگر پاکستان کے بہی خواہ تسلیم کیا جا سکتا ہے تو ان کی راہنمائی کے لئے حمید و مجید نظامی کے نوائے وقت کی بجائے روزنامہ ہائے ملاپ و پرتاب کا اجراء ہونا چاہئے تھا۔ جو نہ ہوا چنانچہ سیاست و ابلاغ میں تضاد پیدا ہو گیا۔ سیاست زعمِ اقتدار و اختیار میں پہلے نکتہ چینی سے بے پروا ہو گئی اور پھر نکتہ بینی سے عاری ہو گئی اور ہوتے ہوتے سابق وزیرِ قانون و انصاف اور سابق چیف آف آرمی سٹاف کے موقف متضاد و متصادم ہو گئے جس سیاست کو اب بھی سمجھ نہ آئے کہ اس کی بھٹی کی ریت کتنی گرم ہو چکی ہے اور وہ آٹھویں ترمیم کو اپنی بھٹیارن گردانے اپنی تسبیح کے دانے بھنوانے جا رہی ہو اسے کون سمجھائے کہ باز آ جاؤ ورنہ جھونک دی جاؤ گی۔ اگر بے حق چیف آف آرمی سٹاف کی حادثاتی موت کے بعد ان کے متعلق کسی عندیہ کا اظہار جوانوں میں بددلی پھیلانے کا باعث ہو سکتا ہے تو آج کی صورتِ حال اس سے کہیں زیادہ نازک اور سیاسی سوچ کے انتہائی زیرک ہو جانے کی متقاضی ہے مگر کہیں وہ سیاست ہو بھی جسے کبھی دانش حکمرانی کہا کرتے تھے۔ جس کے ذمہ معاشرہ کو یوں اپنی پناہ میں لے لینا ہوتا تھا جیسے کسی چیل کے اچانک جھپٹ پڑنے کے خطرہ کو بھانپ کر مرغی اپنے پر پھیلا دیتی اور چوزوں کو زور زور سے پکارتی ہے کہ آؤ یہاں چھپ جاؤ میں تمہاری پناہ گاہ ہوں۔ اب تو وہ زمانہ آ لگا ہے کہ سیاست بجائے خود ملک و معاشرہ کے لئے خطرہ بن گئی ہے گھر کا جو سامان بچ گیا اسے آگ بجھانے والا یہ انجن اپنے پانی سے تباہ کر جاتا ہے اس کی دیر آمدی سے مکان جل گیا' سامان کچھ جل کر کچھ بھیگ کر تباہ ہو گیا مکین بے گھر ہو گئے مگر انجن ڈرائیور کی سیاست نے رپورٹ یہی درج کروائی کہ آگ بجھا دی گئی جیسے مکان کے یوں جل جانے پر آگ اور انجن دونوں کامیاب قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح آٹھویں ترمیم کی جراحت کے بعد شاید سربراہِ مملکت و سربراہِ حکومت دونوں کامیاب گردانے جائیں مگر حکومت و مملکت کا وہی حال ہو گا جو متذکرہ حالات میں مکان اور سامان کا ہوتا ہے۔

اقتدار و اختیارات کی اس کشمکش میں فقط چاہ کے ہی نہیں اور بھی بہت سے رشتے ٹوٹ جائیں گے اور سیاست جو آئینی اداروں کی تباہی کا تماشا تالیاں بجا بجا کر' کر

Marfat.com

رہی ہے ایک دن سر پیٹ رہی ہو گی کہ ہائے! مجھے میری سیاست کی اس تماشا گاہ میں لے چلو جس کا نام قائدِ اعظم کی مسلم لیگ نے پاکستان رکھا تھا' جسے ان سیاسی مخالفین کی کارگزاریوں کے باعث جن کے بہروپ آج کی سیاسی پناہ گاہوں میں اپنا سودا۔ یہ سر چھپائے ہوئے ہیں' پاکستان کو آسام کا "ا" میسر نہ آسکا کشمیر کا "ک" آج تک متنازعہ ہے اور باقی ماندہ کا مشرق سقوط زدہ ہو چکا اور مغرب شفق کی سرخیوں کو اپنا عنوان بنائے ہوئے ہے جہاں کی عیدِ قربان اسماعیل کے اہلِ خانہ کے اجتماعی قتل کے سانحات وارد کرتی ہے اور شبِ برات شاد باغ کو ماتم کدہ بنا دیتی ہے۔ آٹھویں ترمیم جانے۔ اس تک کی آٹھوں ترامیم جانے یا ۱۹۷۳ء کا سیاسی پارٹیوں کا متفقہ آئین دوبارہ طلوع ہو۔ فطرت کو فقط یہ سبق سکھانا مقصود ہے کہ جو لوگ مذہب اور دین میں امتیاز نہ کر سکیں' اسلام کو دین قرار دے کر اسے بطورِ آئین کے نافذ نہ کریں اور مذہبی امور کی علیحدہ وزارت پر ہی گزر اوقات کرنے لگیں' خود کو اللہ سے بہتر آئین و قانون ساز تصور کر لیں' ان کی عقلِ فانی' دانشِ لافانی پر حاوی ہونے لگے۔ اپنی جزئیات و تشریحات کو مسلم اصولوں پر فوقیت دیں' آئینی طور پر اللہ کی حاکمیت میں شریک ہو جائیں۔ خود ساختہ آئین کو آئینِ الٰہی پر بالا دست قرار دیں وہ نظامِ کائنات سے ٹکرا کر پاش پاش ہونے کی راہوں کے مسافر ہوتے ہیں۔ فطرت سکھانا چاہتی ہے کہ جو لوگ احکامِ الٰہی کی پیروی یک سُو و یک رائے ہونے کا عمل اختیار نہ کریں وہ آئین کی پود کی آبیاری نہیں کر رہے ہوتے۔ آندھی بن کر اسے جڑ سے اکھاڑ رہے ہوتے ہیں یا پھر سیلاب بن کر سبھی کچھ بہالے جانے والے ہوتے ہیں چنانچہ یہ لمحہ یہ طے کرنے کا نہیں کہ آٹھویں ترمیم کا کیا ہو گا اور اس عقل کا کیا ہو گا جس نے دو تہائی اکثریت کا یقین کیے بغیر دسترخوان بچھا لیا' نہ یہ لمحہ یہ طے کرنے کا ہے کہ صدر کے اختیار کیا ہوں گے۔ سربراہِ حکومت کی بے اختیاریوں کا کیا ہو گا یہ لمحہ تو یہ طے کرنا کا ہے کہ پاکستان کو بندوں کی حاکمیت کے نئے عالمی نظام کا آلۂ کار بننا ہے یا پاکستان میں "فقط اللہ ہی کی حاکمیت" کا نعرہ بلند کرنا ہے۔ "لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ" پکارنا ہے یا "جو نیت امام کی سو میری" پر کاربند و پابند رہنا ہے۔ نئے عالمی نظام کے تابع ہونا ہے یا اسے چیلنج کرنا ہے۔ جمہوری ممالک کی انجمن میں شامل ہونا ہے یا وحدتِ امت "محمدؐ رسول اللہ" کا علمبردار بننا ہے۔ لارنس کی عرب نیشنلزم کو قبول کرنا ہے یا مفکرِ پاکستان کے قرآنی

Marfat.com

نظریات کو عمل میں لانا ہے۔ مغرب کی عطا کردہ سیاسی کل کل برپا رکھنا ہے یا قرآنِ پاک کے "قل، قل، قل اور قل" کا اتباع کرنا ہے۔ وحدتِ ملت سے وحدتِ انسانیت تک کا آئینی سفر اختیار کرنا ہے یا ہامان و قارون و فرعون کی تقدیر اپنانا ہے۔

اس کلیہ کو اپنانا ہے کہ کسی ریاست کے دو دین نہیں ہوتے اور جس کے مختلف دین ہوں "وہ وفاق نہیں ہوتا" یا اس مفروضہ کو کہ مذہب ہر فرد کا پرائیوٹ معاملہ ہے۔ دینِ اسلام کو بھی نج کاری کے حوالے کرنا ہے یا اسے اپنی ریاست کا آئین قرار دینا ہے۔ یہ فیصلہ اگر بروقت نہ کیا گیا تو گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا اور کفِ افسوس ملنا مقدر ہو جائے گا۔ سوال رعایا پر وزیرِاعظم یا صدر کے اختیارات کا نہیں مسلہ مسلمانوں پر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اختیارات کا ہے۔ اسمبلیوں کے ٹوٹ جانے، قائم رہنے، نئے انتخابات یا جزوقتی انتخابات کا نہیں مسئلہ دو قومی نظریہ پر قائم رہنے اور بندوں یا اللہ کی حاکمیت میں سے کسی ایک کی حاکمیت کے انتخاب کا ہے۔ آٹھویں ترمیم کو ختم کرنے کا نہیں۔ آئینی تضادات اور فکری تضادوں کو ختم کرنے کا ہے۔ مروجہ آئین کو لاحق نزلہ کا نہیں، نازل شدہ، ناقابلِ ترمیم و تنسیخ آئین کے نفاذ کا ہے۔ ان اہم تقاضوں کو اگر نظرانداز کر دیا گیا تو چاہے کوئی جبّہ و دستار پہن تسبیح ہاتھ میں لئے جمہوری ہو جائے، چاہے میخانۂ جمہوریت کے ساقی کا روپ دھار لے، اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دربار میں ایسا کوئی بھی رویہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔

عوام کو بھی فیصلہ کرنا ہو گا کہ آج کی پارلیمان بہتر قانون ساز ہے یا اللہ کی ذاتِ صمد۔ کون بہتر سیاست دان ہے میکاولی پرست یا عبدہٗ۔ کس کا کردار صحیح تھا۔ یزید کا یا نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا، فتح مکہ درکار ہے تو خیبر کا علیؓ ہونا چاہئے یا عبدالولی یہ طے کرنے کے لئے مہلت طویل معلوم نہیں دینی آئینی اداروں کی شکست و ریخت ہو چکی۔ قبل اس کے کہ وہ ادارے جن کو آخری سہارا تصور کیا جاتا رہا جواب دے جائیں، فیصلہ ہو جانا چاہئے ورنہ وہ لکیریں پیٹتا ہوں گی جو پٹ جائیں تو یہ بھی پتہ نہیں چلا کرتا کہ سانپ کدھر سے آیا تھا اور کدھر چلا گیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"اپنی خودی پہچان او غافل افغان"

افغانستان کے متعدد متحارب احزاب کی اسلام آبادی صلح صفائی سے اس امید
لگ جانا' کہ وہاں کے سیاسی حالات سازگار ہو کر' ایک مستحکم حکومت کا قیام عمل میں
جائے گا۔ وزیراعظم پاکستان کے نہ صرف سیاست آشنا ہونے کا کامل ثبوت ہے بلکہ امریک
اور اس کے حواری تمام اسلامی ممالک کو انہیں نئے عالمی نظام کا "نوبل مین" تسلیم کر
ان کے عرصہ سیاست کی عمر درازی کے لئے نہ صرف کوشاں بلکہ دست بدعا بھی ہو جا
چاہئے۔ تمام دعائیں جلدی جلدی مانگ لینا چاہیں اور حالات کی مکمل صحت یابی کے لئے
تمام دوائیں استعمال کروانے میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے کہ نامعلوم کس کا مزاج کس وقت
بھاری ہو جائے اور بات "تو تکار" سے "تڑاخ تڑاخ" تک جا پہنچے۔ رمضان المبارک کی
قابل احترام راتوں میں وزیراعظم کا افغانستانی مسائل کے حل کی تلاش میں متواتر جا
شب بیداری کا وہ سیاسی انداز ہے جس نے وزیراعظم کو تمام گروہوں کے لئے محترم بنا
ہے۔ اللہ تعالیٰ وزیراعظم کی ان سات آٹھ راتوں کی کمائی میں برکت ڈالے۔ یوں کما
ہوئے احترام کو مزید بابرکت بنانے کے لئے بیت الحرام کے طواف کے شوق میں افغانی
پاکستانی راہنماؤں کی کمربستگی ایک ایسا مزید مقدس اقدام ہے' جو ان کے دلوں میں غیر
شعوری احترام دین اسلام کی موجودگی کی شہادت لاتا ہے۔ یہ جذبات لازماً ان کے اند
بنیاد پرست ہونے کا ثبوت ہیں اور شک ہے کہ تمام تر وفا کیشیوں کے باوجود نئے عا
نظام کا ماتھا ٹھنک نہ جائے اور کیا کرایا رائیگاں نہ چلا جائے۔

افغانستان کے گروہی راہنماؤں کی اس صلح کو اگر روس کی شکست و ریخت کے
پس منظر میں دیکھا جائے تو نواز شریف کا ان سب کو ایک ہی کابینہ میں لے آنا افغانستان
تقسیم سے بچا لینا اور سامان امن و امان کا مہیا ہو جانا ایک ایسا شرف ہے' جیسے اس نیک
کام کے لئے ان کی شب بیداریوں کو لیلۃ القدر کی عبادت کا سا درجہ حاصل ہو گیا ہو۔

Marfat.com

بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو وزیر اعظم اپنی دھن میں آٹھ رات جاگ سکتا ہے۔ آٹھویں ترمیم کا ہونا یا نہ ہونا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا بشرطیکہ نیت وہی ہو جس کا اظہار کیا جا رہا ہے لیکن اگر عمرہ ادا کرنے کے پردے میں شاہ فہد کا طواف کرنا مقصود ہے۔ یہ تمام ترسعی امریکہ کی خوشنودی کے لئے تھی تو پھر شاہ مدینہ اور بادشاہ ریاض کی پیروی کے نتائج جو فرق تاریخ تحریر کرے گی۔ وہ شاید عالم اسلام کو سیاست کوفہ کی گرفت میں لے آئے۔ دنیائے اسلام کے معاملات کو دنیائے عرب کے لارنس کی استوار کی ہوئی سیاسی حدود کے سپرد کر دینا کسی بھی صورت میں احیائے اسلام کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ دنیا کہتی ہے مسلمان مر رہے ہیں مگر فضائیں پیش گو ہیں کہ اسلام زندہ ہو رہا ہے اس میں بھی کلام نہیں کہ آٹھویں ترمیم کی الجھنوں میں گھتیائے گئے وزیر اعظم پاکستان کی اس بین الاقوامی مسئلہ میں کامیابی محض اتفاق نہیں۔ اگرچہ ان کی زندگی میں آج تک جو کچھ ہوا محض "اتفاق" سے ہی ہو گیا' لیکن افغانستان کا حالیہ مسئلہ بڑا دقیق اور گھمبیر مسئلہ تھا۔ یہ اگر نہ سلجھتا تو عالم اسلام پر اس کے نتائج بڑے افسوسناک ہوتے۔ اسے اگر نئے عالمی نظام کی ہدایات کے مطابق سلجھایا گیا ہے' تو امریکہ انعام دے گا اور پاکستانی مطعون کریں گے اور اگر حب اسلام کار فرما ہوئی ہے تو پاکستان فخر کرے گا اور امریکہ غضب ناک ہو جائے گا۔ اگر کوئی ایسی تدبیر کارگر ہوئی ہے کہ پاکستانی مسلمان اور امریکی یہود مشترکہ شاباش دیں اور فرط جذبات میں شاباش کہہ اٹھیں تو پھر یہ اتنا بڑا کمال ہے کہ جانو دنیا بھر کی سیاست میں اسلامی جمہوری اتحاد قائم ہو گیا۔ ایک اور سیاسی بزرگ شخصیت جو اس اتفاق کی کامیابی کا سہرا بندھوا سکتی ہے امیر جماعت اسلامی ہیں۔

اللہ کرے ماڈل ٹاؤن منصورہ تعلقات پھر استوار ہو جائیں اور نئی سیاسی نہروں پر ایسے پل تعمیر ہو جائیں جن پر سے طلباء کا آنا جانا تو ہو مگر پولیس کی چوکیاں نہ ہوں اور پنجاب مسلم لیگ جماعت اسلامی کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے سے باز ممنوع رہے۔ وزیر اعلیٰ ٹانگیں توڑنے کا شوق ان کے کمانڈوز پر پورا کر لیا کریں تاکہ پولیس ملازم یہ تو کہہ سکیں' رشوت نہیں لے رہے' معذور ہیں' خیرات لے رہے ہیں اور پولیس افسروں کے دفتروں کے دروازوں پر تختیاں لگ جائیں۔ "خیرات دینا جس کا کام' حاتم طائی اس کا نام"۔ اگر جماعت اسلامی اور مسلم لیگ میں صلح صفائی نہ ہوئی تو سیاست کا خرابہ فرشتوں سے بھی

Marfat.com

آباد نہ ہو سکے گا اور جماعتِ اسلامی جو بفضل اسلحہ برائے مہاجرین ایک بین الاقوامی آتشیں سیاسی جماعت بن چکی ہے، مسلم لیگ کی سیاست کے کسی جدید ہیلی کاپٹر کو کسی نئے سیاسی میدان میں اترنے نہیں دے گی۔ جناب شریف کے حکم کی تعمیل میں ان کے شہباز کا جماعتِ اسلامی کے شجرِ ثمردار پر اترنا' ان کا امیر سے ملاقات کرنا' ان کی تعریف میں یوں نغمہ خواں ہونا کہ وہ سبھی کچھ بھول کر جھوم جھوم جائیں اور ان کی رگ رگ "بزرگ" محسوس ہونے لگے' ان کے جسم و جان کے تمام حساس ادارے بے حس ہوتے نظر آئیں۔ سیاست گری کا وہ نیا ماڈل ہے کہ چل نکلا تو منصورہ میں آئندہ سبھی کچھ ہو گا' سیاست کا کوئی منصور نہیں ہو گا۔ ویسے الطاف حسین کہتا تو ہو گا' کبھی یہ اسی طرح میرے گن بھی گایا کرتے تھے لیکن افغانستان میں اگر حکمت یار کی بجائے یاروں کی حکمت کامیاب رہی تو سیاست کی گلبدن کوئی عقد مکرر نہیں کر پائے گی اور بقیہ تمام عمر اپنے رنڈاپے کا جشن مناتی رہے گی۔ مسلم برادرہڈ' اخوان المسلمون' جماعت اسلامی' سعودی وہابیت' امریکی یہودیت اور پاکستان کی عسکری گل حمیدی نے افغانیوں کی صلح و صفائی پر جو گل ہائے عقیدت پاکستان کی سیاست پر نچھاور کئے ہیں ان کی خوشبو پھیلی تو پاکستانی سیاست کے مزاروں کے کتبے جلنے لگیں گے کہ ان سے اپنی "بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے۔ نے پر پروانہ سوزد' نے صدائے بلبلے" کی جہاں اندھیریاں برداشت نہ ہو سکیں گی۔

مذاکرات کی کامیابی کا یہ مژدہ اس وقت سنایا گیا جب سیاسی قیافہ شناس مایوسی کا اظہار کر رہے تھے۔ کیا بی بی سی کی "سی سی" اور کیا امریکہ کی "وائس" ناکامی کا تاثر دے رہی تھیں۔ اسی طرح کی مایوسی کے عالم میں اگر یہ صلح صدر اور وزیراعظم کی صلح کا باعث بھی ہو گئی اور سیاست کو جنگ کے بعد صلح کے ملاپ کے مزوں نے مدہوش کر دیا تو پاکستان کے سیاسی حالات کسی نئی زچگی میں مبتلا ہو جائیں گے اور تیرہویں ترمیم کا ناک نقشہ آٹھویں سے بھی زیادہ بھونڈا ہو جائے گا۔ یوں بھی پاکستان میں اب اتنے افغان آ بسے ہیں کہ آج جو سیاست کشمیریوں سے جہاد میں مبتلا ہے مقبوضہ کشمیر لیتے لیتے گلگت بھی آزاد کشمیر کو دے بیٹھی ہے' کل افغانیوں پر طعن زن ہو گی کہ "جس کی اونچی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریا' جس کی موجیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان"۔ افغان صدر اپنی خودی پہچان کر نغمہ خواں ہوں گے کہ اے پاکستان کی سیاست' تیری بے علمی نے بے علموں کی اس وقت

Marfat.com

ج رکھ لی' جب تیرے عالم فاضل آٹھویں ترمیم پر اپنے دین ایمان کی بولی لگا رہے تھے۔
ئین کو مسلح کر رہے تھے اور فوج پر "اسلحہ واپسی ایکٹ" نافذ کیا جا رہا تھا۔ اب تیری بے
لمی کے طفیل میں جو اپنے عہدہ پر برقرار ہوں گے تجھے ایسی مجسم قرارداد بنا دوں گا کہ تو
ہاں پڑھی لکھی جائے وہاں مینارِ جہالت تعمیر کرنا مستقبل پر فرض ہو جائے گا اور تیرے
وئے شاہی مسجد میں صف آرا ہونے کی بجائے رنجیت سنگھ کی سمادی پر شبد گایا کریں
ے۔ تیرے امام اور غیروں کے گرنتھی میں فقط لبوں کی تراش کا فرق رہ جائے گا۔ اب
ب کشائی کا موضوع جدا جدا نہیں ہو گا۔

افغانستان کے مسئلہ کا انتہائی حساس ہونا اس امر سے بھی واضح ہے کہ باوجود
ثائر ہو جانے کے ہمارے کچھ غیر محسوس مگر بہت اہم حساس افراد کا افغانستان کی سیاست
ں موثر عمل دخل ہے' اتنا ہی جتنا ان کا اسلامی جمہوری اتحاد بنوانے میں تھا۔ وہاں کی
ست کے معاملات میں ان کی اور جماعتِ اسلامی کی فکر کا اتنا یک سو ہونا کہ معاہدہ
لام آباد' معاہدہ پشاور کی ناکامی کی دلیل بن جائے' لازماً افغانستان کی آئندہ سیاست کے
ان بھی تحریر کر دے گا' اور ہو سکتا ہے کراچی تا بخارا و تاشقند اور روس میں علیحدہ کی
ں دیگر ریاستوں میں عرب نیشنلزم کی طرز پر افغان نیشنلزم کی تحریک کسی نئے لارنس کے
یعے اس غرض سے چلائی جائے کہ اس علاقہ میں کہیں دینِ اسلام کی خلافت کی بنا پھر
ے استوار نہ ہونے لگے اور طہران مشرق کا جینوا نہ بن جائے۔ نیز اقوامِ متحدہ کی شرع
بر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت پر متفق قومیں نئی رقابتوں میں الجھ کر غیر متحد نہ
جائیں اور جس طرح عرب کے بدو خلافتِ عثمانیہ سے ٹکرا دیئے گئے تھے۔ اسی طرح
افغانستان کے خانہ بدوش جمال الدین افغانی کے نظریات سے نبرد آزما کر دیئے جائیں۔
فغانستان کا آئندہ کابل چکا نابل کلنٹن اپنے ذمہ لے کر یہودی کی اترن کو مسلمان کا لباس
دیں اور روس سے آزاد نئی دنیائے اسلام امریکہ کا لنڈا بازار بن کر رہ جائے۔ تجسس کی
یاست کی چھٹی حس کہہ رہی ہے۔ مسلمانو! تم میں کہیں کوئی دیسی لارنس کارفرما نہ ہو۔
م نواز شریف کی سیاست دینِ اسلام کے کام آئی ہے تو اللہ انہیں آلِ اسحٰق سے محفوظ
کھے اور اتنی مزید موثر کاروباری صلاحیتیں عطا کرے کہ وہ گوادر کو آزاد بندرگاہ بنانے
لی بجائے اس نئے عالمی بلاک کو یہودی سرمایہ اور اس کی مخاصمتوں کے تباہ کن اثرات

Marfat.com

سے محفوظ رکھ سکیں۔ ان کی معیشت و معاشرت کو حقیقی آزادی سے آشنا کر سکیں۔
ان کی سیاسی فراست کسی اور کے کام آئی ہے یا کسی اور کی سیاسی فراست ان پر اپنا کا
گئی ہے تو تاریخ پر بہت جلد واضح ہو جائے گا کہ فطرت اس قسم کی منافقتوں سے
لینے میں کتنی مشتاق اور سریع الحساب ہے۔ صدر جو بظاہر آٹھویں ترمیم کے دفاع
کامیاب نظر آتے ہیں اور وزیر اعظم کی دو تہائی کو کھا پی چکے ہیں اگر نواز شریف
جگراتوں کی کامیابی پر خوش ہیں تو زیادہ دیر تک تب ہی خوش رہ سکیں گے' اگر اسلام
کا یہ نیا سمجھوتہ وائٹ ہاؤس کی رضا سے قرار پایا ہے۔ اگر اس سیاسی ملاپ کا حق
امریکہ نے ادا کرنا ہے تو خیر' ورنہ تنسیخ معاہدہ کا دعویٰ دائر ہی جانو۔ کھانا ان کا اور
العالم کسی اور کو لقب کرنا بھلا امریکہ یہودیت کو کب گوارا ہو سکتا ہے۔

یہودی تو ایسے معاملات میں حساس اداروں سے بھی زیادہ حساس ہیں بلکہ ح
اداروں میں اپنے حساس سجائے رکھتے ہیں۔ پھر وہ ممالک جن کی تمام صلاحیتوں کو
پرزوں کی سپلائی بند کر کے ناکارہ کیا جا سکتا ہے۔ دو زانو منت کناں کیا جا سکتا ہے
"کوئی نہ سر اٹھا کے چلے" کی دفعات کی خلاف ورزی کرنے لگیں تو ظاہر ہے مزاج ٹھ
لگوانے کے لئے ہی پکار رہے ہوں گے لیکن فی الحال بدگمانی کیوں کی جائے۔ وہ کہتے
صلح ہو گئی۔ مان لیتے ہیں' ہو گئی ہو گی۔ وہ کہتے ہیں' مشکل آسان ہو گئی' ہاں میری ج
گئی۔ وہ فرماتے ہیں جو کچھ کروایا میں نے کرایا ہے' تسلیم فقط آپ نے ہی کروایا
کہتے ہیں یہ بیسویں صدی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یقیناً ہو گی کیا! ہے! چا
کے بھی کام آئے۔ اگر کل کلاں کو یہ سبھی کچھ درست ثابت نہیں ہوتا تو ہمیں کی
نے مبارک دی ہے۔ کوئی جان تو نہیں دی۔ کوئی مال تو نہیں دیا۔ کامیابی تو ہے'
نہیں تو کسی اور کی ہے گی۔ ہم رو دیں گے تو کوئی اور شاباش دے رہا ہو گا۔ شاباش
پاکستانی ہونا آج کی سکڑی ہوئی دنیا میں کیا ضروری ہے۔ پھر ہمارا کیا ہے۔ ہم
صدموں کے بھی اور ایسے رویوں کے بھی عادی ہیں۔ جس زور سے آج مبارک
رہے ہیں' اس سے زیادہ توانائی سے مردہ باد کہہ لیں گے۔ سیاست اگر رخ بدل
ہے۔ آج کے غدار اس کے کل کے دوست ہو سکتے ہیں۔ آج کے ساتھی کل کے
ہو سکتے ہیں تو وہ لوگ جو رواں رواں سیاست زدہ ہیں۔ اپنا انداز' اپنا موقف' اپنا نک

Marfat.com

ہدف کیوں بدل نہیں سکتے۔ اگر مسلم لیگ سرخ پوش ہو سکتی ہے تو نیلی پوش کیوں سبز
پوش نہیں ہو سکتے۔ سفید پوش اگر جوگیا لباس پہن لیں تو تعجب کیوں کیا جائے۔

افغانستان میں پاکستان کی کامیابی ہندوستان کی سیاست کو محدود فی الکفر کرنے میں
بہت حد تک معاون ہو گی اور کشمیر کے لکڑہاروں اور وہاں کے پنڈتوں اور مہاجنوں
درمیان سراب کے کنارے اور وسیع ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے ہندوستانی سیاست
ان کی علاقائی سیاسی جماعتوں کے اس سراب کو سیراب کرنے کے لئے استعمال کرنے کا
کرلے اور صوبہ سرحد کا سیاسی گٹھ جوڑ متزلزل ہونے لگے۔ آٹھویں ترمیم کی بجائے
ن خود مختاری کا شوشہ غوغا کرنے لگے۔ یہ صورت حال حکومت کے لئے پریشان کن
ا کہ شمالی علاقوں کی طرح آزاد قبائل پر بھی قبائلی فیصلوں کی برف باری نہ ہونے
۔ یہی وہ ترشی ہے جس سے پرہیز اس دمہ کے علاج کے لئے مفید ہے جو آج کی
ی سیاسی کو لاحق ہے کہ جدھر دیکھو دھنگنی بج رہی ہے۔ زبان کی بجائے کان گاتا گا
ہیں۔ البتہ اگر خفیہ معاہدہ دیارِ افرنگ سے جلد پلٹ آیا اور اس میں صدارت پر
ت کی ترجیحات حاوی نظر آئیں تو ریفری پینلٹیوں پر فیصلے کروانے کی وسل بجا دے
، ہر دو طرف انحصار گول کیپروں کی صلاحیتوں پر رہ جائے گا اور قوم امریکی سراغ
ں سے دریافت کرتی رہ جائے گی کہ بتاؤ ہماری عابدہ رقص کناں ہوئی یا نہیں۔ ہوئی
ا عبادت میں ہوئی یا نشہ کی سرمستی میں۔

اپنی مغربی جمہوری سیاست کاری میں کامیاب ہمارے سربراہِ حکومت اگر اس کا
خود بھی حاصل کریں اور افغان رہنماؤں کو بھی دلائیں کہ خودی کا شعور اور اس کی
ری ہی مومن کی بنیادی صفات ہیں اور اس کا سرِ نہاں یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور
ہیں' تو شاید ہم اور وہ قلب و نظر کی آزادی کے حصول کے لئے راغب ہو جائیں
ہستہ آہستہ ناقابلِ تسخیر ہو سکیں' خود بھی سمجھیں اور انہیں بھی سمجھائیں کہ میں
ہوں۔ تم افغانستان ہو۔ آؤ حکیم الامت کے اس قول سے راہنمائی حاصل کریں کہ
ڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ' اس بندے کی دھقانی پر سلطانی قربان"۔
بچے کہ آستینوں میں گدگدی کرتے ہوئے یہ بت جو کبھی خود سری پر اکساتے ہیں'
بغل گیری پر' کبھی آستین چڑھا لینے پر۔ کبھی آستین گرا کر سنپولیوں کو چھپا لینے پر'

Marfat.com

بڑے پرکار و نابکار ہیں۔ خدارا اپنی خودی کو اتنا تو نہ جھکایئے کہ امریکہ سنگین تانے ہر د
یہی پوچھتا رہے کہ ابے او! دہشت گرد' بتا اب تیری رضا کیا ہے' میری رضا پہ راضی
رہے گا یا نہیں' اجازت ہو تو پھر دہراؤں'

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ

اس بندے کی دہقانی پر' سلطانی قربان' اپنی خودی پہچان' او غافل انسان' او غافل افغان۔

۱۲ مارچ ۹۳

+++++

"اگر چراغوں میں روشنی نہ رہی"

آئین خود غرضاں نے ہر کسی کی گود میں تذبذب کو بٹھا دیا ہے کہ لو! گہری نیند کی غاروں میں دھکیلے جانے سے پیشتر' اسے اس طرح تھکتے رہو' جیسے کسی آیا کی بیٹی' چوری چوری' اپنی "چھوٹی" مالکن کی گڑیا کو گود میں لے کر' سرگوشی کے انداز میں یہ کہہ کر تھپکتی ہے تو جس کی گڑیا ہے' وہ بڑی گندی ہے۔ کیا صدر' یعنی سربراہِ مملکت' کیا وزیرِ اعظم' یعنی حکومت کے سربراہ' کیا اختلاف کے لیڈر اور کیا وہ سیاستدان' جو حکومتی واسطہ سے نہ تینوں میں نہ تیرھوں میں' یوں آئین' آئین' ترمیم' ترمیم پکار رہے ہیں جیسے کوئی قریب المرگ عالم نزع میں ہائے! ہائے' پانی! پانی پکار رہا ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے آئین سازوں کو آئین سازی کی' اور ترمیم سازوں کو ترمیم سازی کی سزا مل رہی ہے۔ آئین میں آمریت زاد سیاستدانوں اور مارشل نژاد آمروں کی گھسیٹی ہوئی جمہوریت اور آمریت آپس میں دست بہ گریبان ہیں اور آئین اپنی سرزمین کے درپے ہے۔

حاکم حاکیت کے گلے پڑ جائیں' یا محکوم حاکم نواز ہو جائیں تو تاریخ بڑے گھمبیر نتائج مرتب کیا کرتی ہے۔ کیا انکار ہو گا کہ آٹھویں ترمیم نہ ہوتی تو وقت کے وزیرِ اعظم کی کیا سیاسی اوقات تھی کہ ہوتے اور حکومت اسی سیاسی پارٹی کی ہوتی کہ ہزار پیش بندیوں اور منصوبہ بندیوں کے باوجود نت نئی اخلاقی سیاست کی ولادت جس کا وطیرہ ٹھہر گیا ہے۔ کسی ترمیم کی تخلیق ہی اگر اس کے منہ آنے لگے' مخلوق ہی معتبر ہو کہ میرے خالق کے اختیارات مجھے گوارہ نہیں تو ظاہر ہے ایسے آئینی کافروں کی آخرت جہنم رسید و دوزخ پذیر ہی ہو گی۔ آٹھویں ترمیم نے اپنے جنم کی تصدیق کے لئے پہلے جونیجو حکومت کو جنم دیا پھر آج کی مسلم لیگ کو' پھر پیپلز پارٹی کی نو عمر وزارتی قیادت کو' پھر آج کے اسلام اور جمہوریت کے اشتراک کو اور یوں وہ معاشرہ جو اپنے آپ کو احکام الٰہی کے مطابق ڈھالنے کے لئے وجود میں لایا گیا تھا' بندوں کی حاکیت کی سزا در سزا میں مبتلا کر دیا گیا۔ اب

Marfat.com

حکومتی سطح پر سیاسی مقیاس الحرارت سیاست کی بغل بچّی میں لگایا جا رہا ہے تاکہ سیاسی تپش کو متعدل کرنے کے لئے نسخہ تجویز کیا جا سکے۔ یہ کام الغفور کے عبد کے ذمہ لگ گیا ہے کہ اس معاشرہ کو سزا دینے کے نئے اطوار تلاش کریں جو آج کل سیاسی پیرول پر رہا ہے۔

اگرچہ حکومت و مملکت کے سربراہ اپنی اپنی استطاعت و صوابدید کے مطابق اپنے اپنے مخالفوں کو بینظیر الطاف دکھا رہے ہیں لیکن خدشات کے بادل ہیں کہ حالات پر چھاتے ہی چلے جا رہے ہیں اور اچانک بجلی گرنے کا خطرہ ہر لمحہ' ہر جگہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ لوگ بے یقین ہو کر دونوں سربراہوں سے پوچھ رہے ہیں کہ مانا! آپ سیاست کا حاصل زیست ہیں' مگر آپ کا بھی کیا اعتبار' آج ہیں کل نہ ہوں' ہم طبیعت کے اہل جلوس ہیں مگر جنازوں کے جلوس کے نہیں۔ آج کی ہر سیاسی پارٹی کے ہر راہنما کی مثل جنازہ کی سی ہے کہ اپنے جلوس کو دفن کرنے کے لئے قبرستان کی طرف لئے جا رہا ہے۔ جنازہ کندھوں پر سوار ہے اور اسلام کے شیدائی اہل جلوس اشہدان لا الہ اللہ پکارتے ہیں اس امر کا ثبوت دینا چاہ رہے ہیں کہ وہ اس جنازہ کو اسلامی شعائر کے مطابق دفن کرنے والے ہیں۔ ان کے نام اگرچہ علیحدہ علیحدہ ہیں مگر لقب سبھی کا وہی اسلامی جمہوری اتحاد ہے' جو ان کے مارے گئے آباؤ اجداد نے ان کے لئے رقم کر رکھا ہے' ان کے ہاں چونکہ آئینی طور پر بندوں کی حاکمیت نافذ ہے اس لئے انہوں نے بعد از دفن حساب کتاب بھی اپنے ہی ذمہ لے رکھا ہے۔ ان کے ہاں فقط اقتدار ہی منتقل نہیں ہوتا' ذہن بھی منتقل ہوتا ہے' چنانچہ ہر جانے والے کا "بھیجا" آنے والے کے "بھیجے" میں منتقل کر دیا جاتا ہے کہ وقتی طور پر انقلاب کو روکنے کا اس سے زیادہ موثر اور کوئی ذریعہ ان کی سیاست کو معلوم نہیں۔ اس ہی لئے ان کے یہاں فقط چہرے بدلتے ہیں' اندازِ حکمرانی نہیں بدلتے۔ چونکہ مسلمان ہیں اس لئے سیاست کو جلاتے ہیں' دفن کرتے ہیں۔

احکامِ الٰہی کی پابندی یعنی "ایاک نعبد" کی بات ہو تو اصل بات' ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے آمین بہ آواز بلند کہنے یا آہستگی سے پکارنے' انگشتِ شہادت اٹھانے یا نہ اٹھانے' میں الجھ کر رہ جاتی ہے' بلکہ بعض دفعہ تو ٹخنے ٹکرانے لگتے ہیں کہ شلوار اونچی کرو اور نگاہ نیچی رکھو کہ نگاہِ بلند' سخن دلنواز' جانِ پرسوز آج کے میرِ کارواں کو درکار نہیں۔ وہ نگاہ

Marfat.com

بند' سخن دل خراش' جان زمین دوز رکھنے کا قائل ہے۔ صدر کے اختیارات کو جو "کچیچیاں" آج کل آ رہی ہیں اگر کام دکھانے پر آ گئیں تو سیاست کو یوں چبا کر رکھ دیں گی جیسے چوکی بھرنے کے بعد کوئی بڑی گائیکہ پان چبا رہی ہو۔ ادھر وزیرِ اعظم کی اختیاری مجبوریاں اور بندشیں اپنی جگہ دانت پیس رہی ہیں کہ نگوڑی ترمیم ذرا میرے ہاتھ لگ لینے دو ناک چنے نہ چبوا دوں تو ذات کاشمیری نہیں۔ لنگوٹ پہن' یونہی سیاست کے اکھاڑے میں نہیں اتر پڑا ہوں' وہ عالمی داؤ لگاؤں گا کہ ایک عالم ششدر رہ جائے گا۔ ہاں اگر کامیابی میں ذرا بھی شک ہوا' تو اپنے ہاں نورا کشتی کوئی ممنوع عمل نہیں۔ پہلوانوں میں ایسا ہوتا ہی آیا ہے بلکہ اپنے میدانِ سیاست میں تو ہم نے ہمیشہ اسی داؤ سے کام لیا ہے۔ معاملات کی نوعیت بدلتی رہی ہو گی' اپنی نوع تو ہم نے کبھی نہیں بدلی۔

آج کل کی قیادتوں کا تو دستور ہی یہ ہے کہ میدانِ حرب میں ہو تو مورچوں سے نہ ہٹو' میدانِ سیاست نظر پڑے تو ایسا شب خون مارو کہ خون کا قطرہ تک نہ بہے اور اقتدار قدم چوم چوم لے۔ ایسی پُر خطر قیادتوں کی تقرری جس کسی کے ہاتھ ہو گی وہ تو ہر کسی کو آنکھیں دکھائے گا کہ میری نہ ماننے والے یا اپنی منوانے والے تم کون ہوتے ہو۔ آئینی حالات کا جتنا بھی گہرا تجزیہ کرو' آئینہ یہی عکس ابھارتا ہے کہ اے آئین ساز تو جتنا بھی شکستہ ہو گا' نگاہِ آئین میں عزیز تر ہو گا کہ مجھے مردوں کا ماتم ہی پسند نہیں۔ ماتم کے لئے مردے بھی میری پسندیدہ تخلیق و تصنیف ہیں۔ میرے ہر مصنف کی طبیعت یہی رہی ہے کہ وہ مجھے کھا جائے اور میری طبع کا یہ رجحان ہے کہ میں اپنے مصنف کو کھا جاتا ہوں۔ مصنف بنیادی ہو یا ترمیمی' دنیا بھر کے آئین ضمنات سے نتائج پیدا کرتے ہیں۔ یہ آئین یوں منفرد ہے کہ یہ اپنے ضمنات کے تضادات کے تصادم سے حرکت پذیر ہوتا ہے۔ دینِ اسلام سے اس نے فقط یہی سیکھا ہے کہ صدارتی وحدت کو پارلیمانی اکثریت پر یوں فوقیت دو کہ جب بھی شرکِ اختیار کا تقاضا ہو صدارتی وحدت وہ مار دے کہ پارلیمان کا سبھی کچھ دھڑام سے منہ کے بل ایوانِ پارلیمان سے باہر پڑا ہو۔ کام چاہے پارلیمان کا ہو' نام صدر ہی کا چلے۔ انتظامیہ کی سربراہی کا سہرا صدر کے سر بندھا رہے' گھریلو کام کاج چاہے تنخواہ دار وزارتیں یا ان کے تن خواہ چلاتے رہیں۔ جو آئین عسکری آمریت کے جملہ احکامات ہی نہیں' ان کے تمام طبعی رجحانات کو بھی تحفظ دیتا ہو اس کے آئینی

Marfat.com

اعضاء یا اعضائی اداروں کا آزاد رہنا یا یک سو ہونا تو کجا' صحت مند و سالم رہنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

پھر جس آئین نے آمروں کے احکام کو ہی نہیں' ان آمروں کو بھی تحفظ دیا ہو' جن کا مطالبہ ہو کہ اسلام کو نافذ کرنا ہے تو مجھے نافذ رکھو۔ اس کے صدر اور وزیر اعظم اگر سیاسی "گتکا" کھیلنا شروع کر دیں تو حیرانی یا تاسف کی کیا بات ہے۔ جن آئین سازوں نے اپنی اغراض خفی کے لئے آئین میں ترمیم کر کے نئی قسم کی عدالتیں یوں ترتیب دے لیں گویا آئین کا پہلا عدالتی نظام موثر نہیں رہا اور معاشرہ کی طبع کے مقابل طبع آئین ناکارہ ہو گئی ہے۔ آئین نے اگر ان کی تھوڑی سی تربیت کر دی تو "ہال دھائی" کیوں ہاہاکار کس کے لئے۔ آئین اگر متقاضی ہو کہ معاشرتی مقاصد کو آئین کے دروازے پر کاسہ بدست رکھو' آئین کے آرام میں خلل نہ ڈالو تو ایسے آئینی خلا تو پیدا ہوں گے ہی' جو سیاست کو ان خلاؤں میں جھانکنے کا عادی بنا دیں جن میں جھانکنے کے لئے' کسی عدالتی ڈگری کی ضرورت نہ ہو' بلکہ ضرورت کو نظر آنے لگ جائے اور زندگی کی ہر مد' آئین کا ہر ضمن اور اس کا قائم کیا ہوا ہر ادارہ ضرورت کی نذر ہو جائے۔ آئین کی ننھی منی چڑیاں کھیت چگتی رہیں اور معاشرہ کو آئینی پچھتاوے لگے رہیں۔

مروجہ آئین کو متنازعہ بنانے کا ایک مقصد چین سے سیاسی چین کی بانسری چھین کر ریشمی ممالک کی نئی حد بندیاں متعین کرنا بھی ہے تاکہ اسلامی تہذیب کی بجائے سومناتی تمدن کو عام کر کے نئے عالمی نظام کی سیکولرازم کے لئے موٹروے سے بھی کشادہ راہیں ہموار کی جا سکیں۔ نئی وضع کے ایسے اسلام پرست وجود میں لائے جائیں جن کے ہاتھ میں تسبیح ہو مگر منہ میں رام رام ہو۔ ایک وقت تھا کہ اکابر تک کے مقبروں کو مسمار کرنے کا نام اسلامی اجتہاد قرار دے دیا گیا۔ روح محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو اسلام کے بدن سے علیحدہ کر دینا' اسلام کی فاقہ کشی کا علاج تجویز ہوا۔ آج کا نام نہاد اجتہاد اس لئے برپا کیا جا رہا ہے کہ اسلام کو فرمودات رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے علیحدہ کر دیا جائے اور "زمانے کو تو بنائے" کی بجائے "زمانہ تجھے بنائے" کا عالم وجود میں آ جائے اور یوں اسلام کے ذہن میں ایسے منات نصب کر دیئے جائیں کہ کسی غزنوی سے کوئی خدشہ نہ رہے۔ فطرت نے بھی اس صورتحال سے نپٹنے کی ٹھان لی ہے' جس کے احوال

Marfat.com

گزشتہ دنوں بابری مسجد کی جگہ مندر تعمیر کرنے کے پاکستانی عوامی رد عمل سے ظاہر ہوئے۔ فطرت پاکستانی معاشرہ کے زمام کاروں کو آگاہ کر رہی ہے کہ خیبر والوں کی مدح و ثناء کو حیدر کی غلامی نہیں کہتے' جنہیں فطرت نوازے ان کی طبع کے رجحان کچھ اور ہوتے ہیں۔ حکومت یونہی سرِراہ پڑی مل جائے تو حکومت کی سربراہی زیب دینے نہیں لگ جایا کرتی۔ فرہاد کا جوئے شیر لانا بالکل جداگانہ اور منفرد عمل ہے۔ محض "بھل صفائی" سے کوئی فرہاد نہیں بن جایا کرتا۔ ایسے لوگ تعمیرِ وطن کے بددیانت ٹھیکیداروں کی ناجائز کمائی سے کور ذہنوں کا اعتماد تو خرید سکتے ہیں مگر اپنی ذات پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں اور یہی ایک بُرے حاکم کی بنیادی بد عادت ہوتی ہے جو اسے سیاسی معاشرہ کا ناسور بنا دیتی ہے۔ جوان اولاد اگر ناخلف ہو جائے' تو بوڑھے باپ کا بالکل سٹھیا جانا تحریر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنی حکم سے' اپنی مرضی کے منتخب شدگان صدر کے اختیار کے رقیب ہو جائیں تو صدر کا سیاست باختہ ہو جانا بھی کوئی دور کی بات نہیں ہوتی۔ ایسے میں ٹھوکر اگر کسی غلط مقام پر بھی لگ جائے تو عدالتوں کو اتنا تو سوچنا ہو گا کہ خود کشی کرتے ہوئے کو جان سے آزاد کر دینا اگر قابلِ تعزیر جرم ہے بھی تو کیا یہ سزا کافی نہیں ہو گی کہ حکومت کا تمام بھار اس کے کندھوں پر لاد دیا جائے۔ یہ بوجھ جس کی چھاتی پر لد جائے' اسے صدر بنا دیا جائے' جس کے کندھوں پر پڑ جائے' اسے وزیرِاعظم لقب کر دیا جائے کہ "وزر" کے تو لغوی معنی ہی بوجھ کے ہیں اور وزیر تو کہتیہی بوجھ اٹھانے والے کو۔ نام یا ذات چاہے اس کی جو بھی ہو اور "وزر" لوہے کا ہو' یا بھوسے کا اٹھانے والے کے لیے تو وزر ہی ہوتا ہے۔ خرید و فروخت کی قیمت چاہے کم و بیش ہو۔

یہ بہت بڑی سازش تھی کہ حکومت کی بجائے اکھاڑوں اور مزاروں میں خلافت کو رواج دے دیا گیا۔ بندے بندوں کے خلیفہ تو بن گئے اللہ کے خلیفہ بننے کو عار تصور کرنے لگے۔ یہودی و نصرانی مکاتبِ فکر نے خلیفہ کے لفظ تک کی تحقیر کو اپنا مقصد سیاست قرار دے دیا اور مسلمانوں کے برائے تاوان اغوا کئے ہوئے اذہان و قلوب بھی ان ہی کے محاورے استعمال کرنے لگ گئے۔ حکومتیں معروف سے قطعی ناآشنا ہو کر منکر کی داروغہ بن گئیں۔ جبر' اکراہ' رعب' خوف اور خفگی حکومتوں کی میانیں قرار پائیں۔ ان میانوں کی حفاظت کا دوسرا نام انصاف برائے قانون رکھ دیا گیا۔ یوں ہر یزید حکمران اور ہر حسین

Marfat.com

باغی ٹھہرا دیا گیا۔ کبھی ناظم الدین کو برطرف کرنے والوں نے آئین کو وضع کر دیا' کبھی سکندر مرزا کے ہم پیالہ نے اپنے نوالہ کو آئینِ مملکت قرار دے دیا۔ کبھی اس کے ہم مشرب نے آئین بے خانہ نافذ کر دیا' کبھی اسی کے ساقی نے اسی کی شراب میں کچھ ملا کر آئین کی پیاسی قوم کو یوں جام بدست کیا کہ "آئین کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں" کی کیفیت کو مدام حاصل ہو گیا۔ سیاست کی بدمستی کو کبھی خیال نہیں آیا کہ آئینِ اسلام کے نفاذ کی بات واقعۂ کربلا کے بعد پہلی دفعہ تحریکِ پاکستان کے دوران ہوئی' نیز یہ کہ واقعہ کربلا آئینِ اسلام کی خلاف ورزی پر نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے احتجاج کا مظہر تھا۔ ہوا یہ کہ کرۂ ارض پر قوموں اور ملکوں کی تقسیم کی باہمی جنگ آزمائیاں جب عالمی صورت اختیار کر کے دو عالمی جنگوں کی صورت میں نمودار ہوئیں تو نظامِ فطرت کے تحت ایک ایسی سرزمین وجود میں آئی جس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ انسانیت اللہ کی حاکمیت تسلیم کرنے والوں اور اس سے انکار کرنے والوں میں منقسم ہے' لہٰذا اس سرزمین کے بسنے والوں کو اللہ کی حاکمیت سے انکار کرنے والوں کے مقابل سینہ سپر ہونا ہے' چنانچہ پہلے تمام کرہ ارض پر اللہ ہی کی حاکمیت کے ماننے والوں کی ایک وحدت قائم کی جائے پھر اس کے بل بوتے پر وحدت انسانیت کی منزل کے حصول کے لئے سیاسی سفر کا آغاز کیا جائے۔

پہلی عالمی جنگ نے کرہ ارض کی ملکوں اور قوموں میں تقسیم کو جنگ کا اصل باعث تسلیم کرتے ہوئے لیگ آف نیشنز کا ادارہ اس لئے قائم کروایا کہ آئندہ عالم انسان کو جنگ بازی سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ عمل چونکہ کامل نہیں تھا' لہٰذا دوسری عالمگیر جنگ ہوئی۔ اس نے اس حقیقت کو مزید واضح کیا اور اقوام متحدہ کا ادارہ وجود میں لایا گیا۔ ملکوں اور قوموں میں انسانوں کی تقسیم کا اصل محرک انسانوں کا اپنی حاکمیت قائم کرنے کا عندیہ ہے لہٰذا پاکستان کے وجود کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس سرزمین سے کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت کے خلاف اللہ ہی کی حاکمیت کا نعرہ بلند ہو ورنہ انسانیت ایک تیسری جنگ میں مبتلا ہو جائے گی جس کے بعد فطرت اقوام متحدہ کے بعد قوم واحد کے اصولوں کی بنیاد پر ایک ایسا نظام وجود میں لائے گی جو کرہ ارض کے ملکوں اور قوموں میں تقسیم کی نفی کر کے تمام عالم کو فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے نظریہ کے تابع بنا دے گا' لہٰذا ضروری ہے کہ ابھی سے فیصل ہو کہ پاکستانیوں کو اللہ کے سپاہی بن کر نئے عالمی نظام کو "لکم د..."

Marfat.com

ولی دین" کہتا ہے یا نئے عالمی نظام کا آلہ کار بن کر اپنے وجود کے جواز سے عاری ہوتا ہے۔ اگر بروقت ایسا نہ کیا گیا اور معاشرہ' مملکت و حکومت و سیاست کے اختیار و بے اختیاری کی لاحاصل بحث میں الجھا رہا اور اتنی سیاسی تمیز بھی حاصل نہ کی کہ اختیار چھن جانے کے خوف سے اختیار کا استعمال کرتا ہوا نظام کتنا خوفناک ہوتا ہے اور یہ کہ اپنی اغراض اور حاکمیت کے تحفظ یا حصول کے لئے لوگوں کی بطرزِ نو سیوا کرتا ہوا قوم کا خادم نہیں ہوتا۔ تاریخ سیوا جی ہوتا ہے' تو دینِ فطرت بڑا درد انگیز و عبرت آمیز ماتم کرے گا اور آج کی آئینی صفیں قائم کرنے والوں کے اقتدار کی صفیں بچھ جائیں گی اور آئین اپنے مصنفوں کو کھا جانے کی عادت کا بھرپور مظاہرہ کرے گا۔

رہی یہ بات کہ سیاست کی آوارہ مزاجی کس کا ساتھ دیتی ہے۔ اس پر کسی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ ہر آوارہ مزاج کا پہلا ہدف سرمایہ ہوتا ہے اور مابعد باپ دادا کی وراثت کا ضیاع۔ پھر وہ نظام جس کی بنیاد ہی سرمایہ کاری ہے۔ اسے تمدن کی فسوں کاری سے محکم و مستحکم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ نظام آئین جو آزادی' جنسی آزادی اور مادر پدر آزادی میں تمیز نہ کر رہا ہو' جو فرائض کی ادائیگی کو حقوق کا سرچشمہ نہ بنائے' اس کا نفاذ و قیام مرد کو مردود اور عورت کو بے ستر کرنے کے علاوہ ایسی ایسی وحشتوں اور دہشتوں کا خالق ہوتا ہے کہ بالآخر معاشرتی تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کر لیا کرتی ہے۔ کاش ہماری سیاست تاریخ کا مطالعہ فقط واقعات سے آگاہی حاصل کرنے کی بجائے تاریخ سے سبق حاصل کرنے کے لئے بھی کرتی تو تباہی و بربادی کی تاریخ اس پر دوہرائی نہ جاتی۔

۱۹۵۶ء کے آئین نے ہم سے نظریۂ پاکستان چھین لیا' ۱۹۶۲ء کے آئین نے سقوطِ مشرقی پاکستان وارد کر دیا۔ اس کے بعد دن دہاڑے سیاست سے وحدت اغوا کر لی گئی بلکہ اس کا اغوا متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا یا یوں کہہ لیجئے کہ وحدت وفاقی ہو گئی۔ آہستہ آہستہ سیاست پر اجتماعی آبروریزیاں روا تسلیم کر لی گئیں اور اسلام اور جمہوریت کا اتحاد ہر سیاسی قدر کو توڑ بھی رہا ہے اور پھوڑ بھی۔ ایک جانب ستر سالہ جہاں دیدہ ہے' دوسری جانب نو آموز دیدہِ جہاں ہے۔ کشتی نورانہ بھی ہوئی تو بھی ٹکٹ کی رقم کے ضائع جانے کا قوی احتمال ہے۔ اگر یہ کشتی بروقت نہ ہوئی تو سارا تیل مالش پر صرف ہو چکا ہوگا اور چراغوں کے لئے میسر نہیں رہے گا۔ لوگو! کیا ہوگا اگر چراغوں میں روشنی نہ رہی۔

۱۷ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"دیوالیہ سیاست اور اس کے فنکشن"

آج کل کی مسلم لیگ کا فنکشن اقتدار کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی کر کے ایک ایسا ڈھانچہ تیار کرنا ہے جسے دکھا دکھا کر ملکی سیاست کو ڈرایا اور حکومت کو دھمکایا جا سکے۔ سیاست کے مزار کی سجادہ نشینی کے لئے مزاری صاحب کی نامزدگی کا واویلا قانون ساز آئینی اداروں کی جس بے منصوبہ مرگِ انبوہ کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اس کے تصور سے ہی حب الوطنی کی آنکھیں چھلک جاتی ہیں۔ مسلم لیگ کی ورائٹی آج کل سیاست کے بازار میں سیل پر ہے۔ وہ ایوب ساختہ قاسم گروپ و پیر پگاڑا گروہ ہوں' ضیا ساختہ جونیجو نژاد یا نواز زاد گروپ ہوں' مومن جی کی خانہ زاد مسلم لیگ ہو یا وہ لوگ ہوں جو وہاں نہیں' پر وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں' سب کے سب کچھ بھول کر ہنس کی چالیں یوں چل رہے ہیں کہ خود ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ قسم قسم کی مسلم لیگ کے وائیں' چٹھہ' لالیکا' اقبال اور کئی اور سیاسی چوکیاں بھرنے کی تیاری میں اپنے اپنے سازوں کی مرمت کروا رہے ہیں جس روز یہ آرکسٹرا بج اٹھا' سیاست کان پکڑے انگلیاں کانوں میں ٹھونس لے گی۔ ملکی سیاست کے مذبح میں' اقتدار کی بے مغز ہڈی جس بے ذوقی سے آج کل جھنجھوڑی جا رہی ہے اس کا مظاہرہ جانوروں نے بھی شاید ہی کبھی کیا ہو۔ پاکستان کی اس خالق جماعت نے پاکستان کے بعد فقط جماعتی تخریب و تقسیم کو ہی خلق کیا۔ سیاسی شب و روز نے اسے ہمیشہ کسی نہ کسی نئی زچگی کے دروزہ میں ہی مبتلا پایا۔ کبھی اس کے طفیل جاگیردار سرمایہ دار بن گئے' کبھی سرمایہ داروں نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا' وہ سیاسی تقدس جو قائدِ اعظم اور علامہ اقبال نے اسے دیا تھا' نت نئی گروہ بندی کے ہاتھوں یوں مجروح ہوتا رہا جیسے روحیلہ کے دربار میں کوئی تیمور زادی نچوائی جا رہی ہو۔ حتیٰ کہ سیاست کے طالب علموں سے اس طرح کے سوال پوچھے جانے لگے کہ بتاؤ' کس کا درمیانہ فاصلہ زیادہ ہے' سورج سے زمین کا یا علامہ اقبال سے اقبال احمد خاں کا؟ گورنر نشتر سے اظہر تک فاصلہ متعین کرنا ہو تو

Marfat.com

میلوں کے کتنے لاکھ سنگ درکار ہوں گے' کہاں مدوث کا افتخار' کہاں چنوں میاں۔ اللہ! سیاست کنگلی ہو گئی یا حکومت پر بچے سقے قابض ہو گئے۔ یہ قحط الرجال ہے یا سیاست کا افلاس کہ جس سے کہو' قائدِاعظم کا' قائدِ ملت کا' مفکرِ پاکستان کا' تحریکِ پاکستان کے کارکنوں کا قرض چکاؤ' یہی جواب ملتا ہے' میں تو دیوالیہ ہوں' کچھ کما لوں تو سوچوں گا۔ کچھ تو اکڑ کر کہتے ہیں' ہم ان کے مقروض ہیں' وہ ہمارے مقروض نہیں۔ انہوں نے پاکستان خود نہیں بنایا تھا ہم جیسوں نے ٹھیکہ پر بنوایا تھا۔ کوئی کہتا ہے' میں نسلی مسلم لیگی ہوں۔ کسی کا دعویٰ ہے اصلی مسلم لیگی تو میں ہوں' کسی کو طعن دی جاتی ہے تو کل کا مسلم لیگی ہے' کسی کو جھڑک دیا جاتا ہے تو آج کہاں سے مسلم لیگی بن کر آیا ہے۔ کوئی دو قومی نظریہ والا مسلم لیگی ہے' کوئی چلا رہا ہے' ہم سب ایک قوم ہیں' ہمیں ایک ہی قوم رہنا ہے' چاہے موسیٰ علیہ السلام کی ہو' چاہے لوط علیہ السلام کی' چاہے رام کی ہو' چاہے بدھ کی کہ یہی ہماری عالمگیری کا تقاضا ہے۔ کسی کے نزدیک پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ تھا۔ کسی کا دعویٰ ہے مسلم لیگ پاکستان کی خالق ہی نہیں' اس کی الہ بھی ہے' کوئی کہتا ہے یہ مملکت خدا کی ہے' کوئی کہتا ہے میں ہی اس کا خدا ہوں' کسی کا رویہ ہے۔ اگر یہ مملکت خدا کی ہے تو "پھر دھیلے کی ہے نہ پائی کی ہے" کوئی دکھانے کو رو دیتا ہے۔ ہائے! میرا آدھا پاکستان کہاں گیا' کوئی دعویدار ہے' سب بہاری پاکستان میں بساؤں گا' کراچی میں نہ سہی' اوکاڑہ میں سہی۔ کوئی پنجاب کو بینک بنا رہا ہے' کسی کو پنجاب بینک بنا چکا ہے۔ کوئی کراہ رہا ہے' ہائے یہ شب گزیدہ سحر' کوئی تڑپ رہا ہے' ہائے یہ داغ داغ اجالا۔ کوئی ٹاپ رہا ہے کہنے والے کا منہ کالا۔ غرض جتنے منہ' اتنے نعرے' بلکہ ایک منہ اور دس سلوگن۔ آدمی جب تک کرسی پر رہے زندہ رہتا ہے' آج کرسی گئی کل جگ پرلو ہوئی۔ کوئی وقت تھا مسلم لیگ پاکستان بنا رہی تھی' آجکل نالیاں بناتی ہے' کبھی علیحدہ ملک دے رہی تھی' آج کل ایسی ٹیکسی دے رہی ہے جس پر مالک سے پہلے قرض بیٹھ جاتا ہے' سرکاری زمین دے رہی ہے جو دستاویز تو دیتی ہے' فصل نہیں دیتی۔ رہائشی پلاٹ دے رہی ہے اور قبرستانوں پر قبضہ گروپ مسلط کر رہی ہے۔ ساتھ ساتھ ہیروئین دے رہی ہے' کلاشنکوف دے چکی ہے' دہشت گردی دے رہی ہے' وحشت نوازی دے رہی ہے' فوری انصاف کا لالچ دے کر جلد سزائیں دے رہی ہے۔ کبھی ہجرت برائے پاکستان تھی' آج اغوا برائے تاوان ہے'

Marfat.com

کبھی احکامِ خداوندی کی پابندی کے شوق میں بارڈر کراس ہوتا تھا اب سمگلنگ کیلئے ہوتا ہے جو منشیات فروشی میں کامیاب ہو جاتا ہے' مسلم لیگ میں آ جاتا ہے اور اس وقت تک مسلم لیگ میں رہتا ہے جب تک یہ خوش بخت اقتدار میں رہتی ہے' اقتدار نہ رہے تو کسی اور سیاسی جماعت میں شامل ہو کر اس کو بھی مسلم لیگ بنا دیتا ہے۔

"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے........" کہہ کر اتحاد بنائے جاتے ہیں' اقتدار مل جائے تو اپنوں کو بھی "چل ہٹ پیچھے ہو" کا ہدف بنا دیا جاتا ہے۔ ضلع پر ضلع اور تحصیل پر تحصیل بنا دی جاتی ہے مگر آدمی کو آدمی بنا رہنے نہیں دیا جاتا۔ مسلم لیگ کے ہاتھی کا ہر سوار کھانے اور دکھانے کے دانت علیحدہ رکھتا ہے' جیتا رہے تو لاکھ کا' مر جائے تو سوا لاکھ کا ہو جاتا ہے مگر وہ بے چارے کارکن جو پیدل ہیں یا چھوٹے موٹے گدھوں' خچروں یا موت کے منتظر گھوڑوں پر سوار ہیں' ہرچند کہ اپنے آپ کو سوار خاں سمجھتے ہیں مگر ان کی یاد صرف اس وقت آتی ہے جب انہیں بنام مسلم لیگ نیلام کرنا ہو تاکہ عوام کا طاقت کا سرچشمہ ہونا ثابت کیا جا سکے۔ عام مسلم لیگی اسی سوچ میں غرق ہے کہ اسے پاکستان سنبھالنا ہے یا فقط مزارِ قائدِاعظم کی مجاروی کرنا ہے۔ اس کی سیاست کی عبادت گاہ پر عالمگیری مسجد کی طرح' مزارِ اقبال' مینارِ پاکستان' رنجیت سنگھ کی سمادھ اور شاہی بازار کا چوفیرہ ہے' اسے پتہ ہی نہیں چلتا' خودی بلند کرے' ترانے گائے' ماتمی شبد پڑھے یا طبلے بجائے' کس کے سائے میں رہے' کس کے ہمسائے میں بسے' مسلم لیگ کو اگلی زچگی تک و لنگٹن ہسپتال میں رکھے یا داتا دربار کو جاتی ہوئی بغلی سڑک پر سیاست کا لنڈا بازار سجائے۔

صاحبانِ فکر' بے چارے' فکر مند ہیں کہ جس پاکستان کے مقدر میں ایسی مسلم لیگ کی سیاست تحریر ہو' اس کا مقدر لکھتے قلم اشکبار ہو جائے تو کیا کریں' کیا طرفہ تماشا ہے کہ مسلم لیگ کے کچھ مسلم صدر کی گود میں ہیں' کچھ وزیرِاعظم نے کندھوں پر بٹھا رکھے ہیں' کچھ کو چوسنیاں دی جا رہی ہیں' کچھ کو غباروں سے بہلایا جا رہا ہے۔ مرکز کا بیمار صدر جنابِ صدر کی حمایت میں امریکہ میں پڑا ہے۔ صوبے کا صحت مند صدر آئندہ کے صدر کا حلیہ بنا رہا ہے۔ ایک صدر کا دست و بازو ہے' دوسرا صدر کو بے دست و پا کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ ایک مسلم لیگ این ڈی اے میں ہے۔ دوسری آئی جے آئی میں۔

Marfat.com

تیسری نے پی پی پی کی معیت میں فنکشن منا لیا ہے۔ باقی پہلے دربدر تھیں اب خاک بسر گھر میں بیٹھی ہیں اور پہیلیاں بوجھ رہی ہیں کہ مسلم لیگ کا آئینی صدر کون .... پیر پگاڑا یا مومن جی؟ جس مسلم لیگ کا چین د عرب و ہندوستان ہی کیا' سارا جہاں اپنا ہوتا تھا اس کے پنجاب کے بھی دو آب نہیں رہے اور وہ اپنی قومی و بین الاقوامی سیاست کو دریا برد کر کے ترقیاتی رقوم کے علاقائی ڈیموں پر گزر اوقات کر رہی ہے' کبھی قیامِ پاکستان کے ایک مخالف کے کنویں سے پانی بھرتی ہے' کبھی بال بکھرائے دوسرے کے بیوٹی پارلر میں گھس جاتی ہے کہ میری سیاست کی زلفیں ذرا اسلامی ڈھنگ سے تراش دینا۔ کبھی مہاجروں کا سہارا ڈھونڈتی ہے' کبھی انصار سے ادھار مانگ گزارا کر لیتی ہے' کبھی اقتدار کی کاسہ لیسی کر لیتی ہے' کبھی محروموں کے ساتھ ہو صدائے گدائی بلند کر لیتی ہے۔ بے چاری کے مقدر میں تنازعے ہی تنازعے ہیں۔ کہیں عہدوں پر' کہیں اختیارات پر' کہیں قراردادوں پر تو کہیں فیصلوں پر۔ گویا مسلم لیگ نہ ہوئی مجموعہ اضداد ہو گئی۔ ایک مسلم لیگ کو فنکشنل قرار دینے شاید یہ مراد بھی ہو کہ یہی ایک مسلم لیگ باکار ہے' باقی سب بے کار ہیں۔ فنکشن سے مراد چونکہ تقریب بھی ہوتی ہے اس لئے نگران وزیرِاعظم کی تقریب خود ہی منا کر صدر کو یہ احساس بھی دلایا گیا کہ ہم مسلم لیگی آپ کے ساتھ ہیں لیکن وزیرِاعظم کا انتخاب ہمارا حق ہے۔ آپ کا منصب اس سے حلف اٹھوانا ہے' ہم نے آپ کی مشکل حل کر دی اور آپ کے مخالف کو شدید الجھن میں ڈال دیا۔ یوں کہ حضرت کو اپنے مستقبل کے لالے پڑ گئے۔ نوشتۂ دیوار ہو گیا کہ دو تہائی اکثریت کجا' سادہ اکثریت بھی حاصل نہیں رہے گی۔ عدم اعتماد کی تلوار کو اپنے سر پر یوں لٹکتا پائیں گی کہ ہزار عارف لوہاریاں کریں' وہ سر پر ہی لٹکتی رہے گی۔

اب بھی اگر صدر اپنی کامیابی کا فنکشن نہ منائیں تو یہ ان کی بے نیازی ہو گی ورنہ فنکشنل مسلم لیگ نے تو اسے جو نہ لم یولد تھا' نہ لم یولد۔ یوں لم یکن لہ کفواً احد بنا دیا کہ تاریخ میں پہلی بار لوہار کی سو پر سنار کی ایک کاری رہی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سنار کی دکان کوئی حلوائی کی دکان نہیں ہوتی کہ اس کے بل بوتے نانا جی کی فاتحہ پڑھوائی جا سکے۔ حسبِ سابق اس دفعہ بھی صدر صرف مارنا نہیں بدنام مارنا چاہتے ہیں اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت جی کے پاس سادہ اکثریت بھی نہیں تھی اور چلے تھے آئین میں

Marfat.com

ترمیم کرنے۔ انہوں نے اس دفعہ مارا تو خالی ہاتھ نہیں' آئین کے دستانے پہن کر ماریں گے کہ کوئی مارے شرم کے عدالت کا رخ بھی نہ کر سکے۔ معلوم ہوتا ہے' سیاست کی بساط پر اب بازی صدر کے ان مہروں کے ہاتھ میں ہے جن کو مات دینا جواں سال ناتجربہ کار کے بس میں نہیں۔ کوئی وقت جاتا ہے کہ آج کی اقلیت تمام کسرتوں پر بازی لے جا کر ایسی اکثریت بن جائے گی کہ ملک کے سب سے بڑے سرمایہ دار کا سرمائے پر مان ٹوٹ جائے گا اور فضائیں متلاشی ہوں گی کہ "کس نے توڑا' کیوں کر توڑا' توڑ دیا یا ٹوٹ گیا"۔ وائے حیرت! پیر پگاڑا نے تو مزاح ہی مزاح میں مزاج ٹھکانے لگا دیا۔ یہ بھی نہ سوچا کہ افغانستان کی خانہ جنگی کو بند کروانے کا سہرا بندھوانے سیاست کا دولہا سعودی عرب کے شاہی محل گیا ہے۔ دو چار دن اٹھلا لے گا تو پاکستانی سیاست کا کیا بگڑ جائے گا۔ بس یکایک ایسا وار کیا کہ سہروں سجی پیشانی سکڑ سکڑ تیورا گئی اور سہرہ پکار اٹھا بھائی! جبیں سے پسینہ پونچھ لیجئے' مجھ معطر کی خوشبو متاثر ہو رہی ہے اب تو سلطان پاکستان کی سلطانی افغانیوں کی دعاؤں سے بھی قائم رہ جائے تو ایک اعجاز ہی ہو گا البتہ اگر امریکہ کوئی "لائف سیونگ ڈرگ" بھیج دے تو اور بات ہے مگر اس نے تو پہلے کمانڈوز بھیجے تھے' اب سولارز بھیجا ہے۔ کیا خبر' کل کلاں کسی کو بلا بھی بھیجے۔ امریکہ کے لئے بھی صدر سے کنارہ کش ہو کر کسی اور کو گلے لینا کوئی آسان کام نہیں ہو گا اگر ایسا ہوا تو اس وفا دشمنی پر تاریخ ہزار "تبرے" بھی تحریر کر دے تو کم ہوں گے۔

البتہ نئی کٹھ پتلی کی تلاش ایک مسئلہ ہو گا۔ اس کے لئے نئی تاریں بھی شاید آسانی سے نہ مل سکیں۔ اگر ایسا ہوا تو ان خاص تاروں کے لئے نیا انتخاب کروانا لازم آ جائے گا جن کے دوران سبھی کچھ توڑ دینا تو آسان ہو گا مگر جوڑنا بڑا وقت طلب ہو گا۔ ابھی تو سندھ کے ضمنی انتخابات کا مسئلہ ہے کہ وہ کہیں "ڈی" انتخابات ثابت نہ ہو جائیں یا پھر یوں محسوس ہونے لگے کہ عدالتی کیلنڈر انتظامیہ کی دیواروں پر لگائے گئے تو انتظامیہ کی توہین کے مترادف ہو گا۔ یہ بھی مسئلہ ہو گا کہ عام انتخابات کے عبوری ایام پر کس طرح عبور حاصل کیا جائے تاکہ یہ انتخابات پروگرام کے مطابق بھی ہوں اور "پروگرام" کے مطابق بھی۔ ایسا نہ ہو کہ آج کے مخالفوں سے خلاصی ہو تو دامنِ اختیار ماضی کے مخالفوں کے ہاتھ آ جائے اور پھر وہی سیاسی "کل کل" اور انتظامی "ہل ہلا" شروع ہو

Marfat.com

جائے اور آج کے نگران وزیرِاعظم عنایت کرنے والے مستقل نگرانی کے مدعی بن جائیں۔ فنکشنل مسلم لیگ اور پیپلزپارٹی کے اس نئے گٹھ جوڑ اور نگران وزیرِاعظم کی نام دہی نے صدر کو یہ موقف اختیار کرنے کا جواز تو بہم کر ہی دیا ہے کہ بھلا مانسو! اسمبلی میں نے نہیں توڑی' مجھ سے تڑوائی گئی ہے۔ ان حالات میں اس سیاست کے لئے میں چارہ کہاں سے مہیا کرتا۔ آخر پارلیمانی جمہوریت ہے۔ وزیرِاعظم کے لئے اکثریت کا اعتماد از بس ضروری ہے۔ اکثریت لاکھ صدر کے ہاتھ میں ہو اکثریت نہ چاہے تو تمام تر آئینی اختیارات کے صدر بے چارہ کیا کر سکتا ہے۔ وہ تو آئین کا محافظ ہے جسے آئین ہی نہ چاہے صدر کی چاہت اس کے کیا کام آ سکتی ہے۔ ان حالات میں جو اسمبلی صدر سے ٹوٹ گئی وہ صدر نے نہیں توڑی۔ جان لو! کہ از خود ٹوٹ گئی۔ بھلا صدر نے کیوں توڑنا تھی صدر کی تو وہ جانی جان تھی لہٰذا لازم ہے کہ اسمبلی توڑنے کا الزام دینے کی بجائے صدر سے ان کی پیاری اسمبلی کے ٹوٹ جانے کا افسوس کیا جائے لہٰذا اٹھاؤ ہاتھ جو نہیں اٹھائے گا سیاسی دانش سے عاری تصور ہو گا۔ بالکل وہ وہی اور وہ بھی کاٹھ کا چنانچہ نیا عالمی نظام اس کا نام اپنی "گینز بک" میں درج نہیں کرے گا۔ سوچ کی یہ لہر بھی بڑی طوفانی ہے کہ اگر مجوزہ نگران وزیرِاعظم وزارتِ عظمٰی کی نگرانی سے کسی بھی باعث محروم رہے تو حالات کے نباض جس بیماری کی خبر دیتے ہیں اس کا علاج کیا ہو گا۔ بادشاہ تو آدمی خواب میں بھی بن جائے تو دو چار دن گھر والوں سے بھی بات نہیں کرتا اور سوائے حکم دینے کے اور کچھ نہیں دیتا۔ یوں وزارتِ عظمٰی کا امیدوار ہو جانا' حالات کے پروردگار بن جانے کی امید کا مستقبل کے تصور میں رچ بس جانا کس طرح کسی کو اپنے آپے میں رہنے دے گا۔ پیرپگاڑا صاحب جیسے ستارہ شناس نے طاق میں رکھی ہوئی وہ کون سی صورت حال تاک لی ہے کہ یوں نگران وزیرِاعظم نامزد کر دیا جیسے آئین میں کوئی مداوا موجود ہی نہیں تھا۔ اس نام دہی کا فنکشن چونکہ پیرپگاڑا نے منایا ہے اس لئے ظاہر ہے یہ فیصلہ اور بہت سوں کا بھی ہو گا۔

اگر پیپلزپارٹی نے بھی یہ کہہ کر کہ آئین ہمارا ہے اس لئے اس کو ترمیم سے پاک بھی ہم ہی کریں گے۔ موجودہ حکومت کی طرح آئین کے کنویں سے سو "بوکے" نکالنے سے آئین پاک نہیں ہو گا۔ صدر کا ساتھ دینے کی ٹھان لی اور ادھر ادھر کی شرائط

Marfat.com

منوا کر وہ پیر پگاڑا کی معیت میں فنکشن ہو گئے تو ماڈل ٹاؤن کی سڑکوں پر واپسی کے لئے اٹھتے ہوئے قدم اتنے بھاری ہوں گے کہ دور سے معلوم ہو گا کہ فوج آ رہی ہے اور قریب آنے پر نظر آئے گا وہ جو وزیر اعظم تھے واپس جا رہے ہیں۔ کیا خبر' جو کچھ ہو رہا ہے محض خوش فہمی ہو یا سراسر بد فہمی لیکن اس سے تو مفر ممکن نہیں کہ واعظان سیاست کی چالیں بڑی باریک ہیں۔ ہر چال پر کوئی نہ کوئی ایوان لرز جاتا ہے۔ افسوس فقط یہ ہے کہ نہ کسی کی چال کو استحکام حاصل ہے' نہ استحکام کے لئے کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ افراتفریوں کا نام سیاست رکھ لیا گیا ہے۔ بس ایک بازیچۂ اطفال ہے اور صبح شام کا تماشا ہے۔ کچھ اخباروں میں چھپ جاتا ہے' کچھ سرکاری برقی ذرائع کے ذریعہ دکھا دیا جاتا ہے۔ عوام استقبال کے لئے آئیں تو اطلاع نشر ہو جاتی ہے۔ سواری اگلی فلائٹ سے آئے گی جو کچھ لیٹ ہے۔ وداع کے لئے جائیں تو معلوم ہوتا ہے موسم کی خرابی کے باعث فلائٹ کینسل کر دی گئی۔

۱۹ مارچ ۹۳ء

Marfat.com

"نہ قرار' نہ داد۔ نہ فریاد۔ نہ رجوع"

وطن سے دور' دیارِ غیر میں' محمد خان جونیجو کی موت نے' کسی کی بے کسی کی شرم ضے کی بجائے' مسلم لیگ کی سیاست کو اپنے کس بل نکالنے کا موقع فراہم کر کے محمد علی ر کے لازوال اور انوکھے سخن "مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور' رکھ لی مرے خدا میری بے کسی کی شرم" کا منفی پہلو بھی نقش کر دیا اور ثبت ہو گیا کہ تحریکِ خلافت اور ستِ امروز میں کتنا اور کس طرح کا فرق ہے مسلم لیگ کی برپا سیاست کے واسطہ سے سوت ایسی مرگِ سیاست کے مترادف ہے جس کی بے گور و کفن نعش کو نوچتی گدھوں یاسی وزن سیروں بڑھ جائے گا اور ایک نئے نیلام گھر میں آئندہ اقتدار کی بولی امریکی روں میں لگائی جائے گی۔ سیاسی بونے ایوانِ صدر کی پہرہ گاہوں میں کھڑے ہاتھ اٹھا کر چلائیں گے۔ ہمارا قد نہ دیکھو۔ یہ دیکھو ہم کہاں کھڑے ہیں اور کس کے ایماء اور اے کے بل' پر اس انوکھے نیلام میں بولی لگا رہے ہیں۔ یہ صورتحال ان مسلم لیگی نقوں کی سزا ہے جو ۱۹۸۵ء میں غیر سیاسی انتخابات کے بعد مسلم لیگ کی سیاسی مصلحتوں ،، قانونِ فطرت کے ساتھ روا رکھیں اور دنیائے اسلام کو روسی فوجوں کے افغانستان ، انخلاء کے بعد فطرت کی طرف سے ملنے والے انعام سے' معاہدۂ جنیوا کے ذریعہ عالمی م کے نئے خدائے واحد کے اشاروں کے مطابق محروم کر دیا اور آج تک واضح نہ نے دیا کہ سانحہ اوجڑی کیمپ کیوں ہوا۔

جونیجو حکومت کی معزولی کی اصل وجوہات کیا تھیں۔ بعدۂ حادثہ بہاولپور کے اصل رکات کیا تھے اس حادثہ کا مفاد جن لوگوں کی پھیلی ہوئی جھولیوں میں انڈیل دیا گیا وہ اپنی صل میں کون تھے۔ بنیاد پرست ضیاء الحق کی قبر کی فاؤنڈیشن میں دُنیائے اسلام کے ستقبل کو کیوں کر دفن کر دیا گیا۔ یہ کتبہ کس نے تجویز اور کس نے نصب کیا کہ "قسمت

Marfat.com

کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند' دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا" مسلم لیگی سیاست کی دو
مُہریں جو اس کے مُہر بند لفافوں پر لگی مطالعاتی سیاست کے بال و پر بنی آشیانوں کی تلاش
میں رہیں۔ محمد خان جونیجو کے مرتے ہی آیاتِ حسرت نوازی' نئی پروازوں کیلئے پر تولنے
لگی ہیں' منافقتوں کا سرحد پار کرنا ملاحظہ ہو کہ جب تک مرحوم دم نہیں دے گئے۔ یہی
مشہور کیا جاتا رہا کہ موصوف صحت یاب ہیں۔ ایک دو دن میں واپس آ رہے ہیں۔ پاکستان
سیاست کی دوشیزگی پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں اس کے حالیہ چلن کے باوجود اسے اغوا
نہیں ہونے دیں گے۔ ان کے غریب اور مخلص پرستاروں کو اتنا موقع بھی نہ دیا کہ ان کی
زندگی کی برقراری کیلئے دعا ہی مانگ سکیں۔ ڈر ہو گا کہ اللہ جو دعائیں قبول کر لینے کا عادی
ہے کسی کے خلوص سے متاثر ہی نہ ہو جائے۔ مسلم لیگ کو اگر بے چوں وچرا پیر پگاڑا کے
سنگِ آستان پر بطور نذر کے سرنگوں نہ کر دیا گیا تو پاکستان میں شاید اتنے شہر بھی نہ ہوں
جتنی مسلم لیگ کے منتشر ذہن مسلم لیگیں بنا رکھیں گے۔

اگر اتفاق نے مسلم لیگ کو بے حال کرنے کی غرض سے وزیر اعظم کو جونیجو مرحوم
کا وارثِ اعلیٰ قرار دے دیا تو جانو! قیامت کا ذکر چھڑ گیا اور بات کا کسی کی جوانی تک پہنچ
جانا مقدر ہو کر سیاسی فضاؤں کو مزید مکدر کر جائے گا۔ مسلم لیگی سیاست اختلافات کو ہوا
دینے کی بجائے اختلاف کے مٹا دینے کا تماشا کرے گی اور اسلام آباد کے قدرتی مناظر
وائٹ ہاؤس کی عالمی چھتر چھاؤں تلے یوں ڈھانپ دیا جائے گا جیسے یہ نئے عالمی جنگی نظام
کا خفیہ مورچہ ہو اور اس کی سلامتی کیلئے اس کو ہم رنگ زمین امریکی دام تلے چھپا کر
رکھنا ضروری ہوا اور یوں دوسری عالمی جنگ عظیم کے بعد وہ پہلی ریاست جس کا مذہب
بھی تھا ایسی ہی دوسری ریاست کیلئے نہ صرف کوئی خطرہ نہیں بن سکے گی بلکہ اپنے ناقابل
ترمیم و تنسیخ و کامل ضابطۂ حیات کو بالائے طاق رکھ "وِلِی دِ ینکم" گنگنانے لگے گی۔
آٹھویں ترمیم ہی خارج از دین نہیں ہو گی ضمن نمبر دو۔ الف کے ساتھ ساتھ ضمن نمبر
بھی کالعدم قرار پائی اور حکومت کسی کی بھی ہو کوئی بھی ہو نئے عالمی نظام کے خدائے
کے رو برو' ہر فجر' عشاء' ہاتھ باندھے' عرض گزار ہو گی۔ میں تیری ہی عبادت کرتی ہوں
تجھ ہی سے مدد چاہتی ہوں' مجھے بتا میں کیا کروں' کیا نہ کروں' میرے ملک کو دہشت گرد
قرار دیکر میری امداد بند نہ کرنا' مجھے ان حکومتوں کی راہ پر چلائے رکھنا جن کو تو امداد

Marfat.com

ہے نہ کہ ان ملکوں کی راہ پر جن کی تو نے امداد بند کر رکھی ہے اور جو گمراہ ہو چکے ہیں۔ محمد خان جونیجو کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد سب سے زیادہ خطرناک امر پیر پگاڑا اور نواز شریف کا مسلم لیگی سیاست کے رنگ میں آمنا سامنا ہے۔

نواز شریف چونکہ پیر نہیں ہیں اور سیاست میں مرید رہنا ان کا شیوہ بھی نہیں ہے۔ اس لیے بے پیری مسلم لیگ کا با پیر مسلم لیگ سے مقابلہ سانگلا ہل کے کوہِ قراقرم کو للکارنے کے مترادف ہو گا بالخصوص جب پیر صاحب بقولِ خود جی ایچ کیو کے آدمی بھی ہیں پیر صاحب چونکہ علی الاعلان سیاسی طور پر اسحاقی ہیں اس لیے جنابِ صدر کا آئینی' سیاسی و انتظامی اثر و رسوخ' ان کی آئینی موشگافیاں اور استعمالِ استعمار و اختیارات بھی پیر صاحب کے پلڑے کو مزید بھاری کرے گا۔ جونیجو مرحوم کی فاتحہ خوانی کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے نواز شریف کے وہ وزیر جو تا مرگ جونیجو نواز رہنے کے دعویدار تھے بڑی فیصلہ طلب کیفیتوں میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ جونیجو رہے نہیں' نواز شریف گئے نہیں' یہ بچارے جائیں تو جائیں کہاں۔ پیر پگاڑہ کے ساتھ جاتے ہیں تو کابینہ سے جانا ہو گا۔ کابینہ میں رہیں تو نظروں میں مستقبل کے اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ علاوہ پیر پگاڑہ کے مسلم لیگ کے پاس کوئی قد آور شخصیت رہی نہیں۔ مزید سیاسی سیاہ بختی یہ ہے کہ پیر صاحب کا بھی سیاست مشغلہ ہے اوڑھنا بچھونا نہیں' پیشہ بھی نہیں کاروبار بھی نہیں۔ بس یوں ہی ہے کہ بوجہِ پیری شغلِ مے نہ کیا' شغلِ سیاست سے دل بہلا لیا جب دل چاہا' جنکشل ہو گئے۔ جب دل میں آئی فنکشنل ہو گئے۔ دوسری طرف کیا ہے آج عہدہ داری سے فارغ کر دیے جائیں تو کل وہ بھی افسوس کرنے نہیں آئیں گے جن کو یہ امام مہدی بنائے ہوئے تھے وہ گھڑی کتنی عبرت ناک ہو گی جب ایسے ایسے الزام جو ساعت پر بار ہوں فوری انصاف کے سپرد کیے جا رہے ہوں گے ملک کی سب سے بڑی جماعت کے رکن ہونے کے دعویدار اگر مخاصمت و رقابت کو سیاست گردانے آپس میں زور آزما ہو جائیں۔

جس مسلم لیگ کا اقدار آج حکومت اور سیاست میں بٹا ہوا ہے وہ آپس میں بٹ جائے گی تو حکومتی اقتدار از خود مخدوش ہو جائیگا۔ ایک طرف یہ خواہش ہو گی کہ سربراہِ حکومت ہی مسلم لیگ کا سربراہ ہو۔ دوسری طرف کاوش ہو گی کہ سربراہِ حکومت وہی ہو جو سربراہ لیگ کا نامزد کردہ ہو۔ اسی کشمکش میں سیاسی چاہ کے تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے

Marfat.com

دراصل آغوش افرنگ اور عسکری آہنگ کی سیاسی تربیتوں میں ٹھن جانے والی ہے۔ ایک نے ہر کھیل داؤ سے کھیلنا سیکھا ہے۔ دوسرے کو فقط "آئین شین" رہنا سکھایا گیا ہے۔ ایک طرف کی سیاست کا اسلوب ہے کہ دیدار بھی کرواتا ہو تو سال بھر میں کہیں ایک مرتبہ اور وہ بھی نذرانہ لے کر کرواؤ۔ دوسری طرف عادت ہو چلی ہے کہ جہاں کوئی وقوعہ ہو جائے وہیں جلسہ رچا ڈالو۔ کسی کی عزت لٹ جائے' جان چلی جائے یا گھر کا صفایا ہو جائے تو دکھا دکھا کر ملک بھر کو دکھانے کیلئے دستِ شفقت بھی پھیر آؤ اور مظلوموں کی توفیق کے مطابق کچھ نہ کچھ دے بھی آؤ نوکری ہو' یا ٹیکسی' قطعۂ زمین ہو یا پچاس ہزار کا چیک اور یہ بھی پتہ نہ چلے کہ سرکاری خزانے سے دیا' سرکاری بیت المال سے سرکاری زکوٰۃ سے یا صوابدیدی فنڈ سے۔ ایک طرف دعویٰ ہے کہ میری اطاعت سے عاقبت سنورے گی دوسری طرف بانگِ دہل ہے کہ میری حمایت کرو گے تو دنیا سنوار دوں گا۔ حالانکہ آثار یہ ہیں کہ مسلم لیگ بے چاری کے قبضہ سے دین بھی گیا' دنیا بھی گئی۔ قوم کے مستقبل پر ان برپا شدہ آفتوں اور منافقتوں سے کوئی تو پوچھے کہ اگر جونیجو مرحوم تمہاری نگاہ میں اتنے بڑے سیاست دان' اتنے اچھے انسان' اتنے بڑے دانشور' اتنے عظیم محب وطن اور جمہوریت کے ایسے دلدادہ تھے جتنے ان کی موت کے بعد بیان کر رہے ہو تو سیاست کے بھینگو! زندگی میں تم انسان ناشناسوں نے انہیں ان کے اصل مقام سے کیوں محروم رکھا میدانِ سیاست کھلنڈروں کے ہاتھ کیوں دیا۔ ضیاالحق نے محمد ایوب خان نے امیر محمد خان نے تو پھر بھی انہیں مراتب سے نوازا۔ اگر ان میں سے ایک نے زیادتی کی تو عدالت نے اصلاح کر دی تم جو ہمہ وقت ان کی راہوں کو مسدود کرنے میں لگے رہے اس وقت غلط کار تھے یا اب محض تمہاری ابن الوقتی بول رہی ہے تم سب جمہوریت کے دلدادہ اور سیاست کے پہلوان سیاست دانوں نے ان کی برطرفی پر مل کر احتجاج کیوں نہ کیا حالانکہ تمہیں کانفرنس میں بلا لینا ان کے خلاف برہمی کا باعث تھا۔ آج کے آنسو مگرمچھ کے آنسو نہیں ہیں تو اس وقت جب آمریت نے ان کے ساتھ اتنا بڑا سیاسی ظلم کیا تھا تو "جہاں جہاں نواز شریف" کا نعرہ کیوں نہ لگایا' وہ کون تھے جنہوں نے زمامِ کار حکومت پیپلز پارٹی کو لوٹا دی۔ اصل بات یہ ہے کہ نظامِ جمہوریت میں سیاست اپنی ذات کے سوا کسی کی دوست نہیں ہوتی۔ اس نظام میں "سپورٹس" ہوتی ہیں۔ "مین شپ" کہیں نہیں ہوتی' دنیا

Marfat.com

دکھانے‘ تصویر بنوانے اور تشہیر کروانے کے لئے ہاتھ تو اٹھتے ہیں دل سے دعائے مغفرت کوئی نہیں مانگتا۔ جہاں "بادشاہ چل بسا‘ بادشاہ زندہ باد" کا رواج ہو وہاں وفا یا دعا کا کیا کام۔ اللہ غریق رحمت کرے اگر محمد خان جونیجو غیر سیاسی ہو کر انتخاب میں حصہ نہ لیتے۔ ضیاالحق کے معتمد بن کر وزیر اعظم نہ بنتے‘ بائیکاٹیے بنے رہتے۔ ارکان کے مطالبات سے تنگ آکر غیر سیاسی ارکان کو منظم رکھنے کیلئے حالیہ مسلم لیگ کی بنیاد نہ رکھتے۔ معاہدۂ جنیوا اور سانحہ اوجڑی کیمپ پر اس وقت کے صدرِ مملکت کو برہم نہ کرتے تو ان کو برطرف کیا جاتا نہ حادثۂ بہاولپور ہوا ہوتا اور کسی کی یہ تمنا کہ دس دفعہ بھی انتخاب کروانے پڑتے تو غیر سیاسی ہی کراؤں گا‘ آج بھی ثمر آور ہوتی۔

معاشرہ متعدد بیماریوں سے شفاپا گیا ہوتا‌ضابطہ حیات تو کیا پورا نظامِ حکومت ہی بدل گیا ہوتا۔ جس نے اپنی وزارتِ عظمیٰ کی قربانی دے کر مغربی جمہوری نظامِ حکومت کو دوبارہ رائج کیا۔ اس کے ساتھ مغربی جمہوری نظام کے مُہروں نے کیا سلوک کیا۔ یہی کہ اس کی بساط پر آمریت اور عسکری نظام کے مُہرے یوں بچھا دیئے کہ اس کی کوئی ترکیب بھی کامیاب نہ ہو۔ مرحوم اپنے پیر سے بھی کٹے‘ اقتدار سے بھی‘ کسی نے کلغی کاٹ لی‘ کسی نے پر نوچ لیا‘ پھر سیاست کے جنگل میں مور ناچا بھی تو کیا۔ مرحوم کا اصل سرطان تو آج کی سیاست‘ نامردم شناسی‘ بے وفائی‘ بے ہمتی‘ خود غرضی و خود پرستی تھی۔ ان کا گلا تو آج کے دستِ سیاست نے دبایا جن ہاتھوں نے ان کی سیاست کی شہ رگ کو اتنے سال دبائے رکھا‘ وہ دکھانے کو لاکھ بار اٹھیں‘ نہ مرنے والے کو قبول ہوں گے نہ موت وپیدائش کے لمحات مقرر کرنے والے کو۔ مرحوم کی تو آج کی سیاست سے جان خلاصی ہوئی ان کی موت کے ساتھ ہی جن کی سیاست کا احتساب شروع ہو گیا ہے وہ اپنی فکر کریں۔

اب مقابلہ سیاست کی پیش گوئیوں اور یاوہ گوئیوں میں ہو گا سیاست کی پیروی وبے پیری میں ہو گا۔ سیاست کے خرّوں اور گوسفندوں میں ہو گا۔ ولایتی اور دیسی سیاست میں ہو گا "ہاؤس آف کامنز" اور "سینڈ ہرسٹ" کی تربیتیں ایک دوسرے کے آڑے آئیں گی۔ ایک طرف سیاسی سیواجی ٹوکرے میں بند ہو رہا ہو گا تو دوسری طرف سیاست کا دین الٰہی جودھا بائی سے سیاست کا ضابطۂ حیات متعین کروا رہا ہو گا۔ مسلم لیگ کی باہمی

Marfat.com

پھوٹ سے حالیہ اقتدار کا دم ٹوٹ جائے گا اور جونیجو کی بے نیل ومرام سیاست کو اتنے احترام و معداری سے دفن کر کے ناموری حاصل کرنیکی کوشاں سیاست بن روئے بن بین کئے دفن کر دی جائے گی انسانی پُرکاری ہار جائے گی اور قانون فطرت ہمیشہ کی طرح جیت جائے گا۔ ایک صوبائی اسمبلی نے ۱۹۷۳ء کے اصل آئین کی بحالی کیلئے قرار داد پاس ہی کر دی گویا بات صدر کی حاکمیتِ اعلیٰ پر اعتراض سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ تک جا پہنچی اور دین کو پھر آئین ساختہ مشاورتی کونسل کی تحویل میں دے دینے کی سفارش کر دی گئی۔ راقم سوچ رہا ہے کہ سردار شیر عالم خان ایڈووکیٹ کو مشورہ دوں کہ بھائی! اپنا مضمون بعنوان "قرار دادِ مقاصد اور عدلیہ کا کردار" خود ہی ضبط کر لو کہ تمہاری دانش سیاست کے اس زمانہ کیلئے نہ موزوں ہے نہ راس آئے گی۔ بہتر ہے وصیت کر جاؤ کہ تیسری عالمگیر جنگ کے ختم ہونے تک اس مضمون کو شائع نہ کیا جائے۔ بعد میں لازماً شائع ہو کہ اس وقت عالمی سیاست کیلئے یہ دستاویز بڑی اہم ثابت ہو گی۔ ابھی تو ہمارے نظامِ حکومت نے اور بہت سے جونیجو دفن کرنے ہیں اگرچہ آثار یہ ہیں کہ اس معیار کے سیاستدان اسے اب میسر ہی نہیں آئیں گے اور سیاست کیلئے بھی فوج کے ہاں کھاتے کھلوانا پڑیں گے۔ مگر یہ نظام بڑا فنکار ہے ایک جونیجو ہی کیا ہر قسم کے جھوٹ موٹھ کے قائد ڈھال سکتا ہے۔ کسی بھی صاحبِ اقتدار کے متعلق یہ دعویٰ نشر کروا سکتا ہے کہ یہ سڑکوں کا شیر شاہ سوری ہے۔ دوروں کا 'نعوذ باللہ من ذلک' عمرؓ ہے' سخاوتوں میں اتنا بڑا غنی ہے کہ وہ خود تو کیا اس کے منشی مصدی بھی کسی کی موت پر پچاس ہزار سے کم نہیں دیتے۔ زخم اگر کاری نہ کھایا ہو تو بھی دس بیس ہزار تو آتے جاتے دے جاتے ہیں جس بے کار پر نظر ڈال دیتے ہیں کار والا بنا دیتے ہیں۔ جمعبندیوں کے خانہ کاشت کو خانہ ملکیت دکھا دینا تو ان کی بائیں آنکھ کا کھیل ہے' بھرتی کرنے پر آجائیں تو سالوں بعد میسر آنے والی اسامیاں بھی پر کر دیتے ہیں' میرٹ ایسا قائم کرتے ہیں کہ مجال ہے کوئی گریجوٹ ان کے میٹرک پاس پر ایم این اے یا ایم پی اے کی سفارش کے بغیر سبقت لے جاسکے۔ سرکاری کار میں بیٹھے ہی پہچان لیتے ہیں سڑک پر پیدل چلتی ہوئی عورت ضرورت مند بیوہ ہے۔ محمد خان جونیجو ہم تمہیں جانتے ہی نہیں بہت قریب سے جانتے ہیں تو اگر اس نظامِ حکومت و سیاست میں نہ ہوتا تو بڑی طویل زندگی اور لازوال شہرت کا انسان ہو

Marfat.com

تو چونکہ خدا خوف تھا عیار و پُرکار نہیں تھا اس لیے اس نظام کو راس نہ آسکا۔ تیری سادہ لوحی نے امریکی پُرکاری کو بھانپنے میں ذرا سا سادگی سے کام لیا اس کی بات کو تسلیم کر کے تو اس وقت کے اقتدار کو تسلیم نہ رہا۔ تجھ پر جس نے وار کیا اگرچہ اس پر بھی وار ہوا مگر تو سرخرو ہو کر بھی بحال نہ ہو سکا الٹے کئی ادارے بے حال ہو گئے۔ مغربی جمہوری سیاست نے تیری زندگی سے انتقام لیا۔ ہمیں معلوم ہے تیری موت اب اس نظام سے انتقام لے گی اس کے بعد کی سیاست میں آنے والے بہت دور سے تیرے مرقد کی طرف اشارہ کر کے اڑوس پڑوس والوں کو بتایا کریں گے وقت کا بہت اچھا سندھڑی انسان تھا یہ۔ جو ایک دفعہ پنجاب کے چک جھمرہ سے بھی منتخب ہوا تھا۔ اس جہاں سے جانے لگا تو پہلے انگلستان گیا پھر امریکہ گیا جہاں سے سُوئے فلک سدھار گیا۔ روح جنت نشین ہوئی جسد بوجہ حب وطن پاکستان آگیا مسلم لیگ کا یہ قمر چاند ستارے کے پرچم میں کمر کو بستہ کئے اگلے جہاں کے سفر پر یوں روانہ ہوا کہ اب تاقیامت نظر تک نہ آئے گا آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے' سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔ مگر افسوس کہ اس نے آج کی سیاست کو نہ پہچانا۔ مرحوم شخصیتوں اور محروم معاشرہ کے سوا اس ملک کی تقدیر میں اور کچھ بھی تحریر نہ ہوا اور سیاست بضد رہی نہ میں اللہ کے لئے ہوں نہ اس کی طرف لوٹوں گی۔ قرار دادِ پاکستان آئین کی دربان ہو یا زینتِ دالان ہو۔ مؤثر رہے یا غیر مؤثر ہو جائے۔

۲۳ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"اندازِ سیاست کہ مرگِ مفاجات"

بنام آزادی، بطرزِ غلامی، حسبِ انداز سرمایہ داری، نواز شریف اچانک غلام اسحاق خان صاحب کے درِ دولت پر کبھی زیرِ لب "دریار پھر دریار ہے" گنگناتے، کبھی "وفا کیسی، کہاں کا عشق، جب سر پھوڑنا ٹھہرا" بسورتے، کبھی یوں بین کرتے کہ اے سنگ دل تیرا ہی سنگِ آستان کیوں ہو، یوں بن بلائے پہنچ گئے کہ آدھی دنیا حیران اور باقی رہی سہی پریشان و پشیمان ہو کر رہ گئی۔ یا تو پاکستانی صحافت کا کام فقط افواہیں پھیلانا اور وسوسے پالنا رہ گیا ہے یا مغربی جمہوریت کی ازلی باطل نوازی، خصومت وافترا پروری کا خبث باطن پاکستان میں اپنی ناتجربہ کاری ونااہلی کے باعث اپنے اصل روپ کو چھپانے میں ناکام رہ گیا ہے۔ ایک دن خبر آتی ہے سربراہ بول چال سے بھی گئے، شکلیں یوں بنائے ہوئے تھے جیسے شکل تک دیکھنا گوارہ نہ ہو۔ دوسرے دن اطلاع دی جاتی ہے، چپ چپ سے بیٹھے تو تھے مگر آنکھوں میں نمی سی تھی۔ ایک طرف ڈبڈبائی آنکھوں میں نازک سا سیاسی فسانہ تھا دوسری طرف تیوری کے بل للکار رہے تھے کہ ستم گر۔ آج تجھے ہنس ہنس کر رلانا ہے۔ تاثر یہ دیا جا رہا تھا دونوں یوں بچھڑ چکے ہیں کہ اب خوابوں میں بھی نہیں ملیں گے۔ اگلے ہی روز خبر ملتی ہے کہ وہ تو پھر مل بھی گئے اور گھل بھی گئے۔

جس نظامِ سیاست کے کردار اتنے گر گئے ہوں کہ لمحوں میں غداریاں، وفاداریاں بن جائیں، دوستیاں دشمنیوں میں تبدیل ہو جائیں، وہاں کے عوام کا ابھی تک پاگل نہ ہو جانا ایک معجزہ ہی تسلیم کرنا ہو گا۔ اس بعداز خرابیٔ بسیار ملاقات کے متعلق ہر اخبار کی اپنی ایک اطلاع ہے، یہ اطلاع مصدقہ بھی ہے اور جداگانہ بھی یوں معلوم ہوتا ہے اخبارات کو صرف یہ اطلاع میسر تھی کہ ملاقات ہوئی۔ باقی ہر کسی کا اپنا مفروضہ اپنا افسانہ ہے پھر اسی آٹھویں ترمیم کا رونا کہ اس پر تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ صدر نے چھوٹتے

Marfat.com

ہی فرما دیا آئین کی حفاظت میری ذمہ داری ہے' یہ بھی کہہ دیا کہ آئندہ کے صدارتی انتخابات کے متعلق بھی مجھ سے کوئی بات نہ کی جائے۔ اگر ایسا ہی ہے تو وزیر اعظم نبض دکھانے ایوانِ صدر گئے تھے یا یہ دریافت کرنے کہ آج کیا پکایا ہے۔ یایوں ہوا کہ وہ ہاتھ جوڑے خاموش کھڑے رہے اور وہ انہیں گھورتے رہے بس اسی حالت میں وقتِ ملاقات ختم ہو گیا کسی نے غیر مشروط معافی مانگ لی یا رو رو کر پوچھتے رہے آخر میرا قصور کیا ہے۔ صدر نے کان پکڑ لئے یا اختیارات استعمال کرنے کی آخری دھمکی دی' دل پسیج گئے یا دماغ درست ہو گئے۔

متضاد خبروں اور لایعنی مفروضوں کی گرفت میں جکڑے بے خبر تبصرہ نگاریوں انگشت بدنداں ہیں کہ کان پر رکھے قلم کا بھی احساس نہیں رہا اور دل ہی دل میں آوازیں دیئے جا رہے ہیں۔ غنچہ لانا تو میرا قلم دان' ذرا ان کو تو دیکھ لوں کس طرح مسلم لیگ کی صدارت صدرِ مملکت کو پیش کر رہے ہیں وہ بھلا کوئی صدارت کے بھوکے ہیں یا پھر سوچ رہے ہیں کاروباری آدمی ہیں' صدارت کا بھاؤ بھی تو بتایا ہو گا اور اپنے منافع کی شرح بھی' فقط دام ہی بچھایا ہے یا دام بھی لگائے ہیں' سوچ رہے ہیں یہ مسلم لیگ کے عہدے یوں نچھاور کرنے والے تو نہیں یقیناً یہ ان کی چال ہے کہ صدر میں اور فنکشنل مسلم لیگ میں چل نکلے۔ پیر پگاڑا کے پیروں کی دھول بگولے بن کر جونیجو گروپ کے ارد گرد نئے راگ الاپنے لگے۔ ہر چند کہ وہی آئینی سربراہِ مملکت ہوں' وہی صدر مسلم لیگ ہوں' ازروئے آئین وہی سربراہِ حکومت ہوں۔ بظاہر کاروبارِ حکومت کاروباری قواعد کے تحت ان کے پاس رہے جو ازروئے آئین چیف ایگزیکٹو نہیں ہیں اور صدر نے محض اپنا کام چلانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں یہ کہہ کر کہ لو! پینے والا تو چلا گیا کھانے والو۔ اب تم آجاؤ بس اتنی احتیاط کرو کہ باری باری آتے جاؤ اور اٹھتے جاؤ۔ حکومت کی یہ مجبوری ہے کہ وہ کسی کو زیادہ دیر تک نہیں بٹھا سکتی اس لئے کہ محکمے کم ہیں اور کھانے والے زیادہ ہیں اور اس لئے بھی کہ صدر کا تجربہ بڑا تلخ ہے جو آتا ہے بڑا مسکین بڑا وفادار بن کر آتا ہے مگر جونہی پیٹ بھر جاتا ہے آنکھیں دکھانے لگ جاتا ہے کبھی نمک کم ہونے کا گلہ' کبھی مرچیں زیادہ ہونے کی شکایت' صدر بے چارے۔ کیونکر اعتبار کر لیں پہلے ایک کو برخاست کیا۔ ریفرنس دائر کئے اس لئے بھی کہ جانے والی کو بداعمالی کی سزا ملے اور اس لئے بھی کہ

Marfat.com

آنے والے پر نااہل قرار دیئے جانے کا خوف طاری رہے۔ یہ فرض کر لینا بھی نادانی ہی ثابت ہوا لوگ اپنے پیشروں کے انجام سے عبرت حاصل کر لیتے تو آج انسانیت کی تاریخ درخشاں ہوتی ایک دو فرد یا چند افراد ہی کیا قومیں غرق ہو گئیں مگر آئندہ قوموں نے عبرت حاصل نہ کی۔

ایک سانحہ یہ بھی ہے کہ آج کل کے خوش بختوں نے سیاست بھی پولیس افسروں سے سیکھی ہے۔ پولیس افسروں کا ہمیشہ سے یہ راہنما اصول رہا ہے کہ "یرقے تے یرقاؤ' نہیں تے آپیں یرق جاؤ" اس لئے ہو سکتا ہے کہ حالیہ ملاقات کا اصل باعث بھی یہی ہو۔ یہ ملاقات غیر مشروط معافی کا مظہر ہو۔ "تجھے پاؤں پڑ کر مناؤں گا" کی تصویر ہو۔ ایوان صدر کے در و دیوار پکار اٹھے ہوں۔ آپ بزرگ ہیں بچوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے دل یوں پسیج گیا ہو کہ آنسو روک کر کسی نے گلے لگا لیا ہو اور ایک دفعہ پھر پیٹھ تھپک دی ہو کہ جاؤ از روئے آئین تم جو کچھ بھی ہو تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ رولز آف بزنس کے تحت بھی تم مرکز میں وہی کچھ ہو جو صوبے میں چونیاں والے حضرت تمہارے ہیں۔ یعنی حیدر تم ہو اور غلام وہ ہیں۔ غلام ہم بھی ہیں مگر اس اسحاق کے جو موسیٰ و ہارون و یعقوب کے بڑے ہیں۔ ہم نے حق نمک ادا کرنے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ نہ کبھی نمک ادھار کھایا ہے جس کا کھایا' اس کا گایا بھی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئین کو شریعت پر بالا دست قرار دینے کا مزا دونوں نے چکھ لیا ہو۔ اگرچہ حکومت عطا کرتے وقت امریکہ نے دونوں کو انتباہ کیا تھا کہ دیکھو یہ آئین ہمارا تجویز کردہ ہے۔ اس لئے کھاؤ پیو مزے اڑاؤ لیکن اس آئین کے قریب نہیں جانا ورنہ پھر چلاتے پھرو گے۔ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ"

آثار یہ بھی ہیں کہ یہ ملاقات بحکم حاکماں ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ ملاقات نہیں ہوئی مرگ مفاجات ہوئی ہے کہا گیا ہو گا تمہاری باہمی مخالفت و مخاصمت اپنی جگہ' ہم تو تمہیں دہشت گرد قرار دینے والے ہیں لہٰذا فوراً آپس میں ملو اور بلا تاخیر فیصلہ کر کے ہمیں آگاہ کرو کہ تم نے اپنی ایٹمی کارستانیوں سے باز آنا ہے یا نہیں۔ کشمیر اور مشرقی پنجاب میں تمہاری دہشت گردی تمہاری رد عملی کا حق ہی سہی لیکن اب تو معلوم ہو رہا ہے تم اندر ہی اندر کے بنیاد پرست دیگر ممالک کے معاملات میں بھی ٹانگیں اڑانے لگے

Marfat.com

ہو۔ تمہاری دہشت پسندی کو یوں ٹانگیں پھیلانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مانا! کہ ہمیں "فری پورٹ" کی ضرورت ہے۔ آزاد شدہ روسی ریاستوں سے تجارتی راہ و رسم کشادہ کرنے کے لئے ہمیں بہت سے موٹر وے درکار ہیں۔ مانا! کہ تمہارے پڑوسی ممالک سے تعلقات کی کشیدگی ہمارے اسلحہ ساز کارخانوں کی منفعت کے لئے ضروری ہے۔ مانا! ہمارے کہنے پر قرآنی دو قومی نظریہ کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ مانا! کہ تم نے اللہ کی حاکمیت کو اپنی حاکمیت کو چھتر چھاؤں میں لے لیا ہے۔ مانا! کہ تم نے اسلام کو دین کی بجائے مذہب قرار دے دیا ہے۔ تمہاری شریعت میں سودی کاروبار' فرقہ بندی' جائز ہے دین کو نامکمل قرار دیتا ہوا تمہارا آئین جو فکری تضادات کے باعث ہمہ وقت متزلزل رہتا ہے۔ شریعت الہٰی پر بالا دست قرار پا چکا ہے۔ مانا! کہ تم نے نئے عالمی نظام کی بالا دستی کو قبول کر کے کرہ ارض پر ہماری حاکمیت کو اپنا سیاسی ایمان بنا لیا ہے۔ مانا! کہ ہماری اطاعت گزاری میں تم اپنے وجود کے جواز کو بھی کالعدم قرار دے چکے ہو۔ مانا! کہ تم نے نظریہ پاکستان کو ہی الوداع نہیں کہہ دیا۔ تمہاری وساطت سے ہم نے دنیائے اسلام کے وسائل پر بھی اجارہ داری حاصل کر لی ہے اور دنیائے اسلام یا اسلامی بلاک کے نام کی کوئی شے باقی نہیں رہی۔ مانا! کہ تم مغربی جمہوری لادین سرمایہ دارانہ نظام کو نافذ کرنے اور اسے بالاتر قرار دلوانے میں ہمارے بہترین مدد معاون ثابت ہوئے ہو اور ترکِ اسلام کر کے دنیائے اسلام سے کنارہ کش ہو کر تم جمہوری ممالک کی انجمن میں شامل ہونے کے لئے کمربستہ ہو۔ مانا! کہ تم نے شرع پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آشکار نہ ہونے کا بڑا معقول بندوبست کیا ہے۔ مانا! کہ ہمارے اشاروں پر تم نے پہلے معاہدہ جینوا پھر معاہدہ پشاور' پھر معاہدہ اسلام آباد اور آزاد شدہ روسی ریاستوں میں اسلام کے آباد ہو جانے کی تمام راہیں پل بنانے کے بہانے دینِ اسلام کے آنے جانے کے لئے بند کروا دیں۔ مانا! کہ ہمارے اشاروں پر چل کر تم نے اپنے آئینی ادارے یکے بعد دیگرے یوں رسوا کئے کہ تمہارے شہری ان کا نام لیتے ہوئے بھی کراہت محسوس کرتے ہیں لیکن یہ بھی سبھی کچھ ابھی کافی نہیں ہے۔ ابھی ہمارے سامنے آسمان اور بھی ہیں' ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ جو داؤ پیچ ہم کامیابی سے کھیل چکے ہیں ان پر ہی قناعت کر لیں کہ ابھی تمہارے اسلام کے چمن اور بھی آشیان اور بھی ہیں۔ ادھر کی دنیا ادھر بھی

Marfat.com

کرنا پڑے تو ہم کسی کو آئین پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگاہ نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان سرزنشوں اور دھمکیوں سے گھبرا کر ہردو طرف کپکپی شروع ہو گئی ہو ایک ذرا زیادہ ہی گھبرا گئے ہوں اور جتنی دعائیں یاد ہوں صرف سفیر کر کے پاس ان کے گئے بھی ہوں تو گالیوں کا کیا جواب کی مجسم تقدیر بن گئے ہوں۔

اگرچہ گزشتہ دنوں صدر پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ وہ کتنے بااختیار ہیں اس ایم پی اے کو جو اور بھی بہت کچھ ہے' گرفتار کروا دیا۔ ہرچند کہ وہ عدالت سے ضمانت پر رہا تھا اور بے چارے پولیس والوں کا حکم بجا لانے کے لئے کیا کچھ نہ کرنا پڑا ہو۔ ہو سکتا ہے صدر یہ دیکھ کر گھبرا گئے ہوں تاہم امریکی سفیر کے طور دیکھ کر بھی اور جو پیغام وہ ہردو کے لئے لائے اس کے پیش نظر بھی عافیت اسی میں ہو کہ مزاج یار کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا جائے۔ دونوں جانتے ہیں کہ امریکہ اپنی کسی بلی کو میاؤں کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اکھڑ مزاجوں کی طرح پہلے ہی روز بلی مارنے کا قائل بھی نہیں۔ مغربی جمہوریت میں چونکہ بادشاہت بڑی مہذب ہو جاتی ہے لہٰذا اس نظام میں بلیاں بڑے پیار سے پالی جاتی ہیں مگر مکمل اہتمام کر لیا جاتا ہے کہ وہ میاؤں نہ کر پائیں۔ صدر نے پرانی بلی کے ساتھ کیا کیا۔ جاوید ورک اور مہدی بھٹی کے ساتھ جو ہونے والا ہے' کس کو نہیں معلوم۔

پہلے ملزم بناؤ پھر اقتدار میں لاؤ پھر جب چاہو مجرم بنا کر کٹہرے میں کھڑا کر دو۔ یہی ہماری جمہوریت کا انداز ہے جب چاہا سینگ لگا کر آہو بنا دیا جب چاہا اتار کر گدھا قرار دے دیا لیکن یقین نہیں آتا کہ ہماری سیاست کے جواں مرد اور جہاں دیدہ بزرگ ایک ہی دھمکی سے لرز گئے ہوں' نہ یہ یقین آتا ہے کہ یکایک حب الوطنی کے جذبات بیدار ہو گئے ہوں اور قوم و ملک اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے دونوں نے اپنی اصلاح کی ٹھان لی ہو البتہ یہ زیادہ امکانی ہے کہ کسی نے آنے والے خطرات کے پیش نظر استدعا کی ہو کہ میاں سبھی کچھ لے لو مجھ سے دامن نہ چھڑاؤ جیسے عدالت عظمی اپنی عظمتوں کی نئی عمارت میں چلی گئی ہے۔ نیا ایوان تعمیر ہونے تک میری بھی حفاظت کی جائے۔ درون پردہ چاہے جو بھی حالت زار ہو ڈولی نئی نویلی سروں کے درمیان باجے گاجے سے اٹھائی جائے۔ اقتدار کی رخصتی کو بھی دلہن کی سی رخصتی تصور کیا جائے۔ اسے اقتدار کا جنازہ قرار نہ دیا جائے۔ سرمایہ دارانہ نظام حکومت میں اقتدار تو سرمائے

Marfat.com

ہی رہتا ہے چاہے برات آ رہی ہو' چاہے ڈولی جا رہی ہو' گھر سرمائے ہی کا آباد ہوتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اختلاف محض دکھاوے کا ہی اختلاف ہو۔ عوام کے لئے دلی مزید دور ہو گئی ہو اور مار گزیدہ تریاق کی شیشی اس ڈر سے چھپائے پھر رہا ہو کہ کسی کو پتہ چل گیا تو زیادہ زہریلے مار سے کٹوا دے گا۔

صورتِ حال کچھ بھی ہو عوام کو اس صلح کی خبر کی تردید ہونے تک خوشیاں منا لینی چاہیں۔ جمہوریت میں کچھ بھی حرف آخر نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کے گھر سیاست نے بسا رکھے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے سیاست کو اپنے گھر میں بسا لیا ہے۔ کچھ کا دعویٰ ہے اقتدار ہماری سیاست کا منگیتر ہے کوئی اور اسے بیاہ کر نہیں لے جا سکتا۔ کچھ کا سیاست سے اتنا ہی تعلق ہے جیسے پرائی برات میں احمق ناچ رہا ہو۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کی حماقتوں کو دیکھ کر اقتدار کے گھر آئی براتیں ناچ اٹھتی ہیں اور ڈولی لئے بن ہی واپس ہو جاتی ہیں۔ اب ایک نیا رواج رائج ہو رہا ہے۔ کبھی مملکت حکومت سے روٹھ جاتی ہے۔ کبھی حکومت کو مملکت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اسی کیفیت نے آج کے اختلافات کو جنم دیا ہے اور اخبارات نے ان اختلافات کو اتنی ہوا دی ہے کہ یہ ہلارے لینے لگے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایم آر ڈی کے صدر کے ساتھ نئے تعلقات کے منصوبہ کو بھانپ کر کوئی اپنے منقطع تعلقات بحال کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو اور یوں صدر کی پانچوں گھی میں تر بتر ہو گئی ہوں۔ اب دیکھیں وہ کس کے ساتھ پینگ بڑھاتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ صدر نے وزیر اعظم کی سنی ان سنی کر دی تو دیکھنا ہو گا کہ نظرِ التفات اب فنکشنل مسلم لیگ کی طرف اٹھتی ہے یا ایم آر ڈی کی آہ و زاری متوجہ کرتی ہے۔

ڈر ہے کہ ایک انار سو بیمار کی سی کیفیت دیکھ کر صدر کہیں جھنجھلا نہ جائیں اور ان کی بے توجہی کے باعث اب تک کے کچھ بچے کھچے ادارے اپنی عمارتوں کو فرسودہ قرار دے کر اپنی سرحدوں پر نظر رکھنے کی بجائے دراڑیں دکھانے لگ جائیں۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جس کی تمنا غیر لگائے بیٹھے ہیں۔ جونہی اس مقصد کی بار آوری کے آثار پیدا ہوئے آج کے دوست مستقبل کے بدترین دشمن بن جائیں گے۔ وطنِ عزیز تو کجا اس کی قرارداد تک دہشت گرد قرار دے دی جائے گی۔ اعتراض لایا جائے گا کہ تم اس اللہ

Marfat.com

کی حاکمیت کے علمبردار ہو جس نے ہمارے لئے دوزخ بنا رکھا ہے۔

اب نئے عالمی نظام کی ریشہ دوانیوں کے لئے نئی حد بندیاں درکار ہیں جو نہ صرف چین کو بے چین رکھیں بلکہ ہندوستان کے مندروں کے تمام بت بھی اپنے پجاریوں کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں کہ بے دینو تم ہی لادینی کی پرماتما ہو تم تو اپنے مہاتما کو سربازار موت کی نیند سلا سکتے ہو۔ تم سے بڑھ کر سیکولر کون ہو گا۔ اس لئے اٹھو ہر نقش کہن مٹا دو۔ وہ دینِ اسلام کا آفاقی ہو یا اصل کا سومناتی کہ یہی نئے عالمی نظام کا تقاضا ہے۔ ان حالات میں بے چارے پاکستانی کیا کریں۔ ۲۳ مارچ ان سے نظریۂ پاکستان کی تجدید کرواتا ہے۔ یکم اپریل انہیں فول بنا جاتا ہے۔ کبھی ہم مارشل لاء کی منتیں کر رہے ہوتے ہیں کہ خدارا جمہوریت بحال کرو۔ کبھی صدر کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہوتے ہیں کہ للہ ہمارے وزیرِاعظم کو معاف کر دو۔ سوئے اتفاق یہ ہے کہ ہمارے آئین میں آمر گھس آیا ہے۔ کبھی وہ ۱۹۷۳ء کا وزیرِاعظم بن جاتا ہے کبھی ۱۹۸۵ء کا صدر اور اندازِ سیاست مرگِ مفاجات طاری کر دیتا ہے۔

۲۸ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"فیصلے جو قدرت نے محفوظ کر لیے"

عوام کو گزشتہ عید، مسلم لیگ کو آئندہ کا صدر اور ریٹائرڈ جنرل اسلم بیگ کو محفوظ فیصلہ مبارک ہو اگرچہ ہم "ما علینا الا البلاغ" کے زمانے کی بجائے "علینا الا البلاغ" کے زمانے میں بے خبری کی زندگی 'ڈس انفارمیشن کے سہارے گزار رہے ہیں۔ جونہی حالات سے دم گھٹنے لگتا ہے، اخباروں کی شہ سرخیاں سونگھ کر تازہ دم ہو جاتے ہیں، باقی دن تبصرے سنتے گزر جاتا ہے اور رات ڈراؤنے خواب دیکھتے کٹ جاتی ہے، تاہم سنا ہے مسلم لیگ کے بزرگ جب سرجوڑنے کے لیے بیٹھے تو اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک یہ طے نہیں پا گیا کہ جواں سال سیاست کی تبلیغ جانستاں کو رگ جان کے قریب رکھ کر ہی باقی ماندہ زندگی کے دم آخر کی خبر سنائی جا سکتی ہے، ورنہ مسلم لیگ کی شکستہ پائی کا نہ کوئی حامد ہو گا نہ ناصر، یہ تو ممکن نہیں کہ اتنے سارے بزرگوں نے اپنی کہنہ سالی کے باوجود اس عریاں حقیقت سے قطع نظر کیا ہو کہ جناب فنکشل نے مسلم لیگ کی "مزاری" پہلے سے تیار کر رکھی ہے اور آئندہ کی نگران وزارت عظمیٰ کے لیے بلخ سے شیر در آمد کر لیا ہے تاکہ مسلم لیگ کا صدر اگر کسی اور کا ہو جائے تو سرکاری صدر کی وساطت سے وزارتوں کی عظمت ان کے نامزد کے سپرد کر دی جائے۔ اگر کہیں ایسا ہو گیا تو آج کا اقتدار تو سرپیٹ لے گا کہ بھاڑ میں جائے ایسی مسلم لیگ کی صدارت جو اپنے صدر کو اقتدار میں نہ رکھ سکے۔ آہ و بکا ہو گی کہ اے مسلم لیگ تو تو بنائی ہوئی ہی وزیراعظم کی تھی، تو تو بنائی ہی وزیراعظم کے لئے گئی تھی ورنہ غیر سیاسی انتخاب کے بعد تو کون سی اتنی بڑی سیاسی رہ گئی تھی کہ حاکم وقت تجھے منہ لگاتا اور اس وقت کے باقی ماندہ پاکستان کا احکم الحاکمین تجھے وردی اتار اتار کر سلام در سلام کرتا۔ جب پاکستان وجود میں آیا، تو قبل از قیام پاکستان کی مسلم لیگ اپنا فرض نبھا کر ملکی سیاست سے اگرچہ فارغ ہو گئی تاہم نام کی مسلم لیگ

Marfat.com

موجود رہی۔

جب قرار دادِ مقاصد قرار پائی تو مسلم لیگی سیاست کے بڑے بڑے ذہین طالب علم بھی باوجود "نقل مارنے" کے فیل ہو گئے۔ جب ۱۹۷۳ء کا آئین اپنے متفقہ نفاذ سے بار آور ہوا تو بھی ایک مسلم لیگ، اچھی یا بری موجود تو تھی ہی، اس سے پیشتر اور اس کے بعد بھی جب کبھی وردیوں نے سیاست اوڑھ لی تو بھی مسلم لیگ ہری بھری ہی رہی۔ اس کی بلبلیں چہکتی اور اس کے چمن کے مالی اس کا پھل یوں کھاتے رہے کہ بیج تک نگل گئے۔ بہر حال بزرگوں نے ایک دفعہ پھر مسلم لیگ کے چشم وچراغوں کو دیا سلائی دکھا دی ہے اور جناب صدر بر سر محفل بیٹھے اب تماشا کریں گے کہ پروانے ادھر جاتے ہیں ادھر آتے ہیں اور ہوتی جی کو کہیں گے، ہونی تو ہو گئی لیکن عزیزم! آپ فکر مند نہ ہوں ہونی ہونا نہ بھول گئی تو کہنا کہ بوڑھوں کے بال دھوپ میں سفید ہو سکتے ہیں اور اگر اس تنظیم ٹوٹ گئی، اتحاد تفریق ہو گیا، یقین خدا پر بھی نہ رہا تو پھر مان لینا کہ ازروئے آئین جس کو صدرِ پاکستان کہتے ہیں، وہی سربراہِ حکومت ہوتا ہے اور وہی سربراہِ مملکت، جو آئین کی حفاظت کی وہ قسم اٹھائے ہوتا ہے، آٹھویں ترمیم اس کا جزولاینفک یعنی اٹوٹ انگ ہے، اس کی پارلیمنٹ آئینی وحدانیوں میں مجلسِ شوریٰ کہلواتی ہے، اس نے قانون سازی کا کام کاروباری ضرورتوں کے پیشِ نظر شرعی عدالتوں کی نذر کر دیا ہے۔ ان کا جی چاہے، کسی بھی قانون کو خلافِ شرع قرار دے کر ان کے شرعی بتائے ہوئے قانون نافذ کرنے کے لیے مدت مقرر کر دیں، ادھر وہ مدت گزرے، ادھر مروج قانون شہ جراحتوں پر پٹی باندھ ایک عجیب سے کرب میں کراہتا ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند لے ہمارا عہد جوانی تو تم نے رو رو کر کاٹا تھا، اب ہمارے بڑھاپے پر جتنا ہنس سکو، جی بھر ہنس لو، پھر نہ کہنا کہ ہم تو بے نام راہوں پر مارے گئے۔ شبِ گزیدہ سحر میں مارے داغ داغ اجالے میں چل بسے۔

ریٹائرڈ جنرل مرزا اسلم بیگ جنہیں صحافیوں کے ایک ہی سوال نے تصور ہی میں آئندہ کا صدر بنا دیا۔ سیاست کا سپرمین اور قیادت کا سپریم بنا دیا، جن کے جواب کی اتنی تشہیر ہوئی کہ شہرت کا بھی دم پھول گیا، اپنے تقدیر نویس کا جتنا بھی شکریہ ادا کم ہو گا۔ یہ معجزہ کیا کم ہے کہ ان کی گفتگو کی ٹیپ ان کو بھی نہ ملی، جو بال تک کی

Marfat.com

نکال لاتے ہیں اس حسنِ انتظام کی کون داد نہیں دے گا' بھی کچھ سرِ محفل موجود بھی تھا مگر کچھ بھی دستیاب نہ رہا' تھوڑی سی داستان رہ گئی یا پھر معافی سے بھرپور حسنِ کلام رہ گیا اور وہ رعبِ حسن چھایا کہ گفتگو چوکڑیاں بھول گئی اور تاریخ نے چھلانگیں لگا دیں' کہ ہو' اسے لاکھ خودکشی کہو مگر مجھے یہاں جینا منظور نہیں' اب خود ہی فیصلہ کرتے رہنا۔ یاست چگتی چڑیاں چگنے اتریں' اس کھیت میں سیاست نے ہم رنگ زمین جال بچھا رکھا تھا' چھڑی سے مردہ کو الٹا رکھا تھا یا کنارے پر بارود سے پٹاخے چلانے والا پٹاخچی بٹھا رکھا تھا۔

سنا ہے! مرزا صاحب کی دسترس میں دانشوروں کی کھیپ بھی ہے' جنہیں وہ اردو کے یار دوست نہیں' انگریزی کے فرینڈز کہتے ہیں۔ انہوں نے یقیناً سیاست کے آنے والے دنوں کا ناک نقشہ کھینچ رکھا ہو گا۔ مرزا صاحب اگر حالات کی کمان پر تیر چڑھائے رکھینچے رکھیں' تو ان کی عسکری مہارت سے توقع کی جا سکتی ہے کہ نشانہ خطا نہیں ہو گا بن آج کا اصل اقتدار بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلا' جو مہرے اس نے اپنی بساط پر بچھا رکھے ہیں۔ سارے کے سارے کمپیوٹرائزڈ ہیں جس کی دسترس میں "کی بورڈ" ہے اسی کے اشاروں پر چلیں گے۔ بدیں حالات آئندہ کے صدر بننے کی تجویز معقول نہیں' البتہ اگر وہ صدارتی اثر و رسوخ کو "بیک" کر لیں تو ان کا آئندہ کا وزیرِاعظم ہو جانا زیادہ آسان بھی ہے اور قیاس کے قرین بھی۔ وہ بہار نواز تو ہیں ہی' مہاجر بھی ہیں۔ سندھ کی ری سیاست ان کے لئے پرائی نہیں' سندھ کے دیہات بھی آج کل جیالوں کے زیرِانتظام ہیں۔ وہ چاہیں تو کسی دوسرے کے لئے سندھ کارڈ استعمال ممکن ہی نہ رہے۔

پنجاب کی نیم تعلیم یافتہ خوش پرست قیادت نے میدانِ سیاست میں جو گل کھلائے ہیں' ان کا مقدر مرجھانا ہے' پھل لانا نہیں اور پنجاب کی سیاست آج کل دریاؤں سے نہیں "ڈیموں" سے سیراب ہوتی ہے' پہلے لوگ سیاست کے سراب سے خائف تھے۔ آج کل اس کے سیلاب سے نالاں ہیں' سیاست کے دریاؤں میں بھی صنعتوں کا زہریلی کیمیاوی آلودگیوں سے بھرپور مائع بہہ نکلا ہے۔ سیاست کا کوئی جوڑ بھی رواں نہیں ہے' جو جہاں اٹک گیا' وہیں اکڑ گیا ہے۔ یوں بھی پنجاب کی سیاست بڑی استقبالوی ہے' جسی کو بھی طلوع ہوتا دیکھے' ماہیا گانا شروع کر دیتی ہے اور نصف النہار تک بڑا ساتھ دیتی

Marfat.com

ہے۔ اقتدار کا سورج جونہی ڈھلے' یہ "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْر" پکارنا شروع کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے اقتدار کو تاریکی آ لے تو یہ کہہ کر آئندہ طلوع تک محوِ خواب ہو جاتی ہے کہ راتوں میں تو چوروں کی سیاست جاگتی ہے۔ میرا اس سے کیا واسطہ' ایسے میں اگر کوئی سیاست کا چوکیدارہ سنبھال لے تو جانو! اس کے مقدر جاگ اٹھے' سر اگر اپنی حدود میں رہے اور خود کو بیچنے نہ لگ جائے' پھرنے یا مڑنے یا رخ بدلنے میں فرق کو پیش نظر رکھے پہچان میں رکھے کہ یہ آتا ہے۔ یہ پوڈر ہے اس کو آنا ہے' اس کو جانا ہے' یہاں کے قبائل آزاد ہیں وہاں کی وادیاں کشمیری ہیں تو سرحد اور فاٹا کی سیاست کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بلوچستان کی سیاسی سنگلاخوں میں بھی سفر کو آسانی سے جاری رکھا جا سکتا ہے۔ جہاں کی سیاست کبھی روٹی' کپڑے اور مکان کے عوض بک چکی ہو' گندی نالیوں کچی گلیوں اور شکستہ سڑکوں کی مرمت کے عوض فروخت کی جا چکی ہو' جہاں کی سیاست کی نمائندگی کی طلب فقط چند تقریریں یا تبدیلیاں ہوں' جہاں کی فرینڈز اغراض ہی اغراض ہو' غرض مندی اور فرینڈ شپ میں کوئی فرق نہ رہا ہو۔ ان بدعتوں کے باعث معاشرہ تڑپ بھی رہا ہو اور سلگ بھی رہا ہو' وہاں تو خلوص کا' بے غرض دوستی کا' جب وطن راہ نمائی کا ایک چراغ بھی روشن ہو گا تو لوگ پروانہ وار آئیں گے۔ یہ معاشرہ سالاروں کو صدر ہوتے اور صدور کو سپہ سالار ہوتے بھی دیکھ چکا ہے اور سالاروں سپاہ کو بھی اس جمہوریت کو بھی' جو آپ کی حفاظت میں رہی اور کئی حفاظتوں کو چبا چبا جگالی بھی کرتی رہی' اس جمہوریت نے اس معاشرہ کو جو کچھ دیا' خدا کسی کو نہ دے کسی اور کو دینے دے۔ آپ غور فرمائیں! اس سیاست کے عیار نئے انتخاب بھی مانگ رہے ہیں' نئی قومی حکومت بھی' نیا الیکشن کمشنر بھی' یہ کوئی نہیں کہتا کہ انتخابات کا آئین کے مطابق ہونا بھی لازم قرار دیا جائے۔ ضمانت دی جائے کہ جو آئین کے مطابق اہل ہو گا امیدوار تک نامزد نہیں ہونے پائے گا۔ آٹھویں ترمیم کے آئین سے خروج کا باعث آئین کی وہ دفعات ہیں جو امیدواروں اور ارکان کی اہلیت و عدم اہلیت کا تعین کرتی ہیں ان کا اگر غیر عیارانہ نفاذ ہو جائے تو وزیر اعظم کی آج کی اکثریت کا ایک کیا دسواں حصہ بھی ایوانوں میں نہ رہے بلکہ وہ بھی نہ رہیں' جنہیں ملک کی صدارت زیرِ نظر مسلم لیگ کی صدارت کا کئی سالوں سے شوق چرایا ہوا ہے جو بالآخر سیاست

Marfat.com

محمد خان جونیجو کی وفات نے پورا کرنے کی ٹھان لی ہے۔

جونیجو جو آج کے اقتدار کو زندگی بھر نہ بھایا' آج کتنا بڑا محسن ہو گیا ہے' ہماری سیاست میں لوگ مر کر بڑا احسان کر جاتے ہیں' کتنے ہی لوگ ہیں جو اگر نہ مرتے تو آج کے نامور سیاست دانوں کا نام ان دیواروں پر بھی تحریر نہ ہوتا جن پر مردوں کے کبھی بوڑھا نہ ہونے کی نوید لکھی ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں کی سیاست نے گزشتہ دور میں اپنی اغراض کے لئے جمہوریت اور اسلام کا اتحاد و اشتراک آئین میں بھی کر دیکھا اور سیاست میں بھی مگر یہ تجربہ اتنا ناکام ہوا کہ جتنی پڑیں' سیاست کے منہ پر پڑیں اور پورا معاشرہ اس اشتراک کی سزا بھگت رہا ہے۔ دینِ اسلام کہ اللہ کی حاکمیت کا نظام ہے اور جمہوریت کہ ہندوؤں کی حاکمیت کی علمبردار ہے' دونوں کا اشتراک اس لئے بھی ممکن نہیں کہ ہر دو کی کوئی قدر بھی مشترک نہیں اور اس لئے بھی کہ ان کے اشتراک سے اللہ کی حاکمیت میں بندوں کے شریک ہو جانے کا نظامِ شرک برپا ہوتا ہے' جو نگاہِ فطرت میں ایک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ ان دنوں شاید سیاست کا تقاضا یہی ہو کہ کچھ لوگوں کو اس کے بغیر اقتدار کا حاصل ہو جانا امکانی ہی نہیں تھا۔ آج کے حالات کا اگر عمیق جائزہ لیا جائے تو ایک تقاضا کہیں تھوں میں لگا' دبکا بیٹھا ہے مگر گھات لگائے ہوئے ہے کہ کب ابھروں کہ یک دم ابھر جاؤں۔ وہ تقاضا سیاسی عسکری اتحاد کا علمبردار ہے' اس کی نوک پلک سنوارنے کے لئے ایسے فرینڈز درکار ہیں' جو دانشور ہیں مگر خود کو دانشور نہیں کہتے' عالم ہیں مگر خود کو عالم لقب نہیں کرتے' ایک ایسی شخصیت کے پیروکار ہیں' جو بیک وقت سیاستدان بھی تھی اور سپہ سالار بھی' سیاسی عسکری اتحاد تحفظِ معاشرت کا بھی تقاضا ہے اور سیاست کا بھی۔ اس سے مراد سیاسی اور عسکری اغراض کا اتحاد نہیں نہ اس سے کسی عسکری کا سیاسی ہو جانا یا سیاسی کا عسکری ہو جانا مراد ہے' نہ اس سے یہ مراد ہے کہ فوج ایک آئینی ادارہ قرار پا جائے' نہ اس سے مراد کوئی ایسا فوجی ہے جسے سیاست نے چسکا لگا دیا ہو' اس سے مراد ایک ایسا نظام ہے جو انسان کو بیک وقت سیاستدان' عادل اور سپہ سالار بنا سکے کہ یہی صفات خلافت راشدہ کا سرمایہ رہیں۔ یہ منصب راضی بہ رضائے الٰہی ہوئے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا' راضی بہ رضائے الٰہی ہونا اس کو نہیں کہتے کہ بخار آیا' تو اللہ کی مرضی کہہ کر دوائی پیتے اور دعا کرتے رہے' نہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی فوت

Marfat.com

ہو گیا تو اللہ کی مرضی کہہ کر رو دیئے' راضی بہ رضائے الٰہی وہ ہوتا ہے جو اللہ کے احکام کا پابند ہو' وہی کرے جو اللہ چاہتا ہو' وہ ہرگز نہ کرے جو اللہ نہیں چاہتا۔ لوگ اللہ کی رضا سے آگاہ ہوئے بغیر رضائے الٰہی کے پابند ہونے کے دعویدار بن جاتے ہیں' بس جب اپنی نہ چل سکی تو رضائے الٰہی سے راضی ہو گئے۔ جو اللہ کے سوا کسی کو اللہ تسلیم نہ کرے' اس کے بنائے ہوئے ضابطۂ حیات کا پابند ہو جائے وہ راضی بہ رضائے الٰہی ہوتا ہے' اسی کو تاریخ نے رضی اللہ عنہ لقب کیا ہے۔

آج کا سیاستدان اپنی بے راہ رویوں کے باعث مکروہ ہو چکا ہے' وہ آج میدانِ سیاست میں نہیں سیاست کے میدانِ حشر میں ہے' وہ اقتدار میں نہیں ہے اقتدار کے دوزخ میں جھلس رہا ہے' محروم اقتدار نہیں ہے محروم شفاعت ہے' وہ جھٹکوں کو جلسے قرار دیتا ہے۔ اپنے جنازے کی صفوں کے آگے لیٹا ہوا ہے اگر دینی سیاسی جماعت میں ہے تو اپنے آپ کو یٰسین سنا رہا ہے' اگر کسی لادین سیاسی جماعت کا رہنما ہے تو اپنا ڈھول سیاسی بھنگڑے کے دھنوں پر پیٹ رہا ہے' منہ بات کرنے کے لئے کم اور لقمے لینے کے لئے زیادہ کھولتا ہے۔ مسلم لیگ کے آئندہ صدر کو مسلم لیگ کا جو کچھ میسر ہو گا' اس کا ہر رکن بے صدر ہو گا۔ سوائے نمائشی صدر کے۔ اگر اس کے پاس کچھ ہو گا تو وہ سیاست غرب کی ابن الوقتی ہو گی' کچھ کے ہاتھ میں استعفٰے ہوں گے تو کچھ کی جیب میں استثنائیاں ہوں گی' ہر کسی کا تقاضا ہو گا مجھے سب کچھ دیا جائے ورنہ مجھے وفا سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ سیاست کا وہ جمعہ بازار جہاں ہر شے سیل پر لگا دی گئی تھی' حکما" بڑھا دیا جائے گا اور منادی ہو گی کہ خریدا ہوا مال فورا واپس کیا جائے ورنہ گھر سیل کر دیئے جائیں گے یا پھر گھروں پر ہی یوں سیل کر دیئے جاؤ گے ہر چہار سو "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" کا سماں ہو گا' جدھر دیکھو یا تو لوگ کانوں کو انگلیوں سے پکڑے یا انگلیاں کانوں میں ٹھونسے نظر آئیں گے' ہر سیاسی نگاہ پر پردے پڑ جائیں گے۔ دلوں کے مرض بڑھتے ہی چلے جائیں گے' دین اسلام کا اگر مکمل ضابطۂ حیات ہے تو پھر اس دین میں لازماً ضابطۂ سیاست بھی ہو گا' ہو سکتا ہے اس نے حق و باطل کی ملاوٹ سے منع کیا ہو' حق کو باطل کا لباس پہنانے سے روکا ہو' ہو سکتا ہے اس نے امت کی تفریق و فرقہ بندی کو ناپسندیدہ قرار دیا ہو' عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کو خیانت قرار دیا ہو' حاکمیت اور اکثریت سے منع کیا ہو

Marfat.com

انسانوں کے لئے خلافت کو لقب کیا ہو۔

آج کی سیاست کی جملہ خامیاں اور اس کی تمام وارداتیں مروجہ نظام کے غیر فطری ہونے کی وجہ سے ہیں' انسانیت نظام فطرت سے باغی ہو گئی ہے اور انکار کی مختلف چٹانوں سے ٹکرا رہی ہے۔ نہ صرف اپنا ماتھا پھوڑ رہی ہے بلکہ اپنے پیروکاروں کے علاوہ اپنے گرفتاروں کا جینا بھی حرام کر چکی ہے۔ فضائیں منتظر ہیں کہ کون اس نظام کی منافقتوں سے پردہ اٹھاتا ہے' جسے اس نظام کی مزاج پرسی کے لئے آنا ہے وہ تلوار اٹھائے آتا ہے یا کتاب کھولے' فطرت جہاں کچھ لوگوں کو دھتکار رہی ہے وہاں شاید کچھ کو آزما بھی رہی ہو' دیکھیں کون آزمائش پر پورا اترتا اور نوازا جاتا ہے ورنہ ہر کوئی جان رکھے کہ کچھ فیصلے فطرت نے محفوظ کر لئے ہیں' یوں کہ وہ سنائے بھی جا رہے ہیں اور محفوظ بھی ہیں۔

۳۱ مارچ ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"خذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں"

لو! اک اور تماشا ہوا۔ مسلم لیگ کی صدارت کے شوق میں مرکزی کابینہ کی یکجہتی بھی قربان کر دی گئی' گویا اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی۔ اب مرکزی اقتدار بغلیں جھانک رہا ہے اور نو بہ نو وارداتیں بغلیں بجا رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے سیاست کے شہسوار لفظ "لیگ" کے لغوی معانی سے بھی آگاہ نہیں۔ اگرچہ لیگ اسے کہتے ہیں جس میں مختلف پارٹیاں ضم ہو جائیں مگر آج کی لیگ خود پارٹیوں میں بٹ چکی ہے پھر بھی لیگ کہلاتی ہے۔ گویا آنکھ سے نظر نہیں آتا مگر نام نور بی بی ہی پسند ہے۔ سیاست کے ماہ رخ کا مسلم لیگ کی صدارت کے لئے نام تجویز ہوتے ہی کابینہ بے بنی ہو گئی۔ تجویز کی تکمیل بھی ہو گئی تو جانے کیا کیا عالم ہو۔ عقل کے پیدائشی اندھے سے بھی دریافت کیا ہوتا تو یہی تجویز کرتا کہ ان دنوں سیاسی پارٹی کی صدارت میں کیا رکھا ہے جو بوجوہ علیحدگی کے لئے پر تول رہے ہیں۔ ان کو زیر احسان کر لو اور کوئی غرضوں مارا نہ سہی ان کا اپنا ضمیر تو ملامت کرے کہ محسن سے یہ کیا سلوک کر رہے ہو' پھر جن کے ہاتھوں میں ملک کے انتظام کی زمام کار ہو' ازروئے آئین نہ سہی کاروباری قواعد کے تحت ہی سہی انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ بھرپور ہاتھوں کو ادھر ادھر بھی مارتے پھریں۔

دریا دلی کو کیا زیب دیتا ہے کہ پرنالوں کے پانی کو بھی اپنی شکم سیری کے لئے مخصوص کرے۔ بادشاہ اگر گداگری پر اتر آئے' ہر وسیلہ کو مالِ غنیمت قرار دے لے تو اسے کون بادشاہ تسلیم کرے گا؟ اگر یہ کہا ہوتا کہ چٹھہ صاحب! آپ ہمارے حامد رہیں' ہم آپ کے ناصر رہیں گے۔ سیف اللہ سے کہا ہوتا بھائی آپ تو مسلم لیگ کی سیف ہیں۔ صدارتی تعلقات کے باوجود بھی اگر آپ ہمارے ساتھ ہوں گے تو ہم "سیف" رہیں گے۔ اسد جونیجو سے کہا ہوتا۔ میر سائیں جو لیجو سو لیجو مگر ہم سے علیحدہ کوئی سرکس

Marfat.com

نہ جمائیو' تو نہ مسلم لیگ کا سقوط ہوتا نہ نظام اسلام لانے کی مدعی' مگر بندوں کی حاکمیت کی مظہر' کابینہ کے ارکان استعفٰی ہاتھوں میں لئے ایوانِ صدر کی نعمتوں اور برکتوں سے فیضیاب ہونے کی خاطر' یوں اٹھلائے ہوتے۔ یہ کیا سرداری ہوئی کہ پہلے اسلامی جمہوری اتحاد کے جو پیدائشی طور پر انتہائی حساس تھا' ٹکڑے کچھ ادھر پھینکے' کچھ ادھر انڈیل دیئے۔ عسکری مہارت کی ترتیب دی ہوئی سیاسی تجدید کسی اور کی کمان میں ہوتی تو ایک دنیا دیکھتی لوگ جوق در جوق' لشکر بعد لشکر' فوج در فوج اس میں شامل ہو کر اسلام کے اس قلعہ کو جسے ۱۹۴۷ء سے پاکستان لقب کرتے چلے آئے ہیں۔ اتنا مضبوط کر دیتے کہ اپنی فوج بھی چاہتی تو فتح نہ کر سکتی مگر ہوا کیا' دینی جماعتیں اسلام کو انگلی لگا' ساتھ چھوڑ چلتی بنیں۔ دنیوی جماعتوں نے کان پکڑ کر' جمہوریت کو اسلامی جمہوری اتحاد سے نکال لیا۔ باقی بس ایک نام کا اتحاد تھا جو اتفاقاً بے لگاموں کی دھما چوکڑیوں سے بچا ہوا تھا' اس کے بھی جسم پر آخر چرکا لگا کر ہی چھوڑا۔ اللہ! اس قدر حرصِ اقتدار کہ دل چاہے آئین ہمہ وقت سلامی کے لئے کھڑا ہو اور سلامتی کے لئے دعا گو ہو' جس ضمن پر نگاہ ٹک جائے' وہی نابود ہو جائے۔ آئینی صوابدیدیں لرزتی رہیں' مشورے ترستے اور احکام برستے رہیں۔

وزیراعظم ہو جانے کے بعد کسی سیاسی پارٹی کی صدارت کا بھی طلب گار ہونا یوں ہے جیسے کوئی مال بھی اپنا زکوۃ بھی اپنی کے داؤ کھیل رہا ہو۔ اسلامی جمہوری اتحاد کے اسلام جمہوریت اور اتحاد کو ٹھکانے لگانے کے بعد مسلم لیگ کی صدارت کا شوق کیا چرایا' بے چاری بد بخت کا بھرکس نکال دیا۔ اب اس کے سرہانے کھڑے' ہاتھ پر ہاتھ مار کے بڑے فخر سے کہا جا رہا ہے خس کم جہاں پاک اور مسلم لیگ بے چاری خر آمد و گاؤ رفت کی تسبیح پڑھتی' سندھڑی سے سانگھڑ کی پیر جو گوٹھ' یہ عرض کرنے کے لئے روانہ ہو رہی ہے کہ حضور مجھے اپنی صدارت کی ہی نہیں اپنے محبوب صدر کی بھی پناہ میں لے لیجئے' جب تک پاکستان میں رہوں گی آپ کے قدموں میں رہوں گی۔ صدر صاحب دن کو رات کہہ دیں گے تو ان کے تہجدی نوافل پڑھنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوں گی۔ رات کو دن کہہ دیں گے تو ایوانِ صدر کی چھت پر چڑھ کر آواز لگاؤں گی۔ "حَيَّ عَلَى الْفَلَاح" خدا کے لئے بھی اور سیاست کے لئے بھی' اپنے فنکشن کے صدقے مجھے میرے ہونے

Marfat.com

والے صدر سے بچا لیں' ورنہ میرا بھی وہی حال ہو گا جو نگوڑے اسلامی جمہوری اتحاد کا ہوا۔ وہ تو جوان جہاں تھا۔ میری عمراب اغوا ہونے کی نہیں' نیت اگر فقط سنبھال لینے کی ہی ہوتی تو بھی طوعاً" و کرہاً" گزر اوقات کر لیتی۔ ابھی کل میرے مجازی صدر نے رحلت فرمائی ہے۔ جوانی ٹوٹے عدت کے دن بھی تو عزت سے گزرنے نہیں دیتے۔ آپ نے اخباروں میں پڑھ لیا ہو گا۔ صحافی لکھتے ہیں ابھی میرے مجاز' میرے منتخب سہاگ کی نعش جہاز ہی میں تھی کہ مذموم ارادے زبان پر آ گئے' ادھر انہوں نے دم دیا' ادھر مسلم لیگ کا قبضہ گروپ متحرک ہو گا۔ نہ اقبال کی ضربِ کلیم کی پرواہ رہی۔ نہ اقبال احمد خاں کے سفید بالوں کی وہ لاکھ چلائے' بندہ جنرل سیکرٹری ہے ادھر سے منہ چڑایا گیا ہم مرحوم جنرل کے منہ بولے ہیں' لہٰذا جاؤ ہم آئندہ کے صدر ہیں۔

جو حال اسلامی جمہوری اتحاد اور مسلم لیگ کا ہوا وہی حال کابینہ اور قومی اسمبلی کا بھی ہو چکا۔ آئینی ادارے اس قدر پٹ چکے کہ ایمرجنسی وارڈ میں بھجوایا جانا ضروری ہو چکا۔ خوانخواستہ اگر نگاہ غلط انداز میں وطن بھی آ گیا تو قوم اور معاشرہ کا تو جو حال ہونا ہے' تصور بھی کریں تو ہونٹ کانپ کانپ جائیں۔ ان نائب تحصیلداروں' کسٹم انسپکٹروں' تھانیداروں کا کیا ہو گا جن کی تعیناتیوں کے باعث پوری آئندہ نسل اپنا میرٹ سینوں پر سجائے بیروزگار پھر رہی ہے۔ ان تقرریوں کی آڑ میں صوبائی اور مرکزی نمائندے جو کچھ ڈکار گئے وہ کوئی مالیہ سرکار تو نہیں کہ قانوناً" وصول ہو سکے گا۔ ان قرضوں کا کیا ہو گا جو بے انکھ بینوں نے بے کار نج کاریوں اور بے روزگاریوں کی نذر کر دیئے' اس قومی سرمائے کا کیا ہو گا جو موٹروے پر فرش کر دیا گیا' اس کمیشن کا کیا ہو گا جو اقتدار کا مشن بنی رہی' اس سٹاک کا کیا ہو گا جو ایکسچینج ہو گیا۔ سیاست کی پنج سالہ منڈی میں گھوڑوں کی خرید و فروخت کے اتنے سود مند کاروبار کا کیا ہو گا' دولت جو کمائی جا چکی اس کے خفیہ ٹھکانے کیوں کر مخفی رکھے جا سکیں گے' ان آہنی جنگلوں کا کیا ہو گا جو ملک بھر میں چار دیواریاں گرا کر نہ صرف کارخانہ کی مشہوری کے لئے بلکہ اس لئے بھی نصب ہوئے کہ نفسیاتی طور پر ہر کسی کو احساس ہونے لگے کہ اس کے اردگرد سلاخیں ہی سلاخیں ہیں' اگر جی میں آ گئی کہ سمگلنگ روکنے کے لئے ملک کی سرحدوں پر چاروں طرف بلند قامت لوہے کی چادروں کی دیوارِ پاکستان ہونا چاہئے' تو کون کہے گا کہ شاہا! مردِ آہن سے یہ مراد

Marfat.com

نہیں ہوتی کہ انسان صبح و شام لوہے ہی کا ہو رہے' اگر تاب سخن عطا ہو' نازک مزاجی پر گراں نہ گزرے تو مردِ آہن سے مراد مرید آئن بھی نہیں ہوتی۔ نہ یہ مراد ہوتی ہے کہ زرہ پر اکتفا کرنے کی بجائے تمام اعضا لوہے کے بنوا لئے جائیں اور اللہ کے بنائے ہوئے اعضا کو کمزور اور ناکارہ قرار دے دیا جائے۔

پیر پگاڑا کا قوم پر احسان ہو گا' اگر وہ اس مسلم لیگ کو جو ۱۹۸۵ء میں ان کے مریدوں نے ان سے چھین لی' راہِ راست پر لانے کے لئے سمجھائیں کہ آئین میں ترمیم کا ارادہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا کرتے ہیں کہ ترمیم کا کوئی طریقہ شاید آئین میں بھی درج ہو۔ سوچنے میں زحمت ہو تو پوچھ ہی لیا کرتے ہیں کہ ترمیم کے لئے قومی اسمبلی اور سینٹ میں کتنی اکثریت درکار ہوتی ہے۔ نہ پتہ ہو تو دریافت کر لیا کرتے ہیں کہ دو تہائی کیا ہوتی ہے۔ یہ بھی کیا بات ہوئی کہ اچھا بھلا آدمی اعجاز الحق ہی بنا رہے کہ نواز شریف ضیاءالحق کے کئے کرائے یعنی آٹھویں ترمیم پر پانی پھیر رہا ہو اور اخباری اطلاعات کے مطابق اعجاز الحق کہہ رہا ہو نواز شریف میرے والد کے دل بھایا' منہ لگا' منہ بولا بیٹا ہے' لہٰذا میں اس کا ساتھ دوں گا' استعفیٰ نہیں دوں گا۔ بڑی غرض مند عقل مندی کی بات ہے۔ وزیر نہ رہے تو کون سیاست دان مان لے گا۔ بہاولپور کے حادثے کے دن تک کوئی یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ضیاءالحق کے کتنے بیٹے ہیں اور کس کس نام کے یا کام کے ہیں۔ سیاست دانوں کے اتنے بڑے مخالف کی اولاد کا سیاست دان کہلانے لگنا قدرت کا کتنا بڑا مذاق ہے کہ آج کل سیاست دان کی ترکیب سیاست جاننے والے کے معانی میں استعمال نہیں ہوتی۔ گل دان و قلم دان کے معانی میں استعمال ہوتی ہے' جس نے جیب میں سیاست رکھ لی' وہ سیاست دان ہو گیا جس کی جیب خالی ہو گئی' وہ سیاست دان نہ رہا' سیاست کی کتنی بڑی کور بینی ہے کہ جس کی سادہ اکثریت بھی خطرے میں ہو اسے دو تہائی اپنے ساتھ نظر آنے لگے اور وہ اس زعم میں بھٹک جائے کہ اگر عام انتخابات میں ہاتھ کی صفائی سے "سوپنگ میجارٹی" حاصل کی جا سکتی ہے تو پھر قومی اسمبلی اور سینٹ کی اکثریت کی کیا مجال ہے کہ گرفت میں نہ آئے۔ ارکان میں سے کون ہے جس کا چٹھا کچا نہیں ہے۔ پورے حلقۂ انتخاب میں کون ہے جو اقتدار کی تحویل میں نہیں ہے۔ کتنا بڑا سہو ہے سیاسی بچپنا ہے کہ اتنا کچھ تو نظر آ گیا مگر نہ صدر نظر آئے نہ ان کے اختیارات'

Marfat.com

نہ ان کے فنکشن' نہ ان کے فنکشنل' اب لاکھ دعوی کرو کہ صدر جی کا ہی "جی" ہوں' کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

صدر اب اخبار میں اشتہار دینے سے تو رہے کہ ان کے اس رقیب اختیارات کے ساتھ جو کوئی بھی لین دین کرے گا اپنی ذمہ داری پر کرے گا۔ مسلم لیگ کے نئے مجوزہ صدر کو صدر مقرر ہونے سے پہلے ہی احساس ہو جائے گا کہ ٹوٹ پھوٹ کے باعث مسلم لیگ ہرگز لیگ نہیں رہی' بلکہ مسلم لیگ اب مسلم بھی نہیں رہی۔ سیکولر ہو چکی ہے' لیگ تو باہمی مفاد کے لئے اکٹھا ہونے والوں کی تنظیم کو کہتے ہیں۔ مفاد پرستوں کے علیحدہ ہوتے ہوئے گروپوں کو تو نہیں کہتے' جو تفرقات نہ مٹائے' اسے اسلام کیوں کر کہیں' جہاں تفرقہ باز غرض مندوں کا مجمع ہو' وہاں کس کو کہیں کہ یہ مسلم ہے اور یہ غیر مسلم۔ لیگ تو انجمنوں کے وفاق کو کہتے ہیں۔ لیگی کا اردو ترجمہ اتحادی ہی سنتے آئے ہیں۔ فسادیوں کو کیونکر لیگی تسلیم کر لیں۔ سادہ لوح لوگ دراصل بہروپ سے دھوکا کھا گئے۔ اسلامی جمہوری اتحاد اپنی اصل میں نہ اسلامی تھا نہ جمہوری' وہ دراصل سیاسی عسکری اتحاد تھا۔ یہ محض سانحہ تھا' فقط حادثہ تھا کہ تارا مسیح نے ذوالفقار علی نام رکھ لیا تھا۔ دراصل تارا مسیح رسہ لٹکا رہا اور تختہ کھینچ رہا تھا۔ دین کے پردہ میں لادینی کا نفاذ کیا جا رہا تھا۔ شریعت کی بالادستی کے بہانے شریعت کی آئینی زیردستی کا اہتمام کیا جا رہا تھا۔ گیارہ سالہ افغان جہاد کو نو دو گیارہ کرنا مقصود تھا جو تاشقند میں باقی رہ گیا تھا۔ وہ جینوا میں نئے عالمی نظام کے سپرد کر دیا گیا۔ آج کا اقتدار جمہوریت کا اسلامی ہو جانا نہیں تھا' عسکری آمریت کا سیاسی ہو جانا تھا۔ مارشل لاء کا سیاسی روپ تھا' وردی اتار کر صدری پہن لینے سے طبیعت تو "سویلین" نہیں ہو جاتی۔ طبع نہ بدلے تو کچھ بھی نہیں بدلا کرتا۔ ہر عمل کی خالق فکر ہوتی ہے۔ اعضا تو فکر کے کارندے ہوتے ہیں' جو صاحبِ فکر نہیں' دعا کرو اللہ اس کے عمل سے معاشرہ کو محفوظ رکھے۔ ۱۹۸۵ء کے بعد کی سیاست مارشل لاء کا وہ نیا سیاسی بہروپ تھا جو نئے عالمی نظام کے مصوروں نے تصور کیا تھا' لہذا دین اسلام یا خالص مغربی پارلیمانی جمہوریت کا اس نئے پاکستانی نظام سے امیدیں باندھنا سراب سے سیراب کرنے کی تمنا منسوب کرنے کے مترادف تھا' چنانچہ سیاسی جنرل محمد نواز شریف کے وسیلہ سے یہ پاکستانی نظام نو جو کچھ حاصل کر رہا تھا' وہ مارشل لائی قوتوں

Marfat.com

کی تمناؤں کے من و عن مطابق تھا' لیکن کرنا خدا کا یہ ہوا کہ آئینی رو سے اعظم ترین صدر اور آئینی وزیر اعظم میں چلتے چلتے ہوئے اختلاف ہو گیا اور ان کے ارادوں کے منہ مخالف سمتوں کی طرف مڑ گئے۔

عدالتِ عظمیٰ نے ر ریٹائرڈ جنرل مرزا اسلم بیگ کے خلاف توہینِ عدالت کے مقدمہ میں اپنا محفوظ فیصلہ سنا دیا۔ دیکھیں فطرت اسلام کی توہین کے مقدمہ کا فیصلہ کب سناتی ہے اور دنیا جمہوریت کی ہتک کی کیا سزا تجویز کرتی ہے۔ فی الحال تو دینی و دنیوی قدریں چار دانگ عالم میں اپنا اپنا احتجاج درج کروا رہی ہیں۔ فطرت نے جو فیصلہ خود کیا یا اپنے اثر و رسوخ سے اہل دنیا سے کروایا وہ نہ اختلافی ہو گا' نہ اکثریتی جو فیصلہ بھی کریں گے دین و دنیا متفق ہو کر کریں گے۔ نئے عالمی نظام کی کارستانیوں کے باعث کرہ ارض پر اللہ کی حاکمیت اور بندوں کی حاکمیت میں جو جنگ چھڑ چکی ہے اس کا پہلا رن پاکستان کی سرزمین پر پڑے گا۔ آثار واضح ہیں کہ فطرت اپنے مندرجہ بالا مقدمہ کا فیصلہ اس رن کے پڑنے سے پہلے ہی سنا دے گی' تاکہ جن ملزموں پر فردِ جرم عائد ہو چکی ہے وہ اپنی سرگرمیاں مزید جاری نہ رکھ سکیں۔ یکے از قرائن تو یہ ہے کہ بقول جمہوریت نوازاں جمہوریت کا محافظ مر گیا ہے اور امر واقع یہ ہے کہ جو دینِ اسلام کا محافظ ہے وہ زندہ جاوید ہے۔ قرائن یہ بھی بتا رہے ہیں کہ سیاسی عسکری اتحاد جسے سیاسی فریب کاروں نے اسلامی جمہوری اتحاد مشتہر کر رکھا تھا' اپنے اصلی روپ میں سٹیج سنبھال چکا ہے اور سبھی کچھ توڑنے اور خود خالی گھڑے کی طرح بجنے کے بعد اب خود بھی ٹوٹنے والا ہے۔ کوئی دن جاتا ہے کہ سیاست کے جرنیل اور عسکری جرنیل سیاست کے اکھاڑے میں نکل آئیں گے۔ سوئے اتفاق کے باعث دونوں لنگوٹے کے بغیر ہوں گے۔ یوں فطرت قانونِ فطرت سے بغاوت کا انتقام بھی لے گی اور دینِ فطرت کی سربلندی و بالادستی کا اہتمام بھی کرے گی۔ "حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں" اور اگر مقابلہ کہیں آج کی سیاست کے جرنیلوں اور عسکریت کے سدھائے ہوئے ریٹائرڈ جرنیلوں میں ہو گیا تو وہ رن پڑے گا کہ ذروں سے خورشید کا لہو ٹپکے گا اور ہر کوئی حیران ہو گا کہ یہ نیا سیلاب کہاں سے آ گیا۔

ابھی تو دانشور اس تنقیح پر غور کریں کہ کیا توہینِ عدالت کا مرتکب پایا گیا شخص

Marfat.com

صدارت، وزارت یا قومی و صوبائی نمائندگی کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ انسانوں کے صادر کئے گئے فیصلوں پر فطرت کس قدر اثر انداز ہوتی ہے اور نظامِ فطرت سے آزاد فیصلے اگر فطرت رد کر دے تو کیا ہوا کرتا ہے۔ کارِ انسان و کارِ فطرت میں تصادم ہو جائے تو نتائج کیا ہوتے ہیں۔ فطرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں یا ان پر نظرِ ثانی کے لئے بھی درخواست دی جا سکتی ہے۔ مصیبت آلے تو انا اللہ و انا الیہ راجعون کا نسخہ انفرادی استعمال کا ہے یا قومی استعمال کا۔ امکان یہ بھی ہے کہ حفاظت خود اختیاری میں ہتھیار پھینک دیئے جائیں گے۔ کچھ لوگ شمشیر پر بھروسہ کر کے سیاست کے کافر قرار پا جائیں گے۔ کچھ بے تیغ لڑنے والوں سے پوچھتے رہ جائیں گے کہ مومن ہو تو لڑتے کیوں ہو۔ اہلِ حرم کے سومنات تو منتظر ہوں گے مگر کوئی غزنوی نہیں آئے گا، جن کی تمنا ہے کہ پاکستان سے دین اسلام یوں رخصت ہو جیسے سپین سے مسلمان نکل گئے تھے، ان کے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ بیان کرنے کی نہیں دکھانے کی ضرورت ہے اور فطرت اپنے نظام کو اپنے دستِ قدرت سے مایوس نہیں کرے گی۔

۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ننگے پاؤں اور پرخار راہیں"

یہ عجیب اتفاق ہے کہ نہ اتفاق والوں کے گھر میں اتفاق رہا' نہ کاروبار میں' اسمبلیوں میں گئے تو اسلامی جمہوری اتحاد کا سہارا تھا جو ٹوٹ ٹوٹ گیا۔ قومی مفادات تو خیر کبھی کسی کے پیش نظر تھے ہی نہیں۔ ذاتی مفادات نے بھی آپس میں وہ دھینگا مشتی برپا کر دی کہ کیا دانش' کیا وفا' کیا خلوص اور کیا اخلاقی قدریں' سبھی الامان والحفیظ پکار اٹھیں۔ صدر کی چھتر چھاؤں تھی جو بے پروا بھی کئے ہوئے تھی اور بے مغز بھی۔ وہ بھی اس لئے نہ رہی کہ صدر نے چھتری یہ کہہ کر لپیٹ لی کہ ماشاءاللہ اب بے سہارا بھی چل سکتے ہو' بے سہارا بھی پنپ سکتے ہو۔ امریکہ اور برطانیہ سے پیمانِ وفا باندھ تو لیا مگر وعدے وفا نہ ہو سکے۔

جناب صدر نے اصرار شروع کر دیا کہ چاہے مشرق کی تمام دنیا مغرب کی ہو جائے میں اپنی جوہری توانائی برباد نہ کروں گا کہ نوجوان تمہارے سامنے فقط تمہاری دنیا ہے مگر میرے پیش نظر میری عاقبت ہے تمہیں ابھی کھانا کمانا ہے اور میں اپنی زندگی بھی کما چکا ہوں' تمہیں زندگی بھر اقتدار میں رہنے کی حرص ہے اور میں صرف تاریخ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ تمہارے اقتدار کی جتنی پرورش و تربیت مجھ سے ہو سکی میں نے کی۔ پورب پچھم کی مخالف ہواؤں کا رخ تو میں بدلتا رہا یہ جو آندھی اٹھ کھڑی ہوئی ہے اسے بھی روک تو لوں مگر برخوردار۔ جوانی دیوانی ہو کر راہوں کی خاک سر میں ڈال لے' اپنے ہی پاؤں کی دھول آنکھوں میں جھونک لے تو میری بزرگی' میرا تجربہ کیا کرے جس کی سمجھ میں یہ بھی نہ آئے کہ دہشت گردی کے الزامات کے پس پردہ دیگر کیا کیا مطالبات ہیں جو اپنے اقتدار کیلئے قوم کے جوہری توانائی کے مستقبل کو بھی داؤ پر لگا دے اور میری بات کا پاس نہ رکھے بلکہ غیروں کے اشارے پر میری وفاؤں کے صلے کو بھی ٹھینگا دکھا دے اور وہ کچھ کرنے کو بھی تیار ہو جائے جو صادق نے بنگال میں اور جعفر نے دکن میں بھی نہ کیا اور

Marfat.com

غیروں سے التجا کرنے لگے کہ مجھے میرے اس محافظ سے محفوظ کرو۔ اس سازش میں شریک ہو جائے کہ صدر کو اختیار دینی ہوئی اور آئین میں اسلام کا عمل دخل قائم کرتی ہوئی آٹھویں ترمیم کو ختم کر کے پاکستان کو دنیائے اسلام سے علیحدہ کر کے' سیکولر جمہوری ممالک کی انجمن میں شامل کر کے' نظام اسلام کی بجائے امریکہ کے نئے عالمی نظام کے مستقبل کو محکم کیا جائے' جسے اقتدار کی خاطر قشقہ لگا کر دیر میں بیٹھنے اور دین مکمل کو ترک کرنے کے پروگرام کی تکمیل سے بھی گریز نہ ہو۔ جس کی نظم مملکت کو چلانے کی ہر سکیم بے روزگاروں کے کرائے پر ییلو کیب چلانے کی سی ہو جس نے ملک کے تمام وسائل کی سیل لگا رکھی ہو' ملک کی سرزمین چاہے بیگمہ بیگمہ ہو کر غیروں کی ہو جائے مگر بیرونی سرمایہ کاری بے حدو بے حساب ہوتی رہے۔ اپنا سرمایہ باہر کے بینکوں میں اور غیروں کا سرمایہ اپنے کارخانوں میں کھپتا رہے۔ روزگار کی تلاش میں اپنے شہری ملکوں ملکوں دربدر ہوتے رہیں۔ ڈبل گریجویٹ تک بوڑھے ماں باپ کا پیٹ پالنے' جوان بہنوں کی شادی کرنے' معصوم اولاد کو زندہ رکھنے کیلئے دیار غیر میں برتن مانجھنے' بیراگیری کرتے' غسل خانے صاف کرتے رہیں۔ اور دشمنان دین و ایمان سرمایہ کار پاکستان خریدنے کا اپنا کاروبار پاکستان میں ہی جمانے کیلئے تمام مراعات یوں حاصل کرتے رہیں جیسے پاکستان ان کو ان کے باوا کی وراثت میں ملا ہو۔

جس روز اس راز پر سے پردہ اٹھ گیا کہ جنم جنم کے تابعداروں کو یکایک آٹھویں ترمیم کیوں کھٹکنے لگی تھی' اٹھکیلیاں لیتی ہوئی اقتدار کی نیلم پری کو یکایک کیسے یاد آگیا کہ صدر نے تو راہ میں کانٹے بچھا رکھے ہیں اور میں ننگے پاؤں ہوں۔ "کانٹا چبھا میرے پاؤں میں" الاپوں گی تو کوئی بھی نہیں سنے گا اور ہر نخرہ اکارت جائے گا۔ یہ اشارہ کس کی کن انکھیوں نام کا تھا کہ پہلے یہ تمام کانٹے راستے سے ہٹاؤ جن کا اجتماعی نام آٹھویں ترمیم ہے جو کسی بھی لمحہ تمہارے اقتدار کی آبرو کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہیں' پھر صدر کو ہٹاؤ پھر بے نف کو اسی طرح ساتھ ملاؤ جس طرح الطاف کو ملایا تھا۔ لگے ہاتھوں مسلم لیگ کے سر پر بھی دوپٹہ ڈال دو۔ اس کی دستار صدارت اپنے ننگے سر پر سجا لو۔ پوری قوم کو "راجہ کی آ گی برات میں ناچوں گی" کی دھنوں پر لگا دو۔ باقی ماندہ تین صوبوں میں بھی اظہروائیں مار کہ قیادت استوار کرو اور پھر کھاؤ' پیو' مزے اڑاؤ۔ بزرگ لاکھ کہیں اچھا بابا کل سہی

Marfat.com

بضد رہو کہ نہیں بابا! آج ہی! جو ہونا ہے ہو کر رہے، چاہے ہونی ہو جائے۔

پوری قوم کیلئے لحۂ فکر ہے کہ آخر یہ کیوں مقدر ہو گیا ہے کہ ماضی کے مثالی اتفاق والے جہاں بھی جاتے ہیں وہیں انتشار برپا ہو جاتا ہے۔ اپنے پراؤں سے بھی دس قدم آگے بڑھ کر ماتم کرنے لگ جاتے ہیں۔ تھالیاں، بینگنوں سے لڑنا شروع کر دیتی ہیں اور اگر اخبارات کی یہ خبر بھی اتفاق سے درست چھپ گئی ہے کہ بات نواز شریف سے بڑھ کر جناب شریف تک جا پہنچی ہے اور جناب صدر نے ان سے بگڑتے ہوئے معاملات پر کوئی گفتگو بھی کی ہے تو یہ بھی ان عوام کے سوچنے کی بات ہے جو آئینی طور پر طاقت کا سرچشمہ ہیں اور مرکز ہی کیا، صوبوں میں بھی حکومت ان ہی کی ہے کہ قومی معاملات خانگی سطح پر کیوں طے ہونے لگے ہیں اور وہ سیاست جو صدر اور شریف صاحب میں رابطے ستوار کر رہی ہے، عوام الناس سے کیوں پنہاں رکھی جا رہی ہے۔ خدا کرے اس خبر کی ڈش میں بھی صرف ڈس انفارمیشن ہی ہو اگر اس ڈش میں بھی کھانے ہی کی چیز ہے تو پھر س سے زہر کھا لیا اچھا، جس کی سیاست اس میں سے کچھ کھائے اس کی موت ہی واقع و جائے، اس لئے کہ یہ بیماری اس قدر متعدی ہے جیسے کسی نے ہوا میں سے آکسیجن رائے فروخت نکال لی ہو اور کوئی انسان کش زہریلی گیس اس میں بھر دی ہو پھر جس یاسی گتھی کو منہ بولے چھوٹے بھائی یا منہ بولے سیاست دشمن باپ کے سیاست ناآشنا رزند سلجھا رہے ہوں۔ اس کا اس پنجابی شعر کی تعبیر ہو جانا کوئی حیران کن بات نہیں ہو ا کہ (ایس عشق نمانے دے دھاگے دیاں کجھ ایڈا ولیاں گھنجلاں سن کجھ پینڈیاں یڈیاں کھل گیاں کجھ کھلیاں کھلیاں پے گیاں) ایک انگریزی روزنامے میں یہ پڑھ ہیں خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ سیاسی تبدیلیوں کیلئے عدالتِ عظمیٰ میں تبدیلیوں کا انتظار ہے اور یہ کہ عارضہ خود جنابِ صدر کو لاحق ہو گیا ہے۔ توبہ! توبہ نعوذ باللہ من ذلک اس خالق منہ الخیر۔ ڈس انفارمیشن کی بھی کوئی حد ہونا چاہیے اتنی لامحدود تو کائنات میں اس کی کاروائیاں بھی نہیں۔ ایک اور خبر آئی ہے کہ صدر کی خوابگاہ کا خاکروب کروڑ ی بن گیا۔ رندوں کو چھوڑیے سیاست کے زاہدوں تک کا کہنا ہے کہ یہ مال زکوٰۃ سے ایا ہوا نہیں تھا، داؤ پر لگایا ہوا تھا اور وہ بھی کسی کی زندگی کے داؤ پر۔ یہ تو سنتے تھے کہ رمایہ دار، صنعتکار، مزدوروں کو بھٹیوں میں جھونک دیتے ہیں۔ یہ بھی دیکھتے آئے تھے کہ

Marfat.com

اقتدار کے تارا مسیح بھی ہوتے ہیں مگر خواب گاہوں کے خاکروب بھی کروڑ پتی ہو
ہیں' یہ شرافت کی سیاست کا بجٹ ہے جو سرمایہ دار' سرمایہ کار اس زکوۃ کا جس
فقط مفلس ونادار و مسکین ومعذور حق دار ہوتے ہیں وہ زکوۃ جو خدا کا مال ہوتی ہے' کا بج
یہ مصرف ایجاد کر سکتے ہیں۔ ان سرمایہ داروں یا سرمایہ کاروں کے ہاتھوں میں حکو
اختیارات کی زمام بھی تھما دی گئی ہو تو وہ کیا کچھ نہیں کر رہے ہوں گے۔ اے کروڑ
خاکروب اگر یہ رقم جو تیرے کھاتے میں جمع ہوئی زکوۃ کی تھی تو تیرا کھاتہ خدا کا کھاتہ
اور اگر یہ شرافت کی سیاسی کاروائی کے لئے تھی تو اسے سیاست کے بیسن میں ڈال
پورا فلش کھول دے تاکہ یہ گندی نالیوں میں بہہ نکلے اور گندی نالیوں کی مرمت کروا
والی سیاست کے پیرو کاروں میں سے جس کی قسمت میں ہو اس کے ہاتھ جا لگے۔ اگ
زکوۃ کی رقم تیرے کھاتہ میں تیرے علم کے بغیر منتقل ہو گئی اور پھر تیرے علم کے بغیر
نکال لی گئی تو اے ایوانِ صدر کی خواب گاہ کی خاک کو رونے والے غم سے نڈھال ہو
انتقال نہ کر جانا کہ اس ہاتھ سے دینا اس ہاتھ سے لے لینا دنیوی خداؤں کی ازلی عا
ہے البتہ یہ تیری بدقسمتی ہے کہ تو کروڑ پتی ہوا مگر سیاستدان نہ ہوا' مقتدر نہ ہوا' دل
نہ کر' چند دنوں کی بات ہے بہت سے ایسے مل جائیں گے جن کے ساتھ مل کر تو
زاریاں کرتا ہوا بڑا بھلا دکھائی دے گا۔

اگر یہ خبر سچ ہے کہ جناب صدر ان سے ملے ہیں جن کی رشتہ داریوں کو ا
کے تنازعوں نے مارا ہے تو ہمارے دفتر والوں کی امید بھی بندھنے لگی ہو گی کہ ان کی
ہوئی رقموں کی نعشیں بھی شاید صدر صاحب کے پکارنے پر تیرنے لگ جائیں۔ فرعو
نعش کے محفوظ رہنے کا علم تو شاید دفتر والوں کو ہو مگر ان کے ساتھ ڈوبی ہوئی رقمیں
محفوظ رہتی ہیں یہ تو ہم نے کسی ڈوبے ہوئے کھاتے میں نہیں پڑھا' ہو سکتا ہے
خاکروب نے کہیں سے پڑھ رکھا ہو مگر وہ ہماری خواب گاہ کا خاکروب نہیں' اقتد
خواب گاہوں کا خاکروب ہے۔ جہاں نہ نیند آتی ہے' نہ خاک ہوتی ہے۔ رہی اقتد
صفائی وہ تو آنے والے مقتدر ہی کیا کرتے ہیں' خاکروبوں کا وہاں کیا کام۔ اقتد
سیاست کے ان تنازعوں کی داستانوں نے البتہ عام آدمی کی نیند بھی حرام کر رکھی
بے چارے عوام الناس کو یوں دن رات کا کھٹکا لگا ہوا ہے جیسے ان کے دروازے

Marfat.com

کھڑے ہوں اور وقفے وقفے سے "کال بیل" بجا رہے ہوں۔ بس میں ہو' تو اقوام متحدہ
کی سیکورٹی کونسل سے استدعا کریں کہ پاکستانی عوام کو سیاست کی اس دہشت گردی سے
بچایا جائے۔ اگرچہ سرکار کی اپنی بھی انسداد دہشت گردی کی عدالتیں ہیں مگر ملکی آئین
میں سیاسی دہشت گردی کوئی قابل تعزیر فعل نہیں بلکہ کوئی ہی سیاستدان ہو گا جو بر سر عام
کلاشنکوفوں کے سائے میں نہ پل رہا ہو۔ ان قانون سازوں کے بنائے ہوئے جس قانون
کو دیکھو کسی نہ کسی انداز سے برسٹ مار رہا ہوتا ہے' جونہی متحرک ہوتا ہے دس بیس
مجرمنہ کے بل پڑے ہوتے ہیں۔ پندرہ بیس ادھر تڑپ رہے ہوتے ہیں' پوری معاشرتی
زندگی زیر سزا ہو کر رہ گئی ہے' اگر کلاشنکوف ہزاروں میں ملتی ہے تو اس کے سائے میں
پلا ہوا سیاست دان اپنا مول کروڑوں میں بتاتا ہے' اگر صرف اس کی سفارش یا اثر و
رسوخ درکار ہو تو سودا لاکھوں میں طے ہو جاتا ہے البتہ ابھی یہ سیاست دان ہیروئن سے
زیادہ مہنگا نہیں ہے' ہاں اگر اقتدار کے پورے نشے میں ہو تو بے چاری ہیروئن بھی اس
کے اشاروں پر بکنا شروع کر دیتی ہے۔ مقدس سرزمینوں پر بھی یوں فروخت ہونے لگتی
ہے کہ حج' عمرہ اور زیارتوں کا خرچ نکال کر بھی آئندہ کے الیکشن کا خرچ برداشت کروا
دیتا ہے۔

جس معاشرہ کے اتفاق والے بھی انتشار کا باعث بن جائیں' مسلم لیگ میں
جائیں تو شاہ سواریوں کی دولتیاں دیدنی ہوں' اسمبلی میں جائیں تو جمہوریت اسلام کے
گلے پڑ جائے' بندوں کی حاکمیت سے بندوں کی جاہلیت چھیڑ چھاڑ کرنے لگ جائے' ایوان
صدارت سے آوازیں آنے لگیں۔ خبردار جھروکے میں کھڑا نہ ہونا ہماری پرائیویسی میں
خلل پڑتا ہے اور ایوان وزیراعظم کو سنے دینے لگے کہ اپنی عمر دیکھو اور مسلسل تاک
جھانک دیکھو' جب دیکھو یہی رعب کہ میری مرضی کے خلاف کسی اختیار کی طرف آنکھ
اٹھائی تو نکال باہر کروں گا' عوام کے مینڈیٹ سے یہ ایوان بسایا ہے۔ وزارت عظمیٰ
اقتدار کی ڈولی میں بیٹھ کر آئی ہوں' برات کے ساتھ آئی ہوں' نہ اغوا ہوئی' نہ اغوا
ہوئی' جان رکھو' طلاق دلواؤ گے تو حق مہر بھی دینا ہو گا' کوئی ایسا ہی معاملہ ہو گا جو
برات کے ہمراہیوں کے علاوہ گھر والوں سے بھی مذاکرات ہو رہے ہیں اور ان سے بھی
گھر والے کو چھپائے دیار غیر میں بیٹھی' باجے بجنے اور آتش بازی چلنے کی شام کا انتظار

کر رہی ہیں۔ یہ خبر بھی ہے کہ آٹھ نو وزارتوں کی پیش کش ہو چکی ہے مگر تاحال کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی۔ سیاست فقط ٹخنے ملوا رہی ہے کہ سنتے ہیں تھوڑی بہت عقل وہاں بھی ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے اسمبلی اندر سے غیر اعتمادی ہو جائے گی' کسی کا کہنا ہے اسے توڑنا ہی ہو گا' کسی کا دعویٰ ہے یہ سب نورا کشتی ہے' ملی بھگت ہے' نہ کوئی اختلاف ہے' نہ کوئی فساد' کس کی رد کریں' کس کی مان لیں۔ سیاست کے اقبال کا زمانہ تھا تو فی سبیل اللہ فساد' دین ملا مشہور تھا۔ اب سیاست دانوں کا بھی یہی دین ہو گیا ہے اس کے بعد یہ سیلاب بلا کسی کے گھر جائے گا یا گھر گھر جائے گا' کوئی رازدان آئینِ فطرت ہو بتائے کہ معاشرہ عالم بے خبری میں قیافے لگا رہا ہے۔ دن رات وسوسوں کی زد میں ہے اس تمام تر صورت حال کی ذمہ دار نہ آٹھویں ترمیم ہے' نہ صدر' نہ وزیراعظم' نہ قانون ساز' نہ قانون شکن' یہ بندوں اور اللہ کی مشترکہ حاکمیت کے شرک کا ماحصل ہے۔

اغراض کی منافقت' سیاست کا بچپنا' حقوق کی طلب' فرائض سے غفلت' اقتدار کی حرص' اختیارات کی محرومی' کن کن امراض کا ذکر کریں جو اس معاشرہ کو اپنے مقتل بن کر ہاتھوں مصلوب کروا رہی ہیں۔ راہنماؤں کے بیان یوں آتے ہیں جیسے عالم نزع میں گرفتار بزرگوں کی وصیتیں ہوں' یوں معلوم ہوتا ہے ہر کوئی اپنی ذات سے بچھڑ رہا ہے ہر انسان کی اہلیتوں کی اسمبلی ٹوٹ رہی ہے' ہر کوئی اپنی مرتبت کو مٹیین سنا رہا ہے نکیرین پوچھ رہے ہیں' کس کی شرع کو بالادستی حاصل ہے؟ کوئی دن جاتا ہے کہ وہ سلاح حرب بالکل ناکارہ ہو جائے گا جو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ لڑنے والوں نے شرحِ انسان کی صورت میں اپنے اذہان میں چھپا رکھا ہے۔ وہ ملامت کرنے لگیں گے جو شرحِ انسان نے سربمہر کر رکھے ہیں جب تک یہ آئین نہیں ہوتا کہ پاکستان میں کوئی کسی کا الہٰ نہیں ہے۔ ہر محبت نفرت' ہر دوستی دشمنی' دغا بنتی رہے گی۔ وہ صدر ہوں یا وزیراعظم' باپ ہوں یا بیٹے' خاکروب ہوں یا زر دوست ہوں یا رشتہ دار وہی کچھ کرتے رہیں گے جو ایوان ہائے صدر و وزیراعظم میں رہا ہے۔ لوگو! سلامتی چاہتے ہو تو کہو

پاکستان کا مطلب کیا ــ لا الہ الا اللہ

۷ اپریل ۹۶ء

Marfat.com

''کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا''

امریکہ تیری گلیوں پر نثار ہونے' ہماری شریف سیاست کے نوازے ہوئے' پٹرولیم کے بنائے ہوئے' کچن کابینہ کے سپروزیر دمشیر' نئی نسل کے بالوں کی تراش تک کے نمائندے' تیری سرزمین پر' جناب نواز شریف کو وعدہ وفا کرنے میں پیش آمدہ مشکلات بیان کرنے کے لیے' تیری رنجیدگیوں کے خوف سے کانپتے ہوئے قدم رنجہ فرمائیں تو ہمارا سلام عرض کرنا۔ مفکرِ پاکستان کو تو قلندر کی کہی ہوئی یہ بات پانی پانی کر گئی تھی۔ کہ ''تو جھکا جب غیر کے آگے' نہ تن تیرا نہ من'' ان پر شاید ہمارے سبھی کچھ کہہ جانے کے باوجود بھی کچھ بھی اثر نہ ہو۔ بہرحال کہنا! ہمیں معلوم ہے۔ آپ بڑے نازک مرحلہ پر بڑے مشکل مشن پر ہیں۔ امریکہ کی نہ مانیں' تو دہشت گرد قرار پاتے ہیں۔ صدر کی نہ مانیں تو حاکمیت کی خیر نظر نہیں آتی۔ ادھر صدر کے خوف سے جان لالے پڑے ہوئے ہیں اور ادھر دہشت گرد قرار دلوانے کے لیے لالے جان کو آئے ہوئے ہیں۔ زمام کار سیاست نرسری کے طالب علموں کے ہاتھ میں ہے۔ اور بزرگواران سیاست گھوڑے بنے ہوئے سیاست کے کم سنوں کا دل بہلا رہے ہیں۔ آپ کا بل کلنٹن کی انتظامیہ سے مذاکرات کرنا ایسے ہی ہے جیسے بستے میں ٹافیاں رکھے ہوئے نرسری کی پہلی کلاس کا کوئی طالب علم داخلہ کے بعد استاد سے دریافت کر رہا ہو کہ کورس کی منظور شدہ کتابیں کون سی ہیں اور کہاں سے دستیاب ہوں گی۔ اور بچے کی آیا خوش ہو رہی ہو کہ شکر ہے' استانی سے پہلی ہی ملاقات میں گھل مل گیا۔ پہلے میں نے امی یاد نہیں آنے دی تھی۔ اب استانی میری یاد بھی بھلا دے گی۔ اول اول تو حکومت اس امید سے تھی کہ دہشت گرد قرار دیئے جانے سے روکنے کے لیے حزبِ اختلاف کی لیڈر بڑی بے نظیر ثابت ہوں گی مگر شومئے قسمت دوراں کہ وہ خود اقتدار کی امید سے پائی گئیں اور مستقبل کی امیدیں بار آور کرنے کے

Marfat.com

لیے زرداری کو بھی ساتھ' اس میجر کے وطن جابسیں' جو ہانگ کانگ کے ہاتھ سے نکل جانے کے غم میں پاکستان کی جان کو آیا ہوا ہے۔

اختلاف کی راہنما سے ایسی امیدیں لگانا سیاست کا بچپنا تھا جو یہ بھی نہ جان سکا کہ ان کی بین الاقوامی سیاست میں کوئی جان ہوتی تو خود اپنے اقتدار کو کیوں برطرف کروا لیتیں۔ ہمارے ہاں سیاست میں بھی یہ رواج چل نکلا ہے کہ مریض علاج کے لیے ڈاکٹروں کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اپنے سے زیادہ متعدی مریضوں کے تجربوں سے ہی فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ نئے عالمی نظام کے سربراہ کا ایک امر یہ بھی تھا کہ پاکستان اپنی جوہری توانائی کی صلاحیتوں کو دفن کر کے ان کے مقبرہ کو قائدِاعظم کے مزار کی طرح' مرجع خاص و عام بنا دے۔ حکومت کے بظاہر سربراہ نے شرعِ الٰہی کو اپنی شریعت کے کامیابی کے ساتھ زیردست کرنے کے بعد کی اس امر کے روبرو بھی سرِ تسلیم اس حد تک خم کر لیا کہ ہندو سامراج کی ۱۹۴۷ء اور ۱۹۶۵ء میں نکلی ہوئی تمام چیخیں مسکرا اٹھیں اور پاکستان یہودی سامراج کی نو آبادی نظر آنے لگا۔ اسے کرنا خدا کا نہ کہیں تو اور کیا کہیں کہ صدرِ مملکت سے وابستہ نئے عالمی نظام کی تمام امیدیں خاک میں پنہاں ہو گئیں اور کسی ایک کے لئے بھی یہ ممکن نہ رہا کہ کسی نئے کھلنے والے گل میں نمایاں ہو سکے۔ آصف نواز کی کمربستگی نے جناب صدر کی نہ صرف ہمت بندھائی بلکہ انہیں جذباتِ حب الوطنی کے علاوہ اور بہت سے ایسے مخفی ہتھیاروں سے بھی مسلح کر دیا کہ سیاسی لڑکپن انہیں کھلونا سمجھے۔ اور ہوں وہ تباہ کن جان و جہاں لیوا بم۔ چنانچہ جس جہاں کے وزیرِاعظم نے ہتھیار پھینکے وہاں کے صدر مسلح ہو کرتن گئے۔ نامعلوم قوم و ملک و دین و ایمان کی بدبختی کام کر گئی یا کسی گہری سازش نے آ لیا۔ آصف نواز صدر کو تنہا چھوڑ گئے اور تگ و دو شروع ہو گئی کہ صدر کو غیر مسلح کر دیا جائے۔ اسلحہ بردار وزیرِاعظم کی صفوں میں کھڑے ہو جائیں اور ان کی امامت میں نئے عالمی نظام کو سجدہ ادا کرنے کیلئے "حی علی الفلاح" کی اذانیں بلند کی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام ان اختیارات کو جو آٹھویں ترمیم کے ذریعے آئینی طور پر صدرِ مملکت کو تفویض کئے گئے تھے۔ "آباؤٹ ٹرن" کا کاشن دے دیا جائے۔ یوں کہ صدر کے سینے پر "تمغہ فضل الٰہی مرحوم" رہ جائے اور وزیرِاعظم اتنے بااختیار ہو جائیں۔ جتنا اللہ کا نائب

Marfat.com

میں ہے۔ صدرِ مملکت بس اس چوہے کی مثل ہو کر رہ جائے۔ جسے حکومت کے شیر نے محض مروت میں اپنی پیٹھ پر بیٹھنے دیا ہو لیکن حالات نے پھر پلٹا کھایا اور آصف نواز کی خالی کرائی گئی اسامی سربراہِ حکومت کی خواہشوں کے ہاتھ نہ لگ سکی۔ اور صدر نے پھر وردی اپنے ناپ کی سلوا لی۔

یہی وہ مرحلہ تھا' جس نے حالات بگولوں کے گھیرے میں دے دیئے اور ان کی گردشوں میں حکومت کے جن اپنی شجاعت دکھانے لگے۔ سیاسی چرواہوں نے اپنی اپنی بھیڑ بکریوں کو محفوظ کرنے کیلئے "ہو ہو" لگا دی اور عقل و دانش کے ساتھ ساتھ حب الوطنی کے میدان میں بھی ہو کا عالم برپا ہونے لگا۔ جوہری توانائی بر قرار رکھنے کے حامیوں اور اسے برباد کر کے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے حواریوں کے درمیاں سرد جنگ' آٹھویں ترمیم کے حامیوں اور مخالفوں کے مابین رسہ کشی میں تبدیل ہو گئی۔ کچھ لوگ رسہ چھوڑ کر گلوگیر ہو گئے۔ اور کچھ نے اسی رسے سے خود کشی کی ٹھان لی۔ اخبارات مزے لینے لگے۔ اور قارئین کو مزے آنے لگے' کچھ لوگ شاید جلدی میں تھے یا ترنگ میں تھے کہ نکلتا ہوا چاند دیکھنے کی بجائے غروب ہوتا ہوا چاند دیکھنے دوڑ پڑے کہ رویت ہلال کمیٹی کی دوربینوں کے فیصلوں کا انتظار کون کرے۔ درمیان میں کچھ امریکی کمانڈو آ گئے۔ ایک دو بار گیند ہاتھ میں پکڑی رہ گئی۔ اور اطلاع آ گئی کہ پچ خراب ہو گئی۔ ایک آدھ بار یوں بھی ہوا کہ مخالف سمت سے گھٹاؤں کو آتا پا کر اسے ڈھانپنا بھی پڑا۔ بہرحال کھلاڑی ڈٹ کر رہے۔ بس اتنا ہوا۔ کبھی کسی نے سویٹر اتار لیا یا کسی نے "ٹیسٹ کیپ" پہن لی۔ ان وقفوں میں امریکی سفیر حقِ سفارت و مہارت ادا کرتے رہے۔ ان سے بھی پوچھتے رہے۔ جو سیاسی راہوں پر مثل میر خوار پھرتے تھے' مگر طبع آزمائی بھی فرماتے تھے۔ لاکھ کوشش کی کہ اونٹ نئے عالمی نظام کی مرضی کی کروٹ بیٹھ جائے تو امریکی سامان نئے اپنی تاجروں کے لئے گوداموں میں محفوظ کرنے کیلئے اتار لیا جائے۔ مگر اونٹ بیٹھ نہ سکا یہ نہیں کہ بٹھایا نہ جا سکا بلکہ اس لئے کہ ہر چند کہ سیاست دان بے خبر تھے۔ مگر اونٹ کو معلوم تھا کہ اسے چین کسی کروٹ بھی نصیب نہ ہو گا۔

ایک طرف یہ حال تھا کہ ناقہ لیلا کی جرس کی آواز آتی تھی۔ مگر محبتوں کا قدم اٹھ سکتا تھا۔ اور دوسری طرف یہ کیفیت تھی۔ کہ لیلائے اقتدار چلا رہی تھی۔ یہ جو

Marfat.com

مجنوں بنے کھڑے ہیں' ان میں سے کوئی بھی میرا قیس نہیں ہے۔ ان میں سے ہر کوئی
سندھ کا پنوں ہے' یا پنجاب کا رانجھا ہے۔ ہو سکتا ہے بلوچستان کا مینوال بھی ہو جو گجرات
کی سوہنی کو ڈبونے آیا ہو۔ ان میں سے تو کسی کا بھی سر "حد" میں نہیں ہے یہ میرے
مجنوں نہیں ہیں' نہ ہو سکتے ہیں۔ انہیں تھوڑا سا دودھ کیا کچی لسی ہی دکھاؤ۔ دیکھنا کیوں
کر پل پڑتے ہیں۔ دیکھتے نہیں ہو' انہیں پاکستان کی کابینہ سے زیادہ افغانستان کی کابینہ
فکریں لاحق ہیں کہ کہیں وہاں غیروں کی مرضی کے خلاف کوئی صلح نہ ہو جائے۔ ا
سیاست کے بخت مارے گئے تو اس کا نام بھاگ بھری رکھ دیا۔ غیروں نے تھوہر کھلا د
تو بھی کہا یہ سندھڑی کے آم ہیں۔

اب سنتے ہیں سیاست نے اختیارات کے روبرو حالتِ رکوع اختیار کر لی ہے
اگرچہ ہاتھ گھٹنوں پر نہیں' کمر پر ہیں۔ شاید یہ جتانے کے لئے کہ اب یہ بوجھ سہارا نہ
جاتا۔ ہرچند کہ کمر پر بوجھ اٹھانے میں کشمیریوں کا کوئی ثانی نہیں رہا۔ صدر کا آئندہ مہلت
کیلئے صدر نامزد ہو جانا کوئی ان کے صدر منتخب ہو جانے کی ضمانت تو نہیں ہو سکتا
حالات رو اٹھیں۔ "ستم کیا تیرے وعدے پہ اعتبار کیا" ہو سکتا ہے سیاست نے "
ٹکنے" کا یہ نیا سلیقہ ایجاد کیا ہو کہ "باٹی ٹیکی" بھی رہے اور ٹکے بھی نہ اور جو اس نکی
باٹی کو ہلائے جلائے' ٹکے کا نہ رہے اور آئندہ انتخاب میں ہو کا لگاتا پھرے۔ "سیاست
چھان بورا دے دو' نئی پیالیاں' پیالے لے لو" یہ رجوع اور یہ رکوع جو گزشتہ دنوں
ہوا۔ کہیں اس لئے تو نمودار نہیں کیا گیا کہ ہم جس نئے عالمی نظام پر نثار ہیں۔ اس
یہ کہہ کر مہلت مانگی جائے کہ ہماری جوہری توانائی کے باعث ہمیں دہشت گرد کے الق
سے فی الحال نہ نوازا جائے۔ ہم صدقِ دل سے' اپنی انا' اپنی غیرت' اپنا مستقبل
حمیت' اپنا سیاسی منافع داؤ پر لگا کر کوشاں ہیں کہ یا تو صدر کے ہاتھ اتنے بابرکت ہو جا
کہ وہ خود بھی وہی کچھ کرنے لگیں جو آپ کی رضا ہے اور حساس قومی اداروں کو
رضامند کرالیں۔ یا پھر ہم اس قابل ہو جائیں کہ صدر کے اختیارات کو چلتا کرنے کی
ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ حالات ہماری کم سنی کی شرم کو ہماری اہلیت قرار دے دیں
ایک مسلم لیگ ہی کیا' ہر جماعت' ہر انجمن' ہر سوسائٹی' ہر ایسوسی ایشن کے صدر نا
پاکستان بن جائیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اور بہت سے امکانات ہیں۔ جن لوگوں کا

Marfat.com

ہے کہ وزیرِ اعظم کی جوانی اور صدر کا بڑھاپا' اس ملک کی بقا کیلئے نہ صرف ممد و معاون ہیں بلکہ اشد ضروری اور لابدی ہیں وہ اگر کل کلاں یہ دلیل بھی لائیں کہ ایک کا بچپنا' غیر دور اندیشی حکومتی طفلانہ روی' دوسرے کی چابک دستی' کپکپی' پرکاری' بے راہ روی' حرصِ اقتدار ہی ملک و معاشرہ کی سالمیت کی ضمانت ہیں۔ تو نثار احمد خان کیا کرلیں گے۔ امریکہ کیا کرلے گا اور وہ کیا کرلے گا جو سوکھے ہوئے کنوئیں سے اپنا پیالہ تر بتر کرنے کی لو میں سیاست کی دیواروں کے سائے تلے چہل قدمی کر رہا ہے۔

امریکی رضا پر نثار ہو جانے کے باوجود مزید مہلت ملتی ہے یا نہیں' دہشت گرد قرار دیا جانا التوا میں رکھا جاتا ہے یا نہیں۔ پاکستان کو بے یار و مددگار کرنے کے خواہش مندوں کو مزید صبر کرنا منظور ہوتا ہے یا نہیں۔ جناب صدر کے خیالوں میں خوشحال خان خٹک بسے رہتے ہیں۔ یا ترکِ سکونت کرلیتے ہیں کسی کو یہ یاد آتا ہے یا نہیں کہ ایک کشمیری محمد اقبال بھی تھا۔ جو حکیم الامت' شاعرِ مشرق' مفکرِ پاکستان قرار پایا اور ایک وہ ہیں کہ شاخِ نازک پر آشیانہ بنائے رکھنے پر مصر ہیں ایک وہ تھے کہ نیل کے ساحل سے لیکر کاشغر کی خاک تک ملتِ اسلامیہ کو ایک کرنے کے داعی تھے اور ایک وہ ہیں کہ میاں چنوں کو انڈسٹریل اسٹیٹ بنا کر' موٹروے کے کنارے غیروں سے کارخانے بنوا کر' پاکستان کو اقوامِ مغرب کیلئے وسط ایشیا کا گیٹ وے بنوا کر' دینِ اسلام کے قلعہ کو چونگی گھر بنا کر' شاہینوں کو کرگس بنا کر' اپنے بال و پر نچوا کر' اکڑوں بیٹھے ککڑوں کوں پکار رہے ہیں اور اپنے ہی اقتدار کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہیں کہ "ابھی نہ جاؤ چھوڑ کر کہ دل ابھی بھرا نہیں" اگرچہ اقتدار خدا کی اس بستی کے لڑکوں کے ہاتھ میں اتنا بدنام ہو چکا کہ ہر شریف نواز شریف کو یہی مشورہ دیتا ہو گا کہ اقتدار کو چھوڑو۔ اپنے آپ کو بچاؤ۔ قوم کا اتفاق تو نہ بچ سکا۔ اسلامی جمہوری اتحاد بھی متحد نہ رہا۔ مسلم لیگ بھی پھوٹ پھوٹ گئی۔ کابینہ کے کئی پہلوان بھی لنگوٹے پھڑوا اکھاڑے سے باہر ہو گئے۔ اب اپنے اتفاق کو ہی بچالو۔ اتفاق والے بھی اگرچہ متفق نہیں رہے پھر بھی اپنے ہیں۔ اگرچہ غیروں نے اغوا کرلئے تھے پھر بھی امید ہے۔ اپنے ہو جائیں گے۔ فی الحال واپس آ جاؤ۔ پھر کبھی فوج کا آنا ہوا تو قسمت آزما دیکھیں گے۔ اس جنگ کو صدر کی حمیت اور بے نظیر کی نیت کی جنگِ پلاسی بنا دو کہ زمانہ حیدر علی کا نہ سہی۔ غلام حیدر کا تو ہے۔

Marfat.com

سیاسی دانشوروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان مہروں پر نظر رکھیں۔ جو نثار کی امریکہ یاترہ کے بعد نئی سیاسی چالوں کیلئے سیاست کی بساط پر حکماً" سجائے جائیں گے۔ امریکہ نے اگر پاکستان کو دہشت گرد قرار دینا ملتوی بھی کر دیا اور وزیرِ اعظم اور صدرِ مملکت کو مقررہ مدت کیلئے مہلت دے بھی دی تو بھی وہ اپنی کارستانیوں کو ملتوی نہیں کرے گا۔ جو اپنا سفیر قربان کر سکتا ہے' وہ اپنے پاکستانی مہرے کیوں قربان نہیں کر سکتا۔ امریکہ کے نزدیک ابھی حادثہ بہاولپور کی تکمیل نہیں ہوئی۔ ہر چند کہ معاہدہ جنیوا کے بعد معاہدہ پشاور بھی ہو گیا اور معاہدہ اسلام آباد بھی۔ مگر نئے عالمی نظام کی رال اب بھی ٹپک رہی ہے۔ ایک سربراہ اگرچہ باغی ہو گیا اور دوسرا "کنزیوم" ہو گیا۔ یعنی برتا جا چکا۔ تاہم امریکی مقاصد ابھی تک تشنگی محسوس کر رہے ہیں۔

ہو سکتا ہے ان کا جواب ہو۔ کہ پاکستان کی کچن کیبنٹ والو۔ مرغے کی ایک ٹانگ ثابت کرنے کی کوشش سیاست نہیں ہوتی۔ چوری چھپانے کی کوشش ہوتی ہے۔ مت سمجھو کہ ہم نے مرغے کی دوسری ٹانگ نہیں دیکھی۔ تم نے فقط محو استراحت مرغے دیکھے ہوں گے۔ ہم نے پھڑپھڑاتے' اذانیں دیتے' اور دونوں ٹانگوں سے پکڑے ہوئے چھری کے نیچے آتے ہوئے مرغے دیکھے بھی ہیں اور دنیا کو دکھائے بھی ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جب کبھی پٹھانوں کی غیرت جاگے پنجابیوں کی خوشامد بھی ساتھ ہی جاگ اٹھتی ہے۔ ہم تمہاری شجاعت کی کمزوریوں سے بھی واقف ہیں۔ اور جاگیرداروں و سرمایہ داروں کی کم ظرفیوں سے بھی۔ ہمیں یہ بھی یقین ہو گیا ہے کہ فکرِ اقبال اور نظریۂ پاکستان ہجرت کر چکے۔ اب صرف ان دونوں کا کاروبار کرنے والے رہ گئے ہیں۔ ان دنوں پاکستان میں ان پر صرف جوا کھیلا جاتا ہے ان جواء خانوں میں سے ایک کا نام اسلامی جمہوری اتحاد تھا جمہوریت اب پاکستان کا دین قرار پا چکا۔ اپنی معیشت کے سوشلسٹ ہونے کے دعویدار نکھار بن چکے۔ اپنے سرمایہ پر صبر نہیں رہا۔ اب ملکوں ملکوں التجائیں کرتے پھر رہے ہیں ہم پر اپنا سرمایہ لگاؤ اور جو جی چاہے پاؤ۔ ان حالات میں تمہارے سربراہ مملکت ہمارے رہیں یا کوئی اور سربراہِ حکومت بن جائے۔ ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ وہ جن کو آج بھی دکھ اور چلا رہے ہیں کہ "وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا' کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا" ان کا علاج بھی ہمارے پاس ہے۔ یہ جو تین روپے کا ڈالر چھبیس روپے

Marfat.com

ہو گیا۔ اس کو اگر ہم پاکستان کا رائج الوقت سکہ سیاست بنا دیں تو دو تہائی کیا' سو فیصد اکثریت ہماری ہم نوا ہو گی۔ تمہیں دہشت گرد قرار دینے کے پس پردہ ایسے ہی دو چار مقاصد اور بھی ہیں۔ اگر شرافت سے مان جاؤ تو بہتر۔ ورنہ دہشت گرد تو تم ہو ہی۔

کاش امریکہ پر نثار ہونے والی سیاست کو اپنی اصلی جوہری توانائی کا اب بھی احساس ہو جائے۔ کاش نثار صاحب اپنی جھولی انڈیل کر امریکہ سے واپس لوٹ آئیں اور سرکار مدینہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا دامن تھام لیں۔

۱۹ اپریل ۱۹۹۳ء

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

Marfat.com

ہوئی رُسوائی تو کچھ باعثِ رسوائی بھی تھا

لو' پھر گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگ گئی۔ بیچارے نثار احمد خان' امریکی انتظامیہ کو یہ باور کروانے کے لیے کہ جو تمہاری رضا سو ہماری' نئے عالمی نظام کے سپر دہشت گردوں کے وطن کی سرزمین پر ابھی ماتھا ٹیک بھی نہ پائے تھے کہ سردار آصف احمد علی نے دہشت گردی کا جرم قبول کرلیا اور نثار مشن کو وہ منہ کی کھانی پڑی کہ بتیسی جھڑ گئی۔ منہ ہی کھوکھلا نہیں ہوا' مذاکرات کا ہر ذکر بھی کھوکھلا ہو گیا۔ سردار جی نے امریکہ کی طرف سے دائر کردہ مقدمہ میں وعدہ معاف سلطانی گواہ کا کردار ادا کرتے ہوئے' اپنے عہدِ وزارت کی کابینوی کارکردگیوں اور پالیسیوں کی جو تصویر آئینہ کی' وہ اتنی مکروہ اور ہولناک تھی کہ بین الاقوامی اہل الرائے کو تو کیا خود پاکستان کے ہر ہوش و حواس قائم شہری کو گھن آنے لگی اور لوگ سوچنے لگے۔ اسلامی جمہوری اتحادی حکومت کا عرف "چڑیلوں کی حکومت" تو نہیں۔ آصفی الزامات کے بعد نثار شدہ مذاکرات کے سپاسنامہ کے پاس پیش کرنے کو رہ ہی کیا گیا تھا جو نیک چلنی کے ثبوت میں عالمی پولیس کی خدمتِ اقدس میں عرض کر دیا جاتا۔ آصف احمد علی سے یہ بیان امریکہ نے دلوایا ہو' انہیں ہندستان نے اکسایا ہو' یا صدارتی گروپ نے بلوایا ہو۔ یہ امر تو بین الاقوامی سطح پر ثابت کر دیا گیا کہ پاکستان دہشت گرد ہو یا نہ ہو' حالیہ حکومت دہشت گرد ہے۔ ایک شہید کی اولادِ نرینہ اور دوسرے شہید کی لے پالک اولاد دہشت نواز ہے۔ ایک دینی جماعت نے دینِ اسلام کو آفاقی دینِ فطرت ثابت کرنے کی بجائے خود کو بین الاقوامی دہشت گرد ثابت کروالیا ہے۔ ایک غیر بنیاد پرست بے بنیاد حکمران نے اپنی غیر دوراندیش خارجہ حکمتِ عملی کی خلعت پر دہشت گردی کے اتنے تمغے سجا لیے ہیں کہ کافروں نے کعبہ میں اتنے بت بھی نہ سجائے ہوں گے۔ سب سے بڑی سیاسی حماقت یہ سرزد ہوئی کہ نئے عالمی نظام کے دہشت گردوں کی ترکیب دہشت گری کی توضیح کو اسلامی نظام کے داعیوں نے من و عن

Marfat.com

تسلیم کر لیا اور اس حقیقت سے قطع نظر رکھا گیا کہ اگر غیروں کی توضیح کو تسلیم کر لیا جائے تو غیروں کے چنگل سے آزاد ہونا ناممکن ہو جایا کرتا ہے۔

دین اسلام کے خلاف سب سے کامیاب سازش یہی رہی کہ غیروں نے نہایت پرکاری سے مسلمہ الفاظ کے معانی و توضیحات اپنی مرضی کے رائج کروا دیئے۔ مثلاً" لفظ عبادت کو وہ معنی دے دیئے کہ مکمل قومی و آئینی ضابطۂ حیات نجی و ذاتی مذہب و معاملہ ہو کر رہ گیا اور عبادت سے مراد احکام الٰہی کی پابندی نہ رہا۔ یہی پرکار ترکیب اللہ کے معانی و مفہوم تبدیل کر کے استعمال کی گئی اور نہایت آسانی سے مسلمانوں کو نظام خلافت کے بجائے نظام حاکمیت بندگان کا قائل ہی نہیں بلکہ علمبردار بھی بنا دیا گیا۔ کون نہیں جانتا کہ دین اسلام کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر آئین اسلام کی تعمیر ہوئی جسے اس پر ایمان کامل نہیں وہ سربراہ حکومت بھی ہو تو بھی مسلمان نہیں۔ لیکن ہم ہیں کہ نئے عالمی نظام کے روبرو کبھی ہاتھ باندھ کر' کبھی ہاتھ اٹھا کر مکمل خشوع اور عجز کے ساتھ التجائیں کرتے ہیں کہ خدارا مان لو' ہم بنیاد پرست نہیں ہیں اللہ کو اکبر تو ہم یونہی رسماً" کہہ دیتے ہیں' دراصل تو ہی سپر ہے۔ مر جانے کے بعد ہمیں اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔ جب تک زندہ ہیں' ہم اے نئے عالمی نظام کے سپر مین' تیرے احکام کے پابند ہیں' تیری رضا سے راضی ہیں۔ دین اسلام کی رو سے ہر وہ شخص' ہر وہ قوم' ہر وہ حکومت جو احکام الٰہی کی پابند نہیں' وہ ظالم ہے' دہشت گرد ہے اور مسلمان کا فرض ہے کہ ان کی دہشت گردی کے خلاف اس وقت تک جہاد کرے جب تک وہ احکام الٰہی کے پابند نہ ہو جائیں۔ ہر کام شروع کرنے سے پیشتر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر یہ اعلان نہ کریں کہ ہم اس کام کو احکام الٰہی کے مطابق ہی سرانجام دیں گے۔ دین اسلام میں تو اللہ کے احکامات کے سوا کسی اور کا پابند ہو جانا بدترین اور ناقابل معافی جرم تھا۔ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ جن عالمی دہشت گردوں کے خلاف ازروئے دین اسلام ہمیں جہاد کرنا تھا' وہ ہمیں ہی دہشت گرد قرار دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے وقت حکومت کے دست راست اور ترجمان بنے ہوئے تھے سلطانی گواہ بن کر اپنا بیان ریکارڈ پر لا رہے ہیں کہ حکومت پاکستان دہشت گرد ہے۔ بدیں حالات فطرت نے ہمارے طرز فکر و عمل کے

Marfat.com

باعث ناراض ہو کر ہماری حکومت کو نئے مخمصوں میں یوں گندھ دیا ہے جیسے گیند میں لیریں گندھی ہوتی تھیں۔

وزیراعظم پاکستان کے جوہری توانائی کے پروگرام کو امریکہ کے من پسند معیار پر واپس لانے میں ناکام ہو چکے' لہٰذا ان کی وزارتِ عظمیٰ کا مزید پیش رفت ہونا انہیں منظور نہیں۔ امریکہ کی شرط یہ ہے کہ یا اپنے ایٹمی پروگرام کو عدم صلاحیتوں تک لے آؤ یا پھر ہم تمہیں دہشت گرد قرار دے کر وہ پابندیاں عائد کر دیں گے کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا یا جوہری پروگرام فقط رضاعی ہو گا یا تم رضاعی بھی نہیں رہو گے اور یوں رضائی میں پڑے ہو گے جیسے کوئی نومولود' دودھ پلانے والی کی موت کے بعد مارے بھوک کے مر رہا ہو صدارتی اور عسکری اداروں کو اختلافی بنانے میں ناکامی کے بعد' صدر کو بے اختیار کرنے کی سکیم بھی ناکام ثابت ہو گئی تو ایک معتمد کے ذریعے امریکہ سے نہ مزید مہلت مل سکی' نہ مزید راہنمائی' صدر کو آئندہ مہلت کے لئے صدارت رشوت کے طور پر دینے کی پرکاری بھی کار آمد نہ ہوئی۔ دو تہائی اکثریت کی جھولیاں بھی بھری نہ جا سکیں۔ آصف احمد علی نے بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوڑ دیا۔ بیگم آصف نواز نے مرحوم آصف نواز کی موت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے وہ کچھ کہہ دیا جو کسی دیگر ملک میں کہا جاتا تو بیرکوں اور بیٹھکوں میں اذہان یک دم ابل پڑتے اور منفی سیاست جھلس کر رہ گئی ہوتی۔ دوسری جانب عالم یہ ہے کہ صدر اور عسکری ادارے اگر جوہری توانائی کے پروگرام کو موجودہ سطح پر ہی رکھتے ہیں تو دہشت گرد قرار دینے سے امریکہ کو روکنا ممکن نہیں رہتا۔ اگرچہ وہ اس بات کے پھیلانے میں تو کامیاب ہو گئے ہیں کہ پاکستان دہشت گرد نہیں۔ فقط حالیہ حکومت دہشت گرد ہے مگر جس نے انکا خود بنائی ہو' اس سے بڑھ کر گھر کا بھیدی اور کون ہو گا۔ اگر پاکستان نے دہشت گرد ہی قرار پانا ہے تو پھر صدارت کس کام کی۔ صدر اگر امریکہ کی مان لیتے ہیں تو فوج ان کا ساتھ کیوں کر دے گی۔ موجودہ حالات میں اگر فوج امریکہ کا متذکرہ مطالبہ منظور نہیں کرتی تو وسائل اس حد تک محدود و مسدود ہو جاتے ہیں کہ ادارے کی ترقی تو کجا' پرورش و تربیت تک ممکن نہیں رہتی۔ ایٹمی پروگرام اور امریکہ کے ساتھ خوشگوار تعلقات کو بیک وقت جاری رکھنا بظاہر تو بالکل ناممکن ہو گیا ہے۔ یہ ایک روز ہونا تھا۔ اس کا احساس اپنی پوری شدت کے ساتھ بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔

Marfat.com

پاکستان کے کتنے وزیرِ اعظم کتنی صدارتیں امریکی مفادات کی نذر ہو چکے۔ ہمارے کاسہ لیسوں کو امریکی سامراج کتنی دفعہ دھتکار چکا مگر ہم اپنی سیاست کے گنج کو وہی مفہوم دیتے رہے جو "خدا گنجے کو ناخن نہ دے" کے محاروہ میں لفظ گنج کو دیا جاتا رہا ہے۔ جنہیں اپنی سیاسی بصیرت اور علم و فضل پر بڑا ناز تھا' وہ بھی امریکی سامراج کو ہی "داتا گنج بخش" گردانتے رہے اور عوام کے سیاسی شعور کا یہ عالم رہا کہ جونہی کسی گنجے کو دیکھا شور مچا دیا۔ ہمارے اللہ تو نے اسے گنج بخشا ہے تو یہی ہمارا گنج بخش ہے۔ یوں ہی ایسے لوگوں کی حکومتیں عوام کے سر منڈھاتی اور اولے برساتی رہیں۔ وزیرِ اعظم کی ناگہانی مصیبت یہ بھی ہے کہ اگر وہ صدر کو خود قومی اسمبلی کو محلول کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں تو اگرچہ ۴۸ گھنٹے بعد یہ اسمبلی ازخود نابود ہو جاتی ہے لیکن پھر صدر کی صوابدید ہے وہ جس کو چاہیں نگران وزیرِ اعظم مقرر کر دیں اور جس طرح کی چاہیں نگران کابینہ بنوا لیں۔ پھر اگر یار زندہ بھی رہے تو شاید صحبت کے باقی رہنے کا کوئی احتمال رہے۔

صدر کی مشکل یہ ہے کہ اگر وہ اسمبلی توڑ دیتے ہیں اور نئے انتخاب بھی ۹۰ روز کے اندر کروا دیتے ہیں تو بغیر دھاندلی کے اپنے حلقۂ انتخاب میں اکثریت کی حمایت حاصل کرنا آسان نہیں۔ تاوقتیکہ آج کی حزب ہائے اختلاف اور صدر کے حمایتی ارکان مطلوبہ اکثریت حاصل نہیں کر لیتے۔ یہ نتائج موجودہ کابینہ کو زیرِ احتساب و عتاب لائے بغیر ممکن نہیں۔ پھر صدر کی دسترس میں طویل وقفہ بھی نہیں۔ بجٹ اجلاس شروع ہو گیا تو قومی اسمبلی تحلیل نہیں کی جا سکے گی۔ پھر صدر کا انتخاب بھی سر پر ہو گا۔ اگر پیرزادہ صاحب کے پاس کوئی تجویز ہوئی کہ آئینی طور پر اسمبلی کو تحلیل کرنے کے بعد نگران حکومت اور صدارت کے عہدہ کی مہلت حسبِ منشا طویل کر لی جائے تو شاید پڑی ہوئی مشکلیں کچھ آسان ہو سکیں' بشرطیکہ دوسری مہلت کو طویل کرنے پر امریکہ بھی آمادہ ہو جائے۔ ورنہ گھر والے گھاٹ کے نہ رہیں گے اور جو گھاٹ کے رہ جائیں گے' ان کا گھر لوٹ آنا ممکن نہیں رہے گا۔ صدر اور وزیرِ اعظم میں سے ہر دو کی التجا کو رد کر کے امریکہ بھی اس مشکل میں ہو گا کہ اب اپنی رضا کی کاٹھی کس کی پیٹھ پر کسے اور ایسا کہاں سے ڈھونڈ کے لائے جو جوہری توانائی سے متعلق اس کی قائم کردہ حدود کو قبول کر لے' کہ ہو سکتا ہے امریکی سامراج نے یہ سوچ رکھا ہو کہ دہشت گرد قرار دے کر اپنا فرض بھی ادا کر دو اور جب

Marfat.com

بھی آئندہ انتخابات ہوں ایسے حالات کے پروردگار بن جاؤ کہ وزارتِ عظمیٰ کا امیدوار اپنی ہی پسند کا ہو۔ آج کے آزمودہ تابع فرمان ہی اگر دوبارہ میسر آجائیں تو کیا ہی بات اور اگر اس وقت تک نااہل قرار پاچکے ہوں یا ناکارہ ہو چکے ہوں تو بھی مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں' یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی منڈی میں ایک ڈھونڈھو ہزار مل جاتے ہیں۔ اگر نواز شریف اتنے سارے خرید سکتا ہے تو ہم کتنے سارے کیوں خرید نہیں سکتے۔ ایسے کتنے ہوں گے جن کا موقف یہ ہو کہ ہم اپنوں کے ہاتھوں بک سکتے ہیں' غیروں کے ہاتھ نہیں۔ رہے بالکل نہ بکنے والے لوگ' وہ اس سرزمین کو کہاں میسر۔ اول تو آج کے زمانہ اور سلطان ٹیپو کے دور کے درمیان انگریز کی ایک صدی سے زائد عرصہ کی سامراجیت ہے جس نے تادمِ رحلت ضمیر خریدنے کا کاروبار کیا پھر جو دو چار باضمیر اس معاشرہ کو اتفاقاً یا قدرتاً میسر آگئے تھے وہ کئی سال ہوئے دکان اپنی بڑھا گئے۔ اب تو جاتے جاتے ہر سیاسی دکاندار نے سیل لگا رکھی ہے۔ اکثر تو اپنی ضمیر بیچتے ہی فارن کرنسی میں ہیں' کبھی ڈالر' کبھی پونڈ' کبھی مارک' کبھی ین کچھ تو اتنے ہوشیار ہیں کہ تھوڑی ضمیر ہر سکہ میں بیچ رکھی ہے کہ عالمی حالات کی کیا خبر' کب پلٹا کھا جائیں۔ جس کی ضمیر نہ بک سکے وہ ہیروئن بیچ کر گزارہ کر لیتا ہے۔

جس نظام کے سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کی سیاسی صلح آمرِ مطلق کے نورِ چشم کروا رہے ہوں اس کے لئے یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ فطرت کے اشارے بھی سمجھ لے گا۔ یہ سزا آٹھویں ترمیم کی نہیں' نفاذ شریعت ایکٹ کی ہے جس کی رو سے ایک وقت آصف احمد علی نے سود کو جاری رکھنا جائز قرار دیا۔ مقننہ نے شریعتِ الٰہی کو شرحِ انسان اور آئین انسان ساختہ کو بالادست قرار دیا۔ اب وہی آئین جسے یوں بالادست قرار دیا گیا تھا' لڑوا رہا ہے' جس کو خوش کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ وہ سپر طاقت دہشت گرد قرار دینے کی دھمکیاں دے رہی ہے' وہی کابینہ جو شرعِ الٰہی کی زیردستی پر رضامند ہوئی تھی' ٹوٹ پھوٹ ہی نہیں رہی' رسوائی کا باعث بھی ہو رہی ہے۔ جوتیوں میں دال بھی بانٹ رہی ہے اور استعفےٰ بھی۔ سیاست ایمرجنسی وارڈ میں ہے' عالم نزع میں ہے' تمام رائے دہندگان خوش ہیں کہ اب گئی یا کل چلی جائے گی۔ کسی کو یہ کھٹکا نہیں کہ قائم بھی رہ سکتی ہے۔ سیاست کی سطح مرتفع پر مشورے ہو رہے ہیں۔ اس قومی اسمبلی کو توڑ کر قوم

Marfat.com

کو کس طاقت اور طریقہ سے یوں اسمبل کروایا جائے کہ سالوں تک نہ نئی اسمبلی آئے نہ پرانے صدر جائیں اور نئے عالمی نظام کے سربراہ زائچے نکلوا رہے ہیں کہ وسط ایشیا کے اس نئے گیٹ وے کو کس چونگی محرر کی تحویل میں دیں کہ اس خطۂ زمین کی نئی مجوزہ حد بندیوں میں کوئی تاخیر بھی نہ ہو اور معاہدہ جینوا' معاہدہ پشاور اور معاہدہ اسلام آباد کا باہمی ربط بھی منقطع نہ ہو۔ ہو سکتا ہے یہ طریق کار طے پا جائے کہ صدر سے دہشت گرد ختم کروا لئے جائیں' نئے نگران وزیرِاعظم کے ذمہ منشیات کا سدباب لگا دیا جائے اور ایٹمی توانائی ختم کر دینے کا باب آئندہ کے باقاعدہ وزیرِاعظم کے حلف وفاداری اٹھانے تک ملتوی کر دیا جائے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امریکی خود سری چلا اٹھے' کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔ مانا کہ پاکستانی وزیرِاعظمی صبر طلب ہے اور صدارت بے تاب مگر ہمیں بھی تو اپنی پولیس منی کے دل کا حال پاکستانی سیاست کے خونِ جگر ہونے تک بحال رکھنا ہے۔ ہمیں بھی تو فطرت کے اس نظام سے خطرہ لاحق ہے جو غرور کا سر نیچا رکھتا ہے۔ ہر چند کہ یورپ متحد ہو رہا ہے' دنیائے اسلام منتشر ہو چکی ہے۔ پاکستان نظریۂ پاکستان سے بے بہرہ ہو چکا اور اپنے وجود کا جواز کھو چکا مگر اس کا کیا کریں کہ مسلمان کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) بھی جاوداں ہے' ان کا قرآن بھی' بلکہ ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی سنت بھی' ان کی احادیث بھی' ان کا آئین سلطنت بھی اور ضابطۂ حیات عوام بھی' ان سے لڑیں تو لڑائی ان کے خدا سے شروع ہو جاتی ہے۔ ان کو نابود کرنے کے لئے انہیں ماریں تو نہ صرف ان کا جذبہ شہادت عود کر آتا ہے' ان کا خدا اور ان کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) مدد کو آ جاتے ہیں۔ یہ غزوہ بدر میں بھی ہوا اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی ہم نے مار مار کر ان کی معیشت کا بھرکس نکال دیا۔ اللہ نے ان کی سرزمینوں سے تیل نکال کر ان کو امیر ترین بنا دیا۔ ہم کمیونزم کو مارنے گئے' اپنے ہاتھوں مسلمان ریاستیں آزاد کروا آئے۔ کیا خبر ہم پاکستان کو ختم کرنے کی ٹھان لیں اور فطرت بنگلہ دیش بنوانے کا انتقام لینے پر اتر آئے۔ لہٰذا صدر اور وزیرِاعظم ہی نہیں امریکہ بھی منہ میں انگلی دیئے بیٹھا ہے اور فطرت مسکراتی ہوئی کہہ رہی ہے فیصلہ میرا میرے ہاتھوں میں ہے۔

۱۴ اپریل ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"الٹی ہوگئیں سب تدبیریں"

جنرل آصف نواز کی وفات حسرتِ آیات کو سیاسی قتل قرار دینا' اس قتل کے الزام کا سیاستدانوں پر آنا' سیاستدانوں کا امریکہ نواز ہونا اور صدر کے اختیارات کم کرنے کے لئے آٹھویں آئینی ترمیم کی ترمیم کے داعی ہونا' اتنے اہم قومی معاملات ہیں کہ ان پر توجہ طلب کرتے وقت دامنِ احتیاط لمحہ بھر کے لئے چھوٹا نہیں' کہ حالات و واقعات میں قیامت آئی نہیں۔ حکومت کا اپنے ہی چیف آف آرمی سٹاف کے قتل میں ملوث ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور پھر مرحوم کی بیوہ نے جس طرح رو رو کر مقدمۂ قتل کی ابتدائی رپورٹ درج کروانے کے تہیہ کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بیان سے ان کا عزم اور دیگران کے عزائم جس طرح کھل کر سامنے آئے ہیں۔ اس سے تو واضح ہو رہا ہے کہ حالات تختہ سے تختہ کی طرف جا رہے ہیں۔ حالات کی شکل و صورت تارا مسیح کی سی ہو رہی ہے۔ خیالوں ہی خیالوں میں خلعت اتاری اور کفن پہنایا جا رہا ہے۔ حاکمیت خود اپنے خلاف فردِ جرم تحریر کر رہی ہے۔ حکومت کے سوئم کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ علی بابا اپنے چالیس چوروں کی نشاندہی کروا رہا ہے۔ فطرت فرشتوں سے شناخت پریڈ کروا رہی ہے۔ نیا عالمی نظام اپنے حواریوں کی قبریں کھدوا چکا ہے۔ لوحیں ترشوا رہا ہے۔ الہیت بندوں کی حاکمیت سے جرمِ اشتراک کا انتقام لینے کے لیے تلی بیٹھی ہے۔ توحید شرک پر وار کرنے والی ہے۔ بت اپنے بت گروں کا ماتم شروع کر چکے ہیں۔ صنم اصنام پرستی کی سزا سنانے والے ہیں۔ پھندے لٹکائے جا رہے ہیں' گلے ناپے جا چکے ہیں۔ گویا یہ "گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے' پیش کر غافل اگر عمل کوئی دفتر میں ہے" کا سماں بندھ چکا ہے۔ عام آدمی کا اندازہ ہے' یہ صدر اور وزیرِ اعظم کے اختیارات کی گتھم گتھائی ہے مگر یہ صرف ایسا نہیں ہے اس کے پس پردہ جہاں اور بھی متعدد حسینوں کے نام پوشیدہ ہیں۔ وہاں یہ حقیقت بھی عام آدمی کی نظروں سے مخفی ہے کہ فطرت اپنے خلاف منافقتوں کی سزا دے

Marfat.com

رہی ہے۔

نئے عالمی نظام کے اصنام کے طواف کے بعد فطرت کو ہمارے سجدے قبول نہیں ہے۔ فطرت طنزاً" کہہ رہی ہے۔ تمہیں ہزار بار انتباہ کیا' یا بندۂ خدا بنو' یا بندۂ زمانہ' تمہارے مفکر تھک ہار کر یہ کہتے رخصت ہوئے۔ "اگرچہ تمہاری آستینوں میں بت ہی ت ہیں' مگر ہمیں حکم اذان ہے کہ اعلان کر دو۔ ہمارے تجربہ' مشاہدہ' علم' عرفان کا نچوڑ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور الہ نہیں۔ اس لیے "بہار ہو کہ خزاں لاالہ الااللہ" مگر تم پر کچھ اثر نہ ہوا۔ تم حالات و واقعات کے خالق و معمار بننے کی بجائے ابن الوقت بنے ہے۔ تمہارا ایمان مصلحتوں کی گود میں محو خواب رہا۔ تثلیث کے فرزند تمہاری نکھوں کے سامنے' میراثِ خلیل پر قابض ہوگئے۔ خاکِ حجاز' خشتِ بنیاد کلیسا بن گئی۔ م مجسم "اسلام اور جمہوریت کا اتحاد" بنے رہے۔ بندوں کی حاکمیت اور اللہ کی حاکمیت کا شتراک آئینی و سیاسی طور پر برپا کر کے تم نے پورے معاشرہ پر نظامِ شرک نافذ کر دیا۔ میں تم نے اصل حاکمیت کو اپنے زیردست رکھا۔ اللہ کے لیے تھوڑی سی حاکمیت چھوڑ لر تم نے دل ہی دل میں چاہا کہ شب و روز اللہ تمہارا شکریہ ادا کرے کہ تم کیا خوش سلوبی سے حق بندگی ادا کر رہے ہو اور کہے! اب تو میرا فرض ہے کہ میں اپنا فرض خدائی دا کروں اور زمام کار حکومت تمہارے ہاتھوں میں تھمائے رکھوں۔ تمہارا ہاتھ حکومت ی باگ پر اور پاؤں اقتدار کی رکاب میں رہیں۔ اللہ کے فرشتے تمہارے استقبال کے لیے ہر اس جگہ دو رویہ کھڑے رہیں۔ جہاں اجتماعی آبروریزی کا شور ہو۔ گھر لٹ رہے ہوں۔ سافر لوٹے جا رہے ہوں' تاوان کے لیے اغوا ہو رہا ہو۔ تاوان سے وصول شدہ رقم کو منشیات کے دھندوں میں صرف کیا جا رہا ہو۔ منشیات کی فروخت سے زرِ مبادلہ کمایا اور ئندہ کا اقتدار خریدا جا رہا ہو۔

تم خالقِ کائنات کا یہ فیصلہ بالکل فراموش کر گئے کہ جو اللہ کے احکام کے مطابق حکومت نہ کریں' اس کے احکام کو قولِ فیصل قرار نہ دیں' اسی کے احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں' اسی کے احکام کے مطابق اپنی زندگیوں کو نہ ڈھالیں۔ حتیٰ کہ روٹی کا لقمہ لینے سے پہلے فرداً" فرداً" اقرار نہ کریں کہ میں اس لقمہ کو اللہ کے حکام کے مطابق روٹی سے لیحدہ کروں گا' اسی کے حکم کے مطابق اسے چباؤں گا' نگلوں گا' ہضم کروں گا' اس سے ت لوں گا' اشتہا مٹاؤں گا اور جو کچھ فاضل ہو گا زمین کو لوٹا دوں گا' وہ کافر بھی ہیں' ظالم

Marfat.com

بھی ہیں اور فاسق بھی ہیں۔ تم نے یہ سبھی کچھ نہ کیا اور اب کہتا نزہت آصف نواز کا
ہے کہ تم نے' تمھاری سیاست نے' تمھاری قدرت نے' تمھارے اختیار نے' تمھار
حکومت نے اپنے ہی سپہ سالار کو زہر پلا ڈالا۔ نہیں تم نے اپنی سپاہ کو لقمۂ اجل بنانے
ٹھان لی۔ جو کوئی اپنی قدیر کی ہوئی جوہری توانائی سے کنارہ کش ہونے کیلئے آمادہ ہو جا
وہ اگر خود پر ظلم نہیں کر رہا تو پھر کیا کرگسوں کی ہمت بندھا رہا ہے کہ شاہینوں پر ٹو
پڑو۔ جو کوئی بھی ایسا کر رہا ہے یا کرے گا کیا وہ فریب خوردہ کرگس نہیں ہے۔ جسے دیگ
مردار خوروں نے اپنی اپنی اغراض کے پیش نظر اپنی توانائی کی پاسبانی کیلئے اپنے حالا
وکوائف کا پیش بند بنا رکھا ہے۔ کیا وہ شاہیں بچوں کو خاک بازی کا سبق نہیں دے ر
کیا وہ سربراہی کے منصب کو یوں نہیں نبھا رہا۔ جیسے کوئی فروخت شدہ مال کی حفاظت
رہا ہو۔ جمہوریت کے اس سپہ سالار کا کیا ہو گا جو اقتدار کی زرہ پہن کر خودکشی کیلئے گام
ہو۔ سیاست کے اس فیلسوف کا' اس ارسطو کا کیا ہو گا۔ جو غیروں کی اطاعت میں ا
عسکریت کو ناتوانیاں سکھا رہا ہو۔ قیادت کی اس نمرودیت کا کیا ہو گا جو اپنی کابینہ کے ار
کو بھی اپنے تکبر سے بیزار کر دے کہ بے چاروں کو یا اپنے ضمیروں کے تاج محل تہ
کرنے پڑیں یا یوں فرار حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں جیسے کوئی قیدی جیل سے مفرور
رہا ہو۔

نامعلوم اس مضمون کی اشاعت تک کتنے اور وزیروں کی تدبیر جواب دے چکی
گی۔ کتنے اور وزیر تدبیروں کو جواب دے چکے ہوں گے۔ بیگم نزہت آصف نواز کی پر
کانفرس کے کیا کیا پہلو مزید نمایاں ہو چکے ہوں گے' ان کے کیا کیا نتائج برآمد ہونے
تڑپ اٹھیں گے۔ کتنے تمغے آنسوؤں سے بھیگ چکے ہوں گے' کتنے عہدے خوف سے
کتنے غم و غصہ سے کانپ اٹھیں گے' کتنے لوگ نئے عالمی نظام کی "بل" میں پناہ لیں
اور کتنوں کو ڈزنی لینڈ کی یاد ستانے لگے گی۔ کس کس کے حق میں بے نظیر کی دعاؤں
شرف قبولیت حاصل ہو گا اور کس کس کو الطاف حسین کی بددعائیں لگیں گی۔ کس
کے یاروں کی حکمت عطائی ثابت ہو جائے گی اور کون کون سے محسن کش مسیحا قر
جائیں گے۔ کس کس کو قاضی حسین نظر آجائیں گے اور کس کس پر یہ راز افشا ہو
مدینہ سے کربلا جانے والے حسینؓ ہوتے ہیں' کوفہ سے مدینے جانے والے حسینؓ
ہوتے' یا تو مخبر ہوتے ہیں یا حسینؓ سے معذرت کرنے والے مراتب حسین سے بے

Marfat.com

غیر آگاہ۔ کس سے فتح قریب ہوتی ہے اور کون کون نصراللہ کے باوجود فتح سے مزید بعید ہو جاتا ہے۔ کس کی شجاعت تسلیم ہوتی ہے اور کس پرویز کے گھر سیاست کی شیریں جلوہ نما ہوتی ہے۔ کون دودھ کی نہریں نکالنے کا مدعی بنتا ہے اور کس کس کی کوہ کنی "کش" لگانے لگتی ہے۔ کون زعم حیدری میں پسلیاں تڑوا بیٹھتا ہے اور کس کی ابن الوقتی اظہر من اللیل ہوتی ہے۔ کتنے دوائے دل بیچنے والے اپنی دکان بڑھا جاتے ہیں اور کس کس کے سرتاج چل بستے ہیں۔ کون کون اپنی سیاست کی ریڑھی لگاتا ہے اور کس کس کی سیاست کا پلازہ تعمیر ہوتا ہے۔

خدا معلوم بیگم صاحبہ کے الزامات صحیح ہیں یا محض ایک غم زدہ کے اوہام ہیں لیکن یہ کیوں کر یقین کر لیا جائے کہ یہ پریس کانفرس صرف ان ہی کے افتادِ طبع کا آزاد عمل ہے اور ان کے الفاظ میں کوئی صاحبِ غرض گرج نہیں رہا۔ آثار تو یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے اس پریس کانفرس کے پس منظر میں وہ ہیں جن کے ہاتھ میں تلوار بھی ہے اور قلم بھی' اور قلم تراش بھی' ان کی لکھی ہوئی کوئی عبارت کیونکر بدصورت ہو سکتی ہے اگر ان ہاتھوں کی قدرت میں تقدیر لکھنا بھی آجائے تو پھر محض شرح لکھتے رہنے والوں کی کیا مجال کہ دم مار سکیں۔ وہ شاہ مدار تو مرے ہوؤں کو ہی مارتے رہیں تو بھی غنیمت جانو۔ البتہ اس معاشرہ کی تقدیر لکھتے ہوئے تو کاتبِ تقدیر بھی سوچ میں پڑ جائے گا۔ جس کی تلوار قلم کو مطعون کرنے لگے کہ میں نے جو چاہا تم سے لکھوا لیا اور قلم تلوار کو یہ کہہ کر خود کو ترشوا لے کہ تجھے لکھوانے تو کیا' بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ سارے جہان کی سیاست کا مقولہ ہو کہ لاکھ تلوار چلا لو بالآخر بات تو مذاکرات سے ہی طے ہو گی مگر یہاں سیاستدانوں کا قولِ فیصل ہو کہ چونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے اس لئے سیاست کا حق صرف بھوتوں کو ہونا چاہئے جو لاتیں مارنا جانتے ہوں۔ جی میں آئے تو "بھی" سے کام چلا لیا' جی چاہا تو پلٹی مار لی' نہیں تو وزارتوں مشاورتوں کو "سنگل" مار "جکڑ بند" کئے لیٹے رہے اور ادھر سے ادھر فقط زمین ہموار رکھنے کیلئے "ہلمیٹے" مارتے رہے۔ البتہ ان ہاتھوں کے بدیشی ہونے کا احتمال بہت کم ہے۔ رنگ ڈھنگ سے یہ ہاتھ دیسی ہی نظر آتے ہیں ایک سابق سپہ سالار سول سرزنش کے سزاوار ٹھہر چکے۔ ایک نے اپنی ہی بحال کی ہوئی جمہوریت کا مزا یوں چکھا کہ مارشل لاء کے منہ لگا ہوا بنیادی و غیر بنیادی جمہوریتوں کا خون "بے سواد" ہو گیا۔

Marfat.com

جب جمہوریت کو یہ معلوم ہو گیا کہ مارشل لاء کے لیے اس کا خون بے مزہ ہو چکا ہے تو اس نے مارشل لاء کے منہ آنا شروع کر دیا۔ بد بخت لادین جمہوریت نے اسلامی جمہوری اتحاد کو یہ طعن دے کر تنگ کرنا شروع کر دیا ہو گا کہ اگر چار میں تین خلفائے راشدین موت کے گھاٹ اتارے جا سکتے ہیں' مارشل لاء اپنی ہی خلق کی ہوئی جمہوریت کے سول چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کو پھانسی کے رسوں سے لٹکا سکتا ہے تو ایک آدھ ایسی ہی حرکت اس کی قوتوں سے کیوں نہیں کی جا سکتی۔ اگر ایک دو سلطانی گواہ جمہوریت کے سرگروہوں کو پھانسی چڑھانے کے لیے کافی ہو سکتے ہیں تو پھر جو ہو چکا ہے کیوں نہ ہوتا اور جو ہونے والا ہے وہ کیوں نہ ہو۔ جس ملک کی عدالتوں میں نمازِ اشراک سے لے کر نمازِ ظہر تک یہ کہہ کر کہ اگر جھوٹ بولوں' یا سچ چھپاؤں تو مجھ پر اللہ کا قہر نازل ہو' جھوٹ برملا بولا اور سچ عمداً" چھپایا جا رہا ہو۔ ظلم کی اس بستی میں اس طرح کے ظالم و مظلوم نہیں ہوں گے تو اور کہاں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ جان سے مارنے کی یہ دھمکی حالات کے بپھرے ہوئے بوڑھے باپ کی دھکی ہو اور مقصد جان سے مارنا نہیں محض اصلاح کرنا ہو۔ ایسا ہو تو چاہے مخاطب "پوتڑوں" کے بگڑے ہوئے ہی ہو' امید ہے کہ نیک ارادوں کو کامیابی ہو گی اور دن کے بھولے ہوئے شام کو میرا گھر' میرا پیارا گھر پکارتے لوٹ آئیں گے اور کسی سہانی شام کو اعلان ہو جائے گا۔ "نہ حرم کے جاہ و وقار سے' نہ میکدہ کی بہار سے' ہمیں کام ہے' درِ یار سے' درِ یار پھر درِ یار ہے" مگر نہیں۔ مفاہمت کے پلوں کے اوپر سے اتنا زیادہ پانی گزر چکا ہے کہ پل ناکارہ ہو چکے ہیں "پل ٹریفک کے لیے بند ہیں" "پل زیرِ تعمیر ہیں" "تکلیف کے لیے معذرت خواہ ہیں" "بین الاقوامی انجینئر مصروفِ کار ہیں" کی تختیاں نصب ہو چکیں۔

پھر ہمارے سیاسی معاشرہ میں ایسے لوگوں کی بہتات ہے کہ سیاسی بیوگان لاکھ بیوگی کاٹنا چاہیں وہ ہرگز کاٹنے نہیں دیتے۔ چاہے فرزند ملک بدر ہوں۔ داماد جیلوں میں رہیں۔ ان کے لئے گھر جیل بنا دیئے جائیں۔ یا وہ جیل کو گھر تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مرحوم و مغفور جنرل آصف نواز قوم کا نشان وقار تھے۔ ہر سپہ سالار کا محترم ہونا اور محترم رہنا قوموں کا اعزاز ہوتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرہ کو' ہمارے نمائندوں کو' ہماری حکومت کو' ہمارے آئینی اداروں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی سربراہِ مملکت کے' کوئی سربراہِ حکومت کے' کوئی کسی اور سربراہ کے' لتے لے رہا ہے۔ اپنی پگڑیاں اپنے ہی پاؤں میں روندنے کی

Marfat.com

یہ کیا لت آپڑی ہے کہ ہر کلیدی عہدہ بے آبرو ہو کر رہ گیا ہے۔ سیاست ذمہ دار ہے' یا عہدیدار' دل بیمار ہو گئے ہیں یا دماغ چل گئے ہیں۔ یہ سب کچھ کسی کے کبر کا کیا دھرا ہے' یا نیت کے فتور کا۔ سیاست کے صنعت کاروں نے خام سیاست استعمال کرنا شروع کر دی ہے یا سیاست کا تجارتی لین دین نیک خصلت نہیں رہا۔ سیاست نے نخوت پال لی ہے یا اس کے دالانوں پر خوشامد قبضہ کر چکی ہے۔ بندے وفادار نہیں رہے' یا خدا ناراض ہو گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ رو رو کر کہنا پڑے "الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا' دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا۔"

سیاست تو سیاست دل کی بیماری کے بھی انداز کیا وجوہات بھی بدل گئی ہیں۔ کبھی جنہیں بہت زیادہ محبت ہو جاتی تھی' یہ بیماری ان کو لاحق ہوتی تھی۔ آج کل نفرت' دشمنی' حقارت' حسد' ذہنی دباؤ' نفسیاتی الجھنیں' سیاسی ناکامیاں' بار بار وزیر ہونا' اسمبلیوں کا تحلیل ہو جانا' ان کا تحلیل نہ ہونا' صدر کے اختیارات کا زائد ہونا' قومی حکومت کا قائم نہ ہونا' نگران حکومت کا قائم ہو جانا وغیرہ وغیرہ اس بیماری کی متعدد وجوہات میں سے چند ہیں۔ اب دشمنوں کا دوست بن کر "سلو پوائزن" دے دینا بھی اس کا باعث بیان ہونے لگا ہے۔ کیا پتہ آج کوئی کسی کو دعوت کھلائے' دو تین ماہ بعد وہ شخص بظاہر بیماری دل کے باعث منافقوں کی محفل چھوڑ خالقِ حقیقی سے جا ملے اور دعوت کھلانے والا دھر لیا جائے۔ پرانے دقیانوسی زمانے کی بات ہے کہ اس وقت کے داناؤں نے کہا' شکایت کنندہ چاہے' عزیزِ مصر کی بیوی ہو اور ملزم چاہے زر خرید غلام ہو جب تک قرائن سے شکایت صحیح ثابت نہ ہو سزا نہ دو' پہلے دیکھ لو' کرتہ آگے سے پھٹا ہے یا پیچھے سے' شکایت کنندہ لاکھ عزیز مصر کی بیوی ہو' محتاط رہو۔ ہو سکتا ہے الزام علیہ پیغمبر ہو۔ جنرل آصف نواز کی موت کے قرائن بھی بول اٹھے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جن پر الزام ہے وہ ان ہی قرائن سے اپنی برآت ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔ دانش اپنا کام دکھاتی ہے یا بغض اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو فضائیں تو مکدر ہو ہی گئیں۔ وہ جو تجارت و صنعت کاری کے لئے ملکوں ملکوں دعوتیں پھیلا رہے تھے شاید سیر کے لئے بھی کسی کو بلا نہ سکیں' بہانوں کی لاکھ شوخیوں کے باوجود۔

۱۶ اپریل ۱۹۹۳ء

Marfat.com

وُہ جام جو گِر کر ٹوٹ گیا

شرافت کی حکمرانی کے دعویدار نے اپنی تقریر میں جس تکبر کا مظاہرہ کیا اس کا انجام وہی ہونا تھا جو گزشتہ شب ہوا۔ حیرت ہے اباجی نے بھی نہ سمجھایا کہ اکھاڑے میں اترنا ہو تو دو چار نعرے بہادری دکھانے کے لئے لگا دینا تو جائز ہی سہی مگر لنگوٹا اتار کر چھلانگیں پھلانگیں لگانا پاکستانی تہذیب و تمدن کے خلاف ہی نہیں اخلاقاً" بھی جرم ہے اور قانوناً" بھی۔ کسی سربراہِ حکومت کی سربراہِ مملکت کے خلاف یوں ہرزہ سرائی نہ اس سے پیشتر کبھی سنی نہ خدا کبھی سنائے۔ اگر یہ تقریر کابینہ سے مشورہ سے لکھوائی گئی تو دعا ہے اللہ تعالیٰ ملک و قوم کو' حکومت کو' حکمرانوں کو ایسی کابینہ سے محفوظ رکھے۔ اختلاف ہوتے رہتے ہیں اور گلے شکوے بھی مگر حکومت کے سربراہ اور بھٹیارن کے سرتاج میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے تھا۔ معلوم ہوتا تھا وزیرِاعظم نہیں پوری گوالمنڈی تقریر کر رہی ہے۔ بہرحال جن کا اعلان تھا میں استعفیٰ نہیں دوں گا وہ موقوف کر دیئے گئے' اسمبلی تحلیل کر دی گئی اور چارج شیٹ نافذ کر دی گئی' اس میں کوئی نئی بات نہیں' سبھی کچھ پہلے ہی عوام کو معلوم ہے۔ اپنی تقریر میں اپنی حکومت کے کارنامے بیان کرتے وقت عوام کے مقبول راہنما ہونے کے دعویدار نے یہ نہ سوچا کہ ان کی لائی ہوئی ترقی نے عوام کا کس طرح بھرکس نکال رکھا ہے۔ آٹے' دال' گھی' گوشت اور دیگر اشیاء کا بھاؤ حضور کی تشریف آوری سے پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے؟ حضور کی نج کاری نے مہنگائی کے میدان میں کیا کیا گل کھلائے ہیں' بے روزگاروں کی تعداد میں کتنا اضافہ ہوا ہے' مصائب کیوں کر آلام کی صورت اختیار کر گئے؟ جنابِ والا کی تقریر بے پذیر کے بعد آئندہ شب ہی صدرِ مملکت نے جس تفصیل سے آپ کے کارہائے نمایاں کا ماتم کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں آپ کی حکومت کا دورانیہ بھوتوں کا عرصۂ اقتدار تھا۔ مزید تفصیلات میں جائے بغیر دعا ہے کہ اللہ آپ کو اب وہ کچھ عطا کرے جو اس نے سبھی کچھ دے دینے کے باوجود

Marfat.com

آج تک نہ دیا۔ انسانوں کا اصل سرمایہ معاملات کا ادراک اور شعور ہوتا ہے۔ آپ کو آج تک یہ احساس نہیں ہوا کہ آپ کو' آپ کی حکومت کو' آپ کے دورِ اقتدار کو اتنی بڑی سزا کیوں ملی ہے؟ آپ نے ایک ایکٹ شریعت ایکٹ کے نام سے نافذ کیا۔ اب چونکہ آپ اقتدار میں نہیں ہیں اس لئے اہل خانہ کے درمیان بیٹھ کر دوبارہ پڑھیے' ہو سکتا ہے سمجھ میں آجائے کہ شریعت کی بالادستی اور شریعت کو درس بالا رکھنے میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اسلام ایک مذہب نہیں دین ہے اور دین آئین کو ضابطۂ حیات کو' نظمِ حکومت کو کہتے ہیں۔ دینِ اسلام سے اولین مراد آئینِ اسلام ہے جو کوئی کسی انسان ساختہ آئین کو دینِ اسلام پر بالادست قرار دے گا وہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے خلاف اعلانِ جنگ کر رہا ہو گا۔ آپ کے دورِ حکومت نے بھی ایسا ہی کیا۔ مروجہ آئین کو شریعت الٰہی پر بالادست قرار دیا' سود کو جاری و ساری رکھا' فرقہ بندی کو تحفظ دیا اور بھول گئے کہ اللہ اس ہستی کا نام ہے جس کے سوا اور کوئی قانون ساز نہیں۔ اللہ کہتے ہی اس کو ہیں جس کے احکام کے پابند ہوں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے ازروئے آئینِ اسلام واضح معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا ہم کسی اور کے احکام کے پابند نہیں یعنی اس کے سوا ہم کسی اور کو قانون ساز تسلیم نہیں کرتے اور اللہ کے احکام کیا ہیں وہ ہمیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے بتا دیئے ہیں مگر آپ تو بزعم خود ترقی پسند ہیں' بنیاد پرست نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ دینِ اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے جو بنیاد پرست نہیں وہ کلمہ طیبہ پرست نہیں بس یہی ایک ذہنی اور فکری لغزش تھی جو آپ کو لے ڈوبی اور اگر اب بھی آپ کو احساس نہ ہوا تو ان بدعتوں کے امتحان اور بھی ہیں۔ آپ کی تقریر بغاوت کی زد میں آتی ہے۔ سردار آصف احمد علی اعلانیہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے خلاف جنگ چھیڑ بیٹھے' اس وقت تو آپ نے انہیں جیب میں ڈالے رکھا۔ قانونِ فطرت دیکھیے کہ آپ ہی نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا دیا اگر ان کی پریس کانفرنس بغاوت تھی تو کم آپ کی تقریر بھی نہیں ہے۔ حکومت اگر مملکت پر آوازے کسنے لگے تو فطرت معاشرے ڈبو دیا کرتی ہے پھر لا تعداد بدعنوانیاں ہیں جن کا ذکر صدر نے آپ سے ملک و قوم کی جان چھڑاتے وقت کیا ہے۔

ریفرنس کی رسم بھی اپنے یہاں ہے' لوگ نااہل بھی قرار دیئے جا سکتے ہیں'

Marfat.com

مقدمات میں ملوث بھی کئے جاسکتے ہیں' قید وبند کی سزائیں بھی ہیں' جائیدادوں کی ضبطی بھی ہے' چیف آف آرمی سٹاف کی بیوہ کے الزامات بھی ہیں' اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار فوجی عدالتوں کو بھی ہے' پھر آپ کی اپنی فوری انصاف کی عدالتیں ہیں' الزام عائد ہو گیا تو یہ خیال خام ہو گا کہ مقتول سپہ سالار کے وارثوں کو معاوضہ یا خون بہایا دیت ادا کر کے جان چھڑائی جا سکے گی۔ مقتول کی وارث فوج ہے جس حکومت پر سپہ سالار کے قتل کا الزام آجائے کیا اس کیلئے اقتدار میں رہنا ممکن ہو سکتا ہے؟ ایں خیال است محال' است و جنوں۔ ہو سکتا ہے آپ کو گمان ہو کہ آپ ایک عوامی تحریک برپا کر کے صدر کو مجبور کر دیں گے کہ وہ آپ کو واپس وصول کرلیں۔ اول تو مسلم لیگ منتشر ہو چلی پھر مسلم لیگی خصلت اتنی اقتدار پسند ہے کہ اس کیلئے حزبِ اختلاف میں رہنا انتہائی احمقانہ سیاست ہے۔ رہے تاجر حضرات یا صنعت کار وہ آپ کا مراعات یافتہ طبقہ ہیں' ان میں سے اکثر ہڑتالوں کا ہتھیار آزمائیں گے لیکن اگر ہڑتالیں شروع ہو گئیں تو ان کی کارکردگیوں کے نتائج بھی آپ کے خلاف ہی نکلیں گے۔ حیرت ہے آپ نے اپنی تقریر میں جو ہزار دعوؤں کے باوجود الوداعی ہو گئی نثار اور امتیاز وغیرہ پر الزامات کا ذکر تک نہ کیا' آپ نے انہیں فراموش کر دیا یا ان الزمات کا آپ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ آپ نے اس معاملے میں خاموش رہ کر اپنی ذات سے' اپنے دورِ اقتدار سے دشمنی کی۔ بات اگر چل نکلی تو شاید جہاں ظلم وہاں نواز شریف رسم زمانہ ہو جائے اور وہ جو کسی دل جلے نے ایک بھائی پرائم منسٹر' ایک بھائی کرائم منسٹر کی بے ہنگم سی طرح ایجاد کی تھی زبان زد خاص و عام ہو جائے مسلم لیگ کے چٹھہ' مسلم لیگ کے پیر پگاڑا' مسلم لیگ کے اقبال احمد خان' مسلم لیگ کے نواز شریف اور غلام حیدر وائیں اگر مسلم لیگ کے دسترخوان پر اکٹھے ہو بھی جائیں تو بھی آپ کے حصے میں متحدہ مسلم لیگ کی صدارت تو نہیں آئے گی اور ٹوٹی پھوٹی آئس کریم کی طرح اگر آپ نے منتشر مسلم لیگ سے دل بہلانے کی کوشش بھی کی تو بھی کوئی چھینا ہوا اقتدار آپکو واپس لانے سے تو رہا۔ ایک الطاف حسین ہی نہیں اور بھی بہت سے زخم خوردہ ہیں جو آپ کی دوستی کے پردے میں لگائے ہوئے ڈنگ سہلا رہے ہیں۔ اقتدار میں آنے کے لیے کیا آپ صدرِ مملکت کے احسان مند نہیں ہیں۔ وہ جو دھاندلی کا اتنا شور مچا وہ اور کس کو اقتدار میں لانے کے لیے روا رکھی گئی' آپ تو خود آٹھویں ترمیم کی تخلیق

Marfat.com

تھے' آپ نے اس سے بھی وفا نہ کی۔ آپ کی بے وفائیوں کی فہرست اسلامی جمہوری اتحاد کے گلے میں لٹکی ہوئی تختی پر تحریر ہے۔ آپ کو یہ احساس بھی نہیں کہ اپنے کارناموں کی ڈینگیں مارنے سے انسان کی اصل نہیں ہوا کرتی۔ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنا' اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا انسانوں کا مقام شرف ہوتا ہے۔

صدر آپ سے ناراض کیوں ہیں' آپ نے اپنی تقریر میں نہیں بتایا۔ ایک آدھ پرخاش کا ہی ذکر کیا ہوتا' کوئی خلافِ آئین مطالبہ اگر انھوں نے آپ سے کیا تو بتا دینے میں کیا حرج تھا؟ آپ کی رعایا کو آپ کو رعایا بنا دینے کا کچھ جواز تو معلوم ہو جاتا۔ صدر نے تقریباً ہر اس بات کا ذکر کر دیا جو ان کی رنجیدگی کا باعث ہوئی۔ وہ تمام معاملات قومی نوعیت کے ہیں' ذاتی نہیں۔ افسوس آپ نے جو سلوک اپنے ہم رکابوں' اپنے ساتھوں' اپنے ہم جولیوں سے روا رکھا وہی وطیرہ آپ نے اللہ کے ساتھ بھی اختیار کر لیا' نس نئے عالمی نظام کی سیاست کے اشارے پر آپ نے شریعت الٰہی کو مروجہ نظام حکومت کے زیر دست کیا آپ کا خیال ہو گا وہ آپ کی مدد کو آئے گی یہ آپ کی سیاست کا بچپنا تھا۔ اس سیاست کا مقصد آپ کو اقتدار میں رکھنا نہیں پاکستان کو یا تو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے یا پھر مسلمانوں پر یہودیت وارد رکھنا ہے۔ آپ کی سمجھ میں یہ بات بھی نہ آئی کہ دین اسلام میں حاکمیت فقط اللہ ہی کو زیبا ہے اور جمہوریت بندوں کی حاکمیت کا نظام ہے۔ اسلام اور جمہوریت کی آمیزش سے جو نظام بھی وجود میں آئے گا وہ شرک کا نظام حکومت ہو گا اور یہ جرم اللہ کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے۔ یہ نظام وارد کر کے آپ نے خود کو بھی اور عوام کو بھی ناقابل معافی جرم میں مبتلا کر دیا۔ بار بار ہی نہیں لاکھ بار نشاندہی کے باوجود آپ کی سیاست و خود سری کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ آپ نے دیکھ لیا شریعت ایکٹ منظور کرنے والی اسمبلی کا کیا انجام ہوا؟ آپ پر کیا بیت گئی' اس کارکردگی میں شریک جناب صدر بھی ہیں۔ آپ تو شاید ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں لیکن نیا عالمی نظام یقیناً اس کا نوٹس لے گا کہ ان کے ہاتھوں سے ان کا سہرہ کیوں گرا اور گرا بھی تھا تو منہ کے بل کیوں گرا۔ پاکستان کی سیاست کی یہ کاوش کہ امریکہ کو یقین دلا دیا جائے کہ پاکستان دہشت گرد نہیں ہے فقط آپ کی حکومت کی وجہ سے یہ الزام عائد ہوا۔ اگرچہ بات کافی حد تک معقول ہے لیکن صدر صاحب خوئے بدرا بہانہ بسیار کا کیا کریں گے؟ جو دو راستے

Marfat.com

آپ نے واپسی کے لیے تجویز کیے ہیں وہ تو آپ کے جانے کے راستے ہیں اور یہی آپ کے حالات کی بدقسمتی بھی ہے اور کور نظری بھی۔ آپ کی صنعتی ترقی' زرمبادلہ میں اضافہ' موٹروے' بیرونی سرمایہ کاری کو وہ لوگ کیا کریں جن کے مارے مہنگائی کے جینا دوبھر ہوگیا ہے آپ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا کہ زرعی ملک کی زراعت کو ہی آسانی اور ارزاں کردیتے۔ اے ہاریوں میں زمینیں بانٹنے والے' ییلوٹریکٹروں والے کچھ معلوم ہے زراعت اسی ملک میں منافع بخش کاروبار نہیں رہا۔ تمہاری کھاد' کیڑے مار دواؤں اور زرعی قرضوں پر سود نے زمیندار کی کمر توڑ رکھی ہوئی ہے۔

نہ صرف آپ نے اپنی تقریر میں نازیبا زبان استعمال کی بلکہ اس کے نفس مضمون کا بھی حلیہ اس طرح بگاڑا کہ وہ آپ سے بھی زیادہ متکبر ہوگئی۔ اس پر طرہ یہ کہ غالباً قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینے کے لیے اس کا اجلاس بھی طلب کرلیا۔ آپ ایسا کرواتے تو شاید آپ کو اپنی دانش کو راہ راست پر لانے کے لیے چند دن اور مل جاتے لیکن اللہ ڈانگوں سے نہیں مارتا' عقل مار دیتا ہے۔ اب دعویٰ ہے کہ ہم عدالت سے رجوع کریں گے بابا جن لوگوں نے اللہ کی طرف رجوع نہ کیا وہ عدالت میں جائیں بھی تو کیا ہوگا اور پھر وہ لوگ جو اپنے اتنے بڑے طاقتور باپ کی رسوائیوں کا باعث ہوئے آپ کی نیک چلنی کی کیا ضمانت دیں گے؟ ہاں اپنے منہ بولے باپ کے بیٹے کو ساتھ ملا کر رکھنا اس بے چارے کی سیاست کا آپ کے باعث بیڑہ بیچ بھنور کے یوں ڈوب گیا کہ اب شاید ہی ابھرے۔ اس کی وفاداری پر کبھی شک نہ کرنا کہ اس بے چارے نے اپنے باپ کے مشن سے کھلم کھلا غداری کرکے آپ کے پاس رکھا ہے اگر مسلم لیگ کا کوئی حصہ آپ کی دسترس میں رہا تو اسے اس کا بھی چیف آرگنائیزر بنا دینا اور اس تنظیم کا نام ارائیں کشمیری مسلم لیگ رکھ لینا۔ ذات برادری بھی چلتی رہے گی اور کشمیر کا مسئلہ بھی سرد خانے میں نہیں جا پڑے گا۔ رہی اسلام کی بات' شریعتِ الٰہی کی بات وہ کبھی بھول کر بھی نہ کرنا۔ ورنہ مزید سزا پا جاؤ گے۔ اللہ آپ کے منہ سے اپنی شریعت کی بات سننے کا روادار نہیں ہو گا۔ اپنے جملہ الزامات میں صدر نے بھی آپ کی اس مجرمانہ لغزش و دور اندیشی کا ذکر کھل کر نہیں کیا۔ ان کو اپنے آئینہ میں امریکی دہشت گردی کا منہ بگاڑا ہوا ہیولا نظر آرہا ہے۔

Marfat.com

آپ کا آئندہ انتخابات میں دوبارہ وہی اکثریت حاصل کر لینا اگرچہ قرین قیاس نہیں لیکن اگر ایسا ہو گیا تو امریکی یہودی سامراج کے فوج کو بددل و غیر منظم کرنے کے ارادے تکمیل پا جائیں گے اور پھر وہ کچھ ہو جائے گا جو اگر آپ کو پسند ہوا تو آپ تاریخ کی ناپسندیدہ ترین شخصیت قرار پا جائیں گے۔ بندوں کو ناراض اور اللہ کو برانگیختہ کر کے نہ آج تک کوئی سرخرو ہوا ہے' نہ آپ ہوں گے ہاں توبہ کے دروازے ہر وقت کھلے رہے ہیں لیکن اقرارِ جرم کئے بغیر اور آئندہ وہی کار ناپسندیدہ نہ کرنے کا وعدہ کئے بغیر۔ نیز آئندہ احکامِ الٰہی کی پابندی کا اعلان کئے بغیر نہ آج تک کسی نے فلاح پائی ہے نہ آئندہ کوئی پائے گا۔ آپ سے غلطی یہ بھی ہوئی کہ آپ نے نہ تو صدر کی تاریخِ پیدائش معلوم کی نہ اپنی ناتجربہ کاری کا طول و عرض ناپوایا اور چل پڑے خلعت پہن کر صدر کو سزا سنانے اور اکڑ ہی اکڑ میں معزولی اپنے نام لکھوالی۔ آپ سے پہلی وزیرِ اعظم صدر کے ہاتھوں بھول پنے میں ماری گئی اور آپ نے جان بوجھ کر مار کھائی' ناراض دیکھا تھا تو کانوں کو ہاتھ لگا لئے ہوتے' کان پکڑ کر اٹھائے تو نہ گئے ہوتے۔ ہو سکتا ہے آپ کے بعد صدر اور امریکہ میں ٹھن جائے اور وسط ایشیا کے گیٹ وے کیلئے آپ کے موٹر وے بڑے مفید پائے جائیں۔ بہتر ہے آپ سیاست سے کنارہ کش ہو جائیں۔ وسط ایشیا کی آزاد شدہ ریاستوں میں صنعتیں لگائیں اور مزید بڑے انٹرنیشنل صنعتکار بن جائیں۔ سیاست میں کیا رکھا ہے' عفت کی درد سری اور شہرت کیلئے کچے راستوں' ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر چل کر لٹی ہوئی عصمتوں کو دوپٹے اوڑھاتے پھرنا' لوگ ڈوبتے سورج کو سلام نہیں کرتے۔ آپ خود دیکھ لیں گے اب آپ کے دولت خانہ تک آپ کو لے جانے والی سڑک کے بھی اب وہ نخرے نہیں رہیں گے۔ رہی میاں چنوں جانے والی شاہراہ اس پر اگر بندوں کا تماشہ دکھانے والے بھی کبھی کبھی مجمعے لگا لیں تو جانئے گا غنیمت ہوئی' سیاست کا تو مقدر ہی یہ ہے کہ ادھر اس کا فرار بنا ادھر گدھ منڈلانے لگے۔ اللہ ہمارے اس معاشرے کو مزید رسوائیوں سے محفوظ رکھے جو زیرِ نگرانی حکومت کی نگرانی میں ہے اور جس پر نیا عالمی نظام جھپٹنے کے لئے پر تول رہا ہے۔

۲۱ اپریل ۱۹۹۳ء

Marfat.com

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو....

جمہوریت کی بنیاد ہی اختلاف برائے اختلاف ہے چنانچہ وزیر اعظم (سابقہ) اور صدرِ مملکت (حالیہ) کی سرعت آمیز زیادہ اور جرأت آمیز کم' تقاریر بے تدبیر و اقدامات بے سود کے بعد جمہوریت کا وائرس گھر گھر پھیل گیا ہے۔ نوازے گئے ایک طرف ہو گئے ہیں اور نظرانداز ے و تراشے گئے دوسری طرف۔ ایک طرف خس کم جہاں پاک رقصاں ہے تو دوسری طرف "تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے" گنگنا رہی ہے۔ مراعات یافتہ' دہشت گردی کی حد تک منافع خور طبقہ ہڑتالوں پر اکسا رہا ہے اور محرومین شکوہ کناں ہیں کہ یوم نجات کیوں نہ منایا گیا۔ کاروباری سرکار کے چل چلاؤ پر باقی ماندہ سرکار نے سرکاری تعطیل کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ دانش سے عاری تقاریر کے بعد حسبِ سابق ان کا تجزیہ کیا جارہا ہے۔ آج تک کے تجربہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک کسی صحافی کے بیان کی آئینہ دار ہے اور دوسری کسی سفارش سے میرٹ پائے ہوئے سرکاری افسر کی' چنانچہ ان تقاریر میں یہ کہنے کا بہت کچھ کہہ دیا گیا اور جو کچھ کہنے کا تھا ایک طرف پھینک دیا گیا۔ کل جن کو آئندہ "مہلت" کیلئے صدر نامزد کیا جارہا تھا سب سے بڑے آئینی عہدہ کیلئے موزوں ترین تجربہ کار شخصیت گردانا جا رہا تھا آج وہ سازشوں کے سربراہ قرار پا گئے ہیں تو اس نامزدگی میں بھی کوئی سازش ضرور تھی ورنہ تخلیق خالق پر معترض ہونے سے پہلے بہت کچھ سوچتی ہے اور اس کے اعتراض کا انداز بھی بہت محتاط ہوتا ہے۔ تخلیق کبھی ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا کا انداز اختیار نہیں کرتی۔ بسورنے لگنا' سسکیاں لینا' پاؤں میں درد کا بہانا کرنا' طبیعت کا ناساز ہونا' کسی پٹھے کا چڑھ جانا ہی استادوں کو مطمئن کرنے کیلئے کارگر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جن پالیسیوں کی ماضی قریب میں تعریف کی گئی' وہی آج طعن بن گئی ہیں تو دال میں کالا ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے جسے دھلی ہوئی دال کہا جارہا تھا وہ بھی کالی ہی ہو

Marfat.com

اورنج کاری کے تھوک فروش کاروباری ہوشیاری سے چھلکے کو وال کہہ کر فروخت کر رہے ہوں اور آج مہنگائی اس لئے ہڑتال پر ہو کہ آئندہ اڑھائی سال میں جس منزل پر پہنچنا تھا ہو سکتا ہے اب اس منزل کا حصول ممکن نہ رہے یا مشکل ہو جائے۔ وہ کہہ رہے ہیں' ہمیں تین بار بھائی جان والی وزارت عظمٰی پیش کر کے ہمارے اتفاق کو نفاق پذیر کرنے کی کوشش رایگاں کی گئی۔ ان کا فرمان ہے۔ دیکھو! جن کو انسداد جرائم کمیٹی کا چیئرمین بنا رکھا تھا۔ کتنے سنگین جرم کی سرزدگی کا الزام ان پر رکھا جا رہا ہے بلکہ ایک آصف نواز ہی کیا اور بھی بہت سے سنگین جرائم ان کے اور ان کے عزیزوں' دوستوں' پروردوں'نشہ بازوں اور قبضہ گروں کے نام لگائے جا رہے ہیں' کتنے ہی ایسے ہیں جو تنخواہ انسدادِ جرائم کی پاتے رہے مگر ان کے اشاروں پر نہ صرف جرائم کو فروغ دیتے رہے مجرموں کو تحفظ بھی دیتے رہے' کیا کیا جائے۔ انقلابات ہیں زمانے کے اور محکمات ہیں قانونِ فطرت کے۔ خالقِ کائنات کی عملداری ہے کوئی دور شرافت نواز شریف نہیں کہ کوئی محکمہ بھی محکم نہ رہے'جو ہونا تھا ہو چکا لیکن اگر گزشتہ پر فقط صلوات ہی رہی اور آئندہ کیلئے احتیاط نہ برتی گئی تو ہر شریکِ جرم حاکمیت بندگان اور شرک نظام جان بھی لے اور خاطر بھی جمع رکھے کہ جثہ کے مطابق حصہ ضرور ملے گا۔ اگر اڑھائی سال بعد' بموجب احکام الٰہی وزارت عظمٰی' مرکزی کابینہ' قومی اسمبلی والہا و اصحابہ بہا کا شیر مادر چھڑا لیا گیا ہے تو باقی شرکاء حاکمیت بندگان کے لب بھی تر نہیں رہیں گے۔ وہ جان لیں۔ قومی اسمبلی ہی نہیں ٹوٹی وہ سوتیلی بھی گئی جو ڈبوں کا دودھ پلاتی تھی اور وہ باسی روٹی کے ساتھ تازہ مکھن لگایا کرتی تھی۔ وہ تو نواز شریف کے معزول و موقوف ہو جانے کے بعد عقدِ ثانی کی تلاش میں سمندر پار جانے کیلئے چھپ چھپا کر سمندر کنارے پہنچ چکی ہے نگرانی میں رہ کر حکومت کرنے کے امیدوار لومڑ اور گیدڑ مسند پر بلخ شیر مزاری کو دیکھ کر فی الحال تو دبک سے گئے ہیں لیکن ٹپکتی رال شاید زیادہ دیر تک نہ چاٹی جا سکے۔ ذاتی یا سیاسی حیثیت میں جلسۂ عام کے سامعین سے خطاب اور سرکاری حیثیت میں قوم سے خطاب میں کیا فرق ہوتا ہے نہ تقریریں لکھنے والوں کی دانست میں آیا نہ معظم تر اور محترم ترین مقررین کی سمجھ میں۔ جوانی اٹھلا کر رہ گئی اور بڑھاپا ہانپ کر۔ ایک نے اگر صرف یہ کہا ہوتا کہ مجھ تابعداری کی تابعداری میں آج تک نہ کوئی کمی واقع ہوئی' نہ کی۔ میں نے

Marfat.com

کبھی کبھی مشورہ دیا ہے' اختلاف کبھی نہیں کیا۔ میرے خلاف اگر کوئی رپورٹ لکھوائی گئی ہے تو رقیبوں نے لکھوائی ہو گی۔ میری خطا یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی کبھی کبھار خدا کا نام عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے لے لیتا ہوں ورنہ میں تو وہ ہوں کہ جو بڑے بڑے نامور مطلق العنان بادشاہ بڑے بڑے لارنس آف عریبیا بشمول ذوالفقار علی بھٹو بھی نہ کر سکے وہ میں نے کر دکھایا تاہم آئندہ جو بھی حکم حضور سے اطلاع پاؤں۔ اسی کو مطلع جان غزل سرانہ ہو جاؤں تو فتویٰ صادر فرما دیجئے گا۔ نواز شریف نہیں ہوں' عارف لوہار ولد عالم لوہار ہوں مجمع باندھ سکتا ہوں اس پر حکومت نہیں کر سکتا' میرا قصور بتایئے' شکایتوں پر غور کیجئے' پہلے شکوہ کیجئے' اصلاح نہ کروں تو سزا دیجئے' سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کے باہمی رشتے بڑے نازک اور نزاکت طلب ہوتی ہیں۔ ایک میان میں دو تلواروں کے لئے ایک تلوار کو یا تو میان بننا پڑتا ہے یا میان میں ہی رہنا ہوتا ہے۔ جہاں اقتدار کے حریصوں کو اقتدار مل جانے کے بعد اور بہت سی طرح طرح کی حرصیں لاحق ہو جائیں۔ وہاں اقتدار کا انعام ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا مختصری بات کہی ہوتی جو ہوا اگر آپ کو ناپسند ہے تو آئندہ ہرگز نہیں ہو گا عملاً غلطی نہیں تھی' سہو تھا' آئندہ اعادہ ہو تو جو اسمبلی کے دو سو سات ارکان کی سزا سو میری سزا۔ رہا ڈاکٹر عبدالقدیر کی شب و روز کی کاوشوں کو "رول بیک" کرنے کا مسئلہ تو وہ میرے اکیلے کے بس کا کہاں' لازم ہے کہ میری جرأت اور آپ کی دانائی کوئی درمیانی راستہ نکالے۔ میرے ہاتھ میں کشکول رہے اور آپ ایک ہاتھ سے لاٹھی ٹیکے دوسرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھے گداگری کیلئے نئی نئی مؤثر صدائیں تشکیل دیتے رہیں تو ظاہر ہے جیسی نسبی گداگر جو بستیاں بھی بسائیں گے گداگروں کی بستیاں ہی کہلائیں گی' آپ نے کبھی غور کیا ہے کتے ہمیشہ گداگروں پر بھونکتے ہیں اور ہر گداگر ایک نہ ایک کتا بھی ضرور پالتا ہے ہم دونوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ہم اپنے نازک آئینی رشتوں کو نزاکت علی سلامت علی کے رشتے نہ بنائیں' یہ رشتے ٹوٹ جائیں گے تو آئین کے سارے تار بے سُرے ہو جائیں گے' آئین دینِ مملکت اور مملکت مسلم لیگ نہیں کہ اسے نارا نگیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جنابِ صدر اگر اپنی تقریر میں صرف یہ کہہ دیتے مجھے قوم یہ بتائے اپنی تمام ہمدردیوں' چشم پوشیوں اور پردہ داریوں کے باوجود بیگم نزہت آصف نواز کے الزامات کے بعد میں یہ اقدام نہ کروں

Marfat.com

کیا کروں' فوج سے بغاوت کروا لوں' انہیں آپس میں لڑوا لوں' مجھے آئے دن اسمبلیاں توڑنے کی بدنامی اپنے نام لکھوا لینے کا شوق نہیں مگر موجودہ حالات میں کیا کروں' بغاوت کروا لوں' ملک تڑوا لوں' بات تقریروں کی بھبکیوں اور بھڑکوں تک ہی رہتی تو اور بات تھی مگر اب تو معلوم ہوتا ہے اقتدار کی کمائی بغاوت کی حد تک احتجاج کروانے پر صرف کی جانے والی ہے۔ اسمبلی توڑنے سے پہلے کیا صدر' کیا وزیر اعظم کیا امریکی سیاست سخت مشکل حالات سے دوچار حالت گومگو میں تھے۔ وزیر اعظم نئے عالمی نظام کے روبرو مجسم "لیس سر" تھے۔ صدر "بٹ سر" تھے اور امریکہ "ڈو آر ڈائی" کے سوا اور کوئی حکم سرزد ہی نہیں کر رہا تھا جس کے برتے پر نادانوں نے اپنا دبدبہ یہ کہہ کر جمایا' میں استعفیٰ نہیں دوں گا' میں ڈکٹیشن نہیں لوں گا' مانا کہ صدر کی مرضی سے خدا بنا لیکن صدر میرا خدا نہیں ہے۔ میں اب اپنی مرضی کا خدا ہوں جس نے مجھے اس عہدہ پر پہنچایا جس پر حزب اختلاف کو اعتراض رہا کہ اس نے دھاندلی کروائی ہے۔ وہ بڑا سازشی ہے' چال باز ہے' میں نے ملک کو ترقی کی راہ پر ڈال دیا۔ یہ میرا قصور ہے پاکستان کو گیٹ وے بنا دیا' معاہدہ ہائے پشاور واسلام آباد کروا دیئے۔ یہ میرا قصور ہے' گارے سے ایک اینٹ لگا دی' یہ میرا قصور ہے' بے آبرو کی گئی غریب دوشیزہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیا' یہ میرا قصور ہے' ان دعوؤں میں جو تکبر اور رعونت پائی گئی وہ امریکہ کی بھڑکائی ہوئی تھی جو ادھر صدر کو کہہ رہا تھا "تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن' اپنا تو بن"' جوہری توانائی پر اپنے جوہر نہ دکھا' دہشت گرد قرار دے کر افلاس زدہ کر دوں گا۔ ادھر وزیر اعظم کو تھپکیاں دے رہا تھا "کہ ہم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں' زرمبادلہ چیز ہے کیا کل سیم وزر تیرے ہیں" جانتے تھے۔ کاروباری آدمی ہے' منافع دیکھے گا تو سبھی کچھ بیچ ڈالے گا جو نہ بکے گا اس کی یا تو سیل لگا دے گا یا انشورنس کروا لے گا۔ صدر اس مشکل سے آزاد ہونے کی راہ ابھی تک نہیں ڈھونڈ پائے کہ اگر جوہری توانائی پر ڈٹے بھی رہے تو مانا دلی میں رہیں' کھائیں گے کیا کا کیا جواب ہے۔ ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان۔ او غافل افغان' حکیم الامت کی شاعری ہے۔ آج کی عملی دنیا میں اس کا کوئی امکان نہیں تا حال نہ صدر کا مسئلہ حل ہوا ہے نہ وزیر اعظم کا۔ نہ امریکہ کا' پہلے صدر اور وزیر اعظم کی زور آزمائی تھی اب صدر اور مسلم لیگ کے صدر کی زور دکھائی ہے۔

Marfat.com

پہلے مملکت و حکومت نبرد آزما تھیں ' اب مملکت و سیاست اپنی اپنی کمانوں پر تیر چڑھائے ہوئے ہیں۔ سیاست کی کاوش ہوگی کہ عوام کو ساتھ لیا جائے۔ مملکت اور اس کی زیر نگرانی موجودہ حکومت چاہے گی کہ امن وامان کی فضاء قابو میں بھی رہے اور یہ تاثر بھی ہو کہ سیاست کے برپا کئے ہوئے حالات میں مجوزہ انتخابات کا انعقاد کسی طور بھی ممکن نہیں۔ پھر سارا جاتا دیکھئے ' آدھا لیجئے چھین کی پالیسی کے روبہ عمل ہو جانے کے بھی قوی امکان ہیں۔ سبھی کچھ ہوگا لیکن اصل مسئلہ کی طرف سے نگاہیں پھری رہیں گی۔ اس امر کا جناب صدر کے پاس بھی کوئی جواب ہے کہ اگر پہلی اسمبلی کے ارکان خائن تھے تو پھر ان کے دوبارہ منتخب ہونے پر کیوں قدغن نہ لگائی گئی جبکہ آئین میں بھی اور قانون میں بھی یہ قطعی شرط ہے۔

آپ نے اپنی تقریر میں نواز شریف کی غیر شریفانہ کوتاہیوں کا ذکر تو کیا' ان کا ذکر کیوں رہ گیا جو اپنی صوبائی و مرکزی رکنیت کی رسوائی کا ہی باعث نہیں اس بے چاری بیچارو کو بھی رسوا کر چکے ہیں۔

ان کا ذکر کیا اس لیے نہیں کیا کہ وہ شکوہ نہ کریں کہ "مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے کہ تیری محفل میں ہے" یا پھر اس لئے نہیں کیا کہ ان ہی کو دوبارہ لانا مقصود ہے کہ سدھے سدھائے تانگے لگے گھوڑے روک کر کے بے لگام منہ زور لے آنا کوئی عقلمندانہ ہوگی۔ چاہے وہ سستے ہی پڑیں اور نسل بھی وہی ہو' کیا دین اسلام میں قرآن الحکیم میں احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں قوم کی نمائندگی کرنے والوں کے اوصاف کہیں درج نہیں' کہیں یہ تحریر نہیں کہ اقتدار طلب کرنے والوں کو اقتدار نہ دینا کہ وہ خائن ہوتے ہیں کیا اسلام کے نظام حریت اور مغرب کے نظام جمہوریت میں کوئی تضاد نہیں' مروجہ نظام انتخابات کے تحت دس بار الیکشن کروالیں۔ ہر بار پہلے سے بدتر خائن اسمبلیوں میں مزین ہو جائیں گے۔

.... یہ انتظام تو کر دیجئے کہ انتخابی بد دیانتیاں نہ ہونے پائیں' رہی انتخابی دھاندلی کی بات گزشتہ دھاندلیاں بہتان ہی سہی' آئندہ اگر آپ صدارت کے امیدوار نہیں ہیں تو ہرگز دھاندلی نہ ہونے دیجئے گا کم از کم ایسی تو بالکل نہیں ہونی چاہیے جو نگران وزیر اعظم کے علم میں بھی ہو ورنہ جتوئی کی طرح ان کا بھی کیا اعتبار' کبھی کہہ دیں

Marfat.com

ہوئی تھی، کبھی کہہ دیا نہیں ہوئی تھی۔ اگر ہوئی بھی تھی تو میں نے تو نہیں کروائی تھی۔
ایک بات اور بھی ہمہ وقت زیرِ نظر رکھنے کی ہے جب تک شرح الٰہی اس ملک کا آئین نہیں بن جاتی عدلیہ انتظامیہ اور شوریٰ احکام الٰہی کے مطابق تشکیل نہیں دی جاتیں۔ وہ قانون جس کے باعث انسان ساختہ اور حالیہ متنازعہ مروجہ آئین کو شرع الٰہی پر بالادست قرار دیا گیا ہے، کالعدم قرار نہیں پاتا، بتوں کے سامنے تمام سجدے حرام قرار نہیں پاتے، نہ آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھیں گے، نہ دلوں پر لگی ہوئی مہریں ٹوٹیں گی، نہ شرح صدر ہو گی، نہ کوئی صدرِ محترم ہو گا، نہ کوئی وزیرِاعظم اپنے عرصے محفوظ پائے گا، براتوں کا آنا جانا رہے گا، کبھی گھوڑی کی باگ پکڑنے والا کوئی نہیں ہو گا، کبھی ڈولی سے دلہن کا ملازم بر آمد ہو گا، مغربی جمہوری نظام کے متعلق جو کچھ حکیم الامت نے کہا اگر کسی کو اس میں حقیقت نظر نہیں آتی تو پھر مرحوم سیاست کے نبض شناس نہیں تھے۔
اب تک جو کچھ ہوا چونکہ بے غرض نہیں ہوا اس لئے مکمل طور پر صحیح نہیں ہوا، ان غلطیوں کا ازالہ نہ کیا گیا تو جو کچھ ہو گا مکمل طور پر غلط ہو گا، ہڑتالوں، جلسوں، اخباروں، اشتہاروں اور دیگر اندرونی و بیرونی ذرائع ابلاغ پر بے پناہ دولت لٹائی جائے گی، اگر پھر بھی کامیابی نہ ہوئی تو پھر دہشت گرد قرار دینے کا جواز پیدا کیا جائیگا۔ آصف نواز کی موت کو فوج کیلئے طعن بنانے کی سازش کی جائیگی، اگر یہ الزام صحیح ثابت ہونے کے آثار رونما ہونے لگے تو مقررین کی کمریں دیکھنے اور سانس پھولنے لگیں ہے اور جو ہاتھ تالیاں بجا رہے ہوں گے، تھپڑ مارنا شروع کر دیں گے۔ ویسے اگر آصف احمد علی کا حکومت کو دہشت گرد کہنا بغاوت ہے تو کسی کا صدر کو کچھ کہہ جانا جو بلا جھجھک رانیں تھپک تھپک کر، للکار للکار کر، باہیں اٹھا اٹھا کر کہا گیا۔ کچھ کم نہیں ہے۔

۲۳ اپریل ۱۹۹۳ء

***

Marfat.com

ایک لفافہ رنگین اور ایک پرچہ سادہ

قراردادِ مقاصد اور نظریۂ پاکستان کے قطعی برعکس، تقسیم برصغیر کو بے مقصد بنانے کے لیے پاکستان میں بندوں اور اللہ کی مشترکہ حاکیت کا نظام شرک نافذ کر کے نئے عالمی نظام کو خوش آمدید کہنے میں چونکہ جناب صدر بھی سابقہ وزیر اعظم کے برابر کے شریک رہے ہیں لہٰذا یہ خلاف عدل ہو گا کہ رسوائی میں دونوں کا برابر کا حصہ نہ رہے اور سزا کے عمل میں کسی ایک کو رعایت کا مستحق سمجھا جائے۔ چنانچہ ہردو کی اپنی برأت کے لیے کی گئی تقاریر ناکام ٹھہر چکیں اور تحفظ کے لیے اٹھائے گئے اقدام لڑکھڑا رہے ہیں۔ یوں جیسے ثابت قدمی ان دونوں میں سے کسی کا مقدر نہ رہ گیا ہو۔ یہ ناقابلِ تر... و تنسیخ قواعد فطرت کا کارنامہ ہو، کسی کبر و ہنکار کا جواب ہو، منافقوں کی دین ہو، یا تض... فکری کا ماحصل۔ مگر یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ صدر نے نئی کابینہ تشکیل دلوانے کے بعد نہ صرف قحط الرجالی کا بھانڈا سرِعام پھوڑ دیا ہے بلکہ پاکستان کی سیاست کی جو صفِ اول ترتیب دی ہے۔ اس میں تو اعلانِ اقامت صلوۃ کرنے کا کوئی اہل دکھائی نہیں دیتا امامت و اقامت صلوۃ تو بڑا رجوع و خشوع طلب مرتبہ ہے۔ نئی کابینہ تشکیل دینے کے بعد صدر نے تاریخ پاکستان میں اپنا نام ان افراد کی فہرست میں شامل کروا لیا ہے۔ جو عق... و دانش، حب الوطنی، دوراندیشی، غیرجانبداری سے مبرا ہونے کے باوجود مملکتِ خدا... پاکستان کی یوں سربراہی فرما گئے جیسے اختیار کا تاج کہیں راستے میں پڑا مل گیا ہو۔

نگران کابینہ جو صدر کی نگرانی میں ’ان ہی کی چھتر چھاؤں تلے‘ ان ہی کے درباری احکام کو فرشی سلام کرنے اور سرگرمیوں کو پنکھا جھلانے کے لیے ترتیب دی ہے اگر ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہونا تھی تو پھر انھوں نے کونسا کم تنخواہ پر کام کرنا منظو... لیا ہے کہ پرانوں کو نکال کر پھٹے پرانوں کو رکھ لیا گیا۔ حضرت عیسیٰ کے اس فرمان پر کی... عمل نہیں کیا گیا کہ "DO NOT THROW THY OLD FOR SAKE OF NEW"

Marfat.com

بھی شکر ہے کہ اس ری کنڈیشنڈ کابینہ میں ایسے ہی افراد شامل کیے گئے ہیں جن کے اپنے نام بھی ہیں۔ مادری زبان کے علاوہ ایک آدھ سدھائی ہوئی زبان بھی ناظرین کے لیے بول لیتے ہیں۔ اپنے ناموں کے ہجے بھی سیاسی تعلیم کے ان میں سے کئی ایک میاں چنوؤں کے لیے اتنے مشکل نہیں کہ ہر جمعہ کے دن سرکاری خرچ پر میاں چنوں جانا پڑے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کسی سیاسی جماعت کے صوبائی سیکرٹری کے اختیارات کیا ہوتے ہیں اور اگر کرائم کنٹرول کمیٹی کا چیئرمین صوبہ کے وزیرِ اعلیٰ پر ناراض ہوجائے تو اسے راستے میں کون کون سے مزار پر دیئے جلانے چاہیں اور کیا کیا منتیں ماننا چاہیں۔ مزید براں یہ کہ منتیں کرنے کا وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ جو سابقہ وزیرِ اعظم نے کیا یا تمنا کو یوں لب پر لانا چاہیے کہ پتہ ہی نہ چلے کہ گڑگڑا رہا ہے یا گڑگڑا رہا ہے۔ بہرحال جائے شکر ہے کہ نگران کابینہ میں صرف افراد ہی رکھے گئے' اگر تاؤ میں آکر دو چار بھالو بھی رکھ لیتے تو ان کا کوئی کیا بگاڑ لیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ عبوری حالات اور آئندہ کے انتخاب کی نگرانی تو کجا' اپنے سرکار کے زیب تن کروائے ہوئے لباس کی ہی نگرانی کرلیں تو قوم پر لازم ہے کہ غنیمت جانے' ایک آدھ کی تو مان لیا' جیل کی قیدِ تنہائی میں مشقتیوں نے تربیت کر دی ہو۔ کبھی پلنگ سے فرش پر کبھی فرش سے پلنگ پر' کبھی تخت سے تختہ پر کبھی تختہ سے تخت پر' کبھی سابقہ وزیرِ اعظم کی معیت و مجلس' کبھی دیواروں سے باتیں' آدمی ہو تو تھوڑا بہت حکومت کرنے کا ڈھنگ تو آ ہی جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے توبہ بھی قبول ہو گئی ہو۔ اگرچہ آثار تو مصائب کے مکمل طور پر کٹ جانے کے نہیں ہیں۔ یہ جو صوبائی اسمبلیوں کو نہ توڑنے کا جھنجھٹ درمیان میں آکھڑا ہوا ہے۔ بڑی الجھنیں لئے ہوئے ہے اور بڑی دوررس نگاہوں کا متقاضی ہے۔ اگر دانش بروقت در آمد نہ ہو سکی۔ تو ہو سکتا ہے نگران حکومت کو کسی اتفاقی صدمہ کے باعث ایمرجنسی وارڈ میں داخل کروانا پڑے اور جس طرح سابقہ حکومت بیرونی سرمایہ کاروں کو دعوتیں دیا کرتی تھی۔ اس طرح نگران حکومت بیرونی سیاست کاروں کو دعوت دینے لگے۔ یا پھر اپنے بین الاقوامی شہرت یافتہ کھلاڑیوں اور فن کاروں سے کام چلا لیا کریں کہ یہ باقی تمام اقسام کے کردار ادا کر سکتے ہیں تو وزیرِ اعظم کا' وزراء کا' مشیروں کا کردار کیوں ادا نہیں کر سکتے۔ ہر نئے سیاسی ڈرامہ کی سٹوری باہر سے لکھوالی' ایکٹنگ ان سے کروالی بھلا جو اچھے کمپیئرز بن سکتے ہیں۔ اچھے سپیکر کیوں نہیں

Marfat.com

بن سکتے۔ جہانگیر بن سکتے ہیں اکبرِ اعظم بن سکتے ہیں' محمد بن قاسم بن سکتے ہیں' تمغات حسنِ کارکردگی حاصل کر سکتے ہیں وہ بھلا نگران حکومت کا رول کیوں نہیں نبھا سکتے۔ ۱۹۹۰ء کے بعد سے یہ حقیقت واضح طور پر ثابت ہوتی چلی آرہی ہے کہ پاکستان کا میدانِ سیاست خالی ہو چکا ہے اس میدان کا کوئی کام کا کھلاڑی پاکستان میں نہیں رہا۔ اب پاکستان کا سیاسی میدان بین الاقوامی سیاسی مقابلوں کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ خطرہ ہے کہ بین الاقوامی سیاسی کھلاڑی ان لوگوں جنہیں نگران حکومت کے لیے نامزد کیا گیا ہے۔ بال پکڑوانے یا کھیل کے میدان کی حدوں کے لیے متعین کرنا پسند نہ کریں۔ ہاں پانی کے لیے وقفوں میں ہو سکتا ہے ان سے کوئی کام لیا جاسکے۔ معلوم ہوتا ہے نگران حکومت تشکیل دیتے وقت اصل مسئلہ نظرانداز کر دیا گیا۔ اصل مسئلہ آئندہ کے انتخابات جیتنا نہیں تھا ان کا منصفانہ ہونا تھا۔ اصل مسئلہ سیاسی جماعتوں کو خوش کرنے کا نہیں تھا۔ سیاسی فضا کی آلودگی کو ختم کرنا تھا اصل مسئلہ سیاسی اخلاق کو معیاری بنانے کا تھا' ضمیروں کے جمعہ بازاروں پر پابندی لگانے کا تھا۔ سیاست کو سرمایہ کاروں' تفرقہ بازوں' بازاری سیاست دانوں' منشیات فروشوں' بینکوں پر قانونی ڈاکے ڈالنے والوں' ناجائز منافع خوروں' دہشت گردوں' قبضہ گروپوں' رسہ گیروں' اغوا برائے تاوان کے سرگروہوں' چادر اور چار دیواری کے ازلی دشمنوں سے پاک کرنے کا تھا۔ اب بھی مسئلہ یہ ہے کہ کوئی نابکار' بدکار' بددیانت' خائن یا بری شہرت رکھنے والا' احکام الٰہی کا عدم پابند' کسی ایسی حرکت کا مرتکب جو ازروئے آئین و قوانین کسی شہری کو نمائندگی کا نااہل قرار دیتی ہو' آئندہ کے کسی انتخاب میں اپنے کاغذاتِ نامزدگی منظور نہ کروانے پائے۔

نامزدگی کا طریقہ کاریوں وضع کیا جائے کہ کوئی عہدہ کا طلب گار یا اس کیلئے مہم امیدوار نامزد نہ ہونے پائے۔ اگرچہ بہت کڑوا کسیلا معلوم دیتا مگر ایک نسخہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ چونکہ سیاستدانوں کا ایک گروہ اپنی ناکردہ کاری و نالائقی کے باعث یکے بعد دیگرے تین حکومتیں برطرف کروا چکا ہے اور نہ صرف اپنی بلکہ جنابِ صدر کی بدنامی کا باعث بن چکا ہے اور چونکہ دو اسمبلیوں کے گزشتہ دورِ حکومت میں آئینی ادارے انتہائی رسوا ہو کر اپنی افادیت کھو چکے ہیں۔ لہٰذا تمام ایسے افراد جو ان سابقہ انتخابات میں شریک ہوئے نااہل قرار دیئے جاتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس آئینی حقیقت کو زیرِ نظر رکھ کر

Marfat.com

اسمبلی کے ارکان کا منصب قانون سازی ہوتا ہے گندی نالیاں بنانا یا دیگر سرکاری تعمیراتی کاموں کی ٹھیکہ داری نہیں ہوتا۔ امید واروں کیلئے مزید ایسی شرائط رکھی جائیں جو ان کی قانون سازی کی اہلیتوں کو اجاگر کریں اور منتخب شدگان قانون کے سازوں کو بے سرے ہی نہ کرتے رہیں۔ ان پر یہ بھی واضح رہے کہ دینِ اسلام میں حقِ قانون سازی صرف اللہ ہی کو سازگار ہے اس کے وضع کئے ہوئے قوانین تحریری و کتابی صورت میں موجود ہیں۔ جو ناقابلِ ترمیم بھی ہیں اور ناقابلِ تنسیخ بھی جو انہیں نافذ کرے' مومن و مسلم ہوتا ہے' جو نہ کرے ظالم وفاسق و کافر کہلاتا ہے۔ مجلسِ شوریٰ کا منصب مسائل کی نشاندہی کر کے ان کے علاج کیلئے احکام الٰہی کی تلاش کرنا ان کا تعین کرنا اور اگر ضرورت پڑے تو ان پر عملدر آمد کیلئے سنتِ رسُول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی پیروی اور احادیثِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے فرمودات سے سرمو انحراف کئے بغیر قواعد وضع کرنا ہے۔ اگر آئندہ انتخاب میں ایسے افراد کو ان مقاصد کیلئے منتخب کروانا مقصود ہے تو مزید انتخاب کا تکلف فرمایئے گا اور اگر نہیں تو اپنی مزید رسوائی کا سامان خود اکٹھا کر کے اپنے لیے مزید پچھتاوں کا بندوبست نہ فرمایئے۔ یہ کام فطرت خود ہی کر لے گی۔ آپ نے اگر نفاذِ شریعت ایکٹ کی بجائے انسدادِ شریعت ایکٹ کی منظوری کیلئے دستخط کر دیئے ہوتے یا آپ سے "سہوا" نہ ہو گئے ہوتے' یا اب بھی آپ نے پشیمانی کا اظہار کر کے اس شرکِ عظیم کا کوئی سدِباب کیا ہوتا' یا سرکاری سفید ہاتھیوں نے آپ کی توجہ ان رٹ درخواستوں کے مندرجات کی طرف دلوائی ہوتی جو اس حوالہ سے دائر ہوئیں منتظر سماعت ہیں اور اپنے بیشتر مقاصد حاصل بھی کر چکیں' اگر آپ کی شاہی نے کبھی درویشوں کی بھی سنی ہوتی' جانا ہوتا کہ زمام بادشاہی بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ رازِ بادشاہی فقیروں کے سینوں میں تحریر ہوتا ہے۔ جو الفاظ سے نہیں اشاروں میں بیان کیا جاتا ہے۔ قلم فطرت اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے لوح پیغمبر کو پکڑا دیتی ہے۔ یہ وہی لوح ہے جس پر آئینِ اسلام تحریر ہے۔ حیرت ہے اتنی اہم دینی و آئینی ذمہ داری نبھانے کیلئے صدر نے جن لوگوں کا انتخاب کیا وہ تو جمہوریت کے دیو استبداد کے رعب سے سہمے ہوئے سیاسی مریل ہیں۔ دو چار اگر کچھ توانا ہیں تو ان کی توانائی سیاسی توانائی نہیں کہلا سکتی۔ متناسب نمائندگی کے اصولوں کی بنا پر نگران حکومت کی تشکیل قومی مفاداتی پالیسیوں میں تناسب کہاں سے لائے گی۔ صوبائی

Marfat.com

اسمبلیوں کا معاملہ ہی لے لیجئے۔ کون نہیں جانتا کہ آپ انہیں فی الحال توڑنے سے کیوں گریز کر رہے ہیں اور پاکستان پیپلزپارٹی انہیں توڑنے پر کیوں مصر ہے۔ منظور وٹو صاحب کا اصل مشن کیا ہے۔ وہ مسلم لیگ جو "پنجاب پیسہ پارٹی" یعنی بناوٹی پی پی بن کر اصل پی پی کے ساتھ پھیرے بھی آئے گی اور ہیرا پھیری بھی کرے گی۔ بالآخر اپنی تہی دامنی کو کہاں سے سیراب کرے گی۔

پھر اس خطرہ کا سدباب کیا نگران حکومت کرے گی کہ اگر امریکہ اس وفادار کی امداد کا فیصلہ کرلے جسے اس جرم کی پاداش میں سیاست بدر کیا جارہا ہے کہ اس نے اقرار کر لیا کہ اے میرے بندہ گر' میں تو تیرا ہی جوہر ہوں' مجھے تجھ سے علیحدہ جوہری توانائی لے کر کیا کرنا ہے۔ اگر بینظیر اور ان کے مطعون ساتھیوں کو نگران مقرر کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ امریکی ترازو کا توازن بھی بگڑنے نہ پائے اور جو امریکہ چاہتا ہے ہو بھی جائے تو یہ نگران حکومت بے سود ثابت ہو گی کیونکہ نئے عالمی نظام کے ارادے اس سے بہت آگے ہیں۔ یہ نہیں کہ پاکستان میں دانش' معاملہ فہمی' حبُ الوطنی یا جذباتِ جان نثاری کا فقدان ہے۔ دراصل وہ طبقہ جس کی حکومت پر دسترس رہی ہے جو ملکی وسائل پر سانپ بن کر بیٹھے رہنے کو اپنا آبائی حق بناتے بیٹھا ہے۔ اپنی افادیت کھو بیٹھا ہے وہ اب کسی مصرف کا نہیں رہا۔ تاریخ میں منفی خاصیتیں کبھی متواتر تین نسلوں سے زائد نہیں رہیں۔ اس کے بعد یا معاشرے اور قومیں نابود ہو جایا کرتی ہیں یا پھر کوئی مصلح انہیں تہی دامنی کا احساس دلا کر رازہائے سلطانی سے آگاہ کر دیا کرتا ہے جو قومیں اپنے وجود کے جواز سے آگاہ نہ رہیں۔ ان کے ضمیر کبھی نہیں جاگا کرتے۔ ضرورت ہے کہ سب سے پہلے پاکستانی قوم کو نظریۂ پاکستان کی افادیت سے آگاہ کیا جائے' پھر انہیں بتایا جائے کہ اللہ کی حاکمیت اور بندوں کی حاکمیت میں کیا فرق ہے۔ لاالہ الا اللہ کا آئینی مفہوم کیا ہے۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے بغیر کیوں کلمۂ طیبہ مکمل نہیں ہوتا۔

یہ کام ہم ۴۶ سال میں تو کر نہیں سکے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۹۳ تک کیوں کر کرلیں گے۔ نگران حکومت کے ٹوٹ جانے کے تین خطرناک مقامات ہیں۔ صوبائی اسمبلیوں کا نہ ٹوٹنا' مختلف سیاسی پارٹیوں میں اتحاد کا ہو جانا' یا نہ ہو سکنا' دورانِ انتخاب دہشت گرد کارروائیوں کا عروج پا جانا۔ ان تمام حالات سے کامیابی کے ساتھ نمٹ لینے کیلئے نگران

Marfat.com

حکومت کے پاس سامانِ نگرانی ہے بھی' یا محض لاتوں کے بھوتوں کی باتوں کا اسلحہ ہے۔ کچھ خبر ہوتی تو اندازہ لگاتے لیکن اگر نگرانی کے اس عرصہ میں جنرل آصف نواز کے قتل کی رپورٹ درج ہو کر کاروائی بھی شروع ہو گئی۔ تو لوگ دیکھیں گے۔ نگران حکومت کا منہ کھلے کا کھلا رہ جائے گا۔

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد فطرت نے احیائے اسلام کا فیصلہ کر لیا ہوا ہے۔ پاکستانیوں کو یہ اعزاز حاصل کرنے کے آج سے پیشتر کئی مواقع میسر آ چکے۔ جو ہم نے محض تماشائی بنے رہ کر ضائع کر دیئے' اب ہم من حیث القوم' ہمارے کلیدی عہدے' ہمارے آئینی ادارے سبھی زیرِ سزا ہیں۔ ہماری سب سے بڑی کوتاہی ہمارا قراردادِ مقاصد سے انحراف و گریز ہے۔ قانون کے میدان میں شرح کو شرع پر ترجیح دینا ہے۔ آئین کے ادوار میں انسان ساختہ آئینی دستاویز کو شرعِ الٰہی پر بالادست قرار دینا ہے۔ اینگلو سیکسن مکاتیبِ افکار کی تشریحات میں احکام قرآن کو سمو دینے کی ملحدانہ کاوش نے ہمیں ناقص و ناکمل دانش انسان کو دانشِ الٰہی پر حاوی کرنے کی بدعت میں مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ شرعِ الٰہی کے علاوہ نظام فطرت کے تحت ہمیں وہ آئین بھی سزائیں دے رہا ہے۔ جس کی بالا دستی کو ہم نے امریکہ کے پرکار اشاروں پر صرف مردے دفنانے کی رسموں تک محدود کر دیا ہے اور جب تک مر نہ جائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہماری زبانیں ادا ہی نہیں کرتیں۔ حالیہ نگران حکومت کیا ہے اک لفافۂ رنگین اور اک پرچۂ سادہ۔ اے دلِ سکون دشمن لے تیرا جواب آیا۔ کہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۳ یعنی ۲۳ محرم الحرام کو پاکستان کا یومِ انتخاب ہو گا۔

۲۸ اپریل ۱۹۹۳ء

Marfat.com

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا

پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں اگر بات دو چار کرسیاں ٹوٹنے' پانچ سات جوتے چل جانے' دس بارہ گریبان چاک ہو جانے' یا ماؤں' بہنوں کی منہ زبانی آبروریزیوں تک ہی رہتی' تو کہا جا سکتا تھا کہ سیاست کیلئے علاوہ درویشی کے' تھوڑی بہت عقل و دانش و دوربینی اور آگے بڑھ کر اندیشوں کا سدِباب کرنے کی صلاحیت کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے اور محض ٹانگیں توڑ دوں گا' یا تڑوا دوں گا کی سی دعویداریاں زیادہ دیر تک مفید و کار آمد نہیں رہا کرتیں۔ مگر ضمیروں کا یوں بہہ نکلنا جیسے پھٹی ہوئی جیب سے ریزگاری بہہ نکلتی ہے۔ تاریخ نے اول تو دیکھا ہی بہت کم ہو گا' اگر کبھی دیکھا بھی ہو گا تو یقین نہیں آتا کہ آج تک تاریخ کے آنسو تھم چکے ہوں گے۔ کون سا رکن ہے جو مراعات یافتہ نہیں کون ہے جس نے اپنے نالائق عزیزوں کو میرٹ کے منہ پر کبھی تھپڑ مار کر' کبھی گارا مل کر یوں ملازم نہیں کروایا کہ بالآخر مزید تقریروں پر پابندیاں لگانا پڑیں اور ہونہاروں کو ٹیکسیاں چلانا پڑیں۔

کارخانوں اور ملوں کے پرمٹ' بینکوں سے قرضے اور پھر ان کی معافیاں' پلاٹ پرمٹ' ٹھیکیداریاں سرکاری افسروں پر بالا دستیاں' بھاؤ لگی سفارشیں' اوپر کی آمدن والی اسامیوں کی خرید و فروخت' جرائم کا اخفا' مقدمات کا التوا' غرضیکہ سیاست کے اس نو لکھے ہزاری درویش نے اپنے ان حواریوں کو اس "لکھ لٹ" انداز میں نوازا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو ان میں سے اکثر اگر منشیات کا کاروبار کامیابی سے نہ چلوا سکتے تو پیر حیدر روائیں کے دربار شریف کے باہر بھنگ "گھوٹ" رہے ہوتے۔ مگر ان میں سے کچھ بھی تو بے چارے کا کام نہ آیا۔ نامعلوم اندر خانے صدرِ مملکت اور صوبہ کے اسپیکر میں کیا طے پایا کہ غلام حیدر وائیں جو ہر لمحہ دست بستہ مجسم "جو حکمِ حضور" پائے جاتے تھے۔ ناپسند قرار دے دیئے

Marfat.com

گئے اور ارکان کی ایک فوج موجیں مناتی ہوا کے دوش پر سوار صدر کو یہ یقین دلانے چل پڑی کہ اگر نئے عالمی نظام کے دہشت گرد آڑے نہ آئے اور آپ آئندہ "کیلئے بھی" "نرم" کر لئے گئے تو آپ ہمیں پر سرِ مجلس اپنے قدموں سے لپٹا ہوا پائیں گے۔ یہ نہیں کہ اندر خانے پاؤں پڑ لئے۔ بات نہ بن سکی تو باہر نکلتے ہی گلے پڑ گئے۔ جناب والا! آپ جب چاہیں گے تو ہم اپنی خو بھی بدلیں گے۔ وضع بھی تبدیل کر لیں گے۔ محض وفاداریوں کا کیا ہے۔ وہ تو ہر کسی کو معلوم ہے۔ ہماری آبائی سیاست ابن الوقتی رہی ہے۔ وعدۂ وفا کے علاوہ ہم تو آپ کو داد دینے آئے ہیں کہ قومی اسمبلی کو تحلیل کرنے کیلئے آپ نے جو محلول استعمال کئے۔ ان کو بیک وقت استعمال کر جانا آپ ہی کا منصب تھا۔

آئندہ الیکشن ۱۴ جولائی کو ہو گا اور منصفانہ ہو گا اور نہ بھی ہو گا تو کوئی کیا کر لے گا اور منصفانہ ہو بھی گیا تو کون سی سانگلہ ہل ٹوٹ پڑے گی۔ یہ خطرہ تو رہا نہیں کہ پنجاب کے ایم پی اے صاحبان بھی کہہ اٹھیں گے۔ ہم ڈکٹیشن نہیں لیں گے بلکہ ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے تو بے نظیر کو "درد منت کش دوا نہ ہوا" کی تسبیح روکنا پڑے گی۔ یہ خوش فہمی تو آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہے کہ پنجاب کی اسمبلی بھی توڑ دی جائے گی اور باقی ماندہ اسمبلیوں کو بھی بیساکھیاں درکار نہیں ہوں گی۔ چنانچہ صورتحال واضح ہو گئی ہے کہ صوبائی اسمبلیوں کے ووٹ تو صدر کے گھٹنے کے نیچے یوں دبا لئے گئے ہیں جیسے ان کے جیتے ہوئے پتے ہوں۔ رہے قومی اسمبلی کے ووٹ ذرا انتخاب شروع ہو لینے دو۔ جو صوبائی اسمبلی والوں نے کیا۔ اس سے بڑھ کر نہ کیا تو مان لیں گے۔ رت کے ساتھ ریت بھی بدل سکتی ہے۔ وہ جن کا موقف ہے کہ ہمارے ساتھ تو وعدہ تھا کہ تمام اسمبلیاں توڑ دی جائیں گی۔ ان کے تو شاید گھر والے ہی چیخ اٹھیں۔ بی بی کیوں پھر مروانے لگی ہو۔ ابھی کل ہی تو ہتھکڑی اتری ہے۔ اپنی چوڑیوں کی کھنک ہی ہماری مرادوں کے نام لکھی رہنے دو۔ واضح آثار ہیں کہ آئندہ انتخاب میں اکثریت کسی ایک جماعت کی نہیں ہو گی۔ پنجاب کی سیاست سے نواز شریف محروم ہو چکے۔ اسلامی جمہوری اتحاد والے ان پر اعتبار کرتے رہے۔ ابھی سے تم نے صدر کے ساتھ بگاڑ لی۔ تو کل کلاں جو کچھ تم نے نواز شریف کے ساتھ مل کر امریکہ کو دوبارہ خوش کرنے کے لیے کرنا ہے کیونکر بار آور ہو گا۔ نواز شریف کی تقریر کی گستاخیاں نہ بے موقعہ تھیں' نہ بے مقصد' سوچو تو' بھلا نواز شریف

Marfat.com

کو بیٹھے بٹھائے یہ کیا سوجھی تھی کہ آٹھویں ترمیم میں صدر کے اختیارات کا شور مچادیا۔ صدر کی طرف سے اختیارات کے استعمال کی وہ کونسی افتاد آپڑی تھی کہ نواز شریف کی تمام وفاداریاں شرافت سے عاری ہو گئیں۔ آصف احمد علی کے لئے یہ کونسا موقعہ تھا کہ ادھر نثار احمد خان امریکہ اپنا بیان صفائی دینے گئے، ادھر انہوں نے شور مچادیا۔ نہیں جی' ہم تو دہشت گرد ہیں۔ سوچو تو! معاہدۂ اسلام آباد جس کی تصدیق کے لیے اتنے مقدس مقامات استعمال کیے گئے۔ کس حال میں ہے۔ معاہدۂ جنیوا ان نت نئے معاہدوں کی جان کیوں نہیں چھوڑتا۔ یہ جو موٹر وے بنایا جارہاہے۔ اس پر گاڑی میں سفر کرتے ہوئے تمہارا دوپٹہ لہرایا کرے گا یا سائیڈ گلاس میں میری شکل نظر آیا کرے گی۔

بی بی! امریکہ نواز شریف سے جب اسلام کے پردہ میں وہ کچھ یہود نوازی کرواچکا کہ تمہاری فراست' تمہارا سیاسی آرٹ اب صرف اس کا میک اپ کروانے کے مصرف میں ہی آسکتاہے اور بس اس لیے خدا کے وسطے زیادہ اکڑفوں نہ دکھانا۔ پاکستان پر بابا پانچ سال تک مسلط بھی رہا تو بابے نے جوان نہیں ہو جانا اور میں تو ابھی جوان ہوں۔ تو تو ابھی نوجوان ہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا کہ مسلم لیگ دوبارہ نواز شریف کے تسلط میں چلی جائے اور پھر دیکھو۔ ابھی کیا پتہ۔ عدالتیں کیا فیصلہ دے دیں۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ نواز شریف کی حکومت بحال بھی ہو گئی تو پاکستان کی آل اسحاق اسے آرام و سکون سے بحال رہنے دے گی۔ صدر اگر شکست تسلیم کرکے اس عہدہ سے علیحدہ بھی ہو جائیں تو بھی ان کے جاں نثار مفلوج تو نہیں ہو جائیں گے اور اگر قومی اسمبلی بدستور تحلیل رہی تو یہ مفروضہ قائم کرلینا کہ امریکہ ان انتخابات کو منصفانہ ہونے دے گا۔ چاہے اس کے نئے نظام کے ساتھ بے انصافی ہی نہ ہو جائے۔ نہ صرف عقل مندی نہیں ہو گی' اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے والی بات ہوگی۔ اور بالفرض انتخاب کے نتائج امریکہ کی مرضی کے مطابق نہ ہوئے تو پاکستان کا دہشت گرد ہونا کوئی دور کی بات نہیں ہوگی۔ عام آدمی کے اخراجات پورے نہ ہوں تو اس نے تو گھر کی اشیاء بیچ لیں۔ گھر کا سامان بیچ لیا' بالآخر گھر بیچ لیا۔ پاکستان کس کو بیچے گا۔ پھر بی بی! یہ بھی تو سوچو کہ آصف نواز کی موت یا قتل کا مسئلہ عین اس وقت کیوں اٹھا۔ جب پاکستان کا ہر سیاست دان پاکستان کو پلانے کے لیے زہر کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ یہ یکایک ابتدائی رپورٹ کی تیاری کیوں ہونے لگی۔ معاملہ

Marfat.com

انتہائی معتبر کمیشن کے سپرد کیوں ہوا۔ یہ کیوں نہ سوچا گیا کہ دین کا تقسیم ہو جانا عسکریت کی موت ہوتی ہے۔ مجاہد کے اندر کوئی ایک چیز بھی متنازعہ ہو جائے تو مجاہد جہاد سے عاری ہو جاتا ہے۔ جو ان دیکھے خدا کے لیے اس یقین کے ساتھ نہیں لڑ رہا کہ خدا ہے' وہ مجاہد نہیں ہے۔

فوج کے جرنیلوں کی موت کے اسباب کو متنازعہ بنا دینے کی رسم کس شاطر کی تجویز کی ہوئی ہے۔ آٹھویں ترمیم کے تنازعہ اور صدر اور وزیر اعظم میں اختلافات کو ہوا دینے اور بالآخر انتہائی بدنما دشنام طرازی سے پہلے ملک بھر کے اخباری میڈیا کو اجتماعی زنا کاریوں' ڈاکوں' قتل و غارت' تاوان' اغوا' لاقانونیت' پولیس کی تشدد آمیز کاروائیوں' رشوت ستانیوں کی خبروں کی گرفت میں کیوں دے دیا گیا۔ یہ تاثر کیوں دیا جاتا رہا کہ اسلامی ملک میں لاقانونیت و بربریت کا دور دورہ ہے۔ یہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں جہاں ظلم ہو' وہاں نواز شریف کو خود جانا پڑتا ہے۔ چلو! ہم تو بچ بچا کر چند دن اپنے سیاسی آقاؤں کے زیر سایہ گزار آئے۔ عام لوگ بے چارے کہاں چلے جاتے۔ چنانچہ انہوں نے جو بھگتنا تھا' بھگتا اور بھگت رہے ہیں۔ پنجاب کی اسمبلی کو توڑے بغیر اگر وہاں کی گورنری ایسے ایسے کہنہ مشق کی دسترس میں دے دی گئی ہے جو آپ کا اور جناب صدر کا مشترکہ معتمد ہے تو اس مسئلہ پر از سر نو غور کرنا ہو گا کہ سارا جاتا دیکھیں' تو آدھا بانٹ دینا چاہئے یا باقی آدھا چھیننے کی کوشش میں حاصل شدہ آدھا بھی لوٹا دینا چاہئے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں یعنی تمہارا شوہر زرداری نہیں بول رہا۔ میری قید کی تنہائیاں چلا رہی ہیں' میری پسلیاں کڑک رہی ہیں' میرے کولہے چیخ رہے ہیں۔ نہیں' میں آصف زرداری نہیں۔ تین معصوم بچوں کا باپ بول رہا ہوں بلکہ میری زبان سے ان کا دادا بول رہا ہے۔ نہیں' ان کا ماموں بول رہا ہے۔ میرے بچوں کے ترستے ہوئے رشتے بول رہے ہیں۔ تمہاری نظر میں تمہارے آئندہ کے مناصب ہیں۔ میری نظر میں میری آئندہ نسلوں کا مستقبل ہے۔ نئے عالمی نظام کی نگاہوں میں پاکستان کے لیے مجھے کہیں عافیت نظر نہیں آتی۔ امریکہ پاکستان کو نہ اپنا حلیف رکھنا چاہتا ہے' نہ حریف' اسے پاکستان کی سرزمین یہودی سوداگروں کی گزرگاہ کے طور پر درکار ہے' جس کا موڈرن نام موٹروے ہے۔

یہود و نصاریٰ کو اکیسویں صدی میں اپنی تجارت کو فروغ دینے کیلئے آزاد بندر

Marfat.com

گاہوں کی ضرورت ہے۔ چین اور پاکستان کے درمیان پرانے راستے ان کو ہرگز گوارا نہیں۔ ان کے دانشور اس خطۂ ارض کی از سرِ نو تقسیم اور حد بندیوں پر مصر ہیں۔ پاکستان کو لسانی اور نسلی بنیادوں پر صوبوں میں تقسیم رکھنے کے مقاصد کو وہ پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ گزشتہ دو اڑھائی سالوں میں انہوں نے حکومتِ پاکستان کی وساطت سے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ وہ انہیں رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔ میں پوچھتا ہوں۔ چند سال پہلے کا تصور اقبال و جمال الدین افغانی کا اتحاد دنیائے اسلام کہاں ہے۔ وہ مسلمان کہاں ہیں جن کی دسترس میں کرۂ ارض کے ۷۰ فیصد وسائل ہیں۔ یہ کس کا کیا دھرا ہے کہ ان تمام وسائل پر آج یہودی قابض ہے اور دنیائے اسلام ان کی دستِ نگر ہو کر رہ گئی ہے۔ نہیں، وہ پاکستان کا نظریہ احیائے اسلام کہاں ہے۔ اسلام کے اس قلعہ کے تو کہیں نشان بھی نظر نہیں آتے۔ قرار دادِ مقاصد کی بجائے پاکستان کی سیاست کی جھولی میں ایک ایسا قانون ڈال دیا گیا ہے۔ جس کی رو سے مروجہ نظام حکومت دانش ایسی وضع کی ہوئی شریعت پر بالا دست ہے۔ جس کی رو سے حکومت نے فرقہ بندی کو تحفظ دے رکھا ہے۔ سود خوری جاری رکھی ہوئی ہے۔ نئے عالمی نظام کے ذریعے کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت قائم کرنے کا پروگرام وضع کر کے بندوں نے اللہ کے ساتھ حاکمیت کی جنگ چھیڑ لی۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان کی سرزمین سے یہ آواز اٹھتی۔ کہ نہیں کرۂ ارض پر فقط پر اللہ ہی کی حاکمیت ہے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ پاکستان نئے عالمی نظام کا مہرہ بن گیا۔ بندوں اور اللہ کی حاکمیت کا اشتراک کر بیٹھا۔ سیاست میں نظام حکومت میں شرک کو عمل دخل دے بیٹھا۔ اس لئے بی بی! غور کرو۔ جو کچھ ہو رہا ہے، سزا ہے۔ جو صدرِ مملکت، سربراہ حکومت سابقہ، سربراہِ حکومت نگران اور سیاست کاروں میں تقسیم کی جا رہی ہے۔ اس لئے آؤ یا تو پھر ایک دفعہ بھاگ چلیں، یا پھر عہد کریں کہ ہم امریکہ یا نئے عالمی نظام کے مقاصد پورے نہیں کریں گے۔ پاکستان کی قرار دادِ مقاصد کے مقاصد پورے کریں گے۔ اس خطۂ زمین پر فقط اللہ ہی کی حاکمیت ہو گی کسی مرد یا عورت کی حکمرانی نہیں ہو گی۔ ہمارا یہ موقف کہ اسلام پاکستان کا مذہب ہے، جمہوریت اس کی سیاست ہے، سوشلزم اس کی معیشت ہے، غلط تھا۔ کم فہمی پر مبنی تھا تمہارا اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کا آئین

Marfat.com

ناقابلِ ترمیم ہے کسی میں دم نہیں کہ اسے منسوخ کر سکے۔ سیاست کیلئے اسے جمہوریت کی بیساکھی اور معیشت کیلئے سوشلزم کے سہارے کی ضرورت نہیں۔ آؤ نعرہ لگائیں' اے اللہ کی حاکمیت کے منکرو۔ جن کے احکام کے تم پابند ہو' ہم ان کے احکام کے پابند نہیں اور جس کے احکام کے ہم پابند ہیں' اس کے احکام کے تم پابند نہیں۔ تمہارے لئے تمہارا دین و آئین ہے۔ ہمارے لئے ہمارا آئین ہے۔ یہی دو قومی نظریہ ہے۔

یہ نظریۂ پاکستان نہیں کہ آٹھویں ترمیم کے حق میں کون ہے اور مخالف کون۔ کون صدر کا حاشیہ بردار ہے اور کون نواز شریف یا بے نظیر کا۔ فلاں عدالت نے کیا فیصلہ دیا تھا اور فلاں نے کیا۔ اگر اللہ کے آئین کے علمبردار بن کر رہنا ہے تو اس سرزمین پر رہیں۔ یہی جنت ہے اور اگر ایسا نہیں تو ہم بھی اور جملہ فریقین بھی جان رکھیں کہ ایک روز پشیمان ہونا پڑے گا کہ ہوئے مر کے ہم جو رسوا' ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا' نہ کہیں جنازہ اٹھتا' نہ کہیں مزار ہوتا۔ مگر ہر سو رسوائیاں مقدر ہو چکی ہوں تو درویشوں کی باتیں سننا شاہوں کو کبھی گوارا نہیں ہوتا کہ ازل سے زمانہ کا یہی دستور ہے۔ بے نظیر نگران حکومت میں رہیں یا نواز شریف کے ساتھ کوئی منحرفانہ اتحاد کر لیں یا صدر' نواز شریف اور بے نظیر اپنے علیٰحدہ علیٰحدہ امیدوار کھڑے کر لیں۔ ایک درخواست ہماری بھی ہے کہ آئندہ کیلئے مستورات کی طرح دینی جماعتوں کیلئے بھی نشستیں مقرر کر لیں کہ پاکستان میں دین کا کچھ تو نام باقی رہ جائے۔ سیاست کیلئے نہ سہی' مذہبی رسومات کیلئے ہی سہی۔ رہی جمہوریت اس نے بھی جو گل کھلائے ہیں ان کی رنگا رنگی کے بعد بھی اگر کوئی جمہوریت کا نام لے تو اللہ اسے غلام حیدر وائیں کے دن دکھائے اور نواز شریف کے ساتھ آئینہ رو کر کے دکھائے۔

۳۰ اپریل ۱۹۹۳ء

***

Marfat.com

بے ضمیری کے امتحاں اور بھی ہیں

یہود نوازوں کی پاکستان پر وارد کردہ ناپاک سیاست نے گزشتہ دنوں جو ہمہ قسم کے لائق صد ہزار نفرت حقارت آمیز' بھونڈے انداز دکھائے ہیں' بیان کرتے ہوئے شرم آتی اور تحریر کرتے ہوئے قلم چیخ اٹھتا ہے' کہ مجھ سے اور جو جی چاہے لکھوالو۔ بار بار غلط کار گردان کر توڑی ہوئی قانون ساز اسمبلیوں میں بار بار منتخب ہو کر آتے ہوئے ان ناکردہ کاروں کا احوال نہ لکھواؤ۔ جن کی سیاست کی خوئے غلامی و بے ضمیری نے قومی حمیت کو یوں اپنی سیاہ کاریوں میں لپیٹ لیا ہے' جیسے کوئی قطامہ' کسی بھٹکی ہوئی شریف زادی کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جائے' کہ کسی ایک کی ہو کر رہنا' اپنی آزادی کو مصلوب کرنے اور اپنے شعلہِ سوزاں کو دود بنا دینے کے مترادف ہے۔ اصل سیاست یہی ہے کہ اول شب جام چھلکا چھلکا کر اپنی بے لوث محبت کا فریب دو۔ اور آخر شب یوں دھتکارو' کہ عاشق لیلائے سیاست خالی بوتل ہاتھ میں لئے گھر جائے' تو گھاٹ والے گھیر لیں اور گھاٹ پر جائے' تو گھر والوں کے دلوں کی میل دھوئے نہ دھلے۔ شب و روز نئے گاہک کی تلاش میں رہو۔ ایک کو چوبارے میں تو دوسرے کو تہہ خانہ میں رکھو اور سب کو مطمئن رکھو' کہ سیاست کی باپردہ مسہری' منافقتوں بھری پھولوں کی سیج' بار بار سہلایا ہوا بے شکن بستر فقط تمہارے لئے' تمہیں نثار کرنے کیلئے بچھا رکھا ہے۔ نامزد ہو کر منتخب کروا لئے گئے ہو' تو ظاہر ہے' تمہارا اوڑھنا' بچھونا سرکار ہی کے ذمہ ہو گا۔ مزے سے لیٹو' اور جی بھر کے لٹاؤ۔ بس اتنی سی احتیاط کرنا کہ کروٹیں زیادہ نہ بدلی جائیں' کہ سرکاری مسہریوں کی چولوں کو ڈھیلی ہو کر چوں چوں کرنے اور بالآخر سرہانے کی طرف سے ٹوٹ جانے کی سالوں پرانی عادت ہے۔ ایک بڑا کرب ناک سوال ہر محبِ وطن کے ذہن میں ابھر رہا ہے' کہ جس مملکت کا صدر یعنی وفاق کا نشان' متنازعہ ہو جائے' کیا اس مملکت کے

Marfat.com

وجود اس کے وفاق کو باوقار رکھنا ممکن ہو سکتا ہے۔ ابھی آئندہ عرصہ کے لئے صدرِ مملکت نے خود امیدوار ہونے کا اعلان بھی نہیں کیا' کہ قومی حکومت کے قیام کے بہانے' جمہوریت کے قریبی عزیزوں نے قومی اسمبلی کو یوں چلتا کروایا' کہ آج تک کسی نے کسی مغویہ کو بھی یوں بھگوایا نہ ہو گا۔

پنجاب میں نواز شریف کی بلا بے چارے وائیں کے طویلے پر آپڑی' کہاں وزیرِ اعلیٰ کا مسکن اور کہاں متنازعہ مسلم لیگ ہاؤس کا کمرہ۔ نہ تصویرِ بتاں' نہ حسینوں کے خطوط' اقتدار کی یادیں اور تنہا راتیں۔ ظالموں وائیں تھا کوئی راون تو نہیں تھا۔ اتنے خوفناک عدمِ اعتماد کی کیا ضرورت تھی' کہ بے پیادوں کو شہرِ بہ شہر لئے پھرتے رہے۔ آخر تمہارے ایوان کا قائد رہا تھا' سمجھا بجھا کر حیثیت یاد دلادی ہوتی۔ یہ کس سے وفاداری کے شوق اور زعم میں بے چارے درویش پر درِ اقتدار مقفل کر دیا۔ پھر مسلم لیگ تو ماں تھی۔ یہ کیوں نہ سوچا کہ مائیں تقسیم ہو جائیں' تو گھروں کی دیواریں سلامت نہیں رہا کرتیں اور لوگ ولدیت کی تصدیق مانگنے لگ جایا کرتے ہیں' جو کسی کو خصم بنالے' وہ ماں نہیں ہوتی' جو گود میں بنالے وہ ماں ہوتی ہے۔ دیگر صوبوں میں جو کچھ ہو رہا ہے' اگر ان کارروائیوں کا محرک آئندہ کا صدارتی انتخاب ہے' تو آؤ صدرِ مملکت سے دست بستہ عرض کریں' آپ بغیر انتخاب کے ہی صدر ہیں' مگر خدارا یہ سب کچھ برداشت نہ کریں۔ اگر کسی کے مشورہ سے یہ سب کچھ برداشت کیا جا رہا ہے' تو بھی یہ مشورے مجھے انعام و اکرام کے لوٹا دیں کہ آخرت کی منڈی میں عاقبت کا بھاؤ دنیوی جاہ و جلال سے ہزاروں گنا مہنگا ہے۔ آپ نے سنا نہیں' نرگس اپنی بے نوری پر ہزاروں سال روتی ہے۔ پھر جا کر کہیں کوئی دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ عقل کے اندھوں اور خوشامدیوں کا کیا ہے' ایک مرے تو ہزار پیدا ہو جاتے ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ تمام سیاسی اخلاق کا یوں تیا پانچا کیا گیا ہے کہ ان حالات میں اگر خدانخواستہ اسمبلی کے قومی انتخاب اس حکومت نگران زدو کی نگرانی میں ہوئے' تو اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کیلئے یہ عارضی قومی حکومت اپنی گروہی اکثریت کو یقینی بنانے کیلئے سیاسی ناموس کے تحفظ کے بہانے سیاسی لباس تک کو غیر ضروری قرار دے دے اور دنیا بھی میں مشہور ہو جائے کہ پاکستان کی قومی حکومت نے وہ انتخاب لڑا ہے کہ ہاتھ میں

Marfat.com

تلوار بھی نہ تھی اور زیر جامہ پر شلوار بھی نہ تھی' پھر بھی پولنگ سٹیشنوں سے ماسوا تعیری سیاست کی نعشوں سے اور کچھ بھی ایوان اقتدار میں نہ آیا۔ ملک بھر میں سیاست جس انداز سے ننگی کا ناچ' ناچ رہی ہے' اس کے باوجود بھی اگر کسی کو یقین یا شک ہے کہ آئندہ انتخابات اگر ہوئے' تو واقعی منصفانہ ہوں گے' تو وہ یقیناً اس شخص کی مانند ہے' جو دیوار کو آئینہ جان' اسکے سامنے کھڑا ان مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہے' جو نگران حکومت کے حکم سے انتخابی پالیسی کے تحت علی الصبح صاف کروا دی گئی تھیں۔ ابھی تو صدر مملکت نے آئندہ انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان بھی نہیں کیا۔ نواز شریف کی لاجواب پیشکش کا بھی کوئی جواب نہ دیا گیا بلکہ "اس سبزہ خط کو جو خط لکھا' تو جواب خط نہ رقم کیا۔ میرے نامہ بر سے یہ کہہ دیا' کہ جواب خط سے جواب ہے" کی تصویر نقش ہو کر رہ گئی۔ اگر اللہ کا کرنا یوں ہوا' کہ آپ نے ہاں کہہ دی تو نامعلوم آج کے سیاسی سوجھ بوجھ سے عاری اپنے خوشامدی سرمایہ کی گٹھڑیاں سروں پر اٹھائے اپنی معراج کے کون سے آسمان پر ہوں گے اور وہ بے چارے جنہیں لوگ کبھی وزیراعظم پاکستان کہتے تھے' جو بدقسمت صدر کو نامزد کر کے خود موقوف ہو گئے' کس کس تحت الثریٰ میں ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے۔ نگران حکومت کی تشکیل' صوبائی اسمبلیوں کا فی الحال دوام نئی نئی ملاقاتیں' بے طرح کی مناجاتیں' مولویانہ وارداتیں' پرانے نمک خواروں کی صلواتیں' دھمکی آلود ترکیبیں' غرضیکہ ہر حرکت' ہر لب کشائی' ہر تحریر' ہر تحریک کے پس پردہ ایک ہی مقصد ہے' کہ صدرِ مملکت کے دوبارہ امیدوار بن جانے سے فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ خود امیدوار ہوں' یا ان کی برکت سے کسی اور کے انتخابی پاؤں بھاری ہو جائیں۔ کامیابی صدارتی نمک خواروں کے نام ہی تحریر ہونا چاہیے۔ نہ کوئی حواری سوچتا ہے' نہ کوئی مخالف' کہ جس نظام سیاست میں سربراہ مملکت کی ذات متنازعہ ہو جائے' اس سیاست سے بہتر ہے کہ منہ کالا کر کے' ہاتھ لنجے بنا کر' بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کیا جائے۔

نادان دوستوں اور در پردہ دشمنوں نے صدر کی ذات کو بیانوں ہی بیانوں میں اس حد تک متنازعہ بنا کر دیا ہے کہ بدقسمتی سے ہر تنازعہ ان ہی سے منسوب ہونے لگا ہے۔ قومی حکومت بنانے کا اگر یہ سلیقہ ہے' کہ جو گنگا نہا آیا' اسے کوثر دھلا مشہور کر دیا' جس بن نہائے کو پکڑا' سیاست کی راکھ سے تیمم کروا اعلان کر دیا کہ جا تو آج سے نگران وزیر

Marfat.com

ہے۔ تیری نگرانی میں جو بھی انتخاب ہو گا بلغ شیری دعا و برکت سے منصفانہ ہو گا۔ جن لوگوں کی نالائق کارستانیوں کی وجہ سے اسمبلی تحلیل ہوئی' آئندہ اس اسمبلی تحلیل کروانے کے لیے حسبِ سابق وہی منتخب ہونگے۔ کیا عجیب کیفیت ہے کہ ملک بھر کے سیاسی بہروپئے گداگروں کا روپ دھارے' دعائیں پکارتے' ایوانِ صدر کے صدر دروازہ پر کاسۂ گدائی لئے بیٹھے ہیں۔ یہ لانگ مارچ صدر کو سلامی دینے کے لیے صف آرا ہے۔ مچل بھی رہا ہے' اٹھلا بھی رہا ہے اور چہک بھی رہا ہے۔ ابھی پہلی پیرا روں کی دھول جھڑی نہیں تھی کہ قومی سیاسی بازی گری نے دوبارہ یہ کہہ کر سرِ تسلیم خم کردیا کہ اس پیرا ر میں دھول کہاں تھی۔ وہ تو ستاروں والی پیرار تھی' جو چال سکھانے کے لیے استادوں نے لا کر دی تھی۔ ہماری سیاست نے اسے کوئی پہنا تھوڑا ہی تھا۔ ادب سے سر پر رکھ لیا تھا۔ دو چار ستارے تو ابھی تک بالوں میں اٹکے ہوئے ہیں۔

وہ لوگ جو بداعمال قرار دیکر معزول کر دیئے گئے' وزیر اعظم تھے مگر نہ رہے' وزیر تھے مگر زیرِ عتاب آگئے۔ اگر دوبارہ انتخاب کا مطالبہ کررہے ہیں۔ تو واضح ہے کہ دوبارہ اپنے جیسوں کی اکثریت کے خواہاں ہیں۔ اپوزیشن میں بیٹھنا انہیں یوں معلوم ہوتا ہے' جیسے کسی نے گرم ریت پر بٹھا دیا ہو۔ کوئی ایسا پڑھا لکھا بھی نہیں' کہ اسے یہ معلوم ہو۔ پارلیمانی نظام میں سربراہِ مملکت کبھی متنازعہ نہیں ہوتا۔ سربراہ حکومت ہوتا ہے' مگر صرف منتخب ہونے تک۔ جب وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھال لیتا ہے تو سبھی کا وزیر اعظم ہوتا ہے۔ برطانیہ کو ہی دیکھ لو' ملکہ یا بادشاہ متنازعہ نہیں ہوتے' مگر جو نرالا نہ ہو' پاکستانی سیاست اسے باوا آدم تسلیم ہی نہیں کرتی۔ نہ باوا آدم اسے سیاست تسلیم کرتے ہیں۔ جس میں گالیاں نہ دی جاتی ہوں۔ وہی لوگ جو بدکردار پائے جاکر اسمبلی سے جیلوں اور عدالتوں کو ارسال کر دیے گئے تھے۔ اگر قومی حکومت کے طالب تھے' تو مقصد پنہاں کیا تھا۔ یہی نا! کہ دوبارہ بداعمالوں کی کابینہ بنائی جائے' سو بن گئی۔ ۹۰ دن کی کابینہ کی رکنیت کے لیے اتنے ہاتھ پاؤں کیوں مارے جارہے تھے۔ منصفانہ انتخاب کے لیے' یا اپنی نگرانی میں اپنی کامیابی کی ضمانت کے لیے منصفانہ انتخاب کے لیے غیر جانبدار' ایماندار دانشوروں کو انتخاب میں حصہ نہ لینے کے وعدہ پر کیوں کابینہ کا رکن نہ بنالیا گیا۔ اتنے باون گزوں کی کیا ضرورت تھی۔ ۹۰ دن کا انتظام تو آٹھ دس بونے بھی چلا لیتے۔ پرانے شکاری اگر نئے دام لے آئیں' ڈاکہ اگر جدید ڈھب سے نئے قسم کے اسلحہ سے ڈالا جائے' تو کیا کہا جائے

Marfat.com

گا۔ گھر والے لٹے نہیں۔ نجات پا گئے ہیں۔ اس نگران حکومت سے تو یہ توقع بھی عبث معلوم دیتی ہے کہ یہ ۱۴ جولائی کا سورج بخیر و عافیت غروب ہونے دیگی۔

قومی حکومت سے مراد اگر وہ حکومت ہے جس میں نواز شریف نہ ہو اور قوم سے مراد وہ آبادی قرار پانے والی ہے' جو شریف نہ ہو۔ تو پھر **یفسد فی الارض ویسفک الدما** کے معانی قیام امن و امان قرار پانے والے ہیں۔ ایک امید یہ بھی ہے کہ عدالتِ عظمٰی کی عظمت ان بگاڑے ہوئے حالات میں کام آجائے اور ۱۴ جولائی سے پہلے سابقہ حکومت اور تحلیل شدہ اسمبلی بحال ہوجائے۔ نگران حکومت کے ارکان لوٹ کر گھر آجائیں اور سابقہ کابینہ رانیں تھپکتی پھر میدان اقتدار میں ڈنٹر پیلنے لگے۔ خدا وہ دن نہ دکھائے کہ سربراہِ مملکت اور سابقہ سربراہِ حکومت پھر ایک دوسرے پر برسنے لگیں اور سیاست' پولیس اور فوج کے مشوروں کی محتاج ہو جائے۔ کہنے کو ہی سہی' موجودہ نگران حکومت قومی حکومت کہلاتی تو ہے۔ غیروں کی نگرانی میں ہی سہی' پھر بھی غیر قومی تو نہیں' مشکل تو یہ ہے کہ بحال شدہ نواز شریف اور بے حال کردہ سربراہِ مملکت کے مشترکہ دور حکومت میں حکومت کی پٹڑی سے اتری ہوئی گاڑی کے جو ڈبے الٹ چکے ہیں' ان کا کیا ہو گا۔ نثار احمد آصف احمد علی کو کیوں کر برداشت کرے گا۔ حامد نواز شریف کا ناصر کیوں کر ہو گا۔ ہاں اگر عدالت عظمٰی کے فیصلہ میں یہ حکم بھی موجود ہو کہ یہ سب لوگ پشاور روڈ پر سپریم کورٹ کی پرانی عمارت کے باہر کھڑے ہو کر پہلے بہ آواز بلند گزشتہ پر صلوۃ ارسال کریں۔ دس دس گالیاں اپنے آپ کو دیں' اور آئندہ کے لیے اسی کے احاطہ کی مسجد میں کھڑے ہو کر وعدہ کریں' کہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ بھی جائے بے احتیاطی اور بدپرہیزی سے گریز کریں گے اور دستار بندی و آزار بندی میں فرق ملحوظ خاطر رکھیں گے۔ صدر وزیراعظم کے آئندہ کی صدارت کے نامزد رہیں گے۔ قومی اسمبلی بحال کر کے صوبائی اسمبلیاں توڑ دی جائیں گی۔ جن کا دوبارہ انتخاب آئندہ مہلت کے لیے عہدۂ صدارت کے کاغذات نامزدگی داخل کروانے سے پہلے ہو گا اور یہ ذمہ داری نواز شریف کی ہوگی' کہ وہ بھائی پھیرو کو پھول نگر نہیں بنائیں گے' بلکہ رائے ونڈ بھی ہوا کی رائے جان مرغ بادنما بننے سے بھی انکار نہیں کریں گے۔ نیز فقط ان لوگوں کو منتخب ہونے دیں گے جو صدر کو ووٹ دینے کی قسم اور ترقیاتی فنڈ بیک وقت بے فکر کھائیں۔

Marfat.com

رہی یہ بات کہ یوں تو قوم کی نگران حکومت کے ارکان بددل ہو کر ناراض ہو جائیں گے اور پھر لانگ مارچ شروع ہو جائے گا تو جناب پولیس کا کام حکومت کی حفاظت کرنا ہے۔ جس کی امداد کے لیے اور بھی بہت سے غیر فوجی باوردی ادارے ہیں، جن کو بوقت ضرورت کام میں لایا جاسکتا ہے اور پھر فوری انصاف کروا دینا تو نواز شریف کے بائیں پاؤں کا کام ہے۔ پھر نگران حکومت میں شامل تمام وہ سیاسی پارٹیاں جو صدر کے رویہ سے نالاں رہیں اور پھر مجسم صدارتی ایوارڈ بن گئیں، اپنی وقعت اپنی توقیر اور اپنا اعتماد اس حد تک کھو چکی ہیں، کہ لوگ انھیں اپنا نمائندہ تسلیم کرنے کی بجائے اپنے گھروں کے صدر دروازوں پر بے پیندے کے لوٹے لٹکا لینا زیادہ آسانی سے گوارا کر لیں گے۔ معلوم ہوتا ہے، یہ لوگ کسی لالچ میں آکر کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک تجربہ کار شخصیت کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ ناممکن ہے کہ موصوف کا سابقہ طویل اور دیرینہ تجربہ ان کا اعتبار کرے۔ اگر انھیں اطمینان سے اسی عہدہ پر فائز رہنا مطلوب ہے تو وہ کسی سیاسی جماعت کے رکن پر اعتبار نہیں کریں گے اور اپنے حسن انتظام سے ایسے افراد منتخب کروائیں گے جو موجودہ آئین کو مزید صدارتی بنا کر ان کے اختیارات کو مزید مستحکم بنا سکیں۔ یوں کہ اول تو وزیر اعظم کی آئینی ضرورت ہی باقی نہ رہے اور اگر رہے تو ان کی حیثیت صدرِ مملکت کو وضو کروانے والے سے بہتر نہ ہو۔ یوں کہ وضو صدر کرتے رہیں اور کلمہ وزیر اعظم پڑھتے رہیں۔

یہ وہ صدر نہیں، جو ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسے جائیں، بلکہ ان کا مارا اگر پانی مانگے تو تمام کنویں، تمام چشمے، تمام دریا، تمام تالاب سوکھ سوکھ جائیں۔ سابقہ حکومت ہو یا حالیہ نگرانِ حکومت۔ ان میں سے کون ہے جو صدر کے خلاف رائے عامہ کو مذموم نہیں کر رہا۔ مانا! کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، مگر حاکموں کی یادداشت بڑی دیرپا ہوتی ہے۔ دراصل سیاست دان نگران حکومتی کے شوق میں صدر کی پٹاری میں آ گئے ہیں۔ اب یہ ڈسنے کے نہیں، بین سننے کے کام آئیں گے۔ صدر کا ہاتھ اقتدار کے حرص مندوں کی دکھتی رگ پر آگیا ہے۔ وہ ان کی نبض بھی پہچان چکے ہیں اور نیت بھی۔ رسوائی تو باری باری سب کی ہو چکی، سیاست کی کم فہمی اگر رسوائی کو رسائی سمجھ رہی ہو تو **ختم اللہ علی قلوبہم** نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

۵ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

خدا کرے! تیری نگرانی رہے بے داغ

جناب نگران وزیر اعظم! اگر طبع حاکمیت اور مزاج نگرانی پر گراں نہ گزرے تو عرض کریں کہ آپ کا آئندہ انتخابات تک منصف رہنا شاہی کے بس کا روگ نہیں۔ جانبداری تو خیر ہماری سیاست میں ہر کسی کی مسلمہ ہے اور آپ کا عہدہ بھی اس حقیقی الزام سے مستثنیٰ نہیں۔ اگر جانبداری اور انصاف کبھی آج تک اکٹھے رہ سکے ہیں تو مان لیتے ہیں کہ آپ کی نگرانی میں وارد شدہ انتخابات منصفانہ ہوں گے' ہم ایک آزاد مملکتِ خداداد کے باشندے ہوا کرتے تھے۔ جاگیرداروں کی محفلوں کے خوشامدی اور حاشیہ بردار نہیں تھے کہ جو سرکار نے کہہ دیا' وہ جاگیرداروں نے کر دیا اور وہی انصاف کہلانے لگا۔ حقائق آگاہ بھی ہیں اور گواہ بھی کہ منصفانہ اور غیر جانبدار تو کیا جن کو نظام جمہوریت غرب میں انتخاب کہا جاتا ہے' آپ سے وہ بھی سرزد نہ ہو پائیں گے۔ اگر انتخاب کے انعقاد کا کوئی حادثہ کبھی ہو بھی گیا تو آپ سے انصاف نہیں ہو پائے گا' ثالثی کی اور بات ہے۔ نہ صرف یہ کہ آپ انتخاب کی منصفی نہیں کر پائیں گے۔ ان کا انعقاد آپ سے بھی انصاف نہیں کر پائے گا۔ اول تو اتنی بڑی ذمہ داری کے لیے فقط نوے دن کی حاکمیت کہاں کا انصاف ہے جو پانچ سال کے لیے منتخب ہوئے تھے وہ بے چارے اڑھائی سال میں اس گردشِ سیاست نے چلتے کئے۔ آپ تو صرف نوے دن کے لیے ہیں اور وہ بھی منتخب نہیں' نامزد۔ پھر یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ نوے دن کی حاکمیت اعلیٰ در اعلیٰ کے لیے آپ کو صرف اٹھاون باون گزے وزیر مشیر دیئے جائیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک دن کے لیے کم از کم ایک صحیح و سالم وزیر تو ہوتا۔ حاکمیت کا اتنا بھاری بھر کم وزر کوئی ایک وزیر بھی ایک دن سے زیادہ کیسے اٹھا سکتا ہے۔ پوری قوم نے سن لیا ہے کہ آپ اپنے لبوں سے انگریزی بھی بلوا سکتے ہیں۔ لبوں سے یا لب لہجہ سے انصاف نہ کر رہے ہوں تو کون سا انصاف کا زمانہ ہے کہ

Marfat.com

انگریزی کے لیے انصاف طلب کیا جائے۔ انگریزی تو آقائی زبان ہے یہ تو آپ کو ازبر ہو گا ہی کہ وزر بوجھ کو کہتے ہیں اور وزیر بوجھ اٹھانے والے کو۔ فرق صرف یہ ہے کہ پرانے زمانے میں وزیر تدبیر کا وزن اٹھایا کرتے تھے۔ ان کی دانش بڑی وزنی ہوا کرتی تھی اور پھر بوجھ انہوں نے اٹھایا ہوتا تھا' ان پر لدا نہیں ہوتا تھا یہ بھی تو کوئی انصاف نہیں کہ اتنا بڑا بوجھ آپ پر لاد دیا جائے اور پھر نگرانی بھی آپ ہی کے ذمہ کر دی جائے۔ مارے وزن کے دوہری ہوتی کمر والوں کی آنکھیں پھٹی پھٹی سی ہوتی ہیں' نگرانی کی اہل نہیں ہوتیں اور پھر نگرانی' بندہ نواز' سوراخوں سے جھانک کر نہیں ہوا کرتی' صدر دروازے پر کھڑے ہو کر کی جایا کرتی ہے جس دروازے پر صدر کے اپنے نگران ہوں جو مجسم دوربین بھی ہوں اور خوردبین بھی' وہاں تو آپ کی دسترس میں فقط یہ رہ جائے گا کہ جو انہوں نے پکڑوا دیا' آپ نے پکڑ لیا۔ منصفانہ انتخابات کی پہلی شرط بھی اور بنیادی ضرورت بھی یہ ہے کہ وہ آئین اور قانون کے مطابق ہوں۔ اگر ہمارے نگران حاکموں کی زیر نگرانی حاکمیت فقط اتنا اہتمام ہی کر دے کہ جو لوگ آئین میں درج شدہ اہلیتوں کے حامل ہوں اور مندرجہ نااہلیتوں کی زد میں نہ آئے ہوں۔ انصاف کے تمام تقاضوں کو مدنظر رکھ کر' غیر جانبداری کو بنائے ایمان سیاست جان کر' فقط ان ہی کے کاغذات نامزدگی منظور کیے جائیں تو قوم آپ کو سیاست کے حالیہ جنگل کا شیر تسلیم کرے گی اور ہرگز وہ شیر نہیں لقب کرے گی جو بلخ کے قالینوں میں بنے ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر ان متذکرہ شرائط کو منصفانہ طور پر مدِ نظر رکھا جائے تو جتنی اسمبلیاں آج تک نااہل وناکارہ قرار دی جا کر تحلیل ہو چکی ہیں' ان کا کوئی رکن بھی ازروئے آئین وقانون آئندہ انتخابات میں حصہ لینے تو کیا' اپنے کاغذات نامزدگی منظور کروانے کا اہل بھی نہیں رہتا۔

جناب نگران وزیر اعظم! کیا یہ ممکن ہے کہ جو نظام سیاست آپ کی آج کی قلمرو میں رائج ہے اس میں کوئی ایسا شخص جو سورہ نمبر ۱۰۴ کی زد میں نہ آتا ہو' بھی انتخاب میں حصہ لینے کی جرات کر سکتا ہے۔ دانش ودولت کا کبھی ساتھ نہیں رہا' یہ اٹل قانون فطرت ہے۔ عثمانؓ بننے کے لیے غنی ہونا لازمی و بنیادی شرط ہے' سیٹھ ہونا نہیں۔ کیا انکار کیا جا سکے گا کہ موجودہ نظام سیاست نے نہایت پرکاری سے ایسے انتخابی ڈھنگ وارد کر رکھے ہیں کہ کوئی دانشور' کوئی مخلص اور کوئی محبِ وطن اس میں حصہ لے ہی نہیں

Marfat.com

سکتا۔ جیسے ریل میں عورتوں کے لیے علیٰحدہ ڈبہ ہوتا ہے اسی طرح ہماری سیاسی ریل میں انتخابی مہم میں حصہ لینے والوں کا علیحدہ ڈبہ ہے۔ جس میں سوار ہونے کے لئے عقل ودانش کی مادہ ہونا ضروری ہے ورنہ کوئی اور سوار ہوا نہیں' کہ دھرا نہیں گیا۔ جب تک کوئی ایسا موثر انتظام رائج نہیں ہوتا جس میں مالی طور پر بے وسیلہ لوگ بھی اپنی عقل ودانش' وفاداری' حب الوطنی اور خلوص کے سرمائے کی بنا پر موثر حصہ لے سکیں۔ انتخابات کا منصفانہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ امریکہ کے سمجھانے بجھانے یا رام کرنے' یا نیا عہد وفا باندھنے کے لئے جنس مخالف یا مخالف جنس کی پرواز کے اہتمام سے انتخابات منصفانہ نہیں ہو جائیں گے۔ امریکہ اگر نوے دن کے لئے امداد بحال کر دے' دہشت گرد قرار دینا ملتوی کر دے تو بھی معاوضہ طلب کرے گا۔ امریکی سیاست کا گہری نظر سے اگر آپ کو مطالعہ کرنے کی توفیق ہو تو بلا تکلیف و تکلف واضح ہو جائے گا کہ امریکی یہودی سیاست اپنے میلے کپڑے بھی دھلوانے جائے تو دھوبی سے بھاؤ یوں چکاتی ہے کہ میں دنیا کی واحد سپر طاقت' کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت کی علمبردار' اگر تم سے اپنے میلے کچیلے کپڑے دھلواؤں تو کیا معاوضہ دو گے۔

معاہدہ جنیوا' معاہدہ پشاور' معاہدہ اسلام آباد' موٹر وے اور وسطِ ایشیا کے لئے گیٹ وے پر اجارہ داری حاصل کرنے کے لئے کس چالاکی سے وہ کچھ کروایا۔ جو کچھ کروایا۔ پھر سانحات اوجڑی کیمپ اور بہاولپور کے جواہر دکھائے۔ ساتھ ساتھ جوہری توانائی کو دھمکیاں دیں اور گھرکیاں دکھائیں۔ ہماری سفارش بے چاری ایک آدھ ناچ ناچنے یا امریکی خوردنی پلیٹوں میں چمچہ گیری کے سوا اور کچھ نہ کر سکیں اور دست بستہ عرض کرتی رہیں۔ ہمارے قانون ساز اداروں کے ارکان' یا کچھ افسران' یا ہمارے آپ کے مشترکہ اہلکاران اگر منشیات فروشی کے دھندہ میں ملوث ہیں تو آپ کی کرۂ ارض پر حاکمیت کی وحدانیت کی قسم! آپ کے علم میں ہو گا' ہمارے علم میں نہیں۔ کیا آپ کی امریکہ کے مجوزہ نئے عالمی نظام کے زیرِ نگرانی نوے دن کی حاکمیت یہ اہتمام کر سکتی ہے کہ جن لوگوں کے نام امریکہ کی تیار کردہ منشیات فروشوں کی فہرست میں ہیں ان کو آئندہ انتخاب میں حصہ لینے کا نااہل قرار دے دیا جائے۔ نہیں وزیراعظم صاحب آپ سے یہ بوجھ نہیں اٹھایا جاسکے گا۔ آپ آئندہ انتخاب سے پہلے پاکستان کی سیاست کو مزید

Marfat.com

رسوا' مزید نااہل کریں گے اور آئندہ اسمبلی کا دودھ اگر اڑھائی سال کے بعد چھڑوایا جاتا ہے تو ایک سال سے پہلے چھڑوا دیا جائے گا اور اگر حکما کا مشورہ یہ ہے کہ پانچ سال تک ہلکی غذا پر رکھا جائے تو دو سال کے بعد اسے نیا خون نہ دیا گیا تو "معشوق کی گلیوں سے ذرا گھوم کے نکلے۔ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے" وارد ہو جائے گا۔ وہ جن کے یہ دعوے تھے کہ ہم تو آئندہ پانچ سال بھی زمام کار حکومت اپنے ہاتھ میں رکھیں گے کہ ہم نے گھوڑے فقط خرید ہی نہیں رکھے' اپنی مرضی سے سدھا بھی رکھے ہیں۔ اب گلیوں میں گالیاں دیتے پھر رہے ہیں' منظور نے ہم کو وٹہ لگا دیا۔ ہمارے ساتھ بے وفائی صدر نے بھی کی' بے نظیر نے بھی' غیروں نے بھی اور فضائیں جواب دے رہی ہیں "بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے"۔ پہلے دس سال تک نہ جانے کا دعویٰ تھا' اب صدر کو نکالنے اور خود لوٹ آنے کا دعوی ہے' ادھر سارے رند نظرانداز کر دیے گئے ایک ہی زاہد تھا' اسے سرفراز کر دیا۔ وہ مصر ہے کہ "وہاں وہاں کی ہوا کھلوائیں گے جہاں کھانے کے لئے ہوا کے سوا اور کچھ بھی نہ ہو۔ اتنے مقدمات بنوائیں گے کہ پیشیاں بھگت بھگت ہلکان ہو جاؤ گے۔ ہر روز کوئی نہ کوئی سمن دروازے پر چسپاں ہو گا۔ گھر والے بھی اتنے تنگ آجائیں گے کہ شاید کسی روز کہہ اٹھیں۔ میاں! جاؤ کہیں اور جا بسو۔ "چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں۔" چلیے اور کچھ نہ سہی ہم جانتے ہیں نہ آپ وزیر ہیں نہ اعظم ہیں' نہ نگران ہیں۔ آپ ان حروف کی تختی ہیں اور محض اس مغالطہ میں گرفتار ہیں کہ لوح بھی آپ' قلم بھی آپ اور آپ کا وجود ماشاءاللہ قطعی آئینی' ہرچند کہ آئین میں آپ کے عہدہ سے متعلق صرف تین لفظ درج ہیں۔ یعنی صدر اگر اسمبلی تحلیل کر دیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ "SHALL APPOINT A CARE TAKER CABINET" چلیے رعایتاً "A" کو بھی لفظ کہہ لیجئے' حرف نہ کہئے۔ پھر صرف چار الفاظ ہوئے جن میں کابینہ کا ذکر ہے پرائم منسٹر کا نہیں۔ ہرچند تسلیم کہ کابینہ کا ایک پرائم منسٹر ضرور ہوتا ہے' چاہے حکومت کرنے والا منسٹر ہو یا بانسری بجانے والا۔ گستاخی معاف۔ ہماری مراد نیرو سے نہیں' رانجھا سے ہے۔ دیسی لوگ جو ہوئے۔

اگر انتخابات منصفانہ کروانے پر آپ تل ہی چکے ہیں اور آپ کو تولنے والے بھی بڑے بااختیار ہیں۔ تو فقط یہ فرما دیجئے یہ لوگ جو نااہل اور بددیانت قرار دیئے جا کر عرش

Marfat.com

سے فرش پر پھینکے جا چکے ہیں' انہیں آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دینے کا کوئی جواز ہے جناب والا۔ یا"TO CHOOSE BETWEEN SEVERAL EVILS TO CHOOSE THE LESSER EVILL" کو انصاف کا عمل نہیں کہتے۔ حق و باطل کی آمیزش ہی تاریخ کو کبھی گوارا نہیں رہی۔ معجونِ باطل کیوں کر تاریخ کی شفا کا باعث ہو سکتی ہے اور مہربان آپ نگران ہیں' صیاد نہیں۔ وہ ہوئے تو آپ کے بعد مقرر ہوں گے۔ آپ کی تو یہ ہرگز مرضی نہیں ہونا چاہئے کہ قوم گھٹ کر مری جا رہی ہے۔ آج کی سیاست جسے تریاق سمجھ رہی ہے وہ زہرِ قاتل ہے۔ بندوں کی حاکمیت کا تصور یعنی ڈیموکریسی اور پاکستان کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ تھیوکریسی یا بنیاد پرستی کہہ کر اللہ کی حاکمیت کا مذاق اڑانے اور منہ چڑانے سے آج کی سیاست اگر اب بھی باز نہ آئی تو غرق شدہ قوموں کی تسبیحاں آج کے سیاست دانوں کے ہاتھوں میں تھما جائیں گی۔

اہلِ پاکستان آلِ محمدؐ ہیں' آلِ نوح و لوط نہیں' چنانچہ فطرت خود انتظام کرے گی کہ اہلِ سیاست غرق ہوں' اہلِ پاکستان نہیں۔ اگر یہ سہرا آپ اپنے سر باندھنا چاہتے ہیں کہ ایک مردِ خدا نے خلقِ خدا کو گمراہوں کی پیروی سے بچا لیا تو کسی کی بھی پروا کئے بغیر کسی ایسے شخص کے کاغذاتِ نامزدگی منظور نہ ہونے پائیں جو کسی بھی طرح آئین و قوانین کے ضمنات و دفعات متعلقہ کی زد میں آتا ہو۔ تاکہ ایک نکھری ہوئی قیادت از خود وجود میں آجائے۔ محترم نگران' قوم مجرم نہیں ہے کہ ان کی نگرانی کی جائے۔ ان کی نگہبانی فرمایئے جو مجرم ہیں' ان کی نگرانی کیجئے یہی آپ کا اصل منصب ہے۔ ہم انتقام نہیں لیں گے سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ ہم انتظام نہیں کریں گے۔ یہ لومڑ بھبکیاں ہیں کہ اگر ہم پر مقدمے بنائے گئے تو اوروں کے کزن' اور قانونی بیٹے بھی بچ نہیں سکیں گے۔ ان بھبکیوں میں اعترافِ جرم بھی ہے اور اقرارِ سزا بھی۔ انصاف کا تقاضا یہ بھی ہے اپنی موت آپ مرتی ہوئی مغربی جمہوریت کا نظام جب تک اس سرزمینِ خداداد پر نافذ ہے' نہ صدر کو متنازعہ بنایا جائے' نہ صدر جانبدار ہوں اور یہ بھی ان کے حق میں ہوگا کہ پہلو دار بھی نہ ہوں۔ گلے شکوے ہوتے ہیں' صدر کو سننے بھی چاہئیں مگر جیسے بھائیوں سے بھائیوں کے شکوے باپ سن رہا ہو۔ یہ کوئی اچھا سلیقہ نہیں کہ بات بات پر آدمی اچھل اچھل جائے کہ لانا میری تلوار' دینا میرا قلم دان' یا میں رہوں گا یا یہ نہیں

Marfat.com

رہے گا۔

عقل مندو' انگریز کبھی کا جا چکا۔ ہر تحریک کو "QUIT INDIA MOVEMENT" کا انداز دینا تعمیری سیاست نہیں ہے۔ ہر وقت نشہ پورا کرنے کی فکر میں نہیں رہا کرتے کہ حقہ بجھ گیا تو سگار سلگا لیا' سگار جل چکا تو حقہ بھروانے کے لیے چلانا شروع کر دیا اور اگر منتخب کروا کر پھر قانون سازوں کو تعمیری فنڈز' پانچ نکاتی پروگرام یا پیپلز ورکس کی کارستانیوں میں ہی مصروف رکھنا ہے۔ جو چھوٹے ہوئے انہوں نے نالیاں بنوا لیں' جو ذرا قد کاٹھ نکال گئے ان کی سڑکیں بننا شروع ہو گئیں۔ جو بے حد حساب بڑھے پائے گئے' ان کے موٹر وے' بلٹ ٹرینیں' ملک مقروض۔ قانون ساز' ساہوکار' قوم دیوالیہ' سیاست دانوں کی دیوالی۔ اگر یہی کچھ ہونا ہے تو ہمیں نہ آپ کی دیانت پر شک ہے نہ فی الحال آپ کی وفا پر۔ آپ انتخاب چھوڑیے۔ نگرانی ٹھیکہ پر لے لیجئے ہم خوش آپ بھی خوش۔ سیاست کے ناخدا بھی خوش اور نئے عالمی نظام کا خدا بھی خوش۔ غور تو کریں ساری دنیا تصویریں بنوانے جا رہی ہے' ہم صورت بگاڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اپنی بھی اور حالات کی بھی اور کچھ نہیں تو چارلس اور ڈیانا سے ہی کچھ سیکھ لیا ہوتا۔ نفرت بھی ہے' جدائی بھی۔ تھوڑی بہت رسوائی ہوئی ہو گی مگر شاہی خاندان کا وقار لباس اتار کر بازار میں تو نہیں نکل آیا۔ جناب نگران اعظم' سیاست کو شوکت علی اور فخر کی لڑائی لڑنے سے باز رکھیں۔ یہ بھی احسان ہو گا اور شاید تھوڑا سا انصاف بھی۔ نہ نگرانی سے انصاف کیجئے اور انصاف سے نگرانی' اللہ آپ کی نگرانی کی عمر دراز کرے۔

۷ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ڈکٹیشن نہ لو! اِملا تو لو!"

ضوابطِ عبرت سے ناواقف' اور حالات سے سبق نہ سیکھنے پر مصر سابق شدہ اسمبلی کے سربراہ جو اپنے عہدہ' وسائل تجربہ اور مشاہدہ کو قومی وسائل پر اپنے کاروباری مفادات کو حاوی کرنے کی گوناگوں مصروفیتوں سے سرکار دو لتمدار کے حکم سے فارغ کردیئے گئے' آج کل رابطہ کی مہم کے سفر پر' پڑاؤ در پڑاؤ اور شہر در شہر اپنے لوٹ آنے کی خوش "خبریاں سنا اور خوش فہمیاں بکھیر کر سیاست کو لوٹ پوٹ کر رہے ہیں۔ آپ جس سڑک پر برائے سفر قدم رنجہ فرماتے ہیں' اس کے سنگ ریزے نعرے لگانے لگ جاتے ہیں کہ اے شاہِ سابق اگرچہ آپ اقتدار میں اتفاق ہی سے آگئے تھے اور ہم بھی کوئی موٹر وے کے پتھروں میں سے نہیں ہیں' تاہم ہماری تعمیر آپ کے ان بیش بہا جوتوں کے طفیل ہی ہے جن کا ایک جوڑا بھی آپ کے ہاتھ لگ جائے تو ہزاروں آگے آگے دوڑنے لگیں اور ایک دنیا ہو کہ پوش پوش پکار اٹھے۔ سیاست دان تو کجا آپ کی نگاہِ بت گر میں تو کوئی امام مسجد بھی آگیا تو آپ نے وہاں پہنچا دیا جہاں سے گرا بھی تو دستار چاہے اتر گئی مگر پیرا رجی رہی اور ٹانگیں یوں سوئے فلک اٹھی رہیں جیسے ساتوں آسمان ان ہی نے تھام رکھے ہوں۔ آدمی تو آدمی آپ نے تو اگر سنگ بھی تراشا تو خدا بنا دیا اور یوں آپ خداؤں کے خدائے اعظم بن گئے مگر اب تقدیر کی شوخی دیکھیے کہ ہر کوئی آپ کے منہ آنے لگا ہے اور بے ڈکارے تک بھی آپ کی ہیرا پھیریاں' غیر دیانتداریاں' بداعمالیاں بزعم خود قوم کی جیوری کے روبرو پیش کرنے کے مدعی بننے لگے ہیں۔ دیانتوں کا افلاس بھی امانتوں کا حساب مانگنے لگا ہے جیسے ان کو آج ہی معلوم ہوا ہے کہ آپ سیاستدان نہیں تھے' کاروباری صنعت کار تھے۔ سیاست نے اسٹاک ایکسچینج سے ایکسچینج کر لئے تھے کہ لو سیاست لے لو' پیسے والا دے دو۔ یہ جان کر کہ آپ سے ہر اچھا برا کام لیا جا سکتا ہے' آپ کو زینہ بہ زینہ اقتدار میں لے آئے۔ اب کام نکل گیا تو سیڑھی کھینچ لی اور روٹے لے

Marfat.com

کے جتنے سیاست کار اپنی غرض سے آپ کے ساتھ کیے تھے' آپ کو سنگسار کرنے یعنی وٹے سٹے کیلئے وٹو صاحب کی جھولی میں منتقل کر دیئے گئے اور تاریخ نے پہلی بار سیاست کی مٹھی میں "وٹوں" کو حیران کن سروں میں خوشامدی ترانے گنگناتے ہوئے سنا' نہ کسی نے نائب تحصیلداری واپس کی' نہ پولیس انسپکٹری' نہ قرضے کی ایک پائی' نہ کنالوں کے پلاٹوں میں کوئی ایک مرلہ' پتھر دل سبھی کچھ ہضم بھی کر گئے' برس بھی پڑے اور منہ بھی موڑ گئے۔ یوں لگا جیسے پوری پنجاب اسمبلی کعبہ گئے بغیر کنکریاں مارنے کی رسم ادا کرنے لگ گئی ہو۔ مخالفت' اختلافِ رائے یا ناپسندیدہ اعمال پر اظہارِ ناپسندیدگی اپنی جگہ پر مگر ۱۴۲ روزانہ نوالے لینے والوں کا یوں بے رخ ہو جانا اتنی بڑی اخلاقی پستی ہے کہ پنجاب کے چہرے پر لگائے ہوئے یہ داغ باقی ماندہ تین دریاؤں سے بھی شاید ہی دھل سکیں۔ میاں چنوں کا یوں یکایک اوکاڑہ بن جانا تاریخ نے شاید ہی پہلے کبھی دیکھا ہو جو کچھ ہوا' اس سے تو ہر ساتھی پر شبہ ہونے لگا کہ یہ دوست نہیں بھاؤ لگواتا ہوا گاہک ہے۔ نامعلوم کس دکاندار سے سودا پختہ کر لے اگر کچھ خریدنے کیلئے بازار سے گزرے ہوتے تو بھی طعن و طنز کا کوئی جواب بن پاتا' جو بکنے کے لیے بازار میں سج گئے ان کو کیا لقب کریں' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ نے خدا سے بے وفائی کی ہو اور بندے آپ سے بے وفائی کر گئے ہوں۔ سابق چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر' آٹھویں ترمیم کے ریفرنڈمی خالق و صدر پاکستان کی زیرِ صدارت محمد خان جونیجو کی تشکیل دی ہوئی مسلم لیگ کے حصے بخرے ہو جانے کے بعد آپ کی گود میں نوزائیدہ اسلامی جمہوری اتحاد کی میت کے سوا رہ ہی کیا گیا ہے جس کو سیاست کی بچہ گاڑی میں بٹھا کر آپ ادھر ادھر بہلا سکیں گے' جس سیاست بے یارومددگار کی زمام حالات آپ نے سنبھالی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے آپ سیاست کرنے کے نہیں کوئی "یکے والی" کی سی فلم ڈائریکٹ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں جس میں آپ کی لے پالک سیاست کے سارے شہباز وارث شاہ کیدو کا کردار باری باری ادا کریں گے۔ ابھی تو خدا کا شکر کیجئے آپ کے سیاسی مخالف محض آپ کے ذاتی مخالف ہونے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ شاید اس لیے کہ سیاست یا تو ان کے بس کا روگ نہیں یا پناہ دینے کی ان کو عادت نہیں جو سیاست کا بنیادی فریضہ ہے۔ یہ لوگ تو اتنی سی سیاسی دانش سے بھی عاری ہیں کہ مخالف سیاستدانوں کو میدان سیاست سے نکال باہر

Marfat.com

کرنے کے لیے ان کی ذات پات کی نہیں ان کی فکر کی کجرویوں کی مخالفت کرنا چاہیے۔ یہ کوئی سیاسی مخالفت نہیں ہوئی کہ فلاں سے کمیشن لے لی' فلاں سے قرضہ لے لیا' فلاں ڈیوٹی معاف کروا لی' فلاں ٹیکس چھڑوا لیا' اس طرح کی مخالفت کاروباری دلالوں یا آڑھتیوں کی ہو تو ہو سکتا ہے زیب دے جائے۔ سیاسی مخالفت کا یہ انداز بڑا بھونڈا ہے کہ تم نے یہ کھا لیا' تمھارے داماد نے وہ کھا لیا' تمھارے سسرال والے تمھاری شکل نہیں دیکھنا چاہتے' میکے والوں نے تمہیں گھر بلانا بھی کبھی پسند نہیں کیا پھر جمہوریت میں تو نجی باتیں اور پبلک لائف کی ترجیحات ہی جداگانہ ہیں۔

سیاست میں مخالفوں کو قتل نہیں کیا کرتے' ان کی پالیسیوں کو کوسا کرتے ہیں۔ آپ نے خود اپنے سیاسی مخالفوں کو عدالت میں گھسیٹا' کچھ خراشیں بھی آئی ہوں گی' کچھ تھک بھی گئے ہوں گے' بیزار بھی ہو گئے ہوں گے لیکن بطور سیاست کار آپ نے ان کا کیا بگاڑ لیا۔ وہ بہر طور سیاست کے کارزار میں ہی رہے۔ وہ گئے تو آپ آ گئے' آپ کی رخصتی ہوئی تو ان کی بارات چل پڑی یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی نادان دوسرے نادان سے جھنجھنا چھین کر خود جھنجھنانے لگے۔ اگرچہ مخالفوں کا یہ کہنا کہ ان کی کوئی سیاسی فکر ہوتی تو اس کی مخالفت کرتے سیاست انہوں نے کی ہی نہیں مخالفت کس کی کریں' انہوں نے فقط کاروبار کیا لہٰذا کاروباری خامیوں کا ہی چرچا ہو گا۔ مان لیا یوں ہی تھا پھر بھی سیاسی بے فکری کی بات ہوتی' سیاسی کم فہمی کا ذکر ہوتا' اعتراض کیا ہوتا۔ آپ کی عہدہ بر آئی سے پیشتر ایک دنیا کو دنیائے اسلام کہتے تھے' پاکستان کو اسلام کا قلعہ لکھتے تھے ان دنوں کیا ہوا' تحریکِ خلافت سے لے کر قیامِ پاکستان تک کی اسلامی تمنائیں کدھر غرق ہو گئی اور کس نے کیں۔ جب نیا عالمی نظام اسرائیل کو سربراہی دینے کی غرض سے دنیائے اسلام کے وسائل پر قبضہ کر رہا تھا تو آپ نے کیا کردار ادا کیا۔ قلعہ دین اسلام کسی لارنس نے مسمار کر دیا کوئی ابن ابی' اس پر چڑھ دوڑا۔ سالہا سال کے جہاد افغانستان کا ماحصل یہ ہونا تھا کہ اب امریکہ سے دنیا بھر سے اکٹھے کیے ہوئے اور ہمارے ہاں بسائے ہوئے دہشت گرد واپس لے لو کہ ہم سے سنبھالے نہیں جاتے۔ معاہدہ جات جنیوا' پشاور اور اسلام آباد کو ان کے سیاق و سباق میں کیوں نہیں پڑھا گیا' عقل ماری گئی تھی یا نظر آنا بند ہو گیا تھا۔ دریافت کیا ہوتا کہ دنیائے اسلام کو لخت لخت کرنے' رسوا و برباد کرنے میں آپ عملی'

Marfat.com

طور پر کیوں شریک ہوئے۔ امریکہ کے ساتھ عسکری معاونت کیوں کی۔ نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریہ کو آپ کے اندازِ فکر و عمل نے آپ کے ذوق گدائی نے آپ کی کاروباری سیاست نے' لاعلمی و کج فہمی نے کیا نقصان پہنچایا۔ شریعت کی بالادستی کا کیا ہوا' سودخوری کا نظام رائج رکھ کر آپ نے کس کے برتے پر اللہ اور اس کے رسول "صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" سے جنگ چھیڑ لی۔ کیا جوہری توانائی ان کے خلاف بھی استعمال کرنے کا ارادہ تھا۔ آپ کو یقین تھا یہ ان کے خلاف بھی کارگر ہوگی۔ افسوس یہ کہ آپ نے کتاب اور روڈ رولر میں فرق نہ جانا بلکہ کتاب کو طاق پر رکھ دیا اور روڈ رولر چلا دیا۔ نامعلوم سڑکیں بنانے کا شوق آپ کو بچپن سے ہی تھا یا جوانی میں سنگِ میل شمار کرتے کرتے اس شوق نے آلیا۔ بات صرف یہ نہیں کہ جو شیر شاہ نے کیا صدیوں بعد وہ آپ نے بھی کیا بلکہ جو اکبرِ اعظم بھی نہ کرسکا وہ آپ سے سرزد ہوگیا۔ وہ تو کوئی حسینؓ ہی نہ تھا ورنہ آپ کی خدائی میں ہرروز کربلا برپا ہوتی' ہر شام شامِ غریباں الاپتی۔ یزید کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ اپنی وضع کی ہوئی شرع یا شرح کو شریعتِ الہیٰ پر بالادست قرار دیتا مگر آپ کے دور میں یہ سب کچھ ببانگ دہل ہوا' لکھ پڑھ کر ہوا' ڈنکے کی چوٹ ہوا۔ نام اتفاق والے' کام نفاق والے' کون سا بندھن تھا جو آپ نے سلامت رہنے دیا۔ اسلامی جمہوری اتحاد کا وہ تیاپانچا کیا کہ فقط پانچ باقی رہ گئے' مسلم لیگ بے چاری کا دفتر تک متنازعہ ہوگیا۔ کرموں ماری کے اثاثے پنجاب بینک تک نے متنازعہ قرار دے دیئے۔ جہاں دیکھو' جدھر دیکھو کسی نہ کسی مرکزی یا صوبائی مسلم لیگی صدر کا انتخاب ہو رہا ہوتا ہے۔ سیاسیات کی ابتدائی کتب ہی کا مطالعہ کیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ کسی مملکت کے دو آئین نہیں ہوتے۔ کتاب لاریب کی سرسری تلاوت بھی کی ہوتی کسی بھی جمعہ کا خطبہ دھیان سے سن لیا ہوتا تو واضح ہو جاتا' اسلام مذہب نہیں دین ہے اور دین موثر آئین کو' زیرِ عمل ضابطۂ حیات کو کہتے ہیں۔ یہ کسی کے بھی سیاسی نابلد ہونے کی دلیل ہے کہ دین اس کا اسلام ہوا اور آئین اس کا میڈان پاکستان ساختہ ۱۹۷۳ء و ترمیم شدہ ۱۹۸۵ء کا ہو' ناممکن ہے کہ کوئی بیک وقت بھٹو' ضیاء الحق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ریاستوں کا شہری لقب کیا جاسکے۔ بالخصوص جب ان کا تصور حاکمیت جدا جدا ہو۔ بھٹو اور ضیا ایک دوسرے کے جانی دشمن بھی ہوں۔ دونوں کی سیاسی فکر میں بعد مشرقین 'مغربین ہو۔ دو

Marfat.com

دشمنوں کی فکر کو ایک آئین میں سمو دینا اور پھر پانسے پھینکنے بیٹھ جانا کہ صدارتی حکم صحیح ہے یا عدالتی اقدام صحیح ہو گا' عقل و دانش کو سر پیٹ لینے پر مجبور کرنے کے مترادف ہے۔

فرض کر لیجئے تحلیل شدہ اسمبلی کو عدالت سے قطب ستارہ میسر آجاتا ہے تو کیا صدر یعنی سربراہِ مملکت اور وزیر اعظم یعنی سربراہِ حکومت آئین کے مطابق اپنے مناصب کو عمل پیرا رکھ سکیں گے جبکہ آئینی طور پر صدر سربراہِ مملکت بھی ہیں اور سربراہِ حکومت بھی اور پرائم منسٹر کی آئینی حیثیت بالائی اتار کر ڈبہ میں بند کئے ہوئے پرائم دودھ کی بھی نہیں وہ تو رولز آف بزنس سے اختیار حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آئین نے تو اور بہت کچھ بھی فقط صدر کو ہی دے رکھا ہے پھر وٹے سٹے کا جو عمل پنجاب میں دوہرایا گیا وہی اگر مرکز میں بھی جا پہنچا تو کیا قطب ستارہ دن میں بھی نظر آتے رہنے کا کوئی اہتمام ہے۔ اگر یہی اعتراض اٹھانے تھے کہ فلاں سودے میں مال اچھا نہیں تھا' فلاں سپلائی میں بددیانتی کی گئی' فلاں میں کمیشن زیادہ تھی' فلاں کا بھاؤ مارکیٹ ریٹ سے کہیں زیادہ تھا' فلاں میں لوٹ مچ گئی' فلاں میں سبھی کچھ بے حساب ہو گیا تو یہ کام تو بھائیوں یا چند دوستوں کے تھے ان کو نااہل قرار دلوانے کیلئے کاروائی کی ہوتی' چند افراد کی بددیانتی کو اسمبلی توڑنے کا جواز کیوں بنا لیا گیا۔ بندر کی بلا پورے طویلے کے سر پر ڈال دی جائے گی تو اہل طویلہ رسے تو تڑوائیں گے ہی وہ دو تہائی ہوں یا کسی تہائی کے دو ہوں۔ جہاں سربراہِ حکومت بینروں کے ذریعے صدر سے استعفیٰ طلب کر رہے ہوں اور صدر کبھی بے تاریخ کبھی تاریخ شدہ استعفے اکٹھے کر رہے ہوں۔ وہاں کے اداروں کی غیرجانبداری کا مشکوک ہو جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہوتی جبکہ نئے عالمی نظام نے اپنے ہر میاں مٹھو اور بی بی مٹھو کے لیے چوری تیار کروا رکھی ہو اور چوری چوری کھلوائے جا رہا ہو۔ اللہ کے بندو! تمہاری سیاست کا یہ سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے اللہ کی حاکمیت کی نفی بھی کی اور اللہ کے سوا اوروں کو الٰہ بھی مان لیا۔ بتوں سے امیدیں وابستہ کر لیں اور اللہ سے ناامید ہو گئے' راتیں شاہی خواب گاہوں میں اور دوپہریں اولیاء اللہ کے مزاروں پر گزارنے لگے۔ ڈاکوؤں نے درویشی اختیار کر لی اور لٹ جانے والے مراقبہ میں چلے گئے۔

Marfat.com

یہ بھی عجیب کیفیت ہے کہ اس بدقسمت ملک میں جس کے سربراہوں نے سردھڑ کی بازی لگا رکھی ہے' ہر مرد وزن نے اپنی علیحدہ عدالت لگا رکھی ہے جس میں سنے سنائے دلائل اپنے اپنے وکیل پیش کرتے ہیں۔ اپنے اپنے چمچے اپنی اپنی پیالیوں میں طوفان لانے کے زعم میں گھمائے چلے جاتے ہیں اور بغیر کسی فیصلہ پر پہنچنے کے گھر والوں سے لڑنے کے لئے بغیر بل ادا کئے چل پڑتے ہیں۔ دروازے پر دستک دیتے ہی دریافت کرنے لگ جاتے ہیں تم نے اخبار پڑھا' تم نے ریڈیو سنا' تم نے ٹی وی دیکھا' اگر نہیں تو ہزار لعنت تمہاری بے حسی پر' سیاست میں آگ لگی ہوئی ہے اور تم سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ تماشا ہی دیکھ سکو۔ ایک دو پھبتیاں ہی سن سکو جو کل پڑوسیوں پر کسنے کے کام آئیں گی۔ کیا خیال ہے انتخابات ہوں گے' ہوئے تو کتنی دیر کے لئے ہوں گے' آئندہ اسمبلی کب ٹوٹ سکے گی۔ بس جسے دیکھو غور و فکر میں اتنا مصروف نظر آتا ہے جیسے پیغمبری لینے گیا ہو آگ مل گئی ہو' جل رہا ہو مگر انا ربکم للکارتا جا رہا ہو۔ کیا عقل' کیا خرد' کیا ہوش' کیا حواس ہر شے ہر شے کو لا ینحل پا رہی ہے کوئی سوچ رہا ہے صدر کے استعفیٰ دینے کا طریقہ کیا ہے۔ وزیر اعظم اگر اسمبلی توڑنے کا مشورہ صدر کو دیں تو وہ ۴۸ گھنٹے میں از خود تحلیل ہو جاتی ہے' وہی وزیر اعظم اگر صدر کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیں تو صدر کتنے گھنٹے میں تحلیل ہو جائیں گے۔ مصیبت ہر کسی کے ہر منشی جی کی ہے۔ حالات سمجھا رہے ہیں سیاستدانو' نوے دن کے نگرانو آپس میں لڑو نہیں الطاف سے کام لو۔ کسی سے ڈکٹیشن نہیں لینی نہ لو' اپنے ضمیر سے املا تو لو' اپنے خالق کے احکام کے پابند تو رہو' مانا کہ جوہری توانائی پر مزید معروضات پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ دہشت گرد قرار دینا فی الحال ملتوی ہو گیا ہو گا مگر یہ سودا کتنے میں طے ہوا' موٹر وے کے اخراجات پر ہی بات ہوئی یا پاکستان کا گیٹ وے ہونا بھی زیر غور آیا۔ راجیو کی دلیری اور مسکراہٹ کی یاد ہی آتی رہی یا بھارت کی دیدہ دلیری پر بھی کوئی بات ہوئی۔

یہ ذہنی افراتفری اور حاکمیت کی نیرنگیاں معلوم ہوتا ہے' سینٹ میں بھی گل کھلائیں گی۔ ہو سکتا ہے کچھ سروں کو سیاست کی درد شقیقہ شروع ہو جائے اور تارک و طارق میں امتیاز ممکن نہ رہے۔ اللہ کرے کوئی ایسا فیصلہ ممکن ہو سکے جس پر حالات بھی عمل کر سکیں اور سیاست اپنے لئے مزید جگ ہنسائی کا باعث نہ بنے۔

۱۲ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

تو شکستہ ہے تو عزیز تر ہے

لو! بلی بوری سے باہر آگئی اور اعلان ہوا کہ نواز شریف بے نظیر ہو گئے او
پاکستان کا مستقبل نئے امریکی عالمی نظام کے بوریا میں یوں سیل بند کر دیا گیا کہ اگر آئندہ
حکومت میں سابقہ تذلیل و تحلیل شدہ وزرائے اعظم یعنی ملزمہ بے نظیر اور الزام علی
نواز شریف کے نفس ہائے نفیس نمایاں نہ ہوئے تو بڑوں بڑوں کو پاکستان کی خیر منانا ہو
کیونکہ نئے عالمی نظام یعنی کرہ پر امریکی استعمار کی حاکمیت کے یہ دو وفادار' امریکی مفادا
سے جس وفاداری کا عملاً مظاہرہ کر چکے ہیں' امریکہ اس کو نہ نظر انداز کر سکتا ہے
فراموش۔ جاؤ بابا جاؤ' تمام اسمبلیاں تہ تیغ کر دو' قومی نگران حکومت بناؤ' پھر وہ انتخا
کرواؤ جن کو ہم منصفانہ قرار دیں' کے شور شرابہ کے بعد سیاست کا نئی عالمی نظام ز
میں مبتلا ہو کر آٹھویں ترمیم کی ضربات سے بے سدھ ہو کر سرِ راہ ہائے ہائے چلانا' جن
آصف نواز کا سفرِ آخرت کیلئے رختِ سفر باندھ لینا' بیک وقت سربراہِ مملکت و سر
حکومت کا اپنی رضا کا چیف آف آرمی شاف متعین کر دینا اور جن کے خدمت کر
کرتے سر کے بال بھی جاتے رہے ان سے مشورہ تک نہ کرنا' تنگ آ کر بے زبانوں کا ز
دراز ہو جانا' مسلم لیگ کا سیاسی کافر ہو جانا' پھر یکایک آئی بابا آئی کی پر کشش آواز
سنائی دینا' حکمرانوں کا ملزم اور الزام علیہان کا حاکم قرار پا جانا اگر پاکستان کی سیاست
زندگی کا ثبوت ہے تو پھر کون اندازہ لگائے کہ ماتم مرگِ سیاست کیا ہو گا؟ یہ پیش گوئی
اگر آئندہ کی حکومت میں نواز شریف بے نظیر نہ ہوئے تو تباہی مچے گی' خالی از علت
ہے بلکہ واضح ہو گیا کہ پاکستانی سالمیت کا تمام تر انحصار نئے عالمی نظام یعنی کرۂ ارض
امریکیوں کی لاشریک حاکمیت کے حضور ہمہ وقت دست بستہ و دو زانو رہنا ہے۔ ہر
مسئلہ پر رکوع میں چلے جانا اور ہر قومی مسئلہ پر سر بسجدہ ہو کر اسے "تھا جو مسجود ملائک

Marfat.com

وہی آدم ہے" گردانتے رہنا پاکستان کی عافیت کی واحد ضمانت ہے جس کسی نے امریکی حاکمیت کی وحدانیت سے انکار کیا' اس کا کھانا پینا حرام اور حقہ پانی بند کر دیا جائے گا۔

معلوم ہوتا ہے امریکہ اپنے وفاداروں میں صلح کروانے کے موثر اقدام کر رہا ہے۔ امریکی ٹیپ سے پہلے تو یہ آواز سنی گئی کہ آخری تقریر نے کاروبار کے وزیر اعظم کو ریاست کا متولی بنا دیا ہے۔ ہم نے جانا' بات عمر شریف کی تھی نام نواز شریف کا لرزتی زبان نے ادا کر دیا۔ اب معلوم ہوا کہ نہیں مقصود نواز شریف ہی تھے۔ آئندہ کی حکومت میں جس کا آنا اتنا اہم تصور کیا جانے لگا ہے اسے اقتدار سے علیحدہ کرنے کیلئے اتنے ہتھکنڈے کیوں اپنائے گئے۔ کیا صرف بے چارے غلام حیدر وائیں سے وزیر اعلیٰ کا مکان خالی کروانا مقصود تھا۔ مانا! کہ چوہے کو نشہ آگیا تھا مگر اس کیلئے ہمالہ کو اٹھا کر دے مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ فقط بل بند کروا دیتے' کوئی بل کلنٹن تھوڑا ہی تھا کہ پھر بھی مونچھوں کا خم کم نہ ہوتا۔ اب جب یہ صورتحال رونما ہوئی اور پیر پگاڑا کے نامزد کئے ہوئے ہیں اور پگاڑا کن کے آدمی ہیں وہ خود بارہا بتا چکے۔ لہٰذا پاکستان کے جوہری توانائی کے پروگرام کو "رول بیک" کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔ بالخصوص پنجاب اسمبلی کے ارکان کے کھا پی کر برتنوں میں چھید کر دینے اور صدر کے ایوان کے دسترخوان پر جا بیٹھنے کے بعد۔

دوسرے صوبوں کے مسلم لیگی ہیں کہ اپنے اپنے "ٹفن کیریئر" اپنے ساتھ ساتھ رکھتے ہیں جس دیگ سے جی چاہا بھروا لیا اور جب جی میں آئی اتروا لیا کہ کسی کا دیا نہیں کھاتے۔ جہاں جاتے ہیں اپنا کھانا ہی نہیں برتن بھی ساتھ لیکر جاتے ہیں۔ یا اللہ آپ کی رحمت کیلئے جو پاکستان ہم نے مانگا اور آپ نے عطاء کیا وہاں کسی ایسے کو بھی بھیج جو یہ دریافت کر سکے کہ جو لوگ اتنی بار اسمبلیوں کی یوں تڑوانے کا باعث ہوئے کہ تڑاخ پٹاخ کی گونج دنیا کے ہر نظام نے سنی انھیں سیاست میں رہنے یا سیاست میں رکھنے کا کیا جواز ہے؟ پاکستان روحانی ارتقا کے لئے وجود میں آیا تھا' مادیت کے تجربات کیلئے نہیں کہ کبھی جمہوری نظام لے آئے' کبھی صدارتی' کبھی عسکری اور کبھی مسخری۔ یہ دیکھنا مقصود نہیں تھا کہ بندوں کی حاکمیت کس نوع کی ہونا چاہئے یہ مدعا تھا کہ حکومت کیلئے کس معیار کے لوگ ہونے چاہئیں۔ اسے تو ارتقا نہیں کہتے کہ سیاسی سفر قائد اعظم سے حامد ناصر تک حکیم الامت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سے اقبال احمد خان تک کی' لیاقت علی سے نواز

Marfat.com

شریف اور عبد الرب سے غلام حیدر تک کی منزلیں منہ کے بل گرتے گراتے طے کرلی جائیں اسے تو قحط الرجال کہتے ہیں۔ اللہ کرے قومیں فاقوں مرجائیں مگر قحط الرجال کا شکار نہ ہوں کہ یوں ہو جائے تو بستیوں پر عقل کے چوپائیوں کی حکمرانی کا مسلط ہو جانا از بس لازم ہو جاتا ہے۔ سیاست کی واپسی اگر ٹارزن کی واپسی کا اہتمام کرنے لگے تو آبادیوں میں جنگلوں کی پود از خود آیا کرتی ہے۔ مژدہ سنایا جا رہا ہے' دہشت گرد قرار دینا ملتوی کیا جا سکتا ہے' امداد کی بندش التوا میں رکھی جا سکتی ہے' جوہری توانائی کے ذرہ ذرہ کا حساب دیکھا دکھایا جا سکتا ہے' ہندوستان سے تعلقات لنگوٹیا نہ ہو سکتے ہیں بشرطیکہ جو کچھ ہم سابق تحلیل شدہ اسمبلیوں سے کروا چکے ہیں اسے دینِ اسلام کے قلعہ کے تہہ خانوں میں دھ رہنے دیا جائے اور اس اہتمام کو دائم رکھا جائے کہ دنیائے اسلام کے اس قلعہ کے تما پرنالے امریکی یہودی نگرانی میں اس کی بنیادوں میں بہتے رہیں یہ بھی کوئی کم قابل فخر بات نہیں کہ امریکہ کو آئندہ انتخابات کے منصفانہ ہونے میں اتنی دلچسپی ہے کہ اگر یہ انتخابا امریکہ کیلئے منصفانہ و غیر جانبدارانہ نہ ہوئے تو نہ صرف امریکہ کو بلکہ پاکستان کو جمہو ممالک کی اسرائیلی انجمن میں شامل کرنے کی تجویز کی محرک کو بھی منظور نہیں ہوں اور منظور وٹو کے ذریعہ جو نئی صدارتی گروہ بندی کی جا رہی ہے وہ نواز شریف کو منظور نہیں ہو گی۔

چلو یہ راز تو طشت ازبام ہو ہی گیا کہ صدر سیاست میں اپنا مطیع' فرماں بر وفادار سیاسی گروہ تشکیل دینے کی فکر میں ہیں لیکن سیاست کے ان مذکر مونث سربراہ پر مقدمات قائم کر کے سیاست کو ان سے کنارہ کش کرائے جانے کا پروگرام بھی ہے؟ مکمل طور پر واضح نہیں ہوا۔ اگرچہ ایسی بو دور دور تک پھیل گئی ہے جس سے یہ م ہوتا ہے کہ سیاست کی جو ہنڈیا ایوانِ صدر میں چڑھائی گئی تھی وہ یا تو کاٹھ کی تھی یا جا رہی ہے۔ اگر نواز شریف صدر کو اور پنجاب کے مسلم لیگی نواز شریف کو دغا دے ہیں تو اس دلیل سے تو کام نہیں چلے گا کہ "گو واں نہیں پہ واں کے نکالے تو ہیں سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی۔" ظاہر ہے ان حالات میں صدارتی و وزار اقتدار سے بے دلوں کی بھی دل شکنی ہو گی اور ہر کوئی چاہے گا کہ وفا کی امید فقط ال رکھی جائے جو خود جانتے ہوں کہ وفا کیا ہے۔ پاکستان کی سیاست کا اپنے ہی سپہ سالار

Marfat.com

یوں ٹوٹ پڑنا جیسے اسمبلی نہ ٹوٹی ہو' چڑھی ہوئی پینگ ٹوٹ گئی ہو۔ ہر ضمیر کے لیے شرم کی بات ہے لیکن ہماری سیاست نے کون سا کعبہ جاتا ہے کہ غالب کی طرح اس کو شرم آنے لگے۔ امریکہ نے کچھ پاکستان کش ارادے ملتوی کر دیئے اگر یہ سچ ہے تو پاکستان کے ہر مرد و زن کو اور مردانہ و زنانہ سیاست کو اوپرے دل سے مبارک ہو لیکن اگر عدالتوں کی طرف سے پرانی اسمبلی کی بحالی کا فیصلہ صادر ہو گیا تو کیا پرانے حالات صادر نہیں ہو جائیں گے۔ سازشی صدر اور گستاخ وزیر اعظم کاروبار حکومت کو چلائیں گے یا چلتا کریں گے۔ نامعلوم کیوں تسلیم نہیں کیا جا رہا کہ صدر اور وزیر اعظم کے فکری تضادات اور اختیاری تصادم ان کے نہیں متضاد فکر آئین کے پیدا کردہ ہیں۔ بے چارے بیک وقت بھٹو اور ضیا کے فکری بھوتوں کے ہاتھ چڑھ گئے' ہر کسی کی "کعبہ مرے پیچھے ہے اور کلیسا مرے آگے" کی سی کیفیت ہے۔ کبھی سیاست وردی پہن لیتی ہے' کبھی وردی سیاست کرنے پر تل جاتی ہے ہر کوئی آئینہ رو اپنے ہی عکس کو کوس رہا ہے' ہر آئینہ پر "تو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں" تحریر ہے۔ ایک مژدۂ جاں فزا لبِ لعلیں سے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ فوج کا اقتدار میں آنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ کاش جرنیلوں کے ارادے کسی کے بڑوں کو بھی معلوم ہوتے تو جو کچھ گزر گیا شاید نہ گزرا ہوتا۔ یقیناً فوج اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتی ہو گی مگر جو اقتدار میں ہیں ان کو فوج اپنے قبضے میں نہیں رکھنا چاہتی۔ عوام مان بھی لیں تو نگران نہیں مانیں گے۔

جاگیردارو! گداگروں کی سیاست کسی کی جاگیر نہیں ہوتی۔ سرمایہ کارو! سرمائے سے اقتدار خریدا جا سکتا ہے درویشوں کی نیک نامی نہیں۔ ذرا حساب تو لگاؤ پنجاب کے ۲۴۲ ملا کر کل کتنے اسحاق کے پیروکار ہو گئے وہ بیوروکریٹ کیا ہوئے جو سیاسی مشوروں کے کریٹ اٹھائے ہمہ وقت حاضر جناب رہا کرتے تھے وہ خوشامدی کیا ہوئے جو یقین دلایا کرتے تھے کہ "رات خدا کو خواب میں دیکھا۔ ساری صورت جناب کی سی ہے۔" کچھ نہیں رہا نا! جو سمجھے ہو باقی رہ گیا ہے وہ بھی نہیں رہے گا۔ خدا نہ کرے اس ملک کے ...ک کوئی ایسا فیصلہ کر بیٹھیں جس پر عمل ممکن نہ ہو یا جس کے صادر ہوتے ہی دلوں کی ناصمت بازؤں میں اتر آئے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے پہلے اسلام اور جمہوریت کا اتحاد کروایا گیا تھا' سبھی جانتے ہیں کس نے کروایا تھا' اسی طرح پیپلز پارٹی اور کسی نہ کسی کا اتحاد

Marfat.com

کروایا جائے گا' ہر دو جانب صدر کے اتحادی ہوں گے' دو تہائی سے دو چار کم رہ گئے تو کچھ باوضو ساتھ ملا لئے جائیں گے اور پھر پاکستان میں نئے عالمی نظام کا نوروز منایا جائے گا۔ سیاسی معاملات عدلیہ سے فیصل کرواتے وقت قوم وملک کے مفاد میں اس واضح حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا کہ عدلیہ کو سیاسی بنانے سے اس طرح ڈرنا چاہیے جیسے آدمی سانپ کے ڈس جانے سے ڈرتا ہے۔ اچھے لوگ عدل کیلئے سیاست میں آتے ہیں' سیاست کیلئے عدلیہ میں نہیں جایا کرتے ورنہ سیاست وعدل تو کجا گفتگو تک میں جھول پڑ جایا کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے حالیہ امریکہ یاترا میں تمناؤں میں الجھانے کا گر استعمال کیا گیا ہے۔ سیاسی سربراہی کو کھلونے دیکر بہلا دیا گیا ہے۔ کاش یہ شعور بھی ہوتا کہ معاملہ امریکیوں سے معاملات کا نہیں نئے عالمی نظام کے مطالبات کا ہے۔ دینائے اسلام کے وسائل پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر کے ہمارے آئندہ کے حکمرانوں سے پوچھنے کا ہے۔ بتاؤ' ہماری مٹھی میں کیا؟ معاملہ دانش دنیا کو آئین پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے غیر آگاہ رکھنے کا ہے اور ہماری سیاست ہے کہ دین لٹوا رہی اور دنیا بانٹ رہی ہے' وہ بھی بندر بانٹ کے انداز میں۔ نگران قومی حکومت کے ذریعہ قومی انتخاب کروا کر قومی حکومت قائم کرنے کا نیا امریکی فارمولا "لا" اور "الا" کے درمیان سیاسی فرق سے آگاہ نہیں۔ اسے نہیں معلوم کہ دائیں بائیں کر دینے سے صفر کی طاقت کو کیوں کر گھٹایا بڑھایا جاتا ہے اور "الا" کو "لا" بنانا ہو تو کیا عمل کرنا چاہیے۔ اپنے وفاداروں کے اشتراک سے آئندہ کی حکومت تشکیل دینے کا عزم بظاہر کتنا ہی نظر فریب کیوں نہ ہو' ہر کوئی جان لے کہ جو کچھ امریکہ پاکستان میں کروانا چاہتا ہے' وہی کچھ فطرت امریکہ میں کروانے کا تہیہ کر چکی ہے۔

وہ دن شاید بہت دور نہیں جب امریکہ کی فوجی وفاداریاں مخدوش ہو جائیں گی پاکستان میں جس طرح سرمائے کی سیاست نواز شریف کو انگلی لگائے اپنے انجام کو پہنچی۔ اسی طرح امریکی سرمایہ خاک بسر ہوگا اور امریکی معیشت دھلائی کا خرچ بچانے کے لئے سیاسی "جین" کی پتلون پہن لینے پر مجبور ہو جائے گی۔ پاکستان میں امریکہ کے لیے سیاست کرنے والے امریکی سیاست کی بے راہ رویوں کے تلے یوں کچلے جائیں گے جیسے اندھیرے راہوں پر کوئی گیدڑ کسی تیز رفتار ٹرالے کی زد میں آگیا ہو اور تیز رو ٹریفک ہو کہ کچلتی جارہی ہو۔ لوگ دیکھیں گے کہ آج جن کو بجلیاں خبر دیتی ہیں کل کلاں بے خبر پائے جائیں

Marfat.com

گے' فطرت نئے عالمی نظام کے تمام اثاثے ضبط کرے گی اور وہ جو حکومت کا گرین کارڈ اٹھائے پھر رہے ہیں سیاست میں اپنا منہ کالا کروائیں گے کہ دل کے کالوں نے بھی آج تک اتنا قبیح چہرہ نہ دیکھا ہو۔ پاکستان کی سیاست کی بساط پر امریکہ نے جہاں جہاں اپنے مہرے جمائے وہیں وہیں دیمک اپنی چاٹ کو تیز تر کردے گی' سیاسی سربراہ جتنے بھی خواب دیکھ رہے ہیں ان میں سے ایک بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو پائے گا' کوئی بنو اسحاق اپنے قدم جما نہیں پائے گا اور کوئی ام اسماعیل جلا وطن نہیں ہو گی۔ دلوں کو پھر پیمان و سجود یاد آجائے گا اور جبین سیاست پھر خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی۔

بندوں کی حاکمیت کا ہر علمبردار اپنی خبر گیری کرے کیونکہ فطرت نے قتلِ حسینؓ کا انتقام دنیا بھر کے مادیت پرستوں سے لینے کی ٹھان لی ہے۔ وہ جو سیاست میں اپنے مخالفوں اور مشترکہ آقا کے وفاداروں سے اشتراک کے منصوبے بنا رہے ہیں' شاید اپنے وفادار بھی کھو بیٹھیں اور گھر والوں کا حسنِ اشتراک بھی۔ اپنی صوبائی سیاست کے من کو بہلانے والے اتنی سی دانش کے تو اہل نہ نکلے کہ ملک گیر سیاسی جماعت کا صدر کسی قومی شخصیت کو بناتے' قومی حکومت کیونکر چلا لیں گے۔ ہر کوئی جان لے جس جس نے اللہ کی رسی کو نہ پکڑا' اپنی سیاست کی گردن کو رسیوں میں جکڑا ہوا پائے گا۔

۱۴ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"از اسلامی جمہوری اتحاد تا غیر اسلامی جمہوری اتحاد"

وارد کردہ صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ جنابِ صدر یہ سرکاری اعلان بھی فرمائیں کہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۴ کو منعقد ہونے والے موعودہ انتخابات کے ذریعہ جو قومی اسمبلی دنیا کو دکھانے کے لیے وجود میں لائی جائے گی' وہ یکم اپریل ۱۹۹۴ کو تحلیل کر دی جائے گی اور آئندہ ۱۰ محرم الحرام کو نئے انتخابات ہوں گے۔ انتخابات کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور بددیانتی اور کیا ہو گی کہ جن لوگوں کے باعث تین قومی اسمبلیوں کا یوم مرگ منایا جا چکا' وہی ایک خاص اہتمام کے ساتھ ایک دفعہ پھر منتخب ہو جائیں اور پانچ نکاتی پیپلز ورکس تعمیرِ وطن کی نوع کا ایک نیا نظام رشوت نافذ کر کے ہارس ٹریڈنگ کی ایک قومی منڈی کا اہتمام کیا جائے۔ صدرِ مملکت کے دیانت داری سے کئے کرائے پر نگران حکومت کی تشکیل نے غلیظ پانی پھیر دیا اور ہر فرد و بشر' ہر عقل و دانش' ہر حیرانی و پریشانی انگشت بدنداں رہ گئی کہ میرے مولا ان ہی کو لانا تھا تو ان کو نکالنے کی کیا ضرورت تھی جو کم از کم نام کے تو شریف تھے۔ نوازشوں کی تخلیق تھے' اصل کے کرگس ہی سہی' کہلواتے تو شہباز تھے اور کہیں نہ سہی کو آپریٹو سکینڈلوں میں اپنی امداد باہمی اور مشترکہ شجاعت کا مظاہرہ کر چکے تھے۔ پاکستان اگرچہ "منی" اسرائیل ریاست بن جاتا۔ بیرونی سرمایہ کاروں کو پاکستان میں سرمایہ کاری کی دعوتِ عام دے کر عوام کے سرمایہ کو خواص کی تجوریاں بھرنے کے لیے استعمال کرنے کا ارادہ تو رکھتے تھے۔ عوام میں یوں جاتے تھے جیسے عوام سے بھی کئی دن زیادہ کے فاقہ سے ہوں۔ گندے مندے بوڑھوں اور میلی کچیلی مائیوں کو گلے لگا لینے کے مناظر برقی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ لوگوں کو دکھا دکھا کر اپنی بے کسوں کی امداد کی ویڈیو تو محفوظ کروا لیتے تھے۔

پیشہ ور لٹیروں کو ملک و ملت کا نگران مقرر کر دینا' ڈاکوؤں کو مناصب نگرانی سے سرفراز کرنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ صدر اس صورت حال کا مداوا کر سکتے تھے

Marfat.com

مگر اعمال نے مقدر میں رسوائی لکھوا دی ہو تو ہر انسان "سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر" کی تصویر بن کر رہ جاتا ہے۔ اقتدار میں آنے کی پھرتیاں دیکھو کہ مطالبات کا آٹھواں حصہ ہی بعد از ہزار ردو کد نیم منظور ہوا تھا یعنی فقط قومی اسمبلی توڑی گئی تھی کہ یار لوگ حکومت میں شمولیت کے لیے دستار و پندار کی پروا کیے بغیر سر پر پاؤں رکھ کر سرپٹ دوڑ پڑے اور دنیائے سیاست نے سیاسی حماقتوں کا ناقابل دید' آج تک ان دیکھا مظاہرہ دیکھ لیا۔ یعنی قومی حکومت کے قیام کے لیے قومی اسمبلی تحلیل کروائی گئی گویا پورے ایوان سیاست میں فقط قومی اسمبلی ہی غیر قومی تھی اور ہوا یہ کہ قوم ٹوٹ پھوٹ گئی اور ٹوٹی پھوٹی حکومت کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا گنگناتی قومی حکومت کا لقب پا کر اقتدار کے جھولے میں غیر قومی چوسنی منہ میں لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں کی نگرانی میں سیاسی جماعتی انتخابات سے بار آور ہونے کی تمنا کرنا یا امیدیں وابستہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے کسی ڈیم کے سب دروازے یک دم کھول کر سوکھی فصلوں کو سیراب کرنے کے ارادے ہوں اور درون پردہ نیت خفی یہ ہو کہ یوں لایا ہوا سیلاب جو تباہی لائے گا اس سے نہ صرف اپنے لوگوں کا دھیان بٹ جائے گا بلکہ دماغ بھی درست ہو جائے گا اور سیاست بین الاقوامی سطح پر بیرون ملک سے سیاسی افکار کے افلاس سے نپٹنے کے لئے امداد طلب کرنے پر مجبور ہی نہیں ہوگی۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کر' سجدے سجدے کر کر کے' پاؤں چوم چوم کر' غیر اسلامی مکاتب فکر سے دریافت کرے گی' اپنے خدا کے لئے مجھے بتاؤ میں کیا کروں' میری توبہ اگر کبھی میں اپنے خدا کی طرف رجوع کروں۔

اگر صدر یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ اے نااہلیانِ وطن! میں نے بد دیا نتیوں اور اعمالیوں سے تنگ آ کر اتنی بار اسمبلیوں کو چلتا کیا مگر آپ لوگوں نے سیاست کی جھولی میں پھر ان ہی افراد کو ڈال دیا اور یوں حالات ہی نہیں نتائج بھی بد سے بدتر ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ میں نشان وفاق کی بجائے اتنا ہی اسمبلی شکن مشہور ہو گیا جتنا محمود غزنوی بت شکن تھا۔ لہٰذا اب آئندہ انتخابات میں مجھے ان آئینی و قانونی تحفظات سے پناہ طلب کرنا ہوگی جو اس امر کی ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی بدیانت' بداعمال و بدکردار و نااہل منتخب نہ ہونے پائے اور اگر اتفاقاً ایسا ہو بھی جائے تو اسمبلی توڑنے کی بجائے ایسے رکن کی سیاست کی پسلیاں یوں توڑی جائیں کہ وہ مقررہ مدت تک انتخاب کے عمل میں شریک

Marfat.com

ہونے کا اہل نہ رہے۔ اگر بدنام اسمبلی کو رسوائیوں کے سپرد کر کے نیک ناموں کی نگران حکومت تشکیل دیتے اور سپر بدناموں کو منصفانہ و غیر جانبدارانہ انتخاب کی ضمانتیں دینے کی بجائے قوم کو ضمانت دیتے کہ آئندہ رسوائیوں کو قومی رہنمائی کے منصب پر ڈاکہ زنی کی اجازت نہیں دی جائے گی تو عوام الناس یقیناً "یوم نجات مناتے اور یہ محسوس نہ کرنے لگ جاتے کہ ان کو نئی آفات نے آلیا ہے۔ ایک شہرہ یہ ہے کہ مروجہ صورتِ حال ضیاء الحق کے غیر سیاسی انتخابات کی پیدا کردہ ہے حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ احوال سیاسی جماعتوں سے منحرف شدہ افراد کے کردار اور ضیاء الحق کے اہلیتوں اور نااہلیتوں کی متعلقہ دفعات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔ وہ اگر اپنے اعلان پشاور پر کاربند رہتے اور سختی سے نگرانی کرتے کہ کسی ایسے شخص کے کاغذات نامزدگی منظور نہ ہونے پائیں جو آئین اور قوانین کی رو سے اسمبلی میں قومی نمائندگی کا نااہل ہو' یا اہل نہ رہے تو حق نمائندگی سے محروم ہو جائے تو آج کی صورتحال پیدا نہ ہوتی۔ اب بھی صورتِ احوال یہی ہے کہ اگر ان متعلقہ ضمنات و دفعات پر عمل نہ کیا گیا تو جنم جنم کے نااہل قومی اسمبلی میں در آئیں گے اور قومی اسمبلی "کومی" اسمبلی یعنی "کومے" لگواتی ہوئی اور فل شاپ کی طرف بڑھتی ہوئی ایسی اسمبلی ہو گی جس کی سیاست بھی قومی ہونے کی بجائے "کومی" یعنی نزعی عالم میں رہے گی۔

سیاسی پارٹیوں کے اتحاد سے انتخابی مہم کو متحد رکھنا آگ اور پانی کو یکجا رکھنے کا عمل ہو گا جس کے دوران یا پانی ابلنے لگ جائے گا یا پھر آگ بجھ جائے گی اور باقی ماندہ سیاست کے دائرہ کار میں فقط کوئلوں کی دلالی رہ جائے گی۔ پاکستان ایک ایسا مردم خیز خطہ ہے کہ زندگی کی کسی بھی رزم گاہ میں شاہ سواروں کی کمی نہیں لیکن میدانِ سیاست میں یوں کارِ طفلان وارد ہو گئی ہے جیسے چھٹی کا دن ہو اور بچے کھیلنے کودنے کے لئے مینارِ پاکستان کے گرد جمع ہو گئے ہوں۔ پھر کچھ سیاسی گداگر ایسے ہیں جو ہر روز کسی نہ کسی راہ پر کاسہ بڑھائے "دے جا سخیا راہِ خدا تیرا اللہ بوٹا لاوے گا" پکار رہے ہوتے ہیں۔ ان کو سیاسی پارٹیوں کے صدر یا چیرمین ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ کچھ ایسے کہنہ مشق ہیں جو کاسۂ گدائی صرف اس وقت نکالتے ہیں جب اسمبلی کو چھٹی ہو جائے یعنی اسمبلی کی جمعرات ہو اور آئندہ کا دن ان کے لئے مبارک ہونے والا ہو۔ ایسے گداگر اسمبلیوں کی

Marfat.com

رکنیت اور بعدہ' وزارتوں یا مشاورتوں کے امیدوار ہوتے ہیں۔ جب تک "بابا" ایسے گداگروں کو "جا بابا جا' معاف کرو" نہیں کہیں گے پاکستانی قوم کو سیاسی پناہ میسر نہیں آئے گی اور سیاست پاکستان سے نجات حاصل کرنے کی راہوں پر گامزن رہے گی۔

آج بھی جنابِ صدر کی فراست کے لئے لازم ہے کہ وہ خود کو تمام سیاسی پارٹیوں کے اتحاد و نفاق سے بالاتر رکھیں اور تہیہ کرلیں کہ آئندہ انتخابات ان کو اس وقت تک منصفانہ تسلیم نہ ہوں گے جب تک نااہل افراد کا انتخاب میں حصہ لینا ناممکن نہیں ہو جاتا۔ آئین اور قانون میں تمام تر نہ سہی بیشتر سامان موجود ہے اگر صدر آج اپنے اس فیصلہ کا اعلان کردیں اور یقین دلا دیں کہ ان بار بار نااہلیت کا مظاہرہ کرنے والے سیاست کاروں سے قوم کو آئندہ انتخابات میں نجات مل جائے گی تو کل ساری قوم صدر کی درازیٔ عمر و اقتدار کے لئے دست بہ دعا ہو گی اور بدنام زمانہ سیاست کے جثہ کے نوے فیصد اعضا مفلوج ہو جائیں گے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو تاریخ وہ رویہ اختیار کرے گی' جیسے مجدد الف ثانی' داتا گنج بخش یا نظام الدین اولیا نے شاہوں کی نیت بھانپ کر ان پر تھوکنا شروع کر دیا ہو لیکن موجودہ سازوسامان کے توسط سے اگر انتخابات کروائے گئے تو ملک بھر کی گندی نالیاں اسلام آباد کی طرف بہہ نکلیں گی اور سیاست کی بدبو سے ایوانِ صدر میں ہر کسی کا دماغ پھٹنے لگے گا۔ صرف ضیاء الحق کو کوسنے سے مروجہ سیاست کا دم پھولنے کا مرض کم نہیں ہو گا۔ فوجی حکمرانوں کو کوسنا بھی اور منصفانہ انتخابات کے لئے فوج کی نگرانی کا طالب بھی ہونا یا حقیقت ناآشنا ہونے یا پھر منافق ہونے کا ثبوت ہے۔

اگر ضیاء الحق اتنے ہی ملک و قوم کے بدخواہ تھے تو جن سیاست دانوں نے ان کے سائے میں اپنے قد بنوائے اور بڑھوائے' ضیا ساختہ مسلم لیگ کے مرکزی یا صوبائی صدر بنے' ان کی پالیسیوں پر عمل کرتے اور کرواتے رہے ابھی تک آئین میں سموئی ہوئی ان کی آمریت کی حفاظت کا حلف اٹھائے ہوئے ہیں' اپنے نیک خواہی کے ثبوت میں جو کہنا چاہتے ہیں کہہ کیوں نہیں ڈالتے۔ مخالفوں کے جسم میں جوئیں تلاش کرتے رہنا کہاں کی سیاست ہے۔ اپنے کیڑے مارنے کی بھی تو کوئی تدبیر ہونا چاہئے۔ سابقہ ردشدہ حکومت میں مسلم لیگ نفاذ شرع اسلام کی دعویدار بنی اسلامی جمہوری اتحاد کا عضوِ رئیس تھی۔ پھر اس نے قائدِ اعظم کے عظیم ترین مخالفوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا اور "ماولی لکم" کی عملی

Marfat.com

تردید کر دی۔ وہ قائدِ اعظم کے خلاف کتابیں تصنیف کرتے رہے اور یہ ان کی پاکستان دشمنی کا نصف بنے رہے۔ اب پیپلز پارٹی کی سیکولر ازم کے ساتھ انتخابی اتحاد ہونے کا اعلان ہونے لگا ہے جو اپنی اصل میں غیر اسلامی جمہوری اتحاد ہو گا۔ یوں شرعِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے آشکار ہو جانے کا آخری خطرہ بھی ٹل جائے گا۔ پاکستان سیاستِ بے بنیاد کا رسیا ہو جائے گا۔ جی چاہا تو جادوگروں کی رسیاں تھام لیں' دل میں آگئی تو عصائے موسوی اٹھا لی۔ موقع پایا تو بروئے فرعون سجدہ کناں ہو گئے' جب چاہا نیلام یوسف میں حصہ لے لیا' جب دل میں آگئی تو زلیخا کی دعوت میں شریک ہو گئے' جب چاہا شعیب کی بکریاں چرا لیں' جب موج میں آ گئے خضر کو راہ دکھانے چل پڑے۔ نواز شریف کو طعن دینا کہ وہ مارشل لاء کی دریافت ہیں' لاکھ صحیح ہو لیکن اس حقیقت کو بھول جانا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی بھی یہی تعریف تھی' بڑی ناشناسی کا ثبوت نہ بھی ہو تو بھی جانبداری کی دلیل ضرور ہے۔ کل کی سیاست نے اگر ماولی لکم کی تردید کر ڈالی تو آنے والا کل "لا نصیر" کے کلیہ کو رد کر دے گا اور اس کے بعد کیا چاروں صوبوں کے پولیس کے انسپکٹر جنرلوں کو حکم ہو گا کہ نوکری کرنا ہے تو اغوا شدہ سیاست کو برآمد کر کے لاؤ یا یہ خدمت دیگر حساس اداروں کے سپرد کی جائے گی۔ یہ دلیل پوری کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اگر نگران حکومت میں دونوں پارٹیاں دست بدست ہو سکتی ہیں تو اکٹھی انتخاب کیوں نہیں لڑ سکتیں۔ سیدھی بات کرو کہ نئے عالمی نظام نے یہی حکم فرمایا ہے قابلِ عمل ہو یا نہ ہو ہمیں زیرِ عمل رہنا لازم ہے۔ ورنہ کوئی دیگر عمل یہ ثابت کرنے کے لئے برپا کر دیا جائے گا کہ پاکستان کے سبھی موجودہ سیاست دان اس نئے عالمی نظام کی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جس میں روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی جالی چومنا شرک ہے' مطلق العنان بادشاہ بن بیٹھا شرک نہیں' علی ہجویری کے مزار پر حاضری شرک ہے' بندوں اور اللہ کی حاکمیت کا اشتراک شرک نہیں۔ جذباتی احترام شرک ہے' عملاً" خدا بن بیٹھنا شرک نہیں۔

یہ ذمہ داری بھی وقت نے بغرضِ امتحان صدر کے کندھوں پر ڈال رکھی ہے وہ عملاً" اللہ کی حاکمیت کا آئینی نفاذ کریں اور جانیں کہ اجتہاد بنیادیں اکھاڑ پھینکنے کو نہیں کہتے' واضح حقیقتوں کے واضح ہو جانے کے عمل کی دریافت کہتے ہیں۔ اجتہاد بے علم و

Marfat.com

دانش جہلا کے بس کا نہیں جن کے اب و جد کو ختنہ کروانے کے سوا اسلام کے ضابطہ حیات کے متعلق اور کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ وہ اگر ملک کی مجلس شوریٰ میں سربراہِ مملکت کے معاون بنا دیئے جائیں یا ان کے مشورہ کے لئے ایسے لوگوں کی کوئی مجلس قائم کر دی جائے جنہیں خبر ہی نہ ہو کہ حجرے کے باہر کیا ہوتا آ رہا ہے تو اسلام بطور دین کے نافذ ہونے سے رہا۔ یوم حشر بحیثیت سربراہِ مملکت جنابِ صدر کا جو امتحان ہو گا اس میں نقل مارنے یا ممتحن کو کسی اور طریقہ سے دھوکا دینے کا ہرگز کوئی امکان نہیں ہو گا۔ یہ امتحان اتنا سخت ہو گا کہ جو اس میں سرخرو ہو گیا' جانو جنت میں خلفائے راشدین کے پڑوس میں جا بسا۔ ذہنوں میں مارکس یا لینن جیسے یہودی بسے ہوں' روسیو یا ہیگل یا اس نوع کے دیگران کی فکری پیروی کی جا رہی ہو۔ نئے عالمی نظام کی بندشوں کا خوف ہو۔ **فی السماء رزقکم وما توعدون** توعدون پر یقینِ کامل ہو جائے۔ "منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید" کا سماں بندھا ہوا ہو تو اپنی قوم اور کسی ریاست کے شہری پر یقین تو کجا' آدمی کو اپنے انسان ہونے پر بھی یقین نہیں رہتا۔ یہی وہ شبہ ہے جو دامن گیر ہو جائے تو حریصانِ اقتدار کی نیم کامیاب ریشہ کاریوں کے ماحصل کو لوگ قومی حکومت کہنا اور ہونا تسلیم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی حکومت کے کامیاب قیام کے بعد صرف قوم کا بقایا باقی رہ جایا کرتا ہے' قوم باقی نہیں رہا کرتی۔

اسلامی جمہوری اتحاد سے غیر اسلامی جمہوری اتحاد کا جو سفر ہم ان دنوں طے کر رہے ہیں' اگر سیاسی عمل ہے تو پھر عمل تحلیل کس کو کہتے ہیں۔ اگر آئندہ انتخاب اس ملک کی سیاست کو دیانت دار' دانشمند اور نمائندگی کے قانونی و آئینی طور پر واقعی اہل افراد مہیا نہ کر سکا تو یہ سرزمینِ فطرت کے انتقام کے لئے نامزد ہو جائے گی اور آج کے صدر کو سیاسی خلاؤں کے سوا اور کچھ بھی میسر نہ ہو گا۔ جنابِ صدر! پاؤں رکاب میں جمائے رکھیے لیکن زمام کا رخ تبدیل کر لیجئے اس لئے کہ آپ کو اسلامی جمہوری اتحاد سے اسلامی اتحاد حاصل کرنا تھا' غیر اسلامی جمہوری اتحاد نہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد کس نے بنوایا تھا سب جانتے ہیں۔ آؤ! غیر اسلامی اتحاد کے موجد کو تلاش کریں۔

۱۹ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"اُن کی گلی میں جائیں کیوں؟"

پاکستان کے مستقبل کے پیشِ نظر کیا یہ امر غور طلب نہیں کہ تقریباً" اڑھائی سالہ وزیراعظم کی سوداگری کے متعلق تو اعتراض کئے گئے مگر ان کے معترضین نے' جن کو آج کل' سرکاری نگراں لقب کیا جاتا ہے' موصوف کی سیاست کے متعلق کچھ بھی تو نہیں کہا۔ نہیں پوچھا' کہ محترم آپ کے دورِ اقتدار میں نظریۂ پاکستان پر کیا کیا نہ بیت گئی۔ اللہ کی حاکیت کا' اس کے احکام کی بالادستی کا' دو قومی نظریہ کا' آپ کی بالادستیوں نے یہ کیا حال کیا کہ شرعِ الٰہی کراہنے لگی اور فضائیں پکار اٹھیں کہ زیردستوں کے ساتھ زبردستیاں نہ کر کہ تیرے ہاتھ پر بھی کوئی ہاتھ ہے۔ اپنی فنا کو لافنا سے ٹکرا کر آپ سے آئینِ فطرت نہ بدلا جاسکے گا نہ زیر کیا جاسکے گا۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ آپ کے برسرِاقتدار تشریف لاتے ہی دنیائے اسلام کہاں چلی گئی۔ اس کے وسائل پر یہودی و نصرانی اجارہ داری کیونکر قائم ہو گئی' آپ نے چپکے چپکے یہودیوں کو پاکستان میں لا بسانے کا اہتمام بیرونی سرمایہ کاری کے پردہ میں کیوں کیا؟ پہلے آپ کراچی کو آزاد بندرگاہ بنوانے کے لئے الطاف سے ملتفت ہوئے' آپ کے سایۂ عاطفت میں ان کے ٹارچر سیل سرگرم عمل رہے' ان کو چھینک بھی آجاتی تو آپ یوں متفکر ہو جاتے جیسے پورے پاکستان کو نمونیہ ہو گیا ہے۔ پاکستان بھر کی سیاست کے پھیپھڑے خون تھکوانے لگے ہیں۔ پھر نامعلوم کسی کی نظر لگ گئی' کسی نے کان بھر دیئے یا آپ نے محض حقِ دوستی اور فرضِ قربت ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ وہ کیا کہ صدیاں ان کی ہجرت پر کفِ افسوس ملتی رہیں گی۔ کسی نے نہ پوچھا کہ گوادر کی نئی زیرِ تعمیر بندرگاہ کا آزاد کیا جانا کسی کے صدقے میں تھا یا آپ نے شکرانے کے طور پر اسے یوں آزاد کر دیا جیسے قرونِ اولیٰ کے لوگ غلاموں کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ فرقہ بندی کو تحفظ دینا نظریۂ

Marfat.com

پاکستان کی کون سی مد کا تقاضا تھا' سود در سود تک کو حلال در حلال رکھنا کون کون سی مجبوری کا جواز تھا۔ پاکستان کی تنہائیاں کس کی خارجہ حکمتِ عملی کا جزو لاینفک رہیں۔ کسی نے ان پوستینوں پر سے پردہ نہ اٹھایا جو آپ نے خاص الخاص اہتمام سے معاہدہ پشاور و معاہدۂ اسلام آباد کو پہنا رکھی ہیں۔ کسی نے نہ دریافت کیا کہ حضور مان لیا رائے ونڈ روڈ نہ آپ کے فارم کو جاتی ہے نہ ماڈل ٹاؤن کے کنار سے گزرتی ہوئی فیروز پور روڈ کا آپ کے مسکن سے کوئی رابطہ ہے' نہ اس نہر سے آپ کے کسی جانور نے پانی کا ایک گھونٹ بھی پیا ہے جس کے کنارے آپ نے دیئے جلائے رکھنے کا بندوبست کروا رکھا ہے مگر اتنا توازراہِ عنایت خسروانہ فرما دیجئے کہ یہ موٹر وے اور بلٹ ٹرین کی آپ کو کیا سوجھی؟ کیا دورانِ شبِ خوابی اللہ دین سے ملاقات ہو گئی تھی اور وہ یہ راز افشا کر گیا تھا کہ آپ کی طرح کی سیاست کرنا ہو تو چراغ جلایا نہیں کرتے رگڑا کرتے ہیں اور پاکستان کی سیاست کا عنوان آپ نے "دم مست قلندر دھر رگڑا" قائم کر لیا۔ کسی نے دریافت نہیں کیا کہ اسلامی ممالک کے ساتھ سیاسی' معاشی' معاشرتی روابط بڑھانے کے لئے آپ نے اپنی بساط پر تمام مہرے پٹ جانے کے لئے کیوں پھینکے حالانکہ یہودی معیشت سے طرح داری کے لیے آپ نے جب بھی پانسہ پھینکا' چھکا ہی رونما ہوا' کسی نے نہیں پوچھا کہ یہ یکایک آٹھویں ترمیم کا مسئلہ کیوں گفتہ بہ ہوا' زرداری کیوں رہا ہوا؟

صدر نے یہ جانتے ہوئے کہ مل مینیجر کی تعیناتی اور سپہ سالاروں کی تقرری کی اہلیتوں کے اوصاف جداگانہ ہیں' اگر آپ کی طبیعت کے لڑکپن کو اپنے تجربے اور دانش کی دگ پہنا کر کوئی ننگا سر ڈھانپ ہی دیا تو آپ اتنے برہم کیوں ہو گئے کہ جنازوں کو کندھا دینے گئے تو بھی کندھے مارنے کھانے سے باز نہ آئے۔ کسی نے یہ نہ پوچھا کہ آپ کی نام نہاد صنعتی و تجارتی ترقی نے مہنگائی کا قد اتنا کیوں بڑھا دیا کہ ہر شہری آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ اپنے ۲۲ ویں گریڈ کے باورچی خانہ میں ہی روزانہ گوشت پکوا دیجئے' ہم آپ کے حسنِ انتظام کے قائل ہو جائیں گے۔ قومیایا گیا جو کچھ بھی نج کاری کے ڈکاروں کو کھا کر گیا اس سے عوام الناس کی یوٹیلٹی کو جو فائدہ ہوا اس کا ہی ذکر فرما دیجئے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ جس کی سیاست ہی اپنے پاؤں پر نہ کھڑی ہو' وہ خود انحصاری کے دعوے کرے تو تعلیم ہونا چاہئے یا تسلیم۔ کسی نے دریافت نہیں کیا'

Marfat.com

سیاست کے ماسٹر جی! یہ اسلام کیوں اوندھے منہ پڑا ہے' جمہوریت اپنے پاؤں پر کیوں کھڑی نہیں ہو رہی' معیشت کی چوسنی کیوں نہیں چھوٹتی' درندگی و دہشت گردی کے دانت کیوں اتنے تیز ہو گئے ہیں' انتظامیہ نے اتنی کیوں پی رکھی ہے' جن اداروں میں میز پر ہتھوڑا مارنے کی فلمی سی روایت تھی وہاں وہسل کیوں بجنے لگی اور جھنڈیاں کیوں دکھائی جانے لگی ہیں۔ معاشرہ کی قرآنی تو کجا' علاقائی اخلاقی قدریں بھی کیوں رندھ سی گئی ہیں' وہ لوگ جنہیں اپنی زندگی احکام الٰہی کے مطابق ڈھالنا اور محرک کرنا تھی اس لئے کیوں صف آرا نہیں ہو رہے کہ ابھی شیطان نے اذان نہیں دی' سیاسی معاشرہ نے وہ چلن کیوں اپنا لیا کہ خدا بھی یا خدا پکار اٹھا اور ابلیس نازاں ہوا کہ دیکھا میں وہ کچھ روزِ ازل سے ہی جانتا تھا جو کوئی بھی اور آج تک نہ جان سکا۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ اے منتظمِ اعلیٰ! جب اس ملک کے شہری آگ جلانے کے لئے ماچس بھی خریدیں تو آپ کی حکومت کا حصہ ادا کرنا ہوتا ہے' پانی پئیں تو اس پر بھی ٹیکس آپ کی حاکمیت پہلے وصول کر چکی ہوتی ہے' کسی انسان کے جسم پر اس کے ہاتھ میں اس کے منہ میں' اس کی انتڑیوں میں کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی ایسی نظر نہیں آتی جن پر ٹیکس کی صورت میں آپ کی حکومت کو اس کا جزیہ پہلے ادا نہ کروا لیا گیا ہو۔ یوں کھانے' پینے' اوڑھنے' بچھونے پر کچھ نہ کچھ وصول کر لینے کے باوجود اگر عوام الناس نے عدم تحفظ کا نشان زدہ ہی رہنا ہے تو پھر حکومت کس منہ سے کہتی ہے کہ وہ جو کچھ عوام سے وصول کر رہی ہے وہ رزق حلال ہے۔ یہ مہنگائی' یہ عدم تحفظ' یہ اغوا' یہ ڈاکے' یہ تاوان طلبیاں' یہ سرکاری تشدد' یہ مرکزی و صوبائی لوٹ مار' کیا آئین کی عملداری کا ماحصل ہیں؟ سیاست اگر عدل نہ کرے تو اتنا مہلک اور خطرناک نہیں ہوتا جتنا عدل کا سیاست کرنا ہوتا ہے۔ صلح یا "گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط" کا دعویٰ اگر محض یکطرفہ ہو یا چہرے دھل جانے کے باوجود دلوں کی میل نہ گئی یا جن کو نگران قومی حکومت نے ایک تخت پوش اور دستر خوان پر اکٹھا کیا ہے ان کا تخت پوش اٹھا لیا گیا اور دستر خوان لپٹ گیا تو صدر انہیں کیا منہ دکھائیں گے اور وہ صدر کا منہ کب تک دیکھیں گے یا اس طرح کا کوئی بلا کج انتظام نہ ہوا کہ اس قسم کی خبر نہ چھپ سکے کہ آج انہوں نے اس کو تھپڑ مارا اور کسی نے سامنے سے گالی بھی دی اور منہ چڑایا تو احوالِ روز و شب کیا ہو گا یا تحلیل شدہ اسمبلی

Marfat.com

معمول پر آتے ہی عدم اعتماد کے اظہار کے لئے کبھی اس ٹہنی پر کبھی اس شاخ پر ان سنے ترانے گانے لگی تو کیا فضائیں' طعنہ زن نہ ہوں گی کہ "ہوئے تم جو مر کے رسوا .... ہوئے کیوں نہ غرق دریا۔"

نواز شریف کی مسلم لیگ کے پنجاب سے پاؤں اکھڑ چکے اور دیگر صوبوں میں وہ پہلے ہی مجسم وائیں تھی۔ صوبوں اور مرکز میں مسلم لیگ کی اس شکست و ریخت کے بعد بھی اگر نواز شریف کی سیاست امید سے ہے تو سیاست کے کسی عجیب و غریب بے جنس کا یوم پیدائش بہت زیادہ دور نہیں۔ آثار واضح ہونے لگے ہیں کہ ایک بہت عظیم سانحہ ہونے کو ہے۔ یہ صرف تاجروں کی ہڑتال ملتوی نہیں ہوئی وہ شاخ بھی ٹوٹ گئی ہے جس پر آشیانہ تھا۔ فطرت رسوائی پر تلی بیٹھی ہو اور بندے سامان عزو شرف لوٹانے لگیں تو جان لو کہ دانش انسان احکام فطرت سے بغاوت کر کے اس دھمکی کو سننے اور سہارنے کے لئے کمربستہ ہو چکی ہے کہ ۔ "یہاں تو خود تری ہستی ہے عشق کو درکار ...... وہ اور ہوں گے جنہیں مسکرا کے لوٹ لیا"۔ سیاست و حکمت کے انداز بتا رہے ہیں کہ ملک و قوم سے اس کا حق ہی نہیں اس کا قیام بھی چھینا جا رہا ہے۔ کسی کی معصومیت پٹرول میں چنگاری پھینک دے یا کسی کی دانش خلاؤں سے آتش برسانے لگے' انجام وہی ہو گا جو نہ دیکھا جائے گا' نہ سنا جائے گا۔ نہ پوچھنے کی باتیں دریافت کی جانے لگیں اور دریافت طلب امور سے گریز کیا جائے تو قوموں اور معاشروں کی تقدیر میں رسوائیوں کا تسلسل تحریر ہو جایا کرتا ہے۔ چونکہ ایک ہی آقا کے نمک خوار تھے' مقصود آقا کی نہیں ایک دوسرے کی رسوائی بھی اس لئے اِدھر اُدھر کی باتوں پر ڈھول بجائے گئے' ملک و ملت کو جو جانکاہ ضربات نواز شریف کی سیاستِ ناآشنائی نے پہنچائیں' ان کی طرف اشارہ بھی نہ کیا گیا' یہ بھی یونہی سہوا" یا اتفاقا" نہیں ہوا کہ پرانے پھینک کر پھٹے پرانے زیب تن کر لئے گئے۔ حالات انگشت بدنداں ہیں کہ اگر نگران حکومت ایوان حکومت سے نکال باہر کر دی گئی تو ان کا جو ردِ عمل ہو گا اسے پاکستان کیونکر برداشت کرے گا۔ کیا سیاست اس زلزلہ کے باوجود متزلزل نہیں ہو گی۔ جو نواز شریف کو چھوڑ گئے وہ کہاں جائیں گے اور جو صدر نے نواز شریف سے چھڑوا لئے ان سے کس طرح کہہ سکیں گے' میرا تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ غیر جانبداری اسے نہیں کہتے کہ کوئی جانب بھی نہ رہے یا اپنی ہر جانب

Marfat.com

غیروں کی ہو جائے اور آدمی خاموش تماشائی بنا رہے اور کہے' میں کسی کا بھی نہیں ہوں۔
حالات کو بھانپ کر اگر صدر کی تجربہ شدہ بزرگی نے عدم اعتماد کی تحریک کامیاب کروانے کی ٹھان لی تو بحال ہونے والوں اور بحال کروانے والوں کے پلے کیا رہ جائے گا؟ کیا تمام سابق گزشتہ نہ ہو جائیں گے؟ اگر تاجروں کی ہڑتال کی طرح بحالی بھی بذریعہ عدم اعتماد واپس کر دی گئی تو وہ خود تو کیا ان کے حواری بھی شاید ہی آئندہ انتخاب میں منتخب ہو سکیں اور حالات حوالات پکارنے لگیں۔ صدر نے اگر ایک دفعہ اور منتخب ہونے کا صدمہ سہنا ہے تو لازم ہے کہ آئندہ انتخابات صدر کے لئے منصفانہ ہوں یا پھر نواز شریف کے خلاف تحریک عدم اعتماد وائیں صاحب کی پیروی کرے۔ حاضر و ناظر صدر اور وزیر اعظم سابق کی آپس میں بول چال بند ہو گی۔ ثالثوں سے تو "کٹی" نہیں ہے اگر یہ معاملہ منصفوں کی بجائے کہیں کے ثالثوں نے طے کیا تو دنیا دیکھے گی کہ انسدادِ منشیات کی طرح انسدادِ سیاست کے لئے بھی تحریک چلے گی۔ ہو سکتا ہے انسدادِ دہشت گردی کی طرح انسدادِ سیاست کے لئے بھی عدالتیں مقرر ہو جائیں اور سیاست کے واسطہ سے "جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں" ضرب المثل قرار پا جائے۔ سیاست دانوں نے اپنے رویہ اور کردار کی وجہ سے عوام کے دلوں میں نفرت کے جو بیج بوئے ہیں اگر انہوں نے پودے کی صورت اختیار کر لی تو سیاست کی ہر راہ بے سایہ ہو گی اور خاردار بھی۔ اتنی کہ کوئی آبلہ پا ان کو اختیار کرنے کی جرات نہیں کرے گا۔ صدر اور وزیر اعظم صلح کر لیں یا عدالت فیصلہ کر دے یا عوام سے کوئی موثر فیصلہ ہو جائے' حاصل مسلسل تذبذب' متواتر گمان' جاری و ساری توہم کی عملداری ہی معلوم دیتی ہے۔ سیاست سرتاپا مغلوب گماں ہو چکی۔ ہر کسی کو معلوم ہے ادھر اندھیرا ہوا' ادھر سایہ بھی ساتھ چھوڑ جائے گا۔ سیاست کا یہ بانجھ پن' دانش و خلوص کا یہ قحط جو ان دنوں پاکستان پر نازل ہے فرعون اور نمرود کے زمانے میں بھی اتنا کور ذوق نہیں تھا۔ ہوتا تو فرعون کے گھر موسیٰ پرورش نہ پا سکے ہوتے۔ آج کے سیاست دان دعویٰ مسیحائی کا کرتے ہیں' تجارت صلیبوں کی کرتے ہیں' اپنی سازش گاہوں کے باہر تختی موسیٰ کی لگواتے ہیں تخت فرعون کا بچھواتے ہیں' انیکسی میں ایک آدھ خضر بسائے رکھتے ہیں مگر کرائے پر۔ ان تمام کارستانیوں کا جو نئے عالمی نظام کی ریشہ دوانیوں کا انجام ہے اس کے سوا اور کچھ بھی

Marfat.com

نہیں ہو گا کہ ایٹمی پروگرام کو "رول بیک" کرنے میں جو مدد و معاون ہو گا وہ سربراہ ہو گا اور جو مخالف یا نیمے دروں نیمے بروں ہو گا یوں لاپتہ کر دیا جائے گا کہ آئندہ اس کے نام کے خطوط بھی کسی اور کی معرفت آیا کریں گے۔

ہو سکتا ہے' آج کے دو مخالف سربراہوں میں سے کوئی بھی نہ رہے' ہو سکتا ہے' مرکز میں بھی وہی کچھ ہو جو پنجاب میں ہوا۔ نواز شریف اور بے نظیر کا ایک ہو جانا بھی بعید از قیاس ہی سہی مگر ناممکن بھی نہیں۔ "خون کی فوری ضرورت ہے" کے اشتہاروں میں ناقابلِ یقین اضافہ ہو جائے گا۔ مارشل لاء کے نفاذ کی اشد ضرورت لاحق ہو جائے گی مگر یہ نافذ نہیں ہو سکے گا البتہ اگر عسکری قیادت نے دہشت گرد قرار دیئے جانے کی دھمکیوں کو برداشت کر لیا تو فوج کو اسلحہ کی بجائے دلائل سپلائی کئے جانے لگیں گے تاکہ شجاعت کے انحطاط سے پیدا ہونے والا خلا' وکالت کے دلائل سے پر کیا جا سکے اور تمام تلواریں قلم تراشنے میں مصروف کر دی جائیں تاکہ ہاتھوں کے قلم ہونے کے طریقوں پر فنکار اپنے فن پارے تحریر کرتے رہیں' نہ کہیں سریر خامہ کا وجود ہو نہ کوئی نوائے سروش تحریر ہو سکے۔ فطرت کے انتقام کے کیا انوکھے انداز ہیں' صدر اگر نگران حکومت کی رہائش پر صوبائی اسمبلیاں تحلیل کرتے ہیں تو کلہاڑا سیدھا ان کے اپنے ہی پاؤں پر جمتا ہے اور اگر تحلیل نہیں کرتے تو قومی حکومت پر فالج گرتا ہے۔ شمع قانون کے پروانے اگر صدر کے روشن کئے ہوئے چراغوں کا رخ کرتے ہیں تو بھی "ماناں کوئی ہونا" کہنے والا کوئی نہیں اور اگر وزیراعظم کے بجھے ہوئے دیئے کی تلاش میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو بھی انہیں جلانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سارے مخمصے جن افعال کی سزا کے طور پر نافذ ہوئے ہیں ان کی طرف کسی کا دھیان نہیں' نہ ہی کسی کو یہ شعور ہے کہ گندگی دھونے سے صابن ناپاک نہیں ہو جایا کرتا۔

۲۱ مئی ۱۹۹۳ء

❀❀❀

Marfat.com

"کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے"

آثار واضح ہو رہے ہیں کہ آئندہ بدھ تک اس تحریر کی اشاعت سے پہلے یا ایک دو دن بعد پاکستان کے آئینی ادارے، نگہبانی سے معذور، نگران حکومت کی کھجوری چھاؤں میں آخری تحلیل و تباہی کی طرف قدم ملا کر ایک دو قدم اور آگے بڑھ چکے ہوں گے اور موجود نظام سیاست کی ہر منفی اپنے سربراہ کی فکری تخریب کو للکار رہی ہو گی۔ "قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔ نئے عالمی نظام کی لادینی، بنیادی پرستی پر بھرپور وار کرے گی جس سے محفوظ رہنے کے لئے ایک آدھ شرپسند کے سوا تمام دینی جماعتیں نفاذِ نظام اسلام کے مصلے پر منہ کے بل چت لیٹ جائیں گی۔ فطرت اگر لغزشوں کی سزا خود دے رہی ہو یا اپنے کارندوں سے دلوا رہی ہو تو رحم و عفو کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن اسی کو سزا دینے پر متعین کر دیا جائے جس نے گمراہ کیا ہو تو نہ الامان کی پکار موثر ہوتی ہے نہ الحفیظ کی۔ افراد ہوں یا اقوام، اندھے کنوؤں میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ عدلیہ انتظامیہ سے کہہ رہی ہوتی ہے یہ تم نے کیوں کیا اور انتظامیہ عدلیہ سے کہہ رہی ہوتی ہے، آپ نے کیا کر دیا۔ اور مقننہ آئین پڑھنا چھوڑ دیتی ہے اور ترامیم کو یوں ازبر کر رہی ہوتی ہے جیسے نالائق طالب علم روزِ امتحان کی شب خلاصہ یاد کر رہا ہو اور اماں جان کو تاکید کر رہا ہو کہ بوٹی مافیا والوں کے لئے مطلوبہ رقم ابھی میری پتلون کی عقبی جیب میں ڈال دیں صبح جلدی میں کہیں میں بھول نہ جاؤں یا آپ کو یاد نہ رہے اور دیکھئے اڑوس پڑوس والوں سے بار بار ذکر کرتی رہیے گا کہ میرے بیٹے کا امتحان منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہو رہا ہے۔ اگر ادنیٰ جماعتوں کی امتحان گاہیں مقفل کر دی گئیں تو کنٹرولر امتحانات کی معقول دخل اندازیوں کی برکت سے میرا بیٹا اول آئے گا اور پھر عالمی نظام کے مختلف اداروں سے انعامات و تمغات اتنی تعداد میں پائے گا کہ "انا للہ و انا الیہ راجعون" پر اعتقاد رکھنے والے بنیاد پرست اس کی عظمتوں کے اعتراف میں اس

Marfat.com

سامنے سرنگوں ہوں' اس کی حیات اور قیامت کے لئے یا حی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے پائے جائیں گے اور ہر طرف سبحانک و جزاک اور الا ماشاللہ کے آوازے بلند ہونے لگیں گے۔

آئندہ انتخابات کیلئے ہماری سیاست اس عزم کے ساتھ میدان میں کود رہی ہے کہ ان کی انتخابی مہم کن کارکردگیوں سے سرمست ہو کر وطن عزیز کی ہر شے کو دونے لگے گی۔ ہر کسی کا قلب بیمار اور دماغ درست کر دیا جائے گا۔ یہ اسلام کے ضابطۂ حیات کو اجتہاد کیلئے بے فکروں اور آوارہ مزاجوں کی تحویل میں دے دیں گے۔ مستورات تو کجا' مردوں کو بھی سر ڈھانپنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اللہ کا وہی حکم ہو گا جو بندوں کی رضا ہو گی۔ انسانی حقوق فرائض کے گلے میں رسی کر ڈال اپنے پیٹ کی خاطر انہیں یوں نچواتے رہیں گے جیسے کسی مداری نے کبھی بندریا بھی نہ نچوائی ہو گی اور اس کی تعمیر شدہ دیوار کے سائے میں سمٹا ہوا نظریۂ پاکستان ہو گا اور اہل پاکستان ہنگامی صدمات سے پاگل شدہ افراد کی طرح بڑبڑا رہے ہوں گے۔ اللہ کے سوا سبھی الہ ہیں۔ بے نظیر بھٹو، نواز شریف بھی' بلخ شیر مزاری بھی حتیٰ کہ منظور وٹو بھی' حامد ناصر چٹھہ بھی اور داؤ لگ جائے تو غلام حیدر وائیں بھی اور تمام وہ افراد بھی جن پر ان میں سے کسی ایک کو بھی ترس آجائے اور یوں ملی جلی بلکہ ملائی جلائی سرکار اس قسم کے احکام صادر کیا کرے گی کہ جو کوئی مزار اقبال کی زیارت کے بعد رنجیت سنگھ کی سمادھی پر حاضری نہیں دے گا گردن زدنی قرار پائے گا' مقبرہ جہانگیر سے دولت پاکستان اپنی محبوبہ پر نثار کئے بغیر اور شالامار باغ سے تاج محل تعمیر کروانے کی قسم کھائے بغیر واپس لوٹ رہا ہو گا تقلید اورنگ زیب میں شاہ جہاں کی طرح شاہی قلعہ میں نظر بند کر دیا جائے گا۔ جس کے گناہوں سے گندے جسم کو کسی بھی بارہ دری کی خاک مس کر گئی' "سمجھو قانوناً" اس کے تمام گناہ دھل گئے اور وہ آئندہ انتخابات میں نامزد ہونے کا اہل ہو گیا۔ چاہے وہ انتخابات محرم میں ہوں' ماہ رمضان میں یا بروز طواف و حج۔ وہ نامحرم نہیں گردانا جائے گا' چاہے ابھی عدت کے دن باقی ہوں یا ابھی حلالہ بھی نہ ہوا ہو۔ پیپلز پارٹی سے مسلم لیگ میں آیا ہو یا تمام مسلم لیگیوں کی گود میں باری باری پل کر جوان ہوا ہو۔ نورانی سے نیازی ہو گیا ہو یا دیوبندی ہوتے ہوئے کسی بریلوی سے عقد کر چکا ہو۔ تخت سے اٹھا کر تختہ پر لٹایا گیا ہو یا تختہ سے

Marfat.com

اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا گیا ہو۔

جس طرح جان نکل جائے تو آدمی بے جان مردہ کہلاتا ہے اسی طرح ضمیر نہ رہے تو سیاست سزاوار شہباز نہیں رہتی اور دیکھتے ہی دیکھتے کرگسوں کے انبوہ لگ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ضمیر کو مار کر سیاست کو زندہ رکھنے کا جو ہنر آزمایا جا رہا ہے وہ مملکت اور اس کے تمام اداروں بالخصوص ان کے سربراہوں کو اتنی توقیر بھی نہیں دے گا جو جہانگیر نے اپنے پالتو ہرن کو دی کہ اپنی شکار گاہ میں اپنی آرام گاہ اور ہرن کی قبر پر مینار تعمیر کر دیا تاکہ اس پر چڑھ کر کسی بھی وقت دیکھا جا سکے کہ شکار ہونے کے لئے مزید ہرن کہاں کہاں ہیں' ذبح ہونے والے کدھر کی چوکڑیاں بھر رہے ہیں اور جنہیں پالتو بنایا جا سکتا ہے وہ کہاں کہاں پناہ گزین ہیں۔ اگر اتارے گئے پھر مسند اقتدار پر بٹھا دیے گئے تو ان صوبائی قلابازیوں کا کیا ہو گا جو صوبائی سیاست کاروں نے لگائیں۔ ان سیاسی پارٹیوں کا ردعمل کیا ہو گا جو نگرانی سے فارغ کر دی گئیں' صدر کا دردِ دل کون کھلوائے گا' وزیراعظم رقابتوں اور مخاصمتوں کے وزر کو کون سے کندھے پر اٹھائیں گے۔ زمانہ قدیم میں انصاف کی دیوی اندھی ہوا کرتی تھی آہستہ آہستہ اس کے دیوتاؤں نے دیکھنا شروع کر دیا کبھی ٹیڑھی آنکھ سے' کبھی بھینگی آنکھ سے' پھر ہولے ہولے وہ زمانہ در آیا کہ انصاف کی دیوی اندھی نہ رہی' لنجی ہو گئی اور ہزار احتیاطوں کے باوجود ترازو ڈولتا ہی رہا اور انصاف کے ادارے انصاف بانٹنے کی بجائے انصاف کی بھیک مانگنے لگے۔ آمریت کی بے انصافیوں کو آئینی تحفظ دے دیا گیا اور آئین کی متضاد فکری میں اس طرح اضافہ کر دیا گیا کہ آئین کے ہر ضمن کی جزئیات میں تصادم برپا ہو گیا۔ چنانچہ آئین کا نفاذ اس کا تحرک اور اس کی اطاعت باہم دست و گریباں ہو گئے اور تضاد و تصادم بڑھتے بڑھتے سربراہ مملکت و سربراہ حکومت تک جا پہنچا اور یوں بھٹو ازم کے مرقد سیاست کے مقدس مزار تسلیم ہونے لگے اور دین اسلام کی بنیادیں آثار قدیمہ کہلانے لگیں۔

اب پی پی پی' پی بی کے ذریعہ جس سیاسی انتظامی منشور اور گٹھ جوڑ کو سامنے لا رہی ہے وہ ہرن مینار کی طرح کے اسلام کے مینار تعمیر کرنے کے پروگرام کا مظہر ہے اور مصمم ارادے ہیں کہ جو قرونِ اولیٰ کی سمجھ سے نعوذ باللہ بالاتر رہا' اس کو اعوذ باللہ کے بغیر اسلام قرار دے کر عوام کے قلب و نظر پر مزید اندھیرے بکھیر دیئے جائیں۔ صورت

Marfat.com

احوال یہ پیدا کردی گئی ہے کہ پرانی حکومت جس کی ریڑھ کی ہڈی توڑی جاچکی' اندھے کی لاٹھی کے سہارے ایوان اقتدار کی طرف رواں کردی جائے تو صوبوں میں سیاست تمام ایسے تالاب جنہیں گنگا گردان کر صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اشنان کر رہے ہیں' اس قدر گدلا دئے جائیں کہ جو نہائے' لتھڑایا جائے اور اگر پرانے ارکان پر نئے انتخابات وارد ہو جائیں تو بھی "ایک نے کہی دوجے نے مانی' نانک کہے دونوں گیانی" کا شبد بھی بنیاد پرستی کا جز قرار دے کر ترک کردیا جائے کہ نانک کو کیا پتہ تھا جمہوریت کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ دنیا دیکھے گی کہ سیاست میں اتفاق کا نام تک نہیں رہے گا اور ہر سیاست دان پر "کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے' بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے" صادق آنے لگے گا۔ نہ صرف یہ کہ شریعت آئین پر بالادست نہیں رہی' صدرِ مملکت بھی سیاست سے بالا نہیں رہے اور اب کسی کے لئے بھی اپنا ایک وفادار گروپ بنائے بغیر صدر رہنا ممکن نہیں ہوگا۔ بنیاد پرست ختم ہو جائیں گے' صدر پرست لازم ہو جائیں گے۔ اگر یہ صورتحال پیدا ہوگئی کہ وزیراعظم کا صدر کے لئے ہر مشورہ ایک دشمن کا مشورہ مقصود ہونے لگا اور صدر کی یہ راہ نمائی گمراہی گردانی جانے لگی تو ایک ایسا سیاسی جمود وارد ہوجائے گا جو کسی افلاطون' کسی ارسطو' کسی چانکیہ' کسی ابنِ خلدون' کسی ابوالفضل اور کسی فیضی سے ٹوٹ نہیں سکے گا۔ سیاست کے سارے بیرم خان فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے روانہ کردئے جائیں گے اور پاکستان کی جودھابائی بھارت کو اپنا اکبرِاعظم تسلیم کرلے گی اور بھارت کو آتا دیکھ کر پاکستان کی سیاست "جل جلالہٗ" پکار اٹھے گی۔

نگران حکومت کی میز سے اگر آوارہ فکروں نے اپنے پتے اٹھا لئے اور شریف زادوں کے ڈھول کی تھاپ پر "ہے جمالو" گانے لگ گئے تو ظاہر ہے سیاست کا نیا ماڈل ٹاؤن بسے گا اور بے حیائی آئندہ کی سیاست کا سرمایہ حیات ہوگی اور سیاست کی اداکاری میں ایسی ہی ترقی ہوگی جیسے یہ بالاخانے سے نگارخانے میں آگئی ہو۔ سیاست کے کچھ باربردار اگر بوجھ اٹھائے جانے پر عارضی سی راحت محسوس کرکے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر زور زور سے گلا پھاڑ سماعت پر بھاری آوازیں نکالنے لگیں تو اسے انتخابی مہم نہیں کہا جاسکتا۔ یہی کہا جائے گا انتخابی مہم رینگ نہیں سکتی اس لیے ہینگ رہی ہے تاکہ ہینگ

Marfat.com

بھی لگے اور پھٹکری بھی اور سواد بھی چوکھا نہ آئے۔ لوگوں کا دل بہلانے کے لئے کہا جارہا ہے' سرمائے کو سیاست کا چھتر نہیں بننے دیا جائے گا۔ صرف شریف اور دیانت دار لوگ منتخب کئے جائیں تاکہ آئندہ مہلت میں انہیں بھی شرافت ودیانت سے عاری کردیا جائے اور حالات بدیانتی و بداعمالی کے روبرو سر تسلیم خم کئے عرض کناں ہوں۔ سچ ہے' جدھر دیکھتے ہیں ادھر تو ہی تو ہے۔ لہٰذا وعدہ کرتے ہیں آئندہ ہمارا آپ کا یک جان دو قالب کا واسطہ رہے گا۔ نگران حکومت کو ناکام اور وٹو حکومت کو بدنام کرنے کیلئے بم بھی بلاسٹ ہونے لگے ہیں اور ڈاکے بھی پڑنے لگے ہیں۔ ہو سکتا ہے اب ایسی خصوصی عدالتوں کی بھی ضرورت لاحق ہو جائے جہاں سزا پہلے ہو اور سماعت بعد میں۔ یوں ہو بھی گیا تو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس معاشرہ میں مجرم اپنے جرائم پر اتنے نازاں ہوتے ہیں کہ سزائیں ان کی نظر میں ان کی توقیر میں کوئی کمی نہیں لاتیں۔ بلکہ انہیں عدالتوں پر اس لئے فخر ہوتا ہے کہ عدالتوں نے انہیں خوب سزائیں دیں' گھٹیا مجرم نہیں جانا۔ آئندہ انتخابات کے نتائج بھی سکون آور نہیں ہوں گے۔ نواز شریف' بے نظیر اور صدر مملکت کے تعلقات معمول کے ہو سکیں یہ ممکن ہی نہیں۔ ہر کسی کے آئینے میں بال نمایاں نظر آرہے ہیں ہر سیاست دان اپنا ذاتی وسیاسی اعتماد لٹوا چکا ہے نئی قیادت ابھی آنے کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔ نئے عالمی نظام کو ہماری عسکری قوت کسی آنکھ بھی نہیں بھا رہی۔ ہماری توانائیوں کے تمام جوہر اسے کھٹک رہے ہیں۔ بین الاقوامی دہشت گرد اپنی دہشت ہم پر مسلط کر چکے ہیں۔ امریکی سفیر آداب سفارت کو روند کر پاکستانی سیاست کے خضر راہ بنے ہوئے ہیں۔ ہر سیاسی فکر سلمان رشدی کی تولید معلوم دیتی ہے۔ DETRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHTS کو RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHTS کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔ گویا الحاد کو اجتہاد قرار دینے کی تیاریاں ہیں اور اس ملعون مقصد کے حصول کیلئے نام اس مفکر کا لیا جا رہا ہے جو زندگی بھر اس پر کاربند رہا کہ "اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں۔ مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ۔ بہار ہو یا خزاں لا الٰہ الا اللہ" اور "دگر دانائے راز آید کہ ناید' نسیمے از حجاز آید کہ ناید" کہتا ہوا اس سرزمین سے رخصت ہو گیا جس نے پاکستان نام پایا تھا۔ اگر سیاست اسلام ناآشنا قیادت کے ہاتھ آگئی وہ نواز شریف

Marfat.com

کے ساتھ اشتراک سے آئے یا حامد ناصر و منظور و مزاری کی زنبیلوں کے استعمال سے' حاصل وہی ہو گا جو امریکہ کیلئے حاصل کلام اور پاکستان کیلئے رسوائی عام کا پیش خیمہ ہو گا اور نئے عالمی نظام کا دعوی ہو گا جو اس سیاست کی راہ میں مارے گئے کوئی نہ کہے کہ وہ مر گئے' وہ زندہ ہیں اور ہم ان کا رزق برابر دیئے جا رہے ہیں۔ وہی ہمارے مظلون ہیں اور نئے عالمی نظام کے حشر کے دن امریکہ کے ساتھ ہی اٹھائے جائیں گے۔

حالات کے پاس کوئی ایسا فیصلہ نہیں جس پر یوں عمل کروایا جا سکے کہ رسوائی بھی نہ ہو اور صورت احوال مزید مکروہ نہ ہو۔ جیسے اللہ فرماتے ہیں تم میری کون کون سی نعمتیں جھٹلاؤ گے۔ اسی طرح نیا عالمی نظام للکار رہا ہے تم کس کس فریب سے بچ جاؤ گے' میری کس کس اہلیت سے دامن بچاؤ گے' مقصود قبل از مرگ واویلا نہیں' بروقت انتباہ ہے۔ ہو سکتا ہے اس تحریر کی اشاعت تک تیر دونوں اطراف کی کمانوں سے نکل چکے ہوں مخفی ترکیبیں منظر عام پر آ چکی ہوں' جو کچھ اسلام پورہ میں ہوا وہ اسلام آباد میں بھی وقوع پذیر ہو جائے فوجی حرکت میں نہ آئیں تو سابقہ فوجی میدان کارزار سیاست میں نکل آئیں۔ انتخاب نہ ہوں مگر دھما چوکڑی مچ جائے' گدھوں کو سینگ لگا کر بارہ سنگھے مشہور کرنے کا عمل جاری ہو جائے۔ لوگوں کے بیرون ملک جانے اور اندرون ملک سیاست کرنے پر پابندیاں عائد ہو جائیں۔ انتخاب ہو نہ ہو انقلاب کا ڈنکا بج جائے دانشورو! اپنی اپنی پتنگ نہ اڑاؤ' اس پیچ دار صورتحال کا کوئی حل اس امر کو پیش نظر رکھ کر نکالو کہ تمہاری آئندہ نسلوں نے اس ملک میں رہنا ہے اور جو تم نے بویا ہے وہ شاید تمہارے ساتھ ساتھ انہیں بھی کاٹنا پڑے۔ لادین' بددیانتوں اور خود غرض خود پرستوں کے ساتھ منافقانہ معاہدے اور سیاسی لین دین نہ تمہارے پلے کچھ ڈالے گا نہ ملک و ملت کے

۲۶ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"آمریت کے انوکھے انداز"

مخدوش و مشکوک مستقبل کے شہریانِ پاکستان کے لئے اب تو شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہو گی کہ جہاں سیاسی جماعتیں یا تو عسکری قیادت کی تشکیل شدہ ہیں یا اس کی زیرِ کمان ہیں' وہاں قانون تو کجا آئین سازی میں بھی اس کے "کاشن" موثر طور پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ دیگر آئینی اداروں کے امور بھی اس کے روبرو "حکمِ حاکماں مرگِ مفاجات" کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ یہ صورتِ حال اس قدر دلدوز اور کربناک ہے کہ کچھ لکھنے لگو تو یوں محسوس ہوتا ہے' ہاتھ قلم ہونے لگے ہیں اور کاغذ پر سیاہی نہیں خونِ دل پھیل رہا ہے۔ سیاست کے ضمیر پر حرصِ اقتدار کی چربی چڑھ جائے تو معاشرہ کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کئی سالوں سے تمام سیاسی معاملات طے کرتے وقت عسکری سربراہی ابدو کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ان کی پیشانی پر بل آئے تو ہر سیاسی معاملہ از خود تہہ ہو جاتا ہے۔ کس کو نہیں معلوم! کہ مصلحتیں خونخوار ڈائنیں بن کر فرائض کو ڈبکائے رکھنے میں بڑی ماہر ہو چکی ہیں۔ ہر صوابدید کسی نہ کسی عندیہ کی لونڈی بنا دی جاتی ہے۔ کسی کے بھی پیشِ نظر نہ قومی کردار رہتا ہے' نہ حسنِ کردار۔ کئی سالوں سے فوج نے عملاً" سیاست کی کمان سنبھال رکھی ہے۔ اور سیاست ہے کہ مجسم اھلاً" و سھلا" بنی مصروف استقبال ہے۔ اگر کوئی اپنی مرضی کی فوجی قیادت لاتا بھی ہے تو دنوں میں ہی اس قیادت تابع ہو اس ورد کا رسیا ہو جاتا ہے کہ میں شہادت لاتا ہوں کہ اصل اللہ آپ ہی ہیں۔ میرا اقتدار آپ ہی کا مرہون احسان ہے۔ رضائے الٰہی آپ ہی کی وساطت سے آپ کے اس دعاگو تخت نشین پر واضح ہوتی ہے۔ پاکستانی سیاست و قیادت کا عالمی سیاست پر کتنا بڑا احسان ہے کہ جب بھی آمریت جنم لیتی ہے۔ پاکستانی سیاست میں اس کا پیدائشی نام جمہوریت قرار پا جاتا ہے۔ جیسے کسی جلاد کی دایہ نے والدین کی تصدیق کئے بغیر نومولود کا نام رحم دین لکھوا دیا ہو۔ تاریخ نے وہ لمحے بھی برداشت کئے ہیں جب

Marfat.com

فوجی جرنیلوں کے اہلِ بیت کو تحائف دے کر لوگ سیاست دان ہی نہیں سیاسی خاندان کے رکن کہلوانے لگے ہوں اور ان کے لئے اقتدار تک لے جاتی ہوئی تمام شاہراہیں یوں ہموار ہو گئی ہیں کہ آدمی پھسل بھی جائے تو ایوانِ اقتدار تک گھسٹتا ہی چلا جائے۔ ادارے اگر مغربی جمہوریت کے رسیا ہو جائیں تو لازم ہے کہ ان کے ریل کاروں میں عہدہ پرستی اور جاہ و حشم کی حرص اجاگر ہو اور وہ باہمی رقابت و مخاصمت میں مبتلا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری عادات عسکری تنظیموں کو کبھی راس نہیں آسکتیں۔ اور اگر آنے لگیں تو عسکری فرائض کی کماحقہ ادائیگی لازماً" غیر امکانی ہو جاتی ہے لہٰذا دانش حکمرانی نے ہمیشہ اس کلیہ پر اتفاق کیا ہے کہ سیاست میں چاہے کتنی بھی جمہوریت ہو۔ ملکی دفاعی قوتوں کو اس نشہ سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ منظم قوتوں کو بھی اگر سیاسی منشیات کی لت پڑ جائے تو ان کی اونگھ اتنی طویل ہو جایا کرتی ہے کہ آنکھ کھلنے تک بہار کی نیند کے متوالوں کو خزاں نے آلیا ہوتا ہے۔ یہ جمہوری تنظیم کی اساس گروہ بندی اور گروہی وفاداری ہے اور عسکری ڈسپلن اتحاد' تنظیم اور یقینِ محکم کا متقاضی ہوتا ہے۔ پاکستان کی سیاست نے اپنے لئے ایک نئی اساس اختیار کر لی ہے اور یہ اپنی اصل میں اسلامی جمہوری عسکری دکھائی دینے لگی ہے۔ اللہ کی حاکمیت' بندوں کی حاکمیت اور لشکری حاکمیت کا ایسا امتزاج تاریخ نے پہلے کہاں دیکھا ہو گا۔ اللہ اور بندوں کی مشترکہ حاکمیت تو لازماً" نظام شرک کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس نظامِ شرک میں اگر لشکری حاکمیت بھی شامل ہو جائے تو نہ جانے بالآخر یہ شافی معجون طب سیاست میں کیا نام پائے۔ اللہ کے سوا کوئی اور الہٰ نہیں' کا ورد کرنا' بتوں کو الہٰ قرار دے کر ان کا طواف کرنا' اور پہرہ داروں کو سجدہ کرنا' انسانی قلب و ذہن پر کیا کیا کیفیتیں طاری کرتا ہے۔ دیکھنا ہو تو اسلم بیگ کے بیان کے بعد تینوں اداروں کی صورت دیکھ لو جیسے کسی نے بال بال شکستگی کو مصنوعی آہنی خول میں چھپا رکھا ہو۔ جیسے مہارت' پیٹ کی خاطر موت کے کنوئیں میں کرتب دکھا رہی ہو جیسے کوئی چل نہ رہا ہو چلایا جا رہا ہو۔ جیسے ہاتھ بھیک کے لئے پھیل رہے ہوں اور تفکر سیاسی مسائل حل کر رہا ہو۔ جیسے کسی طوائف کو اپنا بڑھاپا یاد آ رہا ہو۔ جیسے نیرو نئی بانسری کے لئے اپنا محل رہن رکھ رہا ہو۔ جیسے زاہد میخوار کی ریش اندھیرے میں جامِ مے میں ڈوب گئی ہو۔ پاکستان کی مدہوش سیاست بھی ان ہی کیفیتوں میں غلطاں محوِ فکر ہے کہ یہ اچانک پی۔ ڈی۔ اے کی

Marfat.com

سربراہ نے آئی جے آئی کے تاجپوش سے راہ رسم کیوں بڑھالی۔ اتنی اختلافی سیاست کے
بطن سے مفاہمت ولادت کیوں کر ممکن ہوئی۔ پوری سیاست کو فکر لگی ہے کہ اس نومولو
سیاسی مفاہمت کا آئینی نام کیا ہو گا۔ والد کے خانے میں کس کا نام لکھیں اور دادا کس کو
لکھوائیں۔ مزید فکر یہ لاحق ہے کہ سابقہ جرنیل صاحب نے حالیہ بیان کیوں دیا۔ انہیں
کس کی حمایت مقصود ہے اور کس کی مخالفت۔ فکر سر پٹک رہی ہے کہ یہ بیان دیا گیا
دلوایا گیا' بیان تو دیا ہی تھا۔ سینہ زوری کیوں دکھائی جا رہی ہے۔ جس کی دکھتی رگ پر
جرنیل صاحب کا ہاتھ آگیا ہے وہ کون ہے۔ وہ کون سی نئی بیماری تشخیص ہوئی ہے جس
کے علاج کے لئے یہ نسخہ بیان کیا گیا ہے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ سیاست کو
احساس ہونے لگا ہے کہ ایسے حالات کے لئے یہ نسخہ بیان کیا گیا ہے۔ کسی کی کچھ سمجھ میں
نہیں آ رہا سیاست کو امر ہونے لگا ہے۔ کہ ایسے حالات کے لئے سمجھ کا ہونا بڑا ضروری
ہے۔ سمجھ ہوتی تو آج ان امور کے سمجھ جانے میں اتنی دقت نہ ہوئی ہوتی۔ اسی دقت کے
مداوا کے لئے سیاست دست بدعا ہے۔ کہ یا اللہ جرنیل صاحب پر مقدمہ چلوا۔ مقدمہ
چلے گا تو یہ تو سب راز بھی کھلیں گے۔ اور دیگر بہت سی دیدنی و ناگفتنی باتیں بھی جرنیل
صاحب بتائیں گے۔ اور ہمیں' واللہ! خوب خدا یاد آئے گا۔ یہ دست بدعا سیاست چند
دنوں کے بعد ناچنا ٹاپنا شروع کر دے گی کہ ہماری دانشمندی کا لوہا مانو۔ کیسا لڑوایا۔ جرنیل
صاحب کو اور عدالت کو دیکھو' لوہے والوں کی دانش لئے پھرتے تھے۔ اپنی زرداری
زرگری' کیسی بروقت ضرب لگائی۔ روتے سیاست کو۔ کر رہے تھے سناروں کی طرح ٹھک
ٹھک' پھٹ گیا نا سیاست کا غبارہ' بول گیا نا انصاف کا پٹاخا۔ ہو سکے تو ہماری مخالفت اس
دریائے ٹیمز میں ڈوب مرے یا پھر بکنگھم پیلس کی چھت سے لٹک کر خودکشی کرلے مگر
وصیت کرنا نہ بھولے کہ ایم۔ کیو۔ ایم اور پی۔ پی۔ پی کے مزار ایک ہی گورستان میں
بنائے جائیں' جہاں ہر سال کراچی کے فری پورٹ بنائے جانے کی خوشی میں میلا
کرے۔ ایک فکر یہ بھی لگی ہے کہ جو کچھ ہوا ہے۔ دونوں میں سے کس کی مرضی سے
ہوا۔ صدر کی یا وزیراعظم کی۔ اگر نہیں تو پھر وہ تیسرا کون ہے جس نے تگنی کا ناچ
دیا۔ بات ذرا کھلے تو پتہ چلے۔ پتہ چلے تو سیاست اگلا پتا چلے۔ یہ فکر بھی لگی ہے کہ اس
وقت جو دھمکی آمیز پیغام پہنچوایا گیا' وہ صدر نے جرنیل سے دلوایا یا یہ سبھی کچھ جرنیل

Marfat.com

نے صدر سے کروایا۔ صدر صاحب بڑے سیانے' بڑے تجربہ کار' بڑے جہاندیدہ سہی۔ مگر عقل کے ناخن کہتے ہیں۔ عقدہ کشاؤ! جرنیل پھر جرنیل ہے۔ جرنیل نے ہی تو ان کو صدر بنوایا تھا۔ پھر صدر نے ان کو جرنیل بنا دیا تو کیا ہوا۔ اگر جرنیل خود صدر بن بیٹھتا۔ مارشل لاء لگوا دیتا' آئین معطل کر دیتا' چاہتا تو منسوخ بھی کر دیتا' تو کوئی ان کا کیا بگاڑ لیتا۔ یارو! جرنیلوں کا جمہوریت نواز ہو جانا کوئی کم معجزہ ہے۔ یہ معجزہ نہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ اپنے حلف کی پاسداری کر لیتا۔ ایک دو کیا۔ سبھی ادارے دست بستہ عرض کناں ہوتے۔ حضور حکم دینا آپ کا منصب ہے۔ بجا لانا ہماری اطاعت گزاری کا فرض ہے۔ ہماری دانش پر تو آج تک غیروں کی یہ علت بھی عیاں نہ ہو سکی کہ فوج کو فوجیوں سے عاری و محروم کرنا ہو۔ تو مارشل لاء کا نفاذ مجرب نسخہ ہے۔ کیوں کہ جس نے شہریوں کے جان و مال و عزت کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک قربان کر دینے کی قسم کھا رکھی ہو۔ اگر اسے اپنے ہی شہریوں کو سزا دینے کا منصبدار بنا دیا جائے تو ظاہر ہے۔ وہ ان کی جان و مال و عزت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان قربان کر دینے والا حلف بردار تو نہیں رہے گا۔ وہ بندوق جو دوست و دشمن پر اٹھتے وقت تمیز سے عاری ہو جائے' وہ قومی مجاہد کی بندوق نہیں ہوتی۔ کسی اور کی ہوتی ہو گی اور جو کوئی اور ہوتا ہے۔ وہ قومی فوجی نہیں ہوتا۔ سیاست دان فوجی ہوتا ہو تو ہو۔ اسی طرح جن لوگوں نے آئین کے تحفظ کی قسم کھائی ہو اور اسی قسم کے باعث آئین ان کا تحفظ کر رہا ہو۔ وہی لوگ اگر آئین کے درپے ہو جائیں اور عوام الناس سے آئین کا تحفظ بھی چھین لیں انہیں اس کے سایہ سے محروم کر دیں۔ آئین کو وقت بے وقت اپنے ہی تحفظ کے لئے استعمال کرتے رہیں۔ چاہے ان کے اس فعل سے آئینی ادارے متصادم و متنازعہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ وہ لوگ اور جو کچھ بھی رہیں' سیاست دان ہرگز نہیں رہتے۔ جس طرح اپنے ہی عوام کو سزائیں اور ایذائیں دے کر فوج کا اصلی کردار متاثر ہو جاتا ہے' اسی طرح آئین کے منفی استعمال سے سیاست دان باقی نہیں رہتا۔ اس کی سیاست دم توڑ جاتی ہے اور ایک عہدہ طلب حریص اقتدار خائن باقی رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی سیاست دانوں کے ایک ایسے ہی گروہ کو اب آئین کے نئے استعمال کی سوجھی ہے' حالیہ طریق انتخاب سیاست کش ہے' اس لئے اب متناسب نمائندگی کا نظامِ انتخاب نافذ کرنا چاہیے۔ دراصل خیانت اور غصب کے دلدادہ

Marfat.com

افراد نے جو متعدد حیلوں بہانوں سے سیاست کا قبضہ گروپ بنے ہوئے ہیں۔ یہ محسوس کر کے کہ سیاست پر سرمایہ داروں کی اجارہ داری کا چرچا کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ہے' اس لئے ہو سکتا ہے مستقبل قریب میں اس اجارہ داری کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت ایک تحریک کی صورت اختیار کرے اور غریب و متوسط طبقہ اس کا ساتھ دے اٹھے جو موجودہ سیاست و قیادت کے لئے موت اور محرومی کا پیغام ہو۔ لہٰذا ابھی سے انتظام کر لو کہ متناسب نمائندگی کے نام سے سیاست پر قابض رہنے کے لئے نئے حربے آزمائے جائیں۔ یوں ان موجودہ سیاسی جماعتوں کی انتخابی اہمیت دوچند کر دی جائے جن پر اس قبضہ گروپ کا قبضہ ہے اور وہی ہیر پھیر جو آج کل سرمایہ دار اپنے سرمایہ کے بل پر انفرادی طور پر کر رہا ہے۔ اسے من حیث الجماعت کرنے کی اجارہ داری حاصل کر لی جائے۔ بھلا جو موجودہ نظام میں دھاندلی کر یا کروا رہے ہیں۔ وہ متناسب نمائندگی کے نظام میں ایماندار ہو جائیں گے یا پرانے شکاریوں کے ہاتھ میں نیا دام آ جائے گا۔ کیا نئے نظام میں وہ دھاندلی سے باز آ جائیں گے۔ یہ عجیب نسخہ ہے کہ بددیانتوں کو کارفرما رہنے دو اور بددیانتی ختم ہو جانے کی امید پر زندہ رہو۔ اصل وجہ مرگِ سیاست تو یہ "سرمایہ جائے" سیاست دان ہیں۔ یہ ایک ایسے نظام کی پیداوار ہیں جو اپنی اصل میں سرمایہ دارانہ اور منافقانہ نظام ہے۔ یہ نظام بموجب فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف خائن پرورش کرتا ہے۔ مغربی جمہوری نظام کے اصولوں کو نافذ رکھ کر انتخاب کرواؤ' یا ریفرنڈم' بالواسطہ کرواؤ یا بلاواسطہ' جماعتی کرواؤ یا غیر جماعتی۔ متناسب نمائندگی کی طرز پر کرواؤ یا غیر متناسب نمائندگی کی بنا پر' صدارتی کرواؤ یا پارلیمانی' اقتدار پر صرف زرداری ہی قابض رہیں گے۔ پکڑے جائیں تو بھی رہا ہو جائیں تو بھی۔ بداقتدار کی برات کبھی جاگیردار سے سرمایہ دار کے ہاں جائے گی۔ کبھی زردار کے ہاں سے جاگیردار کے ہاں۔ چسکا سرمایہ دار و جاگیردار و وزرا لیتے رہیں گے اور عوام ان میں مٹھائی بانٹنے پر لگے رہیں گے۔ بظاہر ان میں مقابلہ ہو رہا ہو گا۔ اندر خانے گٹھ جوڑ' باطل باطل نواز ہو گا اور حقائق کو مخفی رکھنے میں معاون ہو گا۔ رات کو جی بھر کر پئے گا۔ سارا دن توبہ توبہ کرتا رہے گا۔ جو دن کو پی رہا ہو گا' رات کو تراویح گزار بن جائے گا۔ دن کو شمع جلائے رکھے گا کہ لوگو! شاید اندھیرا ہو جائے اور رات کو اسے گل کر دے گا کہ دیکھو! خوامخواہ چوروں کو پتہ چلے گا کہ یہ گھر آباد ہے۔

Marfat.com

متناسب نمائندگی کی تجویز جمہوریت کی ناکامی کے باوجود بنام جمہوریت کو دائم رکھنے کی عیارانہ چال ہے۔ اس بات کو چھپانے کی ایک مزید کوشش ہے کہ پاکستان میں جمہوریت نہیں، عسکریت کی پروردہ اکثریت کی آمریت ہے۔ ایک دیو استبداد ہے جو جمہوری قبا میں پائے کوب ہے اور جھانجھر کی چھنا چھن سے یقین دلا رہا ہے کہ میں تو آزادی کی نیلم پری ہوں۔ ایک صحرا ہے جس میں سرمایہ داروں نے فریبِ نظر کے لئے کاغذ کے پھول گاڑ رکھے ہیں۔ ایک سراب ہے جو سیراب کر دینے کا دعویدار ہے۔ ایک زہر ہے جس کی شیشی پر تریاق کا لیبل لگا دیا گیا ہے۔ ایک ہم رنگ زمین جال ہے جو سرمایہ دار سیاست دانوں نے معصوم شہریوں کو اپنے دام فریب میں لانے کے لئے بچھا رکھا ہے۔ مضبوط آہنی ہتھکڑیاں ہیں جو پھولوں کے گجروں میں چھپائی ہوئی ہیں۔ ہر سیاسی فکر کا سرچشمہ فریب پنہاں ہے۔ سیاست کے ہر بناؤ سنگار کی طبع طوائفانہ ہے۔ اس کی ہر ادا میں سوداگری کا فکر و فن ہے۔ ان کی مخالفت کیا اور باہم بغل گیری کیا۔ اس سرزمین پر بسنے والے لوگوں نے اتنا واضح طور پر دیکھ لیا ہے کہ آئندہ اسی انتخابی نظام کو قائم رکھا گیا تو شاید لوگ حالیہ جمہوریت کے بیچ چوراہے کے پھوٹے ہوئے بھانڈے میں دونوں کی خیرات نہ ڈال لیں لہٰذا اب متناسب نمائندگی کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے۔ حالانکہ مروجہ آئین کے تحت بھی موثر حل یہ ہوتا کہ موجودہ اراکین تمام اراکین اسمبلی کو آٹھویں ترمیم میں درج شدہ شرائط رکنیت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا اور آئندہ کے لئے نظام انتخاب سے عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کو یکسر ختم کر دیا جاتا۔ **لا تفرقوا** پر عمل کر کے وحدتِ ملت کی بنیاد ڈالی جاتی۔ عہدہ طلب اور مہم جو خائن قرار پاتے۔ لوگوں کو ان کے وسائل کی بنا پر سیاسی مقام دینے کی بجائے ان کے خصائل کو بنیاد بنایا جاتا۔ نمائندوں کو اپنی اہلیت کے نفاذ سے باز رکھا جاتا۔ جس کی اپنی ذاتی کردار سازی میں رائے فائق اور معتبر نہ ہوئی ہو، اسے اہل الرائے تسلیم نہ کیا جاتا۔ جنسی بلوغت کی بجائے شعوری بلوغت کو معیار بنایا جاتا تو حالات و نتائج یقیناً" مختلف ہوتے لیکن ایسا نہیں کیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ متناسب نمائندگی کی بات نہ بھی چل سکی تو کوئی اور منافقت ایجاد کر لی جائے گی جس کے ہاتھ اللہ کی ناراضگی کے خوف سے نہیں رکتے وہ فقیر ہو یا بادشاہ ظالم ہی ہوتا ہے۔ عہدہ طلب اور مہم جو سرمایہ داروں کا بظاہر جدا جدا مگر بباطن متحد گروہ سیاست پر

Marfat.com

اپنی حاکمیت و گرفت قائم رکھنے کے لئے" خواب سے بیدار ہوتا ہے محکوم اگر' پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمرانی کی ساحری" کے عیارانہ مکتبہ فکر کی پیروری میں اب متناسب نمائندگی کی تجویز لے کر نئی تماشاگاہیں تجویز کر رہا ہے اور اگر ایسا ہو گیا تو معاشرہ کے صحت مند ہونے کی تمام امیدیں یوں ڈوب جائیں گی جیسے کسی سرمایہ دار نے سرمائے کے منگلا ڈیم کے تمام حفاظتی بند توڑ دیئے ہوں' مکرو فریب کا ایک ایسا سیلاب آئے گا جو خلوص و دانش کی نشوں کا بھی پتہ نہیں لگنے دے گا اور موجودہ سیاست آئندہ سو سال کا سیاسی سرمایہ بھی اپنے نام لکھوا لے گی اور لٹتے پٹتے لوگوں میں یہ مشہور رکھا جائے گا کہ جمہوریت ماں کی مثل جس گال پر مارتی ہے' اسی کو بار بار چومتی ہے لہٰذا اچھے بچوں کی طرح جب بھی اس سے مار کھاؤ' اسی کے گلے لگ جاؤ کہ اللہ کو خوش رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اپنی سیاسی عیاری پر نازاں لوگ اگر اس خیرالماکرین کے قوانین کے اسلوب سے آگاہ ہوتے تو انہیں احساس ہوتا کہ مستقبل قریب میں ان سے قانونِ فطرت کیا سلوک کرنے والا ہے۔ متناسب نمائندگی کا ایک ہدف دینی سیاسی جماعتوں کے عہدہ دار اور غیر سیاسی دیندار ہیں۔ یہ لوگ سب سے پہلے اپنے کیے کا پھل چکھیں گے اور آئندہ انتخابات میں دو کوڑی کے بھی نہیں رہیں گے۔ اس کے بعد آج کی سیاست کا جنازہ آج کے سیاست دانوں کے کندھوں پر ہو گا اور یہ اپنی مردہ سیاست کے ساتھ ہی قبروں میں اتر جائیں گے اور اس سوال کے جواب میں کہ حاکمیت کس کی ہے' یہ جواب دے کر قیامت تک بندوں کی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی' ایک عذابِ مسلسل میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آؤ! دعا کریں کہ یہ فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے قائل ہو جائیں۔

۲۸ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"کہیں ایسا نہ ہو جائے"

سنتے ہیں' ۱۸ نومبر ۱۹۹۲ کو "شریف سنز" کی حکمرانی کے خلاف' دربدر حریصانِ اقتدار' لانگ مارچ یعنی "لمی ٹور" کا مظاہرہ برپا کریں گے۔ بزبانِ افرنگ یہ "لانگ مارچ" بزبان پنجاب "جتی لے دے ستاریاں والی' جے توں میری ٹور ویکھنی" کا مظہر ہو گا کہ جمہوریت کی بدعنوانیوں کو پروان چڑھانے کے لئے وارد شدہ حالات میں اس سے بہتر' اختلاف کی حزبی سوچ کو میسر ہی نہیں آ سکا۔ جمہوری نظام کا عامی سیاست کے ہاتھ لگ جانا' سیاسی دانش کی آوارہ فکری کی دہائی گزشتہ دو دہائیوں سے دنیا میں آیا ہے مگر اب صورت حال کی بدصورتی نقش بر دیوار بن' بڑی جانکاہ کیفیتوں کی نشان دہی کر رہی ہے۔ ہمارے ہاں کی سیاست ۱۹۷۷ سے مصنوعی آکسیجن کے سہارے دم بخود ہے' اور مزاج بگڑے مریض کی طرح' دمِ نزاع' آکسیجن ماسک میں گالیاں دے رہی ہے۔ جو ناتواں اقتدار میں رکھ دیئے گئے' وہ بھی کروٹ کم بدلتے اور ہائے زیادہ کہتے ہیں اور خون کی کمی کے شاکی ہو کر خون پینے کی چونیاں مانگتے رہتے ہیں۔ جو محرومِ اقتدار ہیں' جب دیکھو کفن بردوش ہونے کی بجائے اپنا جنازہ اٹھائے ہوتے ہیں۔ قومی ملکیتیں پے در پے فروخت ہو رہی ہیں اور آثار ہیں کہ ملوں اور کارخانوں کے بعد راجباہ اور کھال بھی بکنے لگیں گے اور مابعد "بھل صفائی" کا نام حکومت کرنا رکھ لیا جائے گا۔ حال ہی میں منگلا بند نے جنگل میں منگل کی بجائے بارانی خشکیوں میں بھی کشتیاں چلوا دیں اور ہمیں احساس تک نہ ہوا کہ انسان حفاظتی بند اپنے ہاتھوں سے توڑ کر اپنی تباہی کا سامان مہیا کر رہے ہوں تو یہ فطرت کے ناراض ہو جانے کی دلیل ہوتی ہے۔ اب بے چارے سربراہِ حکومت انجینئروں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے صبح و شام بیج ہدری بنے رہتے ہیں۔ قدرت کوتاہیوں کی سزا دے رہی ہو اور انسان ان کا کفارہ ادا کر رہا ہو تو معاشرتی مناظر

Marfat.com

بڑے دلدوز اور بڑے دیدنی ہوتے ہیں جیسے بعد از کلمات نکاح دلہن نے زہر کھالیا ہو اور دلہا سلامیاں خیرات کر رہا ہو۔ حزبِ اختلاف کو حکومت کے لائے ہوئے سیلاب سے بھی اختلاف ہی رہا اور یہ "اڑی" جاری رہی کہ ہم پانی کو کنارے کھڑے ہو کر کیوں دیکھیں اڑ' اڑا کر کیوں نہ دیکھیں کہ قومی مسائل و مصائب جو فضاؤں سے نظر آتے ہیں' سطحِ خاک سے خاک نظر آتے ہیں۔ لوگوں کے گھر بہہ گئے' مویشی بہہ گئے' فصلیں ڈوب گئیں مگر سیاست مگرمچھ کے آنسو بہاتی رہی۔ گلے مل مل کر کہتی رہی' قرضہ لے لو۔ ہم حاکمیت میں اللہ کے شریک ہی نہیں' تمہارے دکھ درد کے بھی شریک ہیں۔ قرضہ لے لو کہ مقروض ہونا مفلسی کا بہترین نعم البدل ہے۔ ہر گھر میں دیوالئے' دیوالی کے چراغ نہ جلائیں تو جمہوری نظام سرمایہ داری بے سود ہو کر رہ جاتا ہے۔ سود کا متبادل نظام تلاش کرنے کی بے سود کوشش کر رہی ہے کہ بے سود بینک کاری سرمایہ کاری نہ سہی' کوشش بے سود ہی سہی۔ اسلامی جمہوری حکومت خانہ ساز کو سود سے اس قدر نفرت ہے کہ اس پر ہروہ سیاست کاری حرام ہے جو عوام الناس کے لئے بے سود نہ ہو۔ اکیسویں صدی کے طلوع میں تو ابھی آٹھ سال اور ایک آدھ ماہ باقی ہے۔ ہم تو اپنے بروں کے چھوٹا پن کی وجہ سے ۱۹۹۳ سے داخل ہو جائیں تو اعجاز ہی جانیے کہ جو جان پر بن آئی تھی' فی الحال ٹل گئی۔ دینِ اسلام اور مروجہ نظام ہائے سیاست و ریاست میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آئین میں حاکمیت فقط اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے اور آئین ہائے غیر اسلامی کو یہ ضد ہے کہ کرہ ارض پر حاکمیت فقط انسانوں کی ہی ہو گی۔ جس کے پاس لاٹھی ہو گی' بھینس کیا بڑے چھوٹے بھینسے بھی اسی کے ہوں گے اور کسی کو حق نہیں ہو گا کہ ان کے روبرو اپنی بانسری بجائے۔ ہمارے ہاں کا انسان دل شکستہ اور ضمیر گرفتہ ہے۔ فقط اس لئے کہ ہم اپنا مصرف فراموش کر بیٹھے ہیں۔ ہمارا ملی مصرف یہ تھا کہ جہاں کہیں بھی بندوں کی حاکمیت کا علم بلند ہو' ہم فتح مکہ نہ بھی ہو تو بھی کربلا برپا کر دیں۔ اللہ کی حاکمیت کا علم بلند کریں اور جہاں جا کر اسے گاڑ دیں وہی ہمارا وطن ہو۔ اسلامی دنیا میں ہمارا مصرف عرب نیشنلزم کی نفی کر کے اسلام کے ملی تصور کو اجاگر کر کے اسے دائم کرنا بھی تھا۔ لارنس آف عریبیا کی نفی کر کے جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال کی فکر کو مستحکم کرنا تھا۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے کے کلیہ کو روبہ عمل لانا تھا۔ آج جب ایک سپر طاقت نئے عالمی

Marfat.com

نظام کے پردے میں کہ ارض پر اپنا بلا شرکت غیرے تسلط قائم کرنے کے درپے ہے۔ ہمیں یہ نعرہ بلند کرنا تھا کہ کرۂ ارض پر فقط اللہ ہی کی حکمرانی ہے۔ باقی سب آزر کے بت ہیں اور ہم اپنی اصل میں براہیمی ہیں۔ مگر ہم نے کیا کیا۔ شریعت ایکٹ کے ذریعے انسان ساختہ آئین کو نہ صرف شریعت پر بلکہ بندوں پر بھی حاوی کر کے عوام الناس پر سرمایہ داراوں کی حکمرانی مسلط کر دی۔ شریعت کے تو ہم نے "ہینڈز اپ" کروائے۔ یوں ہم نے اپنی آزادی کو دیو استبداد کی غلامی میں دے دیا۔ صد حیف! کہ ہم ایک ایسے شریعت ایکٹ کے مصنف بن گئے جسے ہماری ہی شریعت کورٹ نے خلافِ شرع قرار دے دیا۔ ہم وہ فقہ ناآشنا ثابت ہوئے کہ فتاویٰ عالمگیری کو آئینِ اسلام گرداننے لگے۔ کعبہ کے صنم خانہ کے سپلائی کئے ہوئے بت بن گئے۔ ملتِ اسلامیہ کے وہ بیخ کن ثابت ہوئے جو فرقہ بندی کو تحفظ دے رہے ہوں۔ ہم خالص مسلمان بن جانے کی بجائے اسلام کے خالصہ بن گئے۔ ہم نے دن دیہاڑے اور بھری مجلس میں "**ادخلو فی السلم کافہ**" کی نفی کر دی۔ ہم نے دین کو کاروبار اور آئین کو بہی کھاتہ بنا دیا۔ قانون ہو کہ آئین' سیاست ہو کہ عدالت' معیشت ہو کہ معاشرت ہم نے ہر ادارے کی زندگی کی ہر قدر کی سیل لگا دی اور لگے داموں لگا دی۔ یوں کہ تمام تر اخلاقی قدریں بکنے لگیں۔ ہم نے جملہ اعتقاد جمعہ بازاروں میں سجا دیئے۔ کہ جو چاہے انہیں خرید لے اور ہفتہ بھر کی مادی حاجات سے اپنا دم بھروا لے۔ ہم نے کرۂ ارض پر بندوں کی حاکمیت یعنی نفاذِ جمہوریت کے مد مقابل بن اللہ ہی کی حاکمیت یعنی **لا الہ الا اللہ** کا نعرہ لگانے کی بجائے ایک پاور کی چلمیں بھرنا شروع کر دیں۔ اور یوں ایک سپر پاور کے فکری گداگر ہی نہیں' فکری غلام بھی بن کر رہ گئے۔ بظاہر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسول اللہ کے نام لیوا میکاولی کے اصل شاگرد قرار پا گئے۔ کبھی ہیگل' کبھی نطشے' کبھی روسیو۔ تو کبھی لینن کا' کبھی مارکس کا دم بھرنے لگے۔ افرنگی تعلیم کا تعویز اپنی کرامت دکھانے لگا اور ہم مجدد الف ثانی کی بجائے کلائیو سے لپٹ گئے۔ ہمیں وہیں اسلام تورات اور انجیل کا پروردہ نظر آنے لگا۔ ہماری زندگی کے ہر موڑ پر الحادی تختیاں ہماری راہنمائی کرنے لگیں۔ ندیدے سیاست دانوں کے طفیل ہم جو کبھی نابغہ روزگار تھے۔ دینِ اسلام کے ماڈرن ایل۔ ڈی۔ اے بن گئے۔ حتیٰ کہ وہ منڈی جو کبھی گوالوں کے خالص اور پاکیزہ دودھ کے لئے مشہور تھی' اپنے

Marfat.com

گندے انجن کی وجہ سے شہرت پانے لگی۔ موچی دروازہ میں سیاست کے موچی بس گئے۔ اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے برکت علی اسلامیہ ہال دراصل کسی رشتے جڑوانے والی مائی برکتے نے بنوایا ہو۔ مختصر یہ کہ ہماری بے عملی نہ سہی۔ ہماری لاعملی کے باعث ہمارا قومی و سیاسی نظریہ ہم سے چھن گیا اور ہم نے دنیا میں انسانیت کو ملتِ واحدہ بنانے کی تحریک کو نہ صرف ناقابل تلافی نقصان پہنچایا بلکہ ایسے جرائم کے مرتکب بھی ہوئے۔ جن کے باعث ہم پر تعلیم و ترقی کے تمام دروازے یکے بعد دیگرے بند ہونا شروع ہو گئے۔ ہم جو نظریۂ پاکستان کے' نظریاتی اسلام کے' **لکم دینکم ولی دین** کے وارث تھے۔ بے نظیر بے نظیر ہو گئے۔ اور اسی راہوں پر چل پڑے جہاں کے ہر پڑاو پر' کبھی قلوب پر' کبھی کانوں پر اور کبھی آنکھوں میں مہریں داغی جاتی ہیں۔ ہم ہتھوڑا غیروں کے ہاتھ میں دے خود لوہا گرم رکھنے پر لگ گئے۔ ہمارا اتفاق فقط بھٹیوں کا اتحاد ثابت ہوا۔ دہکتی ہوئی بھٹیوں کا یہ اتحاد بزبانِ سیاست اتفاقا" اسلامی بھی تھا اور جمہوری بھی۔ بغیر یہ جانے ہوئے کہ اس قسم کا اتحاد صرف سیاسی مشرک پیدا کرتا ہے اور یہ کہ بندوں کی حاکمیت کا اللہ کی حاکمیت سے اشتراک فطرت کے نزدیک ناقابل معافی و درگزر ہے۔ کیونکہ بیک وقت بندۂ خدا اور بندۂ زمانہ بن جانا **لا الہ الا اللہ** کی نفی کے مترادف ہے۔ لادین لوگ **لا الہ الا اللہ** پر آئینی و حکومتی سطح پر عمل درآمد کو ہی بنیاد پرستی کہتے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر نامعلوم جو بنیاد پرست نہیں۔ اس کی دینی و آئینی حیثیت از روئے آئین اسلام کیا ہے۔ ہم فقط تیرے ہی احکام کے پابند ہیں۔ ان پر پابند رہنے کے لئے تیری مدد کے طلبگار ہیں۔ ہمیں احکام پر پابند رہنے کا طریقہ و سلیقہ بتا۔ کلمۂ طیبہ کی تشریح مزید ہے مگر وہ جمہوریت نواز ہیں کہ جمہوریت بھی ہم سے پناہ مانگتی پھر رہی ہے۔ ہم جمہوریت خانوں یعنی اسمبلیوں میں بیٹھ کر گالیاں دینے میں مصروف ہیں۔ اور آہستہ آہستہ اپنا تعارف بھولتے جا رہے اور ارضِ پاکستان کا بوجھ بنتے جا رہے ہیں۔ ہم اقتدار کی حرص کے مارے ہوئے' امریکہ نوازی میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ ہم نے اپنا وجود کا جواز کھو دیا ہے۔ اگر کہیں متحد و یک سو اسلامی ملک کا وجود نہیں۔ اگر اسلامی ممالک وحدتِ ملت کے حامی نہیں رہے۔ اگر ارضِ پاکستان سے ملتِ واحدہ سے وحدتِ انسانیت تک کے سفر کا سامان مہیا نہیں ہو رہا۔ تو پھر اس کے وجود کا مقصد کیا ہے۔ وجود کا جواز کیا ہے۔ ہر چند' یہ وا

Marfat.com

حقیقت ہے کہ اللہ اور بندوں کے مابین جنگ میں فتح اللہ ہی کی ہو گی مگر پاکستان اس جہاد فی سبیل اللہ سے عاری ہو گیا ہے۔ پاکستان اپنا شرف اپنا منصب کھو بیٹھا ہے۔ ہم اپنی بے علمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے دینِ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف گہری سازشوں کا شکار بن کر رہ گئے ہیں اور بیورو کریسی کے تجویز کردہ تشہیر کے طریقوں پر اکتفا کر کے کبھی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور کبھی اتفاقاً" شراب منہ لگے بدمست چوہے کی طرح للکارتے ہیں۔ ہمیں بتاؤ! بلی کہاں ہے۔ ہم اپنی دم سے اس کی چمڑی ادھیڑ دیں گے۔ ہماری سیاست فکرِ اقبال کی مکمل نفی کر چکی۔ ہم عالمِ اسلام کے اتحاد کی بجائے مجسم فی سبیل اللہ فساد بن کر رہ گئے ہیں۔ تفریق و افترا پروری نے ہماری تمام تعمیری صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ ہماری سیاست "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کا کارٹون بن کر رہ گئی ہے۔ عالمِ اسلام کے اتحاد کی بجائے ہم پاکستان کے تقسیم کنندگان بن کر رہ گئے ہیں۔ پاکستان بیچ کرنے کا مختار نامہ اٹھائے پھر رہے ہیں۔ ہماری پیشانیوں پر محرابوں کی بجائے باہمی ٹکروں کے نشان ابھر آئے ہیں۔ ہم نے وفاق کو صوبوں کی صوابدید کے پنجوں میں دے دیا ہے۔ ہم سرزمینِ وطن میں فقط نفرتیں کاشت کرتے اور رقابتیں اگاتے ہیں۔ ہم معاشرتی اہلیتوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہمارے حکمران آبادیوں کے انسان نہیں رہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہماری سیاست' ہماری معیشت' ہماری معاشرت غاروں میں پرورش پا رہی ہو۔ عقل و دانش و ہنرمندی تو کجا۔ ہم نے حُب الوطنی تک سرمایہ داروں کے ہاں گروی رکھ دی ہے۔ ہماری سیاسی فکر نے جاگیرداروں کی مضارعت اختیار کر لی ہے۔ ہمارا سیاسی عمل مادر پدر آزاد ہو گیا ہے۔ اگر ہم نے ان بدعتوں سے نجات حاصل کر کے اپنی سیاست و معاشرت میں تعمیری ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ان اقتدار کے حریصوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کی تو جہاں سیاست جوتے چٹخانے کا دوسرا نام بن کر رہ جائے گی وہاں نہ معلوم کس کس کا تاج لڑھک جائے۔ کس کس کے تخت کے تختے اکھڑ جائیں۔ سڑکیں بھاگ نکلنے اور حدیں فقط عبور کرنے کے لئے رہ جائیں۔ سیاسی جماعتوں کی یہ باہمی چھیڑ چھاڑ اور نعرہ بازی اگر یوں ہی جاری رہی تو سیاست سرِ بازار پٹ جائے گی اور اقتداری حرص و آز کا یہ بھنگڑا جو ہم بپا کرنے والے ہیں۔ گھروں کی تختیوں کو مزاروں کے کتبے بنا دے گا۔ ہم اپنی ناکردہ کاریوں

Marfat.com

اور مقاصدِ قدرت سے گریز کے باعث ہم زیرِ عتاب فطرت ہیں۔ مکمل تباہ کاریوں سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم اپنی فکر اور اعتقادات کے تصادم کو یکسر ختم کر کے قلب و ذہن میں ہم آہنگی پیدا کریں۔ دینِ لاریب میں ڈالے گئے ریب کو دور کریں۔ اپنی معاشرتی زندگی کو کائناتی زندگی سے ہم آہنگ کر دیں ورنہ نظامِ کائنات سے نظمِ حیات انسان کا تصادم ہمیں کہیں کا نہ چھوڑے گا۔ جب تک یہ تصادم قائم رہے گا۔ صراطِ مستقیم پر گویا کرفیو لگا رہے گا۔ اور وہ لانگ مارچ جو صراطِ مستقیم پر نہ ہو۔ انسانی معاشرہ کو گمراہیوں اور بے راہ رویوں کا عادی بنا دیتا ہے۔ اسلام آباد کی بجائے اگر اسلام کی طرف لانگ مارچ ہوتا تو فطرت خوش آمدید کہتی' محرابیں سجاتی۔ ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ لانگ مارچ' رانگ مارچ کہلانے لگے۔ حکومت کے ہاتھ اور اپوزیشن کے پاؤں تھک جائیں۔ کسی تازہ دم کی تلاش شروع ہو جائے اور پھر فوری انصاف ہو جائے۔

۲۹ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ"

قانون فطرت ہی جانیے' کہ معاشرے جو عالم بے خبری میں تصورِ آزادی کو مادر پدر آزادی تک لے جائیں' وہ اپنی آزادی ہی میں اپنے وجود کے احترام کا حق بھی کھو بیٹھے ہیں۔ وہ معاشرہ جس میں بذریعہ آرڈیننس حدود الٰہی نافذ تو ہوں' مگر وہ انفرادی بدکاری کی حدیں پھلانگ کر اجتماعی بدکاری کی حدود میں داخل ہو چکا ہو' جہاں کندھوں پر ستارے اور بازوؤں پر محافظ کے نشانات سجائے' امن وامان قائم رکھنے کے ذمہ دار لوگ شہریوں کے گھروں میں بے جا مداخلتوں' تشدد و وحشت آمیز حرکتوں' عورت کو سرِ بازار برہنہ کرنے' جعلی مقابلوں میں قتل و غارت کے میدان گرم کرنے' بے گناہوں کو جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنے' ناگفتہ بہ داستانوں کے کردار بننے کے مرتکب ہوں۔ جہاں عوامی نمائندے قبضہ گروپوں کے سربراہ بن جائیں۔ کبھی پانچ نکاتی پروگرام۔ کبھی پیپلز ورکس کبھی تعمیرِ وطن کے تعمیراتی منصوبوں کے دست ہائے پس پردہ کی طرح پھیل جائیں۔ اطلاعات شائع ہونے لگیں کہ ان میں سے کئی سمگلر و منشیات فروش ہیں تو کئی دیگر لائقِ تعزیر جرائم کے مرتکب ہیں' کئی ایسے ہیں جن کا بچپن زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوئے بغیر ہی عہدِ جوانی میں داخل ہو گیا۔ جہاں اجتماعی طور پر مرکزی و صوبائی نمائندوں کی فکر کا احاطہ بلدیاتی ہو کر رہ گیا ہو' جہاں لوگ قانون سازی اور گندی نالیوں کی تعمیر کے کاموں میں امتیاز کے اہل نہ رہے ہوں۔ جہاں عدالتوں کو اصلاح کی بجائے سزا کے ادارے بنایا جا رہا ہو۔ عدل انصاف کو گھسیٹ رہا ہو۔ وراثتیں اور سفارشیں' اہلیتوں اور اوصاف پر حاوی ہو گئی ہوں۔ انصاف کے پلڑے میزان کی بجائے اوزان کے حوالے کر دیے گئے ہوں۔ جہاں نظمِ جمہوریت کے تینوں ادارے یعنی انتظامیہ' عدلیہ اور مقننہ باہمی دخل اندازیوں سے آزاد نہ ہوں۔ جہاں ربط سے واسطہ مراد لیا جانے لگے' جہاں ملازمت کے حصول کے لیے ڈگریوں ڈپلوموں' سرٹیفکیٹوں پر ایک باپ کے دو بیٹوں میں کسی ایک کی سفارشی چٹ

Marfat.com

کا حصول مقتدر قرار پا جائے' جہاں دو بھائی ہر آسامی' ہر عہدے' ہر مرتبت کا بھاؤ بن گئے ہوں۔ جہاں قانون ساز اداروں میں خواجہ سراؤں یا بھٹیارنوں کی زبان استعمال ہونے لگے' جہاں چوہوں نے شراب پی لی ہو اور للکار رہے ہوں' بلی کیاں ہے۔ جہاں سیاسی جلسوں میں طعن زنی' دشنام طرازی' گالم گلوچ اور بد دعاؤں کے علاوہ کرائے کا ماتم برپا رہے۔ جہاں کی سیاست پر قومی نظریہ کے مخالف حاوی ہو جائیں۔ مراتب ناتجربہ کاروں' ناشناساؤں اور عہدے چند مسلمہ نااہلوں کے ہاتھ لگ جائیں۔ جہاں خبر اور اطلاق میں فرق باقی نہ رہے۔ جہاں اخبارات بے خبری کا وسیلہ بن جائیں۔ لوگوں کو باخبر بنانے کی بجائے فقط مطلع کیا جانے لگے۔ خبر اور مخبری میں امتیاز نہ رہے۔ صحافتی اصول اقتدار یا اختلاف کی نذر ہو جائیں۔ سوائے زر کے کوئی اور شے زریں نہ رہے۔ دین دار وظیفہ خوار بن جائیں۔ دین دکانیں سجا لے۔ جعلی مدرسوں کے نام پر زکوۃ و بیت المال ہڑپ ہونے لگے۔ خطیب سے بڑھ کر اس کا خطبہ وقف ہو جائے۔ موضوع سکہ بند ہو جائیں۔ مسجدیں دکاندار بن جائیں۔ علم بکنے اور دانش فروخت ہونے لگے۔ جس معاشرہ کو یہ ابتدائی شعور بھی میسر نہ ہو کہ نظمِ جمہوریت خاندانی معاشرت کے لئے زہرِ قاتل ہے۔ جنسی بلوغت کو شعوری بلوغت قرار دے کر بے راہ روی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ یہ شعور بھی نہ ہو کہ علمِ غیب سے مراد رازہائے کائنات سے آشنائی بھی ہوتا ہے یا یہ کہ جزئیات میں اصول تلاش کرنا' یا مدغم کر دینا' فنا کو لافنا پر حاوی کرنے کی کوشش کرنا معاشرہ کو حقوق سے محروم رکھنے کے مترادف ہوتا ہے۔ ناخداؤں کی خدائی کی زکوۃ سود سے بھی زیادہ مہلک ہوتی ہے۔ دانش فروشی جسم فروشی سے بدتر عمل ہے' معاشرہ میں افراد کو ان کے اوصاف کی بجائے ان کے وسائل کی بنا پر مقام دینا رشوتوں' بداعمالیوں' بدکرداریوں اور حصول دولت کے ناجائز ذرائع کے تمام پٹ کھول دیتا ہے۔ جہاں خالی تشہیر کا نام تعمیر رکھ دیا جائے۔ دو اینٹیں یا گارے کے دو "تھوبے" لگانے کی تشہیر کے لئے قومی خزانے کے لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کر دیئے جائیں۔ نہ سوچا نہ تسلیم کیا جائے کہ اتنے سرمایہ سے تو سینکڑوں گھر تعمیر اور لاکھوں آباد ہو سکتے تھے' جہاں سیلاب زدگان کی نگاہیں سوئے آسمان فقط ہیلی کاپٹر رکھوانے کے لئے اٹھوائی جا رہی ہوں۔ جہاں کی سیاست نے آئندہ نسلوں کے شعور کے ہاتھوں میں قسم قسم کا خودکار اور ناجائز اسلحہ تھما دیا ہو۔ جہاں

Marfat.com

سبق دوہرانے کی بجائے ہوائی فائر کئے جا رہے ہوں۔ درسگاہوں کے سربراہوں کو لفظ پرنسپل کے ہجے بھی نہ آتے ہوں۔ جہاں بڑی گیارہویں شریف منانے کے بہانے جوئے کی محفلیں منعقد ہونے لگیں، استاد بے راہ روی کے معلم بن چکے ہوں، والدین اولاد میں فقط کجی کی تربیت و پرورش کر رہے ہوں، جنسی ہوس نت نئے انداز سے حملہ آور ہو رہی ہو۔ عدالتی احاطوں میں دلائل باروزگار ہوں۔ اس ماحول میں کسی کا دیانت دار ہونا اچنبھے کی بات ہو کر رہ جائے۔ صورت گروں، شاعروں، افسانہ نویسوں کے کندھوں پر جنسِ مخالف سوار ہو جائے، ادب باعثِ تعلیم تو ہو مگر باعثِ تقلید و قابل عمل نہ رہے، جس معاشرہ کا دانشور تنہا ہو جائے، جس کی معیشت کو بیرونی "ایڈ" نے آ لیا ہو۔ جہاں قصداً" آج کے بے روزگاروں کو کل کے مقروض و نادہند بنایا جا رہا ہو، جہاں بیک وقت حکومتوں کے کاروبار کرنے اور کاروباریوں کے حکومت کرنے کا نظام نافذ العمل ہو۔ جہاں مجدد الف ثانی کا لباس ابوالفضل و فرخی کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ یزید کی مدحتیں حسینؓ کے نوحے قرار دیئے جا رہے ہوں۔ جس معاشرہ کے "عزیز" کا عمل معاشرہ کے آزار بندوں کی گرہ کشائی تک محدود ہو جائے۔ قانون ساز عوامی نمائندوں کا وجود فقط کورم پورا رکھنے کے لئے استعمال ہو رہا ہو۔ ارکان کا کلی عمل یہ ہو کہ زلیخا کے دستر خوان کے گرد بیٹھے انگلیاں کاٹ رہے ہوں۔ حاکم وقت محو خوابِ خرگوش، موٹی گائیوں کے پتلی گائیوں کھانے کا تماشا دیکھ رہا ہو۔ تالیاں بجا رہا ہو کہ اسی کو نج کاری کہتے ہیں۔ اسمبلیوں کے اجلاس فقط واک آؤٹ کے مظاہروں کے لئے مخصوص ہو گئے ہوں۔ "رقم شدہ" کاروائی پر حذف شدہ کاروائی کی اضافت طاری ہو۔ معاشرہ جس میں آمد و خرچ کا حاصل یا بھوک و افلاس و تنگ دستی ہو یا بدکاری و بداعمالی و جرائم سازی اضافت طاری ہو۔ معاشرہ میں آمد و خرچ کا حاصل یا بھوک و افلاس و تنگ دستی ہو یا بدکاری و بداعمالی و جرائم سازی۔ معاشرہ جہاں گوشت کی ایک بوٹی یک پکا کر چھ سات روپے کی پڑ رہی ہو۔ معاشرہ جو سکڑ کر چند خاندانوں کا صدقہ بن کر رہ گیا ہو۔ جہاں مہنگائی وزرائے اعلیٰ و اعظم کی گرانی کے شب و روز ماتم میں خون کے آنسو بہا رہی ہوں اور ان عہدہ داروں کے فرمان روا ہوں کہ یہ وہی آنسو ہیں جو حضرت یعقوبؑ نے فرقت یوسفؑ میں بہائے تھے۔ جونہی ہمارا لبادہ ان کی آنکھوں سے مس ہو گا، بینائی ہی کیا، توانائی بھی لوٹ آئے گی۔ پوچھیں اس مہنگائی

Marfat.com

کا سبب کیا ہے۔ فرمان ہوتا ہے' بچوں کی زیادتی' علاج' بچوں کی پیدائش پر پابندی' اور جو پیدا ہو چکے ہیں انہیں بھوکوں مار دینا۔ معاشرہ جہاں فوج کلین اپ کر رہی ہو۔ اور سیاست فوج کے مطلوب سے مذاکرات و معاہدات میں مصروف ہو۔ معاشرہ جس میں کربلا کے ۷۲ کی بجائے ۲۷ بڑوں کے جرائم کے ذکر سرِفہرست محفل آرائی ہو۔ جہاں سابق فوجی سربراہ ریاست کے سربراہ اور متعدد صف اول کے فوجی عہدہ داروں کی سانحاتی موت کے ذمہ دار قرار دیئے جا رہے ہوں۔ حساس اداروں کے خفیہ محکموں کے سربراہ اور دیگر عہدہ دار زیرِ الزام ہوں۔ معاشرہ جس کے دین اسلام کے نام نہاد فرزندوں نے انسان ساختہ آئین و نظمِ ریاست کو شرع الٰہی پر ازراہِ قانون بالا دست قرار دے دیا ہو جن کے عمل سیاست نے "ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے" کے نظریۂ اسلام مفکر پاکستان کی اس انداز سے نفی کی ہو کہ عراق کویت نام نہاد جنگ کے بعد اسلامی دنیا کے ایک ہونے کے تصور ہی معدوم ہو گیا ہو۔ اسلامی ممالک کے بلاک نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی ہو۔ جس سرزمین سے کرۂ ارض پر کسی انسانی طاقت کی سپر حاکمیت کے خلاف کرہ ارض پر فقط اللہ ہی کی حاکمیت اور اس کی خلافت کی آواز بلند ہونا چاہیے تھی۔ وہاں سے نئے عالمی نظام کی بھٹیوں کا دھواں اٹھنے لگا۔ اسلامی اخوت و مساوات' میثاق مدینہ اور خطبہ حجتہ الوداع کے اصولوں کے مطابق زندگیاں ڈھالنے کی بجائے قومیت' لسانیت' صوبائیت' فرقہ بندی کے انفاق کی بھٹیاں دکھائی جانے لگی ہوں۔ یوں کہ سیاست دان سیاست کے میاں چنوں ہو کر رہ گئے ہوں۔ پاکستان کی خالق ہونے کا دعویٰ کرنے والی مسلم لیگ نے پاکستان کے قیام کے مہاتمائی مخالفوں کے وارثوں اور پیروکاروں سے گٹھ جوڑ کر لیا ہو اور وہ بھی حکومت سازی میں۔ یوں جیسے خالق نے خافض کا روپ دھار لیا ہو جہاں لوگ شریف حکمرانی بھی ہوں اور مزید تقسیم و تحریف پاکستان کے موردِ الزام بھی جہاں کے سیاست کاروں پر دہشت گردی کا الزام ہو۔ کلیدی عہدوں پر متمکن افراد دشمن کے ایجنٹ قرار دیئے جا رہے ہوں۔ جہاں قومی نمائندوں کی اہلیتوں سے متعلق آئینی ضمنات سے مسلسل چشم پوشی کی جا رہی ہو۔ جہاں عہدہ طلبی و مہم جوئی کا عمل جاری و ساری ہو اور بمصداق حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقط خائن اس عمل میں حاصل ہوں۔ جہاں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ

Marfat.com

مترادف معاشی نظام کو دوام عطا کیا جا رہا ہو۔ جہاں سود کے متقابل نظام کی بجائے سود کا متبادل نظام طلب کیا جا رہا ہو۔ جو معاشرہ قولاً" فعلاً" اپنی نظریاتی عمارت کو منہدم کرنے میں مصروف ہو۔ اس معاشرہ کی ضیا پاشیوں کی شہادت ڈھونڈھیں نکلیں بھی تو کہاں پائیں گے۔ جس معاشرہ نے خود اپنی تقریر میں معدومیت تحریر کرلی ہو۔ دن رات لوہا تپایا اور ہتھوڑا چلایا جا رہا ہو۔ اس کے لئے دعا بھی بار آور ہو تو کیونکر ہو۔ جس کی جنگ بھی زیرِ الزام بغاوت ہو۔ اس کے لئے استحکام کہاں سے ڈھونڈ لائیں۔ کہاں **انا الیہ راجعون** کا دعویٰ اور کہاں اینگلو سیکسن فقہ پر استوار کئے ہوئے آئین و قوانین کی اطاعت' کہاں یہ دعویٰ کہ یہ کتاب لاریب مکمل ضابطۂ حیات ہے اور کہاں اس میں ریب پیدا کرنے اور اسے غیر مکمل جاننے کا آئینی نظام۔ کہاں رضیت لکم اسلاما" دینا" اور کہاں افرنگ ساختہ لادین پارلیمانی نظام۔ کہاں یہ دعویٰ کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ اور کہاں یہ عمل سیاست و حکومت کہ قدم قدم پر الہ نصب ہوں۔ نہیں! کہاں یہ پارلیمانی روایت کہ فلاں قانون فلاں قانون ساز کا تجویز کردہ اور فلاں سیاسی پارٹی کا نافذ شدہ ہے اور کہاں گلی گلی کوچہ کوچہ' قریہ قریہ' گاؤں گاؤں یہ تختیاں کہ یہ نالیاں فلاں قانون ساز نے بنوائی ہیں۔ گلیوں کی یہ سولنگ فلاں قانون ساز کی مرہونِ احسان ہے۔ ان گلیوں میں قومی فکر' قومی نظریات' قومی سیاست کیوں کر زیرِ فرش دب گئی ہوگی۔ کہاں کہاں نوشتۂ دیوار مٹا دیا گیا ہوگا۔ اس طرف کسی کا دھیان نہیں اٹھتا' ہر کسی کو سابقہ انتخاب میں صرف شدہ سرمایہ پورا کرنے اور آئندہ انتخاب کے لئے سرمایہ اکٹھا کرنے کی فکر متعدی امراض کی طرح لاحق ہے۔ سیاست بظاہر پجارو پر سوار ہے۔ اصلاً" سیاست پر پجارو سوار ہے جیسے شادی کے روز بظاہر دولہا گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور دراصل دولہا پر گھوڑا سوار ہوتا ہے۔ سنتے تھے کہ اب شرافت کی سیاست ہوگی۔ ہوا یہ کہ اسمبلیوں کی ہارس ٹریڈنگ پر ہارس پاور نے تسلط حاصل کرلیا۔ چنانچہ آج کی سیاست میں جو سب سے بڑھ کر موردِ الزام ہو' اسے سربراہِ حکومت کہتے ہیں اور جو سب سے زیادہ دشنام طراز ہو' وہ حزبِ اختلاف کا سربراہ یعنی آئندہ کا وزیرِ اعظم کہلاتا ہے۔ کاش کہیں یہ احساس بیدار ہو کہ اس معاشرہ پر دورِ سزا وارد ہے اور وقت سیاسیات کا نہیں' توبہ کا متقاضی ہے الیہ راجعون کا لا الہ الا اللہ کا متقاضی ہے۔ مگر ہر چند کہ لا الہ الا اللہ بنیادِ دین و آئین اسلام

Marfat.com

ہے۔ ہم بنیاد پرست نہیں۔ ہمارا سیاسی مسلک بے بنیادی ہے۔ ہم خود ایک الٰہ ہیں اور اس کے باوجود نفاذ نظامِ اسلام کے طرہ بردار ہیں۔ اور درپردہ کوشاں ہیں کہ آٹھویں ترمیم اناللہ قرار پا جائے تاکہ ہماری لادین سکون کا سانس لے۔ تازہ دم ہو سکے۔ گویا ہر طرف "ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ" کا سماں ہے۔ ہر سیاسی افتراق اتحاد کناں ہے۔ اسلامی اتحاد نشہ ہو چکا۔ ہونا ہی تھا کہ نافہمیوں اور خوش فہمیوں نے دینِ اسلام یعنی فقط اللہ ہی کی حاکمیت اور جمہوریت یعنی بندوں کی حاکمیت کی شرکتوں کا بیڑا اٹھایا تھا۔ جو بیٹا کم تھا اور وہ بیٹا زیادہ جسے صرف غرق ہو جانے کی لت ہو۔ کون نہیں جانتا کہ اللہ کے ساتھ شرک حاکمیت ناقابل معافی ہیں ناقابل معذرت گناہ بھی ہے۔ اس کا موثر علاج کیا ہے۔ آج کے سربراہِ ریاست کا ایک مثبت عمل۔ مگر کون جانے' ان کے اداروں میں اپنی ذات ہے۔ یا ملک و قوم دینِ اسلام کا مستقبل۔ کچھ جانیں تو کچھ کہیں۔

۳۱ مئی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"تخریبِ آئین کی داستانِ مختصر"

اس ملک کی بقا کا' تعمیری سیاست کا' قومی شعور کا' آئین کی عملداری کا' پختگی فکر کا' معاشرتی ہم آہنگی کا سب سے بڑا اور تازہ ترین دشمن وہ نظام' وہ طرزِ سیاست ہے جس نے سرمایہ کو معیار اہلیت نمائندگی بنا دیا ہے۔ سیاست کو تجارت آلود کر دیا ہے۔ جس نے کبھی پانچ نکاتی پروگرام' کبھی پیپلز ورکس اور کبھی تعمیرِ وطن کے پردوں میں قانون سازوں کو' کہیں کمیشن خور اور کہیں نالیوں' سڑکوں اور گلیوں کا بلاواسطہ یا بالواسطہ ٹھیکیدار بنا دیا ہے۔ قانون اور پالیسی سازوں کو قومی سیاست سے کنارہ کش کر کے بلدیاتی کونسلروں کی طرح بد زبان لاہوری "موری مسجد" بنا دیا ہے۔ سیاسی گودام بین القوامی اور قومی مسائل سے لد گئے ہیں چنانچہ دانشِ حکمرانی مفقود ہوئی۔ اور حرص فراوانی دولت کھل کھیلی۔ ایک دشمن وہ بھی ہے جس نے مروجہ آئین میں صدارتی نظام کی انتظامیہ اور پارلیمانی نظام کی مقننہ گھسیڑ دی۔ عدلیہ کو کہیں شرعی اور کہیں غیر شرعی بنا دیا۔ چنانچہ جرائم بڑھنے اور قوانین کالعدم ہونے لگے۔ تضادات نے قانون سے دانش چھین لی اور اس کے ہاتھ میں کوڑا تھما دیا۔ قوانینِ حدود کا وہ حال ہوا کہ تعزیر بلبلا اٹھی۔ جس کسی نے یہ صورتِ احوال تصنیف کی اس سے بڑا آئین کا نافرمانبردار کون ہو گا۔ شرح کی بے اعتنائی کا ماتم تو دین اسلام نے برپا کرنا ہی تھا' تاریخ انگشت بدنداں ہے کہ یہ کیسی جمہوریت ہے کہ انتظامیہ نے مقننہ کو گود لے لیا ہے اور مقننہ نے شمعِ عدل یہ کہہ کر بجھا دی ہے کہ لکھتے ہیں' انصاف اندھا ہوتا ہے لہٰذا لازم ہے کہ واقعات روز روشن میں تو ہوں مگر روشن نہ ہوں۔ اتنا اندھیر ہو کہ دیکھا بھی نہ جا سکے کہ ظالم کدھر ہے اور مظلوم کہاں ہے۔ انصاف کی لاٹھی یوں گھوم جائے کہ ایک دنیا چلا اٹھے۔ لاٹھی والے بھینس تیری ہی ہے۔ دودھ دے تو بھی' نہ دے تو بھی۔ اور لاٹھی کھڑاک رہی ہو کہ اگرچہ

Marfat.com

انصاف کے ہاتھ میں ہوں مگر ہوں تو انتظامیہ کی۔ اگر ایسا نہ بھی ہو سکے تو انتظامیہ اور عدلیہ میں یوں کشمکش برپا کر دی جائے کہ انصاف کشمش کے دانے کا سا ہو کر رہ جائے۔ تاریخ نے وہ وقت بھی دیکھا جب ۱۹۴۷ سے ۱۹۵۶ تک آئین نہ دینے کی روش اس لئے اختیار کی گئی کہ قائدِ اعظم اور ان کے صفِ اول کے ساتھی دنیا سے منہ موڑ جائیں تو مطلوبہ کاروائی کریں کہ ان کی زندگی میں افرنگ لادین کی تربیت یافتہ بیوروکریسی کے لئے افرنگی طبقے کا آئین لانا ممکن نہ تھا۔ کون نہیں جانتا کہ ۱۹۵۶ کے آئین کے اصل مصنف بیوروکریسی کے سرگروہ تھے۔ اس لئے اس آئین میں حکمِ حاکماں مرگِ مفاجات کا تاثر زیادہ تھا اور عوام کی تمناؤں کی آئینہ داری بہت دھندلی تھی۔ سیاست نے بہتیرا زور لگایا مگر اس کے چہرہ کی دھندلاہٹ نہ گئی۔ بالآخر نشۂ اقتدار میں دھت ایک شب و روز کے میخوار نے اس آئین کو منسوخ کر دیا۔ چند سال بعد جب ۱۹۶۲ کا آئین مسلط ہوا تو اس میں عوام کی بہی خواہی کا دور دور تک نشان تک نہیں تھا۔ کہیں سکندر مرزا دبکا بیٹھا تھا تو کہیں متحد ہو کر پاکستان کو منتشر کرنے کی قسم کھائے ہوئے چند خود غرض و کوتاہ بین جنہیں عنکریت و آمریت کی نوازشوں نے سیاست دان مشہور کر دیا تھا۔ سول عسکری اقتدار میں غریبوں کو بہلانے کے لئے تھوڑا سا حصہ دینِ اسلام کا بھی رکھ لیا گیا۔ دین و لادینیت کے اس مکروہ امتزاج نے اپنی آستین میں لاتعداد جھینگریاں لئے۔ چنگیزیت نے مراد پالی۔ اور اپنے نئے صدارتی نظام میں لاتعداد درندے در آئے۔ عقبیٰ نے دنیا اپنا لی۔ لافنا نے فنا کا لبادہ اوڑھ لیا اور معاشرہ خود کو یٰسین سنانے لگ پڑا۔ ۱۹۶۲ کا آئین منسوخ ہوا تو لڑکھڑاتا ہوا مارشل لاء نافذ ہو گیا۔ مستیاں بدمستیوں کی دلدادہ ہو گئیں اور ایک دن ایسا آیا کہ نصف پاکستان سیاسی رقابتوں کی نذر چڑھ گیا۔ نظریۂ پاکستان کے مقبرہ کے لئے مناسب جگہ تلاش کی جانے لگی۔ دین پر لادینیت مزید حاوی ہو گئی۔ دینِ اسلام کو بھی قدیم اور جدید میں تقسیم کرنے کی مہم شروع ہو گئی۔ بندوں کی حاکمیت میں اللہ کی حاکمیت کی تلاش کی جانے لگی۔ کبھی یہ کہہ کر کہ دینِ اسلام کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو گی۔ کبھی یہ کہہ کر کہ قانون سازی دینِ اسلام کے مطابق ہو گی مگر کبھی یہ نہ کہہ کر کہ اس ریاست میں فقط احکامِ الٰہی کی پابندی ہو گی۔ اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ نہ ہو گا۔ دینِ اسلام کا ایک

Marfat.com

مکمل و لاریب' ناقابلِ ترمیم و تنسیخ ضابطۂ حیات ہے' عوام الناس کے اعتقاد کو افرنگی لادینیت کے پالنے میں الٹ لٹا کر قسم قسم کی لوریوں سے بہلایا جانے لگا۔ اس شرکتِ حق و باطل نے لوگوں سے ان کا شعور چھین لیا اور معاشرہ ذہنی آلائشوں کے مہلک امراض میں گرفتار ہو کر زندگی کی ہر روش پر بداعمالیوں کو یوں پھیلانے لگ گیا کہ انفرادی اخلاق کی نبضیں ڈوب ڈوب گئیں۔ انسان اپنی فکر میں اپنے عمل میں اتنا تنہا ہو گیا جیسے آبادیوں کا نہیں غاروں کا ساکن ہو۔ یہ صورتِ حال اپنے کمال کو پہنچی تو ۱۹۷۳ کا آئین کاغذی قلمرو کی صورت میں نمودار ہوا۔ اس آئین کو پہلے اس کا مصنف کھا گیا۔ پھر یہ آئین اپنے مصنف کو کھا گیا۔ ۱۹۷۳ کے آئین کو سول چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹو' صدرِ پاکستان اور حالیہ وزیرِاعظم سے چھین کر ان ہی ایک سپہ سالار نے اپنی بغل میں دبا لیا۔ جو کئی سال تک اس آئین پر تسبیح پڑھتا رہا۔ اسے بے دم کرنے کے لئے دم کرواتا رہا۔ بغل سے باہر نکالا تو اس آئین کے آٹھویں ترمیم کی وجہ سے پاؤں بھاری تھے۔ اس میں صدارتی اور پارلیمانی نظام گتھم گتھا ہو چکے تھے۔ اسلام اور جمہوریت کے لب بہ لب' سینہ بہ سینہ ہونے کا اہتمام ہو چکا تھا۔ اسلام غصے میں سرہانے بدل رہا تھا اور جمہوریت روٹھی روٹھی' چادر میں منہ لپیٹے بڑبڑاتی گالیاں دے رہی تھی۔ اسلام کہہ رہا تھا۔ بڑی بی! سنتی ہو۔ عورت حکمران نہیں ہو سکتی۔ اور جمہوریت طعنہ زن تھی' مجھے کوئی لونڈی بنا کر بھی نہیں رکھ سکتا۔ تمام امدادیں بند کروا دوں گی۔ کچھ عدالتیں شرع کو نافذ کر رہی تھیں اور کچھ اسی قانون کو ناقص کرنے میں مصروف تھے۔ آئین کے ہر ضمن سے لا الٰہ الا اللہ کی بجائے الا ماشا اللہ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یوں معلوم ہونے لگا جیسے کوئی پابندِ شرع عالمِ دین ریش پر خوشبو اور گلے میں "بو" لگائے' ٹیڑھی ٹوپی پہنے' پتلون کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے منتیں کر رہا ہو کہ مجھے اتنا تو بتا دو۔ میری حاجت کیسے رفع ہو گی۔ کون کرے گا اور کیسے کرے گا۔ اسی کشمکش میں دیکھتے ہی دیکھتے دو انتخاب سرزد ہو گئے۔ اسلامی جمہوری آئین یوں کھل کھیلا کہ سینٹ کے صدارتی اور قومی اسمبلی کے وزیراعظمی کھلاڑی جدھر بھی ہانکے گئے' ادھر ہی کھیل گئے۔ جب چاہا ایوانوں میں میلہ لگا لیا۔ جب چاہا اسے اکھاڑہ ٹھہرا دیا۔ ایک طرف کی تدبیریں معمر ہو گئیں تو دوسری طرف کا سیاسی بچپنا' ڈپلومیٹک جوانی کا استقبال کرنے اور "اب تو میں جوان ہوں" گنگنانے لگا۔

Marfat.com

سیاست کی تجارت نے ایوانِ صدر سے "ہارس ٹریڈر" کا لقب پایا۔ دونوں اطراف کے گھوڑے سج سجا کر ناچنے اور عوام کے تگنی کا ناچ نچوانے لگے۔ سرکار کے افسر مقننہ کے ارکان کے سائیس بنے گئے۔ تقرریاں' تعیناتیاں' تبدیلیاں' ترقیاں فروخت ہونے لگیں۔ ہر ذریعہ روزگار سیاسی ہو گیا۔ ہر رکن انتظامی بن گیا۔ انتخابی عمل ناکارہ ہو گیا۔ ارکان کو ساتھ ملائے رکھنے کا جو ہنگامی طریقہ سابقہ حکومت نے غیر سیاسی جماعی انتخاب کے بعد ایجاد کیا' وہ قاعدہ حکمرانی اور رسم زمانہ بن گیا۔ انتخاب بغیر کسی منشور کے لڑے جانے لگے۔ سیاسی فکر کی بجائے بجلی کے کھمبوں' سڑکوں کے پتھروں اور نالیوں کی اینٹوں کو ووٹ دیئے جانے لگے۔ کیا اسلام بھی کچھ اتنے سستے داموں بکا' کہ بات بے دام کی غلامی سے بھی کہیں آگے بڑھ گئی۔ صوبوں کی انتظامی تقسیم سیاست و افکار کی تقسیم بن گئی۔ وحدتِ ملت کا تصور قارون و ہامان و فرعون کے بہائے ہوئے دریا میں ڈوب گیا۔ تمام تر کاروبار سیاست مجسم کاروبار ہو کر رہ گیا۔ سیاست منشور دیکھنے کی بجائے اپنے ہی کھاتے دیکھنے لگ پڑی۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کی بجائے جس کے دام اسی کی بھینس کا زمانہ آ لگا۔ اس افراتفری میں اسلام نے منہ لپیٹ لیا اور جمہوریت برہنہ ہو گئی۔ پہلے سیاسی چہل ہوئے۔ پھر یہاں چہل قدمی ہوئی اور اب بات عملی احتجاج اور لانگ مارچ تک جا پہنچی ہے۔ مطالبہ ہو رہا ہے کہ الیکشن دوبارہ ہوں۔ یہ کوئی نہیں سوچ رہا کہ پہلے دوبارہ ہوئے تھے تو کون سی تعمیر عود کر آئی تھی۔ اب دوبارہ ہوں گے تو کیا تبدیلی آئے گی۔ جب تک موجودہ نظام قائم ہے۔ کوئی تبدیلی آ ہی کیوں کر سکتی ہے۔ قصاب بدل دینے سے بھیڑوں کی جان تو محفوظ نہیں ہو جاتی۔ جب ہانک ہی غیر چرواہے لگا رہے ہوں تو ریوڑ کیوں کر اپنی راہ چلیں گے۔ بس پہلے جو رکنیت لاکھوں کی تھی' اب کروڑوں کی ہو جائے گی۔ تحصیلداریاں' تھانے داریاں' اور دیگر طرح طرح کی چھوٹی بڑی افسریاں صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے نام کر دی جائیں گی۔ عام فارغ التحصیل کو فارغ رکھا جائے گا۔ عام طالبِ علم کو علم سے فارغ کر دیا جائے گا۔ چوریوں' ڈاکوں' راہ زنیوں' تاوانوں کے نت نئے طریقے ایجاد ہوں گے۔ فوری انصاف کے علاوہ یکدم انصاف بھی بول بالا ہو گا۔ قانون کو جامہ اور سزاؤں کو متحرک کر دیا جائے گا۔ منشیات کا کاروبار شرف انسان ہو گا۔ ابھی تک تو فقط قانون اور آئین انگریزی زبان میں ہے۔ بس چلا تو

Marfat.com

صلوۃ بھی انگریزی میں ادا کرنے کا قانون نافذ کر دیا جائے گا۔ طبقاتی نظام تعلیم مزید ترقی کر جائے گا۔ حاکموں کی زبان محکوموں کی سمجھ میں اور رعایا کی زبان راعی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ حاکمانِ وقت کو بول کر نہیں اشاروں سے سمجھانا پڑے گا' جو کوئی کان کو ہاتھ لگائے گا' حاکم سمجھے گا۔ کان کٹوائے جانے کی استدعا کر رہا ہے۔ جس کی انگلی حیرت سے ہونٹوں پر آ گئی' اس کے لبوں کی خیر نہیں ہو گی۔ ادھر یہ ناک پر گئی ادھر ناک کٹی۔ ابھی تو لانگ مارچ کی ہما ہمی ہے۔ انتخاب ہوا تو گھما گھمی دیکھنا۔ ادھر انتخاب کا مطالبہ ہو رہا ہے' ادھر سے جواب ہے۔ نامرادو! دو ٹکے کی نوکری کے لئے مرے جا رہے ہو۔ دیکھتے نہیں ہمارا لاکھوں کا سامان برباد ہو رہا ہے۔ ہمیں جو ہرا ہی ہرا نظر آ رہا ہے۔ تمہیں جو کانٹے ہی کانٹے چبھ رہے ہیں۔ یہ اپنا اپنا مقدر ہے۔ ہر چند کہ جس نے ہمارا مقدر بنایا ہے۔ وہی تمہارا مقدر بھی بنائے گا۔ تاہم اسلامی دنیا کو تہس نہس کرنے اور ان کے تمام وسائل پر اپنے مقدر نویسوں کو اجارہ دار بنوانے میں جو کام ہم نے کیا ہے۔ وہ ہماری جمہوری ممالک کی انجمن کی تجویز سے کہیں زیادہ سود مند ہے۔ ہمارا مقدر نویس ہمارے ہم وطنوں کی طرح بھولا بھالا نہیں۔ وہاں کے دانشور ہمارے نافذ کئے ہوئے شریعت ایکٹ کے خمیر اور مافی الضمیر سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ الفاظ کے ہیر پھیر سے ہم نے شریعت سے ہیرا پھیری کر کے اپنے ذمہ لگایا ہوا فرض جس خوش اسلوبی سے نبھایا ہے' وہ بے بہا انعامات کا حق دار ہے۔ مانا کہ پاکستان اگر جمہوری ممالک کی انجمن کا رکن بن جائے تو اسلامی بلاک سے نکل جائے گا اور یوں دو قومی نظریہ از خود دفن ہو جائے گا۔ لیکن یہ کام ہم بھی تو سرانجام دے سکتے ہیں۔ تمہاری ہتھیلی میں خارش کیوں ہونے لگی ہے۔ ہاں البتہ آٹھویں ترمیم کو ہم آئین کی دہلیز تک تو لا سکتے ہیں۔ اسے آئین سے نکالنا ہمارے لئے آسان نہیں ہو گا۔ اگرچہ ہم نئے دینِ الٰہی کے موجد ہیں۔ اسلام کو پچھاڑ بھی چکے مگر صدر کے اختیارات پر ضرب لگاتے ہوئے ہمارے ہاتھ بندھے سے محسوس ہوتے ہیں۔ وہ تو کھانس بھی دے تو ہمارا دم گھٹتا ہے۔ برس پڑا تو کیا کریں گے۔ پھر آٹھویں ترمیم کو ترمیم کے ذریعہ نکال باہر کرنے کی جو مطلوبہ اکثریت ہمیں میسر تھی' وہ نذرِ صدر ہو چکی۔ ہم نے کوئی ایک دفعہ بھی قدم اٹھایا تو صدر ۴۸ دفعہ اٹھائے گا تم ابھی تو ہماری طرح سیاسی نوخیز ہی ہو۔ تمہیں سیاسی مقام تمہارا والد دے گیا۔ ہم نے یہ

Marfat.com

مرتبہ اپنے منہ بولے باپ کی وساطت سے حاصل کر لیا۔ نئے انتخابات جن کا مطالبہ اس شد و مد سے کیا جا رہا ہے۔ اگر ہو بھی گئے اور تمہیں اکثریت حاصل بھی ہو گئی تو قومی اسمبلی اور سینٹ کو یک سو کون کرے گا۔ قانون سازی تو ہو نہیں پائے گی البتہ پیپلز درکس ملینی لوگوں کے کام کا کام تمام ہو جائے گا اور کئی نئی ریفرنسیں تمہارا دامن تھامنے کے لئے بے قرار ہو جائیں گی۔ اس لئے آؤ ضد چھوڑیں' سمجھوتہ کر لیں۔ حکومت میں تو حصہ مل نہیں سکتا۔ کمیشن میں بولو' کیا لو گی۔ یہ ادھوری بات ہے کہ جمہوریت میں اپوزیشن بھی حاکمیت کا جزو ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں جو محرومِ اقتدار ہو ہے۔ وہ ماسوا حیات کے ہر شے سے محروم ہوتا ہے۔ جو مادر پدر آزاد نہ ہو' ہم اسے اقتدار نہیں گردانتے۔ لو! اور سنو' جنہیں ابھی تک ہمارے شریعت کے ساتھ حسن سلوک کی سمجھ نہیں آئی۔ وہ اسلامی محاذ والے بھی لانگ مارچ کی سوچ رہے ہیں۔ سیکولرازم کے نقار خانے میں ملوکیت کی طوطیاں بولیں گی تو بھی کون سنے گا۔ البتہ ظلِ خدا کو واپس خدا کے پاس پہنچانے کا بندوبست شاید ہو جائے یا کم از کم ایسے نئے ذرائع تلاش کر لئے جائیں کہ نئے عالمی نظام میں نیا اسلامی نظام پرورش پا سکے۔ اگر سرزمینِ مکہ و مدینہ کے وسائل پر غیروں کی اجارہ داری محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے وفا کا طریقہ ہے تو پھر یہ جہاں کیا چیز ہے' دونوں جہاں اس کے ہیں جس نے امریکہ سے وفا کی کہ فی الوقت کائنات میں دو ہی طاقتیں ہیں۔ زمین پر امریکہ اور خلاؤں میں خدا کی حاکمیت ہے۔ بات سمجھنے کی صرف یہ ہے کہ لادین جمہوریت کے دو کردار جو آج کی حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف میں بٹے ہوئے ہیں۔ آپس میں الجھتے اچھے نہیں لگتے۔ حزبِ اقتدار نظرِبد دور اتنی مفاہمت پسند ہے کہ اس نے قیامِ پاکستان کے ازلی مخالفوں اور نظریہ پاکستان کے منکروں کے ساتھ اشتراک کر لیا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی بغلوں میں ہاتھ دے رکھے ہیں۔ اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کو گدگداتے رہتے ہیں۔ ہم تو سیاست کو صوبوں میں بانٹ دیا ہے۔ ہر صوبے میں ہمارا ایک نہ ایک جام صادق۔ ہماری سیاست کو کوئی اور تو کیا' ہائی کورٹ بار کے دانشمند بھی نہیں سمجھ پائے۔ ہم کے جشنِ صد سالہ کی تقریب میں نہیں گئے۔ اولاً" تو اس لئے کہ اتنی بوڑھی تقریب جانے سے کیا فائدہ۔ ہماری فضاؤں میں تو ساٹھ سال کی عمر کا سرکاری اہل کار نہ رکھ

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ جو مزید دس بارہ سال میں ستر بہتر کا ہو جاتا ہے اور گھر میں رکھنے کا بھی نہیں رہتا۔ عدالتِ عالیہ کی دانش بھی اتنی ہی بوڑھی ہو گئی ہے۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس دور میں سربراہِ حکومت کو بلانا ہو تو مقالے نہیں پڑھا پڑھوایا کرتے۔ یہ پرانی رسمیں ہیں۔ ہم سے بار روم کے باہر فرش بندھوائے ہوتے۔ بجلی ٹیلیفون کے مزید کنکشن مانگے ہوتے۔ ہم فوراً" کھمبے بھجوا دیتے۔ پلاٹ مانگے ہوتے۔ الاٹمنٹوں کا تقاضا کیا ہوتا۔ بار روم کے اردگرد نالیاں بنوا لی ہوتیں۔ ہم ایسا فرش بندھوا دیتے کہ آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہ رہتی۔ جو قدم رکھتا' پھسل پھسل جاتا' اس سے بڑھ کر اور غیر دانشوری کی ہو گی کہ نہ ہم سے کوئی کام کا کام لیا' نہ گورنر کا کھانا کھا سکے۔ اس کا کیا کیا جائے کہ ہر سو حماقتیں سیاست کر رہی ہیں۔ طرفین نے مثبت سوچ کو پھٹکار رکھا ہے۔ اقتدار رہا تو بھی' اقتدار مل گیا تو بھی' ان حالات میں ملک و معاشرہ کا کیا ہو گا۔

یکم جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"جاؤں یا نہ جاؤں' نہ جاؤں کہ جاؤں میں"

حامل صدر با وقار' طالب عجز و انکسار' عدالتِ عظمیٰ نے اپنی عظمتوں سے بھی بالاتر' بقول عظمت بحال کردہ' اپنا تاریخی فیصلہ سنا دیا اور بگڑے ہوئے حالات کی چوٹیوں کی بلندیوں سے فتوے نعرہ زن ہوئے کہ ایک نئے محلول کی زود اثری نے تحلیل شدہ جمہوریت کا بول بالا کر دیا اور نئے عالمی نظام کے خواص کی حاکمیت بحال ہو گئی۔ پاکستان کے رقیب دانشمندوں کی سیاست نے پاکستانی سیاست کو دانش سے بے بہرہ تو کر ہی رکھا تھا حالیہ فتوؤں اور نعروں نے حب الوطنی' دور اندیشی و آگاہی کو وہ گور نشینی عطا کر دی کہ امریکہ سامراج اور یہودی سرمایہ کاران مرقدوں کو مقدس قرار دے کر قیامِ پاکستان کے مقاصد کا عرس منانے کے لئے اپنے جاہ و جلال کے میلے لگایا کریں گے اور پاکستان کی میلوں کی "شوکن" سیاست اپنے پاؤں میں گھنگھرو باندھ "نی میں کملی یار دی کملی" کی دھنوں پر اپنی بدحالی کو مزید کرنے کے لئے اپنے ہر واقف حال کے سرہانے اپنے ہر دشمن کے اشاروں پر بال بکھرائے حال کھیلا کرے گی۔ اس سے تو انکار نہیں ہو گا کہ فیصلہ عدالت نے سنایا ہے' تاریخ نے نہیں اور تاریخ نہ کسی کی خود نوشت ہوتی ہے نہ رعایا' نہ کسی کی پابندِ رضا' نہ ہی فیصلے صادر کرنے میں اس پر حالات نے کوئی عجلت سوار کر رکھی ہوتی ہے۔ پاکستانی سیاست تاریخ اور عدالتوں کے فیصلوں کے اختلاف سے بخوبی آگاہ ہے۔ جس ملک کے آئینی اداروں کے تعلقات وہی ہوں جو ۱۸- اپریل سے پیشتر پاکستان کے بیک وقت انتظامی سربراہ اور سربراہِ مملکت یعنی صدر اور کاروباری وزیر اعظم کے تھے اور رواں ایام میں ہیں یا وہی ہو جائیں جو دل برداشتگی نے فیصلہ کنندگان اور صدر کے درمیان استوار کئے ہیں یا مرکز اور صوبوں کے درمیان وہ تعلقات روابط ہوں جو آج کل وجود پذیر ہو چکے ہیں تو تاریخ کو ساز اٹھانے سے پہلے کئی بار سوچنا ہو گا کہ شادی کی دھنیں سازگار کروں یا ماتم کی۔ نگران حکومت نے قومی ہونے کے شوق میں یہ بھی نہ سوچا کہ ان

Marfat.com

دنوں کی بزم سیاست میں کہیں جام اقتدار ان تک اس لئے تو نہیں آ گیا کہ جلاوطن افرنگی ساقی نے شراب میں بہت کچھ ملا رکھا ہے اور ان کی دینِ فطرت کے خلاف امریکی سازشوں کی آلہ کاری کی سزا فطرت انعام کے روپ میں دینا چاہ رہی ہے جو گھر کے رہے نہ گھاٹ کے' تاریخ انہیں کہاں بسائے گی' کسی کی انفرادی یا اجتماعی بددیانتی جس اسمبلی کے تحلیل کئے جانے کا آئینی طور پر جائز جواز نہ رہے اس کے ان ارکان سے آئندہ دیانت داری کی توقع رکھنا جن کی بددیانتی و بداعمالی رسوائے زمانہ ہو چکی ہو اندھیروں سے چراغ مہیا کرنے کی امیدیں وابستہ کرنے کے مترادف ہے۔ جنابِ صدر سے سیاچینی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے نگران حکومت میں ان آزمودہ لوگوں کی شمولیت کروا دی جو عوام کی ہی نہیں سیاسی شعور کی نظروں میں بھی اس لئے گر چکے تھے کہ ان کی ریشہ دوانیوں اور پرکاریوں کے لگائے ہوئے زخم ابھی تک بھرے نہ تھے۔ گویا قوم جن عطاروں کے ہاتھوں متعدی امراض کا شکار ہوئی تھی' سیاست جن کی کارکردگیوں کے باعث "ایڈ" کے مرض میں مبتلا ہو چکی تھی۔ صدر نے ان ہی کو دوا مہیا کرنے کے لئے کہہ دیا اور ان عطائیوں نے یہ کہہ کر کہ چلو دوا میسر نہ ہوئی تو دارو سے کام چلا لیں گے۔ دوڑ کر' آنکھیں بند کر کے زمام کار حکومت تھام لی۔ چنانچہ نگران حکومت کے بعض وزرا کو حلف دیتے ہی صدر اپنے فیصلہ کا احترام ضائع کر بیٹھے حالانکہ زمام کار حکومت کا استعمال کسی طور بھی نگران وزیراعظم کے ہاتھ میں نہ تھا۔ ان کا اختیار صرف سیاسی منڈی کے گھوڑوں کی نگرانی تک محدود تھا اور وہ یہ جان کر کہ وہ تو فقط "کیئر ٹیکر" ہیں لہٰذا ان کا کام صرف ٹکے رہنا اور احتیاط کرنا ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے کہ مقولہ کے پیش نظر علاج سے پرہیز کرنا ہے۔ یہ گمران کن مفروضہ قائم کر کے انہوں نے بے مثال بے عملی اختیار کر لی اور وہ سیاست کے مزار کے مجاور بن مراقبہ میں چلے گئے اور نگرانی کی بجائے چلہ کاٹنے لگے۔ نہ رائے عامہ کو صدر کے فیصلہ کے حق میں ہموار کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا نہ ان سیاسی جماعتوں کو جو نگرانی میں ان کی معاون اور حصہ دار تھیں۔ یہ نصیحت یا وصیت کی کہ اور کچھ نہیں تو قریہ قریہ یوم نجات ہی منا ڈالو۔ کچھ جلسے کرو' لانگ مارچوں کے ماہر اور رسیا ہو۔ کوئی جلوس ہی نکالو۔

عوام الناس پر صدر کے حکم اور قومی اسمبلی تحلیل کرنے پر اپنے اصرار کی

Marfat.com

وجوہات ہی واضح کر دو' اپنی سیاست سے کہو' لوگوں سے ان کی زبان میں بات کرے' اپنی زبان میں نہیں۔ لوگ اگرچہ تیل بیچتے اور مسکا لگواتے ہیں مگر تمہاری سیاست کی پہلوی زبان نہیں جانتے۔ ہوا کیا کہ سبھی نامدھاری سیاست دان وزارتوں کے قلمدان سنبھال' ان کے قلم اپنی واسکٹوں اور اچکنوں میں سجا خالی قلمدانوں کی نگرانی پر یوں بیٹھ گئے جیسے مرغی کڑک ہو کر انڈوں پر بیٹھتی ہے۔ سیاست کے گھمنڈ نے نہ "آبزرویشنوں" کو "آبزرو" کیا۔ نہ ان کا سد باب آئین اور قانون سے تلاش کیا چنانچہ نہ صرف صدر مطعون ہونے لگے بلکہ تنہا رہ گئے اور پیران کلیائے آئین کی پیری بھی کچھ کام نہ آسکی۔ بالآخر نہ صرف ان کا حکم کالعدم قرار دیا گیا بلکہ آئین کے ایک ضمن کے ضیاء الحق پر سقوط ڈھاکہ سے بھی بڑھ کر جامع سقوط وارد ہو گیا اور سربراہِ مملکت و حکومت کی سربراہیوں پر سکتہ طاری ہو گیا اور صدر فضل الٰہی بن جانے کے خوف سے اس سوچ میں پڑ گئے کہ "جاؤں یا نہ جاؤں نہ جاؤں کہ جاؤں میں" مرکزی وزارتیں بحال ہو کے صوبائی حکومتوں کی بے حالی اور کمر شکنی پر کمربستہ ہو گئیں اور ہر رکنیت بھی اس سوچ میں غرق ہو گئی کہ دربارِ نواز شریف میں "جاؤں یا نہ جاؤں' نہ جاؤں کہ جاؤں میں" اگر ہر کسی پر واپس جانے کی دھن سوار ہو گئی تو تاریخ کا فیصلہ اس قومی سیاست کے متعلق کیا ہو گا اور جس مملکت میں صدر اور سیاست دانوں پر بیک وقت "جاؤں یا نہ جاؤں" کی کیفیت طاری ہو جائے اس کے مقدر میں تاریخ خاموشی سے کیا تحریر کر جائے گی۔ کاش اس سیاست نے جس کا ہر فرد بازاری قوم کی طرح اپنے آپ کو سپریم دانشمند اور سیاست کا "ڈائمنڈ" گھمنڈ کرتا ہے فطرت کو مجبور نہ کیا ہوتا کہ وہ اس کے مقدر میں وہ سب کچھ تحریر کرے جو ان دنوں ہو رہا ہے وہ حکومت کیا خاک نگرانی کرتی جس کے ارکان روزانہ علیحدہ ہو جانے یا بائیکاٹ کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ وہ صدر کیا صدارت کرے گا جس پر جانے والے باغبان بھی ناخوش ہیں اور آنے والے صیاد بھی' سیاست کی بلبل بھی نالاں ہے بلکہ کوے اور کرگس بھی' بحال شدہ اور قرار یافتہ مرکزی حکومت نے اب مجبوراً اپنے جسم و جان کی حفاظت کے مدنظر صوبائی حکومتوں کو توڑنا اور اپنے حواریوں کو اقتدار میں لانا اور بار بار صوبائی اسمبلیاں تڑوانا خود پر فرض کر لیا ہے۔ مرکزی مسلم لیگ متحارب گروپوں میں تقسیم ہے۔ عدالتی حکم سے برطرف شدہ نگران حکومت کے ارکان کو

Marfat.com

صدر کی کامل حمایت کا حاصل ہونا بعید از قیاس نہیں۔

ان حالات میں اگر سازش ہی سیاست نام پا جائے تو کون سا اچنبھا ہو گا جو ابھی سے واضح نہیں ہے۔ غالباً فطرت اتنی سی سزا سے مطمئن نہیں ہے جو باری باری سبھی کو مل چکی ہے۔ حالیہ حالات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ محاورہ فقط "نو دو گیارہ" ہونا ہی نہیں ہے دس اور ایک بھی گیارہ ہی ہوتے ہیں جو صدر کے فیصلے کو نو دو گیارہ کر سکتے ہیں۔ ایک ولی کا یہ فرمان کہ صدر اب مستعفی ہو جائیں کہ وہ اب نہ قابلِ معافی ہیں نہ قابلِ برداشت بھی خالی از علت نہیں ہے وہ تو اس انتظار میں ہیں جب وہ یہ فرما سکیں کہ اب پاکستان پاکستانیت سے مستعفی ہو چکا اسے دنیا کے نقشہ پر اپنے وجود سے بھی مستعفی ہو جانا چاہئے۔ معزول شدہ اقتدار کی واپسی اور برقراری نے جمہوریت کی سربلندی کے اتنے ڈھول بجائے ہیں کہ پوری قوم ذہنی طور پر اسلامی جمہوری نظام کی بجائے جمہوری نظام کی قائل ہو گئی ہے۔ اتنے بڑے ہنگامے میں دین اسلام کا نام کسی نے بھی نہیں لیا' حتیٰ کہ شاہ احمد نورانی نے بھی اپنی تمام خدمات جمہوریت کے استحکام کے لئے وقف کر دیں اور یوں نئے عالمی نظام کا اولین مقصد بار آور ہو گیا۔ نواز شریف ذہنی طور پر وہ بے نظیر ہو گئے جس کی نئے عالمی نظام سے پہلے ہی آنکھیں چار ہو چکی ہیں جن میں سے دو وہ ہمیشہ اپنے سیاسی اتحادیوں کے لئے ماتھے پر لگائے رکھتی ہیں۔ نگران حکومت کے سیاست دانوں کی کوتاہیاں اس لئے تو درگزر کی حق دار نہیں ہو جاتیں کہ ان دنوں گرمی بہت تھی اور پسینے سے میک اپ کے اتر جانے کا احتمال تھا' اختیار بھی حاصل ہو' مارے گرانی کے عوام بھی بے چین ہوں' بے روزگاری' "پی ایچ ڈی" کو "وائی سی ڈی" یعنی ییلو کیب ڈرائیور بنا چکی ہو تو نگران حکومت کے سیاسی لیڈروں کا رائے عامہ کو لوٹ کر لے جانا کوئی اتنا دشوار بھی نہیں تھا مگر ہر سو فکر و عمل پر وہ جمود طاری رہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ سبھی کچھ فقط دائیں اور اظہر سے نجات حاصل کرنے کے لئے تھا تو اعتبار سا آنے لگتا ہے۔ تاریخ سوچ رہی ہے کہ مصنوعی سانس پر زندہ رکھی گئی سابقہ نگران حکومت کے حالیہ مرقد کو مزار لکھوں کہ مزاری۔ تاریخی فیصلہ کے فوری اور آخری ردعمل میں بالاخر واقع ہونے والے تضاد کو فوری طور پر واضح کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ نگراں ذرا گراں ہو جائیں، گراں خوری سے پرہیز کریں اور ملک بھر میں چل پھر کر سیاست کریں۔ اگر ایسا نہیں

Marfat.com

کریں گے ' صرف سازش کریں گے اور جہاں سازش ہو رہی ہو گی اسی سرائے میں کرایہ پر کمرہ ڈھونڈتے رہیں گے تو یہ نگرانی بڑی گراں پڑے گی۔ اگر "کیر ٹیکروں" نے ابھی سے کیئر نہ کی۔

عدالت اور عوام کے فیصلوں میں تضاد پیدا کرنا تعمیری سیاست نہیں ہوتی اور کفن میں کیل لگانے سے پہلے یہ پوچھ لینا چاہئے کہ کسی آخری دیدار کے خواہاں کا انتظار تو نہیں۔ بالخصوص جب شہیدانِ سیاست سے یہ شہادت لینا مقصود ہو کہ اللہ کے سوا بھی اور بہت سے الہٰ ہیں۔ امریکہ ہے' برطانیہ ہے' جرمنی' جاپان اور فرانس ہیں۔ اہلِ یہود ہیں' ہنود ہیں' مارک ہیں' ین ہیں' پونڈ ہے' روبل ہیں' ہو سکتا ہے کہ دینار اور ریال بھی ہوں۔ ہم فقیروں کو دینِ اسلام یا نظریۂ پاکستان کے دشمنوں کے سوا کسی سے دشمنی نہیں۔ نہ نواز لیگ سے کوئی دوستی ہے' نہ کسی عوامی یا پیپلز پارٹی سے کوئی رقابت ہے۔ ہم جانتے ہیں دینِ اسلام کے معتقد افراد پر اگر کوئی انسان ساختہ آئین نافذ کر دیا جائے تو وہ ریاست اسلام نہیں رہتی۔ ہم آگاہ ہیں کہ اگر کسی مملکت کا آئین فکری تضادات کا مجموعہ بنا دیا جائے ایک دوسرے کی جان کے دشمن انسانوں کی فکر اور اغراض ایک ہی آئین میں سمو دی جائیں تو انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ کا یک سو و یک جہت رہنا تو کجا' کسی بھی شہری کا فکری لحہ پر سالم رہ جانا ممکن ہی نہیں رہتا۔ ضابطے انسانی فکر کو ضبط کرنے کے لئے نہیں ہوتے' یک سو و یک جہت کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ قلب و ذہن کا تضاد انسانی شعور کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ہمیں معلوم ہے آئینی فکر میں تضادات کس نے اور کیوں پیدا کئے' اس کے نتائج کیا ہوئے اور کیا ہوں گے مثلاً آئین کے ضمن ۵۸ میں بھی بھٹو اور ضیاء الحق کی فکریں گلو گیر ہیں۔ یہ جب بھی متحرک ہو گا ضیاء الحق اور جونیجو ہوں' غلام اسحاق اور نواز شریف ہوں' یا غلام اسحاق و بے نظیر ہوں' ہر کسی میں دو بدو شروع ہو جائے گی۔ کیا جونیجو ضیاء الحق کی دریافت نہیں تھے' نواز شریف کا اقتدار غلام اسحاق خان کا مرہون احسان نہیں تھا' بے نظیر غلام اسحاق خان کو صدر بنوانے میں شریک نہ تھیں۔ یہ آئینی تضادات ہی کا خاصہ ہے کہ آئین کے ہر ضمن کو پہلے اس کا مصنف کھا جاتا ہے پھر یہ ضمن اپنے مصنف کو ہڑپ جاتا ہے۔ لوگ "سکون صرف تغیر کو ہے زمانے میں" کو آئین سمجھ کر خاموش ہو جاتے ہیں جیسے مرنے والے کے لواحقین رو پیٹ کر صبر کر لیتے

Marfat.com

ہیں۔ آٹھویں ترمیم نہ تو کیا نواز شریف ۱۹۹۰ میں ہی اقتدار میں آ جاتے۔ یہ نہ ہوتی تو کیا ناصر و نصراللہ اسمبلی کو تحلیل کر کے قومی حکومت کے قیام کا بے نظیر مطالبہ کر پاتے اور بے نظیر آٹھویں ترمیم سے مفاد حاصل کر کے پھر اس کو ختم کرنے کا دعویٰ کرتیں۔ معلوم ہوتا ہے سیاست کا وہ تختہ ہی ٹوٹ گیا ہے جہاں پہلے عقل رہائش پذیر ہوتی تھی ورنہ یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ مخالف تاجروں کو خوش کر رہا ہو اور یہ زرعی ٹیکس لگانے کا اعلان کر کے ان کو ناراض کر لیں جو ان کے ساتھ ہیں۔ یہ وضاحت بھی نہیں کی کہ یہ زرعی ٹیکس ہر زراعت پیشہ پر لگے گا یا کوئی تخصیص بھی ہو گی۔ صدر کو تنہا کر کے کسی کی سیاست نے جو کمائی کی ہے وہ اگر صدر کے ساتھ صلح کر کے کسی دوسرے نے چھین لی یا اس کمائی کو صدر کو علیحدہ کرنے پر صرف کر دیا تو سیاست کون سی چادر سنبھالے گی۔ سر والی' کمر والی' یا موسم بہار میں رات کو اوپر لے کر سونے والی۔ برہنگی شامیانے لگانے سے نہیں لباس زیب تن کرنے سے چھپا کرتی ہے۔ اس کے لئے دیواریں نہیں اسارا کرتے' شلواریں سلوایا کرتے ہیں' وہ رقابتیں' مخاصمتیں' نفرتیں جو آئینی اداروں کے درمیان اور شخصیتوں کے مابین مشخص ہو گئی ہیں' اللہ کرے برباد ہو جائیں ان کے موجد یا تائب ہو جائیں یا نابود ہو جائیں۔ مرکزی حکومت صوبائی حکومتوں کے درپے نہ ہو اور صوبائی اہلکار بے مرکز نہ جائیں جو تثلیث گیارہ کی عظمتوں کے فیصلے سے از خود پیدا ہو گئی ہے' اس کے اضلاع پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے کہ مثلث کے زاویوں کو تنصیب کرتے ہوئے خط ہمیشہ مثلث کے مرکز میں ملا کرتے ہیں۔ آئین کے اداروں میں رقابت نہیں رشتہ' دوستی' محبت ایثار اور قربانی کا جذبہ ہونا چاہئے۔ اگر آئندہ کی سیاست نے اپنے فیصلے ان اصولوں پر پابندی سے نہ کروائے تو ہر کسی پر "جاؤں یا نہ جاؤں' نہ جاؤں کہ جاؤں میں" کی کیفیت طاری رہے گی حتیٰ کہ ریاست پاکستان پر بھی آج کا پاکستانی عجیب مخمصے میں ہے۔ عدالت کے فیصلہ کی عظمت پر خوش ہونے والوں کو دیکھتا ہے تو زور سے ہنس دیتا ہے۔ حالات و واقعات کی طرف دھیان جاتا ہے تو دھاڑیں مارنے لگتا ہے۔ جب بھی تاریخ نے فیصلہ لکھا تو کیا خبر نہ کوئی ہنسنے والا ہو' نہ رو دینے والا۔ کاش کوئی کھوج لگاتا کہ صدر اور وزیراعظم میں اختلاف کی اصل وجوہات کیا تھیں۔ امریکہ کس سے خوش اور کس سے بددل ہوا۔

(۲ جون ۱۹۹۳)

Marfat.com

"لو صُلح ہو چلی جنگ ہو کر"

سربراہانِ حزب ہائے اقتدار و اختلاف کی قومی اسمبلی کے فرش پر فضائی تقاریر پر یوم ۳۱ مئی جھوم جھوم گیا' باہم رضامند ہو کر مذاکرات کے لئے مل بیٹھنے کی پیشکش اور اس کو قبول کرنے کا یکایک اعلان ہر دو جانب کا موجودہ آئینی نظام کی اصلاح کی اتفاقی ضرورت پر اتفاق' سیاست میں غیر سیاسی مقاصد کے لئے بوڑوائی اداروں کی دخل اندازی پر کراہت کا اظہار سیاسی عبادتوں کا قبلہ نما درست کرنے کا تہیہ بڑا خوش آئند رویہ ہے۔ گویا عوام کو عیدِ قربان سے پہلے مختلف اداروں اور افراد کو بکرا بنتے ہوئے دیکھنے کے سانحات سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اگرچہ کسی کو خبر نہیں کہ بعد از عیدِ قربان کون ذبح ہو گا اور کس کو ثواب ملے گا' تاہم فی الحال عوام کو ہر دو قائدین کے قاعدہ درست کر لینے پر ان کا شکر گزار ہونا چاہئے اور امید رکھنی چاہئے کہ نئے عالمی نظام کے یہ امریکہ مہرے آئینی مثلث کے اضلاع کو مستقیم کرنے کے لئے خلوص نیت سے اپنی اپنی چالیں مثبت نتائج کے لئے چلیں گے۔ ہر دو کی تقاریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فریقین خاصے "مکڑے" ہیں اور اپنے منصب و فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔ جانتے ہیں کہ نظام جمہوریت میں بعد مشرقین و مغربین کے باوجود ہر دو احزاب کے قیام کے اصل اور معروضی مقاصد کیا کیا ہیں یعنی نظام جمہوریت میں حاکمیت حزب اقتدار کی نہیں پارلیمان کی ہوتی ہے۔ اقتدار محتاج اصلاح اور اپوزیشن اصلاح کنندہ ہوتی ہے' لہٰذا اب یہ کہنا کہ ہر دو صورت احوال کو اپنی کم علمی کی وجہ سے بدزیب کئے ہوئے تھے درست نہیں ہو اور تسلیم کرنا ہو گا کہ یہ احوال کم علمی و کج فہمی کے نہیں کم ظرفی کے پیدا کئے ہوئے تھے۔

خدا کا شکر واجب ہو گیا کہ فریقین کو اپنی اپنی سیاست کی کج روی کا احساس ہ

Marfat.com

اور سونتی ہوئی تلواریں ایک دوسرے کے تیز دھاروں کو چومنے لگیں' نہ معلوم ضمیر جاگ اٹھے' خمیر بدل گئے یا خوف سوار ہو گیا' کسی تیسرے کے خوف سے اور حالات کی پست روی کے باعث بغلیں جھانکتے ہوئے بغل گیری کا یہ منظریوں ہی نمودار نہیں ہو گیا' کوئی سبقت لازماً پردہ زنگاری میں پوشیدہ ہے۔ بہرحال فی الوقت تو ہر دو نے مثبت رویہ کا مظاہرہ کیا اگرچہ ابھی تک نہیں معلوم کہ اسٹاک ایکسچینج پر اس رویہ کے کیا اثرات مرتب ہوئے اور تجارتی جوا بازوں کو مزید منافع ہوا یا نقصان اٹھانا پڑا' تاہم باہمی گفت و شنید سے اختلافات رفع کرنے پر رضامند ہو جانا بڑی مثبت پیش قدمی ہے۔ ہماری سبز قدم سیاست نے اگر پس پردہ منفی اقدام نہ کئے تو آئندہ الیکشن میں "شیئرز" کا متوازن اتار چڑھاؤ قابل دید ہو گا اگر موسم پھر خراب نہ ہو گیا تو ظاہر ہے دائر شدہ ریفرنسوں اور دیگر مقدمات کی مزید پیروی نہ ہو گی جو کر گیا سو کر گیا' جو کھا گیا سو کھا گیا پر فیصلہ ہو جائے گا۔ تمام الزام کردہ بداعمالیوں' بددیانتوں اور ناکردہ کاریوں سے قطع نظر کر لیا جائے گا۔ ان کی تصدیق کروانے' انہیں جائز قرار دلوانے یا دیگر منفی سیاسی مقاصد کے لئے عدلیہ کو نہیں پکارا جائے گا اور نظام عدل سیاست میں مزید ملوث ہونے سے بچ جائے گا۔

حالات اس قدر بگڑ چکے تھے کہ ملک و قوم کی بدقسمتی نے دیکھا کہ عدلیہ نے صدر کے اس بنا پر اسمبلی تحلیل کرنے کے اقدام کو بلاجواز قرار دیا کہ کاروبار حکومت آئین کے مطابق رواں رکھنا ممکن نہیں رہا چنانچہ عدلیہ نے قومی اسمبلی بحال کر دی۔ بہت سے حال کھلنے لگے اور کچھ بے حال ہو گئے۔ پھر یکایک کرنا اختیار کی بے اختیاری کا یوں ہوا کہ صوبائی اسمبلیاں ٹوٹنا شروع ہو گئیں کہیں اس طرح جیسے لبریز پیالہ لبوں تک جاتے ہوئے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ جائے اور کبھی اس طرح جیسے کوئی غصہ میں آ کر خالی جام زمین پر یوں دے مارے کہ سارا میخانہ لرز جائے۔ شب پرست ہڑبڑاتے لڑکھڑاتے بیدار ہو کر خبر گیری کی بجائے خبردار کرنے لگیں' ادھر سے آواز آئے جام اقتدار میں نے پہلے چھوڑا تھا۔ ادھر سے دعویٰ بلند ہو ہرگز نہیں اسے تو میں نے توڑا تھا۔ ایک کہے تلچھٹ میری ہے' دوسرا پکارے شکستہ جام کے تمام ٹکڑے میرے ہاتھ میں ہیں' ایک کہے اس کے ہاتھ صاف نہیں ہیں' ان کا معائنہ کروا لو اور انصاف کر دو' دوسرا کہے میری مانو یوں صاف صاف کہہ ڈالو کہ سبھی کچھ صاف ہو جائے۔ ایک انداز فکر یہ بھی ہے کہ صوبائی اسمبلیاں

Marfat.com

جو باوجود قومی اسمبلی کے طلبگاروں کے شدید اصرار کے توڑی نہیں جا رہی تھیں' اس لئے یکایک توڑی جانے لگی ہیں تاکہ قومی اسمبلی کو ایک دفعہ پھر توڑنے کا جواز حاصل کیا جائے اور عرضی ڈالی جا سکے کہ عدالتی فیصلہ کے بعد پیدا ہونے والے حالات کے پیش نظر صد مملکت کا قول فیصل یہ ہے کہ حکومت آئین کے مطابق نہ چل سکتی ہے نہ قائم رکھی سکتی ہے۔ اس مفروضہ میں اتنی الجھنیں ہیں کہ سنوارنے لگو تو عام آئینی دھاگے ٹوٹ جائیں گے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک منصوبہ کے تحت دین اسلام کو پاکستان بدر کرنے اور قومی نظریہ کو قوم کے منہ پر دے مارنے کے بعد پاکستان کی سیاسی تقدیر کے عالمی کاتب اپنے آلہ کاروں کی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں کا اتفاق و اشتراک تحریر کر دیا ہو اور آ نواز شریف کی سیاست کو بے نظیر کی سیاست کی کن انکھیاں قبول ہیں تو کل غلام اسحاق آٹھویں ترمیم کی تنسیخ قبول ہو جائے اور آج کے سیاسی فریقین کو پھر غلام اسحاق ہی قبول کر لیں۔ اگر دونوں کی صلح جوئی ہو سکتی ہے تو تینوں کی کیوں نہیں ہو سکتی کہ ہر کسی نے ایک دوسرے سے بڑھ کر بھی اور اپنے مقدور سے بڑھ کر بھی نئے عالمی نظام آبیاری کی ہے اور ہر کسی کا حق ہے کہ بقدر جثہ اسے سایہ عاطفت مہیا کیا جائے۔ ر جوہری توانائی تو اسے "رول بیک" کرنے کی بجائے لپیٹ کر بھی تو رکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ پاکستانی جوہری توانائی کو جمہوری ممالک کی انجمن کا سرمایہ قرار دے جائے اور فتویٰ صادر کر دیا جائے کہ "ذمی کا مال لشکر مسلم پہ ہے حرام"۔ کیا تضاد فکر عمل ہے کہ صوبائی دارالخلافہ میں دن بھر عدالت عالیہ کا گھیراؤ ہوتا اور "پولیس جیا تصادم برپا رہا اور مرکزی دارالخلافہ میں دوستی کے ہاتھ بڑھتے اور مذاکرات کے درواز یوں کھلتے رہے جیسے ہدایت دی جا رہی ہو اب کوئی اندر سے کنڈی نہیں لگائے گا اور ج تک اس اس میل ملاپ کا سیاسی نتیجہ برآمد نہ ہو کنڈی باہر سے لگی رہے گی۔

معلوم ہوتا ہے جس طرح اسمبلیوں کی تحلیل کی تجویز کو ناکارہ کرنے کے قرارداد عدم اعتماد متحرک کر دی گئی' اسی طرح کسی خوفناک ہنگامی صورت حال کی بندی کے لئے صلح جوئی اور مذاکرات کا موقف اختیار کیا گیا ورنہ ارکان اسمبلی دریافت کر رہے تھے کہ قومی اسمبلی کا ہنگامی اجلاس کیوں بلایا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ ہدا

Marfat.com

صادر ہو چکی ہو کہ مل جل کر آئینی عارضہ کا علاج کیا جائے اور پھر عام انتخابات کا اعلان اس اہتمام کے ساتھ کیا جائے کہ "ہیڈ" بھی نئے عالمی استعمار کا ہو اور "ٹیل" بھی اسی کا ہو۔ پارلیمان کی عمارت کی پیشانی پر چاہے لا الٰہ الا اللہ لکھا رہے لیکن اندر سبھی الٰہ اس کے ہوں جس کی سپرپاوری کی توحید کی آج ساری دنیا قائل ہے ایسا مضبوط و مستحکم نظام برکار کیا جائے کہ سبھی اس نظام کے اپنے ہوں اللہ کا ایک بھی نہ ہو ایک عضو سے اسلام کا نام لے کر پاکستان سے دینِ اسلام کے انخلا کا کام لیا جا چکا ہے اب دوسرے عضو سے لادینی نظام کی استواری کا اہتمام کروایا جائے اگر واقعی صلح کروائی جا رہی ہے فی الواقع در پردہ کان نہیں پکڑوائے جا رہے۔ رشتہ تسبیح شیخ کی شکست کے لیے تسبیح نہیں پھیری جا رہی۔

واقعی "بندہ بن" جانے کے ارادے ہیں تو پاکستانی معاشرہ کو باوجود اس مہنگائی کے جس کے باعث عید پر رونا آتا رہا' وسائل گرانی کی چھری تلے بکروں کی طرح چلاتے اور قربانی دینے والے ممیاتے رہے۔ مبارک ہو اگرچہ خدشہ ہے کہ معاشرتی زندگی مزید ترش ہو جائے گی۔ سینہ چاکان سیاست سے سینہ چاکان معاشرت اگر آ ملے تو زندگی مزید رنگین قبا ہو جائے گی۔ خون اگرچہ سفید ہو جائے گا مگر داغ دینے سے باز نہیں آئے گا۔ بظاہر "بھائی بن اور بابا" کی حاکمیت ہو۔ چہرے روشن اور اندرون چنگیز سے تاریک تر ہوں گے' فرمان الٰہی کے مطابق اکثریت "ضالین" کی ہو گی اگرچہ ہر زبان پر الحمد اللہ' سبحان اللہ' جزاک اللہ ہو گا۔ پاکستان کے فرمان برداروں کے لیے نئے فرمان تحریر ہوں گے جن کے مجموعہ کو نئے سوشل آرڈر کے لقب سے موسوم کیا جائے گا۔ پاکستانی سیاست کے سکے کے آرڈر کے ایک طرف دہشت گرد تو دوسری جانب اطاعت گزار تحریر ہو گا۔ سیاست کے موٹر وے پر یک طرفہ ٹریفک رواں کیا جائے گا' دیو استبداد کے جبڑوں میں نیلم پری کے پر ہوں گے' سیاسی داڑھیوں کے بال سیاست کے گنج پر چپکا دیئے جائیں گے' سیاستدانوں کے خالی چیمبر افرنگی فکر کو کرایہ پر دے دیئے جائیں گے۔ دانش کے خالی پلاٹوں پر سیاست قبضہ گروپ قبضہ جما کر انہیں اپنے نام رجسٹری کروا لیں گے۔ نظریۂ پاکستان کے بیت المقدس کی چابیاں امریکی یہودیوں کے ذریعے اسرائیلیوں کے حوالے کر دی جائیں گی اور دنیا بھر میں اعلان کیا جائے گا۔ دیکھو یہ اصل سیکولرازم ہے کہ تعلیم

Marfat.com

قرآن کو تحریف تورات کے حوالے کر دیا جائے۔ روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تک جانے کے لئے کھودی گئی' نامکمل سرنگ یہودی دنیا اب پاکستان کے جاگیردار' سرمایہ دار' مزدوروں سے کھدوانا چاہتی ہے۔ یہ سرمایہ دار و جاگیردار چونکہ دین اسلام کے مال اور مالداروں کے متعلق احکام الٰہی سے بدکتے ہیں اس لئے اہل یہود کے کوہ کن بن جانے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں اور اگر کبھی شرم آنے بھی لگتی ہے تو جھڑک کر دور ہٹا دیتے ہیں۔ اگر آئین میں وہ فکری تضادات جو اسلام کو مذہب یا دین نامکمل قرار دینے کے لئے جان بوجھ کر پیدا کئے گئے۔

اگر اسلام ہمارا دین' جمہوریت ہماری سیاست اور مزدکیت ہماری معیشت رہی' طاقت کا سرچشمہ سیاست کی آوارہ مزاجی اور حاکمیت موجودہ نظام ہی کی رہی تو وقتی اور ہنگامی طور پر لاکھ صلح صفائی کی باتیں ہوں' دانش و شعور کا صفایا ہو کر رہے گا اور ہر صلح ایک نئے نفاق کا پیش خیمہ ہو گی جس معاشرہ کی سیاست اپنے ہی نظام عدل کی رقیب ہو جائے اور اس کے نام دھرنے لگے اسے محاصرے میں لے لے' اسے جانبدار قرار دے دے۔ جس ملک کی حکومت عدالتوں میں دروغ کو فروغ دینے لگے' اس کا مستقبل روشن رکھنے کے لئے چراغ کہاں کہاں سے لا کر کہاں جلانے ہوں گے۔ نہ اللہ بتائے گا نہ بندوں کی سمجھ میں آئے گا' جنگ کے بعد صلح ہو جائے تو ملاپ میں بڑا مزا آتا ہے مگر جنگ کے لئے صلح ہو جائے تو بدمزگی کی انتہا آلیا کرتی ہے' جھگڑا ہرگز کسی اصول کا نہیں تنازعہ فقط اقتدار کے حصول کا ہے۔ جب آئین سب سیاسی پارٹیوں کا متفقہ ہے تو پھر آج کا جھگڑا تو آئین میں مارشل لاء کی سموئی ہوئی آمریت کا آمروں کی تسلیم یا بحال کی ہوئی جمہوریت کا ہے۔ بہتر ہوتا اگر آمریت کے مختلف بہروپ آپس میں کتنے بھی دست بگریباں ہوتے' عدالتوں کو اس میں ملوث نہ کرتے لیکن صلح جوئی کے اول روز ہی سیاست عادل حضرات کی تقرری کے نظام پر طعنہ زن و گریاں کناں ہے جو نعرے عجیب و غریب عرف دے کر عدالتِ عالیہ کے احاطہ اور "مال" کی سڑک پر لگوائے گئے ان کو سن کر کوئی بھی محبِ وطن آبدیدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو مہم عدلیہ کے ارکان کے خلاف پمفلٹ بازی سے شروع ہوئی تھی' وہ برسرِعام نعرہ بازی اور گھیراؤ گیری تک تو آ پہنچی' سیاست کی تابکاری کو نہ معلوم اور کیا کچھ درکار ہے۔ جن سیاسی راہنماؤں کی شرافت کو اپنی حفاظت کے لئے

Marfat.com

کلاشنکوف بردار مجرم و ملزم بدکار و بدمعاش بطور حاجت روا درکار ہوں' جو اپنی وفاداریاں یوں بدلتے ہوں کہ اتنی جلدی اور اس طرح کوئی صاحب ظرف اپنا لباس بھی تبدیل نہیں کرتا جہاں "MONEY MAKESTHE MARE GO" کا کلیہ ہر ادارے نے اپنا رکھا ہو اور مقننہ کے ارکان اس نظام کے سب سے بڑے چودھری ہوں' وہاں محبت کے لئے بھی اور جنگ کے لئے بھی ہر کمینگی کا راہ نما ہو جانا لازم ہو جایا کرتا ہے۔ جن معاشرہ کی ضرورتیں راہنما ہو جائیں حتیٰ کہ عدالتی نظام بھی "LAW OF NECESSITY" کا قائد ہو جائے وہاں کی نہ جنگ جوئی تعمیری ہوتی ہے نہ صلح جوئی۔

دیکھیں بعد از عید قربانی اصول ہائے سیاست و حکمرانی گنبد نیلو فری کیا رنگ بدلتا ہے۔ ہم تو سوچ رہے ہیں کہ وزیراعظم کو کرائے کی گاڑیوں کا رنگ پیلا کیوں پسند آیا۔ کہیں کسی کی سیاست جوگ لینے کے لئے ٹیلے کی طرف تو روانہ نہیں ہونے لگی۔ ایسا تو نہیں کہ فضاؤں میں سیاست کے وارث یہ مصرعہ تحریر کرنے والے ہوں۔ "ہیر آکھدی جوگیا جھوٹ بولیں کون وچھڑے یار ملا نودا ای۔" کچھ بھی ہو ہر محب وطن دعاگو ہے کہ اصلاح کے لئے صلح اور تطہیر کے لئے مفاہمت ہو تمام آئینی ادارے صلوٰۃ جمہور کے لئے باوضو رہیں اور مل جل کر جمہوریت کا بھی وہی حال نہ کریں جو اسلامی جمہوری اتحاد کے ہاتھوں دین اسلام کا ہوا کہ دین انسان اللہ کے دین پر بالادست قرار پاگیا۔

۵ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ابھی حسن کے امتحاں اور بھی ہیں"

تاحال وزیراعظم اور صدرِ مملکت دونوں حالات کے زیرِ عتاب ہیں۔ معلوم ہوتا ہے غلام اسحاق خاں کو عمر بھر کی پرکاریوں کی جن میں سے اکثر کو شرارتیں اور چند ایک کو سازشیں بھی کہا جا سکتا ہے' آخری عمر میں مشترکہ سزا مل رہی ہے اور نواز شریف پر جوانی کی دو چار نادانیوں کے باعث "اک مٹھ چک لے دوسری تیار" کی کیفیت وارد کر دی گئی ہے اور الا ماشاللہ جمہوریت مستحکم ہو رہی ہے۔ برطانوی پارلیمانی نظام حکومت کا ایک کلیہ یا قاعدہ یہ بھی ہے کہ مملکت اور کلیسا کے سربراہ یعنی بادشاہ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی اور بادشاہ اس کلیہ کو حرف آخر ثابت کرنے کے لئے خود کچھ بھی نہیں کرتا۔ سبھی کچھ پارلیمان کرتی ہے۔ بادشاہ فقط اپنے دستخطوں کی برکات سے نوازتا ہے۔ اس کے برعکس پاکستانی پارلیمانی جمہوریت نے یہ کلیہ قائم کیا ہے کہ صدر جب بھی کچھ کرتا ہے غلط ہی کرتا ہے اور پارلیمان جس کو صدر منتخب کرتی ہے وہ پارلیمان کے درپے ہو جاتا ہے۔ اگر برطانیہ میں "KING CAN DO NO WRONG" جمہوریت کا ایمان ہے تو پاکستان کا جمہوری اعتقاد یہ ہے کہ "PRESIDENT CAN DO WRONG ONLY" یوں برطانیہ کو ایک خود کار نظام میسر آگیا ہے اور پاکستان میں ہر نظام بیکار ثابت ہو گیا ہے۔ سربراہان مملکت اور حکومت کے عہدے یوں منحوس بنا دیئے گئے ہیں کہ جو آیا ماتم کروا کے چلا گیا۔ سبھی کا نام یوں ہوا کہ بدنام ہوئے' ہر کسی کا دامن تار تار ہوا۔ قائداعظم اور ناظم الدین اگرچہ مستثنیٰ قرار پائے مگر ایک عالم نزع میں میری ویدر ٹاور کراچی کے نزدیک گھنٹوں ناقابل رفت ایمبولینس میں پڑے رہے اور دوسرے یوں معزول کر دیئے گئے کہ آج تک ورلاپ ہو رہا ہے۔ "منیر" نے اندھیر مچا دیا۔ سربراہانِ مملکت خداداد پاکستان کے ساتھ ایام نے یہ ناروا سلوک فقط اس لئے بھی نہیں کیا کہ پاکستانیوں کا مزاج سیاست عاجلانہ' حریصانہ و نافرمانہ ہے' اس کی دیگر وجوہات بھی ہیں۔

Marfat.com

ہمارے سیاست دانوں کو بھی ابھی تک یہ احساس نہیں ہوا کہ برصغیر تقسیم ہو چکا' انگریز جا چکا اور پاکستان آزاد ہو چکا ہے۔ عوام تو کجا ہمارے قانون سازوں کے پاس بھی احترام قانون ابھی پھٹکا تک نہیں۔ اس صورت حال میں عہدوں اور عہدیداروں کے احترام کی توقع کس سے کی جا سکتی ہے۔ صدر ہو کہ وزیراعظم' سربراہِ مملکت ہو کہ سربراہِ حکومت' سیاست کی زبان درازی ان کے متعلق کچھ بھی کہہ دینے میں آزاد ہے اور تو اور بزعم خود جدی پشتی سیاست دان بھی ابھی سیاست کی زبان نہیں سیکھے۔ وہ بھی اپنی زبان کو بے لگام ہی رکھتے ہیں۔

اگر انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ کے سربراہوں کو رسوا کرنا جمہوری سیاست ہے تو سیاست کے بھانڈ بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ان میں سے ایک بھی میدان سیاست میں رہنے کا اہل نہیں۔ وہ وزیراعظم کا حواری ہو یا صدر کا یا کبھی ان کا' کبھی ان کا۔ اس مکروہ سیاست کے ہاتھوں ہماری آزادی کی تاریخ مکمل پیری ہو گئی ہے۔ جس قوم کا آنے والا کل جانے والے کل سے دست بگریباں ہو' ایک سربراہ دوسرے سربراہ پر دشنام طرازیاں کر رہا ہو اس کی گریباں چاکی کا ماتم اس کی سیاست کی چارہ گرہیں نہ کریں تو اور کیا کریں۔ جن مسلمانوں کے تصور کے سربراہان مملکت بوریہ نشیں ہوں' درویش ہوں' ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ اور علیؓ ہوں۔ ہر انتخاب میں رائے دیتے وقت جس قوم کا ہر فرد یہ تمنا کر رہا ہو کہ آئندہ کا حاکم صدیقؓ ہو گا' فاروقؓ ہو گا' غنیؓ ہو گا' ولیؓ ہو گا اور حاصل انتخاب اسے یوں مایوس کر دے کہ وہ قنوطی ہو جائے۔ اس کے معاشرہ کی کارکردگی میں ابلیسیت کا کتنا عمل دخل ہو گا۔ معلوم ہو جائے تو رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ امت اللہ کی رحمت تک سے مایوس ہونے کا نتیجہ نہ بھگتے گی تو کیا کاروبارِ مملکت و حکومت مسکرائے گی۔ اس کا سیاسی افلاس مسلم لیگ کے ٹکڑوں پر گزارہ کر لے گا' یا حریصانِ اقتدار کی گداگری ان کی حاجات و حوائج کا پیٹ بھر دے گی۔

آج کی سیاست اور اقتدار کی ہوس نے حکمرانوں کی خودی کو یوں رگید رکھا ہے کہ وہ بیچاری تخت الثریٰ میں یوں بے سدھ پڑی ہے جیسے تھانے کی حوالات میں اقرار جرم نہ کرنے اور رشوت بھی نہ دینے والا ملزم پڑا ہوتا ہے اور فطرت "بتا تیری رضا کیا ہے" دریافت کرنے کی بجائے پوچھ رہی ہوتی ہے "بتا تیری سزا کیا ہے" اور خودی کی بجائے بے خود حاکمیت دار پر لٹکی ہوئی جواب دے رہی ہوتی ہے اور تو سبھی من مانی

Marfat.com

کر چکے' اب فطرت بھی چاہے تو پیرار اتار لے اور جہاں جی چاہے حسب رضا مار لے۔ میری واپسی کی منزل تو بہت مدت ہوئی گزر چکی ہے۔ میری خودی تو اقبال' قائداعظم کو سونپ گئے تھے۔ قائداعظم نے جب اپنی جیب کے تمام سکے کھوٹے پائے تو نکال باہر پھینک دیئے اور خودی کو اپنی جیب میں ڈال راہی ملک عدم ہو گئے۔ اب لاکھ تلاش کرو سبھی کچھ ملتا ہے ایک خودی ہے جو نایاب ہے۔ سنا ہے جب صوبہ پنجاب کے ۱۶۲ میں سے اکثر منظور کی جیب سے نکل کر پرویز کی جیب میں جا رہے تھے تو پرویز الہی روڈ پر انہیں راستے میں خودی کا آسیب نظر آیا تھا جس نے مسکرا کر کہا تھا' جن پر کوئی بھی اعتماد نہیں کر سکتا وہ عدم اعتماد کرنے جا رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اور کسی کے خلاف تحریک عدم اعتماد ہو یا نہ ہو ان کے خلاف تو منظور ہو چکی۔ صد حیف کہ ان سیاست دانوں میں سے کسی کو بھی یہ احساس نہیں کہ ہر شے کا پوائنٹ آف نو ری ٹرن ہوتا ہے' ماسوا توبہ کے۔ جو اس کی طرف "ٹرن" ہونے والے ہوتے ہیں۔ فطرت ان کے لئے اپنے دروازوں کو دم آخر تک بند نہیں کرتی۔ دم آخر بھی گزر جائے تو بھی شفاعت کے مواقع معدوم نہیں ہوتے۔ فطرت یہ کہہ کر درگزر کر دیتی ہے' یہ لوٹا تو نہیں' مگر لوٹ آنا چاہتا تھا۔ چلو معاف کیا پھر کیا خبر عجز کی کس ادا پر عالمین کی رحمت کے بحر بے کنار جوش میں آ جائے اور انسان دوزخ کی آگ کی لپیٹ میں دیئے جانے کی بجائے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سفارش پر گلستانِ بے خزاں یعنی جنت میں پہنچا دیا جائے۔

پاکستان کی یہ جانکاہ بدبختی ہے کہ اس کے آئینی سربراہ فطرت سے آگاہی و رہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ حیرت ہے فجر تا عشا "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کے دعاگو' سجدہ رب العالمین کے حضور کرتے ہیں اور رہنمائی انسانوں کے نئے عالمی نظام سے حاصل کرتے ہیں حالانکہ نئے عالمی نظام نے تاحال تو عالمین کا نظام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ جو لوگ نئے عالمی نظام کو کرۂ ارض پر نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی حماقتوں سے اس عالم کے آلودہ نظام کو عالمین کے شفاف نظام سے متصادم کر رہے ہیں اور نہ معلوم کس روز یہ تصادم اس عالم کو معدوم کر دے۔ صدر مملکت کی نواز شریف اور بینظیر کے معاملات میں تنگ دلی ان کی تنگ دستی کا پیش خیمہ ہے جیسے کوئی اپنی ذات کے "یلد اور یولد" سے برسرپیکار ہو کر بیکار سا ہو کر رہ جائے۔ کاش اسحاق کے

Marfat.com

غلاموں اور ان کے مخالفوں کو یہ احساس ہوتا کہ وطن عزیز تیز رفتاری سے بنو اسحاق کی غلامی میں لے جایا جا رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سیاست نہیں ہو رہی بھٹیارنیں روٹیاں تنور میں لگی چھوڑ کر لڑائی میں مصروف ہو گئی ہیں۔ ایک بضد ہے کہ سیٹھ آ چکا' چودھری آ کر رہے گا۔ دوسری کا دعویٰ ہے کہ سیٹھ لاکھ زور لگا لے چودھری نہیں آئے گا' آگیا تو سیٹھ بھی جان لے اس کی بھی خیر نہیں ہو گی۔ کاش اسحاق کے غلاموں اور ان کے مخالفوں کو احساس ہوتا کہ لاکھ سوتیلی سہی آل ابراہیم کو گھر سے نکالیں تو یہ اللہ کا گھر تعمیر کر کے زندہ جاوید ہو جایا کرتی ہے۔ فطرت اس پر اتنی مہربان ہوتی ہے کہ یہ شدتِ پیاس سے ایڑیاں رگڑے تو ویران صحراؤں کی ازل سے خشک چٹانوں سے بھی چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ فطرت انسانوں سے سلامتی کی طالب ہے' اختلاف اور نیت کے فساد کی نہیں۔

مغربی جمہوریت کا بنیادی اصول "AGREE TO DIFFER" ہے اور کائنات کا نظامِ سیاست جسے دینِ اسلام بھی کہتے ہیں۔ "DIFFER TO AGREE" کو لازم قرار دیتا ہے۔ آج کے متصادم سربراہوں سے سب سے بڑی نافرمانی یہ ہوئی کہ انہوں نے نظامِ جمہوریت کو شرعِ الٰہی پر بالا دست قرار دے دیا۔ وہ بھول گئے کہ بصورتِ اختلاف **فردوہ الی اللہ والرسول** پر کاربند ہو کر یک رائے نہ ہونا بھی غیر اسلامی طرزِ عمل ہے اور تفرقہ بندی دینِ اسلام میں ممنوع ہے۔ دینِ اسلام کی مجلس شوریٰ کے لئے بنیادی رہنما لوازم یہ ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی غیر مشروط اطاعت کی جائے۔ احکامات و فرمودات کی نشاندہی کے لئے اولی الامر سے رجوع کیا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے لیکن اگر ان میں کوئی اختلافِ رائے واقع ہو جائے تو اس اختلاف کو **فردوہ الی اللہ والرسول** کی پیروی کر کے یکسر مٹا دیا جائے۔ اولاً ہمارا نظامِ پارلیمان کی رکنیت کے لئے جن افراد کو منتخب کرواتا ہے وہ سرے سے اولی الامر ہی نہیں ہوتے۔ آج کل تو منشیات فروش ہونے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہوتے ہیں جو فقط عہدہ طلب اور اس کے لئے مہم جو ہوتے ہیں' جو میزانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی رو سے خائن ہوتے ہیں۔ صدر ان کو خائن کہہ کر اسمبلی تحلیل کر دیتا ہے یا نظام انہیں واپس لے آتا ہے یا پھر عدالتوں کی عظمت' ارکان کے خائن ہونے کو اسمبلی تحلیل کرنے کا آئینی جواز قرار نہ

Marfat.com

دیکر ان کو پھر بحال کر دیتی ہے اور پھر "ٹکے سیر بھاجی' ٹکے سیر کھا جا" کا زمانہ لوٹ آتا ہے اور نظام سیاست ارکان پارلیمان کی سیاسی فکر برائے تاوان اغوا کر لیتا ہے۔ انتخابات سیاسی منشور کی بنا پر نہیں، گندی نالیوں اور سڑکوں کی مرمت کے علاوہ مجلی کی بجلی کی سی آمد کے سہارے لڑے جاتے ہیں۔ سیاسی فکر سے عاری کر کے پھر ان نام نہاد اولی الامر کو ترقیاتی کاموں کے فنڈ اور ٹھیکہ داریاں یوں تقسیم کر دی جاتی ہیں کہ خود ہی کوزہ گر و خود ہی گل کوزہ کی کیفیتوں اور صلاحیتوں کو بھی شرم آنے لگ جاتی ہے۔ ایسے افراد سے یہ توقع رکھنا کہ وہ "**یا نار کونی بردا و سلاما**" کے عمل میں پنہاں دانش کو پا کر اولی الامر کے لقب کے اہل ہو جائیں گے۔ نیتوں کے فساد کی مسلط شدہ سیاست سے واقعی تعمیر وطن کی توقع رکھنے کے مترادف ہے۔ غرضوں مارے مخالفین و لواحقین کی کمیٹیاں بنا کر مذاکرات کے لئے کرسی نشین ہونا مگر ایک دوسرے کے اقتدار سے انحراف کو دائم رکھنا' کرسیاں چلانا یا میز توڑنے کا پروگرام تو ہو سکتا ہے۔ اسے "ورکنگ ریلیشن شپ" تو نہیں کہا جا سکتا۔ خصوصاً جب یہ شعور بھی نہ ہو کہ آنے والے اور لوٹ کر آ جانے والے کے رجحان طبع میں کیا فرق ہوتا ہے۔

ہمارے سیاست دان تو سرے سے اشتراک عمل کے لئے تربیت ہی نہیں دیئے گئے۔ ان کی تربیت فقط ماں بہن ایک کر دینے نے کر رکھی ہے۔ پھر ضمیر کی آواز پر صلح کے لئے آمادہ ہو جانا اور دھمکی کی گھن گرج سے دبک کر ہاتھ میں ہاتھ دے دینا قطعی جداگانہ اعمال ہیں۔ اگر کسی کو واقعی ملک و قوم کی بہبود مقصود ہے تو وہ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا" ولا تفرقوا** کو اپنا کر سیاسی عمل بنائے۔ پھر **اطیعو اللہ والرسول و اولی الامر منکم** اور بصورت اختلاف "**فاردو الی اللہ و الرسول**" کو پارلیمان کے رولز آف بزنس کی بنیاد بنائے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو آئین کا بنیادی ضمن تسلیم کرے۔ عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کو سیاسی خیانت قرار دے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ شکوہ بڑا بجا ہو گا کہ "درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای' بعد می گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش" اصلاح احوال نہ کی گئی تو مروجہ نظام کا عذاب بہرحال طاری رہے گا۔ کبھی اس شکل میں کبھی ا...

Marfat.com

صورت میں' اے عقل سے تہی نظام سیاست جان کہ جب حکومتیں یا ان کا اختلاف عدالتوں کے روبرو جعلی دستاویزات پیش کرنے لگیں تو انصاف صرف مشکل ہی نہیں ہو جاتا ان پلید دستاویزات کے باعث عدالتوں کے فرش کی مٹی بھی پلید ہو جاتا کرتی ہے اور پھر لازماً جام اقتدار ہاتھ سے چھوٹ جایا کرتا ہے۔ کیا کسی کو بھی نہیں معلوم کہ جو انتظامات انصاف نہ دے سکیں وہ وقت کو کیا دیا کرتے ہیں محض نصف نصف کر دینے سے انصاف واقع نہیں ہو جایا کرتا۔ خدا کے لئے منصفوں کے عرف وضع نہ کرو' غیر معروف ہو جاؤ گے' کسی سیاسی نمائندہ کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ارکان کے ضمیر کی نماز جنازہ میں شریک ہو۔ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کے عمل کے باعث سیاست اپنی آبروریزی کو کسی کا جبر ثابت نہیں کر سکے گی' نہ اس کی رضا کو جائز قرار دیا جا سکے گا۔ پرویز کے گھر میں شیریں جلوہ نما ہو بھی گئی تو بھی فرہاد کا تیشہ ساتھ لے کر ہی داخل ہو گی۔ پھر چاہے جہلم کی پہاڑیوں سے جوئے شیر بہائی جا سکے یا "اوہناں ہرنیاں دی عمر ہو چکی' پانی شیر دی جوہ جو پیندیاں نی" وارد ہو جائے۔ شیر' شیر اور شیرؔ میں امتیاز کرنے والی دانش تہی آغوش ہو جائے گی اور ایک دہائی اٹھے گی "نی میں مار ٹی مینوں پٹیا سو"۔

دونوں اطراف سے مذاکرات کے لئے ایجنڈے مخفی ارادوں کو واضح کر رہے ہیں۔ نواز شریف سے یہ مطالبہ کرنا کہ آپ نے حلوہ کھانا ہے تو اندھے ہو جائیں' یقیناً قابل قبول نہیں ہو گا۔ مذاکرات ناکام ہو گئے تو صدر کیوں نہ گنگنائیں گے کہ "درپردہ چشم یار کی شہ پا کے پی گیا" اور وہ بھی ان انگوروں کی جو کل تک بیلوں پر تھے بہتر ہو گا' اگر مذاکراتے اپنے مفادات کی نفی کر دیں اور دینِ انسان نہیں' دینِ اسلام کی پیروی کرنے کا عہد کریں۔ اللہ کرے' بحال شدہ اقتدارِ بے حال کی نیت شفاف ہو اور حریصان اقتدار کی پرکاریاں نظریہ ضرورت کو پیش نظر رکھیں۔ یوں ہوا تو امید کی جا سکتی ہے کہ آئینی عہدوں پر موجودہ عہدہ داروں کے ہوتے ہوئے بھی سیاسیات پاکستان کو صراطِ مستقیم پر مستقیم کیا جا سکے گا۔ مگر بگڑی ہوئی سیاست کے مقدر میں سنوری ہوئی قیادت کہاں' مذاکرات کتنے بھی بے نظیر کیوں نہ ہو جائیں' ابھی حسن کے امتحان اور بھی ہیں۔

۹ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"لوٹے، لفافے، گھوڑے اور سانڈ"

اے اہلِ وطن، خلوصِ دل سے دعا کرو کہ اللہ ہم متضاد فکر آئین زدہ پاکستانیوں کے زیرِ عتاب قلوب و اذہان پر رحم فرمائے اور جو ہم ان دنوں دیکھ رہے ہیں، کسی قوم، کسی معاشرہ، کسی انسان کو نہ دکھائے، کتنا کربناک منظر ہے کہ قانون ساز قانون شکن بن کر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ نچلے مال سے اوپر کے مال کی طرف جاتے ہوئے "مال" روڈ کے کنارے واقع عدالت عالیہ کی عمارت تین چار اقسام کی پولیس نے اپنے گھیراؤ میں لے رکھی ہے۔ دورانِ سماعت پیش کی جانے والی دستاویزات پر جعلی ہونے کا الزام اتنے کروفر سے لگایا جا رہا ہے کہ لحاتِ فکر بھی فکر مند ہیں کہ جس بدنصیب صوبہ کا وزیر اعلیٰ نگران ہوتے ہوئے بھی جعل ساز ہو اور گورنر بھی، وہاں آئین کی صوابدید کا کیا حشر ہو گا۔ جہاں انصاف کے طالبوں کا رویہ فریب آمیز ہو، وہاں کا انصاف کیونکر شفاف رہ سکے گا جہاں عدالت کو انتظامیہ کے مسلح افراد اور سیاسی پارٹیوں کے اوباش کارکنوں نے گھیرے میں لے رکھا ہو، انصاف کو عوام کے دروازوں تک لے جانے کے مدعی افراد نے عدالت کے صدر دروازے عوام پر بند کروا دیئے ہوں۔ جہاں قانون سازوں کو "لوٹوں" کے تخلص دیئے جا رہے ہوں، وہاں انصاف کے لئے وضو تو کجا استنجا بھی بے جا ہو کر نہ رہ جائے گا تو کیا **اھدنا الصراط المستقیم** والی صلوٰۃ ادا کی جائے گی، جہاں کے قانون ساز قومی نمائندے "لفافے" لقب کیے جانے لگیں اور وہ بھی عدالت کے فرش پر کھڑے ہو کر یا اس کرسی پر بیٹھ کر جہاں پر بیٹھنے والے کو نہ اونگھ آنا چاہیے نہ نیند نہ غصہ نہ خجالت۔ وہاں "اِک لفافۂ بیرنگ، اِک پرچۂ سادہ، اے دلِ سکونِ دشمن لے تیرا جواب آیا" آنے والے دنوں کا مقدر بن جائے تو حیرانی کسے ہو گی اور کیوں ہو گی، جہاں قومی نمائندوں کو منڈی کے گھوڑے کہا جانے لگے۔ وہاں کیا سیاست کی صرف اس لئے باچھیں

Marfat.com

کھل اٹھنا چاہیں کہ منڈی کے گھوڑے ہی کہا ہے۔ گدھے نہیں کہہ دیا اگر تجویز پیش ہو جائے کہ ہارس ٹریڈنگ نہ کہو بُل ٹریڈنگ کہو تو کیا یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نمائندے اتنے معصوم ہیں کہ ان کو اگر "اللہ کی گائیں" بھی کہو تو چند ایک سیاست کے سانڈوں کے علاوہ عام نمائندوں کا بہت موزوں لقب ہو گا۔

آج کل عدالتِ عالیہ کا احاطہ میدانِ جنگ نہیں تو پولیس مقابلہ کا میدان ضرور نظر آتا ہے۔ میدان اور برآمدے تو کجا' سیڑھیاں تک پولیس کمانڈوز سے اٹی رہتی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے عدالت عالیہ کا سبھی کچھ حوالہ پولیس ہو چکا ہے۔ ابھی تو شناختی کارڈ دکھائے بغیر کوئی شکل کا ناواقف عدالتِ عالیہ و عظمیٰ کے مشترکہ احاطہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ "انٹری پاس" نہ ہو تو کمرہ عدالت کا دروازہ نہیں کھلتا۔ کل کلاں حالات کا ارتقا اگر یہ حکم بھی صادر کروا دے کہ صوبائی یا مرکزی سرکار کے خلاف ہر مقدمہ کی سماعت کے "سین" دیکھنے کے لئے ٹکٹ بھی خریدنا ہو گی تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہو گی کہ اجتہاد کے الحاد کے زمانہ میں اس سے بھی بڑھ کر کئی قدغنوں کی امید کی جا سکتی ہے۔ جس معاشرہ میں تینوں آئینی ادارے وہ طرز عمل اختیار کر لیں جو آج کل عدالتِ عالیہ کے احاطہ میں عالی ہے تو وہاں کے عالی وقار افراد کو تنہائی میں لازماً یہ سوچ ستاتی ہو گی کہ صورتِ حال کا انجام کیا ہو گا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی لادین جمہوریت' ضیاء الحق کی آمریت و مذہبیت نے جو تضادات پیدا کئے ان کو تصادم سے روکنے کو پیش نظر نہ رکھ کر جو آئینی تشریحات میں الجھے گا۔ آئین کے سقوط کا باعث ہو گا۔ صدر اور وزیرِ اعظم یا گورنر اور وزرائے اعلیٰ کے اختیار میں توازن کی نہیں ان کے اختیاری عہدوں میں مفاہمت پیدا کرنا آج کی اہم ضرورت ہے اور اگر عدالتی فیصلوں نے اس مد میں کامیابی اپنے نام نہ لکھوائی تو آئین کا سقوط ان کے نام تحریر ہو جائے گا جو معاشرہ کی انتہائی بدبختی کا موجب ہو گا۔

یہ تصادم جو سیاست و قیادت و حاکمیت میں ہر سو برپا ہے' شخصیات کا تصادم نہیں ہے' آئین کے ضمنات کا تصادم ہے۔ غلام اسحاق' نواز شریف' بے نظیر' منظور وٹو' پرویز الٰہی یا الطاف حسین نہیں لڑ رہے آئینی تضادات انہیں لڑا رہے ہیں۔ یہ بے چارے تو آئین کے شکار ہائے مردہ ہیں' تضادات تو عام گھر میں ایک خاوند کی دو بیویوں

Marfat.com

کے ہوں تو گھر تقسیم ہو جایا کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو ایک زوجہ کے دو خصموں میں تصادم برپا ہو گیا ہے۔ دانشور جیورسٹ غور فرما کر بتائیں آئین کا کون سا ضمن ہے جو متضاد فکری کا مظہر نہیں۔ کون سا آرٹیکل ہے جو تصادم کی زد میں نہیں' کون سا باب ہے جس پر سقوطِ حملہ آور نہیں۔ کیا اچھوتی خبر ہے کہ وزیرِ اعلیٰ نے وزیرِاعظم کے گھر سے پولیس گارڈ اٹھوا لی اور عدالتِ عالیہ پر پولیس لگا دی' کیا قابلِ نفریں اطلاع ہے کہ صوبائی اسمبلی کا اللہ کا حبیب اغوا کر لیا گیا جو اصل دستاویز ساتھ لے گیا' فوٹو سٹیٹ کاپی اغوا کے الزام علیمان کو دے گیا اور آج کل ان گھروں میں بند ہے جن کی منڈیروں پر کبھی کوا بھی ایلچی بن کر نہیں بیٹھا۔ اغوا شدہ قومی اہمیت کے مقدمہ کا اہم گواہ ہے۔ اس کی برآمدگی اور اسے آزاد کروائے جانے کے لامحدود اختیارات سے کئی لوگ اور کئی ادارے لیس ہیں مگر اتنے دن گزر گئے نہ کسی نے درخواست دائر کی نہ کہیں "سوٹو موٹو" ہوا حالانکہ گزشتہ دنوں اس کا خاصا رواج رہا۔

یہ لوٹے' یہ لفافے' یہ گھوڑے یہ سانڈ آخر اس کی برآمدگی اور رہائی سے اتنے بے نیاز و بے فکرے کیوں ہیں؟

اگر گورنر کو فریق بنانے کی درخواست سوجھ سکتی ہے تو حبیب اللہ کو رفیق یا رقیب ثابت کرنے کے لئے کسی عملی اقدام کی کیوں نہیں سوجھی؟ محبان وطن کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان لوٹوں' لفافوں پر مہرِ تصدیق ثبت ہوتی ہے یا مہرِ تکذیب۔ گھوڑوں یا سانڈوں کی پشت پر تحلیل شدہ کندہ ہوتا ہے یا بحال شدہ۔ یہ تحلیل ہو کر بحال ہوتے ہیں یا بحال ہو کر پھر تحلیل ہو جاتے ہیں۔ محبانِ وطن تو اس سوچ میں غرق ہیں کہ یہی حسنِ انتظام اور رعنائی سیاست رہی تو آئندہ نسلوں کا کیا ہو گا اور موجودہ نسل کا کوئی بھی انسان اپنے اندر کے انسان کو ریزہ ریزہ ہونے سے کیوں کر بچا سکے گا۔ آج کا انسان قلب و ذہن کا تضاد اور اس کا برپا کیا ہوا پے در پے تصادم کیوں کر برداشت کر سکے گا۔ یہی نظام رہا تو مجوزہ مذاکرات کا کیا فائدہ ہو گا۔ آئندہ انتخاب کا حاصل کیونکر مختلف ہو گا اگر "لوٹوں' لفافوں' گھوڑوں اور سانڈوں" نے ہی آنا ہے تو بیل کس کی پالکی کے آگے جتیں گے۔ گھوڑوں پر لفافوں میں بند کس شیر شاہ کی ڈاک موٹروے پر ادھر سے ادھر آئے جائے گی۔ "لوٹے" کس کے غسل خانے کے فلش سسٹم کو زمانۂ قدیم کی یاد دلائیں

Marfat.com

گے۔ سیاست کے آبخوروں اور دین کے شرم خوروں کا کیا ہو گا' کیا یہ پروگرام بھی تعمیرِ وطن کا ہی جزو ہے کہ سیاست پبلک جلسوں کا اہتمام کر کے عدالتوں پر دباؤ ڈالنے اور ان پر تنقید کرنے کا رویہ اختیار کرے اور وہ بھی یوں کہ آج تک کسی منہ پھٹ نے اداکارہ عالیہ اور اداکارہ عظمیٰ گیلانی کے کردار کو بھی یوں ہدف تنقید نہ بنایا ہو گا۔ وہ لوگ جو جا کر آ بھی چکے ہیں' ان کا دل اس صورتِ حال پر خون کے آنسو کیوں نہیں روتا۔ دل سنگ ہو گیا یا خون سفید ہو گیا۔

سنا ہے آج کل جوڑ توڑ کے لئے دعوتیں ہو رہی ہیں' ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جڑوانے کی لاگت دریافت کی جا رہی ہے' صوبائی اسمبلی کا سیکرٹری کبھی گورنر ہاؤس کے لان میں ٹہلتا ہوا دکھائی دیتا ہے' کبھی ماڈل ٹاؤن کے اتفاق محلوں کی بارہ دریوں میں' کبھی گجرات کے پیلس میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور بے چارا مار کے ڈر سے مارے عدالتِ عالیہ میں نہیں آتا کہ شاید اس لئے کہ پنجاب اسمبلی میں کرسیاں چلتی دیکھ چکا ہے اور لرز رہا ہے کہ سرمایہ دار سیاست کا اچکا پن اور فرعونیت کہیں اس کو موسیٰ کی والدہ کی طرح دریا برد کرنے پر مجبور نہ کر دے یا فطرت اسے فرعونیت کے ساتھ دریا میں غرق نہ کر دے کہ آج بھی مبینہ اغوا کنندگان کے شہر کے ایک طرف لالہ موسیٰ ہے اور دوسری طرف دریائے چناب۔ ایک طرف کو تھوڑا آگے جائیں تو الطاف حسین کا جہلم اور نواز شریف کا منگلا ڈیم' جس کے بند کھل جائیں تو سیلاب کو ندیدہ ہو جانے کی عادت ہے۔

یہ بڑا عجیب اتفاق ہے کہ عدالتی فیصلہ سے پیشتر ہی حالات اپنا فیصلہ دے چکے اور عدالتی فیصلوں سے پیشتر ہی دیئے گئے تاریخ کے فیصلے اور وہ بھی اس اعلان کے ساتھ کہ وجوہات بعد میں تحریر کی جائیں گی۔ بڑے پُرخطر فیصلے ہوتے ہیں۔ یوں ہو تو کسی نہ کسی ادارہ کی زرخیز اور فصل آور زمین دریا برد ہو جایا کرتی ہے جیسے حضرت موسیٰ کو خضر کے فیصلے اور اقدام سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ ایسے ہی فطرت کے فیصلے سیاست کے فہم سے بالاتر ہو جایا کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے قافلے بھٹک جایا کرتے ہیں اور راہوں کو روشن رکھتی ہوئی تمام شمعیں یک دم دیک سر گل ہو جایا کرتی ہیں۔ واقعاتی و تحقیقاتی طور پر جس فریق کا موقف درست معلوم ہوا اور یہ پیش نظر رکھا گیا کہ دیانت داری سے کی گئی غلطی اور اتفاق سے سرزد شدہ سہو عدالتوں کے شدید مواخذہ کا سزاوار نہیں ہوتا

Marfat.com

تو کوئی وجہ نہیں کہ عدالت سے کوئی ایسا فیصلہ صادر ہو جائے جو ہر کسی کے لئے قابلِ احترام نہ ہو۔ ہو سکتا ہے دمِ اشاعت سے پہلے ہی کوئی فیصلہ عدالتِ عالیہ نے صادر کر دیا ہو اور کوئی فریق عدالتِ عظمیٰ میں پیروی کا بھاؤ اپنے وکلا سے دریافت کر رہا ہو تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس فیصلہ کے اثرات و نتائج بڑے زود اثر اور دور رس ہوں گے۔ تاریخ اپنے فیصلے خود لکھے یا کوئی کہیں سے لکھوا لائے اور تاریخ پر صادر کر دے۔ سرزمین وطن چلا اٹھے گی۔ لوٹو! یہ تم نے کیا کر دیا۔ لفافو! تم تو مٹھائی بانٹنے کے لفافے نکلے، تم میں نہ کوئی کسی گاڑی کا بیل ہے نہ کوئی ایسا گھوڑا ہے جو بے لگام نہ ہو، تم واقعی سانڈ ہو، وہ بھی منصوبہ بند، نہ کام کے، نہ کاج کے، اس مقدمۂ اقتدار کی کاروائی سے بڑھ کر یہ خبر ہے کہ صدر اور وزیرِاعظم کے درمیان کاروباری رشتہ بحال کرنے کے لئے کچھ اہم شخصیتیں متحرک ہو چکی ہیں۔ ہو سکتا ہے افغان معاہدوں کی طرح سربراہِ مملکت اور حالیہ حکومت بحال شدہ کے سربراہ میں کوئی اس طرح کا فیصلہ ہو جائے جس پر قائم رکھنے کے لئے ان دونوں کو بھی مکہ اور مدینہ لے جایا جائے اور شاہ فہد کا دسترخوان ایک مرتبہ پھر بچھا دیا جائے اگر ایسا کامیابی سے ہو جائے تو عدالتوں کو شکرانے کے نوافل پڑھنا چاہئیں تاکہ قوم کو کیا "کیا ملا عرض مدعا کر کے، بات کھوئی ہے فیصلہ کر کے" کی کیفیت سے نجات حاصل ہو جائے۔

اللہ کرے کہ اس کے بعد آئین کے تضادات کو تحلیل کرنا عدالتیں اپنے ذمہ لے لیں اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی کو کسی اور مقدمہ کی دائری پر اٹھا نہ رکھیں۔ انسان ساختہ آئین کے تضادات کو تحلیل نہ کرنا اور آئینِ اسلام میں تضادات پیدا کرتے رہنا ایک ایسی بدعت ہے جو ہمارے فکری و عملی ارتقا پر سقوط طاری کئے ہوئے ہے۔ معاشرہ کے دانشمندوں اور کہنہ مشق افراد کا یہ فرض ہے کہ گرگ ظالم بنے بوقت پیری پرہیزگار ہو جانے کے بے بنیاد دعوے ہی نہ کرتے رہیں، وطنِ عزیز کی سالمیت اور استحکام کے لئے آئینی تضادات کو عقلِ سلیم سے تحلیل کریں ورنہ کیا اسمبلیاں، صوبائی ہوں کہ مرکزی اور کیا عہدے آئینی ہوں کہ نیم آئینی تحلیل ہوتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ اجتماعی دانش بھی تحلیل ہو کر رہ جائے گی اور سیاسی فکر کی کوئی ایک نہج بھی قومی نہیں رہے گی۔

وقت کا تقاضا ہے کہ الحاد کی راہیں ترک کر دی جائیں۔ اجتہاد کی قرآنی تعریف

Marfat.com

متعین کی جائے' لاریب و کامل ضابطہ حیات کو ناقابل ترمیم تسلیم کر کے یوں نافذ کیا جائے کہ احکامِ الٰہی کی پابندی ہر کسی پر لازم ہو' اللہ کی حاکمیت آئینِ مسلّم قرار پا جائے۔ اسی عمل کو دینِ اسلام میں قیامِ صلوٰۃ کہتے ہیں۔

مغربی جمہوریت' سیکولرازم اور مادیت کے لئے راہیں ہموار کرنا ہمہ وقت تسبیح ہاتھ میں لئے رکھنا قوم اور ملک کی فاتحہ پڑھنے کا عمل ہے۔ طے کرو کہ نواز شریف پارلیمان کا یہ فیصلہ کہ مروجہ آئین شریعتِ الٰہی پر بالادست ہے' سراسر غلط تھا۔ نج کاری بغرض اجارہ داری بڑا تباہ کن عمل ہے' بیرونی سرمایہ کاری میں پاکستان کے "منی اسرائیل سٹیٹ" بن جانے کے خطرات مخفی ہیں' اس طرزِ فکر و عمل سے پرہیز ہی نہیں توبہ کرو اور کرۂ ارض پر اپنی حاکمیت قائم کرنے کے متمنی انسانوں کے ناپاک ارادوں کے سامنے مجسم پاکستان بن کر ڈٹ جاؤ اور ہم فقیروں سے ضمانت لے لو جن کے پیش نظر نہ کبھی اقتدار تھا نہ ہے نہ رہے گا کہ تم مختصر عرصہ میں سرخرو ہو کر تعمیری سیاست کے درخشندہ ستارے بن جاؤ گے ورنہ جان رکھو کہ تمہاری سیاست کا چاند گہنا چکا اور آفتاب غروب ہونے کو ہے۔

ہم نے وہ بنیا بھی دیکھ رکھا ہے جو بڑے پیار سے قرض دیتا تھا اور آہستہ آہستہ پورے گاؤں کی زمین گروی رکھ لیتا ہے۔ ہم نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بیرونی سرمایہ کاری کے متعلق بھی بہت کچھ پڑھا ہے' ہمیں معلوم ہے ریاست اسرائیل کس طرح وجود میں آئی' وہ کیا عوامل تھے کہ سرکار انگلینڈ کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ہمیں اقتدار مطلوب نہیں' آئندہ نسلوں کا محفوظ مستقبل درکار ہے جس کے لئے آج کے آئینی اداروں کا صراطِ مستقیم پر رہنا اشد ضروری ہے۔ اداروں کا احترام نہ رہے تو یہ بے راہ رو ہو جایا کرتے ہیں۔ گالی دینا نہیں نصیحت کرنا بار آور ہوا کرتا ہے۔ پرورش اور تربیت محبت اور خلوص سے بار آور ہوتی ہے۔ سزاؤں' جفاؤں اور انتقام سے نہیں۔

۱۱ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"یہ آ رہے ہیں' وہ جا رہے ہیں"

کیا عجب گردشِ ایام ہے کہ جو کوئی سیاسی نمازیں بخشوانے نکلتا ہے۔ اپنے لئے ہر روز' روزِ عید' ہر شب شبِ برات اور عوام کے لئے روزوں کا حکم گلے میں لٹکائے یہ طفل تسلیاں لیتا ہوا واپس آ جاتا ہے کہ ایام نے بڑا تاریخی فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ سیاست کے سجدوں اور اغراض کے رکوع کی صلوٰۃ جاری رکھو۔ دیکھ لینا اس کے بعد جمہوریت اتنی مستحکم ہو جائے گی کہ بڑے سے بڑا کاریگر لوہار اسے بڑے سے بڑے ہتھوڑے سے بھی تڑوا نہ سکے گا کہ جو لوہا اس بار کے جمہوریت ساز نے استعمال کیا ہے۔ وہ دوزخ کے سوا کسی اور آگ سے نہیں پگھلتا۔ سیاسی پرکاروں نے عوام کے دل دماغ میں جمہوریت کی محکمت کو اس قدر "ہمر" کیا ہے کہ پاکستان میں نفاذِ دینِ اسلام نام لینے کو بھی نہیں رہ گیا۔ لوگ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کی بجائے بنامِ جمہوریت نہ کہیں تو کھایا ہضم ہی نہیں ہوتا۔ نہ کہا سنا معاف ہوتا ہے۔ گورنر پنجاب نے جس الطاف سے عدالتِ عالیہ کے عارضی حکم امتناعی جاری کرنے کے اختیار پر اعتراض کیا اسی الطاف سے عدالت نے ایک نیا عارضی حکم صادر کر دیا جس کے نتیجہ میں منظور کو نامنظور کروانے کی کاروائی ایک ایسے نئے نرالے بحران کا پیش خیمہ ہوتی نظر آتی ہے جس کی زود اثری مرکزی حکومت کا وہی حال کرے گی جو زیادہ غصیل اور زود رنج نمک خور ناپسندیدہ پلیٹ کا' اسے بوڑھے باورچی کے منہ پر مار کر کیا کرتے ہیں۔ جب یہ اعتراض ہونے لگے تھے کہ عدالتوں کا اپنے اختیارات سے تجاوز آئین کے سقوط کا باعث ہو رہا ہے تو جان لینا چاہئے تھا کہ حالات عدالتوں کے احترام پر حملہ آور ہونے کے لئے کمریں کس رہے ہیں۔

انصاف کا قبل از وقت نہ بولنا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا اس کا ہمہ وقت دکھائی دینا۔ انصاف پر نگاہیں لگنا چاہئیں' انگلیاں ہرگز نہیں اٹھنا چاہئیں' اٹھنے لگیں تو وفاق

Marfat.com

ریڑھ کی ہڈی کے تڑخ جانے کا خطرہ لاحق ہو جایا کرتا ہے۔ قومی اسمبلی کی کاروائی میں سے گزشتہ دنوں عدالتوں کے متعلق جو بیانات حذف ہوئے وہ فضاؤں میں بکھر ہی نہیں گئے' دو طرفہ ماتم کے مقابلہ کا سبب بھی بن رہے ہیں۔ جسے مزید موثر بنانے کے لئے عدالتوں کے مختلف فیصلوں کو دلیل بنایا جا رہا ہے۔ اگرچہ حب الوطنی نے سرپیٹ پیٹ کر اپنا برا حال کر لیا ہے مگر حرص و آز کی دنیا میں آج کل دو طرفہ دعوتوں کا دور ہے۔ ہر کوئی اس کوشش میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ ارکان کو اتنا نمک کھلا دوں کہ اسے حرام کرنا ان کے لئے ممکن ہی نہ رہے۔ ہر رکن اس کے نمک کی کان بن جائے اور جو بھی اس کان میں جائے' اس کے نمک کا ہی ہو جائے۔ کچھ لوگ جہاز میں بھر اسلام آباد محفوظ کر لئے گئے ہیں اور وزارتوں' مشاورتوں' معاونتوں میں بھر دیئے گئے ہیں۔ ہر کوئی کن انکھیوں سے دریافت کر رہا ہے' لوٹ آؤں تو کیا دو گے؟ لوٹا رہوں' تو کیا بھاؤ لگے گا۔
آئین اور قانون کی جو توہین آئینی اداروں نے ان دنوں روا رکھی ہے۔ ہم نے تو اپنی اب موت سے ہم کنار زندگی میں آج تک نہیں دیکھی تھی۔ مغلوں کے زوال کے زمانہ میں کسی انگریز نے دیکھی ہو تو کہہ نہیں سکتے۔ یہ ضمیر کی گم شدگی کا مظہر ہے کہ حاکمیت حکومت کی میت اٹھائے ہوئے ہے۔ حکومت نے اپنی "مت" کو ہندو مت' جین مت' بدھ مت کی سی "مت" سمجھ رکھا ہے۔ انصاف صاف ہاتھوں سے طلب کرنے کی بجائے انصاف پر ہاتھ صاف کئے جا رہے ہیں۔ قانون' کانوں کان خبر نہیں لگنے دیتا' مگر آدمی کو دیکھ کر اپنا مطلب و مقصد و مدعا ہی نہیں' اپنے الفاظ و حروف کے ہجے تک بدل لیتا ہے۔
ملک کا چیف ایگزیکٹو کسی امر کو "ایگزیکٹ" ہونے ہی نہیں دیتا۔ سربراہِ مملکت ملک اور ملک میں امتیاز کو اس حد تک فراموش کر چکے ہیں کہ ملک کو انگریزی کا "ملک" سمجھ' دودھ جلے بنے بیٹھے ہیں اور ٹھنڈی چھاچھ پھونکیں مار رہے ہیں۔ مملکت ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ میرے صوبے کہاں گئے اور آج کے اقتدار کے مصنف اور آج کی جمہوریت بحال کرنے والوں کے صوبیداروں کے رخصت سے واپس آنے کے کتنے دن اور باقی ہیں۔
ان کی آنکھیں پھر منتظر ہیں۔ ہمارے تارے کب راج دلارے بنیں گے۔ بظاہر مجاہد اور بہ باطن جمہوریت کے مزار کے مجاور کب ملا کی اذان بلند کرتے ہیں اور کب یہ سرزمینِ پاک کرگسوں کی شب گزاری کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ ہم لوگ جو زندگی بھر عدالتوں

Marfat.com

کے فیصلوں کے حوالے دے دے کر دانشوروں کو جلا دیتے رہے ہیں۔ اب یوں محسوس کرتے ہیں جیسے سیاست عدالتوں کے حوالے ہونے کے بعد یہاں کا سب کچھ جل دے رہا ہے جل بجھ چکا ہے۔ سیاسی معاملات جو پارلیمان کے فرش پر یا عوام کے میدان میں فیصل ہونا چاہئیں تھے اور دنیا بھر میں آج بھی ہو رہے ہیں۔ عدالتوں کے فیصلوں کے محتاج ہو گئے ہیں۔

عدالتوں کے فیصلے صادر ہونے کے لئے ہوتے ہیں۔ بینروں اور پوسٹروں کے ذریعہ ہونے کے لئے نہیں۔ نہ یہ فقط قبولیت یا مقبولیت کے لئے ہوتے ہیں۔ مستقبل کو حال کی تربیت استوار کیا کرتی ہے۔ حال کی تشہیر نہیں۔ تاریخ دیواروں پر تحریر سیاسی عطائیوں کے اشتہار نہیں پڑھا کرتی۔ اگرچہ اس کی نظر میں ہر نوشتہ دیوار ہوتا ہے۔ فریقین افراد ہوں' سیاسی پارٹیاں ہوں یا صدرِ مملکت و وزیرِ اعظم ہوں۔ ہوتا یہی ہے کہ جیتنے والا عدالتی فیصلہ کو دل سے قبول کرتا ہے اور ہارنے والا مجبوری سے۔ جس کے پاس اپنے خلاف فیصلہ سے پہلو بچا جانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو۔ وہ انحراف کے راستے ضرور اختیار کرتا ہے۔ تاہم مجبور ہو کر خاموش ہو جانے کو احترام نہیں کہتے۔ نہ الفاظ کے ہیر پھیر سے حقائق کو مخفی رکھا جا سکتا ہے۔ جیسے حاکم محکوم پر اطلاق تو اپنی مرضی کا کرتا ہے مگر قانون کا لقب دے دیتا ہے پھر قانون کے احترام کا غوغا مچا کر اپنی حاکیت اور عوام کی اطاعت کو استوار و مستحکم کرتا ہے اور باور کرواتا ہے کہ حاکم کی مرضی کی اطاعت و احترام ہی معاشرہ کے مہذب ہونے کا ثبوت ہے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج کی دنیا میں مسلمان تک اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کریں یا نہ کریں۔ وہ حاکم جس نے اپنے آپ کو اپنے وسائل کے بزور اولی الامر بنا رکھا ہے۔ جس کی ذات' جس کا نظام' جس کا اقتدار متنازعہ فی ہے۔ اس کی اطاعت کرتے رہیں' تو معزز و مہذب اور قانون کی نظروں میں محترم شہری کہلاتے ہیں۔ اولی الامر کا امر کتنا ہی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم کے خلاف کیوں نہ ہو۔ اس کے سامنے سر تسلیم خم رکھنا ہر کسی کا فرض ہو کر رہ گیا ہے۔ حاکم کی رضا ہے۔ وہ اپنی رضا کو جس طرح جی چاہے نافذ کرے۔ جب چاہے اسے من چاہے معانی پہنا دے۔ یہاں تک کہ ہر چند آئین میں درج ہو کہ کوئی قانون دینِ اسلام کے احکامات کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ جب چاہے اس آئین کو نہ

Marfat.com

صرف اختلافات کو دائم کرنے کا ذریعہ بنا دے بلکہ ایسا نفاذ شریعت ایکٹ بھی نافذ کر دے جو شرعی عدالت تک کی نظر میں غیر شرعی ہو۔ لیکن نام نہاد اولی الامر فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اس بنا پر چارہ جوئی کرے کہ فی زمانہ احکام الٰہی کا نفاذ اور ان کی قطعی اطاعت ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اللہ کا حرام کیا ہوا مال عدلیہ اس لئے جائز قرار دے دے کہ اولی الامر کے لئے حرام خوری کے بغیر کاروبار حکومت کو استوار رکھنا ممکن ہی نہیں۔

اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے والا اولی الامر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ لڑ رہا ہو اور عدالتیں اس کی معزول شدہ حاکیت کو بحال کر دیں۔ تو کیا اس برپا شدہ جنگ کے نتائج بدل جائیں گے۔ ہرگز نہیں کہ انسانی عدالتوں کے فیصلے کی عظمت ابھی اللہ کے احکام اور فیصلوں پر حاوی نہیں ہے اور جو اللہ کے کہنے پر بھی اپنے فیصلہ نہ بدلنے کے مدعی تھے۔ وہ اپنے دعوؤں کی برکات سے کچھ تو آگاہ ہو چکے۔ باقی ہو جائیں گے۔ عہدہ و اختیار جو اپنے عزو وقار کو قائم نہ رکھ سکے۔ نظام فطرت کی طرف سے گالیاں ملنے کے مترادف ہوتا ہے۔ وہ کیسا دانشور ہے جس کی دانش ابھی تک "وتعز من تشا وتذل من تشا" کا احاطہ بھی نہیں کر سکی۔ زمانے نے ایسے کتنے بوریہ نشین دیکھے ہیں جو تاجوروں اور تخت نشینوں سے اتنے ہی زیادہ معزز تھے اور ہیں' جتنا ایک ارب کا ہندسہ صفر سے بڑا ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ پھر وہ حکمرانی جس کا سالانہ خسارہ کھربوں میں ہو اور جسے خسارے کی حکومت اور حکومت کے خسارے میں بھی تمیز نہ ہو۔ اس کی دانش سے کیونکر توقع کریں کہ وہ سورۃ العصر کے "اِنَّ الانسان لفی خسر" کے لطیف اشارے میں پنہاں دانش تلاش کر لے گی۔ بیرونی سرمایہ کاری کے لئے رالیں ٹپکاتی ہوئی سیاست اگر دین اسلام سے عقل و دانش کاری کی متمنی ہوتی تو "جمع مال" کی سیاہ کاریاں اور "العفو" کی برکات کبھی کی واضح ہو گئی ہوتیں اور معاشرہ میں زکوۃ کے طالب و حق دار تلاش کرنے پر بھی نہ ملے ہوتے لیکن فی زمانہ اتنی برداشت کہاں سے لائیں کہ خلیفہ ہو مگر جبہ زربفت و کمخواب کا نہ ہو' پیوند شدہ ہو۔ معاشرتی افلاس نے آج کے چودھریوں کی کارستانیوں کے باعث معاشرہ پر نزع کا عالم طاری کر رکھا ہے۔ سیاست کے ابلیس گنگناتے پھر رہے ہیں۔ "آج تک یاد ہے آپ کے گجرات کی رات" کہ جب تک فطرت کا گجر نہ بجا۔ آپ نے

Marfat.com

"ات" ہی مچائے رکھی۔ آپ برگِ گل پر اور رعایا خاک بسر' کانٹوں پر ہی لیٹتی رہی۔ آئین کے اہم ادارے کے ارکان لوٹے' لفافے' گھوڑے' سانڈ بلکہ وہ بھی قرار پا چکے جن کی دولتیاں' باربرداریاں اور حماقتیں ضرب المثل قرار پا چکی ہیں۔ دوسرے ادارے کے بزرگ ترین سربراہ کو مقننہ کے اعظم سازشی کے علاوہ وہ کچھ قرار دے چکے کہ تحریر کرتے ہوئے شرم نہ آئے تو ضمیر ملامت کرنے لگتا ہے۔ وقت شاید وہ تاریخیں بھی نمایاں کر رہا ہے۔ جب یہ ادارے انتقام پر اتر آئیں گے۔ انتہائی پرکاری سے قلب و ذہن میں پیدا کیا ہوا آئینی فکری تضاد لازماً وہ دن دکھائے گا۔ جس دن کو آئندہ کے لئے سیاست کا یوم عرس لقب کیا جائے گا اور آج کے تاریخی فیصلے قوالیوں کا موضوع بن جائیں گے۔ سیاست کے اصطبلوں کے سائیس لاکھ اپنے اپنے جاکی سدھائیں۔ یہ گھوڑے اتنے گدھے ثابت ہوں گے کہ جس کی لگام ہو گی اسی کو دولتیاں ماریں گے۔ نئے عالمی نظام کے لئے دو پاکستانی اداروں کے تین برابر کے وفادار درد سر بنے ہوئے ہیں۔ ایک ہی ادارے کے دو وفاداروں کو کون سی سیاسی توانائی کی لپیٹ میں رکھیں کہ پاکستانی سیاست کا نہ سانپ مرے' نہ لاٹھی ٹوٹے اور پاکستان تحلیل ہوتا چلا جائے۔ اس لاینحل مسئلہ کا حل نکالنے کے لئے' خائف کر کے' مذاکرات پر مجبور تو کر لیا گیا مگر مسئلہ ایک نیام میں دو تلواروں کا نہیں۔ ایک تلوار پر دو نیامیں چڑھانے کا ہے۔ جس طرح قومی اسمبلی کو تحلیل کر کے نگران حکومت قائم کرتے وقت صدر چوک گئے اور ان کا نشانہ خطا ہو گیا۔ اسی طرح وزیرِاعظم بحال ہوتے ہی انتخابات کا اعلان نہ کر کے چوک گئے۔ ان کی مقبولیت کا گراف جو زاہد سرفراز اور کوثر نیازی کی کوششوں سے زیادہ ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ گر رہا ہے' جیسے اوپر کی منڈیر سے پھسلا ہوا انسان روشن دانوں اور کھڑکیوں کے چھاتوں سے ٹکراتا ہوا نیچے گر رہا ہو۔ جوں جوں عدالتی فیصلہ متنازعہ ہوتا جائے گا۔ نواز شریف کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ایک دن وزیراعظم کا "و" اور نواز شریف کا "نو" از خود لڑھک جائے گا۔ اور باقی "زیرِ اعظم از شریف" رہ جائے گا۔ عدالتوں کے متعلق بے نظیر' نصرت بھٹو کا رویہ نئے عالمی نظام کے لئے بڑا مفید مگر پاکستان کے موجودہ سیاسی نظام کے لئے بڑا مہلک ہے' ہو سکتا ہے پاکستان کے نئے سیاسی نظام کے لئے مذاکرات یوں کامیاب ہوں کہ مغربی پارلیمانی جمہوریت' صدارتی نظام اور ضیاء الحق کے تصنیف شدہ اسلامی ضمنات کو آئین سے نکال باہر کر دے اور تنازعہ فقط

Marfat.com

بے نظیر و نواز شریف کے اقتدارِ اعلیٰ کا رہ جائے۔

جنابِ صدر کی بے چارگی دیکھو' جب تک انہوں نے حزبِ اختلاف کا قومی اسمبلی تحلیل کرنے کا مطالبہ تسلیم کر کے نواز شریف حکومت کا بستر گول نہیں کیا۔ مخالفین کو نہ رات کو نیند آئی نہ دن کو چین آیا' اور گول کر دیا تو عدالتِ عظمیٰ نے صدر کی نیندیں حرام الحرام کر دیں۔ اللہ اس عمر میں اس طرح کی شبِ بیداری سے انہیں محفوظ رکھے کہ اسی میں مملکت کا بھلا ہے۔ صدر آج کل خود بھی جاگ رہے ہیں اور صوبوں کو بھی جگا رہے ہیں۔ ان جگراتوں کے باوجود چوری کا کھٹکا ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے اور گھوڑوں کا بھاؤ لگتا ہی جا رہا ہے۔ اگر متعدد مصلحتوں نے نئے انتخاب کروا بھی دیئے تو بھی نہ اللہ کی حاکمیت قائم ہو گی نہ حکومت کی تشکیل قرآن و سنت کے مطابق ہو گی۔ نہ قانون ساز حق و باطل و خیر و شر کی بنیادوں پر ہو گی۔ نہی عن المنکر ہوا بھی تو امر بالمعروف حسبِ سابق معدوم رہے گا۔ نہ لا الہ الا اللہ کا آئینی نظام قائم ہو گا۔ نہ اہلیت و استعداد لائق ترجیح ہو گی بلکہ خود کو بدلنے کی بجائے قرآن کو بدل دینے کا عمل مزید تیزی سے روا ہو گا۔ جن لوگوں کو دینِ اسلام کے نظامِ حریت از حاکمیت انسان اور جمہوریت میں واضح فرق بھی نظر نہ آئے۔ جو آج تک یہ نہ جان سکے کہ انسان کامل بننے کے لئے عبدہ ہونا' اللہ کے سوا کسی اور کے احکام کا پابند نہ ہونا لازم ہے۔ ان کی انتخابات میں کامیابی سے خیر کی توقع رکھنا اپنی اولاد کے حق میں بد دعائیں کرنے کے مترادف ہے۔ صدر صاحب دس بار اسمبلیاں توڑ لیں۔ وٹو صاحب بیس مرتبہ اسمبلیاں تڑوائیں۔ سو مرتبہ انتخاب ہوں' فلش اور شاور کے اس زمانہ میں بھی نوٹوں کے لئے ذریعہ لوٹوں کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ مروجہ نظام نے وہ قحط الرجال برپا کر دیا ہے کہ جو چاہے انتظام کر لو۔ آئندہ انتخاب کا دل دھڑک اٹھے گا اور نبضیں ڈوب ڈوب جائیں گی۔ کسی بھی احتیاط یا قدغن سے ابلیس کوئی خطرہ محسوس نہیں کرے گا کہیں ہم مروجہ نظام شرک کے باعث زیر سزا تو نہیں۔ کہیں ہمیں انسان ساختہ آئین کو شرع الٰہی پر بالا دست قرار دینے کی سزا تو نہیں مل رہی۔ پاکستان سے اسلام بدری کے لئے امریکہ کے آلہ کار بن کر ہم اپنے قیام کا جواز تو گنوا نہیں بیٹھے۔ ہم بطور سزا شعور سے عاری تو نہیں کر دیئے گئے۔ کہیں رسوائیاں ہمارے آئینی اداروں کا مقدر تو نہیں بنا دی گئیں۔

۱۹ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ"

دیہاتی لوگ بھی کتنے سادہ لوح ہوتے ہیں۔ تحلیلِ نکاح کے مقدمہ میں پیارے پنچوں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ فریقین کے لئے آئین انہی کی حدود میں رہ کر بقایا زندگی گزارنا چونکہ ممکن نہیں رہا اس لئے خلع کی بنا پر نکاح تحلیل کیا جاتا ہے۔ از روئے قانون نکاح منسوخ ہوا مگر جب تک خاوند سے حاصل کئے ہوئے تسلیم شدہ مفادات واپس نہیں کئے جاتے بیوی مفادِ عامہ میں حقوق زوجیت ادا کرتی رہے گی۔ لڑکے والوں نے لڈو بانٹے کہ تاریخی فیصلہ ہو گیا اور لڑکی والے پہلے خوشی کے مارے پھول گئے کہ طلاق ہو گئی پھر رونے لگے کہ گاؤں والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ سنتے ہیں پھر لڑکے' لڑکی کی مفادِ عامہ میں صلح ہو گئی۔ پنچوں کا پرنالہ بھی وہیں رہا اور فریقین کا کہا بھی سر ماتھے پر رہا۔ دیہات والے اتنے بدحواس و بے حس ہو گئے کہ انہوں نے ان واقعات کے پیچ و خم پر فکر مند ہونا بھی ترک کر دیا جس کے بعد زلزلہ آیا اور یہ کہانی گم شدہ تاریخ کی ایک موہوم سی روایت بن کر رہ گئی۔ قریب' قریب یہی صورتِ احوال آج کے پاکستانی معاشرہ کی ہے اور جو واقعات کبھی خواب میں بھی نظر نہ آتے تھے وہ دن دہاڑے رونما ہو رہے ہیں۔ گھر گھر بے مقصد و بے مدعا ناواقفانِ حال کی بحثیں جاری ہیں۔ ربط اور تسلسل سے ہر گفتگو نفرت سی کرنے لگی ہے۔ "سیاسی دہاڑی داروں" کے جلوس نتائج سے قطعی لاتعلق ہو کر ان اداروں پر آوازے کس رہے ہیں جن کے بغیر کسی حکومت تو کیا کسی معاشرہ کا وجود میں رہنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ عدل کا منہ چڑانا انسانوں کی معاشرت پر کلہاڑیاں چلانے کے مترادف ہوتا ہے اور کسی بھی زبان کی کوئی لغت ایسی نہیں جہاں ظلم کو انصاف کا متقابل بیان نہ کیا گیا ہو۔ جہاں بھی اور جب بھی کسی معاشرہ کا نظام عدل بوسیدہ ہو جائے گا ظلم مستحکم ہو جائے گا۔ فیصلے اگر غلط بھی ہو جائیں عدل اور احسان کے معیار پر پورے

Marfat.com

نہ اتریں تو بھی ان میں ترمیم تو جائز ہوتی ہے۔ ان کی فریقین کی طرف سے تردید جائز نہیں ہوتی۔ ادھر عدل و انصاف کی دیواریں لرز رہی ہوں ادھر عدالتوں کے تحفظ کے لئے سیاہ زرہ بکتر پوش متعین کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا ہو تو وہ کون سی خالہ ہے جس کے گھر میں معاشرہ ماں سے لڑ کر جا بسے گا۔

دو چار غیر دور اندیشوں کے ہاتھ اقتدار کیا دے دیا گیا ملک و قوم کے وقار اور ہر معاشرتی اخلاق کو پس دیوارِ اقتدار دفن کر دیا گیا اور تمام قلعے' مقبرے کہلوانے لگے۔ صوبائی اسمبلی کے سیکرٹری کا اغوا اس کی از خود بازیابی' پھر عدالت میں اس کے بیان برحلف کی کہانی سن لینے کے بعد کیا اغوا برائے تاوان اور اغوا برائے بیان میں کوئی فرق رہ گیا ہے۔ پھر جس بد قسمت ملک کی خوش بخت حکومت اس کہانی کا مرکزی کردار ہو گیا اس کے لئے اپنے وفاق کے صوبوں کا اس بھونڈے طریقے سے مذاق اڑانا سود مند ہو گا۔ جوں' جوں فریقین کے موقف کا دروغ واضح ہو رہا ہے' وفاق کی جڑیں اکھڑتی جا رہی ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں جعلی دستاویزیں تیار کرنا اور عدالتوں میں جھوٹ بولنا اگر قانون میں جرم نہ رہا تو پورے ملک کو جیل قرار دینا پڑے گا اور سرحدوں پر لوہے کے جنگلے پیوست کرنا ہوں گے۔ یوں ہو گیا تو لوہے والوں کا کاروبار تو یوں چمک اٹھے گا کہ بے نظیر کی چمک بھی ماند پڑ جائے گی۔ مگر آزادی اپنا عرف حراست بیان کرنے لگ جائے گی۔ حبیب اللہ گورایہ کا مبینہ بیان اگر غور سے پڑھیں تو گور نشین بھی پکار اٹھیں یہ گورایہ کا نہیں کسی قومی گور کن کا پڑھایا ہوا بیان ہے اور اس نے اب اپنے مگرمچھ کے آنسو پونچھ کر یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اس ارضِ پاک پاکستان کے نوحہ خواں اپنا سیاسی مینڈیٹ اسی قسم کی مغویوں سے حاصل کیا کریں گے۔ اپنی ڈیوٹی سے یوں غیر حاضر ہو جانا کہ لاکھوں کا انعام مقرر ہونے کے باوجود اپنے گھر والوں کو نہ بتانا کہ نیک بختو آؤ مجھے پکڑ لو مجھے بلا پس و پیش' پیش کرو اور دس لاکھ بطور انعام کی رقم کو وصول کرو۔ بڑے دل' گردے اور صبر و تحمل کا کام ہے۔ جو عزیزوں کو بھی نہیں مل رہے تھے وہ اتنے دنوں اتنے اطمینان سے نامعلوم عزیزوں سے ملتے رہے۔ کوئی خالی دماغ سنگ دل اسے امر واقع تسلیم کر لے تو کر لے عقلِ سلیم تو تسلیم نہیں کرتی۔

قانون کے اطلاق کے پلے اب کون سا اخلاقی جواز باقی رہ گیا ہے کہ قانون اپنے

Marfat.com

غیر جانبدار اور موثر ہونے کا دعویدار رہ سکے۔ جس معاشرے میں اپنی رٹ درخواستیں منظور کروانے کے لئے اس قسم کے ڈھنگ آزمائے جا رہے ہوں وہ معاشرہ زیرِ تعمیر نہیں زیرِ تعزیر و تحقیر ہوتا ہے۔ اس معاشرے کا سدھر جانے کے ہر وسیلہ کو سربمہر کر دیا جاتا ہے اور فطرت اپنی تعزیروں کو اس معاشرہ کے ہر کس و ناکس پر کھلا چھوڑ دیا کرتی ہے۔ متنازعہ امور پر عدالتیں کیا فیصلہ دیں گی اور پاکستان کی معاشرتی زندگی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے ابھی نہ واضح ہے نہ لائق بیان ہے۔ عدالتی معاملات کا دوران سماعت محض مفروضوں کی بنا پر اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں ہوتا کیونکہ قانونِ فطرت ہے کہ ضمیر اپنی آواز اس وقت سناتا ہے جب انسانی اذہان فیصلہ کر چکے ہوں اور جو اپنی ضمیر کی آواز پر اپنے ذہن کے فیصلے کو نہ بدلے وہ تو اپنے ساتھ بھی انصاف نہیں کر رہا ہوتا۔ معاشرہ یا فریقین کے ساتھ کیا انصاف کرے گا۔ رہا آج کا مغضوب اور گمراہ انسان وہ تو فطرت کے فیصلوں کو متنازعہ قرار دلوانے کی کاوشوں سے بھی باز نہیں آتا۔ فانی انسانوں کے فیصلے تو یوں بھی اکثر و بیشتر نظر ثانی کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہ اپیل نگرانی یا نظر ثانی کی توجیہات یوں ہی وضع نہیں ہو گئیں۔ عقل کے فانی و غیر مکمل ہونے کے احساس نے وضع کروائی ہیں۔ پھر فریقین کی نیت کا کھوج لگانا کوئی آسان کام نہیں اور نیت کے تعین کے بغیر اعمال کی خوبی یا خامی کا اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ پھر ہمارا نظام قانون و انصاف تو اعمال سے نیت کو پرکھتا ہے۔ نیت سے اعمال کو نہیں بلکہ یہ نظام ابھی تک نیت اور تحرک میں بھی امتیاز نہیں کر پایا۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ باقاعدہ فیصلے صادر ہوتے ہیں کہ فلاں فریق مقدمہ نے فلاں کام بدنیتی سے کیا اور فلاں نیک نیتی سے' بیٹا ماں کے پاؤں دبا رہا ہے تاکہ ماں سو جائے تو اس کے سرہانے سے چابیاں اٹھاؤں۔ بیٹا' ماں کے پاؤں دبا رہا ہے کہ تھک گئی ہے' پاؤں دبا دوں تو تھوڑا سو کر اسے سکون مل جائے گا۔ ماں ابھی سوئی نہیں نیت ابھی عمل تک نہیں پہنچی' چشم دید گواہ موجود ہیں' کس کو دوزخ میں جانا ہو گا' کس کو جنت نصیب ہو گی۔ ہے کوئی عدالت جو شہادت کی بنا پر صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی دعویدار ہو سکے۔ فیصلے جو ذاتی مفروضوں اور اندازوں کی بنا پر صادر کئے جائیں لازماً تعصب آلود ہوتے ہیں۔ پھر صدر یا وزیرِ اعظم یا وزیرِ اعلیٰ کے صوابدیدی فیصلوں کو عدالتی سطح پر پرکھ نگران کو عدالت کے روبرو ہونے سے مستثنیٰ رکھا جانا نظامِ جمہوریت کا وہ فریب ہے جس

Marfat.com

نے انسانیت کو ابلیسیت میں تبدیل کرنے میں بڑی اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔

مزید برآں وزیرِ اعلیٰ عوام کی مرضی کا اور گورنر صدر کی مرضی کا اہتمام کرنے والا آئین کبھی قومی صلاحیتوں اور عوامی اہلیتوں کا بھی خواہ نہیں ہو سکتا۔ عوام کا وزیرِاعلیٰ یا وزیرِاعظم منتخب نہ کرنا' بلکہ منتخب نمائندوں کا انہیں یا صدرِ مملکت کو منتخب کرنا بھی وہ پرکار عمل ہے کہ اس کا ماحصل عوام پر ارکان اسمبلی کے مفاد میں وزیرِ اعلیٰ یا وزیرِ اعظم یا صدرِ مملکت کی حکومت کے سوا عملی طور پر اور کچھ بھی نہیں۔ عوام کا خلیفہ کو منتخب کرنا اور خلیفہ کا احکامِ الٰہی کا پابند رہنے اور عوام کو ان کا پابند رکھنے کے لئے اہل رائے و اہل دانش کو نامزد کرنا ایک بالکل مختلف عمل ہے۔ جب مجلسِ مشاورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چادر پر اعتراض کرنے والا مشیر نہ رہے تو خلافت آہستہ آہستہ اور ازخود ملوکیت ہی نہیں یزیدیت کی طرف راغب ہو جایا کرتی ہے۔ آج کے نظام کے نفاذ کا نتیجہ کیا ہے۔ پاکستان میں یہودی سرمایہ کاروں کے لئے آسانیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ وسطِ ایشیا کے مسلمان ملکوں کی مارکیٹ یہودی و نصرانی سابقہ ہندوستانی حکمرانوں کی اجارہ داریوں کے لئے آسان بنائی جا رہی ہے۔ مسلمان ممالک کے تمام تر وسائل لارنس آف عریبیا کی تخلیقات سے آزاد کروا کر امریکی یہودیوں کی اجارہ داری میں دیئے جا چکے ہیں۔ نفاذِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالبات اور تمناؤں کو نفاذ شریعت ایکٹ نے قومی اسمبلی کے "فلور" پر چاروں شانے چت گرایا بھی' گھسیٹا بھی مگر کسی رکن اسمبلی کے ضمیر پر جوں تک نہ رینگی۔ دین داری کے بڑے بڑے علمبردار زکوٰۃ کی کنگھیوں سے اپنی ریشیں آراستہ کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دروغ گوئی کو سیاسی اذان و صلوٰۃ کے عقب عطا کر دیئے گئے۔ عبدہ کی معانی یوں بدل دیئے گئے کہ احکامِ الٰہی کی پابندی نہ حکومت پر فرض رہی نہ افراد پر۔ دو قومی نظریہ شناختی کارڈوں کے خانوں میں دفن کر دیا گیا۔ دینی امور کو نہایت ہوشیاری اور پرکاری سے مذہبی امور قرار دے کر وزارتِ مذہبی امور کی وزارت ان کے سپرد کر دی گئی۔ جس طرح عکس کرنے کے لئے کیمرے کئی بار ایڈجسٹ کرنے پڑتے ہیں۔ جب مغربی جمہوری نظام سرزمینِ پاکستان پر اپنے جوہریوں دکھا چکا کہ اسمبلیوں کے ارکان کی بدعنوانیاں رسوائیوں کی بلندیوں سے نظر آنے لگیں اور خدشہ پیدا ہو گیا کہ عوام تنگ آمد بجنگ آمد کا رویہ اپنانے والے ہیں تو

Marfat.com

جمہوریت کے استحکام کا غوغا بلند کر دیا گیا اور اپنے عیوب پر پردہ ڈال کر جمہوریت کو بچانے کے لئے یوں تشہیر کی گئی کہ سادہ لوح لوگوں نے اسے اپنا جزو ایمان گردانا شروع کر دیا۔ اس ہماہمی میں عدلیہ کی توقیر مٹی میں ملا دی گئی۔ اسمبلیوں کے وہ ارکان جو تعمیری فنڈ پر پالے جا رہے تھے اور گندی نالیوں، بجلی کے کھمبوں، تھانے داریوں، تحصیلداریوں اور اسی طرح کی بے شمار بدعتوں کے منتخب کروائے ہوتے تھے۔ عدلیہ کے معزز ترین ارکان سے زیادہ معزز مشہور کئے جانے لگے۔ مقننہ کے ارکان نے اپنے بے راہ رو جیالوں کو عدلیہ پر بہتان و اتہام تراشنے میں مصروف کر دیا اور اسمبلیوں کے گھوڑے گلیوں کے گدھوں سے تعمیر مستقبل انسانیت کروانے لگ گئے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن ہی نہیں کہ جس طرح انگریزوں نے جاگیرداروں کو جاگیریں دے کر اپنے بہی خواہوں اور وفاداروں کو معاشرہ کی ہر قدر اور مد پر مسلط رکھا حتیٰ کہ ان کے جانے کے بعد بھی پاکستان کی سیاست و حکومت پر وہی مسلط رہے۔ اسی طرح نجکاری کے بہانے آج کا حکمران پاکستان کی آئندہ سیاست و حکومت پر اپنے بہی خواہوں اور وفاداروں کو مسلط رکھنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ ملک کے وسائل اور حکومت کے محکموں کو نجی ملکیت میں دے کر آئندہ کے انتخاب کے اجارہ دار تخلیق کئے جا رہے ہیں۔ نجی ملکیت میں دیئے گئے اداروں یا محکموں کے ملازموں کی کیا مجال کہ وہ مالکان کی مرضی کے بغیر کسی اور کو منتخب کر لیں۔ جیسے ہاریوں یا مزارعوں کی کبھی بھی یہ مجال نہ ہوئی کہ وہ جاگیردار کے سوا کسی اور کو منتخب کر لیں۔ حالیہ پیش شدہ بجٹ کا بھی اگر سیاسی ریشہ دوانیوں کو پیش نظر رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو یہ راز سربستہ ان ہی ارادوں کا بستہ بغل میں دبائے ہوئے ہیں۔ یہ وہ مہلک صورت حال ہے کہ اگر اس کا تدارک بروقت نہ کیا گیا تو نہ صرف جمہوری آمریت کی عمر دراز ہو جائے گی بلکہ پاکستان یہود طبع سرمایہ داروں کی ملکیت بن جائے گا اور بالغ رائے دہندگان کی تمام تر رعایا ان کی مزدور ہو کر رہ جائے گی۔ جس چابکدستی سے ٹیکسوں میں کمی و بیشی کی گئی ہے وہ ارکان کی اکثریت کی ادھار کھائے بیٹھی دانش سے اتنی بالاتر ہے کہ وہ غور کرنے بھی لگیں تو یوں معلوم ہو گا جیسے کئی دنوں کا پیٹ سے بھوکا آسمان کی طرف دیکھ رہا ہو یا اٹھنے سے لاچار پیاسے کی نظریں درخت کی اونچی شاخ پر لٹکایا گیا مشکیزہ تاک رہی ہوں۔

Marfat.com

جس دیدہ دلیری سے وزیرِ خزانہ نے یہ فرمایا ہے کہ عوام پر اس بجٹ کا کوئی زیادہ اثر نہیں پڑے گا وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ جیسے کوئی پہلی بیوی سے یہ کہہ رہا ہو دوسری شادی کر بھی لوں تو سرتاج تو میں تمہارا ہی رہوں گا کہ سودا میرے سر میں ہے۔ تمہارے سر میں تو نہیں، مجھے چاہے تم آنے والی کے قدموں میں پاؤ اپنے سر پر ہی پاؤ گی۔ اس لئے مسکراؤ کہ اپنی عاقبت پر روتی ہوئی تم بھلی معلوم نہیں دیتیں۔ جاگیردارانہ رعب اور سرمایہ دارانہ عیاری میں فرق ہوتا ہے۔ وہ گھوڑوں کی سمجھ میں ہوتا تو آج نہ اصطبلوں میں بندھے ہوتے نہ ان کے گلے میں ان کی قیمت فروخت کی تختیاں لٹک رہی ہوتیں۔ وقت کے قارونوں کو اگر مقامِ فرعون بھی حاصل ہو جائے اور ہامان بھی اپنا ایمان فروخت کر چکے ہوں تو ایک معرکہ تو بپا ہوا ہی کرتا ہے مگر یہی وہ گھڑی ہوتی ہے جب فطرت اپنے کرشمے مظہر کیا کرتی ہے۔ اس دانش و ایمان گم کردہ معاشرہ میں اگرچہ ہر امید کے مقدر میں ناامیدی تحریر ہو چکی ہے لیکن فطرت بھی کرۂ ارض پر اپنی حاکمیت کے تسلط کے لئے راسخ اور راست اقدام کا فیصلہ کر چکی ہے۔ سرمایہ دارانہ فرعونیت اپنے جادوگروں کے چند ایک کرتب اور دکھائے گی اور پھر بلا تاخیر ان کی سانپ بنائی رسیاں ان کی گردنوں میں یوں لٹک جائیں گی کہ دولت جمع کرنا یا سرمایہ کاری کرنا تو کجا ان کے لئے سانس لینا بھی دوبھر ہو جائے گا۔ کسی کو یقین آئے یا نہ آئے لیکن پاکستان کے یہود نوازوں کے مقدر میں فرعون کا انجام تحریر ہو چکا اور فرار کی تمام راہیں مسدود ہو چکیں البتہ توبہ کے دروازے ابھی مکمل طور پر بند نہیں ہوئے اور مغفرت کی راہیں تو کشادہ اور آرام دہ ہوتی ہی ہیں۔ نئے عالمی نظام کے تین پاکستانی آلہ کاروں کو یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہئے کہ انہیں امریکی مفادات کی نگہبانی کرنا ہے یا اللہ کو اپنا نگران و نگہبان تسلیم کرنا ہے۔

۱۸ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"جل تو جلال تو، آئی بلا کو ٹال تو"

لو! پھر جنگل میں منگل رہنے لگا۔ بوڑھا شیر' جوان بکری اور توانا لومڑ ایک ہی سیاسی گھاٹ پر پانی پینے کے لئے مذاکرات کرنے لگے۔ جو خدا سے بھی نہیں ڈرتے تھے نامعلوم کس سے خوف زدہ ہو گئے کہ تجویز ہونے لگا کہ آؤ! آئندہ کے شکار کے لئے "ورکنگ ریلیشن شپ" قائم کرلیں۔ اپنا اپنا شکار ماریں مل کر نہیں دکھا' دکھا کر کھائیں۔ جب بھی پیاس بجھانا ہو۔ ایک ہی گھاٹ سے پانی پئیں اور جن سیاست دانوں نے حصولِ اقتدار کے لئے گھاٹ' گھاٹ کا پانی پی رکھا ہو انہیں پیشوا مان کر یہ اہتمام کریں کہ جو بھی گھاٹ پر آئے گھر کا نہ رہے' گھاٹ کا ہی ہو کر رہ جائے۔ ہر طرف کے سیاسی مطالبہ کا مافی الضمیر یہ ہے کہ اقتدار مجھے دے دو اور جو مانگو لے لو۔ تم میرا دفتر بسا رہنے دو' میں تمہارا گھر بسا رہنے دوں گا۔ مانا کہ جلا وطن الطاف سے ہمارے بے حد و بے حساب التفات تھا مگر ہم نے بالآخر اسے یوں چاروں شانے چت کروایا کہ اپنی ہی سیاست کے بوجھ تلے دبا منہ کے بل پڑا ہے۔ مگر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہارے الطاف کو کسی سیاسی مسئلہ کی نذر نہیں کریں گے۔

چلو! یہ بھی مان لیا کہ قبل از معیار انتخابات بھی کروا دیں گے۔ دھاندلی کرنا بھی ہوئی تو پرانے طریقہ سے نہیں کریں گے۔ غیر قومی مفاد میں تمہیں قومی حکومت میں بھی شامل کرلیں گے۔ مگر اصل مسئلہ تو پوپ سے بڑھ کر کیتھولک ہونے اور بادشاہ سے بڑھ کر بادشاہ کے وفادار ہونے کا ہے۔ مزارعوں کو مزدور بنانے کا ہے۔ سرکاری ملازموں کو نجی ملازم بنا کر ان کے ووٹوں کو اپنے لئے مخصوص کرنے کا ہے۔ ایسا نظام استوار کرنے کا ہے کہ ان پڑھ سرمایہ دار قانون ساز اور ایم اے تک تعلیم یافتہ سڑکوں پر سواریاں ڈھونڈھتا پھرے' کہ کچھ تھوڑا بہت سرمایہ پس انداز ہو جائے تو جوان بہن کے ہاتھ پیلے کر

Marfat.com

کے قرضے کی پہلی گاڑی میں اسے سسرال بھجوا دوں اور اپنے ہونے والے سسرال والوں کو عرض کروں، نئے ٹائر نہ ڈلوانے ہوتے تو عرض کرتا فقط مہندی لگا کر دلہن کی رخصتی کا اہتمام کر دیجئے۔ اپنے ہونے والے بھوکوں مارے افلاس زدہ بچوں کی قسم عمر بھر آپ کا تابعدار اور وفادار رہوں گا۔ میں کوئی لوٹا نہیں ہوں کہ کبھی ادھر کا ہو جاؤں، کبھی ادھر کا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ باہمی تعلقات سے وہ عدل کبھی نہیں کروں گا کہ "مال" کی سڑک پر آپ کی عالیہ لوٹے لٹکائے اپنی یاسیت و قنوطیت کا یوں مظاہرہ کر رہی ہو کہ ہر گزر گاہ یہ دریافت کرنے لگے پینڈے والے کا کیا لوگی اور بے پینڈے کا کیا۔ نہ یہ ہو گا کہ میں ان افلاس زدہ پچکان کے ساتھ روکھی، سوکھی بانٹنے کے لئے عدل کا ترازو میزان کر رہا ہوں اور میرے گھر کے باہر میرے ہونے والے فیصلہ کے خلاف نہ صرف نعرے لگ رہے ہوں بلکہ پٹاخے بھی چل رہے ہوں اور ٹائر بھی جل رہے ہوں اور میری اور آپ کی عالیہ کا گھر جہانگیر کا مقبرہ معلوم دینے لگے اور کسی کو خبر تک نہ ہو کہ ان کے افلاس اور وسائل کا مرکز کہاں ہے۔ کون سا راستہ قبرستان کی طرف جاتا ہے اور کون سا گلستان کی طرف۔ بہرحال اللہ تعالیٰ بحال شدہ نواز شریف کے ارادوں میں سے فرعونیت، قارونیت و ہامانیت کو نکال کر انہیں ان سے تنہا کر دے اور ان کی ہر شے پر اجارہ داری قائم کرنے کی عادت سے انہیں نجات حاصل ہو جائے۔

یقیناً سوال کیا جا سکتا ہے کہ پھر ان کا رہ کیا جائے گا۔ تو عرض ہے وہ جھولی جو اللہ کے سامنے راہ نمائی کے لئے پھیلائی جا سکے۔ موجودہ سیاسی نظام کو قائم رکھنا، اسے شریعت سے بالا دست و مستثنیٰ خودی اور انا میں امتیاز نہ کرنا اور اپنے ہی پیٹ پر ہاتھ پھیرتے رہنا کسی بھی فریق کے لئے سود مند نہیں ہو گا۔ یہ عمل بھی نہ واضح ہے، نہ سود مند کہ ادھر حزب ہائے اختلاف کو مذاکرات کی دعوت دی جائے، ادھر صدرِ مملکت سے بے راہ رسم بڑھائی جائے۔ ادھر صدرِ مملکت سے بے راہ رسم بڑھائی جائے، ادھر عرض ہو کہ صدر کوتاہیاں فراموش کر دیں۔ ادھر قرارداد منظور کروائی جائے کہ آٹھویں ترمیم کا آئین سے انخلا کیا جائے، ادھر سگنل دیئے جائیں کہ پھاٹک کھلے ہیں۔ ادھر سرخ جھنڈیاں لہرائی جائیں کہ "مال" گاڑی گزرنے والی ہے۔ کیا زمانہ اس انتظار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتے نازل کر کے انسانوں کی قائم کی ہوئی عدالتوں میں یہ سوال

Marfat.com

کروائے گا کہ احکام الٰہی کے پابند ہو جانے کے متمنی بن کر پاکستان کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی ریاست بنانے کے دعویدارو! یہ تم کیوں آئینہ رو ہو کر اپنے ہی منہ پر تھوک رہے ہو۔ مغربی جمہوریت کا نظام تو تاریخ شاہد ہے' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی منافقتوں کے سائے میں پرورش پاتا اور استبداد کے سہارے پھلتا پھولتا ہے۔ یہ تو حصولِ اقتدار کی جنگ کے شہ سواروں کے پاؤں تلے روندا ہوا نظام ہے۔ اس نظام کا متوسط اور غریب طبقہ کو تو اتنا ہی فائدہ ہے کہ پانی نہ ملے تو اقتدار کے میدانِ جنگ کی خاک سے تیمم کر لو۔ نام نہاد سیاست دانوں نے تو سرزمین "پاکستان" کو بھی اتنا ناپاک کر دیا ہے کہ تیمم کے لئے پاک مٹی کا حصول بھی دشوار ہو گیا ہے۔ بحال شدہ وزیر اعظم ابھی بحالی کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنے سے بھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ انہیں احساس ہونے لگا کہ ان کے پاؤں تلے سے تو سیاست کی زمین سرک چکی ہے۔ دیگر صوبوں کے تو وہ پہلے ہی زیر تھے۔ پنجاب میں بھی ان کی سیاست پر پانی پھر گیا۔ یہاں تک کہ اپنی آبائی رہائش گاہوں پر بھی نئے پہرہ دار بٹھانا پڑے اور ان کے تمام ساتھیوں کے دلوں میں دھڑکنوں سے یہ آوازیں آنے لگیں۔ ابھی وقت ہے' قبل از گرفتاری ضمانتیں کروا لو' یا پھر یوں اسلام آباد چلے چلو جیسے کوئی سزا یافتہ پیرول پر کسی سرمایہ دار کے دیوان خانے میں خدمت انجام دینے کے لئے چلا جاتا ہے۔ صحافی جو یہ خبر لاتے ہیں کہ یار لوگ تو اعلیٰ پائے کے ہوٹلوں میں اعلیٰ ترین داد عیش دے رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کچھ مبالغے سے بھی کام لے رہے ہوں۔ تاہم عیش میں نہ کٹ رہی ہوتی تو کسی نہ کسی کو تو گھر کی یاد ستانے لگتی۔ سنا ہے لغاری صاحب کی آٹھویں ترمیم سے متعلق قرارداد کے باعث پی ڈی اے اور بالخصوص پی پی پی کچھ لاغر ہو گئی ہے اور پی پی کے چار نقطے زائد ہو کر اسے سیاسی طور پر بی! بی! پڑھا جانے لگا ہے مگر یہ محض خام خیالی ہے۔ سیاست کی تمام تر منفیات کے باوجود اگر کچھ وارد نہیں ہو رہا تو یہ امر نہ مصلحت پر مبنی ہے' نہ جمہوریت دوستی پر۔ امریکی سامراج اور استعمار کے پاکستان میں مارشل لاء لگوانے کے دو ہی مقاصد ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ فوجی افسر عدالتوں میں بیٹھ کر اپنی اس طبع کی عمر بھر تربیت کو فراموش کر دیں کہ'

There is not to reason why!

There is but to do and dye!

Marfat.com

جو دلیلیں دینا یا دلائل سننا شروع کر دے' وہ جان نہیں دیا کرتا۔ ملک و ملت کے لئے جان کا نذرانہ وہی دیتا ہے جو دلائل کی نفی کر دے۔ جو "مروں کہ نہ مروں" میں الجھ جائیں' وہ نہ کبھی غازی بنے ہیں نہ کبھی شہید ہوئے ہیں۔ دوئم یہ کہ جس انسان نے یہ قسم اٹھا رکھی ہو' پختہ ارادہ ہی نہیں۔ اپنا ایمان جان رکھا ہو کہ میں نے اپنی جان دے دینا ہو مگر اس ملک کے باسیوں کی جان و مال و عزت و وقار پر نہ آنچ آنے دینی ہے نہ صرف وہی انسان اگر اسی ملک کے شہریوں کو سزائیں دینا شروع کر دے' کوڑے مروانے لگے' جیل بھجوانے لگے' پھانسی لگوانے لگے' ان کی جائیدادیں ضبط کرنے لگے' جرمانے سنانے لگے تو اس انسان میں قوم کا فوجی جوان بے ہوش ہو جایا کرتا ہے اور باقی فقط چلتا' پھرتا مسلح دہشت گرد رہ جاتا ہے۔ دشمن کی جان لینے کا فرض وہ لوگ ادا نہیں کیا کرتے جن کے ہاتھوں دوستوں کا خون ہونے لگے۔ نئے عالمی نظام کے ہاتھ میں پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کا اتنا مہلک ہتھیار آ گیا ہے کہ پاکستانیوں کی جوہری توانائیاں بھی اس کے حضور عالم رکوع میں ہیں کہ "تو مشق ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر" مگر مجھے دہشت گرد قرار دے کر میری امداد' میرے قرضے محدود یا مسدود نہ کرنا۔ رہی عسکری تعداد تو اے عالم استبداد و استعمار کے نظامِ نو۔ تجھے خوب معلوم ہے۔ ۱۹۶۵ء میں تو نے اور تیرے آج کے اہل کاروں نے خود ہی تجزیہ کیا تھا کہ بھارت اور پاکستان کی فوجوں کا مقابلہ یہ ثابت کر گیا ہے کہ یہ Quantity vs Quality ہے۔ چنانچہ ان اہل کاروں نے فیصلہ صادر کر دیا کہ نئے عالمی نظام کی کامیابی کے لئے پاکستان کی فوج کی Quality کو کم ترین کیا جائے اور Quantity کو دو چند بھی کرنا پڑے تو کر دیا جائے۔ چنانچہ ہمیں وہ پست و بلند دکھائے گئے کہ ہمیں گردوں سے زمین بڑھ کر پسند آنے لگی اور ہم ان مغل شہنشاہوں کے اطوار اپنانے کی طرف راغب ہو گئے جو سلطنت کے نہیں' کوئے یار میں دو گز زمین کے متلاشی تھے۔ آج کی سیاست کی زبان میں اسے پہلے پانچ نکاتی پروگرام کہتے تھے۔ پھر پیپلز درکس پروگرام کہنے لگے اور آج کل تعمیرِ وطن پروگرام کہتے ہیں' جس کی نوازشوں اور صراحتوں کے طفیل ملک بھر کی گندی نالیاں اتنی پختہ ہو گئی ہیں کہ جتنا جی چاہے گندہ پانی ان میں سے گزار لو۔ یہ کناروں سے باہر نہیں جانے دیں گے اور پختہ مکانوں اور ایوانوں سے کچی بستیوں کی طرف بہتی رہیں گی۔ وزیر اعظم نے جو چوکھی مذاکرات کی

Marfat.com

طرح ڈالی ہے اس کی کامیابی کے امکانات ابھی سے معدوم سے ہیں۔ سیاسی مذاکرات کرنے اور "گتکا" کھیلنے میں فرق تو ہوتا ہی ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ موصوف سیاست کم کرتے ہیں اور پہلوانی زیادہ۔ سیاسی اکھاڑے میں منٹو پارک کے اکھاڑے کے داؤ پیچ اس لئے تو کامیاب نہیں ہو سکتے کہ اس پارک میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی یا اس لئے کہ قائدِ اعظم ایک دفعہ یہاں اپنے سیاسی ہمراہوں کے ساتھ بہ نفس نفیس تشریف لائے تھے۔ جس کا کام اس کو ساجھے بڑا پرانا اور تاریخی محاورہ ہے لیکن اگر گاما پہلوان "سا۔ رے۔ گا۔ ما" کا شوقین ہو کر مگدر چھوڑ سارنگی سنبھال لے تو سروں کا کیا حال ہو گا۔ کیا اس کے لئے بھی کسی عدالتی فیصلہ کی ضرورت ہو گی۔ ۱۹۹۳ء کی سب سے بڑی سیاسی غلطی یہی ہو گی کہ سیاست کو جو معاملات پارلیمانی ہاؤس کے فرش پر' یا عوام کے اجتماعات میں طے کروانے چاہئیں تھے وہ عدالتوں کی تحویل میں تاویل کے لئے دیئے گئے اور آوارہ سیاسی فکر کو کھل کھیلنے کا موقع دے دیا گیا۔ چنانچہ آئین کا بچا کھچا آخری ادارہ بھی اپنے دروازوں پر مسلح پہرے بٹھانے پر مجبور کر دیا گیا اور "ہر چہار سو" یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔ کے مناظر برپا ہو گئے۔ دینِ اسلام تو پاکستان بدر ہو ہی چکا تھا۔ حمیت اور قومی غیرت و تکریم کی بھی رخصتی ہو گئی۔ سیاست کا ہر غالب برہنہ ہو کر نغمہ سرا ہوا کہ میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو خبر کر دو۔ اس چمن کا پتا پتا مغلوب ہو چکا ہے۔ پرانے شکاری نئے دام لے کر آ چکے ہیں اور نئے انتخاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یوں جیسے کرگسوں کے جھنڈ مطلع ہو رہے ہوں کہ سیاست کے مویشیوں میں طاعون پھوٹ پڑی ہے اور اب مزے ہی مزے ہونے والے ہیں۔ اب بھی سیاست کے یہ مردار خور سیاسی معاملات حل کرنے کے لئے نیک دلی سے آمادہ نہیں ہیں۔ صرف جھڑکی سہنے کی تاب نہیں' کسی کے تیور دیکھ کر لرز رہے ہیں اور مذاکرات کے بہانے "جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو" کا ورد کرنے کے لئے محفلیں آراستہ کر رہے ہیں مگر یہ منافقت زیادہ دیر تک کارآمد نہیں رہے گی۔ طرفین ایک دوسرے کے ہم رنگ زمین جال کے بچھائے جانے سے آگاہ ہیں۔ بڑھ بھی رہے ہیں' ڈر بھی رہے ہیں اور بدک بھی رہے ہیں۔ مذاکرات اگر کھلے دل سے بے لوث ہو کر نہ ہوں تو ان کا حاصل کبھی قابلِ ذکر نہیں ہوتا۔ ایوانِ صدر جو بھی جائے گا ایوانِ صدر کبھی اس کو کبھی صدر کو دیکھے گا۔ ایوانِ صدر کے

Marfat.com

علاوہ کسی اور کی رہائش گاہ پر سیاست مذاکرات میں مبتلا ہو گی۔ تو تاریخ تولید کا نام ہی دریافت نہیں کرے گی۔ ولدیت کے متعلق بھی وہ کچھ پوچھے گی کہ جواب بن نہیں پڑے گا۔ بندوں کے مابین حاکمیت کا جھگڑا نہ آج تک کبھی طے ہوا نہ ہو گا۔ ناممکن ہے کہ انسان اقتدار کا طالب بھی ہو اس کے لئے مہم جو بھی ہو اور خائن نہ ہو۔ یہ حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہی نہیں' قانونِ فطرت بھی ہے۔ ریاست کی حاکمیت کوئی گھر کی حاکمیت تو نہیں کہ ضرورت اور وقت کے پیش نظر میاں بیوی میں بانٹ لی جائے کہ لو یہ باورچی خانہ تمہارا' یہ ڈرائنگ روم میرا' ادھر کا بیڈ میرا' ادھر کا تمہارا اور باتھ روم مشترکہ۔ مغربی جمہوریت حاکمیت کی جنگ ہے۔ خلافت کا اختلاف نہیں۔ یہ نظام دائمی اختلاف کا نظام ہے۔ یک رائے ہونے کے لئے اختلاف فروعی کا نظام نہیں۔ مغربی جمہوریت آسان لفظوں میں سوکناپے کا سوقیانہ نظام ہے۔ خاندان کے قدرت کی طرف سے قائم کئے گئے رشتوں کے احترام کا نظام نہیں۔ اگر کسی کو واقعی مذاکرات سے مثبت نتائج حاصل کرنا ہیں تو دینِ فطرت کا مطالعہ بھی کرے اور اس کا ہو کر بھی رہے۔ بھینسے لڑیں گے اور چارہ کچلا جائے گا اور لوگ عدالتوں میں انصاف لینے کی بجائے اپنے لاعلاج اور ناقابلِ عدل و انصاف زخم لے کر جایا کریں گے اور پھر وہ دن آ جائے گا جب عدالتوں کو بھی اپنے ایمرجنسی وارڈ کھولنا پڑیں گے۔

۲۴ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے"

مغربی پارلیمانی جمہوری سیاست پاکستان میں عالمِ نزع میں گرفتار' اپنے نظام شرک کی آخری سزائیں بھگتنے کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ یوں کہ زندہ در گود نہیں ہو گی۔ بلکہ مر چکی ہو گی مگر دفن نہیں کی جائے گی۔ وائے حیرت! کہ ہر آئینی ادارہ دوسرے کے درپے ہے۔ قانون ساز بے پیندے ہو چکے ہیں' انتظامیہ کے سربراہوں کے ایوان یا سازشوں کے اڈے بیان کئے جا رہے ہیں یا کمیشن خوروں کی استعمار گاہیں بن چکے ہیں۔ یہ الزام بھی زبانِ زدِ عام ہے کہ ہر "بریف" بریف کیس میں ہوتا ہے اور بریف کیس قسط میں ہوتا ہے۔ مرکز صوبوں کے درپے ہے اور صوبیداروں کی نیندیں یہ سوچتے سوچتے حرام ہو چکی ہیں کہ اسمبلیاں توڑنے کے آئینی سلیقے کیا ہیں۔ وزیرِ اعلی نے خود اسمبلی توڑنا ہو تو کیا کرے۔ اسمبلی نے خود وزیرِ اعلی کی کمر توڑنا ہو یا گورنر سے تڑوانا ہو تو کس کو کیا کرنا چاہیے۔ صدرِ مملکت کے اسمبلیاں توڑنے کے اختیارات کیا ہیں۔ ان سے بچنے کیلئے کون سے حربے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اسمبلیوں نے صدر کا مواخذہ کرنا ہو تو کیا طریقہ ہے۔ غرضیکہ ہر کوئی یوں ہاتھ ملا رہا ہے جیسے گلوگیر ہونے سے پہلے پہلوان اکھاڑے میں ہاتھ ملاتے ہیں۔ وزیرِ اعظم کو کہیں وزیرِ اعلی قبول نہیں تو کہیں گورنر۔ وزیرِ اعظم اپنے ہی صوبہ میں آئیں تو وہاں کا اقتدار ان کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ ان کے گھر پر صوبائی پولیس تک کا پہرہ درپردہ اندیشوں کے پیش نظر مرکزی رینجرز کو دے دیا گیا ہے۔ اپنوں سے خوف آنے اور غیروں سے شناسائی ہونے لگے تو جان لینا چاہئے کہ اغوا نہ بھی ہوا تو فرار ضرور مقدر ہو جائے گا۔ وزیرِ اعظم کے کرکٹ کے میدان کو رینجرز یوں گھیرے رکھتے ہیں جیسے کھیل کا تمام تر سامان سمگل شدہ سونے کا ہو اور رینجرز کو اس کی برآمدگی درکار ہو۔ یہ بھی طے نہیں ہو رہا کہ وزیرِ اعظم کو سرکاری دورہ پڑا ہے یا نجی۔ اگر نواز شریف وزیرِ اعظم بن کر آئیں تو چشمِ ما بند و دلِ ما شاد۔ اور اگر وزیرِ اعظم نواز شریف بن کر آئیں تو "تو کون' میں

Marfat.com

کون۔

قصہ مختصر، پاکستانی سیاست کا ہر فرد اور ہر جز، آئینی اعضاء کو مفلوج کرنے پر تلا بیٹھا ہے اور تلا بھی باتوں سے نہیں سکوں سے ہے۔ نہ آئین بنانا کوئی روڈ رولر بنانے کا فن ہے کہ بھٹی لگا لی اور آئین بنا لیا۔ نہ آئین کے اعضا فولادی ہوتے ہیں کہ توڑنے سے بھی نہ ٹوٹیں۔ آئین حکومت چلانے اور انسان بنانے کے لئے ہوتا ہے۔ معاشرتی مک مکا کے لئے نہیں ہوتا۔ آئین کی حاکمیت ہو تو یہ ضرورت کبھی لاحق نہیں ہوتی کہ اسے "ری مولڈ" کرنے کے لئے بھٹیاں دہکائی جائیں۔ پنجاب جو کبھی پانچ دریاؤں کی سرزمین ہوتا تھا۔ آج پاکستان کے باقی ماندہ چار صوبوں میں سے فقط ایک ہے اور اپنے نظریۂ پاکستان کے بھگتان کی سزا بھگت رہا ہے اور اس کی سیاست مزارِ اقبال کی بجائے رنجیت سنگھ کی سمادھی پر فاتحہ خواں ہے۔ فضائیں ان دریائی گھوڑوں کی قیمت فروخت دریافت کر رہی ہیں جو کسی زمانہ میں سکندرِ اعظم کو دریائے جہلم پار کرنے کے لئے میسر تھے لیکن جن لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سکندر نے جہلم کا دریا گجرات کی طرف سے پار کیا تھا یا جہلم شہر کی طرف سے، ان کے لئے آج کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ جان جائیں کہ ان کی تاریخ گجرات کے پرویز الٰہی کو خلعت پہنا دے گی یا جہلم کے الطاف حسین کی دستار بندی کرے گی۔ مانا! کہ لاہور سے میاں چنوں جانے والی سڑک کو ذرا سا آرام آ گیا ہو گا مگر جو توڑ پھوڑ میاں چنوں والے نے کی ہے اس نے مسلم لیگ کو ان شکستہ گزر گاہوں کا مسافر بنا دیا ہے جن کو ہموار بنانا روڈ رولر والوں کے بس کا نہیں رہا۔ سڑکیں شیر شاہ سوری نے بھی بنوائیں مگر کیا کیا، شاہراہوں کے کنارے درخت لگوائے، کنوئیں کھدوائے، سرائیں بنوائیں وہ تو چونکہ شاہوں نے بنوائی تھیں اس لئے شاہ راہیں کہلوائیں۔ آج کل شاہراہیں اس لئے بنائی جا رہی ہیں کہ ان پر سے شاہ گزریں گے۔ ان شاہ راہوں کے علاوہ ایم این اے راہیں ہیں، ایم پی اے راہیں بھی ہیں۔ باقاعدہ بورڈ لگائے جاتے ہیں۔ اس سڑک کی مرمت فلاں ایم این اے یا ایم پی اے کے توسط سے ہوئی تاکہ تاریخ جان جائے کہ یہ کس کی ٹھیکیداری نے تعمیر کروائیں اور اسمبلی کے عرصہ حیات تک ان کی مرمت کا ٹھیکہ دار کون ہو گا۔ آج کا شاہ نہ سایہ دار درخت لگواتا ہے، نہ کنوئیں کھدواتا ہے، نہ سرائیں بنواتا ہے فقط اپنے نام کا بورڈ لگواتا ہے اور پھر سڑک

Marfat.com

سے بھی لمبی' تان کر سو جاتا ہے تاکہ اس کی آنکھ کھلے تو جمہوریت کی بے راہ روی و بددیانتی مزید مستحکم ہو اور شاہراہوں کے کنارے بیرونی سرمایہ کار ڈیرے ڈال چکے ہوں۔

وزیر اعظم اور صدرِ مملکت کی صلح این خیال است و محال است و جنوں۔ پاکستان کے بے وجود ہونے تک تو ان کی لڑائی جاری رکھوائی جائے گی۔ مزار ایک ہی احاطہ میں بنائے جانے کا احتمال البتہ ہو سکتا ہے۔ آج کی سیاست نے تو مندرجہ بالا المیہ کے بعد رہنا ہی نہیں۔ اس کو کیا پڑی ہے کہ کسی اور کی نیڑتی پھرے۔ کبھی تو یہ ہوتا تھا کہ ٹھاٹھ پڑا رہ جاتا تھا اور بنجارہ لاد چلا جاتا تھا۔ اس جمہوریت بے چاری کا ٹھاٹھ لد چکا اور بنجارہ گم ہو گیا۔ دیکھیں میت کو ستاروں والا کندھا میسر آتا ہے یا کسی ستارے والے کا آٹھویں ترمیم کی ترمیم کے لئے جو کمیٹی بنی ہے وہ کوئی ٹاؤن یا میونسپل کمیٹی نہیں ہے۔ یہ ان قانون سازوں کی کمیٹی ہے جو تعمیری فنڈز سے فیض یاب ہوتے آئے ہیں اور گندی نالیوں کو پختہ کرواتے رہے ہیں۔ جیسے پیشہ ور مولوی اللہ کے گھر کو ہمیشہ زیرِ تعمیر اور چندہ کی صندوقچی کو دائم مقفل رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ کمیٹی آٹھویں ترمیم کو زیرِ ترمیم رکھے گی اور اس طرف کسی کا دھیان بھی نہیں اٹھنے دے گی کہ اصل ضرورت ان قانون سازوں کے کردار اور طرز فکر و عمل میں ترمیم کی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں تو قرآن بھی دے دو گے تو یہ مقدروں مارے اسے بھی ناقابلِ عمل ثابت کرنے میں لگ جائیں گے۔ پھر آٹھویں ترمیم کیا پورا آئین تبدیلی طلب ہے جن لوگوں کی تربیت اس تضاد فکرِ آئین نے کی ہے۔ ان کے بس میں نہ اپنی ترمیم کرنا ہے نہ اس آئین کی جو ان دو دشمن جاں مصنفوں کی تصنیف ہے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کی جان دشمنی کو آئین کے ہر ضمن میں سمو رکھا ہے اور اب وہ وقت شاید بہت دور نہیں جب یہ فیصلہ ہو گا کہ کون سی گھڑی آ لگی ہے' ترمیم کی یا تنسیخ کی۔ جمہوری اداروں کی اتنی رسوائی اور شدید ناکامی کے بعد فکر طلب مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کسی گورنر یا منصف کی تقرری آئینی طور پر جائز ہے یا نہیں۔ فکر انگریز لمحہ یہ ہے کہ اس آئین کا نفاذ و تسلط صحیح عمل ہے یا اس کی ترمیم۔ آئین کو سنوارنا ہے یا آئینی اداروں پر مسلط افراد کو۔ موجودہ عہدہ داروں کا مروجہ عمل منسوخ ہونا چاہئے یا آئین معطل ہونا چاہئے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ قومی اسمبلی کے سپیکر صدرِ مملکت کو آئین کی دفعہ ۶ کی دھمکی دے رہے ہوں اور صدر آئین کے ضمن

Marfat.com

۵۸ کی یا ۴۸ کے اطلاق کے نئے طریقے تلاش کر رہے ہوں۔ جن کو آئین پر عمل در آمد کروانے کے لئے صدر کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے' ان کو "ایڈوائس" دینا چاہئے' وہ صدر کے عہدہ کی مدت کے اختتام کے لئے دست بدعا ہوں اور آئینی ایڈوائس اور بینک ایڈوائس میں فرق کو آج تک رواں نہ رکھ سکے ہوں۔

کیا یہ المیہ نہیں ہے کہ فرائض سے غافل لوگ اپنے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں اور بھری ہوئی جھولیوں کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ یہ لائی جا رہی ہیں یا لے جائی جا رہی ہیں۔ یہ بھی فیصلہ نہیں ہو پاتا کہ کس کے گلے میں ہار ہیں اور کس کے گلے میں ہار ہے۔ سچ ہے جمہوریت کا تو تقاضا ہی یہ ہے کہ خوباں سے چھیڑ چلتی رہے۔ فتح و شکست چاہے اپنے ہاتھ میں نہ ہو۔ دلِ ناتواں کا مقابلہ خوب رہے۔ جس معاشرہ کی تشکیل ہی خاندانی نظام پر ہوئی وہاں جمہوریت کا پنپنا معاشرتی نظام کو تباہ کر دیتا ہے جہاں جنسی بلوغت کو شعوری بلوغت کا ہم عصر قرار دے دیا جائے' وہاں دینِ اسلام کا نفاذ ممکن ہی نہیں ہوتا۔ انسان کو انسان ہونے کا شعور بھی نہ رہے تو قانون ساز اسمبلی کے سیکرٹری کے گم ہو جانے اور پھر سہم ہو جانے کے واقعات رونما ہوا ہی کرتے ہیں اور معاشرہ صدیقیت' فاروقیت' غنائیت اور ولائت سے تنہا ہو جایا کرتا ہے۔ یہ عناصر نہ ہوں تو عدالتوں کے لئے حق و باطل کو جدا جدا کرنا ممکن ہی نہیں ہوا کرتا۔ کوئی گندم کو بھس اور بھس کو گندم قرار دیتا ہے تو اور بات ہے۔

یہ شرف فقط قیامِ پاکستان کو ہی حاصل تھا کہ اس خطۂ زمین کے رہائشی بیرونی حاکموں کی غلامی سے پہلی دفعہ آزاد ہوئے۔ تغلق ہوں کہ لودھی' مغل ہوں کہ خاندانِ غلاماں کے شہنشاہ' اشوک ہوں کہ چندر گپت سب در آمد شدہ حاکم تھے۔ بادشاہ تو کجا یہاں کا تو کوئی بت بھی لوکل نہیں تھا۔ سب غیروں کے تراشے ہوئے تھے۔ قیامِ پاکستان پر زمین تو بیرونی تسلط سے آزاد ہو گئی مگر مدت کے نخچیروں کا اندازِ نگاہ نہ بدلا اور بدقسمت شہری آزادوں کی غلامی سے آزاد ہو کر غلاموں کے غلام ہو کر رہ گئے۔ پہلے یہ تصور کر لیا گیا کہ دین کو فقط داد دینے سے قرار حاصل ہو جائے گا۔ اللہ کی بس زبانی کلامی حاکمیت ہی کافی ہے۔ پھر یہ نعرہ لگا دیا گیا کہ اسلام کو سائنٹیفک بنانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ دورِ ایوب کے عیوب مستور رہیں پھر آوازہ لگا' اسلام کو سیاست کے لئے جمہوریت اور معیشت کے لئے سوشلزم کی بیساکھیاں درکار ہیں اور یہ بیساکھیاں انگریزوں کے پروردہ

Marfat.com

اور آمروں کے دریافت کئے ہوئے افراد مہیا کریں گے۔ جو جاگیردار ہوں گے یا سرمایہ دار۔ عوام کو فقط روٹی' کپڑے' مکان سے واسطہ رکھنا چاہئے اور یوں دینِ اسلام کو آئینی طور پر معذور و نامکمل قرار دے دیا گیا۔ حالات کا رخ اگرچہ تحریک نفاذِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے موڑا لیکن ہوا کیا۔ نہایت پرکاری سے دینِ اسلام اور مغربی جمہوریت کا اتحاد و اشتراک آئینی طور پر برپا کر دیا گیا۔ یعنی اللہ اور بندوں کی مشترکہ حاکمیت ہماری سیاست اور آئین کا اہتمامی انتظام قرار پا گئی۔ اس نظام شرک نے انسان ساختہ آئین کو شریعت الٰہی پر بالا دست قرار دے دیا۔ دین مذہب ہو کر رہ گیا اور سیکولر ازم کو پاکستان کا سیاسی فکری کعبہ قرار دے دیا گیا اور تجویز پیش کر دی گئی کہ پاکستان کا جمہوری ممالک کی انجمن کا رکن ہونا لازم ہے۔ سازش یہ تھی کہ پاکستان اسلامی دنیا سے کٹ کر اسرائیل سے قریب تر ہو جائے پھر بیرونی سرمایہ کاری کی کائیں کائیں میں یہودی سرمایہ کاروں کے پاکستان میں کارخانے لگوا کر بس جانے کی پیش گوئی اس انداز سے کی گئی جیسے منڈیر پر بیٹھا ہوا کوا بہن کو بھائی کے آنے کی خوش خبری دے رہا ہو۔ نیا عالمی سمجھانے لگا' تمہیں دفاع کی اتنی بڑی ضرورت نہیں کہ توانائی کے جوہر ڈھونڈتے پھرو۔ اتنی بڑی اور اتنی مہنگی فوج کا انصرام کرو۔ دیکھتے نہیں ہو پوری اسلامی دنیا کے وسائل پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے جو ہم نے عالمی تلنگوں کے لئے ہی تو کیا ہے۔ ہم نے اگر اس خطۂ زمین کو ملک بنائے رکھنے کا فیصلہ کیا تو یقین کرو ہم اسے ایٹمی قوت بھی بنا دیں گے۔ مگر "منی اسرائیل اسٹیٹ یا اسرائیل خضریٰ" بنا کر۔ مسلمان اگر فکری طور پر یہودی بن کر رہنا قبول کر لیں تو ہم ایک نئے میثاق تلے نئے وفاق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ گلا جو حکیم الامت کی تشخیص کے مطابق اہلِ مدرسہ نے یوں گھونٹ دیا ہے کہ اس سے صدائے لا الہ الا اللہ ادا ہی نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ معاملہ غلام اسحاق' نواز شریف اور بے نظیر کے فکری اختلافات کا نہیں۔ اصل معاملہ امریکی یہودی نظام کاری میں رقابت اور اس کے محرکات سے ایک دوسرے سے بڑھ کر وفادار بن جانے کا ہے۔ ایک ہی دروازے کے تین دربان اس کے پٹ کھولنے اور پھر فوراً بند کر دینے میں مہارت و سرعت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

بدر کے ذریعہ حنین کے سے معرکے سر کر لینا جس فکری توحید کا متقاضی ہے وہ فی زمانہ کسی کو میسر نہیں۔ اس زمانہ کو دیکھ کر تو یزید بھی شرما رہا ہو گا کہ یہ ڈھنگ میں بھی

Marfat.com

آزما لیتا تو آج تک ابلیس میرے دامن کے نچوڑ سے وضو کر رہا ہوتا اور اللہ کے مقابلہ میں میری ایک شریعت بھی نافذ ہو گئی ہوتی۔ لاکھوں روپے کے انعام' لاکھوں کے اشتہارات اور عدالتِ عالیہ کے وعدہ ہائے تحفظ کے باوجود آج کا اللہ کا حبیب' گوراایا ہی رہا جو کوئی اس مستور رکھنے کو ذمہ دار ہے۔ پاکستان کی عدالتی اور انتظامی تاریخ اسے کیا انعام دے گی جب حکومتی سطح پر اغوا و اخفا ہو رہا ہو تو تھانوں اور تحصیلوں میں کیا کیا نہ ہو گا۔ جب کہ ان عہدوں پر گزشتہ سالوں میں حکومت نواز قانون سازوں کے اقربا تقرریاں اپنے نام لکھواتے رہے ہیں اور اصل حقدار پیلی ٹیکسیاں چلا رہے ہیں۔ ۲۹ جون کو مشرکانہ سیاسی نظام کے آلہ کاروں کا مشترکہ اجلاس بلانے میں طرفین کے اپنے مقاصد ہیں۔ کسی ایک کی بھی تکمیل ہو گئی تو پاکستان کا تمام تر سیاسی نظام مزید غیر مکمل ہو جائے گا۔ آئین پاکستان اس سوچ میں غرق ہو جائے گا کہ جو بحران خود آئین نے پیدا کیا ہو' اس کا حل کس سے طلب کروں' کس کی منت کروں کہ مجھے اس بحرِ تضادات سے نکالو۔ یہ جام اقتدارِ اعلیٰ یہ مینائے حاکمیت میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں۔ جس سیاست کی دانش سے آئین کی دانش بالاتر ہو جائے' جس ریاست نے اپنا اصل دین و آئین بالائے طاق رکھ دیا ہو' جس معاشرہ کی ریاضت زکوۃ اور بیت المال کی نوازشوں سے اپنی زلفیں سنوار رہی ہو' اس معاشرہ کی رسوائیاں نوشتۂ دیوار ہوتی ہیں۔ آج کی جمہوریت حکیم الامت کے اقوال اور پیش گوئیوں کی تصدیق کر رہی ہے۔ آج کا نظام اپنی ناکامی و رسوائی کا اشتہار ہے۔ دینِ اسلام حبیب اللہ گورایہ کی طرح اغوایا اور چھپایا جا چکا ہے۔ اب یہ نہ آواز دینے پر حاضر آئے گا نہ اشتہار دینے پر اور ایک دن آئے گا لادین حاکموں کی حاکمیت کی معذوریاں سرِبازار برہنہ کھڑی ہوں گی اور لوگ ان پر تھوک رہے ہوں گے لیکن منہ پر چھینٹے مارنے کے لئے ان کے کسی بھی لوٹے میں پانی کے چند قطرے بھی نہیں ہوں گے۔ اے سیاستِ نامرداں و ناکردہ کاراں! اب بھی وقت ہے۔ قیامِ پاکستان کا مدعا پہچانو۔ فراموش کردہ نظریۂ پاکستان کو ایک دفعہ پھر اپناؤ۔ قومِ رسولِ ہاشمیؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی تعریف پہنچانو۔ کہو! **ایاک نعبد و ایاک نستعین۔** دانش دشمنو۔ صراطِ مستقیم کتابِ لاریب میں نور علیٰ نور بن کر نمایاں ہے۔ قدم بڑھاؤ کہ اللہ اور اس کے ملائک تمہارے ساتھ ہوں۔ لوٹوں کا ساتھ ہو تو حاجتیں تو روا ہو جاتی ہیں مگر انسان کو بیتُ الخلا میں جانا پڑتا ہے۔

۲۷ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کے مابین اختیارات کے تصادم کو ہوا دیتے رہنا ہماری آئینی تاریخ کا قابلِ تاسف باب رہا ہے' نامعلوم یہ کس مہربان کی دانش کی پرکار سازش ہے کہ ہمارے آئین کے نگہبان ایک دوسرے پر ہی تنے رہتے ہیں اور قومی مفادات کی نگہداشت کی بجائے ان کی نگاہ اپنے اپنے مفادات و اختیارات کے دوائر میں ہی گھومتی رہتی ہے۔ مسائل چیخ اٹھیں تو نگہداروں کی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں رقابتیں گلوگیر ہوجائیں تو چاک شدہ گریبان اس چارگرہ کپڑے کے مقدر پر آنسو بہانے لگ جاتے ہیں جو سربراہوں کے گریبان تیار کرنے پر صرف ہوا۔ ان قینچیوں کو کوسنے لگ جاتے ہیں جنھوں نے یہ گریبان تراشے' اگر اتفاق سے ان سربراہوں میں بن آنے لگے تو صوبوں اور مرکز کے اختیارات یوں بھڑک اٹھتے ہیں جیسے براتیوں کی آتش بازی سے دلہن کی ڈولی شعلوں کی لپیٹ میں آگئی ہو۔ ان دنوں سربراہ اور صوبے بیک وقت اپنی اختیاری رقابتوں کو بے اختیارانہ بھڑکا رہے ہیں۔ وزیراعلیٰ' وزیراعظم کے درپے ہیں مرکز پوری آب و تاب اور اپنی چمک سے صوبوں کے ارکان اور حکومت کو کہیں چندھیا رہا ہے تو کہیں چمکا رہا ہے۔ عملاً" عدالتوں کو اعداد میں الجھایا گیا ہے۔ کسی کو بھی یہ احساس نہیں کہ اگر عدالتوں میں گنتی ہونے لگے تو معاشرے کی رائے شماری کی جمع وتفریق لازما" ضرب و تقسیم کی زد میں آجایا کرتی ہے۔ صفر دہائیوں کے لیے استعمال ہونے لگتے ہیں۔ دائیں کے عدد بائیں اور بائیں کے دائیں منتقل ہو جایا کرتے ہیں' کبھی ۹۲ کو ۲۹ پڑھا جانے لگتا ہے اور کبھی ۷۲ کو ۲۷۔

وزیراعظم کے جوڑ توڑ کا اختیار صدر کو ہو اور صدر کا توڑ پارلیمان کے حلقہ اختیار میں ہو تو ہمہ وقت KING IS DEAD کی کیفیت تو وارد رہتی ہے۔ THE KING

Marfat.com

LONG LIVE کا لمحہ کبھی نہیں آتا آئے بھی تو روٹھا روٹھا سا آتا ہے۔ ایک تخت پر دو بادشاہ بیٹھ جاتے ہیں نورتنوں پر امتحان کی گھڑی وارد ہو جاتی ہے اور ملا دو پیازوں کی پانچوں گھی میں ہوتی ہیں۔ مگر قانون کی کڑاہی گم ہو جاتی ہے۔ سرفروشی کی بجائے سر بیچ رکھنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ پرکار ہوتے ہیں وہ سرفروشی سے مراد "سر بیچنا" قرار دے دیتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ ہم صحیح ہیں' لغت غلط ہے۔ یوں سیاست دعویدار ہوتی ہے کہ اتنے ممبر ہمارے ساتھ ہیں اور اتنے "ہیڈ" ہمارے مخالفوں کے ہم نوا ہیں ہر مہذب معاشرہ میں نظامِ عدل کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے دانشوروں کی وساطت سے آئینی ابہام و تضادات کے تصادم سے دیگر اداروں اور ملک میں بستی ہوئی خلقِ خدا کو محفوظ رکھے تاکہ کسی بھی سہو کے باعث عدل کی جھولی سے ظلم تقسیم نہ ہونے لگے۔ نیز یہ کہ تمام ایسے قوانین جو آئین سے متصادم ہوں' کالعدم قرار پائیں اور ساقط ہو جائیں۔ جس ریاست کا نظامِ عدل یہ فریضہ ادا نہ کر سکے بلکہ آئین کو ساقط کرنے کا ارتکاب کرنے لگ جائے اس کا قد اتنا کوتاہ ہو جایا کرتا ہے کہ منڈیر پر اٹکا ہوا لوٹا بھی اسے دیا نظر آنے لگتا ہے۔ آئین کی تصحیح یا ترمیم نظام عدل کی ذمہ داری نہیں۔ اگر کوئی خامی' کوئی سہو' کوئی تضاد اسے نظر آئے تو اس کا کام اس قسم کے کسی بھی سقم کو دور کرنے کی سفارش کرنا ہوتا ہے۔ اس کا خود درانتی لے کر اس کی کانٹ چھانٹ کے لیے بیٹھ جانا صالح عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یوں ہو تو پارلیمان کی سپریمی پر ہی نہیں آئین کی حاکمیت پر بھی حرف آتا ہے۔ نظامِ عدل پر یہ احساس ہر لمحہ طاری رہنا چاہیے کہ ان کی زبان کا ادا کیا ہوا ہر لفظ ماتحت عدالتوں سمیت ہر شہری کے لیے نافذ العمل قانون کا درجہ ازروئے آئین رکھتا ہے۔ لہٰذا ان کی زبان کو الفاظ ادا کرتے وقت بھی انتہائی محتاط ہونا چاہیے۔ نظامِ عدل اگر بولے تو اس کے ہنر نمایاں ہونا چاہئیں عیوب نہیں۔

بندوں کے بنائے ہوئے قانون اور اللہ کے قوانین میں یہی بنیادی فرق ہے کہ بندے قانون سازی کرتے وقت پہلے اپنے مفادات پیش نظر رکھتے ہیں۔ انہیں محفوظ کر کے اپنی خدائی کے قیام و استحکام کی ضمانت کا یقین رکھتے ہیں پھر اس کی زکوۃ عام الناس تک پہنچتی ہے جب کہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین میں اللہ کا کوئی مفاد نہیں ہوتا اس

Marfat.com

کے پیشِ نظر انسانیت کا مفاد ہوتا ہے تاکہ انسان عبدہ بن کر معاشرتی بن سکے اور اس کی فطرت کی عطا کردہ صلاحیتیں اور اہلیتیں معاشرہ کے ارتقا کے لیے کارآمد ثابت ہوتی رہیں۔ اس جہاں میں نظامِ فطرت چونکہ باہمی لین دین اور وجہ و جواز پر مبنی ہے' اس لیے نظامِ عدل کا یہ خاصا ہونا چاہیے کہ وہ نتائج پر نظر اٹکانے سے پہلے وجوہات کی تلاش کرے کہ اس کے بغیر معاشرتی مرض کی تشخیص ہی ممکن نہیں۔ علاج کیسے ممکن ہو جائے گا۔ قانون کے پیشِ نظر اصلاح ہوتی ہے سزا نہیں ہوتی اور سزا جو عبرت آمیز نہ ہو وہ تو معاشرہ کو دی جانے والی سزا ہوتی ہے۔ مجرم تو ایسی سزا سے مزید بگڑتا ہے۔ صدر اگر بلا جواز اسمبلی تحلیل کر کے بھی آئینی صدر ہی رہا اور ہارس ٹریڈنگ معاشرے میں بلا تردید ضرب المثل بن جانے کے باوجود بھی اسمبلیاں بحال رہیں تو معاشرے کے ساتھ کیا انصاف ہوا؟ دنیا نے جان لیا ہے کہ ارکان اسمبلی معنوی طور پر اغوا شدہ ہیں' کسی کی غیر اخلاقی تحویل میں ہیں تاکہ ان کی رائے پر ایک فریق اقتدار کا تسلط قائم رہے۔ مگر نظامِ عدل نے اس حقیقت سے اس لیے چشم پوشی کی ہے کہ یہ حقیقت تو برہنہ ہے ہمیں تو مستور حقائق کا پتہ چلانا ہے تو کیا اس نظام کو پابند نظم کہیں گے۔ یا گھر گھر چرچا ہو چکا ہو کہ وزارتیں اور مشاورتی عہدے یوں دیئے جا رہے ہیں جیسے جعل سازی سے خانہ ملکیت میں نام لکھوانے والا پٹواری کو نذرانہ پیش کر رہا ہو۔ مگر نظامِ عدل اس طرف دھیان نہ دے اور وہ بھی یہ کہہ کر کہ ہمیں ٹیکنیکل عدل نہیں کرنا' ٹیکنیکل کرنا ہے تو ایسا نظام معاشرہ کو کتنی دیر زندہ رکھنے کا اہتمام کر رہا ہو گا پھر جس معاشرہ میں پرائمری کے طالب علم بھی یہ جان چکے ہوں کہ ایک اغوا شدہ سرکاری عہدہ دار کیوں اغوا ہوا اور کس کی تحویل میں ہے' کس نے اسے اپنا میاں مٹھو بنا رکھا ہے۔ اس معاشرہ کی انتظامیہ' مقننہ' عدلیہ' مملکت کی سربراہی حکومت کے زمام بدست اگر اس طوطے سے یہ پوچھنے کے لیے کہ اتنے دنوں تمھیں کون چوری کھلواتا رہا اپنے روبرو نہ لا سکے تو وہ معاشرہ کیوں کر تسلیم کرے گا کہ اس کا مستقبل ان اداروں کے زیر سایہ محفوظ ہے۔

انسانیت تو انسانیت' حماریت بھی ایسے کسی بڑ کی چھاؤں میں نہیں بیٹھے گی جس سیاسی اخلاق کا مظاہرہ ہمارے سیاست کاروں نے جمہوریت کی نام نہاد بحالی کے بعد گزشتہ عرصہ حیات فنا در فنا میں کیا۔ اس نے تو "پیجارو" تک کو بدنامِ زمانہ افراد کی سواری بنا

Marfat.com

دیا۔ معاشرہ کا کیا حال ہوا ہو گا۔ فقط یہی زیرِ نظر رکھا جائے کہ فریقین کے گواہ کیا فرما گئے ہیں اور یہ نہ پرکھا جائے کہ حالات کا نوشتۂ دیوار کیا ہے تو فقط حویلیوں کی دیواریں اونچی کر لینے سے اہلیان کی عزت و وقار محفوظ نہیں ہو جایا کرتی نہ ان کی تربیت صالح ہو جایا کرتی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا کوئی بھی آئینی نظام ماں کی گود میں نہیں پلا حتیٰ کہ ہمارا آئین بھی۔ یہ سبھی کچھ آیاؤں کی پرورش کیا ہوا ہے اور ہر آیا اپنا پیٹ پالنے کے لئے بچوں کو پالا کرتی ہے۔ انہیں اپنے بچے جان کر نہیں پالا کرتی۔ ہماری تمام تر سیاست برآمد شدہ دودھ اور کرم آلود چوسنیوں پر پلی ہے۔ ہمیں ان سے وفا کی امیدیں لگی ہوئی ہیں، جن کو معلوم ہی نہیں کہ وفا کیا ہے چنانچہ جوں جوں دوا کی جا رہی ہے مرض بڑھتا جا رہا ہے حتیٰ کہ پارلیمان کا مشترکہ اجلاس ۲۹ جون کو منعقد کرنے کا اعلان ہو چکا۔ اپوزیشن کی مستورات نے شریک نہ ہونے کا اعلان یہ کہہ کر بھی دیا کہ ہم محترمات ہیں اور آٹھویں محرم کا ہمیں احترام ہے۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم قتلِ حسینؓ اور قتلِ جمہوریت کا ماتم ایک ہی دن کریں۔ پھر ہمیں تو اس پارلیمنٹ کے اجلاس کا انتظار ہے جس میں مرگِ یزید کی خوشی منائی جائے جنہیں خود اپنا ماتم کرنا ہو وہ اس اجلاس میں شرکت کر لیں، ہم اور ہمارے پیروکار اور ساتھی تو نہیں جائیں گے۔

اگر یہ موقف نہ بدلا گیا تو تقدیرِ روز و شب کیا ہو گی اور اگر بدل لیا گیا تو کیا ہو گی۔ ۲۹ کو سیاست نو دو گیارہ ہو جائے گی یا سیاست دان بھاگ کھڑے ہوں گے۔ آٹھویں محرم آٹھویں ترمیم کی موجودگی میں گزر گئی تو آئین کے احترام کا کیا معیار ہو گا اور آٹھویں محرم سے آٹھ پہر پہلے ہی کچھ اور سرزد ہو گیا تو سیاسی سرفروشوں کا کیا ہو گا۔ کل ایک دیہاتی پرویز الٰہی وائیں گروپ کو پرویز الٰہی و آئین گروپ پڑھ رہا تھا اور راقم اس سوچ میں پڑ گیا کہ وائیں کا آئین سے اتنا گہرا رشتہ کس وجہ سے منقطع ہو گیا۔ جی چاہا کہ ہر آئینی نظام کے سربراہ کو عرض کروں کہ خدا کے لئے سورۃ "الناس" کا مطالعہ کرو جو اصل حقائق سے آگاہ نہ ہو وہ ان وسوسوں کا شکار ہوتا ہے جن کو فطرت "الخناس" قرار دیتی ہے۔ حقائق گھر گھر، گلی گلی، کوچے کوچے بکھرے ہوئے ہوں اور دانشور قلم بندیوں میں الجھے رہیں تو ظلم کے تقاضوں کے سوا اور کوئی تقاضا پورا نہیں ہوا کرتا۔ جو کچھ ۲۹ جون تک ہونا ہے فضاؤں میں تحریر ہو چکا جن لوگوں کی آنکھیں فقط رات کے اندھیروں

Marfat.com

میں کھلتی ہیں اور وہ بھی خوابیدہ ناتوانوں کے شکار کرنے کے لئے ان سے کون کہے کہ وہ کتاب اٹھاؤ جو کاتبِ تقدیر نے تحریر کر رکھی ہے۔ وہ تو مصر ہیں ہمارا سرچشمہ تو "اینگلو سیکسن لاء" ہے ہمارے ساتھ قانونِ فطرت کی بات نہ کرو۔ ہمارا دین ۱۹۷۳ء کا ۱۹۸۵ء میں ترمیم شدہ ترامیم طلب آئین ہے ہمارے ساتھ دینِ فطرت کی بات بے سود ہے۔ ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے' ہمیں اپنے قانون سازوں کا فیصلہ ان کے بنائے ہوئے قانون کو زیرِ غور رکھ کر کرنا ہے۔ اپنے قانون کے مطابق فطرت نے کوئی فیصلہ کرنا ہے تو کر لے' ہم نے کب روکا ہے۔

فطرت نے ایک فیصلہ ۱۹۴۷ء میں کیا' دوسرا فیصلہ ۱۹۷۰ء میں کیا' ایک فیصلہ فطرت ۱۹۹۳ء میں کرنے والی ہے۔ دینِ اسلام میں یا ۲۳ سال کا عرصہ بڑی اہمیت کا حامل ہے یا ایک ہزار مہینے کا یا پھر ۲۹ ویں کی رات کا۔ رازِ فطرت ہے یہ' اس سے آگے نہ کچھ زبان کہہ سکتی ہے نہ قلم تحریر کر سکتی ہے۔ اف ہم نے پاکستان کے وجود کا جواز کھو دیا۔ ہم فطرت کے ساتھ کئے گئے وعدہ سے منحرف ہو گئے۔ ہم نے پاکستان کے قیام کے فطرت کے مقاصد سے آگاہی حاصل نہ کی۔ دو عالمی جنگوں میں اللہ کی حاکمیت کو غصب کئے ہوئے انسانوں کو اپنی غلط کاریوں کا احساس ہونے لگا تو واضح ہو گیا کہ "تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خود کشی کر لے گی" اور اللہ نے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ شرف بخشا کہ ان کے دلوں میں اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے ایک خطۂ زمین حاصل کرنے کی تمنا بیدا کر دی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب نئے عالمی نظام کی علمبردار واحد سپرپاور تمام کرۂ ارض پر اپنی حاکمیت کا اعلان کر رہی تھی تو پاکستان کی سرزمین سے اس کا جواب بلند ہوتا کہ نہیں تمام عالم پر رب العالمین ہی کی حاکمیت ہے مگر ہم یا بے نظیر کی زلف سیاست کے اسیر ہو گئے یا نواز شریف کے گنج بے بہانے ہمیں خرید یا۔ انہوں نے ہمیں بے نماز پا کر سیاسی وضو اور استنجا کے لئے ہمیں اپنے اپنے لوٹے مہیا کر دیئے۔

اب کیا کہیں کہ لوگو! دیئے جلاؤ کہ حالات کی تاریکی میں پٹرول بھرے لوٹے گھی بھرے دیئے نظر آنے لگتے ہیں' اور توبہ کرو کہ جو نظام ہم نے آئین و سیاست میں قائم کر رکھا ہے وہ اللہ کی حاکمیت کا نظام نہیں۔ اگر آئین کو شریعتِ الٰہی پر بالا دست قرار دے دیا گیا ہے تو کتنی بار توجہ دلائیں کہ یہ ناقابلِ معافی گناہ ہے' تمہاری اسلامی جمہوری

Marfat.com

سیاست نظامِ شرک کی خالق ہے اس کا سربراہ جس پیالہ سے اپنی سیاسی تشنگی بجھائے گا اسی کو زمین پر دے مارے گا۔ توڑ پھوڑ دے گا مہاجر قومی محاذ ہو' جماعتِ اسلامی ہو یا اسلامی جمہوری اتحاد کی دیگر جماعتیں ہوں۔ جونیجو کا سیاسی طور پر جینا حرام کردو' اللہ کو پیارا ہو جائے تو دل کو بلیوں نچاؤ' مگرمچھ کے آنسو بہاؤ' افغانستان کے متحارب گروہوں کو ایسی چالوں پر لگاؤ کہ کعبہ بھی پکار اٹھے مگر شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ جو نظریاتی مملکت اپنے نظریہ کی نفی کردے وہ اعتماد سے عاری ہو کر بکھر جایا کرتی ہے۔ چاہے روس جیسی سپر طاقت ہی کیوں نہ ہو۔ پاکستان کو تو پاسبان ہی صنم خانے سے ملے ہیں جو خود اس کو اس کے مقدس نظریہ سے عاری کر رہے ہیں۔ بکرے کی ماں کی خیر منانے کی دعائیں شاید قبول ہو جائیں دل سے توبہ کئے بغیر ہماری سیاست کی خیر نظر نہیں آتی۔

پاکستان کا نظریہ کوئی نئی تخلیق نہیں ہے۔ دو قومی نظریہ سورۃ الکافرون کی لفظ بہ لفظ تائید ہے جو کوئی دنیا بھر کے سیکولر نظام کو یہ کہہ کر نہیں للکار رہا کہ "**لکم دینکم ولی دین**" وہ پاکستانی نہیں ہے' پاکستان کا گرین کارڈ ہولڈر ہو تو ہو۔ جس سے سرِ راہے بھی سلام علیک ہو جائے وہ بھی پوچھتا ہے عدالت کا فیصلہ کیا ہو گا۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا فطرت کا فیصلہ کیا ہو گا۔ پاکستان کا کیا ہو گا۔ پاکستانی معاشرہ کا کیا ہو گا' میرا کیا ہو گا' میری آئندہ نسلوں کا کیا ہو گا' جو نسل اپنی آئندہ نسل کے مستقبل سے بے پرواہ ہو جائے وہ معاشرتی انسانوں کی نسل نہیں ہوتی۔ معاشرے متزلزل ہو جائیں تو بستیاں یا جنگل کہلانے لگتی ہیں یا ہو کا میدان بن جاتی ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ نمازِ استسقا کی طرح ہم شہر شہر' قریہ قریہ' بستی بستی توبہ کی نماز با جماعت کا اہتمام کریں کہ اب تو اور کوئی چارہ نظر ہی نہیں آ رہا۔ اے سیاست کارو' کاش تم نہ ہوتے' ہو بھی گئے ہو تو سدھر گئے ہوتے۔ اپنی حاکمیت کا نہیں' اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کا اہتمام کرتے۔ مگر تمہارا تو عندیہ ہے کہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

۲۹ جون ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ہم تو مائل بہ کرم تھے کوئی سائل ہی نہ تھا"

نئے عالمی نظام کے آلہ کاروں نے جس پرکاری کے ساتھ پاکستان سے اس کے بنیادی نظریات کو رخصت کیا فطرت نے اتنی ہی سادگی سے سرزمینِ پاکستان پر مغربی جمہوری نظام کو رسوا کر دیا ہے اور غلب ہے کہ اس کی رخصتی کا دن بھی مقرر ہو چکا ہو اور کوئی روایتی سادہ لوح یہ کہہ کر اسے ڈولی میں بٹھا دے کہ لو آج سے یہ گھر تمہارا نہیں۔ شریف زادیوں کی طرح اب تم واپس نہ آنا۔ تمہارا جنازہ آئے تو آ جائے۔ وہ بھی اس وقت جب کہیں تمہاری نعش کو دفن کے لئے جگہ نہ ملے۔ عدل نے پنجاب اسمبلی بحال کی۔ کیا فریقین دروغ گو ہیں۔ باوجود کاوش کے اصل حقائق گمشدہ ہی رہے۔ تاہم بوجوہ اسے بحال کیا جاتا ہے کہ نظر کو اگر بادی ہی رکھا جائے اور حقائق دور اندیشی سے بھی دور رہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ بارہ بجے والی بات اور حقیقت میں فریق ثانی کی اوقات زیادہ کمین نظر آتی ہے۔ انصاف کی روشنائی کی ابھی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ وزیر اعلیٰ کے سیاسی بینک نے اپنی "ایڈوائس" یوں گورنر ہاؤس ارسال کر دی جیسے "ایڈ" کا "وائس" پھیلایا جا رہا ہو اور گورنر نے نزوں والا کام یہ کیا کہ صوبائی اسمبلی زندہ درگور کر دی اور یکایک "All shall go out none should come in" کا سماں باندھ دیا۔ کارِ خسرواں تو اصحابِ کار کو ہی معلوم ہو گی مگر لوگ یہ کہانی بیان کرنے لگے کہ کسی زنخے سے بعد از دفن فرشتے حساب لینے آئے تو وہ ہتھیلیاں مار کر غصے سے بولا "مجھے تمہارے خدا نے دیا ہی کیا تھا جس کا حساب مانگنے اس نے تمہیں بھیج دیا ہے' جاؤ' میرے حساب میں دینے کو کچھ نہیں ہے۔ تمام عمر شادیوں کے شادیانے سنتا رہا' پیدائشوں پر سریں سدھاتا رہا نہ کبھی سہرا بندھا نہ کبھی بارات آئی' نہ کبھی زچگی ہوئی نہ کبھی نسلایا گیا"۔ فرشتے لاجواب ہو گئے اور یہ دریافت کرنے واپس چلے گئے کہ ان بے جنسوں کے لئے دوزخ یا جنت میں کون سا خطہ مخصوص کیا گیا ہے۔ دروغ بہ گردن راوی۔ بہرحال

Marfat.com

سنتے ہیں کچھ بھلی مانسوں نے محفل ہائے عیش و طرب سجانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ محرم کے دنوں میں ہم سے یہ کچھ نہیں ہو سکتا اور اسلام آباد کے ایک ہوٹل کے باسی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی باسی نظر آنے لگے۔

اسمبلی کے بحال ہوتے ہی پھر تحلیل ہونے کے باعث جو کچھ پرویز الٰہی گروپ کے ساتھ ہوا وہ عاشقوں کے ساتھ ہوتا ہی آیا ہے۔ جس نے یہ مصرعہ چست کیا۔ "آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے" وہ بے چارہ بھی تو کہیں الطاف کی تلاش میں ہی گیا ہو گا اور صاحبِ محفل نے کہہ دیا ہو گا تیرا یہاں آ کر بیٹھنا ہمیں منظور نہیں۔ یہاں صرف وہ لوگ "اسمبل" ہوتے ہیں جو ہمیں منظور ہوں اور جس نے اپنی رسوائی کی داستان یوں رقم کی کہ دیکھو جی! میں غالب تھا مجھے رات رہنے کو کہا اور کہہ کر ایسے پھر گیا "جتنی دیر میں میرا پھٹا ہوا بستر کھلا"۔ اس کے رقیب نے بھی کچھ ایسی ہی "ایڈوائس" دی ہو گی جیسی "وٹو" نے چودھری کو دی۔ فطرت جب ناراض ہوتی ہے تو شادی کے گھر میں اسی طرح کے ماتم برپا ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے نادان سیاست دانوں کے فقط جامے ڈھیلے ہوئے' دل نہیں ڈوب گئے۔ صرف خرچہ کی کثیر رقم اکارت گئی کثرت میں فرق نہیں آیا۔ ورنہ حبیب اللہ کی طرح پرویز الٰہی کے حبیب تلاش کرنے کے لئے بھی اس داتا کے دربار دعائیں مانگنے کے لئے جانا پڑتا۔ جس نے پہلے گنج بخش رکھے ہوں اور ان بینکوں کے دروازوں پر بھی جنہوں نے اربوں کے قرضے دے رکھے ہیں۔ جس کے تمام کارخانے صوبہ پنجاب میں ہوں اس کے ہاتھوں میں اگر پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور گورنر کی لگامیں نہ ہوں تو کارخانوں سے کارخانے حاصل کرتے رہنے کا عمل جاری رکھنا ممکن نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا چودھری اور میاں پنجاب کو اپنے تسلط کے تلے دبا کر نہ رکھیں تو محرومیاں ان کو تاکنے لگیں گی۔ یہ لوگ سیاست نہیں کر رہے۔ اپنی چمنیوں سے مسلسل دھواں نکلتے رہنے کی ضمانتوں کا بندوبست کر رہے ہیں۔

یہ سڑکیں' شاہراہیں' موٹر وے' نج کاری' بیرونی سرمایہ کاری اپنی تجارت صنعت و حرفت کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے معیار تک لے جانے کے لئے وسیلہ بنائی جا رہی ہے۔ یہ مہنگائی اس لئے برپا کی گئی ہے کہ متوسط طبقہ معدوم ہو جائے کہ دانش و خلوص فقط اسی طبقہ کو عطا ہوتے ہیں۔ عقل اور دولت' خلوص اور غرض کبھی یکجا نہیں رہتے۔

Marfat.com

سیاست اگر دانش و خلوص سے تنہا کر دی جائے تو استعمار مستحکم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ چاہے سبھی کچھ بازی پر لگانا پڑے' بیرونِ ملک خزانوں کے مالک اور اندرونِ ملک مقروض خاندانوں کے لئے نظامِ جمہوریت کے کندھوں پر سوار رہنا اور اپنی شہسواری کے جوہر دکھاتے رہنے ضروری ہے۔ سلطان کی سرائے اور گجرات کے گاؤں سے لے کر اسلام آباد کی راجدھانی تک کا سیاسی مالیاتی سفر جن کارستانیوں کے ذریعہ طے کیا گیا۔ ان میں عقل و دانش اور خلوص یا حب الوطنی کا کبھی عمل دخل نہیں رہا۔ اس سفر کی تکمیل میں صرف سرمایہ ریز کار ہوا ہے۔ جس نے سیاست کمائی نہ ہو خریدی ہو' اس سے یہ توقع رکھنا کہ سیاست کا کارخانہ اپنی کمائی کے لئے نہیں بچایا' مزدوروں کو مزدوری فراہم کرنے کے لئے لگائے ہوئے ہے حماقتِ اولیٰ ہے۔ جیسے حاکم اپنی مرضی کے تسلط کو قانون کی حکمرانی قرار دیتے آئے ہیں اسی طرح یہ لوگ اپنی سرمایہ کاری کو غریب پروری قرار دے رہے ہیں۔ سرمایہ پر دسترس نہ ہو تو اقتدار تو کجا یہ حضرات اس اہل بھی نہیں کہ انہیں بھیک دی جائے۔ باوردی تو پولیس کے اہل کار بھی ہوتے ہیں۔ ان کے بازوؤں پر بھی "محافظ" کے بیج لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ مسلح بھی ہوتے ہیں اور ٹرینڈ کئے ہوئے بھی لیکن ...... کیا ان سے وہ توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں جو فوج کے مجاہدوں سے ہوتی ہیں۔ کیا ان کے جہاد میں اور پولیس کے ذوق جہاد میں ایک ہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ کبھی کسی نے بھول کر بھی ان کو مجاہد تصور یا تسلیم کیا ہے۔ ایسا ہی فرق محبِ وطن سیاست دانوں اور حریصِ اقتدار سیاست دانوں میں ہوتا ہے۔

آج کے سیاست دان سیاست کے مجاہد نہیں' سیاست کے پولیس مین ہیں۔ اس سے بیگار لے لی اس سے رشوت وصول کر لی جس نے جیب بھر دی اس کو آئندہ کیلئے رشوت کا کارندہ بنا لیا۔ چوروں سے حصہ داری کر لی۔ لٹے ہوؤں سے خدمت کروا لی۔ مال کی حفاظت کرنے اور چوری کا مال برآمد کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مارشل لائی حکمران نے ان افراد کو سیاست کاری کیلئے نہیں سرقہ شدہ سیاست برآمد کرنے میں بڑا فرق ہے۔ مارشل لائی حکمران نے ان افراد کو سیاست کاری کیلئے نہیں سرقہ شدہ سیاست برآمد کروانے کیلئے سیاست میں بھرتی کیا تھا۔ چنانچہ یہ سیاست کے مجاہد نہیں سیاست کے تھانیدار ہیں۔ لہٰذا ان کا حلقہ اثر و واقفیت سیاست کے رسہ گیروں تک محدود ہے۔ ٹوٹی پھوٹی سڑکوں اور بدروں کے ٹھیکے اپنے ان رسہ گیروں کو دے کر اور موٹر وے کی سی

Marfat.com

شاہراہوں کو اپنی آمدن کی گزر گاہیں بنوا کر یہ پاکستان کی سیاست کے سنگ میل بنے ہوئے ہیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے سیاست کا پرداز نہیں۔ سیاست کے دو بھینسے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک کی آنکھیں میں ہیں اور دوسرے کے سینگ نہیں ہیں۔ صدرِ مملکت کو بے قرار کرنے کیلئے آئین کے تحت آرٹیکل ۲۳۴ میں درج اختیارات و فرائض ادا کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ یہ قرار داد مشترکہ اجلاس میں قرار پائی گئی ہے۔ اپنی نوعیت میں یہ پاکستان کی کربلائے سیاست میں آٹھویں محرم کا خطبہ زیاد ہے۔ حسین بندوں کی حاکمیت کے خلاف نبرد آزما تھے پارلیمان ان کی حاکمیت کے لئے زور آزما ہے۔ وہ معترض تھے کہ ایک نا اہل خلاف آئین اسلام کیوں خلیفہ نامزد کیا گیا۔ ان کو بلا حیل و حجت بحال کیا جائے گا۔ لوٹوں کے لوٹائے جانے نے وہ ہنگامی صورتحال پیدا کر دی ہے کہ اگر یہ دوبارہ پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں نہ سجائے گئے تو پانچ دریاؤں کی سرزمیں ہونے کے باوجود یہاں کا ہر بالغ بے استنجا ہو جائے گا اور سیاست کے لئے حاجت رفع کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ پاکستان کی جمہوریت کے آمروں کو گورنمنٹ ہاؤس میں کوئی ان کی مرضی کا سنت نگری چاہیے جس کی اپنی بھی کوئی مرضی ہو۔ وہ ان کو منظور نہیں کہ پنجاب ان کی سیاست کی کرگسوں کا "ایئربیس" ہے۔ وہ دن نذرِ غرب ہو گئے جو دل زندہ کی تلاش میں تھے۔ اب تو وہ دن نذر غرب ہو گئے جو دل زندہ کی تلاش میں تھے۔ اب تو وہ زمانہ ہے کہ ہر سیاست دان کی سیاست شکار مردہ کی طرح کرگسوں کی زد میں ہے کسی مردہ خمیر پر جھپٹ پڑے وہی سیاست کا شہباز ہے۔

لو قلم رک گیا اور خبر مل گئی کہ پنجاب کے دو گورنر ہیں۔ ایک صدر کا ایک وزیر اعظم کا۔ وزیر اعظم نے صدارت کا عہدہ بھی سنبھال لیا ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۲۳۴ کی دھجیاں بکھر گئی ہیں۔ ناقابلِ یقین صورت حال کا پیدا ہو جانا باعثِ حیرت بھی نہیں ہے۔ دو گورنر ہی نہیں دو چیف سیکرٹری' دو آئی جی پولیس ہی کیا ہر شے دوہری ہو گئی ہے۔ اعلیٰ و عظمیٰ فیصلے مقننہ کے بے خمیری' انتظامیہ کی ہٹ دھرمی جن ویرانیوں کا پیش خیمہ ہوئے ہیں' وہ ابھی مکمل طور پر نمودار نہیں ہوئیں۔ ٹریفک کے سپاہی تک سے دریافت کرنا ہو گا آپ کس گروپ کے سپاہی ہیں۔ کل کلاں صدر نے پھر قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور وزیر اعظم بھی دو ہو جائیں گے ایک نگران اور دوسرا ذی شان۔ شاباش! ظالمو' اپنی

Marfat.com

جمہوریت کو مزید مضبوط کرو، مستحکم کرو اسے تاکہ نہ تم کہیں کے رہو نہ یہ وطن۔ یہی وہ آئین ہے جس کو تم نے شرعِ الٰہی پر بالا دست قرار دیا تھا۔ دیکھ لیں اس کی کارستانیاں اور کارگزاریاں، عدالتِ عظمٰی کے حضور آئین کا پابند رہنے کا وعدہ کیا ہوا۔ اب ملاحظہ کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف جنگ آزمائی کے نتائج۔ اس تحریر کی اشاعت تک جو کچھ مزید ہو چکا ہو گا۔ وہ تخت سے اتر کر از خود تختہ پر لیٹ جانے کا سا عمل ہو گا۔ اللہ کرے اس کے وارد ہونے سے پہلے کوئی اس کا تدارک کرے۔

عملی طور پر یہ اعلان ہو چکا ہے کہ پاکستان میں صدرِ مملکت نام کا کوئی عہدہ نہیں ہے اور پاکستان دنیا کی بدترین آمریت کی گرفت میں آ چکا ہے۔ جس کے پاسبان شاید یہ دعویٰ کرنے سے بھی باز نہ رہیں کہ یہ سربراہِ مملکت کی فوج ہے اور یہ سربراہِ حکومت کی۔ اس کے بعد جو طبل بجے گا وہ کسی کو کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ پارلیمان کے سپریمیسی کا نفاذ جس انداز میں اب کے ہوا ہے اسے دیکھ کر تو نمرود کی روح کو بھی افسوس ہو رہا ہو گا کہ میں نے پارلیمان کیوں نہ بنائی جو پارلیمان آئین شکن بھی ہو اور آئین سے بالاتر بھی۔ اسے انگریزی میں اگر "ساورن" ہی کہتے ہیں تو انگرزی زبان بھی ابھی تک نامکمل ہے جو کچھ ہو رہا ہے وہ سیاست کی دنیا کا وہ عجوبہ ہے جس کا مظہر تاریخ کو خون کے آنسو رلائے گا۔ جس بدعملی کا یہ ردعمل ہے اگر اسے جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینکا گیا تو اس ردعمل پر جو ردعمل ہو گا وہ جب رو پذیر ہو گا تو دیکھا نہ جا سکے گا۔ پنجاب پولیس اور رینجرز کی دو عملی تو وارد ہو چکی۔ ان کے اختیارات کے دائرے اگر آپس میں الجھ گئے تو ظاہر ہے مرکز لاپتہ ہو جائے گا۔ جو کچھ ہوا ظاہر ہے صدر کو گوارہ تو نہیں ہو گا چنانچہ لازم ہے عارضی طور پر ہی سہی، مرکز بھی دو عملی کا شکار ہو کر رہے گا۔ انتظامیہ گو مگو کا شکار ہو گی اور یہ قلم رک جائے گا نہ رکا تو چھین لیا جائے گا یا از خود پھینک دیا جائے گا۔

کسی ملک کی انتظامیہ کے قلم کا ناکارہ ہو جانا اسے ان دلدلوں میں پھنسا دیا کرتا ہے جہاں سے نکلنا ہی نہیں نکالا جانا بھی ناممکن ہو جایا کرتا ہے۔ اب یہ اعلان ہو رہے ہیں کہ ہم سپریم کورٹ جائیں گے۔ ضرور جایئے کہ "گو واں نہیں مگر واں سے نکالے ہوئے تو ہیں"۔ عدالتوں کا یہ شکوہ اپنی جگہ کہ ان کے احکام کی توہین کی گئی ہے۔ تاہم اپنی دانست کے مطابق ابھی انہوں نے میزان اٹھا کر ایک طرف تو نہیں رکھ دی۔ ذرا اتنا

Marfat.com

یاد رہے کہ عدالت میں صاف ہاتھوں سے جایا کرتے ہیں۔ ہاتھ صاف کروانے کے لئے نہیں۔ لاکھ دستانے پہنو' اگر عدالت ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ رنگے ہاتھ نظر نہ آنے لگیں۔ عدالت قرار دے چکی کہ بڑے بڑے جگادھریوں نے حلف اٹھا کر کہ اگر جھوٹ بولوں تو اللہ کا غضب نازل ہو' جھوٹ بولا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اللہ کے غضب کا نزول نہیں تو کیا ابلیس ناراض ہو کر مار رہا ہے۔

اقتدار کی بحالی کے ساتھ ساتھ ہی اس کی بے حالی یہ حقیقت خفی نمایاں کر رہی تھی کہ نگاہِ فطرت میں فقط اقتدار کی تحلیل ہی کافی سزا نہیں۔ ابھی بہت سی تعزیریں بقایا ہیں جو قدرت بر سرِعام نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ایک مجرم کو سزا مل رہی ہو گی تو دوسرا بغلیں بجائے گا۔ دوسرے کو مل رہی ہو گی تو دوسری طرف تالیں گونج اٹھیں گی اور جمہوریت جو مستحکم نہیں ہو رہی' اکڑ کر ٹوٹ رہی ہے دم توڑ دے گی اور دم دبا لے گی۔ حیرت ہے دانشوروں کو اپنے انتظام کا نہ سو نظر آتا ہے نہ سہو اور ذوق خود کشی میں اپنی اپنی صلیب کی طرف بڑھے جا رہے ہیں۔ معرکۂ حق و باطل کے یہ باطل میانہ روی اختیار کرنے کی بجائے منفیات کے عذاب کو اپنے اوپر طاری کر رہے ہیں اور بضد ہیں کہ ہمیں مرنا تو ہے مگر نیک نام نہیں مرنا۔ منظور کا نامنظور اور اظہر کا مظہر ہونا۔ صدر کا الطاف نواز اور وزیر اعظم کا کسی بھی الطاف سے منکر ہونا' دو میانوں میں چار تلواروں کو گھسیڑ دینے کے مترادف ہے۔

سیاست کے شیروں کے روباہی اپنے عروج پر پہنچ چکی۔ پورا معاشرہ کرب لایعنی Agony of Nagation میں مبتلا ہو چکا ہے۔ کاش ہم نے قیام پاکستان کا مقصد فراموش نہ کیا ہوتا' کاش ہم نے احکام الٰہی کے پابند ہو کر پاکستان کو انعامات الٰہی کا حق دار بنایا ہوتا' کاش ہم نے دینِ اسلام میں قوم اور ملت کی تعریف سے آگاہی حاصل کی ہوتی' کاش ہم وحدتِ ملت سے وحدتِ انسانیت تک کے آئینی سفر پر رواں ہوتے۔ کاش ہم حرم کی پاسبانی کے لئے ایک ہو کر کرۂ ارض پر اللہ ہی کی حاکمیت کے علمبردار ہوتے' کاش ہم نے سورہ الفیل میں پنہاں دانش سے راہنمائی حاصل کی ہوتی اور فضاؤں سے یہ آواز نہ آتی "ہم تو مائل بہ کرم تھے' کوئی سائل ہی نہ تھا"۔

۳ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"بے لوث محبّت ہو، بے باک صداقت ہو"

مبارک! صد مبارک! اللہ کرے زورِ زر اور زیادہ' کہ وزیر اعظم نے صدرِ اعظم کا عہدہ بھی سنبھال لیا۔ ثابت کر دیا کہ وہ جب چاہیں اپنا انگوٹھا ثبت کر کے صدر کے دستخطوں کے بغیر اپنا فرمانِ خداوند بے آئین جاری کر سکتے ہیں۔ ان کے لئے "پلاٹ" بنا کر پنجاب پر قبضہ کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا کسی بیوہ کے پلاٹ پر قبضہ کرنا۔ حضور پُرغرور صوبے کے وزیر اعلیٰ تھے تو مرکزی حکومت کو مسلسل زیرِ نکیل رکھنے میں کامران رہے اگرچہ ساربان نہ بن سکے۔ ان دنوں کامران کی بارہ دری سے لے کر گوجر پورہ تک اپنی سروری کے اشتہارات کی "چاکنگ" یوں کرواتے رہے کہ بے چاری گوجریوں کے لئے دیواروں پر گوبر تھاپنے کے لئے بھی جگہ نہ رہی۔ مرکز میں گئے تو غلام حیدر کو غلام شہباز بنائے رکھا اور صوبہ پنجاب میں من مانی کروانے کے علاوہ پاکستان مسلم لیگ کو بھی یوں زیرِ رکاب رکھا کہ مرحوم محمد خاں جونیجو بے چارے تا حیات آبلہ پا رہے اور کوئی دیگر راہ نہ پا کر راہی ملک عدم ہوئے۔ غلام حیدر وائیں کی سیاسی عمر عزیز کے چار روز میں سے دو آرزوئے شہباز کی تکمیل میں کٹ گئے اور دو احکام نواز کے انتظار میں۔ ان دو کے علاوہ اور کسی کی نہ ماننے کے جرم میں سزا وار ہو کر وہ انتہائی غیر معقول و غیر مقبول ہو گئے۔ چنانچہ ان کے سجدہ گاہ میں رکھے ہوئے لوٹوں کی اکثریت نے نہ صرف اپنی "ٹوٹیاں" موڑ لیں بلکہ حاجت روائی کے لئے سنبھالی ہوئی "دٹوانیاں" تک اٹھا نظرِ منظور میں آنے کے لئے اپنے پیندوں تک سے باغی ہو گئے اور طے کر لیا کہ جدھر اقتدار جائے گا ہم اپنا اپنا منہ جسے پنجابی میں نفرت سے "بوتھا" بھی کہتے ہیں' اسی طرف پھیر لیں گے۔ ہر کوئی جان لے کہ آج سے ہمارا کوئی پیندا نہیں ہے۔ آئندہ اگر کوئی پیندے والا لوٹا نظر بھی آ جائے تو جعلی سمجھا جائے گا۔ ہماری لوٹا ساز بھٹی نے طے کر لیا ہے کہ آئندہ کی سیاست کے

Marfat.com

غسل خانوں کے لئے نہ کوئی پیندے والا لوٹا تیار کیا جائے گا' نہ مارکیٹ کیا جائے گا' نہ قبول کیا جائے گا۔ ہماری سیاست کے ذمہ نئے عالمی نظام نے رقتیں آئین کرنا لگا رکھا ہے۔ انہیں تحلیل کرنا نہیں' ہمارا منصب فقط پھرنا پھرانا ہی نہیں' نت نئے بحران پیدا کرنا بھی ہے۔ ہمارے لئے ہمارے آقا نے ایسا وزیرِ قانون بنا رکھا ہے جس کی صورت دیکھتے ہی قانون کو اس طرح کی ہنسی آ جاتی ہے کہ ہنستے ہنستے اس کی ہچکی بندھ جاتی ہے اور وہ اپنا رونا یوں رونے لگتا ہے جیسے سرمایہ کار امیرزادوں کی قومی اسمبلی یومِ عاشور کی شامِ غریباں منا رہی ہو۔

وزیرِ قانون کے تازہ بیان نے تو یہ راز بھی کھول دیا کہ وہ آئینی لحاظ سے قطعی ملا ہیں۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آئینی لحاظ سے پارلیمنٹ کس کو کہتے ہیں۔ آئین کی تشریح کرتے وقت ان کی اصلیت یعنی یہودی رہبانیت و آرائیت کا اشتراک ان پر طاری رہتا ہے۔ اگر یہی صورتِ احوال رہی تو تورات کی طرح اس آئین کے مردہ خالقوں کو بھی اپنے عزا داروں کی وساطت سے اس آئین کو بھی منسوخ کر کے کسی انجیلی آئین کو نازل کرنا ہو گا۔ کیا نرالی تشریح ہے کہ وفاقی مملکت کو اپنے کسی جزو کو سر کے بل دے مارنے کے لئے کسی سربراہِ مملکت کی ضرورت نہیں۔ صدر اگر قومی اسمبلی توڑ سکتے ہیں تو مرکزی پارلیمان وفاق کو "توڑنے" کی راہ ہموار کرنے کی بجائے اسے توڑنے کی راہیں کیوں تعمیر نہیں کر سکتی۔ فوج کی آئینی ذمہ داری اگر دشمنوں سے جنگ لڑنا ہے تو وفاقی پارلیمان کی ذمہ داری خانہ جنگی کیوں نہیں۔ پارلیمان کی سپریم کمانڈ اگر اتنا بھی نہیں کر سکتی تو پارلیمان کی کیا خاک سپرمیسی ہے۔ اگر فوج کا ادارہ جو ایک آئینی ادارہ بھی نہیں ہے ملک سے باہر جنگ لڑ سکتا ہے تو آئینی ادارے ملک کے اندر کیوں جنگ آزما نہیں ہو سکتے۔ یہ صوبائی ایڈمنسٹریٹر مقرر کرنے کا اختیار نہ معلوم کس آئین میں تحریر ہے۔ ہو سکتا ہے قانون کے کسی پاکٹ مارنے کوئی خفیہ سپر آئین اپنی پاکٹ میں مار رکھا ہو جو حسب ضرورت مار آستین کا فرضِ عظمٰی ادا کرتا ہو۔ پہلے صوبہ پنجاب میں جعلی دستاویزوں کا ڈرامہ سٹیج کیا۔ اب سیاست کا وہی "عملا" مرکز میں بھی دعویدار ہے کہ قرارداد فیکس کر دی گئی تھی۔ پنجاب میں اسمبلی کا سیکرٹری اہم دستاویز لے کر یوں غائب ہوا کہ انصاف تک قلم دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ اب مرکز میں کیبنٹ سیکرٹری جعلی احکام کی دستاویز جاری کرنے کے لئے

Marfat.com

استعمال کر لیا گیا اگر کبھی یہ دونوں اکٹھے ہو گئے تو "آرے عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل کی بکا" پورا ملک کیا پوری دنیا سنے گی۔

جس اقتدار پرست کا یہ سب کیا دھرا ہے کیا اس کی ملک دشمنی اور ذات پرستی میں اب بھی کسی کو شک ہے۔ یہ حرکات کسی سے گھر میں سرزد ہو جائیں تو ماں دودھ نہیں بخشتی۔ مادر وطن کیوں کر گود کھلاتی رہے گی۔ وہ تو بھلا ہو ان کا جنہوں نے رینجرز کی پہرہ داری کے تعین سے انکار کر دیا ورنہ یہ نام نہاد جمہوری نظام زیاد اور شمر کو بھی مات دے گیا ہوتا۔ وزیرِ قانون صاحب کو تو غالباً یہ خبر بھی نہیں کہ ہمارا عدالتی نظام کسی بھی جمہوری نظام کا حصہ نہیں ہے۔ تاحال عدلیہ انتظامیہ سے آزاد نہیں۔ آئینی ادارے اگر ایک دوسرے سے آزاد نہ ہوں تو جمہوریت کے بین تو سنے جا سکتے ہیں۔ وہ پنپ ہرگز نہیں سکتی۔ وزیرِ قانون کی خوش بختی یہ ہے کہ یہاں شاہی کو جمہوری لباس' انسانوں کے خود شناس ہونے سے پہلے ہی پہنا دیا گیا اور جو گورنری کے عہد میں گورنر ہاؤس میں بچوں سے دل بہلاتے رہے۔ اب چنبہ ہاؤس میں ایڈمنسٹریٹری کر کے سیاست کی خاندانی منصوبہ بندی پر لگا دیئے گئے تاکہ کارِ طفلاں تمام ہو اور مکتب کے کفن میں ملا کا جنازہ بھی سنت نگریوں میں زمین دوز کرنے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ اگر یہ سچ ہے کہ مرکز کے اس فعل پر چاروں صوبے ناخوش ہیں تو صدر صاحب کو نہ معلوم کس رسد کا انتظار ہے۔ اگر وفاق کو قائم رکھنے کا نواز کا نسخہ شریف ہی مجرب و مصلح ہے تو باقی صوبوں میں بھی ایسی ہی "دوہر" لگایئے اور اگر یہ اندازِ سیاست و حکومت وفاق شکن ہے تو اپنی بزرگی کی شکن آلود پیشانی کو پیش آمدہ حالات سے بچانے کے لئے اپنے شکنی اختیارات کو ان شکم پروروں پر استعمال کرنے سے گریز نہ کیجئے۔ ورنہ وفاق شکنی میں آپ کی اعانت پاکستان کی نوحہ خواں تاریخ کا حصہ بن جائے گی۔ آپ کے سیراب کئے ہوئے یہ دو ارب پتی تو لارنس کے زمانہ کے عربوں کے بھی پتی نکلے۔ انہوں نے تو اسلام کی چادر کو بھی "لیراں لیراں" کر ڈالا۔ یہ وہ ملوکیت و آمریت زادے ہیں جو یومِ عاشور شہادت حسینؓ کے غم میں نہیں رسوائی یزید کے اندوہ میں ماتم کناں ہوتے ہیں۔

قومی اسمبلی کے فرش پر آٹھویں محرم کو مخدوش کارروائیوں کا جواز اس انداز میں پیش کیا گیا کہ کفر و یزیدیت بے اختیار سلام احترام پیش کریں۔ امید ہے اس تحریر کی

Marfat.com

اشاعت سے پہلے ہی نظام الہیت نظم فرعونیت کے آرے آ کر عبرت ناک سزا سنا چکا ہو گا۔ ایسا نہ بھی ہوا تو بدیر ایسا ہو کر رہے گا۔ وفاق کی وحدت کی نشانی یعنی صدرِ مملکت ذرا وحید بن کر ملکی سیاست میں چوروں' لٹیروں اور نقب زنوں کے اتفاق کا تدارک اگر توحید الہیت سے کریں اور مغربی طرز فکر کے آئین کے تراشے ہوئے ان بتوں کو تنبیہہ فرمائیں کہ تم الٰہ نہیں مشیر ہو' تمہارا منصب قانون سازی نہیں مشاورت ہے' تمہارا فرض اختلاف کرنا نہیں اختلاف مٹا کر یک رائے ہونا ہے' کہ اس کے بغیر تعمیرِ انسانیت کا عزم کرنا ممکن ہی نہیں۔ جن لوگوں کی نااہلیت زبان زد خاص و عام ہے انہیں نااہل قرار دلوانا کیا صدر مملکت کا فرض نہیں' کیا اس دور میں زبانِ خلق نقارہ خدا نہیں رہی یا خلق ابلیس سے جا ملی ہے۔ آئینِ اسلام کا وہ کون سا ضمن ہے جس کے تحت سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت کے عہدے مختلف اور غیر معیاری انسانوں کو تفویض کئے جا سکتے ہیں۔ آج کی سیاسی دانش خود غرضی سے مشاورت و الہیت میں امتیاز نہیں کر رہی کیا اس کی نظر میں کتاب اللہ لاریب و مکمل نہیں رہی' دیرینہ و پارینہ ہو چکی ہے۔ انسان نیا ہو گیا ہے اور نعوذ باللہ کتاب ہدایت پرانی ہو گئی ہے۔ اگر خلفائے راشدینؓ کا زمانہ آئین سلام کے نفاذ کا دور تھا تو خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کے عہد میں سربراہِ حکومت کوئی ور تھا اور سربراہِ مملکت کوئی اور۔ خلفا کا انتخاب تو ہوتا رہا مگر معیار کیا رہا پھر مجالس شاورت کا انتخاب کب ہوا۔ یہ عجیب احمقانہ نظام ہو گا کہ کسی بھی مسئلہ میں مشورہ ان سے نہ کیا جائے جو اس متعلقہ امر کے ماہر ہوں اور معاملہ ان کو سونپ دیا جائے جو جنم جنم کے کم فہم اور "پوتڑوں" کے بگڑے ہوئے بھی ہوں۔ صحت کے معاملات میں وکیل سے' تجارت کے معاملہ میں ڈاکٹر سے' صنعت کے معاملہ میں سکول ماسٹر سے' جنگ کے معاملہ میں معذور سے مشورے لئے جا رہے ہوں تو معاملات پیچیدہ ہو جانے کا شکوہ بے جا ہو گا۔ ایسے لوگ اگر قانون ساز بن جائیں جو خود قانون شکن ہوں یا لفظ قانون کے ہجوں سے بھی ناواقف ہوں تو نتیجہ وہی ہو گا جو ان دنوں برپا ہے۔

عدالتی فیصلوں کو اگر آئینی سکوت یا سقوط کا باعث بنا دیا جائے تو معاشرہ کس کی ناتوانی کو روئے اور کس کے بڑھاپے کا ماتم کرے۔ کس کی دانش کا "سیاپا" کرے' کس کی جہالت کے پاؤں پڑے کہ خدا کے لئے اب بس کرو' ایسا نہ کرو صدیوں کے بعد تاریخ میں

Marfat.com

پہلی بار بنام حاکمیت ایسی حاصل کی ہوئی آزادی عالمِ نزع میں گرفتار ہو جائے تم نے تو بیرون ملک ان گنت سرمایہ محفوظ کیا ہوا ہے وہ جن کی آزادی کا سرمایہ اپنے وطن میں بھی محفوظ نہیں وہ بے چارے کہاں جائیں گے۔ تم نے تو نظام شرک برپا کر کے اللہ کو بھی اتنا ناراض کرلیا ہے کہ اس سمیع و بصیر کے حضور دعا کرنا تو کجا' تم نہ اس دنیا میں نہ دوران عاقبت اسے منہ دکھانے کے قابل رہے ہو۔ ہم بے کسوں اور بے سہاروں کو ضمانت دو کہ اپنی اور تمہاری بخشش کے لئے جو وعدے ہم اب اللہ سے کریں گے تم ان سے انحراف کا سامان مہیا نہیں کرو گے۔ مروجہ آئین کی رو سے بھی پارلیمنٹ کی تعریف یوں درج ہے۔

ARTICLE.

50:- MAJLIS- E- SHOORA (PARLIAMENT):- THERE SHALL BE A MAJLIS- E- SHOORA (PARLIAMENT) OF PAKISTAN CONSISTING OF THE PRESIDENT AND TWO HOUSES TO BE KNONE RESPECTIVELY AS THE NATIONAL ASSEMBLY AND THE SENATE.

پھر پارلیمان پریذیڈنٹ کے بغیر کیوں کر مکمل ہوئی اور کسی قرارداد کو اس وقت تک پارلیمان کی قرارداد کیوں کر کہا جا سکتا ہے' جب تک اسے صدر کی توثیق حاصل نہ ہو۔ عام زندگی میں بھی "بابا" نمائش کے لئے نہیں مشورہ اور اطاعت کے لئے ہوتا ہے۔ قومی زندگی کی تو ذاتی زندگی سے کہیں زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ دورِ یزید میں نواسۂ رسول حسینؓ نے تو حق و باطل کی جنگ لڑی تھی۔ دورِ اسحاق و نواز میں ہم حق و باطل کی آمیزش یعنی اسلام اور جمہوریت کے اتحاد کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ بندے باطل جمہوریت کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں اور حق کے پروگرام میں اسے رسوا کرنا ہے۔ ہماری سیاست نے اسلام کو اپنے اقتدار کے حصول کے لئے استعمال کیا اور پھر نج دیا۔ حق بھی ناراض ہوگیا اور اس کا دین بھی اور جمہوریت کی یزیدیت کی میت آج کل ہم پر مسلط ہے۔ گویا زندہ بدست مردہ کا عالم ہے۔ ریاست کے حاکم ریاست کے صوبے فتح کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور سیاست صوبوں کی خود مختاری کے نعرے لگا رہی ہے۔ پاکستان کے قیام کی مدعی سیاسی جماعت کے نام نہاد صدرِ پاکستان سے منکر اس سیاسی جماعت کی بیساکھیاں بغلوں

Marfat.com

میں لئے ان سے مشورے کر رہے ہیں' جو قیام پاکستان کے ازلی مخالف ہیں اور سالوں تک خود ساختہ جلا وطنی میں عیش غیر مناتے رہے ہیَ للکار رہے ہیں کہ قدم بڑھاؤ وطن کو سولی چڑھاؤ' رام بھلی کرے گا۔ ان حالات میں اس تحریر کی اشاعت سے پہلے کوئی غیر معمولی اقدام ثبت کر دے اور جی کا ٹھہر جائے کہ بس صبح گیا کہ شام گیا تو حق و باطل کی اس آمیزش کا کیا حشر ہو گا۔ حرف کس پر آئے گا۔ آنے والوں پر یا لانے والوں پر۔ شرع الٰہی پر انسان ساختہ آئین کو بالا دست قرار دینے والوں حشر تک تمہاری فریاد کوئی نہیں سنے گا اور نہ حشر کے بعد۔

جو لوگ موجودہ حالات کے ذمہ دار ہیں' ان کا نہ صرف احتساب ہو بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے نااہل و ناپسندیدہ و راندہ درگاہ سیاست قرار دیئے جائیں۔ حرص اقتدار کی سیاست کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا جائے اور سیاست کا پھر وہی معیار قائم ہو کہ جس کو خلافت پیش کی جائے وہ لرز جائے۔ خوف خدا سے آبدیدہ ہو جائے۔ کانپ اٹھے کہ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معیار پر پورا نہ اترا تو کہیں کا نہ رہوں گا۔ نہ عاقبت کا' نہ دنیا کا۔ بے اختیار اعلان کرے کہ میں اللہ اور رسولؐ کا اطاعت گزار رہوں تو اطاعت' نہ رہوں تو میرے خلاف جہاد فرض ہے آج کے کسی سیاست کار کے پیش نظر عاقبت نہیں۔ لہٰذا سبھی ناعاقبت اندیش ہیں اللہ کی حاکمیت کی بجائے ناعاقبت اندیشوں کی حاکمیت قائم ہو چکی ہے اور معاشرہ کی دنیا بھی لٹ رہی ہے اور آخرت بھی۔ دوبارہ انتخاب اگر ان ہی حریصانِ اقتدار اور ناکردہ کاروں کو دوبارہ منتخب کروانے کا اہتمام ہے تو قوم اور ملک کو اس انتخاب سے محفوظ رکھنا ہر ذی شعور محبِ وطن پر فرض ہے جو ادا نہ کیا گیا اور یہی لوگ پھر پارلیمان کی کرسیوں کا بوجھ بنا دیئے گئے تو ہر کوئی جان لے کہ آزادی بھی منہ موڑ جائے گی اور فطرت بھی۔

لوٹوں کے آزادانہ استعمال کا نظام سیاسی پاکیزگیوں کی ضمانت نہیں ہوتا دلوں میں پاکیزگی نہ ہو تو محض گنگا نہلوا لانے سے سیاست کا جسد پاک نہیں ہو جایا کرتا۔ شجرہ نسب دیکھے حسب کو جانے اور انگریز کی پرکار و یا کارڈ پلومیسی کے رازہائے سربستہ جانے بغیر کسی کو سیاست دان تسلیم کر لینا اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہے۔ مفکرِ پاکستان اور معمارِ پاکستان نے انگریز کے تخلیق شدہ جاگیردارانہ اس کے سرمایہ دار گھرانوں کے

Marfat.com

فرزند تھے۔ کرنسی نوٹوں پر قائدِ اعظم کی تصویر چھپوا دینا اور ان کی جیب کے کھوٹے سکوں کی تخلیقات کو حکومتیں خریدنے پر لگا دینا نظریۂ پاکستان کی نفی ہے۔ تائید نہیں بولو! کیا لو گے اور کہو کیا دو گے کی سیاست ہمیں لے ڈوبی ہے میرے مولا! اے صانعِ کائنات اپنے حسنِ انتظام کے صدقے اس تحریر کی اشاعت سے پیشتر ہی حالات کا رخ بدل دے۔ مینارِ پاکستان کو یادگارِ پاکستان ہونے سے بچا اور ۱۹۴۷ء میں عطا کیے ہوئے انعام کو معاشرتی سزا بنانے والوں کے دست و پا شل کر دے۔ اس سرزمین کو اس کے باسیوں کو کرۂ ارض پر اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لیے کام میں لا' جو تیری حاکمیت کے لیے مخلص ہیں ان کو سرفراز فرما اور جو اپنی حاکمیت کے لیے مصر ہیں' انہیں مزید رسوا کیے بغیر ملکی سیاست کو ان کی دسترس سے بالا اور آزاد فرما۔ کیا تیرے لیے یہ مشکل ہے کہ میدانِ سیاست میں بے لوث محبت ہو' بے باک صداقت ہو' سینوں میں اجالا ہو' دل صورتِ مینار ہو۔

۷ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"شاید آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں"

حرص اقتدار کا پیہم تقاضا ہے کہ اب انتظار اپنے بس کا نہیں۔ لہٰذا انتخاب کرواؤ اور بلا تاخیر کرواؤ اس اہتمام اور ضمانت کے ساتھ کہ زمام اقتدار کسی اور کے ہاتھ نہیں جائے گی چاہے چیف الیکشن کمشنر بدلنا پڑے' چاہے چیف آف دی آرمی سٹاف کی نگرانی عائد کرنا پڑے' چاہے مملکت کا مستقبل مخدوش ہو جائے' چاہے بے چارے عوام کی جان جائے' چاہے ان کا جہاں نہ رہے۔ اگر کسی کے بھی زیرِ نظر ہوتا کہ آئندہ انتخابات میں ان لوگوں سے معاشرہ کی جان چھوٹ جانے کی ضمانت ہونا چاہیے جن کے باعث قوم مخبوط الحواس کر دینے والے حالات میں مبتلا ہے جن پر بد عملی' بدکرداری' منشیات فروشی' قرضہ خوری' رشوت و سفارش ستانی کے علاوہ دیگر ان گنت اور ناگفتہ بہ الزامات ہیں تو ہو سکتا تھا نئے انتخابات کا مسئلہ عوامی مطالبہ بن جاتا مگر پاکستان کی سیاست کا باوا آدم نہ صرف نرالا ہے بلکہ الٹا لٹکا ہوا ہے اور گنگناتے جا رہا ہے' یارو مجھے معاف کرو میں اس نشے میں ہوں جو وہ نشہ نہیں ہے جسے ترشی اتار دے۔ پہلے عام سر درد کے لیے "اے پی سی" استعمال کروائی جاتی تھی آج کل اے پی سی سیاسی سر درد کا علاج تسلیم کروائی جا رہی ہے' کبھی صدر سے ملاقات ہو رہی ہے تو کبھی نواز و شہباز کی وائیں مسلم لیگ کے ان عہدہ نوازوں سے جن کا مسلم اور ان کی لیگ ماسوا سیاست کی نیاز بانٹے جانے کے دوران کبھی آج تک یک جا نہیں ہوئے۔ مسلم کو منائیں تو لیگ کا منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے لیگ کو راضی کر لیں تو مسلم کا منہ لٹک جاتا ہے۔

حریصان اقتدار کا تو یہ عالم ہے کہ ایک ہاتھ میں کاسہ گدائی ہے تو دوسرے میں سازشوں کی جنتری ہے اور جو اقتدار میں ہے وہ یوں چمٹے ہوئے ہیں کہ بھوک سے بلبلاتا ہوا بچہ بھی ماں کی چھاتی سے کبھی یوں نہ چمٹا ہو گا۔ آؤ ملاقات کے لیے آؤ دروازے کھلے ہیں مگر نوع

Marfat.com

کا کاروباری رشتہ استوار کرنے کے لیے تیار ہیں۔ بس ایک سادہ سی شرط ہے اقتدار کے پانچ سال پورے کر لینے دو جو جی چاہے مانگ لو' مال' دولت' ملک و قوم' معاشرہ' دین مذہب' انا' ضمیر' غیرت' حمیت سبھی کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ایک تو قبل از وقت انتخابات کا مطالبہ نہ کرو اور دوسرے کوئی ایسی شرط نہ لگاؤ کہ انتخابات ہماری زیر نگرانی و بندوبست نہیں ہوں گے۔ نہ معلوم فوج نے کوئی فارمولا دیا یا نہیں دیا مگر دنیا بھر میں یہ خبر نشر بھی ہو گئی اور شائع بھی کہ ایسا ہو گیا۔ چنانچہ وزارتِ دفاع کو دفاع کرنا پڑا اور بظاہر بات رفع دفع ہو گئی اور معاملات نے تہہ ہونے کے لیے ایک دفعہ پھر اپنا رخ عدالتوں کی جانب موڑ لیا۔ اصل میں صحبت طالع ترا' طالع کنند کے باعث حالات بھی لوٹا خصلت ہو گئے ہیں۔ کبھی صدر کی طرف رخ کر لیتے ہیں' کبھی وزیر اعظم کی طرف' تو کبھی عدالتوں کی طرف' کبھی بقول پیر پگاڑا سیاست کے مست گورنر پنجاب کی طرف' تو کبھی پنجاب کے خرمست وزیر اعلیٰ کی طرف' کبھی کبھار پنجاب کے اپوزیشن لیڈر کی رالوں سے بھر جاتے ہیں تو کبھی غلام حیدر کی طرف یک دم پھر کر دریافت کرتے ہیں' حضور استنجا فرمایئے گا' یا وضو پانی گرم ہو کہ نیم گرم کبھی یوں گھومنے لگ جاتے ہیں کہ ماہر رقاص بھی کیا گھومتا ہو گا اور ہنس' ہنس کر حالات کو منہ یہ کہہ کر چڑاتے ہیں لو! فیصلہ ہو گیا یہ بھی جھوٹے' وہ بھی جھوٹے' سچائی گم' انصاف واضح۔

پنجاب کی صوبائی اسمبلی کا بھولا پنچھی نہ معلوم کس شاخ پر اداس بیٹھا حالات کے اندھیرے میں جگنو تلاش کرتا دوسروں کے کام آرہا ہے اور منتظر ہے کہ اسے اغوا کرنے والوں کی کب تاج پوشی ہو اور کب لوٹے اسے لوٹ آنے کی اجازت دیں اور فکر مند ہے کہ لوٹے اگر لوٹے گئے' ٹوٹ گئے یا یوں لوٹ لئے گئے جیسے بسنت کے دن پتنگیں لوٹی جاتی ہیں تو میرا کیا بنے گا اور اس دستاویز یا نوٹس کا کیا ہو گا جو پنجاب کے ایک سابق وزیر اعلیٰ نے مرکزی وزیر قانون سے قانونی مشورہ بلکہ ہدایت حاصل کر کے عین نصب النہار کے وقت مجھے میرے گھر پر قانون کے مرکزی کی موجودگی میں تھمائی تھی اور اس مبارک موقعہ پر میری تصویر بھی یوں بنوائی تھی جیسے یہ اقتدار کو ڈولی بٹھانے کا سین ہو' جیسے کیمرہ کی آنکھ نے عدالتوں کے لیے محفوظ کر لیا ہو کہ اقتدار کا کیا اعتبار نہ معلوم کب تنسیخ پر بنائے ضلع کا دعوی دائر کر دے۔ فوج کی طرف سے دیئے گئے فارمولے کی خبر اڑا کر اس

Marfat.com

کی جس انداز سے تشہیر کروائی گئی اسے اتفاقی سہولتیں گردانا جا سکتا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کاوش اسلم بیگ کیس کی دوسری کڑی مہیا کرنے کی غرض سے کی گئی۔ عدل اور عسکر اگر آپس میں دوبدو ہوجائیں تو معاشرہ لازما" آخری ہچکیوں پر آجایا کرتا ہے۔ حبّ الوطنی اور دانش دونوں کو انہیں داد دینا چاہئے' جن کے باعث یہ مذموم چال بھی ناکام رہی اور ان افرادوعناصر کی نشان دہی بلا تاخیر ہونا چاہئے جوان عوامل کے ذمہ دار پائے جائیں۔ قوم' وطن اور دینِ اسلام کے دشمن پاکستان کے آئینی اداروں کی جس حد تک تضحیک کروا چکے ہیں وہ ہی کسی بھی معاشرہ کے لیے موت کے پیغام سے کم نہیں۔ ان ظالموں کی نظر اب عسکری اداروں پر ہے کہ یا ان میں پھوٹ پڑے یا یہ پھوٹ پڑیں۔ یہ بریف کیس اور لوٹا بردار مظاہرے یہ طرح طرح کے بینر قسم قسم کے اشتہارات سوچی سمجھی سکیموں کے مظہر ہیں۔ دشمن ہماری معاشرتی طبع سے اچھی طرح آگاہ بھی ہے اور انتہائی کائیاں بھی وہ اپنے مقاصد کی بارآوری کے لیے دین کو نامکمل اور نبوت کو جاری کروانے کے آئینی توہمات برپا کرنے سے بھی باز نہیں آتا' فاقہ کشوں کو موت سے خائف کرنے کے لیے ان کے بدن میں لہو گرم کردیتا ہے اور روحِ محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نکال لیتا ہے۔ ایسی حرصِ اقتدار میں مبتلا کردیتا ہے کہ سیاست اندھی بھی ہوجائے اور دیوانی بھی اور ایسے جن تراشنے لگے کہ جو نہ زور سے قابو آئیں نہ زاری سے نہ زر سے علاوہ فوجی فارمولا کی تشہیر کے یہ سانحہ بھی ہوچکا کہ ایک دفعہ پھر عدالتِ عظمیٰ اور عدالتِ عالیہ کے فل بنچ بٹھائے جانے کا اہتمام لازم سا نظر آنے لگا۔ عدالتوں میں صاف ہاتھ سے جانے اور عدالتوں سے ہاتھ صاف کروانے کے لیے جانے میں منفی واثبات کا سا فرق ہوتا ہے اسی طرح عدل کے سنائی دینے اور دکھائی دینے کے عمل بھی بالکل متضاد نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔

پھر وہ معاملات جو پارلیمان کے فرش پر یا پولنگ بوتھ پر طے ہونا چاہیں۔ اگر عدالتوں میں تہہ کردیئے جائیں تو عدالتوں کا وقار زیرِ بحث آجاتا ہے بلکہ ان کے فیصلوں کے متنازعہ ہوجانے کے خطرات بھی لاحق ہونے لگتے ہیں۔

۱۹۷۰ء میں ایک عمیق سازش ہوئی اور انتخابی مہم میں اسلام اور سوشلزم کے مابین ایک فکری جنگ چھیڑدی گئی۔ فکر تضادات کو اتنی ہوا دی گئی کہ ہر دین

Marfat.com

دبک اٹھا اور آخر ایک پرکار اہتمام کے ساتھ یحیٰی خان کے منعقدہ انتخابات کو منصفانہ و غیر جانبدارانہ مشہور کیا گیا۔ ان نام نہاد منصفانہ و غیر جانبدارانہ انتخابات میں پورے انتظام و اہتمام کے ساتھ اسلام کو شکست دلوائی گئی اور فتح کا سہرا سوشلزم کے سر باندھ دیا گیا گویا ایک نظریاتی مملکت میں اس کا بنیادی نظریہ پولنگ بوتھ میں شکست کھا گیا اور اس کے بعد سقوطِ مشرقی پاکستان وارد و نافذ کرنے میں اتنی آسانی پیدا ہو گئی کہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کہلانے لگا اور اپنے ہی وطن میں ۹۰ ہزار فوجی قیدی قرار پا گئے۔ بہت کم لوگوں کو یہ ادراک ہے کہ سقوطِ مشرقی پاکستان کی تجویز ۱۹۶۲ء کے آئین میں ترتیب دی گئی تھی اور دینِ اسلام کو پولنگ بوتھ پر شکست دلوانے کا اہتمام کچھ نام نہاد دینی جماعتوں سے کروایا گیا۔ یہ ادراک بھی بہت کم لوگوں کو ہے کہ باقی ماندہ پاکستان جسے نیا پاکستان بھی کہا گیا' کئی سالوں سے گہری سازشوں کی زد میں ہے۔ گزشتہ انتخابات اور بار بار منتخب اداروں کی تحلیل اور پھر بار بار انتخابات کے مسلسل مطالبے خالی از علت نہیں ہیں۔ پسِ پردہ اتنے پرکار دین کام کر رہے ہیں کہ غلام حیدر وائیں ہوں یا پرویز الہٰی' منظور وٹو ہوں یا ان کے ٹوٹی ٹوٹیوں کے بے پیندے لوٹے کسی کے بھی بس میں ان سازشوں کو سمجھنا یا ان کی نشاندہی کرنا نہیں۔ یہ سب سیاست کے سادہ لوح ان سازشوں کے بھولے شکار ہیں۔ یہ لوگ پاکستان کے رقیب شہبازوں کی نظر میں سیاست کی پاکستانی فاختائیں ہیں۔ آنکھیں بند کئے ہوئے یہ یقین کئے ہوئے کبوتر ہیں کہ بلی جا چکی ہے۔

سازش کی ایک کڑی یہ ہے کہ پاکستان کے سیاست دانوں کو قومی سیاست کی فکر سے عاری کر دیا گیا ہے ان کی سوچ کو بلدیاتی سطح کی سوچ پر لگا دیا گیا ہے۔ تعمیراتی فنڈ جو بظاہر گندی نالیوں اور ناپختہ سڑکوں پر قانون سازوں کے ذریعے صرف کروائے جا رہے ہیں دراصل قومی سیاست کے مقبرے تعمیر کرنے پر صرف ہو رہے ہیں۔ آج کل ایم این اے فکری لحاظ سے یونین کونسل کا کونسلر بن چکا ہے۔ وہ قومی بین الاقوامی مسائل کو پرکھ لینے کا اہل نہیں رہا۔ وہ نمائندہ کم اور کمیشن دے کر بل منظور کروانے والا ٹھیکیدار زیادہ ہے۔ سازش کی دوسری کڑی نااہلوں کو منتخب کروانے کا اہتمام ہے۔ مزید ایک کڑی صدرِ مملکت اور وزیرِ اعظم کے اختلافات کا پیدا ہو جانا ہے۔ جس کی بڑی وجہ آئینی فکرِ تضادات ہیں۔ آئین کی مصنفوں کے زیرِ نظر کیا دور دراز تصویر میں بھی یہ صورتِ حال

Marfat.com

کبھی نہیں رہی کہ صدر اور وزیرِ اعظم ہونے کے باوجود بھی اتنے کشیدہ ہو سکتے ہیں لہٰذا آئین میں اس صورت حال کا کوئی علاج نہیں بلکہ اس کشیدگی کو ہوا دینے کے بہت سے اہتمام موجود ہیں۔

مروجہ آئین ایک دوسرے کے فکری ہی نہیں جانی دشمنوں کا تصنیف کیا ہوا ہے' اس آئین میں پارلیمان کی سپرمیسی مجروح ہی نہیں ادھ موئی بھی رکھی گئی ہے حتیٰ کہ پارلیمان کو قانون سازی کا بھی مکمل اختیار نہیں۔ جابجا قدغنوں کے علاوہ مروجہ آئین نے عدالتوں کو بھی قانون سازی کا اختیار دے رکھا ہے اور پارلیمان کی سپرمیسی کو محفوظ رکھنے کی بجائے اسے قانون سازی کا ذیلی ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ بنیادی آئینی حقوق بھی عام قوانین سے آزاد نہیں ہیں۔ یہ اہتمام نہیں ہے کہ کوئی قانون بنیادی انسانی حقوق کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ بلکہ یہ حکم ہے کہ بنیادی حقوق قوانین کے تابع ہوں گے۔ واضح ہو چکا ہے کہ قراردادِ مقاصد اور آئین کے دیگر ضمنات متصادم ہیں۔ تعلیمی انحطاط کے بیمار معاشرہ میں جنسی بلوغت کو شعوری بلوغت پر ترجیح دینا شعور کو جنس کے تابع کر دینے کے مترادف ہے اور یہی وہ لغزش ہے جو آدم کو جنت سے نکلوانے کا باعث ہوئی اور اس کی ارضی زندگی کو جہنمی بنانے کا باعث بنی۔

جنابِ صدر سے استدعا ہے کہ آئندہ انتخابات اسمبلی توڑ کر کروائے یا تڑوا کر' خدارا یہ انتظام ضرور فرمائیے گا کہ پھروہی بوجھ اسمبلیوں کے فرش پر نہ لد جائے' جو انہیں قانون سازی کا ایوان بنانے کی بجائے قانون شکنیوں' بد اعمالیوں' بدکرداریوں کا اکھاڑہ بنانے کا باعث بنا۔ نئی بستی بسایئے مگر ہیرا منڈی کی نمائندگی گلبرگ میں بسیرا نہ کرنے پائے۔ باقی ماندہ پاکستان کے خلاف سازشوں کی تکمیل کا لب بام دو چار ہاتھ رہ گیا ہے۔ اگر ان کی کمند بلا تاخیر نہ توڑی گئی تو آپ پھر کس مملکت کے صدر ہوں گے۔ اب تو آپ کو آزادی ہے جی چاہا' پشتو بول لی' جی چاہا فارسی کا شعر پڑھ لیا' جی چاہا انگریزی کا حکم صادر کیا۔ کبھی اردو میں گفتگو کر لی' کبھی علاقائی زبان کے محاوروں کا ریفرنس دے لیا۔ بیرونی سرمایہ کاری کے پردے میں یہاں یہودی سرمایہ دار آ بسے' نج کاری نے انگریزی جاگیرداری سامراج کی طرز پر شریفی سرمایہ داری نظام نافذ کر کے چند افراد کی دسترس میں رائے عامہ کو محبوس کر دیا۔ جمہوریت کے پردے میں دین کو کفنا دیا گیا۔ اعتقادات نے

Marfat.com

مقبروں پر سیکولر ازم کے کتبے نصب ہو گئے۔ دین اسلام کے قلعہ میں یہودیوں خندقوں کا جال بچھا دیا گیا۔ عوام اگر بیرونی سازشی ایجنٹوں کے در کے بھکاری ہو کر رہ گئے۔ لوگوں پر اگر اپنے اپنے ذہنی بتوں کے روبرو سجدے فرض ہو گئے۔ معاشرہ کے مقدر میں اگر فرعونیت' قارونیت و ہامانیت کی خدائیوں کی زکوۃ ہی رہ گئی تو کیا ایسی مملکت کی صدارت و سربراہی آپ کو زیب دے گی۔ آپ کے عہدہ کی توسیع کے لئے اسمبلیوں کو ٹوٹنا اور پھر ان کے انتخابات کے ذریعہ نظریۂ پاکستان کی احیاء سرزمین پاکستان پر اللہ کی حاکمیت کا قیام اور ارضِ پاکستان سے کرہ ارض پر بندوں کی حاکمیت کا نفاذ کے خلاف ایک نعرہ مستانہ کا بلند ہونا۔

اس وقت تو عالم یہ ہے کہ ہماری سیاست کے مست بھی اور سرمست بھی اس عطار کے لونڈے سے دوا لینے کے لئے مصر ہیں۔ جس کے باعث بیمار ہوئے ہیں۔ جو حال ہیروئن عام آدمی کا کرتی ہے' وہ آج کی سیاست نے ہمارے سیاست دانوں کا کر رکھا ہے۔ کسی کو نعل نہیں جمتی' کسی کی رال نہیں تھمتی' گھروں سے نکلوا کر ہوٹلوں میں بٹھوا دیئے گئے ہیں۔ نہ در کی خبر ہے نہ دیوار کی منتری جھلک دکھاتی ہے اور چھپ جاتی ہے۔ "ایڈوائی زری" ذرا سی چلمن اٹھاتی ہے اور تھوک کر پرے ہو جاتی ہے۔ عوام پر شب و روز ذہنی تشدد ہو رہا ہے۔ کوئی ہے جو اس مملکتِ خداداد کے عوام کو جو **ایاک نعبد و ایاک نستعین' اہدنا الصراط المستقیم** کی دل گزاری دعائیں شب و روز مانگتے ہیں۔ سیدھی راہ دکھائے اور انہیں اس تذبذب سے نجات دلائے۔ انتخابات کروا کر یا انتخابات نہ کروا کر اسمبلیاں توڑ کر یا لوٹے پھوڑ کر۔

جنابِ صدر انتخاب فرمایئے' پھر انتخاب فرمایئے' ورنہ ڈوبتی ہوئی کشتی کھینچنے والا کوئی نہ ہو گا اور شاید آپ بہت بوڑھے بھی ہو چکے ہوں گے۔

۹ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"لونگ مارچ! منزلِ ما دُور نیست"

"ورکنگ ڈنر" ہماری سیاسی لغت میں اس کھانے کو کہتے ہیں جو "کام دکھانے" کے لئے کھلایا جائے۔ کھانے پر کام کی باتیں "اگر کھانے کا سلیقہ" دکھانے کے لئے کی جائیں تو ہمارے ہاں اسے بھی اکثراوقات سیاسی ملاقات ہی گردانا جاتا ہے۔ بے ڈکار کھا جانے کی سیاست ایسی ہی ملاقاتوں کی پرورش کی ہوئی ہے سبھی کچھ ہڑپ کر جانے کے جو جدید طریقے گزشتہ چند برسوں میں ایجاد کئے گئے ہیں انہوں نے اس کارگزاری کو بھی صنعت کا درجہ دے دیا ہے۔ قانون سازوں کا تعمیراتی فنڈ' دینداروں کا زکوۃ فنڈ' نج کاروں کا قومی خزانہ' کارِ ثواب گردان بن چبائے نگل جانا کمال سیاست گری قرار پا چکا۔ بیت المال کو مالِ غنیمت جان لیا گیا اور قومی وسائل یوں اپنی گٹھڑی میں باندھ لئے گئے جیسے برات اٹھنے سے پہلے جہیز کا سامان باندھا جا رہا ہو۔ پلاٹوں پر یوں قبضہ جمایا گیا کہ پارک تو کجا قبرستان کے لئے بھی کوئی جگہ نہ رہی اور میتیں دو گز زمین کے لئے ترسنے لگیں۔ لیکن وزیرِ اعظم کی قائدہ حزبِ اختلاف کو دی گئی حالیہ "ورکنگ ڈنر" کی دعوت ذرا مختلف ماحول رکھتی ہے۔ ایک طرف فوج کا وہ فارمولا ہے جس سے وزاتِ دفاع کو انکار ہے' مگر حالات کو اصرار ہے۔ دوسری طرف "لانگ مارچ" اور اس کے ممکنہ نتائج کا خوف و ہراس ہے۔ تیسری طرف صوبائی حکمرانوں کا معاندانہ رویہ ہے اور چوتھی طرف صدر کی تجربہ گاہوں کی گلکاریوں کے بھیانک مظاہر ہیں اور یوں چاروں طرف سے گھری ہوئی' ناکامی کے گڑھے کے کنارے دم بدم پھسلتی ہوئی سیاست کو "ورکن ڈنر" کی سوجھی ہے۔ یوں جیسے عزرائیل سے بچنے کے لئے عالم نزع میں گرفتار کوئی مریض کہہ رہا ہو اجازت ہو تو تھوڑا سا کھا لوں' تھوڑا سا پی لوں' تھوڑا سا ٹہل بھی لوں' ورنہ یہ پیٹ نامراد قبر میں بھی تنگ کرے گا اور نکیرین مارے بدبو کے اچھی طرح دل کھول کر حساب بھی نہ لے سکیں گے۔ نہ میں اپنے قلب کے کشف سے ان کو آگاہ کر سکوں گا اور ان کے نور کی

Marfat.com

تپش سے میری لحد دہک اٹھے گی۔

یہ دعوت بھی فی الحال تو بے سود ہی نظر آتی ہے اور یقین نہیں آتا کہ جسے سر کھانا مقصود ہے وہ رات کو ورکنگ ری لیشن شپ کے قیام کے لیے مل کے کھانے کے لیے چلی آئے گی۔ البتہ اگر چٹھہ لیگ سے بہتر کوئی سیاسی لین دین آفر کر دیا جائے تو یہ دعوت اس شرط پر قبول کی جا سکتی ہے کہ کھانا بھی اپنا' اپنا ہو گا اور چمچے بھی۔ البتہ پکانے کے برتن سرکاری ہو سکتے ہیں مگر پروسنے کے برتن ہمارے ہی برتنا ہوں گے کہ اس ساقی کو ہر سیاسی مشروب میں کچھ نہ کچھ ملا دینے کی بڑی دیرینہ اور پختہ عادت ہے' جس کا مظاہرہ وہ خاندانی دسترخوان پر بھی کر چکا ہے۔ وزیر اعلیٰ کے پکوان میں بھی اور وزارتِ عظمیٰ کی دکان پر بھی وہ اگر عسکری سراغ رسانی کا سدھایا اور یہودی عالمیت کا سکھایا ہوا نہ ہوتا تو اس کے سکوں میں اتنی چمک نہ ہوتی کہ وہ آنکھیں بھی چندھیا جاتیں جن کا اندھا پن صدیوں سے ضرب المثل رہا ہے۔

قومی اسمبلی کے سپیکر نے اپنی آئندہ کی صدارت کی تمنا کو اتنا "لاؤڈ" کر دیا ہے کہ وہ عنقریب خود اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر رہ جائیں گے۔ جنابِ صدر مصر ہیں کہ پارلیمان اپنی ریفرنس سے ہر وہ نقش مٹا دے جو صدر کی بیزاری کا باعث ہے۔ ورنہ وہ جاتے' جاتے وہ داغ لگا جائیں گے کہ چھپائے چھپ نہ سکیں گے بلکہ ہر داغ ایک ایسے زخم کو چھپائے ہوئے ہو گا جس کی مرہم کسی آئینی جراح کے آپریشن تھیٹر میں بھی میسر نہیں ہو گی اور بالاخر عضو کٹوائے بغیر چارہ نہیں ہو گا۔ لانگ مارچیوں کی آئے دن کی صدر مملکت سے ملاقاتیں کیا کیا کات رہی ہیں اور بالآخر کیا کچھ بنا جانے والا ہے۔ وزیرِ اعظم کے زیرِ نظر ہے اور وہ ملاقات جو اپنے زخم سہلاتی ہوئی جماعتِ اسلامی' یا میڈم طاہرہ سکینڈل کے زخمائے ہوئے مولانا کے زیرِ اہتمام ہے پُرخلوص ہو گی جسے یقین آتا ہو کر لے۔ سیاستِ حاضرہ کی بے یقینی کسی دانشِ صالح کو تو دم نہیں مارنے دیتی۔

وزیرِ اعظم اگر یہ مان جائیں کہ انتخابات قبل از اختتام مدت کروائیں گے۔ قومی اسمبلی خود تحلیل کروائیں گے' نگران حکومت بھی صدر کی صوابدید کے مطابق تشکیل پائے گی۔ الیکشن کمیشن بھی بے نظیر ہو گا۔ حسبِ سابق ایوانِ صدر میں کسی کی نصرت کو یقینی بنانے کے لئے کوئی سیل بھی قائم نہیں کیا جائے گا۔ تو ظاہر ہے جن نوے فیصد عوام

Marfat.com

کی حمایت کا ان کو دعویٰ ہے وہ پنجاب اسمبلی کے سیکرٹری کی طرح ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے اور نہ وہ کارگزاری ممکن ہو گی جو گزشتہ دنوں کیبنٹ سیکرٹری سے کروائی گئی۔ البتہ وہ اگر سیاسی طور پر "موتو قبل انت موتو" کے مقام ولایت پر جاگزین ہو چکے ہوں تو اور بات ہے پھر ان کی بلا سے چمن میں بوم بسے یا ہما رہے۔ انہوں نے تو اپنا آشیاں سیاست کے چمن سے اٹھا ہی لیا ہو گا۔ اب اگر وہ صدر کی نہ مانیں اور صدر بے نظیر کی مان لیں تو کیا وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا کا منظر مزید واضح نہ ہو جائے گا یا پنجاب پولیس کی حفاظت میں لانگ مارچ راولپنڈی سے اسلام آباد جانے کے لئے لنگر انداز ہو گا اور اسلام آباد پولیس یا مرکز کے زیرِ کمان کوئی اور فورس اس کا راستہ روکے گی تو کیا ایوانِ صدر کی دیواریں فقط پرائم منسٹر ہاؤس کا احاطہ کی ہوئی دیواروں کی فقط بلندی دریافت کرنے پر اکتفا کریں گی جسے احمقوں کی جنت میں بسنے کا مزا آتا ہے' وہ رہی سہی عقل اس کے صدر دروازہ کے باہر رکھ کے مزید مزے لیتا رہے۔ جس کے ہوش و حواس ابھی قائم رہ رہ کر تھک نہیں گئے اسے تو اچھی طرح ادراک ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔

ہو سکتا ہے لانگ مارچ کے شروع ہو جانے سے پیشتر ہی کسی اور کا "کونک مارچ" منزل مادورنیست پکار اٹھے اور دہشت گرد قرار دیئے جانے کے خوف کے باوجود آشیر باد کا طالب ہو جائے اور یہ آزمانے کے لئے کہ جمہوریت مستحکم ہوئی ہے یا نہیں مسلح آمریت اپنی آزمائشی ضربات کے لئے اس کھوپڑی کو نشانہ بنا لے کہ ہم نے پہلے بھی انقلاب چرخ گردوں یوں ہی دیکھے ہیں۔ اگر کسی کو یہ گمان ہے کہ آج کی سیاست کی بساط پر چلی جانے والی چالیں وہ کھلاڑی ہی چل رہے ہیں جو بظاہر اس بساط پر آویزاں ہیں تو لازم ہے کہ وہ اس گمان کو مغلوب کرے اور جان لے کہ کواکب وہ نہیں ہیں جو بظاہر نظر آ رہے ہیں۔ یہ سیاسی بازی گر ایک ایسے دشمن دین و ایمان کے اشاروں پر متحرک ہیں جو جنوبی ایشیا کو وسط ایشیا میں اپنے مفادات کی اجارہ داری کے قیام و استحکام کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے اور کمیونزم سے نجات کے بعد وہاں کی ریاستوں میں احیائے اسلام کی راہ میں استحکام جمہوریت' لادین کی دیوار چین سے بھی مضبوط دیوار کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ اس غرض کے لئے استعمال ہونے والے مہروں کو تمغے بھی دے گا' ایوارڈ بھی'

Marfat.com

اقتدار بھی اور اس کا استحکام بھی' جس طرح ترکوں سے خلافتِ اسلامیہ کی قبا چاک کروائی۔ اسی طرح پاکستانیوں سے جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال کے نظریات کی خلعتیں چاک در چاک کروائے گا۔ جس طرح شریفِ مکہ اور اس کی اولاد کو نوازا اسی طرح کی نوازشوں کی برکھا پاکستانیوں پر بھی ہو گی اور یوں کعبہ کی پاسبانی کے لئے صنم خانوں کی ایجادات کی خدمات سے ناپاک ترین ارادوں کی تکمیل کروائی جائے گی۔ پاکستان کو زندہ رہنے کے لئے ایک آزاد بندرگاہ مہیا کرنا ہو گی جو ۱۹۹۷ء کے بعد ہانگ کانگ کا نعم البدل قرار پا سکے۔ خشکی کے وہ راستے مہیا کرنا ہوں گے جو اس آزاد بندرگاہ کو وسط ایشیا کی ریاستوں سے تجارت کا موثر ذریعہ بنا سکیں۔ ان راستوں پر بیرونی سرمایہ کاروں کی اجارہ داری کو قبول کرنا ہو گا۔ ان راستوں کے ذریعہ وسط ایشیا میں مال ہی نہیں جائے گا' تمدن بھی جائے گا۔ طرزِ معاشرت بھی اور لوازماتِ معیشت بھی اور پاکستان میں صدرِ مملکت اور وزیر اعظم کے اختیارات کے دائروں کے تنازعے بھڑکتے رہیں گے' اسمبلیاں ٹوٹتی رہیں گی' ان کے ٹکڑے یکے بعد دیگرے عدالتوں میں ٹکراتے رہیں گے۔ فیصلوں کی زبان میں اسمبلیاں بحال ہوتی رہیں گی۔ حقائق کے محاوروں میں ان کے "ٹوٹے" بحال ہو کر مزید بے حال ہوتے رہیں گے جن کے پاس اقتدار ہو گا وہ انتخاب کے آگے اور جن کے پاس اقتدار نہیں ہو گا وہ انتخاب کے پیچھے بھاگیں گے۔ کبھی آگے بھاگنے والوں کو انتخاب پکڑے گا اور کبھی پیچھے بھاگنے والے انتخاب کو پکڑ لیں گے۔ اگر انتخاب پکڑا ہی گیا تو کہیں نج کاری اپنا کام دکھائے گی اور کہیں امریکہ کی پیش کاری۔

انتخاب میں فتح ہونا تو ابھی دور کی بات ہے ابھی تو دیکھنا ہے انتخاب بھی فتح ہوتا ہے یا نہیں۔ جو لوگ نظریۂ پاکستان پر یقین کے دعویدار بھی ہوں اور قوم' ملک' سلطنت کے ترانے بھی گاتے ہوں دینِ اسلام کے فلسفہ حاکمیت الہٰی اور خلافتِ آدم کے بھی قائل ہوں اور بندوں کی حاکمیت کے دعویدار مغربی جمہوریت کے علمبردار بھی ہوں۔ ان کے وفاق میں وہی کچھ نہیں ہو گا جو ان دنوں پاکستان میں ہو رہا ہے تو اور کیا ہو گا۔ وزیر اعظم متنازعہ' صدرِ مملکت متنازعہ' گورنر متنازعہ' وزرائے اعلیٰ متنازعہ' آئین متنازعہ' عدالتوں کے فیصلے متنازعہ' عام آدمی کو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بار نج پر کھڑا ہے اور نج بار پر لڑھک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر مادرِ وطن زلزلانے لگے تو حیرت کی کون سی بات ہے۔ اگر اس کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ جائے یا مضر ہو جائے تو دوش کس کے سر دھریں'

Marfat.com

کس کو کہیں کہ آؤ ذرا کندھا دو۔

یک سوئی و یک جہتی فلسفہ توحید کا بنیادی خاصہ ہے۔ فکری تضاد و تفریق محرک بت تراشی و بت نوازی و بت پرستی ہے۔ افتراک اور دینِ اسلام کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ہماری سیاست کی تضاد پروری کا یہ عالم ہے کہ تعمیرِ وطن کے بہانے تخریبِ انسانیت کا نظام برپا ہے۔ انسانی فکر کی توحید ریزہ ریزہ و پارہ پارہ ہو گئی ہے۔ ہر انسان اپنے آپ سے لڑ رہا ہے اور دعویدار ہے' میں سیاست شعار ہوں۔ اندھوں نے اپنا لقب چراغ دین مشہور کر رکھا ہے۔ حالات اس حد تک بگڑ گئے ہیں۔ وہ لوگ جن کا عمل و فہم و فراست فرقہ بندیوں کا پابند ہے۔

سیاسی تفریق و تقسیم کے تضادات سے بیزار ہو کر صلح کروانے کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ دینِ ملا فی سبیل اللہ فساد کے زیرِ طعن لوگ بھی اگر سیاسی امن کے لئے منت کش ہو گئے ہیں تو ظاہر ہے سیاسی بے راہ روی دیگر تمام بے راہ رویوں سے بہت آگے بڑھ گئی ہے اور تضادات کے تصادم سے لبریز جام اگر مزید عرصہ کے لئے بھی زینت میخانہ بنے رہے تو سرمستوں کی خرمستیاں اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہیں گی۔

رحمت کو باتوں باتوں میں بہلا کے پینے کے دن گئے اب جسے سیاست کی ان ضیاؤں سے پینا ہے۔ زحمتوں سے سر کو سنبھال کر ہی پینا ہو گا۔ جن کے پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں' سر کی چوٹ سہہ جانا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ ایسا نہ ہو سربراہوں کے سر شرم سے جھک جائیں کسی میں آنکھ ملانا تو کجا آنکھ اٹھانے کی بھی ہمت نہ رہے اور شراب اقتدار چلو بھر بھی نہ ملے۔ لاکھ کہیں ہمیں پینا نہیں اس میں ناک ڈبونا ہے۔ ملاقاتیں اگر چالیس چلنے کے لئے تسلیم کی جائیں تو سیاست نہیں سازش بروئے کار لانے کے ارادے مترشح ہوتے ہیں۔ ایک فریق عرصہ اقتدار کو طویل کرنے اور دوسرا اپنے اقتدار کو قریب تر کرنے کا متمنی ہو تو دو تعمیر پسند نہیں دو تخریب گر آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ ایسی ملاقاتوں میں القا نہیں ہوا کرتے' نفرتیں نازل ہوا کرتی ہیں۔ یہ ملاقاتیں عوام کی مہنگائی سے گلو خلاصی کے لئے نہیں ہو رہی ہیں نہ معاشرتی تحفظ کے لئے ہو رہی ہیں۔ سیاست کار ڈاکہ زنی' لوٹ مار' رشوت خوری' اغوا' غنڈہ گردی اور جنسی جرائم کے روز افزوں فروغ کی وجہ سے پریشان نہیں ہیں۔ انہیں نہ عوام کی دنیا' نہ ان کی عاقبت کی کوئی فکر لاحق ہے۔ جس معاشرہ کو اللہ کے غضب کی پرواہ نہ رہے وہ حکومت کی سزاؤں اور

Marfat.com

سیاست کی عقوبتوں سے بھی بے پرواہ ہو جایا کرتا ہے۔ گزشتہ دنوں سیاست اور انتظامیہ کے جلیل القدر افراد نے عدالتِ عالیہ کے روبرو حلف اٹھائے کہ اگر سچ نہ بیان کریں تو اللہ کا غضب ہم پر نازل ہو اور عدالتِ عالیہ نے ان سب کو دروغ گو گردانا۔ کسی کو بھی یہ فکر لاحق نہیں ہوئی کہ جس معاشرہ میں جھوٹ کو سچ یا سچ کو جھوٹ کہنے والے لوگ براجمان ہوں اس معاشرہ کی طبعی زندگی کتنی مختصر ہو کر رہ گئی ہو گی۔ خدا غضب ناک ہو جائے اور وصالِ صنم مقدر نہ رہے تو بظاہر جلیل القدر بھی کتنے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی اولاد سے پوچھو جن کے والدین کو دروغ گو قرار دے دیا گیا ہو۔ ہر کسی کو یہ فکر لاحق ہے کہ آئندہ کیا ہو گا اور آئندہ سر پیٹ رہا ہے کہ جو حال بو رہا ہے وہ مجھ سے کاٹا نہ جائے گا۔ یوں ہی رہا تو آئندہ اور حال کے تمام تعلقات' تمام تر رابطے منقطع ہو جائیں گے اور وہ کچھ وارد ہو جائے گا جو کسی کے نہ تصور میں ہے نہ نجوم میں۔

دائر شدہ درخواستوں کا فیصلہ اگر عدالتوں کی چھٹیاں ہونے سے پہلے ہو گیا تو سیاست یوں کھل کھیلے گی جیسے راتوں کی تاریکی میں جنگلات میں حشرات الارض کھل کھیلتے ہیں۔ یہ ملاقاتیں' یہ مذاکرات' یہ ورکنگ ڈنر' اگر ملک و قوم کے مستقبل کو پیشِ نظر رکھیں اسے اپنے ذاتی مناصب اور مفادات پر ترجیح دیں۔ ملک و قوم کی وہی تعریف زیرِ نظر رکھیں جو نظریۂ پاکستان میں مخفی ہے تو حالات کو تعمیر نواز بنانے میں پندرہ منٹ سے زیادہ کا عرصہ درکار نہیں۔ اگر عرصۂ اقتدار اور حرصِ اقتدار ہی پیشِ نظر رہے تو ایک طویل کشمکش ہی نہیں باقاعدہ رسہ کشی جاری رہے گی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد مسلسل و پیہم رسہ کشی نہیں ہے۔ یہ رسہ کشی تفرقہ بازی کو دائم کرے گی۔ جو دینِ اسلام میں اتنی ہی ممنوع ہے جتنی الخمر' جتنا المیسر۔ ایک دوسرے کے اقتدار و اختیار کے رقیب رہیں تو حالات سنوارا نہیں کرتے ایک دوسرے کے لئے اپنی اہلیتوں کو صرف کریں تو تعمیر ہوا کرتی ہے۔ مذاکرات اہلیتوں کے تعاون کے لئے نہ ہوں تو ہر صلح محض ایک فریب ہوتی ہے۔ کبھی دے لیا کبھی کھا لیا اللہ کرے پیٹ نہ پھولیں' دل دھڑکیں' ضمیر بیدار ہوں' نیک و بد میں' تعمیر و تخریب میں امتیاز ہو اور ہر سیاست دان چلتا پھرتا پاکستان ہو۔ لوٹوں کی طرح پھرتا نہیں مجاہدوں کی طرح ڈٹا ہوا۔

۱۴ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"آنے کو کیا کہیئے جانے کا کیا کیجئے"

متضاد فکرِ آئین کے ڈھالے ہوئے سیاست دان' قلب و ذہن کے تصادم کی پیدا کی ہوئی چیختی چلاتی' بین الاقوامی ہوئی سیاست کو گلے لگائے' فکری تضاد و تصادم کو ایک ایسے تصادم کا انداز عطا کرنے والے ہیں جس کا سیاست کش ہونا صدیوں سے منظر ہوتا آیا ہے۔ یہ تصادم اگر برپا ہو گیا تو احترام انسانیت مفقود ہو جائے گا اور سیاست یوں رسوا ہو جائے گی جیسے کوئی پاک دامن کسی مقدس مزار سے اٹھ کر خبازار میں بیٹھ گئی ہو اور اسے قبر اور کوٹھے میں کوئی امتیاز نہ رہا ہو۔ ہر سیاست کار حیران ہو گا کہ اپنی کرتوت کو روؤں یا اپنی راہنمائی کو پیٹوں۔ اگر کسی نے منوا لیا کہ نوے تین پچانوے ہوتے ہیں تو سیاست کی لنکا کے ان باون گزوں کا کیا ہو گا' کس کا دسہرہ نکلے گا اور کس کے گھر دیوالی ہو گی۔ نہ رام بتا سکے گا نہ راون کو خبر ہو گی۔ شریعت الٰہی پر بالا دست آئین بے دست و پا کر دیا جائے گا اور نقارہ بجے گا لو! یوم حساب آپہنچا تمام ضالین احتساب غضب کے لئے مرگِ انبوہ کے انصرام کے لئے ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں کہ نہ کوئی بندہ رہ جائے نہ کوئی بندہ نواز۔ بندوں کی حاکمیت کو اتنے کوڑے مارے جائیں کہ خدا یاد آ جائے اور منتظم فرشتے دریافت کرنے لگیں تمہارے عالم کے نئے نظام کا قہار و جبار ملک یوم الدین کون ہے۔ ایٹم بم کے جواہر کی توانائیاں استعمال کرو گے یا اس رب العالمین کی اطاعت قبول کرو گے جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔

نامعلوم یہ تکبر فن کاری ہے یا کسی اور گناہ کی پاداش' کہ سیاسی ملاقاتیں اور سربراہی مذاکرات یوں ہو رہے ہیں جیسے ہیرا پھیریاں پھیرے لے رہی ہوں۔ جس کو دیکھو "ڈیڈ لاک" یعنی وہ بند تالا جس کی چابی گم ہو گئی ہو۔ جھولی میں ڈالے تختے پر یوں اکڑا بیٹھا ہے جیسے کوئی تاجپوش تخت نشین ہو اور آوازے لگا رہا ہو میرے دروازے تو کھلے

Marfat.com

ہیں جس کا جی چاہے ملاقات کر لے' بشرطیکہ اسے میری شرائط پیشگی منظور ہوں۔ ملاقات اگر ہو بھی جائے تو "چپ چپ کھڑے ہو ضرور کوئی بات ہے" کا سماں ہوتا ہے اور حالات کا زنجہ پن تدبر و تفکر کے عاری پن پر تالیاں بجانے اور "حالات نوں دیواں لوری" گنگنانے لگتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی آئین نے ایک نیام میں دو تلواریں رکھنے کا اہتمام یوں نہ کیا ہو گا جیسے ہمارے آئین نے ۱۹۸۵ء سے کر رکھا ہے۔ جب بھی نیام اتار دونوں تلواریں گتکا کھیلنے لگ جاتی ہیں۔ اب کے تو وہ یوں کھل کھیلی ہیں کہ دونوں کند ہو گئی ہیں اور سیاست کا اقتدار تو کجا سیاست کی سبزی کاٹنے کے اہل بھی نہیں رہیں' دو تین گھاؤ جو لگے ان کی مرہم پٹی عدلیہ کردی مگر ان زخموں میں سے دانش یوں بہہ نکلی' کہ گلی گلی پاگل ہو گئی' قریہ قریہ دیوانگی پھیل گئی' وسوسوں نے یقین کو کچا چبا لیا اور سیاست انصاف کروانے یوں نکل کھڑی ہوئی جیسے کوئی دانت لگوانے جا رہا ہو۔

وہ منڈی جو ہارس ٹریڈنگ کے لئے لگوائی تھی ہاتھیوں سے اٹ گئی اور ہر ہاتھی دکھانے کے دانتوں اور کھانے کے دانتوں کی علیحدہ علیحدہ قیمت سنانے لگ گیا' ناک کٹ جانے کے ڈر سے ہر کسی نے سونڈھ لگوا لی اور یوں پھنکارنے لگا جیسے شاہی سواری کے لئے کندہ کئے جانے والا ہو۔ فطرت نے یہ اہتمام کیا کہ ان میں ہر ہاتھی پورس کا ہاتھی ثابت ہو جائے مگر سکندر پورس سے وہی سلوک کرے جو عادل بادشاہ راہ زنوں سے کیا کرتے ہیں۔ زیادہ لمبی سونڈھوں والے ہاتھی جب لانگ مارچ کریں تو ان کو مینڈکیوں کا سا زکام ہو جائے اور جو چیونٹیاں ان کی سونڈ میں گھسنے کی جسارت کریں ان کی چھینک کے زور سے دور جا گریں اور یہ تماشا اتنا دلچسپ ہو جائے کہ لوگ اصحاب فیل و ابابیل کا ذکر بعد میں کریں۔ پہلے رقیبان اصحاب فیل اور چیونٹیوں کی داستان سنایا کریں۔ اسلام کے گھیراؤ کے بعد اسلام آباد کے گھیراؤ بظاہر کوئی رنگ دکھائے یا نہ دکھائے درپردہ پاکستان کے انسانوں کو گرگٹ بنا جائے گا اور یہاں کے سیاست کار سیاست کے روبوٹ بن کر رہ جائیں گے۔ جنہیں نئے عالمی نظام کے "نٹ بولٹ" کسنے پر لگا دیا جائے گا۔ اسلام آباد سادہ سا سابق وزیر آباد بن کر رہ جائے گا اور اس شہر کی ضرب المثل خاموشی نوحے گانے لگے گی۔

نوحے جب گائے جانے لگیں تو فرات سوکھ جایا کرتا ہے اور میدان کربلا کے

Marfat.com

خیموں میں آگ یوں بھڑک اٹھا کرتی ہے جیسے کوئی یزید آلِ پیغمبر کو قتل کرنے کی بجائے جلا دینے کا اہتمام کر رہا ہو اور فطرت "یا نارا کونی بردا" کہنے پر آمادہ نہ ہو۔ آلِ ابراہیم قربانی دینے کی بجائے تیز چھریاں بنانے کو سنتِ ابراہیمی قرار دے رہی ہو۔ آئین کے آرٹیکل ۲۳۴ کے تحت کی گئی کاروائی اگرچہ بظاہر معطل قرار پا گئی اور اس کے تعطل سے پہلے ہی افسران کی دو عملی پیدا کرنے والے احکام معطل کر دیئے گئے بلکہ کالعدم قرار پا گئے لیکن جو کھچڑی اندر ہی اندر پک رہی ہے وہ اگر دم دینے پر آ گئی تو سیاست کو دال چاول کا بھاؤ افلاس زدہ کر دے گا اور جماعتی سیاست سیاسی بھٹیاروں کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ وہ لوگ جو اندرون ملک بیرونی سیاست کے ٹھیکے لے کر سیاست پیشہ بنے ہوئے ہیں' سیاست فروشی میں بلند نام پا جائیں گے۔ سود در سود سیاست کا کاروبار ذریعۂ روزگار زمام کاراں ہو گا جو آج قبروں کی تجارت کر رہے ہیں وہ پتھر کے صنم تراشنے کی صنعت کو فروغ دینے لگ جائیں گے۔ ان کے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا بنا دینے کا دوسرا نام سیاست گری ہو گا۔ آگ ہو گی' اولادِ ابراہیم ہو گی اور نمرود ہو گا مگر کسی کو کسی کا امتحان مقصود نہیں ہو گا اور تاریخ دم بخود ہو سوچ رہی ہو گی پاکستان کا عیسوی نام کیا ہو گا کہ ان کی "ہولی لینڈ" تو کہیں اور ہے سوچتی رہے گی کہ پاکستان میں "ہیڈ آف دی چرچ" کون ہو اور "ہیڈ آف دی سٹیٹ" کون ہو۔ اگر دونوں منصب ایک ہی فرد کو تفویض کر دیئے جائیں تو بنیاد پرستی کے خطرات کا کیا کیا سد باب ہو گا اور باب پاکستان کو پاکستان میں آنے کے لئے یا پاکستان سے جانے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ تاریخ سوچتی رہے گی کہ جس مملکت میں سربراہِ مملکت اور سربراہِ حکومت میں نہ نبھ سکی وہاں مملکت اور چرچ کے سربراہوں میں کیوں کر نبھے گی۔ اگر ان میں بھی چھڑ کی گئی تو کہیں اس مملکتِ خداداد کو خدا کو ہی واپس نہ کرنا پڑے۔ کہ لو مولا! ہم سے تیری یہ عنائت سنبھالی نہیں جا سکتی۔

صدر اور وزیر اعظم کی روزانہ ملاقاتیں کروا لو' انہیں گلے ملوا لو' ایک دوسرے کے بوسے دلوا لو' ان کے آئینہ ہائے دل میں جو بال آ چکے وہ تحلیل ہونے سے رہے۔ یہ نہیں کوئی اور صدر لے آؤ' کوئی اور وزیر اعظم ڈھونڈ نکالو۔ رقابت اختیارات جاری و ساری رہے گی اور آئینی رشتے کاروباری ہی رہیں گے اور کاروباری

Marfat.com

رشتوں میں خلوص نہیں ہوتا۔ منفعتوں کا لین دین اور منافعوں کا تقابل ہوتا ہے۔ نئے نظام کے بنیادی افکار کے تحفظ کے پیشِ نظر اگر دہشت گرد ریاست قرار دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو مروجہ سیاست کا کالا کلوٹا منہ کبھی کا آئینہ بدست بنا دیا گیا ہوتا۔ حالات اپنی صورت اس قدر بگڑوا چکے ہیں کہ ہو سکتا ہے مقررہ مدت میں انتخاب کروانے کے وعدہ کے ساتھ کوئی کسی وقت بھی آ لپکے اور امریکی سیاست اسے جھولا جھلانے لگے لیکن مروجہ سیاست کے لئے اتنی سی سزا کافی نہیں ہو گی اس لئے یقین نہیں آتا کہ صرف اتنا کچھ ہی ہو گا۔ یہ آئین جسے شریعتِ الٰہی پر بالا دست رکھا گیا ہر کسی کے "ہینڈز اپ" کروائے گا اور اتنی مار دے گا کہ تشریح ناممکن ہو جائے گی۔ بنیادی حقوق متشدد ہو جائیں گے اور آئین کا آرٹیکل ۲ الف بیک وقت چیخیں مارنے اور دہاڑنے لگے گا۔ تمام آئینی ادارے نشے میں یوں دھت ہو جائیں گے جیسے تین آئینی چوہوں نے شراب پی لی ہو اور اپنی اپنی بل بند کر کے بلی کو للکار رہے ہوں۔ جان کی سلامتی درکار ہے تو آؤ ہمارے دروازے کھلے ہیں' ہم سے مذاکرات کر لو ورنہ رات کے ذاکر تمہارا مرثیہ تحریر کر کے خلقِ خدا کا نقارہ بجا دیں گے۔ ہر چوہا شکوہ کناں ہو کہ حالات کا ظلم دیکھو' میری ہی بلی مجھے ہی میاؤں سنانے پر لگا دی۔

گزشتہ کل کی دو ملاقاتوں نے وزیر اعظم کا قوم سے خطاب ملتوی کروا دیا اور ہر کسی کا سرکاری خطاب لرز اٹھا کہ شاید وہ گھڑی آ لگی ہو کہ نہ تڑپنے کی اجازت ہو' نہ فریاد کی۔ جس صوبائی اسمبلی کا سیکرٹری "گم شدہ" مشتہر ہو چکا' جس کے ارکان قانون سازی کے نااہل پائے جا کر داستان طراز ٹھہرا دیئے گئے۔ اکبر الٰہ آبادی کا یہ سخن کہ "کئی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر" جن پر صادق آنے لگا جن کی سیاست کو فکری خارش نے آ لیا' جن کی عقل کے ناخن گنجوں نے یوں ترشوا دیئے کہ سیاسی کھجلیوں کو مزا آنے لگا اور وہ عقل کو مقفل کر کے اسلام آباد کے گھیراؤ کا انتظار کرنے لگے اور اتنی احتیاط بھی نہ کی اسلام آباد کا گھیراؤ بگڑ کر کہیں اسلام کا گھیراؤ ہی ثابت نہ ہو جائے۔ مانا! کہ گنجی نہائے گیا کیا اور نچوڑے گی کیا سی سیاسی تحقیق کا زمانہ آ لگا ہے۔ [illegible] ہیں کہ "ایڈوائس" اور "او پی ٹی این" کی توضیحات ڈھونڈتے پھرتے ہیں مگر فطری [illegible] یہ علمبردار فطرت کے واضح اشاروں سے نابلد ہیں۔ ہر چند کہ ہاتھ اٹھا اٹھا

Marfat.com

کر اور بازو لہرا لہرا کر دلیلیں لا رہے ہیں کہ نیچرل جسٹس کے تقاضے کیا ہیں مگر اس حقیقت سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں' لاپروا ہیں کہ فطرت تو اپنا فیصلہ دے بھی چکی کہ جاؤ تم سب کو اس ہی آئین کی مار' جسے تم نے بزعمِ خود میری شریعت پر بالا دست قرار دیا۔ یہ آئین ہو گا مگر کسی ادارے پر بھی نافذ نہیں ہو گا۔ آئندہ یہ یوں ہی پڑھا جائے گا جیسے کوئی پریشان خیال محبوبہ عاشقِ نامراد کا خط سیڑھیوں میں بیٹھ کر چھپا چھپا کر پڑھ رہی ہو اور اس کا انگ انگ گنگنا رہا ہو "سانوں نہر والے پل تے بلا کے آپیں کتھے دفع ہو گیا"۔

معلوم ہوتا ہے حالیہ ملاقاتوں نے حالات کو مزید الجھا دیا ہے۔ ملاقات اگر تعلق استوار کرنے کی بجائے اس کے منقطع ہو جانے کا باعث بن جائیں تو ظاہر ہے پھر پیچھے مڑ کر کوئی نہیں دیکھا کرتا۔ مانا! کہ کوئی فرنٹ فٹ پر کھیلنے کا ماہر مگر وکٹ کیپر کیچ لینے کا ماہر ہو تو کھیلنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اب یہ تو نہیں کہ تقریر لکھنے والا عمرہ ادا کرنے چلا گیا ہے اس لئے التوا لازم ہو گیا یا تو تقریر ناقابلِ برداشت ہو گی یا کہیں سے حکم زبان بندی وارد ہو گیا ہو گا۔ ہرچند عذر گزارا ہو کہ "یہ دستور زبان بندی ہے کیسا تیری محفل میں یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری"۔ مگر حکم حاکماں تقریر کی مرگِ مفاجات پر بضد رہا ہو۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ وزیر اعظم غلطیاں بخشوانے نہیں گئے تھے' نماز بخشوانے گئے تھے اور سانحہ یہ ہے کہ روزے گلے پڑ گئے۔ یعنی زبان بند و چشمِ بند و گوش بند کے احکام صادر ہو گئے۔ ادھر سے التجا ہوئی کہ محفل یارِ غیر سے تہی ہونا چاہیے۔ ادھر کے ستم ظریف نے ان کو اٹھا کر کہا ہو کہ ہاں یوں۔ خدا لگتی تو یہ ہے کہ لاکھ دشمن سہی چل کر گھر آیا تھا۔ رکھ رکھاؤ کا تقاضا تھا کہ احترام سے بٹھایا ہوتا' اتنی حقارت سے حوا کے بہکائے ہوئے آدم کو اللہ نے بھی نصبلوا نہیں کہا تھا۔ یہ کیا بٹھانا ہوا کہ کڑک بٹھا دیا اور ایک مزید تقریر کا مزہ بھی نہ لینے دیا۔ اگر تقریر ہو بھی جاتی تو کون سی آندھی آ جاتی' کون سا سیلاب پھوٹ نکلتا۔ زیادہ سے زیادہ ایوانِ صدر کے کچھ اور لقب ایجاد ہو گئے ہوتے۔ جو آنکھیں بند کر کے سن رہے ہوتے انہیں یوں محسوس ہوتا۔ پنجاب کا گورنر پہلی طرح کا نر نہیں رہا۔ توہینِ عدالت کی سزا کے خوف سے اس کے اندر کا سپیکر مہر بہ لب ہو گیا ہے اور

Marfat.com

ہر کسی سے سرگوشیوں میں مشورہ لے رہا ہے کہ اب میں بولوں کہ نہ بولوں۔

پارلیمان کی قرارداد پر عمل موخریوں ہی نہیں ہو گیا اس کے پس پردہ بھی بہت کچھ کارفرما ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کسی فرنٹ ٹی سیاست کی پہلی پسپائی ہو سکتا ہے۔ "تذل من تشا" وارد ہونے والا ہو۔ فطرت کی خفگی کسی کی خفتگی کا باعث بن رہی ہو۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی جڑواں سیاست کا یہی انجام ہونا تھا۔ اس انجام سے بچ جانے کا بار بار انتباہ بھی ہوتا رہا کہ دیکھو یہ جوڑ غیر فطری ہے' یہ اتحاد تمہاری سیاست کی راہ کو ناہموار ہی نہیں کر دے گا' گہری کھائیاں بھی کھود دے گا۔ مگر وہ تو گھوڑوں کی بگھی پر سوار تھے اور گھوڑے بھی نسلی' انگریز کے اصطبلوں میں پرورش پائے ہوئے' کرنا خدا کا یہ ہوا کہ کچھ تو جتے رہے مگر اکثر بے لگام ہو گئے اور نعرہ زن ہوئے' ہنہنانے سے بڑھ کر کوئی سیاست نہیں' کوئی ہینگتا ہے تو کوئی ہینگتا رہے' زمانہ اتنا گیا گزرا بھی نہیں کہ گھوڑے گدھے میں امتیاز نہ کر سکے۔ تقریر کی دو بار پسپائی کے بعد حرص اقتدار کی دور اندیشی کو ایوانِ صدر میں انگوروں کے خوشوں سے بھری بیلیں نظر آنے لگی ہیں۔ اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ دراصل انگوروں کے ان خوشوں کی طرف دوڑ کا انگریزی لقب ہے۔ یہ وہ انگور ہیں جو اب کسی لومڑی کو کھٹے دکھائی نہیں دیتے۔ بلکہ اتنے رس بھرے ہیں کہ ادھر چشم یار نے شہہ دی ادھر بے کیفوں کے کیف نے انہیں چوسنا شروع کیا۔ دیکھیں کس کا ہاتھ پہلے ان خوشوں تک پہنچتا ہے۔ بے وردی لانگ مارچ کا یا باوردی "سلو مارچ" کا۔ ابھی تو ایوان صدر کا سماں دیکھو کہ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی۔ نظر میں اب تک رہے ہیں یہ چل رہے ہیں' وہ پھر رہے ہیں' یہ آرہے ہیں' وہ جا رہے ہیں۔

۲۹ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"خو ہرگز نہیں بدلے گی"

دانشمندوں کا قول ہے کہ حکومتوں کا کاروبار کرنا اور کاروباریوں کا حکومت کرنا ہمیشہ کاروباریوں کی ان گنت منفعت اور عوام کے ناقابل برداشت بے پناہ نقصان کا اولین باعث رہا ہے۔ اسی باعث سرزمینِ پاکستان بھی پے در پے آلام کا شکار رہی ہے۔ کبھی تجارت و صنعت قومیائی گئی تو کبھی نجیائی گئی' مگر عوام الناس ہر دو صورتوں میں روز افزوں مہنگائی کی چکی میں پستے رہے حتیٰ کہ فی زمانہ اکثریت کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ کر زندگی گزارنے اور تمام تر آسائشوں سے گزر جانے کا زمانہ آ لگا ہے۔ شادی' ولیمہ تو کجا شریف گھرانے تو سوئم اور چالیسیوں کا بوجھ سہارنے کے بھی قابل نہیں رہے۔ صنعتوں کی مصنوعیت نے وہ حالات وارد کر رکھے ہیں کہ کیا پانی اور کیا ہوا' کیا لباس اور کیا کفن' کیا خورد اور کیا نوش' کچھ بھی حکومت کو غیر معقول ادائیگی کے بغیر میسر نہیں آتا' اشتہار صنعت کار یا تاجر یا دکاندار دیتا ہے۔ خرچ صارف کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے معاشی نظام کی سب سے بڑی بدعت یہ ہے کہ کسی مرحلہ پر بھی کوئی شرحِ منافع مقرر نہیں۔ آج کے معاشی اور تجارتی نظام میں بھی اگر ہر سطح پر منافع کی شرح مقرر کر دی جائے تو ہر چیز کی قیمت نصف بھی سے کم ہو جائے جسے شک ہو آزما کر دیکھ لے۔ لوگ بے روزگاری' مہنگائی' عدم تحفظ' بے غیرتی' بے حیائی کے عفریتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ گھر میں سامنے کھانا آئے تو کھانے کی طرف کم اور آسمان کی طرف زیادہ دیکھتے ہیں۔ **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** پڑھتے ہیں تو تصور میں حکمران اور سیاست دان ہوتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پکاریں تو محسوس ہوتا ہے حالات سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ یہ دعائیں مانگ رہے ہیں کہ میں جو کرنے لگا ہوں اسے اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے بلکہ دعا مانگ رہے ہیں کہ جو میرے ساتھ ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے اس سے اپنے رحمٰن اور رحیم ہونے کے صدقے مجھے محفوظ

Marfat.com

رکھ۔

آج کل لوگ کلمۂ شہادت اس لئے نہیں پڑھتے کہ اس کے نظام میں ہمیں زندہ رہنا ہے اس لئے پڑھتے ہیں کہ مروجہ نظام نے انہیں مار ڈالا ہے اور ان کی میت اٹھائی جا رہی ہے۔ جملہ اخلاقی و معاشرتی و معاشی اقتدار کی موت کی ذمہ داری کس پر نہیں، انسان جو پھر بھی زندہ ہے اپنے جیتے رہنے کی جسارت کا خود سزاوار ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ دن بھر عالم بیداری میں اور شب بھر عالم خواب میں یہ سوچتا رہے کہ صدر نے استعفیٰ کیوں دیا؟ وزیر اعظم نے قومی اسمبلی توڑنے کا مشورہ کیوں دیا؟ اپوزیشن کی توڑ پھوڑ کا عمل کیوں نہ کیا؟ نئے انتخابات ہوئے تو کیا ہوگا؟ نصراللہ کی فتح قریب ہوگئی یا بعید ٹھہرا دی گئی؟ کون کون حکومت کروائے گا؟ نواز شریف پنجاب فتح کرپائیں گے یا ان کا ارادہ اپنا علیحدہ دارالخلافہ تلاش کرنے کا ہے؟ اگر یوں ہوگیا تو فلاں سیاسی گردن کا کیا حال ہوگا؟ اور فلاں اب کسے دبوچے گا؟ ناقۂ لیلائے اقتدار کی جرس کی آواز کب آئے گی اور اقتدار کے دودھ پر پلے کون سے مجنوں کے قدم برائے حصولِ اقتدار اب اٹھوائے جائیں گے؟ عدالتِ عالیہ کی سماعت کب بند ہوگی؟ قوت گویائی کب استعمال ہوگی؟ کیا اب بھی کوئی عدالتِ عظمیٰ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے دوڑے گا؟ اگر دوڑا تو اندر سے کیا آواز آئے گی؟ لانگ مارچ کی دھمال سے پیپلز پارٹی نے کیا پایا؟ اور دور کے ڈھولوں نے کیا گنوایا؟ فوج کے فارمولا کو موثر جان کر قبول کرلیا گیا یا کوئی دھمکی کام کر گئی؟ سنتے ہیں فوج کا حالیہ فارمولا متفقہ نہیں بلکہ غیر متفقہ فوج کا متفقہ فارمولا ہے جو فریقین کو صرف مارے خوف کے تو منظور ہوگیا ہوگا ورنہ بے نظیر تو کیا منظور کو بھی شاید ہی منظور ہوتا۔ نصراللہ تو اس گھڑی سے ہی سورۃ "الناس" پڑھ رہے ہیں اور انہیں الناس و عوام الناس میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا البتہ آہستہ آہستہ یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ عوام الناس کے علاوہ رب الناس کا بھی سیاست میں عمل دخل ہوتا ہے جسے اگر مسدود کردیا جائے تو مارشل لا نافذ ہو جایا کرتا ہے۔

امید ہے جب تک ان پر یہ امر واضح نہیں ہو جاتا کہ جس خناس کا سورۃ الناس کا ذکر ہے اس کا مغربی جمہوریت سے بڑا قریبی تعلق ہے۔ صدارتی ہو تو صدر تکلیف دہ وسواس پیدا کر دیتا ہے، پارلیمانی ہو تو یہی کام وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کے سپرد ہوتا

Marfat.com

ہے۔ وسوسوں کا موجد یہ خناس کبھی آئین کے آرٹیکل ۵۸ الف اور کبھی ۵۸ ب میں بیدار و کارفرما ہو کر اپنا کام دکھا جاتا ہے اور کبھی آئین کے دیگر اختیارات کے تضاد و تصادم کو اجاگر اور متحرک کر دیتا ہے۔ عوام کا حقیقی خالق نہ ان کے رب رہ جاتا ہے نہ اللہ' نہ ملک یعنی پرورش کرنے والا نہ قانون ساز' نہ حاکم وقت' انسانوں کی قانون سازی محض وسوسہ گری ہو کر رہ جاتی ہے۔ کبھی قانون بن کر' کبھی قانون کی مخفی دانش بن کر۔

ہر انسان ساختہ قانون میں ایک نہ ایک شرارت مخفی ہوتی ہے جسے نہایت پرکاری سے دانش مخفی کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ نصراللہ صاحب نے تو ایسے صدمے زندگی بھر سہے ہیں اور زندگی رہی تو سہتے بھی رہیں گے مگر عوام الناس کی تو سوچ سوچ کر حالت غیر ہو چکی ہے۔ کنپٹی کو حساس کر کے اگر استعفیٰ اور ایڈوائس تحریر کروائی جائیں تو جمہوریت نہیں کوئی دیگر نظام یا پاؤں جما رہا ہوتا ہے یا مستحکم ہو رہا ہوتا ہے۔ دیکھ لینا بالا دست آئینِ سیاست تہی دست کو مار مار کر ادھ موا کر دے گا اور پھر آئین کی بے دست وپائی دیکھی نہ جا سکے گی۔ انتخابات اگر من و عن ہو بھی گئے تو کاوش لاحاصل ثابت ہوں گے۔ چونکہ آدمی نہیں بدلیں گے اس لئے ان آدمیوں کے ہاتھوں ان کے خالق آئین کا بدلنا ایک بے تعبیر خواب کے سوا کچھ نہیں ہو گا اور آئین ترمیم طلب کا منصب اگر ناقابلِ ترمیم و تنسیخ آئین نے نہ سنبھالا تو چہرے چاہے بدل جائیں خو ہرگز نہیں بدلے گی۔ زیادہ سے زیادہ یوں ہو گا جیسے غلام اسحاق خان وزیر اعظم بن گئے ہوں اور نواز شریف صدر بن کر یہ دریافت کر رہے ہوں ایڈوائس دو گے یا تحلیل کر دوں' تمہاری قومی اسمبلی تاکہ تمہیں سمجھ آ جائے کہ جو اسمبلی تحلیل کرے وہ آئین کا منصب دار نہیں ہوتا آئین کا "جن" ہوتا ہے۔

نامعلوم ہماری سیاست کی سمجھ سے یہ حقیقت کیوں بالا رہی ہے کہ بے لگاموں کے ہاتھ میں حکومت کی لگام تھما دینا۔ انصاف کو قہر میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ ایسا ہو جائے تو معاشرہ مجسم مغضوب علیہم ہو جاتا ہے اسی لئے دینِ الٰہی جمہوریت یعنی بندوں کی حاکمیت کی نفی کا دین ہے اور فقط اللہ ہی کی حاکمیت اور انسانوں کی عبدیت کو معاشرتی اثبات کا باعث قرار دیتا ہے۔ مان لیا کہ نگران انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔ یہ بھی مان لیا کہ وہ غیر جانبدار رہوں گے' یہ بھی مان لیا کہ انتخابات منصفانہ ہوں گے

Marfat.com

اور ماسوا چند اصغر خانوں کے کسی اکبر خان کو شکایت بھی نہیں ہو گی مگر جن کے سبب بیمار ہوئے ہیں۔ بی سیاست کے وہی لونڈے اسی عطار سے دوا لے کر صحت یاب ہو اسمبلیوں میں آدھمکے تو کیا عوام الناس کے ساتھ انصاف ہو گا۔ ملک و قوم کے مستقبل ان کے ہاتھوں میں محفوظ و مطمئن ہو گا' جسے فوج کو سیدھا کرنا پڑے۔ کیا وہ بھی سیاست ہوتی ہے جو کچھ ان دنوں ہو رہا ہے یا آئندہ دنوں میں ہونے والے ہے' اسے مارشل لاء کی کاروائی کہیں گے یا سیاسی عمل قرار دیں گے' جہاں جبر اور مصالحت میں بھی تمیز روا نہ رکھی جا رہی ہو کیا وہ بھی سیاسی عمل ہوتا ہے جسے سے فوج نے استعفیٰ طلب کیا ہو' جس کا رخصت پر چلا جانا بھی منظور خاطر نہ رہا ہو وہ آئینی سپریم کمانڈر آف آرمڈ فورسز ہوتا ہے یا انڈر دی کمانڈ آف آرمڈ فورسز ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو خیال آتا ہے کہ کہیں ضیاء الحق کا آسیب اپنے پروردہ افراد سے اپنی موت سے فائدہ اٹھانے کے انتقام تو نہیں لے رہا۔ کسی سے عدالت کی توہین سرزد کروا دی' کسی کی عدالت سے توہین کروا دی' کبھی یہ سوچ آلیتی ہے' بیگم آصف نواز نے جھوٹ کیوں بولا اور اگر سچ کہا تھا تو پھر چپ کیوں لگ گئی۔ کاش صدر بھی جاتے جاتے قوم اس اس موضوع پر خطاب کر جاتے کہ جن لوگوں کو عدالت دروغ گو' جعل ساز یا بدنیتی سے اختیارات استعمال کرنے والا قرار دے دے وہ کسی قانون ساز اسمبلی کی رکنیت کے اہل رہے ہیں یا نہیں نیز جن افراد کو صدرِ مملکت خائن اور بدیانت قرار دے کر اس اسمبلی کو تحلیل کر دیں جو ایسے لوگوں کی رکنیت کے باعث ناپاک ہو گئی ہیں کیا انہیں آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کا اہل قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ شرع " " پر کسی انسان ساختہ آئین کو بالا دست قرار دینے کے ذمہ دار ہوں کیا انہیں بھی انتخابات میں حصہ لینے یا منتخب ہو کر کسی عہدہ پر متمکن ہونے کا کوئی حق آئینی طور پر باقی رہ جاتا ہے۔

رہا اے پی سی' پی ڈی پی یا اسلامی جمہوری اتحاد اور مسلم لیگ کے "ٹوٹوں" اور لوٹوں کا معاملہ۔ سو عرض ہے کہ پیچیدگیاں بہرحال بڑھیں گی جب تک یہ آئینِ شریعت اسلام پر بالا دست رہے گا۔ یہ آئین اپنے ہاتھ سے پاپوش نہیں چھوڑے گا اور امریکہ اپنے نئے عالمی نظام کے لئے فقط راہ ہی نہیں یہ سرزمین بھی ہموار کرے گا اور اردگرد کی زمین بھی غسال کابل سے آئیں گے' کفن جاپان سے اور تیغ جانستان یورپ کی مشترکہ

Marfat.com

منڈی سے "گورکن امریکہ خود منتخب کرے گا اور کدالیں ہماری سیاست مہیا کرے گی۔ وہ مرحلہ طے ہو چکا جب صدر نے یہ کہا تھا کہ فوج کو جو منظور نہیں مجھ کو بھی منظور نہیں اور نواز شریف نے آٹھویں ترمیم کا شوشہ چھوڑا تھا جب کہ بیگم آصف نواز نے آبدیدہ ہو کر اپنے سرتاج کی موت کو غیر قدرتی قرار دیا تھا۔ ایسے کئی اور مرحلے امریکی مفادات پر نثار ہو چکے ہیں۔ جوہری توانائی کے جوہر سوختہ ہو چکے' وہ امداد جو اوجڑی کیمپ میں اجڑ گئی تھی اپنی مراد پا چکی اور طے پا چکا کہ پاکستان کو قائم رہنا ہے تو عالمی نظام کا "سب آفس" بن کر رہنا ہو گا' جمہوری ممالک کی اس انجمن کا اٹوٹ انگ بننا ہو گا۔ جس پر اسرائیل کی رکنیت کا پہرہ ہو ورنہ اسلامی دنیا کے وسائل سے غصب کی ہوئی رقوم سے نئے عالمی نظام کا "اچھا شوکر والا" کوئی امداد دے نہیں گا اور پاکستانی معاشرہ کو پاکستان ہی کے موٹروے پر دو روپیہ کھڑا کر کے کشکولِ گدائی اس کے ہاتھوں میں تھما دے گا۔ سعودی عرب کے دارالخلافہ سے لے کر تا بہ خاکِ تاشقند دنیائے اسلام بروئے نو نظام عالم منت کش ہو گی کہ میرے مولا اپنا بنا لو مجھے جیسے چاہو ٹھکانے لگا لو مجھے' مفکرِ پاکستان اور معمارِ پاکستان کے مقابر کی حیثیت سے ایک آنکھ والے کی سمادھی کی سی کر دی جائے گی ان مقبروں کی توقیر باقی نہ رہی تو پاکستان کی سرزمین پر کسی کی بھی توقیر باقی نہیں رہے گی اور پاکستانی سیاست کا احترام ملیا میٹ ہو جائے گا۔

یہ کیا کم بد نصیبی ہے کہ حساس اور منظم قیادت پاکستان کی سیاست کو زور آوری کے بل پر مزید انتشار کی طرف دھکیل لائی ہے۔ یہ کن عوامل کا ردعمل ہے کہ ابھی چند ہی روز پیشتر عسکری فارمولا کا ذکر وقت کی نوا بن کر اخبارات کی شہ سرخیوں کا متن بنا۔ مگر اسی شام وزارت دفاع کو تردیدی وضاحت نشر کروانا پڑی اور اب بیانگ دہل فارمولا اپنی بازی گری کا تماشا رچائے ہوئے ہے۔ عتاب کے ہاتھ میں کوڑا اور حالات کے ہاتھ میں قلم ہے۔ استعفے لکھے جا رہے ہیں' ایڈوائس تحریر ہو رہی ہیں' تجویزیں دی جا رہی ہیں کہ آئندہ انتخابات عسکری نگرانی میں ہی نہیں ان کی تعیناتی میں بھی ہوں گے اور سیاست گھونگھٹ نکالے اس غلط فہمی میں یوں سمٹی بیٹھی ہے کہ جیسے اس کی شب عروس ہو۔ اسے یہ احساس ہی نہیں کہ "اس بزم سے جو نکلا وہ پریشان نکلا" وہ جمہوریت جو زیرِ احکام عسکریت وجود میں آئے گی اس کا باوا آدم ہی نرالا نہیں ہو گا۔ اولادِ آدم بھی نرالی ہو

Marfat.com

گی۔ اب قوم کو یہ فکر لاحق ہو گئی ہے کہ مزید کون کون اور کیا کیا جاتا ہے اور کس کس کی برات اسے حلے آتی ہے۔ انتخابات کی مدت بے دید ہوتی ہے یا مدید ہوتی ہے۔ یہ امر باعث تاسف ہے اور رہے گا کہ جو آسمان سے گر رہے ہیں' جابجا کھجوروں میں اٹک جائیں گے اور کھجوریں نہ صرف کوتاہ سایہ ہوں گی بے ثمر بھی ہوں گی۔ اگر مڈٹرم انتخابات سے مراد یہ ہے کہ بددیانتی' بے ایمانی' نااہلی' وطن دشمنی' تمدن کشی' حکومت کا روپ دھار کر معاشرہ پر دو سال کی بجائے پانچ سال تک مسلط ہو جائے تو اللہ کرے انتخابات کی بجائے کچھ اور ہو جائے۔ صرف یہ نہ ہو کہ معاشرہ کے مال و جان و عزت کے محافظ بنیادی حقوق کے توکل کے آلہ کار بن کر معاشرہ کو افتراک کی جھولی میں پھینک دیں اور فوری انصاف' فوری سزاؤں کو نافذ کرنے کا فرض سنبھال لے۔ آج کی سیاست کے تمام بلاول وفاق کے مقدر سے یوں کھیلنے لگ جائیں جیسے لولے والی بال' لنگڑے فٹ بال اور اندھے کرکٹ کھیل رہے ہوں۔

اللہ جانے سیاست کے جل کھا جانے کے بعد منظم ادارے خفت مٹانے کے لئے کس کی ناتوانی پر نازل ہوتے ہیں اور جوہری توانائی کے جمود کے بعد کوئی جدید توانائی اس عالم نزع میں گرفتار معاشرے کی زندگی کا باعث بنتی ہے یا سیاست استنجا کے لئے صرف لوٹوں ہی کے استعمال کو کار صالح و پاکیزہ قرار دیتی ہے۔ پاکستان میں کسی سیکولر نظریات رکھنے والی سیاسی جماعت کا حکومت پر مسلط ہو جانا امریکہ کے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہو گا مگر جن زحمتوں میں پاکستان تحلیل ہو رہا ہے ان سے پاکستان کی سیاست کے آزاد ہو جانے کے دور دور تک آثار نہیں۔ پاکستان کے قیام کے مخالف سیاست دانوں اور سیاسی جماعتوں نے میدان سیاست پر اجارہ داری حاصل کرلی ہوئی ہے۔ مسلم لیگ جو پاکستان کی خالق تھی مفقود ہو چکی۔ آج کی مسلم لیگ نے خافض ہونے کا کرداز اپنا رکھا ہے۔ نظریۂ پاکستان تج دیا گیا ہے۔ ایک مثبت فکری انقلاب اور سیاسی بدعتوں کا مداوا کئے بغیر انتخابات اقتدار میں تبدیلی لے بھی آئے تو بھی مقدر نہیں بدلے گا نہ انتخابات کا نہ قوم کا۔

۲۱ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"عہدہ طلب خائن ہو جاتے ہیں"

بے راہ رو سیاست فوج کی تحویل میں جا چکی۔ "ورکنگ جنرلز" نے اکثر و بیشتر ریٹائرڈ جنرلز اور بیورو کریٹس نگران مقرر کر کے منصفانہ و غیر جانبدارانہ انتخابات اکتوبر ۱۹۹۳ء کی ذمہ داری کے "بیج" اپنی سینہ سپری کے بازوؤں پر آویزاں کر لئے اور یوں مارے خوف کی استعفیٰ تحریر کرتی اور انحراف کے لئے تدبیریں وضع کرتی ہوئی سیاست حکومت میں رہ کر انتخابات جیتنے کے تمام مفادات سے محروم ہو گئی۔ اس محرومی کے خلا کو اپنے لئے موثر کرنے کی غرض سے کوئی تو متناسب نمائندگی کے لئے لوٹ پوٹ ہونے لگا اور کوئی انتخابی قوانین میں اپنی رضا کی ترامیم تجویز کرنے لگا۔ یہ تو طے پا چکا کہ الیکشن کروانے کے لئے وہ ادارہ جو آئین نے متعین کر رکھا ہے ناکارہ اور بے سود ہے بلکہ سیاسی جماعتوں کے عدم اعتماد کی اس زد میں ہے جسے حالیہ فارمولا میں تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایک آئینی ادارہ کا تخلص "لوٹا" قرار پا گیا' دوسرے کا "بریف کیس" انتظامیہ کا سربراہ سازشی اور انتظامیہ مہلک دائمی بورڑوائی مرض میں گرفتار اور الیکشن کمیشن بے اعتبار طے پا چکا۔ ان آئینی اداروں کو راہ راست پر لانے کے لئے کچھ قانونی اداروں کے غیر آئینی اقدامات کا لاحق ہو جانا اگر جمہوریت کے استحکام اور بقا کا موجب و باعث ہو سکتا ہے تو آئندہ جمعہ کو نماز شکرانہ ادا کرنا تمام بالغ رائے دہندگان پر لازم ہو چکا ہے۔ گزشتہ اڑھائی سال کے دوران بالعموم اور ۱۸ اپریل کے بعد بالخصوص جو تناؤ عوام کے اعصاب پر رہا وہ بغیر کسی لانگ مارچ کے تحلیل ہو گیا اور بعد از اصرار لاتعداد اور خرابیٔ بسیار حضرات اقتدار کو تحریر کرنا پڑا کہ میں جسے میں صدرِ مملکت گردانتا ہوں اور میں جسے میں وزیرِ اعظم پاکستان جانتا ہوں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے کرسی چھوڑ دی ہے اور میں نے استعفیٰ دے دیا اور چھٹی لے لی ہے۔ حالانکہ کرسی مجھے چھوڑنے پر ہرگز تیار نہیں تھی اور میں نے کوئی ایسا نہ کام کیا نہ کبھی ارادہ کیا کہ میں جبری رخصت پر بھیج دیا جاؤں' مگر

Marfat.com

جان بچانے کے لئے چونکہ جان چھڑانا ہمیشہ سے اہم تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا کسی کا ایکٹنگ صدر ہونا اور کسی کا نگران وزیراعظم ہونا سیاست سے قبول کروا اس کو آئندہ کے بحرانوں کی منکوحہ قرار دے دیا گی اور بیوگی کی عدت کے دن مقرر کر کے آئندہ کی سیاست کے ایام حمل کے دوران صحت مند رہنے کے لئے دعائیں ہونے لگیں۔

منظور احمد وٹو اور پرویز الٰہی نے تو اعلان بھی کر دیا کہ ہماری آئندہ کی سیاست ان ہی "لوٹوں" سے آنے والے آبخور انتخابات کی آبیاری کرے گی۔ دوسری جانب کی آوارہ فکر سیاست کی دکان میں بھی بے لگام لمبی زبانوں اور کودتے ہوئے جیالوں کے سوا کوئی ایسا سامان نہیں جسے سنجیدگی کی پرورش و تربیت کے لئے مفید قرار دیا جا سکے۔ چنانچہ آئندہ انتخابات لاکھ منصفانہ ہوں' معاشرہ کے ساتھ انصاف نہیں ہو پائے گا اور وہ قوم جس کے سیاست آئیڈیل خلفائے راشدین کے بعد قائدِ اعظم محمد علی جناح ہیں جن کی فکر میں مفکرِ پاکستان کی فکر رچی بسی ہے۔ ایک دفعہ پھر یاسیت و قنوطیت کا شکار ہو کر کارِ ابلیس کی غلام محض ہو کر رہ جائے گی۔ یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ ہوشِ اقتدار میں مبتلا ہماری سیاست کے فریقین کے حدِ نظر ملک و ملت کا مفاد نہیں ہے۔ ان کی تمام تر سیاست' ان کے تمام تر مطالبات حصولِ اقتدار کی حرص و ہوس کے ڈسے ہوئے ہیں۔ خود غرضی و کوتاہ اندیشی کا زہر سیاست کی رگ رگ میں سما چکا ہے۔ اسی حرص کی آلودگیوں کے باعث جسد سیاست کریہہ بودے اٹھا ہے۔ اقتدار کے لئے مہم جوئی نے سیاست کی ہر روش کو' ہر رنگ و بو کو فکر کی سوداگری پر یوں لگا دیا ہے جیسے کوئی بازاری بدچلن گاہکوں کو متوجہ کرنے کے ڈھنگ سوچ رہی ہو۔ اگر یہی چلن رہا تو ہر پولنگ بوتھ اسلام آباد کا میریٹ ہوٹل بن جائے گا اور انتخابات کے تمام تر میریٹ خاک میں مل جائیں گے۔ اگر ان انتخابات کا حاصل وہی پرانی رسہ کشی اور کمینگی کی حد تک کینہ پروری ہونا ہے۔ اگر پروگرام پرانے شکاریوں کو نئے جال بنوانے کی مہلت مہیا کرنے ہی کا ہے تو کیا لازم ہے کہ معصوم عوام کو معدوم کرنے کے لئے اس انوکھے بیہودہ پن میں ملوث کر لیا جائے۔ سیاست کی مزید بربادی کا پروگرام کیا کسی اور طریقے سے سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ اس سے بڑھ کر خلاف حقائق و واقعات بھی کیا دروغ ہو گا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ کسی کے دباؤ میں آ کر نہیں کیا۔ برضا و رغبت کیا۔ کرسی کے دوبارہ حصول کے لئے کرسی

Marfat.com

چھوڑ رہا ہوں' ڈکٹیشن مجھ پر فطرت نے حرام کر دی ہے۔ استعفیٰ دینے اور اسمبلی تحلیل کرنے کی ایڈوائس دیتے وقت بھی میں "فرنٹ فٹ" پر ہی کھیلا ہوں۔ آؤٹ ہو گیا ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میری "ہٹ" عین قواعد کے مطابق تھی۔ سارا کیا دھرا اس کا ہے جس کی عقل کا ٹخنوں میں اور "لیگ کا بی فور" ہونا ضرب المثل ہے۔ اگر میرے اس کے "ورکنگ ری لیشن" ہو جاتے تو میرے بابا جی کی کیا مجال تھی کہ آٹھویں ترمیم کے انخلا کے بعد بھی اپنے آمرانہ اختیارات استعمال کرتے۔ ان سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ اپنی خواب گاہ کے خاکروب کا ہی اتا پتہ ہی لکھوا دیتے۔ ذاتی طور پر ہی دریافت کر لیتے کہ تمہارے بینک اکاؤنٹ میں اتنی رقم کیوں کر جاروب کر دی گئی۔ پیار سے ہی دریافت کر لیتے کہ لالے کی جان میری خواب گاہ میں تم کسی کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ مان لیا درویش منشوں کو اپنی جان کے لالوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کسی ذریعہ سے یہ ہی دریافت کر لیتے کہ مرحوم آصف نواز کی بیگم کو پریس کانفرنس کی سوجھی تھی یا ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ غالباً عدیم الفرصتی کی وجہ سے یہ اہم قومی معاملہ نظرانداز ہو گیا۔ حالانکہ زندہ قومیں یہ منوانے کے لئے بھی وقت نکال لیتی ہیں کہ پاکستان اپنے کسی برطرف جنرل کو بحال نہیں کرے گا۔

بد قسمتی' و بد نصیبی' و بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ محترم مستعفیان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے اس انجام کی شہ سرخی فطرت نے ان کے کس فعل کے بعد فوراً تحریر کر دی تھی اور اپنی ناراضگی و ناپسندیگی و بیزاری کے نشانات بھی واضح کر دیئے تھے۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ جس فیصلہ کو وہ تاریخی قرار دے کر اسمبلی ہال میں آویزاں کر رہے تھے' اس کی تقدیر میں کیا لکھا تھا اور خود اس فیصلہ نے ان کی تقدیر میں کیا کچھ مزید مخفی طور پر تحریر کر دیا تھا۔ دولہا کو کیا پتہ ہوتا ہے کہ جس سجی سجائی کار میں وہ دلہن بیاہنے جا رہا ہے اس کے مقدر میں فطرت نے سانحاتی حادثہ بھی تحریر کر رکھا ہے۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ابھی فطرت کی سزا مکمل نہیں ہوئی۔ اعجاز الحق بے چارے اپنی تدبیروں کا اعجاز دکھانے سے پیشتر شاید بھول گئے کہ فطرت کو خیر الماکرین ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور فطرت کا کوئی دعویٰ غلط نہیں ہوتا اور نہ کسی انسان یا انسانوں کے بس میں ہے کہ وہ قانونِ فطرت کو شکست دے سکے۔ ہر چند کہ قومی اسمبلی تحلیل کرنے کی "ایڈوائس" کسی

Marfat.com

دباؤ کے تحت نہیں دی جا رہی تھی۔ تاہم اسے غیر موثر کرنے کی تدبیر بھی آخر دم تک کی جا رہی تھی۔ یار لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ "ایڈوائس" اس مشورہ کو کہتے ہیں جو مشورہ دینے والا اس کے مفاد میں دے رہا ہو۔ جس کو مشورہ دیا جا رہا ہو۔ "ایڈوائس" اور "ڈیمانڈ" میں یعنی مشورہ اور مطالبہ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اپنے ہاں تو ابھی صوابدید کے معانی ہی متنازعہ ہیں۔ کوئی اسے بے دید قرار دے رہا ہے' کسی کا کہنا ہے اس سے مراد بلا دید ہوتا ہے' کوئی غور نہیں کرتا کہ صواب کسے کہتے ہیں۔ شاید ایسا جان بوجھ کر کیا جا رہا ہے یا مصلحتوں کا ان جانا پن غالب آ جاتا ہے۔

بہرحال آئینِ اسلام کی سپرمیسی اور اللہ تعالیٰ کی "ساورنٹی" سے انکار کی حد تک گریز کی سزا وارد بھی ہو چکی اور جاری بھی ہے۔ چنانچہ آئین کی تمام تر سیاست ہی نہیں اس کی نگہبانی بھی فوجی تحویل میں جا چکی اور مزید رسوائیوں کے سامان آراستہ ہو چکے بھولپن کی انتہا ہے کہ دو تہائی اکثریت حاصل کر کے حالیہ سزائیں وارد کرنے والے آئین کو راہ راست پر لانے کی امیدیں لگائی جا رہی ہیں۔ گویا کوئی مصلوب جلاد کے گلے میں پھندا ڈالنے کے لئے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھولنے کی سوچ رہا ہو۔ آئین شریعت پر بالا دستی کی مزید سزائیں مزید رسوا کن اور بھیانک ہوں گی۔ ان سزاؤں سے نجات حاصل کرنے کا واحد حل توبہ ہے اور توبہ اقرارِ گناہ کے بغیر نہ کبھی قبول ہوئی ہے نہ ہو گی۔ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا ہی کافی نہیں ہوتا گناہ کی تلافی بھی لازم ہوتی ہے لہٰذا یافتگان پر لازم ہے کہ بابا اور بچے بمعہ ان اہالیان اسمبلی کے جو اس شریعت ایکٹ کو رائج کرنے کا باعث ہوئے۔ جس کی کچھ دفعات کو فیڈرل شریعت کورٹ بھی خلاف احکام اسلام قرار دے چکی توبہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ وعدہ کریں کہ آئین الٰہی آئین پر بھی بالا دست ہو گا۔ پاکستان کو غیر نظریاتی یا سیکولر مملکت بننے نہیں دیا جائے گا۔ سورۃ الکافرون کا آئینی اطلاق ہو گا۔ ہر وہ نظام جو لا الہ الا اللہ کی نفی ہو گا' کالعدم قرار دیا جائے گا۔ ارض پر بندوں کی حاکمیت کے خلاف پہلی آواز سرزمین پاکستان سے اٹھے گی۔ قرآن کو عملاً لاریب اور مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کیا جائے گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو "قرآن متحرک" تسلیم کیا جائے گا۔ تفرقات کے ہر نظام کو خیرباد کہہ دیا جائے گا۔ اختلاف فقط یک رائے ہونے کے لئے ہو گا۔ یک رائے ہونے کے لئے اپنی فانی

Marfat.com

نہیں قرآن کی غیر فانی عقل اور مرد کامل کا عمل راہنما تسلیم کیا جائے گا۔ بندوں اور اللہ کی حاکیت کے اشتراک کے مروجہ سیاسی و آئینی نظام کو متروک قرار دیا جائے گا۔ حق و باطل کی آمیزش اور حق را بسجودے و صنماں را بطوافے کی عادت یکسر ترک کر دی جائے گی اور پھر دعا کی جائے گی کہ اے خدا اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے۔ دعا کی جائے گی کہ تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے۔ دل مرتضیٰ ہنوز صدیق دے۔ یہ امت جو روایات میں کھو گئی ہے جس کے ہاتھوں حقائق خرافات میں گم ہو گئے ہیں' اس کے لئے وہی جام پھر گردش میں لا کر اس امت کا ہر فرد عشق کے پروں سے اڑنے لگے وہ قوتیں جو ملکی سیاست کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہیں' اقتدار کے اتنے بڑے حریصوں سے استعفیٰ لکھوا سکتی ہیں۔ اعلان کروا سکتی ہیں کہ ایسا کسی دباؤ کے تحت نہیں ہوا۔ موجودہ نظام سیاست کی جگہ آئین پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیوں نافذ نہیں کروا سکتیں۔ کیا یہ جہاد جنت کی ضمانت نہیں ہو گا۔ لوٹے' لفافے سیاسی منڈی کے بکاؤ گھوڑے' معاشرے کے یہ سانڈ اگر سیاست پر دوبارہ مسلط ہو گئے اور ان کے نظریات وہی رہے جو آج تک ہیں تو ناکامیاں اور ناکامیوں کی رسوائیاں اپنے جالوں کو بہت دور دور تک پھیلا دیں گی۔

اس لئے آخری احتیاط تک کی اشد ضرورت ہے۔ نظام انتخاب میں اگر عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی رچی بسی رہی۔ نمائندوں کی بجائے اگر قوم کو اپنے الہ چننے لگا دیا گیا تو یاد رہے فرمانِ خدا بھی ہے اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی کہ عہدہ طلب خائن ہوتے ہیں اور صادق امین کا کوئی فرمان نہ آج تک غیر صادق قرار پایا ہے نہ پائے گا۔ بار بار عہدہ طلب اور اس کے لئے مہم جو خائن منتخب کرنا اس ملت کا مقدر نہ بناؤ۔ جس نے قیام پاکستان کی اس لئے تمنا کی تھی کہ وہ اپنی زندگیوں کو احکام الہی کے مطابق ڈھال سکیں۔ اس ملت سے حقِ قیام صلوٰۃ نہ چھینو۔ ان کے "**ایاک نعبد و ایاک نستعین**" کو بے معنی نہ بناؤ۔ ان کی تمنائے "**اھدنا الصراط المستقیم**" کو لاحاصل رکھنے کا اہتمام نہ کرو۔ انہیں قلب و ذہن کے تضادات سے نجات دلواؤ' ورنہ معاشرہ ہی نہیں' انسانیت ہی نہیں' پوری کائنات' ہر تخلیق اس قوم کو بددعا دے گی۔ آئین اسلام کے تحت نظم کی گئی مجلس شوریٰ نااہلوں یا سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا نہیں ہوتی۔ امور پر دسترس رکھنے والے اولی الامر کی مجلس ہوتی ہے۔ مجلس شوریٰ کا

Marfat.com

راہ نما اصول یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اگر اولی الامر میں کوئی اختلاف رائے واقع ہو جائے تو اپنی اپنی رائے کا اطلاق کروانے کی بجائے فاردوہ الی اللہ والرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر کے ایک رائے ہو جانا لازم ہے کہ غربی جمہوریت کا بنیادی اصول (Agree to Differ) ہے۔ جبکہ مجلس شوریٰ پر (Differ to Agree) لازم ہے۔ حزب اقتدار و حزب اختلاف' حرص اقتدار حصول اقتدار کے لئے تگ و دو کا آئین اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ اس آئین کے تحت اپنی مرضی کا نفاذ کرنے والا حاکم نہیں ہوتا احکام الٰہی کی پابندی کرنے اور کروانے والا خلیفہ ہوتا ہے۔ کون نہیں جانتا مشورہ نااہلوں یا انجانوں سے نہیں کیا جاتا۔ ان سے کیا جاتا ہے جو متعلقہ امور کے ماہر ہوں۔ اسلامی معاشرہ میں انسانوں کو مقام ان کے وسائل پر نہیں ان کے خصائل' ان کی اہلیتوں اور اوصاف کی بنا پر ملتے ہیں اور اوصاف بازار میں نہیں بکتے کہ سرمایہ سے خریدے جا سکیں۔ کوئی باوصف انسان عہدہ طلب اور اس کے لئے مہم جو نہیں ہوتا وہ انتہائی مطمئن انسان ہوتا ہے جس کی اہلیتیں فقط اس کی ذات کے مصرف ہوں۔ معاشرہ کے لئے صرف نہ ہو وہ معاشرتی انسان نہیں ہوتا۔ ایسے انسان تو بستیوں کو جنگل بنا دیتے ہیں اگر یہ عذر ہو کہ فوج کو کیا پڑی ہے کہ کون منتخب ہوتا ہے اور کون نہیں تو مودبانہ عرض ہے' ذوالفقار بھٹو بھی کسی فوجی کی دریافت تھے اور نواز شریف بھی ایک فوجی ہی کا دین ہے۔ کنونشن مسلم لیگ ایک فوجی نے ہی تشکیل دی اور جونیجو کی مسلم لیگ بھی' سیاست اور حکومت کے دوائر میں اگر اتنے سہو سرزد کرنا جائز ہے تو مندرجہ بالا ثواب کے کام کیوں جائز نہیں۔ آئین اسلام کے نفاذ کی غرض سے اگر مروجہ آئین میں اسمبلیوں کے ارکان کے لئے مندرجہ اہلیتوں اور نااہلیتوں کا دیانت داری سے نفاذ کر دیا جائے آئندہ انتخابات کے عوامل اور نتائج میں بڑی خوشگوار تبدیلی لائی جا سکتی ہے' بشرطیکہ عہدہ طلبی کو ممنوع قرار دیا جائے اور اگر یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں' کا دستور ہی نافذ رہنا ہے تو پھر میکدہ تو کجا جام بدست سابق کا حشر بھی عبرتناک ہو گا اور آئندہ انتخاب کا حاصل بے شمار پریشانیاں بھی ہوں گی اور پشیمانیاں بھی۔

۲۳ جولائی ۹۳ء

Marfat.com

"آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے"

پاکستان' جس کا مطلب کبھی لا الہ الا اللہ ہوتا تھا' مقصد جس کا نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا' بڑی پرکاری سے اپنے نظریہ سے عاری کر دیا گیا۔ قدرتی وسائل اور انعامات سے لدی پھلی یہ سرزمین بڑی چالاکی سے نت نئی امداد طلبی اور سود در سود قرضوں کے ذریعے اس نوع کی مقروض بنا دی گئی کہ اس کی آزادی بےمعنی سی ہو کر رہ گئی اور فقط اپنے ہی وسائل پر انحصار کر کے زندہ سلامت رہنا اس کے لئے ناممکن ہو گیا۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی نقل بلاعقل نے اسے ۱۹۵۶ء کا دستور دیا جس نے سیاست کو تمیزِ دین سے عاری کر دیا اور سیاست معزول ہی نہیں معذور ہو کر رہ گئی۔ سائنٹیفک اسلام کی ترویج نے نیا پاکستان وجود میں لانے سے پہلے نئے اسلام کی طرح ڈالی اور مشرقی پاکستان کے طلوع کو مغربی پاکستان کے غروب میں ڈبو دینے کے سامان مہیا کئے جانے لگے۔ سیاست غرب کے تمام عیوب اتنی صفائی سے نکھارے گئے کہ واعظ بھی جام و سبو کے متوالے ہو درمیخانہ پر انگریزی لہجہ میں عربی بولنے لگے۔ تحلیل پاکستان کے تمام راز معاہدہ تاشقند نے سربستہ کر دیئے اور جہاد نے جنگ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ کفر و اسلام میں سوشلزم کی سرزمین پر ایک عہد شکن معاہدہ طے پا گیا۔ اس معاہدہ کے بالادست کو پاکستان شکنی پر مکمل اعتبار آ گیا۔ نہ صرف یہ کہ پاکستان کی سیاست کے ہاتھ میں رنگین لفافہ میں بند ایک پرچۂ سادہ تھما دیا گیا بلکہ ہندوستان کی نامرادی کو "خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا" کی کیفیت سے نکال کر یوں سرفراز کیا گیا کہ اسے مشرقی پاکستان کا سقوط نوشتہ دیوار نظر آنے لگے۔ بالآخر ہوا یہ کہ نام اگرچہ یحییٰ خاں تھا مگر کام مرگِ پاکستان کا اپنے ذمہ لے جام پہ جام لنڈھانے لگا۔ اس مردِ ناگہاں نے آزاد انتخابات کے نام پر سیاست پاکستان کو ایک غلیظ گالی دی اور یہ اہتمام کیا کہ پاکستان کی نظریاتی مملکت میں

Marfat.com

انتخابی مہم کے دوران دین اسلام اور سوشلزم میں مقابلہ برپا کیا جائے۔ اس فکری جنگ کو اس کی انتہا تک پہنچانے کے بعد دین اسلام کو پولنگ سٹیشنوں پر ہروا دیا جائے یعنی نظریہ پاکستان کو پاکستان ہی میں پولنگ بوتھ پر ایسی شکست ہو کہ دنیا بھر میں رسوائی کا باعث ہو اور اس کے بعد آسانی سے سقوطِ مشرقی پاکستان وارد کر دیا جائے۔ چنانچہ نہ صرف یہ کارستانی کامران ہوئی، مغربی پاکستان باقی ماندہ کی بجائے نیا پاکستان قرار پایا جس نے اپنے آپ کو دو سیاسی نظریات میں صوبائی سطح پر منقسم پایا۔ اس نظریاتی تقسیم نے پاکستان کو متضاد فکر متفقہ آئین دیا جس میں تین متصادم نظریات یوں سمو دیئے گئے جیسے صدیوں کے نظریاتی اختلافات مربوط کئے جا رہے ہوں۔ اس اسلامی جمہوری آئین نے سیاست کو اسلامی جمہوری اتحاد عطا کیا جس کے زمام کاروں نے حاکمیتِ اعلیٰ تو اپنے نام تحریر کروا لی اور یہاں وہاں تھوڑی سے حاکمیت اللہ کو دے کر اس کی حدوں سے انحراف کر لیا اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے آئینی طور پر بندے اپنی خدائی کی زکوۃ اللہ کو دے رہے ہوں اور آئینی طور پر اللہ کی الہیت و وحدانیت پر اعتقاد سیاسی قلابازیاں کھا کھا کر اپنے فن بازی گری کا سکہ منوا رہا ہو۔

اسلامی جمہوری اتحاد کی سیاست نے وہ کارہائے نمایاں دکھائے کہ جمہور کی حاکمیت شرعِ اسلام پر بالادست قرار پائی اور ایسے اقدام روا رکھے گئے جو فرمانِ الٰہی کے مطابق اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کے مترادف تھے۔ جمہوریت کے استحکام کا چرچا اس زور و شور سے کیا گیا ہے کہ تبلیغ نقار خانے میں طوطی کی آواز تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت آئینی اداروں کو یوں رسوا کیا گیا کہ الامان والحفیظ، میک اپ کے بغیر دینِ اسلام قابلِ توجہ ہی نہ رہا اور سیکولرازم کے مقابلہ میں پیپسی کولا کی طرح بیچا جانے لگا۔ تبلیغ اور تشہیر کے درمیان تمام فرق کالعدم قرار دے دیئے گئے اور لوگ قرآن فروشی کی کاروباری سود مندی کے قائل ہو گئے۔ سیاست نے دین اسلام کو یکسر تج دیا اور باوجود اس تلخ حقیقت کے کہ مغربی جمہوری نظام نے "لوٹے" "لفافے" "بکاؤ گھوڑے" اور "معاشرتی سانڈ" ہی مہیا کئے تھے۔ ایوانِ صدر سے لے کر سیاست کی بھٹیارنوں تک کی محفلوں میں اسی جمہوریت کے استحکام کی باتیں ہونے لگیں اور اللہ کے سپاہی نئے عالمی نظام کی سپہ گری کو اپنا پیٹ

Marfat.com

بھرنے کا واحد ذریعہ ظاہر کرنے لگے۔ اب آثار ظاہر ہونے لگے ہیں کہ اس دفعہ پولنگ بوتھ پر دینِ اسلام اور جمہوریت میں مقابلہ کروایا جائے گا۔ دینداروں کے ہاتھوں دین اسلام کی شکست ہو گی' نئے عالمی نظام کے منتظم جمہوریت کی فتح کو یقین بنائیں گے اور دنیا کو تسلیم کروایا جائے گا کہ پاکستان نے نظریۂ پاکستان کو ترک کر کے دینِ اسلام کو شکست دے کر جمہوریت کو ایک دین اور نظام حیات کے طور پر قبول کر لیا ہے اور یوں یہ معرکہ بھی سیکولرازم ولد دینیت نے سر کر لیا ہے۔ یہ تجویز بھی زیر غور و عمل ہے کہ پاکستان کا بچا کھچا واحد ادارہ یا تو اپنی وحدت کو از خود پارہ پارہ کر دے یا آئندہ انتخابی عمل میں جمہوریت کی فتح کے ساتھ ساتھ عسکری شکست و نامقبولیت کا باعث بھی بن جائے۔

یہ عمل برپا کرنے والے یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ پاکستان کا آئین میں جمہوریت کا دیو استبداد ہی نہیں آمریت کا نابینا "جن" بھی پرورش پا رہا ہے اور اسلام فقط فتوؤں تک محدود کر دیا گیا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ "ساورنٹی" اور "سپریمیسی" کا ٹکراؤ میزان عدل کو کبھی متوازن نہیں ہونے دے گا اور معاشرتی و سیاسی ضرورتوں کو ترازو کر کے نظام عدل کو معیشت کا زیر دست بنا دے گا چنانچہ اسلام کے آئین بدر ہو جانے کے بعد بھی جمہوریت ایک جھولی پھیلائے ہوئے آئینی نظام کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہو گی اور پاکستان نئے عالمی نظام میں بولی پر لگا ہوا ایک ملک بن کر رہ جائے گا۔ نہ کبھی اس کی دنیا کے غریب جاگیں گے نہ امراء کے کاخ کے در و دیوار ہلیں گے۔ نہ سلطانی جمہور کا زمانہ آئے گا نہ نقشِ کہن مٹیں گے' نہ کوئی مرمر کی سلوں سے بیزار ہو گا نہ کوئی اور مٹی کا حرم تعمیر ہو گا۔

سرمائے سے سرمائے کا کاروبار کرنے والے سیاست کی جنس کو اتنا گراں رکھیں گے کہ اسمبلی کی نشست حاصل کرنا بینک خریدنے سے کہیں مشکل ہو گا۔ سر توڑنے کا خوف دلا کر اگر سر جوڑنے کا عمل جاری بھی کروایا گیا تو فقط کھوپڑیاں جڑیں گی' افکار ہم آہنگ نہیں ہوں گے کہ سازشی اذہان میں شرارت ہوتی ہے فکر سے ایسی کھوپڑیاں خالی ہوتی ہیں۔ اگرچہ تھوتھے چنے کی طرح گھنا بجتی ہے مگر تعمیر سے عاری ہوتی ہیں۔ آئندہ انتخابات میں انہیں عناصر کا اسی اہتمام سے اسی فکر و عمل کے ساتھ لوٹ آنا پاکستانی معاشرہ پر قیامت ٹوٹ پڑنے کے مترادف ہو گا اور فی الحال تو یہی نظر آتا ہے کہ ایسا ہی

Marfat.com

ہو گا۔ نئے نئے اتحادوں کے لئے جو بولیاں بالا ہو رہی ہیں دراصل اس امر کا اعتراف کر رہی ہیں کہ تنہا پرواز کے لئے جو پر درکار ہوتے ہیں وہ نوچے جا چکے ہیں اور بڑے بڑوں کی سیاست بھی "دھکا اسٹارٹ" ہو چکی ہے۔ روپے کی قیمت میں پے در پے کمی اور مہنگائی کی روز مرہ افزونی پاکستان کے مقدر میں بوسنیا کا افلاس تحریر کر رہی ہے اور وہ بھی اپنوں کا لایا ہوا کہ کسی پر شکوہ بھی نہ کیا جا سکے۔ نواز شریف کی اقتصادیات نے تو شرفا کا رنگ پیلا کر دیا۔ محرومیوں نے خون تک سفید کر دیئے' بے کاری تو کیا خود روزگاری بھی روزگار کی تلاش میں ہے' بچے کم پیدا کرنے کی منصوبہ بندی کے علاوہ حالات یہ تقاضا بھی کرنے لگے ہیں کہ ایک دو بچے ہوں بھی تو فروخت کر دو' زیادہ ہوں تو گلا گھونٹ دو' جس معاشرہ میں مائیں مارنے اور بیویاں سنوارنے کا رواج ہو جائے وہ معاشرہ کائنات کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہوتا ہے اور انسانوں کے بس میں فطرت سے مستفید ہونا تو ہے فطرت کو شکست دینا نہیں۔ انسانوں کی صنعت کاری اگر فطرت کے تقاضوں سے متصادم ہو جائے تو فطرت کی فردکاری' انسانی معیشت و معاشرت کے خلاف صف آرا ہو جایا کرتی ہے۔ فطرت نہ ذخیرہ اندوزی کرتی ہے نہ کبھی سیل لگاتی ہے۔ پاکستان کی سیاست کا یہ انتہائی بے ڈھنگا پن ہے کہ امارت و سیاست جڑواں بہنیں بھی ہیں' اور ایک ہی خاوند کی منکوحہ بھی۔ اسی کاربد نے جملہ بدعتوں' بدکاریوں اور بد اعمالیوں کو جنم دیا ہے۔ اسی وجہ سے سیاست ملک و قوم کے مفادات سے قطع نظر کا وطیرہ اختیار کئے ہوئے ہے اسی لئے وقتی ضرورتوں اور ناگفتہ بہ حاجتوں کو سیاست کا مقصد قرار دیا جا رہا ہے۔ پستول کنپٹی پر ہو تو افکار اجاگر نہیں ہوا کرتے۔ خدشات ظاہر ہوا کرتے ہیں اور مخدوش سیاست تخریب کی مادر بے پدر ہوتی ہے۔ پاکستانی سیاست کا سرمایہ حیات' دولت و دہشت ہے۔ پیجارو اور کلاشنکوفیں جا رہی ہوں تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ سیاست سرگرم سفر ہے۔ تقرری' ترقی' تبدیلی کی اپنی اپنی مارکیٹ ویلیو ہے۔ فقط انتظامی ہی نہیں سیاسی عہدے بکتے ہیں۔ آج کل تو سنتے ہیں ادھار پر بھی بکتے ہیں اور قسطوں پر بھی۔ مارے تو وہ لوگ گئے جن کو وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم آخری ہفتہ میں ہاتھ دکھا گئے یا وہ جو بغیر ہاتھ دکھائے تقرری یا تبدیلی قبول کر بیٹھے۔ یہ تو خیر روز مرہ کے معمولی معمولی واقعات ہیں۔ بدبختی تو وہ مریض سیاست لائے گی جو انتخاب کے لئے عوام میں گھل مل جانے کے لئے

Marfat.com

روانہ کردی گئی ہے اور وہ فی الوقت بے سروسامان کھڑی ان سوچوں میں غرق ہو رہی ہے کہ اب کون سے چال چلوں کہ ٹھمک بھی کم نہ ہو اور ٹھیا بھی قائم رہے۔ عوام کی سیاسی محرومی کا یہ عالم ہے کہ جو سیاست رسوائے عالم ہے وہی قیادت مہیا کر رہی ہے۔ عوامی تذبذب کا یہی عالم رہا تو لوگ گالی بھی دیں گے اور ووٹ بھی اور ایک نیا نظام وجود میں آئے گا جس میں محرومیوں اور مایوسیوں کی حاکمیت ہو گی۔ نئے عالمی نظام کے عالمی ابلیس پاکستان کی سیاسی قنوطیت سے وہ مفاد حاصل کریں گے کہ معاشرہ کے فرعون و قارون و ہامان ان کو اپنا خضرِ راہ تسلیم کر لیں گے۔ ابراہیمؑ سے پہلے ان کے کلہاڑے کو آتشِ نمرود میں پھینک دیا جائے گا۔ ہر عصائے موسیٰؑ کسی نہ کسی دریا میں بہا دی جائے گی۔ لحنِ داؤدؑ کو مترنم کرنے والے تمام ساز ان سمندروں میں پھینک دیئے جائیں گے جن میں حضرت یونسؑ کو نگل جانے والی مچھلیاں منہ کھولے منتظر فراد ہیں۔ عیسیٰ کی مسیحائی پہ شاہانِ وقت کی صلیب یوں غالب آئے گی جیسے شاہانِ وقت ہی ابنائے مریمؑ ہوں۔ جمہوریت کو بے حال کرنے والے محض تو ہم اور غلط فہمی میں ہیں کہ جمہوریت بحال ہو جائے گی۔ یہ تو ہو سکتا ہے اس کو دیا گیا آمریت کا تازہ خون اس کی نبضوں کو تھوڑا سا متحرک کر دے لیکن یہ تو ممکن نظر نہیں آتا کہ یہ پھر سے اپنے پاؤں چلنے لگے۔ حالات کی نبض تو یہ بتاتی ہے کہ جمہوریت کی نام نہاد بحالی کے پردے میں پاکستان کے آخری ادارے کو آئینی اداروں کا ہمسر بنا کر ان ہی رسوائیوں کی بھینٹ چڑھانے کا پروگرام ہے جو اگر تکمیل پا گیا تو حالات فلاح کی بجائے اپنا رخ فنا کی طرف موڑ لیں گے اور سیاست کے نیرو بانسری بجانے کی بجائے ڈھول بجانا شروع کر دیں گے۔ ہر طرف غوغا ہو گا۔

نرالی سیاسی کشتیاں ہونے والی ہیں۔ نرالے سیاسی دنگل میں یہ نرالا شو مفت دکھایا جائے گا اور خاص اہتمام کیا جائے گا کہ کوئی سیاسی پہلوان ہارنے یا جیتنے نہ پائے اور ہر کشتی اگلے دن کے لئے ملتوی کر دی جائے تاکہ تماشائیوں کا شوق تماشا اور سیاسی پہلوانوں کا ذوق پہلوانی پھر کھل کھیلے۔ اس صورت احوال سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ محض ارکان منتخب نہ کیے جائیں فقط انسان منتخب کیے جائیں۔ آج کل کے پاکستانی سیاست کار اپنی بے راہ رویوں کے باعث جمہوریت کے دامن کا بھی وہ بدنما داغ بن چکے ہیں کہ دھلائے نہ دھلے۔ اگر جمہوری ممالک کی کوئی عالمی انجمن ہوتی تو ان کی

Marfat.com

سیاست پر تین چار نسلوں تک تو پابندی عائد ہو گئی ہوتی۔ اگر کسی کو اپنی حب الوطنی کو داغدار نہیں کرنا تو لازم ہے کہ ان کے انتخابات میں حصہ لینے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کرے یا کم از کم ان کے حق میں رائے نہ دینے کا اقرار کرے۔ جس طرح ان لوگوں نے لفظ سیاست تک کو رسوا کر دیا اس کی مثال تو دورِ جاہلیت میں بھی نہیں ملتی' یہی طرزِ سیاست اگر اکیسویں صدی پاکستان میں داخل ہونے پر مصر ہو گی تو شاید اکیسویں صدی پاکستان میں آنے سے ہی انکار کر دے۔ ایک تو بداعمالی' پھر اس بداعمالی پر فخر' غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمسار ہونے والے تو معافی کے حق دار ہو سکتے ہیں' بدکرداریوں پر نازاں ہونے والوں کی اصلاح ہوتی تو تاریخ نے کبھی نہیں دیکھی۔ ان لوگوں سے جان چھڑانا' یہودی سرمایہ کاری کے نتائج سے پاک کرنا' عوام کی جان و مال کو تحفظ دینا' مہنگائی کے عفریت کا قلع قمع کرنا' ایسے کار ہائے احسن ہیں کہ جس کسی نے یہ سرانجام دے دیئے فطرت اسے تاقیامت سراہے گی اور سنہری ناموریاں اس کے نام تحریر کر دے گی۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو نہ صرف آئندہ کے مجوزہ انتخابات کار لاحاصل ہوں گے بلکہ معاشرہ سابقہ اور حالیہ بحرانوں سے بھی بڑھ کر نئے بحرانوں میں الجھ جائے گا اور نہ نجات کی کوئی راہ ہو گی نہ فرار کی۔ آتش نمرود ہو گی اور ''اے آگ ٹھنڈی ہو جاؤ'' کی صدا باوجود دعاؤں اور ہزار ہا التجاؤں کے بلند نہیں ہو گی اور معاشرہ ایسی راکھ کا ڈھیر بن جائے گا جس میں کوئی چنگاری تلاش کے باوجود نہیں ملے گی۔

۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"نگرانی یا نگہبانی، خبر رکھو گے کہ خبر لو گے"

ابھی تک واضح نہیں ہو سکا کہ حکومت آئندہ انتخابات کی نگرانی کرے گی یا نگہبانی، قوم کی خبر رکھے گی یا خبر لے گی؟ مزید مہنگائی کا جو تحفہ ایک عالمی ماہر معاشیات نے آتے ہی عوام کی خدمتِ غیر اقدس میں پیش کیا ہے۔ اس سے تو یہی شبہ بیدار ہوتا ہے کہ یہ عارضی رب الناس جی بھر کر خبر لے گا اور قبل اس کے کہ عوام الناس کو اپنے الہ الناس منتخب کرنے کی گھڑی آلے۔ وہ اپنی بیویوں کو ڈرائیونگ سکھانے پر مجبور ہو جائیں گے کیونکہ ان کی پیلی ٹیکسیاں چلائے بغیر کسی متوسط خاندان کے سربراہ کے لئے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ممکن ہی نہیں رہے گا۔

معاشی مہارت نے اگر ایک آدھ وار اور کر دیا تو وہ پتھر جو ان دنوں معاشرہ اپنے قلوب پر رکھے ہوئے ہے۔ پیٹ پر باندھنا ہوں گے اور بیسویں صدی کے یہ نامراد لوگ اکیسویں صدی میں یوں داخل ہوں گے کہ ہاتھوں میں کشکول اور سر پر ٹوکریاں اٹھائی ہوئی ہوں گی۔ نئے عالمی نظام کے دربار بال کے باہر کھڑے گدایانہ صدائیں لگا رہے ہوں گے اور منت کش ہوں گے کہ گزارہ اب بھی نہیں ہوتا۔ موٹر وے کے کناروں پر مٹی ڈلوائیں' مزدور جان کر مزدوری نہ دیجئے خدمت گزار جان کر خیرات ہی دیجئے' اللہ آپ کی زکوۃ قبول کرے گا۔ آپ کو قائم مقام کی بجائے عالی مقام بنائے گا۔ قومی اسمبلی میں جگہ دے گا' جنت تو شاید آپ کو پسند نہ آئے۔ ایک شوخ پوچھ رہا تھا' کیا یہ سچ ہے کہ ہمارے نئے وزیر اعظم گھر میں بھی قومی زبان میں بات نہیں کرتے کیا رائے دہندگان کی فہرست میں ان کا نام ہے۔ ان کے پاس حکومت پاکستان کا مذہب کے خانہ سے خالی شناختی کارڈ ہے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ دوسرے شوخ نے ڈانٹ پلا دی' ورنہ وہ تو بن پیئے ہی واہی تباہی بولے ہی جا رہا تھا۔ اتنی عقل بھی نہ تھی کہ بھلا اتنے بڑے عہدے پر متمکن

Marfat.com

فرد کو اپنی شناخت کی کیا ضرورت ہے اور ووٹ بالفرض اگر نہیں بھی بنا تو اب بنوانے میں کون سی دیر لگتی ہے۔ سیاست دان پوری قوم کو بنا سکتے ہیں تو ان کے نگران کیا کچھ نہیں بنا سکتے۔ زمام اقتدار ہاتھ میں ہو تو جو کوئی بھی ہو جس کو جو جی چاہے بنا دے۔

اپنے یہاں تو عام آدمی کو بھی یہ قدرت حاصل ہے کہ اچھے بھلے قانون ساز کو جب جی چاہے "لوٹا" بنا دے' جب دل میں آئے "لفافہ" بنا دے' تھانیدار تو اپنے علاقے کا جل جلالہ ہوتا ہے۔ سکول ماسٹر تک کو یہ قدرت حاصل ہے کہ اچھے بھلے لڑکے کو جب چاہے مرغا بنا دے۔ چنانچہ کل کلاں کو یہ خبر عام ہو جائے کہ صاحبانِ تلوار نے وعدہ انتخاب فرد اسے سیاست دانوں اور ان کی جماعتوں کو الو بنایا تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہو گی۔ اگر دین اسلام کے نام پر عوام الناس کو دھوکا دے کر ورغلایا جا سکتا ہے تو انتخابات کو منصفانہ' غیر جانبدارانہ اور دیانت دارانہ قرار دے کر کیوں بہکایا نہیں جا سکتا اور ذہنی طور پر بیمار کیے گئے معصوم افراد کو ان ہی لوگوں کو دوبارہ منتخب کرنے پر کیوں نہیں لگایا جا سکتا۔ جن کے سبب وہ بیمار ہو کر شعور سے عاری اور پتھروں سے بھاری ہو چکے ہیں۔ سنتے ہیں آئندہ انتخابات شفاف بھی ہوں گے۔ اتنے شفاف کے رائے دہندگان کو اپنے اپنے آئینے میں اپنا سا منہ نظر آئے گا اور وہ اپنے ہی عکس سے منہ لٹکائے پوچھ رہے ہوں گے تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے ووٹ کس کو دیا کتنے میں دیا اور کیوں دیا تمہیں کیا معلوم میں یوں ووٹ نہ دیتا تو میرے ساتھ کیا ہوتا تمہیں کیا خبر ان نمائندوں کے سرکار نے کتنے گناہ معاف کر رکھے ہیں' نہ کیے ہوتے تو دوبارہ کیوں منتخب ہو گئے ہوتے۔ پہلے دن ہی ان کے کاغذات نامزدگی رد نہ ہو گئے ہوتے۔ پورا یورپ اور احکم الحاکمین امریکہ تعالیٰ چیخ اٹھا کہ تمہارے نمائندے بھی منشیات فروش ہیں مگر جیسے اللہ نے اپنے دین میں شراب اور لحم خنزیر حرام کر رکھا ہے اسی طرح ہم نے بھی اپنے دین میں اپنے جسم پر جوں کا رینگنا اور اپنے ضمیر کا بیدار ہونا حرام کر رکھا ہے۔ شرم کے ساتھ تو ہماری سیاست کی کبھی آج تک بن نہیں آئی۔ آج جس کے خلاف صف آرا ہوتی ہے۔ کل اسی کی گود میں کھیل رہی ہوتی ہے۔

صبح دم اگر "گو بابا گو" کہہ کر بیدار ہوتی ہے تو سرِشام "لو بابا لو" کہتی ہوئی دراز ہوتی ہے۔ آج تک تو شاید اس لئے خیر رہی کہ کچھ سیاست نے ادائیں روک لیں ان

Marfat.com

کچھ قیامت نے ضبط سے کام لیا ورنہ سر محفل ہر کوئی تماشا بن گیا ہوتا۔

سیاست جو کل تک "فرنٹ فٹ" پر کھیلتی تھی اب "فرنٹ" بنا رہی ہے اور ایک بھی "فرنٹ" ایسا نہیں جس کی اگلی پچھلی اور درمیانی صفوں میں قیام پاکستان کے دیرینہ مخالف صف آرا نہ ہوں اور اصل مقابلہ جن پہلوانوں میں ہے ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو آمریت و عسکریت کی تلچھٹ نہ ہو۔ حکومت نے اپنی غیر جانبداری کو نمایاں کرنے کے لئے جو گل دستے مرکز اور صوبوں میں آراستہ کیے ہیں ان کی خوشنمائی پر تو شک نہیں مگر ان کی خوشبوئی ابھی تک مہک نہیں سکی۔ جن کی عمر عزیز ہی چار روز ہے انہیں آئے ہوئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں ہوئے کہ عوام الناس کا اعتماد اس صورت احوال سے ٹھیس کھانے لگا کہ یہ تو پھر ان ہی ازلی گروہ بندوں' حرص اقتدار کے مریضوں' بے اعتباروں' بداعتمادوں' ناشکر گزاروں' محسن کشوں اور معاشرہ دشمنوں کو دوبارہ اقتدار میں لانے کا سامان ہو رہا ہے اور نظام فطرت سوچ رہا ہے اس کوڑے کانی ہوں گے یا سو لگانے ہوں گے۔ ان پر پھٹکار پڑ گئی تو کہیں عروس اقتدار طلاق اور حق مہر بیک وقت نہ مانگ لے۔ نظریہ پاکستان کے یہ ناسور وحدت ملت کے یہ رقیب' اگر سیاست کے اولیا بنے رہے تو مادر وطن کی سینہ کوبی فرزندان وطن کیوں کر برداشت کر پائیں گے۔ یہ سیلاب بلا اگر پھر چڑھ آیا تو کون بند باندھے گا اور کون کشتی کھیے گا۔ کل کے مطعون و ملعون اگر آئندہ اقتدار کے فرعون و ہامان و قارون قرار پا گئے تو کون موسیٰ سامری کا جادو توڑے گا کس کی عصائے کلیمی جمہوریت کے ان اژدہوں پر اٹھے گی۔

حیرت ہے' یہ اعتراض تو ہو گیا کہ قائم مقام صدر نے حلف نہیں اٹھایا۔ مگر یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جن افراد نے سربازار اپنے حلف کی خلاف ورزی کی اسے رسوا کیا' ان کی کیا سزا ہے۔ جن کے حلف توڑنے سے ملک ٹوٹ جانے کے خدشات سر اٹھانے لگے ان کی اہلیت کے تقدس کو جس طرح ان کے طرز عمل اور کردار نے ذلیل کیا اس کے پیش نظر انہیں دی جانے والی سزاؤں کا بھی کوئی استحقاق ہے کہ نہیں۔ اگر یہ مکروہ صورت احوال نظام کی تربیت و پرورش کا حاصل ہے تو نظام کیوں نہیں بدلا جاتا اور اگر یہ نظام کی خلاف ورزیوں کی عطا ہے تو پھر اس کے مہروں کو کیوں نہیں بدلا جاتا۔ کیوں دریافت نہیں کیا جاتا کہ اپنی سیاست کا غرق ہونا پسند کرو گے یا دفن ہونا۔ اصل میں

Marfat.com

ہماری سیاست میں ہماری قیادت میں ہماری کار حکومت میں مولویت در آئی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر فتوے جاری کرتے رہنا ہماری عادت سی ہو گئی ہے۔ قائم مقام صدر نے حلف نہیں بھی لیا تو کیا ہوا انہیں کون سا اس مقام پر قائم رہنا ہے۔ اچھا ہوا نہ حلف ہو گا نہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو گا۔ اب تو ہمارے کسی بھی صدر کو کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں ہو گا کہ وہ "ان بریک ایبل" ہے۔ پھر جو حال اس معاشرہ میں حلف کا ہوا ہے اس سے بہتر تو حلف پر اللہ کا غضب نازل ہونا ہے۔

روز عدالتوں میں گواہ بے خوف و خطر یہ کہتے ہیں کہ اگر جھوٹ بولوں یا کوئی بات چھپاؤں تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اور پھر کسے نہیں معلوم کہ ان کا طرز عمل کیا ہوتا ہے۔ گزشتہ دنوں عدالت عالیہ کے روبرو کتنے عالی مقاموں نے یہی قسم کھائی اور پھر عدالت سے وہ لقب پایا جو عدالت نے دیا۔ وہی لوگ پھر عالی مقام ہونے کے متمنی ہیں۔ اس صورت حال میں اگر آئندہ کا اقتدار یا قیادت ان پر اللہ کا غضب بن کر نازل ہونے لگے تو کیا کوئی اچنبھے کی بات ہو گی۔ کون کہہ سکے گا کہ ان کے ساتھ وہ ہو گیا جس کے یہ حقدار نہیں تھے۔

روزِ آدم سے لے کر آج تک کوئی انسان اور روزِ ازل سے لے کر آج تک کوئی فرشتہ قانونِ فطرت کو نہ شکست دے سکا۔ نہ بدل سکا نہ ابد تک یا اس کے بعد بھی ایسا کر سکے گا۔ پھر آخر آج کا انسان کیوں اس کاوشِ لاحاصل میں مبتلا ہو گیا ہے اگر ان نامرادوں کو جو حالیہ قومی نامرادیوں کا باعث بنے جن کے باعث آئینی ادارے رسوا ہوئے۔ معاشرہ کا مال حرام قرار دے دیا جائے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اگر ان پر سیاسی لنگر لنگوٹے حرام کر دیئے جائیں اور عوام کو **"لا تقربوا هذه الشجرة"** کی تلقین کر دی جائے اور معاشرہ کو دینِ الٰہی کی روشنی میں رواں دواں کر دیا جائے' تو ابلیس ناراض ہو کر بھی کیا بگاڑ لے گا۔ زیادہ سے زیادہ امداد بند کر دے گا۔ ہر کوئی یقین کر لے کہ ابلیسانہ امداد بند ہو جائے تو فطرت اپنی رحمت سے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیا کرتی ہے اور فطرت کے خزانے اور قدرت کے وسائل امریکہ کی دولت کے خزانوں اور وسائل سے اتنے بڑے ہیں کہ نشان اعشاریہ کے بائیں طرف کھربوں صفر لگا دو پھر بھی نسبت بے نسبت ہی رہے گی۔ اللہ کی الٰہیت اور اسی کی حاکمیت کے نافرمان نہ کبھی آج

Marfat.com

تک بار آور ہوئے ہیں نہ ہوں گے۔ یہ کوئی اعتقادی یا عقیدتی مبالغہ نہیں ایک واضح حقیقت ہے۔ نگران حکومت اپنی زیرِ نگرانی سیاست کاروں کی پرورش کے لئے نہیں ان کی نگرانی کے لئے وجود میں لائی گئی ہے اور نگرانی اگر واردات سے نہ روک سکے تو ایسا سہو یا ایسی کوتاہی قابل معافی نہیں ہوتی۔ زمانہ اگر اپنی نقاہتوں کے باعث سرزنش نہ بھی کر سکے تو بھی نظام کائنات چوٹی سے پکڑ لیا کرتا ہے اور سیاست کی چوٹی پر اگر فطرت کا ہاتھ آ جائے تو تاج لڑھک جایا کرتے اور تخت چاہے تختِ طاؤس بھی ہوں ملک بدر ہو جایا ہی کرتے ہیں۔ جو ملک بدر ہو جائیں ان کا مقدر اس یتیم بچے کا سا ہوتا ہے جس کی ماں دودھ پلانے سے پہلے نہانے گئی ہو اور ڈوب مری ہو۔ نگران حکومت کا کام غلط کاروں کی نگہبانی نہیں ہے اور وہ نگرانی کیا ہوئی جس کے دوران نقب زن نقب لگاتے رہیں۔ قومی حمیت، قومی نظریہ، قومی غیرت لٹتی رہے، دشمن کے افکار چڑھتے رہیں۔ قومی تمدن کا متاع راہزنوں کا متاع غنیمت بنتا رہے اور نگرانوں کو یہ احساس بھی نہ ہو کہ انتخابات کے ساتھ اصل انصاف کی اقدار کیا ہوتی ہے بلکہ یہ احساس بھی نہ ہو کہ ملکی کرنسی کی قیمت اگر گرا دی جائے تو انسانوں کی قیمت از خود گر جایا کرتی ہے۔ عوام الناس اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ شاک ایکسچینجوں میں نہیں رہتے۔ وہ بے چارے روپے سے روپے کا کاروبار نہیں کرتے فقط اپنی محنت کے عوض پر گزارہ کرتے ہیں۔ قومیں نہ روئیدادوں پر زندہ رکھی جا سکتی ہیں نہ قومی خطابوں سے ان کی پرورش اور تربیت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور خطاب بھی وہ جو بلاوجہ و بلاجواز لاحق ہو گئے ہوں۔ نگران حکومت کا اولین فرض ان قومی مجرموں کی نگرانی ہے جن کی افتادِ طبع کے باعث وہ حالات پیدا ہوئے جن کے پیش نظر نگران حکومت وقوع پذیر ہوئی۔ اگر اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تو اشیا کی برآمدگی کی بجائے اغیار کی درآمد کو فروغ ہو گا اور پاکستان اغیار سے آزادی کی بجائے اغیار کی غلامی کے لئے قائم رکھا گیا ملک کہلانے لگے گا اور بیرونی سرمایہ کاری کے وہ بیج جو سابقہ حکومت نے بوئے مگر کھاد نہ ڈال سکے۔ از خود بیج کاری کے لئے اگنا اور پھلنا پھولنا شروع کر دیں گے اور کوئی نئی ایسٹ کمپنی کی طرح ویسٹ پاکستان کمپنی ہاتھ دکھا جائے گی اور پاکستان کی دسترس میں ہیروئن کی پڑیوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں رہ جائے گا۔

Marfat.com

نگران حکومت اس غلط فہمی میں بھی نہ رہے کہ اس کا قیام کی طرح اس کا انجام بھی عارضی ہو گا' نہیں جو ذمہ داری تاریخ ڈالا کرتی ہے' وہ تاریخ تحریر کر لیا کرتی ہے اور کبھی فراموش نہیں کیا کرتی۔ جس طرح آئندہ نسلوں کی تربیت کی ذمہ داری آج کی نسلوں پر ہے اسی طرح آئندہ حکومت کی تربیت کی ذمہ داری آج کی نگران حکومت پر ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں۔ آئین نے موجودہ نگران حکومت کو اقتدار ہی نہیں دیا اختیار بھی دیا ہے۔ اختیارات کا عدم استعمال بھی اختیارات کے غلط استعمال کی طرح بڑا مہلک گناہ کبیرہ ہوتا ہے اور تاریخ اگر اپنی تحریر کو سنہرے حروف میں نہ لکھے تو اس کے کرداروں کے چہرے سیاہی سے لتھڑ جایا کرتے ہیں اور تاریخ تصویریں نہیں دکھایا کرتی وہ تحریریں پڑھایا کرتی ہے جو ہاتھوں کی لکیروں میں بسی ہوئی ہوں۔ نگران حکومت کے ہاتھوں میں اختیار کوئی نور جہاں کے ہاتھوں میں کسی جہانگیر کے پکڑوائے ہوئے کبوتر نہیں کہ اڑ گئے تو جہانگیر عاشق ہو جائے گا۔ لہٰذا نگران حکومت کا فرض ہے کہ کوئی نااہل کوئی ناکردہ کار کوئی بداعمال کوئی لٹیرا کوئی دہشت گرد کوئی منشیات فروش حتیٰ کہ کوئی ایسا شخص جو آئین پاکستان کے آرٹیکل باسٹھ یا تریسٹھ کی زد میں آتا ہو منتخب نہ ہونے پائے۔ آئندہ کی زمام کار حکومت و سیاست' دانش ور' دیانت دار' ماہر شرفا کے ہاتھ میں جائے کوئی ملک دشمن پا بہ رکاب نہ ہونے پائے۔ اس قوم کو اگر اب بھی ان کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحیح و صالح پیروکار' احکام الہٰی کے پابند عبدہ میسر نہ آئے تو ڈر ہے کہ قوم کہیں خود کشی نہ کر لے۔ اب مقتدر حضرات خود سوچ لیں کہ ان کے کندھوں پر کتنی بڑی ذمہ داری ہے جو آزادانہ' منصفانہ' غیر جانبدارانہ جیسی غیر شفاف لفاظی سے نبھائی نہیں جائے گی۔ معاشرہ کے ساتھ انصاف نہ ہوا تو معاشرہ دو ہتڑوں کے ساتھ ماتم کرے گا اور شاید کچھ اور بھی۔ اس لئے Caretakers! Please Be Careful

۳۱ جولائی ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا"

آمریت و لادینیت کا جایا اور جائی اپنی اپنی سیاسی کمائی کے بل بوتے پر اپنی انتخابی مہم کمیشن پر اٹھا چکے تو الیکشن کمیشن کو طلب ہوئی کہ اسے منصفانہ انتخاب کے انعقاد کے لئے تجاویز پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے ہر عہدہ طلب مہم جو وہی تجویز پیش کرے گا جو اس کی انتخابی فتح کی ضمانت بن سکے اور ہر ایسی ترمیم کا طالب ہو گا جو اس کی منفعت اور اس کے رقیب کے ضیاع کا باعث ہو۔ ان تجاویز کی بعد از غور منظوری کے بعد تو ہو سکتا ہے کہ مجوزہ منصفانہ انتخاب کے نتائج نصف نصف ہو جائیں مگر یہ کسی صورت بھی امکانی نہیں ہو گا کہ عوام الناس کے ساتھ انصاف ہو جائے اور وہ حضرات جو اپنے سرمائے اور دہشت گردی کے بل پر مسلط ہو چکے ہیں اپنے کیئے کی سزا پائیں۔ ناکامی ان کا مقدر ہو جائے اور وہ سیاست جو ان لوگوں کے فکر و عمل کے باعث رسوا ہو چکی معدوم ہو جائے' ملکی سیاست میں ملک دشمن سیاست دانوں اور قیام پاکستان کی مخالف سیاسی جماعتوں کے علاوہ آمریت کی نو دریافتوں نے وہ گل کھلائے کہ آئندہ انتخابات کی نگرانی کے لئے ملک کے بے نام گوشوں حتیٰ کہ بیرون ملک سے عالمی سرمائے کے تعلق داروں میں سے غیر جانب دار تلاش کرنے پڑے۔ جن لوگوں نے ملکی سرمایہ بیرون ملک آباد کر رکھا ہے وہ امیدوار بن کے اور ملکی سیاست و حکومت عالمی اور بین الاقوامی بینکوں سے امداد کے سہارے ملکی معیشت کو آزاد کروانے کی امید سے ہو اپنے اپنے ابطان پھیلانے لگی ذہنی افلاس میں مبتلا کرنے کے بعد روز افزوں مہنگائی اس انداز سے برپا کی گئی کہ آئندہ انتخابات میں ووٹ کی قیمت فی ووٹ دو روٹی تک گر جائے اور جو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اس کی صندوقچی ووٹوں سے بھر جائے۔ انتخاب اگر رائے دہندگان کے لئے عادلانہ نہ ہو تو ان کی بلا سے۔ ایوانِ اقتدار میں "بوم بسے یا ہما" ہے اگر امیدواری فقط نااہلوں کے نام ہی تحریر ہونا ہے' بیلٹ پیپر پر اگر "بلٹ" نے ہی حاوی ہونا ہے ووٹ کی پرچی نے

Marfat.com

اگر لفافہ تھامے امیدوار سے یہی کہنا ہے کہ اس ہاتھ دو اس ہاتھ لو۔ اگر حقِ نمائندگی کا وہی معیار قائم رہنا ہے جو قانون شکن حضرات کو قانون ساز بنا دینے کا باعث رہا تو وہ کون ہے اور کہاں ہے جو ان انتخابات کو عادلانہ قرار دے گا اور وہ کون ہے جو ملکی سیاست کا منہ کالا ہونے سے محفوظ رکھ سکے گا۔

اگر یہ تسلیم ہے کہ پیغمبرِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ عہدہ طلب کو عہدہ مت دو کہ وہ خائن ہوتا ہے امانت اس کو لوٹاؤ جو اس کا اہل ہے تو پھر عہدہ طلبی اور اس کے لئے مہم جوئی کا مروجہ نظام کیا فرمانِ پیغمبری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریحاً خلاف ورزی نہیں ہے' کیا اس کی سزا متعین نہیں ہے' کیا اس کی سزا نہیں ملے گی' کیا اس نظامِ انتخاب کے سائے میں ہم اپنی زندگیاں احکام الٰہی کے مطابق ڈھال سکیں گے' کیا قیامِ پاکستان کے تقاضے پورے ہو رہے ہوں گے' کیا قراردادِ مقاصد ہمارا ماتم نہیں کرے گی ہم اپنے مستقبل کی متوقع روشنیاں اندھیروں کے سپرد نہیں کر رہے ہوں گے' کیا مروجہ آئین کے تقاضے پورے ہو رہے ہوں گے۔ ملک بھر میں اگر ایک بھی آئینی طور پر نااہل شخص کے کاغذات نامزدگی منظور کر لئے گئے تو کیا الیکشن کمیشن قوم کے ساتھ انصاف کر رہا ہو گا اور ایسے انتخاب کو منصفانہ کہا جا سکے گا۔ وہ قومی و صوبائی نمائندے جو اپنی حفاظت کے لئے مسلح بدقماشوں کو متعین کرنے کی سیاست کی شاہراہوں پر تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جوان ہوئے ہیں' گنگناتے دندناتے پھرتے رہے ہیں۔ اگر دوبارہ میدان مار گئے تو کیا انصاف ہو پائے گا۔ عدل کا بول بالا ہو گا یا ہر ادارے کے ہر رکن کی بولی بالا ہو جائے گی۔ مطالبہ یہ بھی ناجائز نہیں کہ جو لوگ قرض معاف کروا کر ملکی معیشت کو ہاتھ دکھا گئے نااہل قرار دیئے جائیں لیکن جو بدنام زمانہ کمیشن خور د منشیات فروش ہیں ان کے متعلق کمیشن کا کیا خیال ہے کیا وہ اہل ہیں وہ جن کے اہل و عیال تعمیراتی رقوم کے اصراف کے ٹھیکیدار بن گئے۔ قبضہ گروپ کہلوانے لگے اگر پھر سے منتخب ہو گئے تو کیا پاکستان فلاحی ریاست بن جائے گا۔ سابقہ منتخب نمائندے نے وہ وہ سبق سیاست کو پڑھائے ہیں کہ ہر نمائندوں نے قوم سے اسے منتخب کرنے کا تاوان وصول کرنا اپنا روز مرہ بنا لیا تھا اگرچہ آہستہ آہستہ سیاست کی آنکھیں کھلنے لگی ہیں لیکن اب یہ جب "آنکھ کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا" کے مصداق ہو گا۔

Marfat.com

یہ کرموں ماری پچھتائے گی تو ضرور ہی مگر چڑیاں کھیت چگ چکی ہوں گی۔ کرنسی کی قیمت میں کمی کے بعد دوسرا وار پہلے سے بھی زیادہ بھرپور ہے۔ مگر یہ زخم آپریشن کے زخم کی طرح بے سدھ کر کے لگایا گیا ہے اور نئے عالمی نظام کی سیاسی سرجری اپنا کمال دکھا گئی ہے۔ گلگت اور چترال کے علاقہ میں آغا خانی عمل دخل کو مزید متحرک کر کے آزاد کشمیر کی عدالتوں سے اس علاقہ کے متعلق فیصلہ صادر کروانے کے بعد پاکستان کی خاموش بے حکمت' بے عملی کے سائے میں یہ اعلان کہ کشمیر کے متعلق پاکستان کا موقف اتنا لچک دار ہے کہ اہل کشمیر اگر چاہیں تو اسے دوہرا بھی کر سکتے ہیں اور سابق وزیر اعظم کی ایک سابقہ تقریر کو امریکہ ساختہ عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے کوئی کم تیز دھار اور پیچدار نہیں ہے۔ پاکستان کے نئے امریکی نژاد حکمران اس انتظار میں ہیں کہ آئندہ انتخابات میں کچھ سیاسی جماعتیں یوں سدھ جائیں کہ پولنگ بوتھ پر دین اسلام اور جمہوریت میں فکری جنگ برپا ہو جائے۔ اسلام پسپا ہو جائے اور جمہوریت کو فتح کامل حاصل ہو جائے تاکہ اسلام کو پاکستان بدر کر دینے کے بعد وسط ایشیا کی ریاستوں کو لادین بنانے کیلئے تو تعمیر کردہ موثر دے استعمال کئے جا سکیں۔ سرزمین پاکستان پر جمہوریت کے ہاتھوں دین اسلام کی شکست کے بعد پاکستان کا وجود پاکستانیوں پر اتنا بھاری کر دیا جائے گا کہ ہر شہری کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

پورا کشمیر مکمل طور پر ایک آزاد ریاست بن گیا تو پاکستان از خود نامکمل ہو جائے گا اور یوں محسوس ہو گا جیسے کسی مغرب زدہ مشرقی باپ نے اپنی منتوں مانگی اور نازوں پالی بیٹی کسی غیر مسلم غیر پاکستانی سے بیاہ دی ہو اور وہ بھی فقط ڈالر کا چڑھتا ہوا بھاؤ دیکھ کر۔ سیاست پاکستان کو جس طرح امریکی پرکاری اور پاکستانی کوتاہ اندیشی نے لادین کیا وہ نئے عالمی نظام کے لئے کوئی کم تر معرکہ نہیں۔ جہاد افغانستان کو جو ضرب معاہدہ جینوا نے لگائی وہ دنیائے اسلام کے قلب و ذہن کو بیک وقت ماؤف کر گئی اب اگر پاکستان میں نظریہ پاکستان بن آئی موت نہیں مرتا تو نئے عالمی نظام کے دست و بازو آزاد نہیں ہوتے۔ بات اگر صرف جنوبی ایشیا تک ہی محدود رہتی تو پنجاب کو غلام حیدر وائیں' آزاد کشمیر کو عبدالقیوم اور نواز شریف کو ولی خان عطا کئے رکھنا ہی کافی تھا۔ سندھ کے لئے الطاف' فاٹا کے لئے ہیروئن' بلوچستان کے لئے وزراء کی اعلٰی ہیرا پھیریاں' اگرچہ ناکافی تھیں لیکن

Marfat.com

پنجاب اگر سندھ کو پنجاب کا پنجند مہیا نہ کرے تو سندھ کا سواستکا کی جانب بہہ نکلنا روکا نہیں جا سکتا۔ نہ تنہا سندھ کو سندھ کی سیرابی کے لئے کافی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ جملہ موسموں کی سرسبز و خوشحال زمین کو سیاست کی دوزخی طبع نے یوں سیاست کا صحرا بنا کر رکھ دیا کہ جدھر دیکھو گرم ریت میں دبی ہوئی سسی کا پلو یوں لہلہا رہا ہوتا ہے جیسے یہ کسی شکست خوردہ فوج کا پرچم ہو۔ پنوں اسے تھامے زمین میں دھنسا جا رہا ہو اور چلا رہا ہو یا شاہ عبداللطیف بھٹائی تیرے دیس میں سسی کو چاہنے کی مجھے یہ سزا تو نہیں ملنا چاہئے تھی۔ بالخصوص جب بلوچستان کوئی علیحدہ سلطنت نہیں تھی۔

اب تو میرا تیرا وطن ایک ہی وفاق کے جزو ہائے لاینفک تھے۔ جسے ہندو کی زبان میں اٹوٹ انگ کہتے ہیں۔ اگرچہ پتھر کو تراش کر خدا بنا لینے کی خصلت کسی بھی رشتہ کو اٹوٹ گردانے کی عادی نہیں ہوتی اور اس خصلت کو خوگر پہلے مشرقی پنجاب پھر جونا گڑھ' پھر حیدر آباد' پھر مشرقی پاکستان لے جا کر بھی باقی ماندہ پاکستان کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے میں لگا رہتا ہے۔ وہ تو دینِ اسلام اور سوشلزم کا مقابلہ تھا کہ تم نے ہم ادھر تم ادھر کہہ کر آدھا پاکستان گنوا اور باقی کا نصف بزعم خود بچا لیا۔ اب کے معرکہ اگر دین اسلام اور جمہوریت میں ٹھہر گیا تو کون تمہیں ادھر ادھر ہونے دے گا اگر سیاست کی چشم نابینا نہ ہوتی تو جان گئی ہوتی کہ جس مملکتِ خداداد کی نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نظامِ اسلام کی علمبردار جماعتیں بھی جمہوریت کے استحکام کے بول بڑبڑا رہی ہوں وہاں حاصل انتخاب کیا ہونے والا ہے۔ دین اسلام کی بنیادیں قدروں کو جمہوریت اور سوشلزم کی بیساکھیوں کے سہارے بندوں کی حاکمیت ہی نہیں ان کی الہیت کو بھی استوار کرتا ہوا آئین اپنی عملداری میں قیام پاکستان کی مخالف مذہبی جماعتوں کو سیاست گری کی تربیت دے گا۔ تو کیا دینِ اسلام محکم ہو جائے گا۔ صد حیف! کہ پاکستان میں دینِ اسلام جمہوریت و لادینیت سے شکست کھا گیا اور ہندوستان میں مسلمان عورتیں ہندو مردوں سے شادیاں کرنے لگ گئیں۔

گویا ہر مسلمان کے اندر کی بابری مسجد مسمار ہو گئی۔ کعبہ نے صنم خانوں کو دیویاں مہیا کر دیں۔ ہر چند کہ فطرت ساتھ ساتھ سزا بھی دے رہی تھی اور خبردار بھی کر رہی تھی۔ ایک آمریت ساختہ جمہوریت نواز وزیراعظم نے نئے عالمی نظام کی خوشنودی

Marfat.com

حاصل کرنے کے لئے پارلیمان کے چمکیلے فرش پر دوران خطاب یہ اعلان کیا کہ وہ بنیاد پرست نہیں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کسی زمانہ گزشتہ میں ایک دینِ الٰہی کا موجد اکبر اعظم تھا اور وہ زمانہ حال کے شریعت زیرِ دست آئین کے مصنف ہیں۔ اللہ نے نہ صرف عہدہ سے دست برداری د موقوفی مقدر کر دی بلکہ ان سے ان کی سیاست کی بنیاد بھی چھین لی بلکہ وہ "ہتھ ٹھوکا" بھی ناکارہ کر دیا جسے میاں چنوں اپنی زبان میں ازراہ مذاق غلام حیدر موسوم کیا کرتا تھا کہ جتنا علم اللہ نے حضرت علیؓ کی دسترس میں دے رکھا تھا فطرت نے اتنی ہی بے علمی اس کا اثاثہ قرار دے دی تھی۔ ایک نئے دینِ الٰہی کا مصنف ہمارا ساتھی وزیراعظم اس گمان میں گرفتار کر دیا گیا ہے کہ الٰہی شجاعت اس کے ساتھ ہے۔ حالانکہ یہ وہ وہم ہے جس کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا جو کوآپریٹو کے مال کے لئے "کوآپریٹ" کر رہا ہو۔ اس کی مالی دوستی کا کیا اعتبار کب پرویز ہو جائے۔ سنا ہے مہینوال نے جو برتن سوہنی کے باپ کی دکان سے خریدے تھے' ان میں اکثریت لوٹوں کی تھی یا چند ایک تھالیاں تھیں جن میں آخری دنوں میں وہ بینگن سجا کر رکھا کرتا تھا' نہ معلوم کیوں اب اگر کرنا خدا کا یوں ہو گیا کہ حامد اور بے نظیر ایک ہو گئے اور پیر پگاڑا اور نواز شریف دوسرے کچھ دینی جماعتیں لادینوں کے ساتھ مل گئیں اور کچھ دینداری کے پردے، میں لادینی کا سالن پکارتی رہیں تو امریکہ کا نئے وسط ایشیائی نظام کا منصوبہ پھر بھی کامیاب تو ہو جائے گا۔ مگر ہاتھ کی صفائی مخدوش ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے عسکری تضاد فکری یا امن و امان قائم رکھنے میں ناکامی کو بہانہ بنا کر انتخابات ملتوی کرنا پڑیں اور مروجہ بے وردی سیاسی مارشل لاء کی کیفیت طویل علاج طلب مرض کی سی ہو جائے۔ حکومت سیاست دانوں سے چھن چکی قومی حکومت کا مطالبہ کرنے والے امریکی قومی حاکم کی نگرانی میں دے دیئے گئے جیسے کوئی مغرب پرست ترقی پسند اپنے بچوں کے لئے غیر ملکی گورنس لے آئے اور بچوں کے انگریزی بول چال سیکھ جانے پر یوں خوش ہو رہا ہو جیسے کسی جاگیردار کو تاج برطانیہ نے کسی خطاب وفا سے نواز دیا ہو۔

اہل کشمیر کو "آپشن" اور نااہلیان پاکستان کو عالمی بینک اور عالمی مالیاتی اداروں کی عنایات کا میسر آ جانا اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ نئے عالمی نظام نے پاکستانی "لنگر" ابھی تندرست ہیں۔ اگر انہیں آکسیجن ملتی رہی تو یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتے رہیں گے۔

Marfat.com

وزیر اعظم نے واضح موقف اختیار کیا ہے کہ اگر چہ ان کی حیاتِ فانی کا جاوداں حصہ بیرون ملک ہی صرف ہوا ہے تاہم وہ پاکستان میں ہی مریں گے اور سیاست کے قبضہ گروپوں سے اگر کوئی پلاٹ بچ نکلا ہو تو دفن بھی یہیں ہوں گے کیونکہ ان کے پاس فقط پاکستان کا ہی پاسپورٹ ہے۔ گویا یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت پیر پگاڑا بھی سچ نہیں بولتے۔ تاہم دعا ہے کہ نگران وزیر اعظم مزید طویل زندگی پائیں تاکہ وہ آئندہ انتخابات کی مادر پدر آزادی دیکھ سکیں' دین کا جنازہ پڑھوا سکیں۔ لادینی کی برات میں شامل ہو سکیں۔ یہ بھی سنا ہے کہ سابق صدر سے ایوانِ صدر خالی کروایا جا رہا ہے شاید اس لئے کہ متروکہ عالمی نظام نے متروک ہونے سے پیشتر ایوانِ صدر کو صدر سے خالی رکھنے کی ضمانت دے رکھی تھی اور آٹھویں ترمیم خلف اٹھائے ہوئے ہے کہ پاکستان کا آٹھواں صدر بھی درآمد کیا جائے گا۔ ابھی تو نئے عالمی نظام کی آمد آمد ہے اور ایک زرعی ملک میں مفت کی گھاس پر پلنے والی بکری کا گوشت بعد از مرگ ۸۰ روپے کلو بک رہا ہے۔ یہ نظام آ چکا تو ماہر معاشیات سے دریافت کرنا چاہیئے لحم آدم کا فی کلو بھاؤ کیا ہو گا۔ پاکستانی انتخابات کی نگرانی کے دوران اللہ اس ماہر معاشیات کے تجربہ کو اور وسیع کرے اور انہیں پھلوں' سبزیوں اور دیگر ضروریات زندگی کے علاوہ دواؤں کی قیمتوں سے بھی آگاہی ہو کہ اب صرف سابقہ اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ منشیات فروشوں کے وسائل ہی انہیں خریدنے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ مہنگائی کے متعلق سوال کا جو جواب وزیر اعظم نے اپنی نگرانی میں دیا وہ متوسط طبقہ کے افلاس زدہ پیٹ پر دوہتڑ مارنے کے مترادف ہے۔ فرمایا روپے کی قیمت کم ہو گی تو برآمدات بڑھیں گی بالآخر عوام کی آمدن بڑھے گی۔ کس کم بخت کو یہ خبر تھی کہ ماہر معاشیات بھی "وائیں" کا سا جواب دیں گے۔ حضور! آدمی سستا ہو جائے تو اشیاء مہنگی ہو جاتی ہیں اسے مہنگا کر دیں تو اشیا از خود سستی ہو جائیں گی۔

۴ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"

حریصانِ اقتدار نے الیکشن کمیشن کے دربار عالی مدار میں تمام وہ تجاویز پیش کیں جن کی منظوری ان کی انتخابی تقویت کا باعث ہو سکتی تھی۔ جو بے غرض اصلاح طلب تھے واک آوٹ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کسی سیاست دان یا سیاسی پارٹی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ہاتھ جوڑ کر ہی سہی' عرض تو کرتا کہ حضور ناراضگی و گستاخی معاف' اہلیتوں اور نااہلیتوں کے متعلق آئینی ضمنات پر عمل کرانا آپ حضور کی آئینی ذمہ داری ہے۔ چاہے یہ ضمنات آٹھویں ترمیم کا حصہ ہی ہیں۔ لیکن ارتقائی سیاست کے لئے ان پر حرف بحرف عمل کرنا ضروری ہے ورنہ تمام تر سیاست مزید بدکار ہو جائے گی اور شرافت و دانش جس نے ۱۹۷۰ء تک گھونگھٹ نکالے رکھا اور بعدہ چادر تان لی۔ سورۃ یسین سنانے والی ہو جائے گی اور آئندہ کے انتخابات کی تقدیر نہ صرف حسب سابق ہو گی بلکہ سسکیاں اور ہچکیاں لیتے ہوئے معاشرے کے سوا اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ کشمیر اگر امریکہ سے راضی بہ رضا ہو گیا تو ظاہر ہے دفاعی قوئ کا تین چوتھائی غیر ضروری ہو جائے گا۔ زراعتی توانائی کا ذرہ ذرہ ذروں کو لوٹاتا ہو گا۔ درآمدات برآمد اور برآمدات درآمد کرنا ہوں گی۔ خاندانی منصوبہ بندی کی صنعت کو فروغ ہو گا۔ بغیر دیکھے بھالے پیدا ہونے والوں کے لئے علیحدہ بندوبست ہو گا۔ خوراک میں فصل کم اور کھاد زیادہ ہو گی۔ قریب المرگ دائمی مریضوں کو شفا خانے لے جانے کے لئے پختہ سڑکیں تعمیر ہو گی۔ پاکستان کا ذہنی اور روحانی افلاس وسط ایشیا کی ریاستوں کو سپلائی کرنے کے لئے موٹر وے کا استعمال بہت مفید گردانا جائے گا۔ درون و بیرون ملک سے بعد از تلاش کامران و کامیاب سیاست کے جو غسال لائے گئے ہیں انہیں سیاست کا کفن فروخت کر دینے پر اکسایا جائے گا۔ سیاست کی جو نیم جانی نگرانی کے نکاح میں آجائے گی اسے سکرٹ پہننے اور اس کے علاوہ محض انڈر ویئر پر گزارہ رکھنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ نگرانوں کی نگاہوں

Marfat.com

سے زیادہ ان کی سنبھالی ہوئی وردیوں میں چمک ہو گی۔ بے نظیر والی چمک نہیں۔ چندھیا دینے والی چمک جو بٹنوں میں بھی ہوتی ہے اور بوٹوں میں بھی آئین کے اہلیت و نااہلیت سے متعلقہ ضمنات پر تو ان کا مصنف بھی عمل نہ کروا سکا اور اس کا اعلان پشاور والا پروگرام بن کھلے ہی مرجھا گیا یوں آئینی رو سے نااہل افراد پارلیمان میں ڈیسک بجانے لگے اور تعمیری سیاست کی نہ صرف ڈسک ہی مجروح ہوئی بلکہ کمر ہی ٹوٹ گئی۔

بعد از خرابیٔ بسیار اور گناہ ہائے صد ہزار اب سیاست الیکشن کمیشن کو مشورے دینے نکلی ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہے گا کہ جہاں لا الہ الا اللہ کی حکمرانی ہو وہاں دیگر الٰہ نہیں ہوتے۔ جہاں عہدہ طلبی ہو وہاں خیانت کا ڈیرہ ہوتا ہے' جہاں اس کے لئے مجم جوئی ہو وہاں سرمائے کے دیوہائے استبداد ہوتے ہیں۔ اطاعت کم اور خوشامد زیادہ ہوتی ہے۔ اقتدار انتہائی فریبی اور اس کے رقیب اسی کے قریبی ہوتے ہیں۔ حقائق کی صداقت کو مخفی رکھنے کے پورے اہتمام کے ساتھ باطل و باطل میں رسہ کشی شروع کروا دی جاتی ہے۔ قانون ساز قانون کی دیانت سے غیر آگاہ ہو کر نت نئی عدالتیں وجود میں لانا شروع کر دیتے ہیں۔ انصاف کے صداقتوں سے تمام رشتے منقطع ہو جاتے اور دروغ سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ عدالتوں سے زیادہ انتظامیہ کی دہشتوں سے خوف آنے لگ جاتا ہے بلکہ ان سے زیادہ دہشت گردوں کا احترام ہونے لگتا ہے۔ مجرم عدالتوں میں یوں سینہ تان کر پیش ہونے لگتے ہیں جیسے مجاہد وطن واپس لوٹ رہے ہوں۔

جس دن سے پھانسی نے سابق وزیر اعظم و سابق صدرِ پاکستان کا گلا دیکھا ہے۔ مجرموں کی نظر میں پھانسی کا احترام بڑھ گیا ہے اور جو کوئی انصاف کرنے لگتا ہے مکھیوں کے زہر بھرے ڈنگ اسی کے مشتاق ہو جاتے ہیں اور پھانسیوں کی تو ہمہ وقت رال ٹپکتی رہتی ہے۔ پیٹ بھر خوراک ملتے رہنے کے باوجود ان کی تسلی نہیں ہوتی مگر کیا کیا جائے اب ہر گلا کسی وزیر یا وزیر اعظم کا گلا تو ہونے سے رہا اور پھر پلاٹوں پر قبضے ان کی ناجائز بندر بانٹ کمیشن خوری یا رشوت ستانی' ذخیرہ اندوزی کر کے بھاؤ بڑھانے' یا کسٹم ڈیوٹی کی کمی بیشی سے دولت کے ذخیرے لگا لینے کی سزا موت تو نہیں ہوتی۔ رہا خدا کی حاکمیت سے انکار تو پاکستان میں وہ کوئی لائق تعزیر فعل نہیں' نہ ہی یہاں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انحراف میں از روئے قانون کوئی توہینِ رسالت مضمر ہوتی ہے۔ قیامِ

Marfat.com

صلوٰۃ سے مراد اگر کوئی احکام الٰہی کی پابندی قرار دے تو آئین و قانون کا دماغ ابلنے لگتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ بیٹھے کہ شرح نہیں شرع نافذ کرو۔ تمام شرحی اختلافات از خود مٹ جائیں گے۔ تو سیاست کیا اور بھی کئی تیور ہیں۔ جن کے بل سنبھالے نہیں جاتے اگر کہو اسلام میں فرقہ بندی ممنوعہ ہے۔ یہ تو وحدتِ ملت سے وحدتِ انسانیت کی راہیں اجاگر کرتا ہوا دین ہے تو دلیل آتی ہے۔ یہ محض بگھارنے کا فلسفہ ہے اس پر عمل ممکن ہی نہیں۔ صحیح راہ یہی ہے کہ تمام فرقوں کو تحفظ دے دیا جائے اور ہر فرقہ کا دین اس کا نجی معاملہ قرار دے کر جان چھڑائی جائے۔ جو سجدے کی اجازت دے دے جانو اس نے اسلام کو آزاد کر دیا۔ سیاست نے حقائق کی تلاش کی بجائے جنسی بلوغت کو شعوری بلوغت قرار دے دیا اور جو شادی کے قابل ہو گیا قانون کی نگاہ میں اہل الرائے قرار پا گیا اور کسی نے نہ سوچا طوائف کے کوٹھے پر جانے اور قانون ساز اداروں میں جانے کی اہلیتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔

"دیر میرا گھوڑی چڑھیا" گا کر انتخابی مہم کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ پھر معاشرہ کے "رابن ہڈ" اگر قانون ساز گردان لئے جائیں تو سیاست کے بازاروں میں نیرو کی بانسریوں کی مانگ از خود بڑھ جایا کرتی ہے۔ جن سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو یہ بھی شعور نہیں کہ الیکشن کمیشن قانون ساز ادارہ نہیں "قانون ساز سازی" کا ادارہ ہے اور وہ ایسی تجاویز پیش کر رہے ہیں جن پر نئی قانون سازی یا آئین میں ترمیم کئے بغیر عمل ممکن ہی نہیں۔ ان سیاسی کینسر کے مریضوں کو کہاں بھیجیں جن کی سیاست کا کعبہ ہی آج تک دریافت نہیں ہو سکا اور وہ بغیر یہ جانے یا دریافت کئے ہوئے کہ سورج کدھر سے نکلتا ہے ہر چڑھتے سورج کی پوجا پاٹھ کئے جا رہے ہیں۔ گنگا نہانے جائیں تو لبِ فرات پہنچ جاتے ہیں۔ جمنا پکارے تو دجلہ کی طرف بھاگ نکلتے ہیں۔ امریکہ کے نئے عالمی نظام کے دونوں ہونہار برخوردار سیاست دان امریکہ کی تسلی کے لیے ہر دوسرے تیسرے یہ اعلان کر دیتے ہیں ہم کسی مذہبی سیاسی پارٹی سے اتحاد نہیں کریں گے کیوں؟ اس لیے کہ یہ واضح ہدایت ہے کہ آئندہ انتخابات کو دینِ اسلام اور جمہوریت میں معرکہ قرار دے کر سرزمین پاکستان پر ہی دینِ اسلام کو شکست فاش دلوانا مقصود ہے تاکہ نئے عالمی الحاد کے مبلغ یہ دلیل لا سکیں کہ دیکھو پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الااللہ کہنے والے لوگ دین

Marfat.com

اسلام سے منحرف ہوگئے ہیں۔ انہوں نے دینِ اسلام کو ترک کرکے دین جمہوریت بنالیا ہے۔ لہٰذا ابلیس کو وہ موقف اختیار کر لینے میں کوئی باک نہیں جو اس نے مفکرِ پاکستان کی تخلیق کردہ نظم بعنوان "ابلیس کی مجلس شورہ" میں اختیار کیا تھا۔ وہ اذانیں جو کبھی یورپ کے کلیساوں میں اور کبھی افریکہ کے صحراوں میں دی جاتی تھیں اپنے موذنوں کو ترس گئی ہیں۔ اب زمانہ ترقی کر چکا ہے۔ اذان کی ٹیپ بھروالی اور ڈش انٹینا والوں کو گھر بیٹھے سنوادی جیسے قائدِاعظم کے قائم مقام سربراہِ مملکت نے انتخابات کا صراطِ مستقیم باتوں ہی باتوں میں غیر جانبدار اور منصف طبع' پانی ملے دودھ کی طرح شفاف بیان فرمادیا اور قائدِاعظم کی تصویر پس پشت مسکراتی رہی۔

کوئی سیاسی جماعت یا کوئی سیاست مارا تجویز کرے یا نہ کرے اہل کمیشن کا یہ منصبی فرض ہے کہ وہ لگی لپٹی کی پروا کیے بغیر حکم جاری کریں کہ کوئی ریٹرنگ افسر اگر کسی ایسے شخص کے کاغذات نامزدگی منظور کرے گا جو از روئے آئین و انتخابی قوانین نااہل ہو اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی کیونکہ قوم اب مزید سزا کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ حیرت تو یہ ہے کہ ازراہِ آئین و قوانین مروجہ جن لوگوں کو زیرِ سزا ہونا چاہیے تھے۔ وہی لوگ مراعات یافتہ ہیں جیسے وطن سے غداری کے صلے میں آج کے نام نہاد قومی نمائندوں کے اب وجد تاج برطانیہ کے خطابات یافتہ تھے باقی کچھ وہ ہیں جن کی دولت پر "سینڈ ہرسٹ" کی تربیت کی طبیعت آگئی اور ان بدبختوں نے سیاست کا احاطہ کرنے کی بجائے احاطوں کی سیاست کو رواج دیا اور ہوسٹلوں اور ہوٹلوں کی راتیں جگمگا اٹھیں۔ وہ وہ داستانیں مرتب ہوئیں کہ عریاں نگاروں کے قلم اپنی سیاہ رخی کا بھرم رکھنے کے لئے نئی سرخیوں میں ڈوب ڈوب گئے۔ قرض کی مے تو رنگ لایا ہی کرتی تھی۔ قرض کی ملوں نے بھی دھوم مچائی کہ معیشت اس نئی صنعت کے ہاتھوں دم توڑنے لگی جس کی نبضیں ٹٹولنے کے لئے بیرون ملک سے ملک کے ماہرین معاشیات واپس بلانے پڑے اور پچگان سیاست ایسی سیاسی دکانوں پر جانے کے لئے ضد کرنے لگے جہاں چابی سے چلنے والے سیاسی کھلونے بکتے ہیں اور الیکشن کمیشن نے دعوت دے دی کہ کسی اور دکان پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وعدہ کرو کہ دھاندلی کا الزام نہیں لاؤ گے تو ہر قسم کا کھلونا ہم مہیا کر دیں گے۔ جسے چابی دو گے تو کبھی شناختی کارڈ دکھانے چھپانے لگ جائے گا' کبھی

Marfat.com

پریذائیڈنگ افسر بن بیٹھے گا' کبھی الیکشن سیل کے کارنامے دکھائے گا' کبھی سیکولرازم اور فنڈا میٹلزم میں باکسنگ کے مناظر کے دوران بنیاد پرستی کو منہ کے بل گرتا ہوا دکھائے گا۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے گا اور کان پکڑ کر لادینیت کے روبرو سجدہ میں گر جائے گا۔ آئین میں اہلیتوں کے متعلق آرٹیکل پڑھ کر زار و قطار رونے لگے اور دہاڑیں مار مار کر کہے گا "ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے"۔ سیاسی معاشرے کا بلدیاتی کوڑا کرکٹ جب قانون ساز اسمبلیوں میں لائے جانے کا اہتمام ہو رہا ہو گا تو کاتبِ تقدیر قلم اٹھالے گا۔ کچھ تحریر کرنے کے لئے نہیں لکھا ہوا مٹانے کے لئے الیکشن کے لئے کمیشن مکمل کرنے اور کمیشن مقرر کرنے میں فقط جنبشِ ابرو کی ادا کا ہی تو فرق ہوتا ہے۔ البتہ اس دفعہ سکولوں کے سٹینڈرڈ بڑھانے' نالیاں بنوانے' گلیاں مرمت کروانے' بجلی کے کنکشن دینے' سوئی گیس مہیا کرنے' تھانیداریاں' تحصیلداریاں دینے' ترقیاں' تقرریاں اور تبدیلیاں کرنے کے داؤ پیچ استعمال نہیں کئے جا سکیں گے۔ یعنی الیکشن سرکاری اور بلدیاتی سرمائے سے نہیں' گزشتہ دور میں لوٹے ہوئے سرمائے کے بل پر لڑے جائیں گے۔ یہ بھی نہیں ہو گا کہ ہر امیدوار کو ترقیاتی فنڈ الاٹ ہو جائیں گے۔ دیکھیں پرانے شکاری اب کون سا نیا دام لاتے ہیں اور سیکرٹری اسمبلی حبیب اللہ گورایا جیسے بھولے پنچھی اڑ کر اپنی جان بچاتے ہیں یا پیٹ بھرنے کے لئے زیرِ دام آ جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہوا امریکہ کے نئے عالمی نظام کے لئے یہ انتخابات آئیڈیل ہوں گے۔ کیونکہ دم آخر داؤ پر لگی پاکستان کی آئیڈیالوجی اپنی بازی یوں ہار جائے گی جیسے کسی نے اکھاڑے میں اترنے سے پہلے ہی شکست تسلیم کر لی ہو۔ قومی نظریہ ترک کر دیا جائے گا اور قومیتی نظریہ اپنا لیا جائے گا۔ فرقہ بندی' اتحاد وحدت پر اور مسلک دین پر حاوی ہو جائیں گے۔ ہر صوبہ اپنا اپنا علیحدہ علیحدہ ضابطہ حیات ترتیب دے گا اور بولیاں بھانت بھانت کی ہو جائیں گی۔ دین مذہب کی اور مذہب رسومات کی حیثیت اختیار کرے گا۔ دوران قیام صلوۃ گزار پہلے ہاتھ پیٹ پر باندھی پھر گھبرا کر چھاتی پر باندھ لیں گے' پھر ڈر کر کھلے چھوڑ دیں گے۔ ایک دفعہ آمین اونچی آواز میں کہیں گے ایک دفعہ دھیمی میں اور ایک بار دل ہی دل میں' موذن تین اذانیں دے گا۔ ایک درود پاک پڑھ کر' ایک بغیر درودِ پاک کے اور ایک شیعہ مسلک کے مطابق اور یوں ہر انسان کا عقیدہ تقسیم ہو جائے گا اور آج کا ٹوٹا پھوٹا نواز

Marfat.com

شریفی انسان ریزہ ریزہ' ذرہ ذرہ بے نظیر انسان بن جائے گا اور امریکہ ساختہ ایٹمی انسان کہلائے گا۔ ہر انسان اگر ایٹمی ہو گیا تو پھر ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے اور پاکستان کو بے فوج کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا کیا عمل دخل ہو گا اور کسی بھی دوزخ کو مزید ایندھن کی کیا ضرورت باقی رہ جائے گی۔ پاکستان کی سرزمین ہو' دینِ اسلام رول بیک ہو رہا ہے۔ نظریۂ پاکستان داؤ پر لگا ہو۔ نظریۂ پاکستان داؤ پر لگا ہو' زکوۃ فنڈ اور بیت المال سے صنم خانے آباد ہو چکے ہوں۔ حق و باطل کی آمیزش اپنا کام دکھا چکی ہو۔ اسلامی جمہوری نظریات کا اشتراک یعنی اللہ اور بندوں کی حاکمیت کا اتحاد نظامِ شرک کو استوار کر چکا ہو۔ انسان ساختہ آئین کو شریعتِ الٰہی پر بالا دستی حاصل ہو چکی ہو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نظامِ پاکستان کی جنگ شروع ہو چکی ہو اور ایک الیکشن کمیشن زیرِ نگرانی نگراں حکومت بھی موجود ہو تو اس کمیشن اور حکومت کے کیا فرائض نمایاں ہونا چاہیں۔

اگر بروقت برملا نشاندہی نہ ہوئی تو وہ دن دور نہیں جب معاشرہ آپ اپنا ماتم کرتا ہوا کوئے قاتل کی طرف روانہ ہو پڑے گا۔ حُب الوطنی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے تقاضے اگر بروقت پورے نہ کئے گئے تو پورا معاشرہ ہاتھ ملتا رہ جائے گا مگر مجوزہ انتخابات کے نتائج کسی کے بس میں نہیں رہیں گے' نہ آنسو تھمیں گے نہ کوئی پونچھنے والا ہو گا۔ سیاست بے موج ہو جائے گی اور نئے عالمی نظام کی موج ہو جائے گی۔ اسلام کا آخری قلعہ سر ہو چکا ہو گا اور لادینیت کے قافلے موٹروے پر رواں دواں ہوں گے۔ آئندہ نسلیں فخر سے کہا کریں گی ہماری ماں آسٹریلوی تھی' امریکی یہودی تھی' ہماری انگلش پروٹسٹنٹ تھی' ہماری امریکی رومن کیتھولک تھی' انہوں نے حسبِ ضرورت نظریۂ ضرورت کے تحت کبھی کبھی خاوند تو بدلے مگر مذہب کبھی نہیں بدلا' کمال یہ ہے کہ جب چاہا' بابا کا نظریہ بدل دیا' کبھی ادائیں دکھا کر' کبھی بڑا چرا کر اور پھر قرض دے کر یا پیار سے امداد دے کر' کبھی آزادی دے کر' کبھی نگرانی کر کے۔

۱۶ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"انجامِ گلستاں کیا ہوگا"

پاکستان کا ہر فرد سنجیدگی سے سوچ رہا ہے اور اپنی سوچ سے غیر مطمئن ہو کر دریافت کر رہا ہے کہ اگر مجوزہ انتخابات کا ماحصل وہی لوگ ہیں جن کی کج فکری و بداعمالی و بے عملی کے باعث اسمبلیاں تین بار تحلیل ہو چکیں تو پھر الیکشن کمیشن کس کے مشن کی تکمیل کر رہا ہے' نظام بھی وہی پارینہ و فرسودہ اور ارکان بھی وہی آزمودہ تو پھر آزمودہ را آزمودن جہل است' عوام پر صادق آتا ہے۔ یا زمام کارانِ حکومت پر فیصلہ ہم ہی کو کرنا ہو گا یا گردشِ ایام کرے گی۔ تجاویز دی جا چکیں' ساعت بھی ہو چکی' فیصلے بھی ہو چکے اور عندیہ بھی واضح ہو چکا کہ بوم بسے گا اور ہما کو بیٹھنا ہوا تو کسی بوم کے کندھوں پر ہی بیٹھے گا اور ہر شاخ پر کسی نہ کسی الو کو بیٹھا دیکھ کر دوست دشمن اور دوست نما دشمن دریافت کریں گے! انجامِ گلستاں کیا ہو گا؟ اور فضائیں جواب دیں گی وہی جو زیر دست صیاد اس چمن کا بعد از سیلاب بلا ہوا کرتا ہے جس کے بوٹے ابھی پھل لانے پر نہ آئے ہوں۔ نئے عالمی نظام کے "پولیس مین" کی زیرِ نگرانی نگرانِ اعظم کے کروائے ہوئے انتخابات کا نتیجہ قطعی طور پر کس کے حق میں ہو گا؟ ابھی سربستہ راز ہے۔ اگرچہ یہ واضح ہو چکا کہ پاکستانی معاشرہ انتخابات کے انعقاد سے پہلی ہی جان کنی کی کیفیت میں مبتلا ہو چکا ہو گا۔ پاکستان کے تاریک مستقبل کے لئے موثر ضمانت بنی ہوئی تمام سیاسی جماعتیں ادھر ادھر سے اتحادی تلاش کر رہی ہے اور اگر روزانہ دس بارہ ڈاکوں کی خبر ملتی ہے تو چھ سات قسم کے اتحادوں کی رونمائی بھی ہو جاتی ہے واضح رہے کہ کوئی بھی سیاسی جماعت اپنے پاؤں پر کھڑا رہنے کی اہل نہیں ہے۔ چنانچہ بڑے محتاط دعوے ہو رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر دو تہائی اکثریت حاصل ہو گئی تو ملک کی تقدیر بدل دوں گا۔ یعنی نہ نو من تیل ہو گا' نہ رادھا کے آنگن ٹیڑھا ہونے کا شکوہ گھڑنے کی نوبت آئے گی۔

یہ بھی عجیب صورتِ احوال ہے کہ اگر دو تہائی اکثریت حاصل نہ ہو تو مطلق

Marfat.com

العنانی کے ہاتھ پاؤں آئین کے احترام میں بندھے رہتے ہیں اور حکومت آئین کے جبر کے ہاتھوں مجبور رہتی ہے اور طاقت کا سرچشمہ عوام کے مفروضہ کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ تاحال کسی سیاسی جماعت نے حسبِ سابق کوئی منشور پیش نہیں کیا۔ اگر انتخابات سے قبل سیاسی جماعتیں اپنا اپنا منشور شائع نہ کریں اور عوام الناس کو اس پر غور کرنے کا موقع بھی میسر نہ ہو تو نامعلوم کون سے کلیہ کے تحت ان انتخابات کو سیاسی جماعتی بنیادوں پر منعقد کیے گئے انتخابات کہا جا سکتا ہے اور اکثریت حاصل کر کے حکومت قائم کرنے والوں کو یہ کہنے کا حق کہاں سے حاصل ہو جاتا ہے کہ انہیں قوم نے مینڈیٹ دیا ہے۔ ہمارے یہاں تو اس لفظ کا استعمال وہ لوگ بھی شب و روز بلاتکان کرتے ہیں جن کو اس کے معنی سے بھی آشنائی نہیں۔ پہلے تو سیاسی جماعتیں اس شخص کو اپنا امیدوار منتخب کرتی ہیں جو اپنی دہشت و وحشت برادری یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنے حلقہ انتخاب میں موثر ہو یعنی وہ اپنے ذاتی اثرات کی بنا پر منتخب ہوتا ہے۔ اگر پانچ سات منتخب شدہ افراد اس کے حلقۂ اثر میں ہو تو وہ وزیر ہو جاتا ہے۔ دو تین ہوں تو وزیر مملکت اور اگر محض فن خوشامد میں ہی ماہر ہو تو پارلیمانی سیکرٹری شپ سے نواز دیا جاتا ہے۔ یوں نواز کی حکومت بنے تو نواز کے دیئے لو دینے لگتے ہیں اور بے نظیر کی ہو تو اس کے جگنو ٹمٹما اٹھتے ہیں اور پھر سیاست یوں ہونے لگتی ہے جیسے اندھا لالٹین لئے پھر رہا ہو۔ سیاسی پارٹیاں بنانا بھی ایک بڑا سود مند کاروبار ہے۔

ٹکٹ کے لئے درخواستوں کے ساتھ جو رقوم جمع کروائی جاتی ہیں حساب لگائیں تو جی چاہنے لگتا ہے یہ رقوم میسر آ جائیں تو کوئی مل ہی لگا لیں کہ نسلوں کا بگاڑ اعزاز گردانا جانے لگے۔ ۱۹۷۷ء کے بعد جتنے انتخاب بھی ہوئے ان میں ایک کو بھی سیاسی نہیں کہا جا سکتا۔ سپاہی کہہ لیں تو شاید حقیقت کے قریب تر ہوں کیونکہ ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء کے اختتام کے بعد جو کچھ ان کے فارمولا کے مطابق ہوا وہ پس پردہ مارشل لاء ہی کا تسلسل تھا۔ مارشل لاء اٹھا کر مارشل لگائے رکھنے کا جو نیا طریقہ ہماری قوت کے سیاسی اجتہاد نے رائج کیا وہی مختلف صورتوں میں آج تک کارفرما ہے۔ ورنہ غلام اسحاق خان اور نواز شریف اتنی کچی گولیاں نگل چکے تھے کہ ان کا یوں مستعفی ہو جانا ناممکن تھا۔ اس قوت نے آئین سے جو کردار کروایا وہ فوج کا آئینی کردار ہو یا نہ ہو

Marfat.com

آئین کا فوجی کردار ضرور تھا۔ جمہوریت کو دم مارنے کی جرات نہ رہے۔ سربراہ مملکت اور سربراہِ حکومت "ائین ٹ" ہو کر "شارٹ مارچ" کر جائیں تو کیا اسے جمہوری تقاضوں کی بجا آوری کہیں گے۔ "پہلے یہ استعفیٰ لکھیں پھر میں "ایڈوائس" پر دستخط کروں گا۔ میں چلا جاؤں گا بشرطیکہ وہ بھی نہ رہیں۔ فقط چارج Relinquish نہ کریں۔ باقاعدہ Resign ورنہ عدم اعتماد کی تحریک کے نوٹس کا اہتمام بھی موجود ہے"۔ یہ اور اس جیسی مزید کئی ضدیں اضداد کرنے والے کیا اپنی مرضی سے بلا اکراہ و بلاجبر اقتدار سے کنارہ کش ہو جایا کرتے ہیں۔ غیر فطری و غیر طبعی عوامل شامل ہوں تو داستانیں مخدوش ہو جایا کرتی ہیں قابلِ اعتبار نہیں کہلایا کرتیں۔ جن عوامل نے یہ رچنا رچائی ان کے پیشِ نظر کوئی مقاصد نہیں تھے۔ وہ ان ہی افراد اور ان ہی عناصر کو اسی نظام کے تحت دوبارہ اقتدار میں لانا چاہتے تھے' فقط عدت کے نوے دن نگرانی میں گزروانے مقصود تھے۔ نہ ماننے کو جی چاہتا ہے' نہ ہی نہ ماننے کی ہمت ہے۔

بہرحال اگر نواز شریف اور بے نظیر کی آل اور اصحاب نے ہی دوبارہ براجنا ہے تو ہم ان انتخابات کے متعلق کچھ مزید تحریریں وجود میں لانے کے پروگرام کا قلمی بائیکاٹ کرتے ہیں کہ ان کے ذکر سے اس کاغذ کی قیمت زیادہ ہے' جس پر ان کے احوال تحریر ہوں گے۔ اس عمل میں داخل ہونے سے تو کہیں بہتر ہے کہ سابقہ اسمبلیاں کسی بھی حیلے بہانے دوبارہ بحال کر دی جائیں یا موجودہ نگران حکومت کو ہی جاری رکھنے کا کوئی آئینی جواز تلاش کر لیا جائے۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کو جس طرح سابق حکمرانوں نے غیر موثر کیا لاکھ طوعاً و کرہاً ہی سہی۔ بڑا ناگوار عمل ہے۔ بالخصوص ان کا جو اسے بغلیں بجا بجا کر تاریخی فیصلہ قرار دے رہے تھے اور بھول رہے تھے کہ جو تاریخ کے لئے نہ لکھے جائیں۔ وہ تاریخی فیصلے نہیں ہوتے اور جو فیصلے تعزیری ہوں یا تادیبی نقطہ نگاہ سے کئے گئے ہوں انہیں تاریخ سے منوا لینا ایسے ہی ہوتا ہے جیسے نواز شریف اور غلام اسحاق خان کو استعفیٰ دینا منوا لیا گیا۔ اس نکتہ گری سے نہ کسی کی تکبیر مراد ہے نہ تحقیر۔ مجوزہ انتخابات کے جواز کو جائز یا ناجائز بیان کرنے کے لئے توجہ طلب کی جا رہی ہے فیصلہ کرنا ہر فرد و بشر کا اپنا بلاشرکت غیرے حق ہے' جس سے محروم کرنا ہرگز ہرگز مطلوب نہیں۔ کل پاکستان میں اسلام کو سوشلزم سے ہروایا تھا۔ اللہ نے اس کا جو قلع قمع کیا وہ کسی کو معلوم

Marfat.com

نہیں۔ اب وسطِ ایشیا میں جمہوریت کے جھنڈے گاڑنے کے لئے پاکستان میں اسلام کو جمہوریت سے شکست فاش دلوانے کے پروگرام ہے۔ کسی کو کیا خبر فطرت کا ردعمل کیا ہو گا۔ برطانیہ میں کوئی "ڈنگ جان" میگنا کارٹا پھاڑ ڈالے گا یا امریکہ میں یہودی سرمایہ داری اپنے گل کھلائے گی۔ وہاں کے بینکوں نے تو دیوالیہ ہونا شروع کر دیا ہے۔ ڈالر جو کبھی تین روپے کا اور اب کم و بیش تیس روپے کا ہے۔ اپنے پھیلاؤ سے تنگ آ کر ہو سکتا ہے پیٹ پھیلانے کی بجائے پیٹ پالنے کے لئے کشکول سنبھال لے اور یورپ کی مشترکہ منڈی عالمی بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ کو گروی رکھ کر گود کھلانا شروع کر دے۔ ایک وقت تھا کہ دینِ اسلام کی ملکوں ملکوں عملداری تھی اور ایک دنیا تھی کہ خراج تحسین پیش کر رہی تھی۔ ایک زمانہ ہے کہ مسلمان ہر کہیں ہیں مگر اسلام کی عملداری کہیں بھی نہیں ہے اور دینِ اسلام کو مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ایک عظیم نقصان پہنچ رہا ہے' کہیں دینِ اسلام طعن ہو کر رہ گیا ہے اور کہیں ملائیت نے اسے فی سبیل اللہ فساد بنا دیا ہے' کہیں شریعت کو بالا دست بنانے کی بجائے اس کے "ہینڈز اپ" کروائے جا رہے ہیں' کہیں اس کی واضح حقیقتوں کو باطل کے لبادوں میں چھپایا جا رہا ہے' نہ کہیں الارض للہ کارفرما ہے' نہ کہیں اطلاک للہ کی عملداری ہے' نہ کسی کو "العفو" کا پاس ہے' نہ احکام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پابندی کا' نہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق باقی ہے۔ نہ "**فردوه الی اللہ والرسول**" کا کسی کے لئے وہ سب کچھ ہے جس کے لئے اس نے کبھی سعی نہیں کی اور کہیں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار کھائے جا رہا ہے اور مزدور کو اتنا بھی نہیں دیا جا رہا تھا جتنا نیم خوشحال گھرانوں والیاں باسی کھانے میں سے گھر پالک بلی کے آگے ڈال دیا کرتی تھیں۔

میاں چنوں والوں تک کا مزاج چند دنوں میں اتنا شاہانہ ہوتا ہے کہ شاہ جہاں کی طرح شوقِ تعمیراتِ نو میں بابِ پاکستان تعمیر ہی نہیں کروانے لگتے جس پر نگاہ ڈال دیں اسے خدا بھی بنا دیتے ہیں۔ قوم کے تمام افراد کو اگر دین و دل عزیز ہے تو ان گلیوں میں نہ جائیں جہاں دشمنانِ دین و ایمان نے انتخابی چاکنگ کروا رکھی ہے اور اجتماعی دعا کریں کہ اللہ نابکاروں کو نہ سادہ اکثریت عطا کرے نہ دو تہائی جس معاشرہ میں محض فنکشن مناتی ہوئی مسلم لیگ کے ذی وقار سربراہ کا یہ حال ہو کہ کل تک جسے وہ کچھ لقب کر رہے

Marfat.com

تھے جو کوئی بگڑا ہوا جاگیردار اپنے بگڑے ہوئے منشی کے لئے بھی استعمال نہیں کرتا' آج اسی کو ملک کا آئندہ کا وزیر اعظم تسلیم کر رہے ہیں تو تاریخ نویسوں کو کھوج لگاتا ہو گا کہ سودا "CASH" پر ہوا یا "Kind" پر۔ یہ پیش گوئی بھی پیروں' امیروں سے کرواتا ہو گی کہ اگر جوہری توانائی' دینِ اسلام اور عسکری قوت "رول بیک" کر کے وسط ایشیا کے لئے موٹروے امریکہ اور یورپی منڈی کے سپرد کر دیا گیا تو نوساختہ "فری پورٹ" کے ذریعے پاکستان کو راہ داری کی مد میں کیا اتنی آمدن ہو جائے گی کہ پاکستانی کرنسی کی قیمت مزید کم نہ کرنی پڑے پہلی اور دوسری جنگ کے بعد جو مسلمان ریاستیں غیروں کی غلامی سے آزاد ہوئیں ان میں لارنس کے بہی خواہوں اور آلہ کاروں کی بجائے اگر آئین اسلام نافذ ہو جاتا تو آج ان ممالک کے وسائل پر اسلام دشمنوں کی اجارہ داری نہ ہوتی اور عرب نیشنل ازم صلیب پر نہ لٹکی ہوتی۔ پاکستانی سیاست جو ان دنوں دیر میں بیٹھی قشقہ لگائے اسلام کو ترک کیے بیٹھی ہے اسے صراطِ مستقیم پر لانا یہاں کی مذہبی سیاسی جماعتوں کے بس کا نہیں کہ اسلام بندی' فرقہ بندوں کے گروہی اتحاد کو نہیں کہتے۔ فقط اللہ ہی کی حاکمیت کے نفاذ کو کہتے ہیں اور اللہ کی حاکمیت بندوں کو الہ بنا کر نافذ نہیں کی جا سکتی۔ بندے بن کر نافذ کی جاتی ہے۔ احکام الٰہی کا پابند ہونا ہی اس کی حاکمیت کا نفاذ ہے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ دین اسلام کے نظامِ حریت اور جمہوریت میں بہت بڑا فرق ہے جو غیر اللہ تو کیا خود اپنی مرضی' اپنی خواہشات' اپنی حاجات' اپنی ضروریات کا پابند ہو گیا وہ بندہ حر نہیں ہے۔ جس معاشرہ کو یہ تمیز بھی نہ ہو کہ حاکم اور حاکم میں کیا فرق ہوتا ہے۔ متواتر و مسلسل الحاد کی اندھیری غاروں میں نظر بند رہنا اس کا مقدر ہو جاتا ہے۔ اجتہاد حق کے متلاشیوں کا راہنما ہوتا ہے۔ اپنے مفرور سزاواروں کا نہیں مرکزی اور صوبائی انتخابات ایک ہی دن نہ کروانے کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے۔ مرکز کی اکثریت یقیناً صوبائی نتائج پر اثر انداز ہو گی اور اگر مرکز اور مختلف صوبوں میں مختلف سیاسی جماعتوں کی حکومتیں وجود میں آ گئیں تو مستقبل کی سیاست کا بے وجود ہونا لازم ہو جائے گا۔ کیا یہ اچھا نہیں ہو گا کہ ہر منتخب نمائندے کے سر پر کم از کم دو فوجیوں کا مستقل پہرہ مقرر کر دیا جائے۔ ان پہرے داروں کا یہ فرض ہو کہ زیر نگرانی سیاست دان کی حرکات و سکنات کے متعلق آرمی چیف کو ہفتہ وار رپورٹ کے ذریعہ مطلع رکھیں اور جس کے خلاف

Marfat.com

متواتر چار رپورٹیں درج ہو جائیں اسے نااہل قرار دے دیا جائے۔

جب بار بار کا تجربہ یہی خبرلاتا ہے کہ بالآخر فوج کو مداخلت کرنا پڑی تو سیاست کو فوج کی مسلسل نگرانی میں دینے میں کیا حرج ہے۔ آریوں کی ہندوستان میں آمد سے بھی پہلے کا محاورہ ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے چاہے صدر بنادو' چاہے وزیر اعظم مقرر کردو' چاہے حزبِ اختلاف کا لیڈر تسلیم کرلو۔ اگر ہم مومن ہیں تو ہمیں ایک ہی سوراخ سے کیوں ڈسوایا جا رہا ہے؟ اگر عوام الناس جاہل نہیں ہیں تو آزمائے ہوئے دوبارہ کیوں آزمائے جا رہے ہیں؟ غیر جانبداروں کی نگرانی میں بھی اگر جانبدار ہی منتخب کرنا ہیں تو پھر تسلیم کرلیا جائے کہ ہمیں نہ آزادانہ کے معنی آتے ہیں' نہ منصفانہ کے' نہ نوایجاد لفظ شفاف کے چونکہ ازروئے آئین التوا کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور آئین میں ترمیم کا اہل کوئی ادارہ فی الوقت موجود ہی نہیں اس لئے اگر انتخاب خطرے میں ہیں تو پھر آئین بھی خطرے میں ہے اور ظاہر ہے پھر نگران حکومت کو آئندہ انتخاب کی زلف کے سر ہونے تک ٹکے رہنا ہو گا اور فوج کو کوئی نیا فارمولا ایجاد کرنا ہو گا۔ پاکستان جیسے وسائل سے بھرپور سرزمین کے سیاست دانوں کا کشکول پھیلانا کفرانِ نعمت ہی نہیں بلکہ سیاست و دانش کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ اگر فکری تضادات اور قلب و ذہن کے تصادم نے شعور نہ چھین لیا ہوتا تو پاکستانیوں کے لئے پاکستان کے وسائل ہی کافی تھے بشرطیکہ انسانوں کا معاشرتی مقام خصائل کا محتاج ہوتا۔ وسائل کی آقائی کا اہل ہوتا جو لوگوں کو اپنے حق میں رائے لینے کے لئے بھی سرمایہ درکار ہو کیا وہ بھی دانشور ہوتے ہیں اور جو دانشور نہیں ہوتے سیاست اگر ان کی تحویل میں چلی جائے تو کیا وہ سیاست کی خباثت میں کوئی فرق رہنے دیں گے' جو اپنے خالق کے احکام کا پابند نہیں کیا ان سے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ پاکستانی سیاست پر اگر دانش کی حکمرانی ہوئی تو گوشت آج بھی پانچ روپیہ سیر ہوتا اور یہی تناسب دیگر اشیا کی قیمتوں کا بھی ہوتا۔ کاش حکومتیں کاروبار نہ کرتیں' کاش حکمران کاروباری نہ ہوتے' کاش لوگ اپنے خصائل کی بنا پر جانے جاتے کاش محض وسائل مراتب آشنا نہ ہوتے۔

۱۱ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ہم کشتۂ تیغِ ستم نکلے"

قیام پاکستان کے ۲۳ سال بعد یحییٰ خان نے آزادانہ‘ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے ذریعہ قوم کو ذوالفقار علی بھٹو اور مجیب الرحمان عطا کئے اور ملک و قوم کے مقدر میں وہ بے انصافی تحریر ہو گئی جسے تاریخ نے سقوطِ مشرقی پاکستان اور وجود بنگلہ دیش قرار دیا۔ اس کے ۲۳ سال بعد پھر آزادانہ‘ منصفانہ‘ غیر جانبدارانہ اور شفاف انتخابات وارد ہونے والے ہیں۔ جو دشمناں نصیب قوم کو ایک بے نظیر بھٹو‘ ایک نواز شریف اور ایک مرتضیٰ بھٹو میں تقسیم کرنے کے بعد ایسی ضرب کاری لگائیں گے کہ مضروب بے حس و حرکت ہو کر خدانخواستہ و دلبرداشتہ بندے ماترم‘ بندے ماترم چلانے لگے گا اور مجوزہ انتخابات کا حاصل ملک و قوم کے ساتھ پہلے سی بے انصافی کا مظہر ہو گا۔

کئی سالوں سے ہماری سیاست کبھی سندھ کارڈ اور کبھی پنجاب کارڈ کھیل رہی ہے۔ تمام اہم پتے قیام پاکستان کی مخالف جماعتوں کے پاس ہیں۔ سیاسی پارٹیاں آمریت ساختہ ہیں اور سربر آوردہ سیاست دانوں کی اکثریت یا قیام پاکستان کے خلاف تھی یا آمریت و عسکریت و بورژوائیت کی دریافت کردہ ہے۔ مسلم لیگ سرخ پوشوں کی آغوش میں ہے۔ دینی جماعتیں حسین احمد مدنی کی بوالعجبیوں کو فنِ پرواز سکھلا رہی ہیں۔ مفکرِ پاکستان کی فکر پاکستان کے منکران کے منہ پر مار رہے ہیں۔ جنہیں انتباہ کیا گیا تھا کہ "گریز از طرز جمہوری غلامے پختہ کارے شو" وہ مسلم لیگ کے صدر بن جمہوریت کے استحکام کے لئے کمربستہ ہیں اور مجسم دیو استبداد بنے ہوئے ہیں۔ ہر کوئی قفس کو آشیاں اور سرتاپا فریب رنگ و بو کو گلستان مشہور کئے ہوئے ہے۔ سروری اس کی ذات بے ہمتا کی بجائے اس کی حاکمیت کے باغیوں کو زیبا ہے۔ معاشرہ کے قلب و ذہن آزر کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ کوئی سیاستدان السلام علیکم بھی کہتا ہے تو اس کے تیور زبان حال سے پکار رہے ہوتے ہیں۔ "جا تیرا بیڑا غرق ہو" بندوں کو تولنے کے تمام ترازو بحقِ سرکار

Marfat.com

نے ضبط کر لئے گئے اور عقل کو بینائی سے محروم کر کے عوام کی بھیڑ چال کو اپنی رکھوالی کے لئے بھیڑیئے چننے پر لگا دیا گیا ہے اور وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ لوٹ منتخب کر کے انہیں اپنے مستقبل کے محافظ قرار دے رہے ہیں۔

ووٹر کے لئے شناخت کروانا شرط اول ہے۔ جو پہچانا جا سکے وہ زیرِ انتخاب ہونے کا اہل ہی نہیں گردانا جاتا۔ "ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ" قانون ساز اسمبلیوں کی رکنیت کا بنیادی راہنما اصول بن گیا ہے۔ خام سا خیال تھا کہ اس بار چونکہ انتخاب کے امیدوار حکومت میں نہیں ہیں اور نگران حکومت کے ارکان پر قدغن ہے کہ وہ انتخاب میں حصہ نہیں لیں گے اس لئے اجتماعی انتخابی سوچ میں مثبت تبدیلی آئے گی اور مرکزی و صوبائی انتخابات پر بلدیاتی سطح کا فکر و عمل حاوی نہیں ہو گا مگر وائے ناکامی کہ ایسا نہ ہوا اور مظہر ہونے لگا کہ نہ صرف متاعِ کارواں جاتا رہا بلکہ کارواں کے دل سے احساس زیاں بھی جاتا رہا اور طعن و تشنیع کی ہرزہ سرائی سیاست کا منشور بن کر سیاست کاروں کا روزمرہ بن گئی۔

مہنگائی، عدم تحفظ، دہشت گردی، رشوت خوری، لاقانونیت اور عدمِ انصاف آج کے اہم معاشرتی مسائل ہیں۔ معاشرتی افکار ابلیسیت کی حد تک قنوطیت کا شکار ہیں جن سے معاشرتی خستگی کی داد پانے کی توقع تھی، وہ خود کشتۂ تیغِ ستم نکلے۔ جملہ اخلاقی اقدار شکستی کا رونا رو رہی ہیں۔ وطن تو کجا انسان کا اپنا گھر بھی اپنا گھر نہیں رہا ہر کوئی اپنے گھر میں ہی اجنبی سا ہو کر رہ گیا ہے۔ رشتے محض سوئے اتفاق ہو کر رہ گئے ہیں منافقتوں کے مجموعہ کا عنوان دوستی قرار پا رہا ہے۔ آج کا انسان کوئی ایک ایسی چیز خریدتا ہے، نہ فروخت کرتا ہے جس کے لئے وہ حکومت نام نہاد کو کچھ نہ کچھ ادا نہ کرے ہو۔ حتیٰ کہ صاف پانی اور ٹھنڈی ہوا بھی بکتی ہے اور اس فلاحی مملکتِ خداداد کا خرچ پورا ہوتا ہے۔ کھانے پینے کی کون سی چیز ہے جسے کھاد اور کرم کش دواؤں نے انسانی صحت کے لئے مضر بنا کر نہیں رکھ دیا۔ کھاد فصل سے زیادہ کرم پیدا کرتی ہے اور کرم کش دواؤں کی اہمیت کو افزوں کرتی ہے۔ صنعت کاری نے گرانی کو فروغ دیا ہے اور فضا کو انسان تو کجا پرندوں کے لئے بھی مضر بنا دیا ہے جس ملک میں روزانہ صد لاکھ کے قریب جانوروں کی کھالیں اترتی ہوں وہاں چمڑے کا جوتا آٹھ صد روپے کی سروس ما

Marfat.com

ہے اور بے چارے بے روزگار کے گھسے ہوئے جوتے کے مالک کا منہ باٹا کا سا ہو جاتا ہے۔ تجارت کی کسی مد میں نہ منافع کی کوئی حد ہے نہ منافع خوری کی' سیاست کے کسی میخانہ میں بھی کوئی ساقی نہیں۔ سبھی بن بلائے اور "نج آئے" مے خوار ہیں۔ ہر کسی کے تصور میں فرش ہے اور سر میں عرش کا سودا ہے اور یوں سودے ہو رہے ہیں کہ سیاست اور سوداگری کے درمیان تمام فاصلے طے ہو چکے ہیں۔ کسی سیاسی جماعت نے ان معاشی و معاشرتی امراض کی نہ تشخیص بیان کی ہے نہ حل تجویز کیا ہے اور الیکشن ہو رہا ہے۔ کل کے زخم لگانے والے آج کے داروگر بن گئے ہیں۔ جس نبض پر انگلی رکھتے ہیں وہ ڈوب جاتی ہے۔ کوئی گزشتہ را صلوۃ بھی نہیں کہتا نہ آئندہ کے لئے کوئی احتیاط تجویز کرتا ہے اور انتخاب کا عمل جاری ہے اللہ ہر کسی کو ایسے عمل سے محفوظ رکھے کہ گورکن میت ناپ رہا ہو۔

اس سیاست بے منشور نے ایک مزید مہلک رویہ اتحادوں' محاذوں اور اشتراکوں کا اختیار کیا ہے۔ ایک اتفاق نے ہی ادھ موا کر دیا تھا۔ اتنے اتفاقے اگر یک جا ہو گئے تو ظاہر ہے سیاست کی جان کی خیر نہیں۔ اسلامی جمہوری اتحاد نے جتنے خاردار بونے بوئے تھے اسلام اور جمہوریت کے علیحدہ علیحدہ محاذ ان کی یوں آبیاری کریں گے کہ سیاست کی آبلہ پائی کے لئے قدم جمانا محال ہو جائے گا۔ بھائی بہن کی سیاسی آماجگاہوں پر حملہ آور ہو گا اور بہن بھائی کی سیاست کے میکے پر چڑھ دوڑے گی۔ سیاست کے داداگیر' ڈاکو اور لٹیرے لقب کئے جانے والے لوگ سیاست کے پیروں کے ساتھ مل کر ایسے نرالے اور بے مثل فنکشن منائیں گے کہ ہر لیگ مارے ضعف کے بانجھ ہو جائے گی اور اس قدر غیر عوامی ہو جائے گی کہ عوام اس کے سازشی محلات کا رخ کرنے سے پہلے اپنی ماؤں کے مقابر پر دودھ بخشوانے جایا کریں گے اور وہاں سے آواز آیا کرے گی "دودھ ہرگز نہ بخشوں گی تم کو' جان بیٹا سیاست پہ دے دو"۔

جمہوریت کے ہاتھوں میں دین اسلام کی عرسوائی کا جو تماشا مجوزہ انتخابات کے نتائج دکھائیں گے' اس کی کہانی وسطِ ایشیا کے تھیٹروں کے لئے ڈرامائی جائے گی اور ہیروئن کی آمد و رفت کے لئے یہودی و نصرانی سیاست کے انجینئر ہائی وے اور موٹر وے مہیا کریں گے۔ دینِ اسلام ابوجہل کی سرداری کے زمانۂ جہالت تک رول بیک کر دیا

Marfat.com

جائے گا اور نیا عالمی نظام اس زعم میں گرفتار ہو کر کہ اس نے اللہ کو بے سروسامان کر دیا ہے۔ اللہ کے ساتھ جنگ کا بگل بجا دے گا۔ اس کے بعد چند گھنٹوں کا وہ زور کا رن پڑے گا کہ دھرتی اللہ اللہ پکار اٹھے گی۔ کنکریاں بول اٹھیں گی اور بت سر بسجدہ ہو جائیں گی۔ فطرت نے دینِ اسلام کو آواز دے دی۔ "انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر' ان شانئک ہو الابتر"۔ یہ وہ وقت ہو گا جب آج کی مستور سیاست برہنہ ہو کر سرِعام اپنی دراز زلفوں میں خاک ڈال ڈال کر سر پیٹ رہی ہو گی اور سرمائے کے بل پر حاصل کی ہوئی حاکمیت خود ساختہ خداؤں کی پیٹھ کے نازک حصوں پر داغی جا رہی ہو گی اور اعلان ہو رہا ہو گا آج سے اس جنت ارضی کی ہر آسائش تم پر حرام کر دی گئی اور اپنی ہی ہڈیوں کی دہکائی ہوئی آگ میں دہکتے رہنا تم پر مقدر کر دیا گیا۔

کرۂ ارض پر اگر اللہ اور بندوں کی حاکمیت میں جنگ چھڑ گئی ہے تو جان لو! اقوامِ متحدہ سے قومِ واحد تک سفر فطرت نے اختیار کر لیا ہے۔ اب انسان کی اپنی رضا ہے کہ وہ کس کا سپاہی بنتا ہے۔ لازوال فطرت کا یا فانی عشرت کا سیاست دان بہت کچھ ہوں گے مگر پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آخر الزماں سے بڑے دانشور نہیں ہیں۔ حکومت اور اس کے کمیشن بڑے بااختیار ہوں گے مگر خالقِ کائنات سے بڑھ کر نہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دانشِ الٰہی سے بہرہ ور ہیں اور انسان ہرچند کہ وہ حاکمِ وقت ہوں غلطی کے پتلے ہوتے ہیں۔ فانی کو لافانی' نامکمل کو مکمل پر' جزئیات کو اصولوں پر حاوی کرنے کی کاوش ازل سے ناکام ہوتی چلی آ رہی ہے اور ناکام ہوتی رہے گی۔ اللہ کی حاکمیت پر بندوں کی حاکمیت کو از روئے آئین ترجیح دینے والے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ پر بخشش و عفو و درگزر کے دروازے بند کر چکے ہیں۔ فطرت نے ان کی اتھاہ رسوائی کے لئے کوڑا نہیں پیزار تھام لی ہے اور بے بھاؤ کی پڑیں گی کہ فطرت کی تعزیروں کی سختی سہی نہ جا سکے گی۔ تمام وہ مسائل جن سے پاکستانی معاشرہ سیاست دانوں کی کوتاہیوں اور کوتاہ اندیشیوں کے باعث دوچار ہو گیا ہے۔ مروجہ نظام کے لئے لاینحل ہیں مگر ان میں سے ہر مسئلہ کا کلی شافعی حل دینِ لاریب میں موجود ہے۔ انتخابات کا انعقاد کرواؤ مگر یہ فیصلہ کر کے آئندہ تم نے اور ہم نے فقط اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے اور اولی الامر کی اگر اختلاف رائے ہو جائے یا کسی مسئلہ کا حل واضح

Marfat.com

نہ ہو پائے تو ہمیں دانشِ الٰہی کے تابع ہونا ہے۔ فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے اور یک رائے ہونے کے لئے تلاشِ حق کے لئے فاردوہ الی اللہ والرسول کے فرمانِ الٰہی کی بلا حیل و حجت اطاعت کرنا ہے جس میں حجت کا دخل ہو جائے جس میں حیلے تلاش کرنا ور آ جائے وہ اطاعت نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطاعت درکار ہے وہ تعاون کے محتاج نہیں۔ ہاں نیکی کے اعمال کے لئے وقت کے عمال معاشرہ سے تعاون کے حق دار ہیں۔ اگر وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قطعی اطاعت گزار رہیں گے تو معاشرہ ان سے تعاون کرے گا اور اگر وہی رویہ رہا جو آج تک رواں رہا ہے تو چاہے جہاد کہہ لو' چاہے بغاوت' آج نہیں تو کل معاشرہ فرض آشنا ہو جائے گا اور معاشرہ فرض شناس ہو گیا تو ازخود' خود شناس و خود نگر ہو جائے گا اور شاہی لاکھ جمہوری لباس پہنے عوام دھوکا نہیں کھائیں گے۔ لکھ رکھو کہ جمہوریت انتخاب جیت کر اپنی شکست کی راہوں پر رواں ہو جائے گی۔ اپنے ہی کارکنوں اور کارپردازوں کے ہاتھوں یہ نظام اپنی رسوائی کے انجام کو پہنچ چکا تھا کہ رسوائی کے ان دھاروں کا رخ موڑنے کے لئے مجوزہ انتخابات کا بند باندھا گیا۔ لوٹوں' لفافوں' بریف کیسوں' سازشوں کی آماجگاہوں کا ذکر کرتے ہوئے جلوس انتخابی عمل میں الجھ گئے اگر کوئی اس گمان میں ہے کہ رسوائی میں یا عوامی نفرت میں کمی آ گئی ہو گی تو وہ محض خوش فہم ہے۔ ذرا ان ہی پرانے دائیں یا بائیں ہاتھ میں زمام کار آنے دو دیکھنا عوامی جذبات کا منہ زور گھوڑا کیا کیا مستیاں دکھاتا ہے جسے امن سکون اور تمکنت درکار ہے وہ متذکرہ مسائل کا حل اس کتابِ لاریب میں تلاش کرے جو مجسم صراطِ مستقیم ہے۔ دینِ اسلام کے مطابق قانون سازی کرنا یا اس کے خلاف قانون سازی نہ کرنا بڑا منافقانہ اعلانیہ ہے کہ دونوں صورتوں میں عیار سیاست کار اپنے لئے حق قانون سازی محفوظ کر لیتا ہے۔ ایسی منافقتوں سے احترام لازم ہے کہ دینِ اسلام میں اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ نہیں۔ دین اسلام کا ضابطۂ حیات تمام زمانوں کے لئے لاریب بھی ہے اور مکمل بھی۔ یہ آئین آخر ہے اس میں حکومت سازی کے طریقے اور اصول بھی بالتفصیل درج ہیں اور زندگی ڈھالنے کے قوانین بھی۔ یہ مکمل ضابطۂ حیات تمام تر اعمال انسانی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

یہ ہماری کوتاہ اندیشی و کم علمی اور ذہنی منافقت ہے کہ ہم معروف و منکر کی وسعتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی اور آگاہی کے باوجود ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں، ضالین قرار پا چکے ہیں، وسوسوں میں گرفتار ہیں، الخناس کی راجدھانی میں آ بسے ہیں، جہاں حکومت اور خیانت میں گہرے رشتے استوار ہیں جسے دیکھو عہدہ طلب ہے اس کے لئے مہم جو ہے۔ روسیو، کارل مارکس، میکالے اور میکاولی کو راہنما تسلیم کرتا ہے۔ اپنے اعتقاد پر اپنی گمراہیوں کو حاوی رکھتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت سے گریز کرتا ہے اور دنیوی خداؤں کی اطاعت اور اس کی اشاعت و تشہیر پر کمربستہ ہے۔ قائدِ اعظم کی جھولی سے گرتا ہے تو دائیں کے کندھوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ اقبال کی انگلی چھوڑتا ہے تو وٹو کا دامن تھام لیتا ہے اور فکر مند ہے کہ میں سرخرو کیوں نہیں ہوتا۔ بے نظیری اور بے نظری تک میں امتیاز نہیں شرافت کو دھتکارنے کو شرافت نوازی گردانتا ہے اور خوش ہے کہ ۶ اکتوبر کو اپنی دو رائیں استعمال کروں گا یا پھر ایک ۶ اکتوبر کو اور دوسری ۶ اکتوبر کی روشنائیوں میں ۹ اکتوبر کو۔ کتنے مبارک ہوں گے وہ دو دن جب اہلِ سنت، اہلِ تشیع، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن، دیوبندی، بریلوی، شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی سبھی رو بہ پولنگ بوتھ ہوں گے اور جمہوریت کے استحکام کے لئے جمہوریت کے ستونوں کی نشاندہی اپنے شناختی کارڈ دکھا دکھا کر اور اپنے انگوٹھوں کو نشانزد کروا کروا کر سرگرم ہوں گے۔

کاش سروں کی گرمی پر گلوب کی گرمی حاوی ہوتی، کاش خوشی اور مسرت کے ان دنوں میں ہم اپنے اعتقاد کی بازی ہار جانے پر فخر نہ کر رہے ہوتے، کاش ان دنوں پاکستان کی سرزمین سے نگرانِ اعظم کی موجودگی میں عالمی نظام کی نفی میں کرۂ ارض پر فقط اللہ ہی کی حاکمیت کا نعرہ بلند ہوتا، کاش کسی بہن کی تلاوت نے عمرؓ کو فاروق بنا دیا ہوتا، کوئی علیؓ فتح خیبر کے لئے علم سنبھال تلوار بے نیام کر لیتا، کاش کوئی صدیقؓ کہتا وہ کہتے ہیں تو پھر ایسا ہی ہوا ہوگا، کہتا صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بس، کاش آج کے عثمان سیٹھ نہ ہوتے، غنی ہوتے اور پھر کسی صدیقؓ، کسی عمرؓ، کسی عثمانؓ، کسی علیؓ کا انتخاب ہوتا، کاش جمہوریت کی بجائے ایمان تازہ بھی ہو گیا ہوتا اور محکم بھی۔

۱۳ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

"ہائے اس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا"

سیاست کی دکانداری دیکھو کہ وہی سیاسی پارٹیاں جن کے ارکان کی کارستانیوں کے باعث پاکستان کا نظام جمہوریت رسوا سربازار ہوا۔ امیدواروں کے ہاتھ ٹکٹ فروخت کر رہی ہیں' جن کی سیاست کی دکان لبرٹی مارکیٹ میں ہے' وہ فی ٹکٹ بیس لاکھ بھی مانگیں تو ملتا ہے' جن کی مارکیٹ انار کلی میں ہے' پندرہ لاکھ روپے فی ٹکٹ وہ بھی بٹور لیتے ہیں' سیاست کے تھوک فروش جو شاہ عالمی میں منڈی لگائے ہوئے ہیں ۱۰ لاکھ سے کم تو وہ بھی نہیں مانگتے' البتہ تھڑے والی سیاسی پارٹیاں لاکھ دو لاکھ پر بھی اٹھا دیتی ہیں۔ قابلیت' تجربہ' اہلیت' وفاداری سب بے کار سے وصف ہیں' جو زیادہ دام لگائے سو ممبر اسی کا ہے' جس رکنیت کی ابتدا یہ ہو اس کی انتہا کیا ہو گی؟ اگر الیکشن کمیشن کو واقعی خبر ہوتی تو وزیر اعظم اور صدر کے سابقہ استعفوں سے پہلے ہی مستعفی ہو گیا ہوتا یا ہاتھ باندھ کر عرض کرتا اور دھاندلی جو چاہے کروا لو۔ ایسے ہونہاروں کو انتخاب لڑوانے کی بدعت مجھ سے سرزد نہ کرواؤ کہ میں نے آخر تاریخ کو بھی جواب دینا ہے۔ قوم اور وطن کے مستقبل کی تباہی و بربادی اگر مجوزہ الیکشن کی تاریخ میں بھی تحریر ہو گئی تو پھر تاریخ کو پاکستان کے متعلق مزید لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں ملے گا اور تاریخ نویسوں کے چراغوں میں اس کے بعد روشنی نہیں رہے گی۔

یارو! جس سیاست کو معراج خالد بھی قبول نہیں' جس کے مستقل اصغر کو بھی استقلال نہیں' اس سیاست کی خباثت کیا کسی نشان دہی کی محتاج ہے۔ وہ جنہیں انتخابات کے غیر جانبدارانہ ہونے کا دعویٰ ہے' جس نظام کی بنیاد ہی پارٹی بازی' افتراک' تفریق' حرص اقتدار اور حصول اقتدار کے لیے مہم جوئی پر ہو' اس کی عملداری میں تو عام فرد بھی غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ انتخاب کیسے غیر جانبدار ہو جائے گا' جہاں ٹکٹیں فروخت ہو رہی ہوں' رکنیت کی امیدواری کی سیل لگی ہوئی ہو' سرکار کے اخراجات کا مقرر کیا ہوا

Marfat.com

تخمینہ لاکھوں کی تخم ریزی کر رہا ہو' کیا ان انتخابات کا انعقاد حلال پر گزر اوقات کرنے والے متوسط طبقہ کے دانشوروں اور نمائندگی کے اہل افراد کے ساتھ انصاف کر رہا ہو گا۔ بالخصوص جب ان انتخابات کے معزز نگرانوں نے روپیہ اتنے پیسوں کا کر دیا کہ ریز گاری کا افلاس نہ دیکھا جا سکتا ہو' نہ سہارا جا سکتا ہو' رہے آزادانہ انتخاب تو مؤدبانہ گزارش ہے کہ جس انتخاب میں فقط مادر پدر آزاد ہی شریک ہو سکتے ہوں' کیا سرکار کی لغت میں اس کو آزادانہ انتخاب کہتے ہیں۔؟ اگر منہ ہی کالا ہو چکا ہو تو آئینے کا شفاف ہونا کج ادائیوں کو دلکش بنا دے گا؟ اندھیر مچا ہو کارروائیاں قابلِ نفریں ہوں تو آئینوں کو ڈھانپ دینا زیادہ مناسب عمل نہیں ہوتا؟ بے قصور' بے گناہ اور معصوم عوام کی امنگوں اور تمناؤں کے بہیمانہ قتل کے بعد اگر زمام بدست اہل کاران انتخاب نے جفا سے توبہ کر لی تو ان زود پشیمانوں کے پشیمان ہونے سے عوام کو کیا حاصل ہو گا۔ مایوسی قنوطیت اور اس کے نتیجہ میں دہشت' وحشت اور ابلیسیت! اور حکومت روتے ہوئے معاشرہ کے آنسو یہ کہہ کر پونچھے گی کہ روؤ نہیں مسکرا دو کہ ہم نے انسدادِ ابلیسیت کے لیے بھی عدالتیں قائم کر دی ہیں۔

جب تک معاشرہ روزے سے رہے گا ابلیسیت مقید رہے گی اور معاشرہ کا ڈے ٹوڈے ٹرائل آئندہ انتخابات تک جاری رہے گا۔ معاشرہ کے لیے سب سے بڑی خوش خبری یہ ہے کہ مرتضیٰ بھٹو تشریف لا رہے ہیں جو ماشا اللہ شکست خیبر کا باعث ہی نہیں ہوں گے "**یفسد فی الارض ویسفک الدما**" کی طرح بھی ڈالیں گے۔ انتقالِ آبادی کو انتقالِ مملکت کا باعث بنانے کی پُر خلوص کوشش بھی کریں گے اور تاریخ ایک دفعہ پھر تحریر کرے گی کہ "ہرچہ پدر نتواند پسر تمام کنند" سیاسی کند ذہنی کا یہ عالم ہے کہ یہ سوچ کر بغلیں بجائی جا رہی ہیں کہ ادھر مرتضیٰ آیا ادھر بے نظیر کی "کو چیرمنی" گئی۔ ادھر سورما متعدد نشستوں پر امیدوار ہوا' ادھر پورا سندھ ہڑبڑا کر نیند سے بیدار ہو جائے گا۔ نصرت' مرتضیٰ کی ہو گی اور بے نظیر فقط زرداری کی ہو کر رہ جائے گی۔ مرتضیٰ سندھیوں کی دعوت پر نہیں رقیبوں کی انگیخت پر آ رہا ہے اور رقیب بھی حُسن کے نہیں آزادی کے رقیب ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ مرتضیٰ کے ارادوں یا آئندہ انتخابات کے مقدر میں پاکستان کی تقسیم یا تسخیر لکھی ہو۔ اگر ان الزامات میں سے ایک بھی صحیح ہے جو پاکستان کی سابقہ

Marfat.com

حکومتیں پسران بھٹو پر لگاتی رہی ہیں تو کیا یہ نوجوان بھی انتخاب میں امیدواری کا اہل ہے؟ پاکستان کی کون سی سیاسی تنظیم ہے جو اس کے دیدار کی پیاسی یا اس کے اقتدار کی شائق ہے۔

کیا مرتضیٰ کی تلوار اور بے نظیر کا تیر ایک ہی میان یا ایک ہی ترکش میں سما سکیں گے' کیا بہن' بھائی کا رشتہ اور حرص اقتدار بیک وقت سازگار رکھے جا سکیں گے۔ چیرمین اور "کو چیرمین" میں بنی رہے گی۔ یا ماں بیٹے کے ساتھ اور بیٹی بنے کے ساتھ ہو گی۔ نجی معاملات اگر سیاست پر اثر انداز نہ بھی ہوں تو بھی جو آج سجھائی دینے لگا ہے۔ پہلے کیوں قطع نظر رہا۔ شوق انتخاب بلا رہا ہے۔ یا نیت کا فساد لا رہا ہے۔ عوام کا ردِ عمل تو جو ہو گا سو ہو گا نگرانی کا نہ ردِ عمل واضح ہو رہا ہے نہ مدعا سمجھ میں آ رہا ہے' نہ معلوم اس لئے چپ ہیں کہ یہ انفارمیشن نہیں فقط ڈش انفارمیشن ہے جو کسی نے اپنی ڈش بھروانے کے لیے پھیلائی ہو یا پھر وہ چپ لگی ہے۔ جو نادانوں کو چھنپے سے پہلے لگتی ہے یا بیماروں کو آخری ہچکیوں سے پہلے لگ جاتی ہے یا پھر وہ چپ ہیں کہ ذرا آ تو لینے دو۔ جو کچھ بھی ہو یہ وہ مرض مجوزہ انتخابات کو آ لگا ہے' جوں جوں دوا کرو بڑھتا ہی جائے گا اور زمانہ اب اس مرتضیٰ کے ڈھنگ بھی دیکھے گا جو ذوالفقار علی کے بغیر میدان جنگ میں آنے والا ہے اور وہ قوم جو "دل مرتضیٰ سوز صدیق دے" کو اپنی دعاؤں کا ماحصل بنایا کرتی تھی۔ کار مرتضیٰ بھٹو سے پناہ مانگے گی اور پاکستان کے "س" کو حذف ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا اور انتخابات نقارے بجائیں گے' کہ انصاف ہو گا' جانب داری کو غیر میسر آ گیا۔ انصاف نے نصف نصف کر دیا۔ وفاق سب کا سب نہ سہی ایک چوتھائی تو آزاد ہو گیا' دو تہائی اکثریت کا جھگڑا تو مٹا۔ انتخابات کا نتیجہ اگرچہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا' ڈھاکہ کا سقوط ایک نئی طرز سے ہی سہی وارد تو ہو گیا جسے ادھر آنا تھا وہ ادھر آ گیا جسے ادھر دفعان ہونا تھا وہ ادھر دفع ہو گیا۔

پاکستان کی سیاست میں جہاں اور اتنا کوڑا کرکٹ یہاں وہاں سے آ گیا وہاں ایک آدھ اور بھی آ گیا تو کیا وہ نہ بھی آئے تو بھی حاضر و موجود سیاست دان پہلے سے ہی اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اگر تریاق عراق سے آ سکتا ہے تو دمشق سے کیوں نہیں آ سکتا۔ مارگزیدہ اگر جینا نہیں چاہتا تو کس نے روکا ہے جب دل میں آئے مرجائے۔ انتخابات تو

Marfat.com

بہرحال ہوں گے ہی اور سیاست کا جنازہ جس دھوم سے اٹھے گا ایک دنیا ہو گی کہ کندھا دینے کے لیے اٹھ کھڑی ہو گی۔ اس دفعہ یومِ آزادی جس طرح زیرِ نگرانی گزر گیا اس طرح اور بہت کچھ بھی گزر جائے گا اور ہر چیز اپنی دو تہائی مانگتی پھرے گی جس معاشرہ نے ناظمِ کائنات کے ساتھ آئینی و قانونی جنگ چھیڑ رکھی ہو' جو معاشرہ آپ اپنی اپوزیشن بن چکا ہو' جس کے اقتدار نے ہر تعمیری قدر کے لیے دار لٹکا رکھی ہو' وہاں حسن نثار اپنے کالموں میں لاکھ موتی بکھیرتا رہے' لاکھ تعمیریں تجویز کرتا رہے' لاکھ کہے میری سنو' دیکھو یہ گلدستے میں نے تمہارے لئے سجائے ہیں' مجھے روزی کی نہیں آئندہ نسلوں کے ان کھلے گلابوں کی فکر ہے' کوئی متوجہ نہیں ہو گا جو بہت بڑا مہربان ہو گا یہی کہے گا ذرا ٹھہرو میں پہلے مداری کا تماشا دیکھ لوں' تمہارے موتی بڑے گراں ہیں۔ ذرا "ڈی ویلیو" ہو لیں تو خریدوں گا پھر انہیں برآمد کر کے جو زرِ مبادلہ ملے گا اس سے پیلی ٹیکسی خرید لیں گے' جو ہماری تمہاری مشترکہ ملکیت ہو گی اور گوادر سے وسطِ ایشیا تک موٹروے پر چلا کرے گی۔ مغربی تمدن و تہذیب کی باربرداری کے کام آئے گی۔ پھر آجکل سرکاری ملازموں کے تبادلے زوروں پر ہیں۔ انتخابات کو بے لوث رکھنے کیلئے ان لوگوں کو مسافر بنائے رکھنا ازحد ضروری ہے۔ یہ راز تو نگرانوں نے بڑے کھوج لگانے کے بعد افشا کیا کہ سرکاری ملازم رائے عامہ کے راہ نما ہوتے ہیں اور دورانِ انتخاب بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ ڈیموکریسی جس کی لگام بھی اور رکاب بھی بیوروکریسی کے اختیار میں ہو اسے نئی لغت میں کس نام سے موسوم کیا جائے گا۔

ہم دیہاتوں میں پلے کیا جانیں کوئی میاں چنوں کا قصباتی کسی ماڈل ٹاؤن نے سے پوچھ کر بتائے تو شائد بتا سکے' جس سیاست چور کی وزیرِ اعظمی پولس کے افسرانِ بالا کے مشوروں ہی کے نہیں ہدایتوں کے محتاج رہ چکی ہو اسے اس ڈاکے کو ناکام بنانے کا کوئی نہ کوئی طریقہ تو آتا ہی ہو گا جو پاکستان کی سیاست پر مرتضیٰ بھٹو مارنے والا ہے لہٰذا عوام ہرگز پریشان نہ ہوں لوہا آج بھی لوہے کو کاٹنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ پاکستان کی مٹی سیاست کے لیے بڑی زرخیز ہے۔ بیج نہ بھی ڈالو تو بھی خود رو وزراء' وزرائے اعلیٰ' وزرائے اعظم ' سپیکر حتیٰ کہ صدر تک اگ آتے ہیں۔ ذرا بکریوں کو نگرانی میں رکھیں تو ان کے تناور ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ دنوں میں ہی ان کی چھاؤں اتنی گھنی ہو جاتی ہے کہ ان کے

Marfat.com

سائے میں ہزار نیرو بھی اگر بانسری تھامے بیٹھ جائیں تو انہیں "جا تنگ است و مرداں بسیار" کی شکایت نہیں ہوتی۔

سیاست نے پاکستان کو ان لوگوں سے اِس طرح قدم قدم آباد رکھا ہے کہ حُب الوطنی کو اب تل رکھنے کے لیے بھی جگہ میسر نہیں۔ بے چاری جہاں کہیں بھی رکنا چاہے کوئی نہ کوئی پہرہ دار وسل بجا دیتا ہے کہ یہاں پارکنگ ممنوع ہے۔ محبانِ وطن لاکھ مشاہدۂ حق کی گفتگو کریں' ساغر و مینا کہے بغیر بات ہی نہیں بنتی۔ ماسوائے سیاست کے ہر قسم کے ماہرِ سیاست میں چلے آ رہے ہیں۔ پوچھو بھائی کوئی اور منافع بخش کام کرلیا ہوتا سیاست میں آکر کیا کرو گے تو جواب ملتا ہے۔ "جو میرا ڈیموکریسی میں اوہوای کرساں" بھڑوں کے چھتے کا مصرف بھی اگر تمہیں معلوم نہیں تو تم سا نالائق کیا سمجھے گا کہ قومی اسمبلی کس کو کہتے ہیں۔ ان حالات میں اگر کسی سابقہ وزیراعظم کا بھائی اس کارِ خیر کے لیے آجائے جو ایک دیگر سابقہ وزیراعظم کا بھائی سرانجام دیتا آیا ہے تو تعجب کی کونسی بات ہے۔ پلاٹوں کی الاٹمنٹ کی ہنرمندی سے تو تھوڑی بہت آگاہی بے گھروں کو ہو چکی۔ تمنا ہے کہ پلاٹوں پر قبضہ جمانے والے گروپوں کے ریکارڈ کی جمع بندیاں بھی تحریر ہوں۔ تاکہ ہم رکابوں' ہم زلفوں اور ہم سایوں کے کارناموں سے بھی آگاہی ہو۔ ظالموں کی دسترس سے سڑکیں تک بھی تو محفوظ نہیں رہیں اگر یہ محض افواہ نہیں ہے کہ ایک گزشتہ شب رینجرز کی مدد سے گورنر ہاؤس' وزیرِ اعلیٰ ہاؤس اور سیکرٹیریٹ پر قبضہ ہونے لگا تھا جو پنجاب پولیس کے انعام یافتہ افسروں نے نہ ہونے دیا تو اس معرکے کی داستان پر تو عوام و خواص کی آگاہی اور دلچسپی کے لیے باقاعدہ فلم بنی چاہیے اور دہلی کے لال قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کو رینجرز سے تربیت حاصل کرنا چاہیے کیا ہوا جو ایک دفعہ وہ ناکام رہے۔ محمود غزنوی تو سولہ حملوں کے بعد کامیاب ہوا تھا اور آج تک بت شکن مشہور ہے مگر ہماری سیاست تو آج تک اپنے اندر کے بت نہیں توڑ سکی۔

سرحدوں پر ایستادہ سومنات اسے ٹھینگے دکھا دکھا کر کہہ رہے ہیں' کہاں ہے تمہارا حیدر آباد؟ کدھر ہے تمہارا جوناگڑھ؟ دیکھو ہمارا بنگلہ دیش اور کشمیر بھی جو ہمارا اٹوٹ انگ ہے تمہیں تو اتنی ہوش بھی نہیں کہ جسے تم پنجاب کہتے ہو' اس کے ستلج اور بیاس کہاں ہیں۔ مشرقی پاکستان کے ولدادو ایک مشرقی پنجاب بھی ہے تم سے تو اپنا مغرب

Marfat.com

نہیں سنبھالا جاتا مشرقی کیوں کر سنبھال لو گے۔ شفق میں ڈوب جانے والے افق سے انہیں ابھرا کرتے ان ہی طفل تسلیوں سے بہلتے رہتے ہیں کہ اہلِ ایمان صورت خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے' ادھر نکلے' ادھر ڈوبے ادھر نکلے۔ ہاں ایسا ہی محسوس ہوتا ہے بشرطیکہ اہلِ ایمان بے ایمانوں کی سربراہی میں سرگرم سفر نہ ہوں کشمیر نے اگر اپنی آپشن استعمال کرنا ہے اور پاکستان کے زیرِ انتظام کچھ اور علاقہ پر بھی ان کا دعویٰ ہے تو آزادی کشمیر کے دن کس کی شاہ رگ کٹے گی وہ قائدِاعظم کو تو معلوم تھا کہ کسی اور اعظم کو ابھی تک معلوم نہیں' کٹ گئی تو شائد معلوم ہوجائے جو قومی مروجہ سیاست کی تباکاریوں سے مطمئن نہیں تھے وہ پاکستان کے لیے سیاست کار برآمد کر رہے ہیں۔ ان میں اصلاح کار بھی ہیں اور تباہ کار بھی۔ مقصد و منتہا تمام برآمد کنندگان کا ایک ہی ہے کہ وسطِ ایشیا میں معاشی و معاشرتی و تمدنی و سیاسی اقدام جمانے اور چین کو اس کی چین سے ہوتی ہوئی ترقی سے محروم کرنے کے لیے جس جس ملک اور جس جس نظریہ کو برباد کرنا ضروری ہو ۱۹۹۵ سے پہلے پہلے برباد کردیا جائے تاکہ ہانگ کانگ دینے سے پہلے جو کچھ لینا ہے اس پر بھی شرکت قبضہ کما لیا جائے لیکن ہم بے چارے کیاکریں ہم تو عرصہ انتخاب میں ہیں اور انتخابات کا منصفانہ' آزادانہ' غیر جانبدارانہ اور شفاف ہونابہت ضروری ہے' رہی سہی کسر پوری کرنے کے لیے جنرل ریٹائرڈ اسلم بیگ اور کئی اور دیگر مروجہ سیاست کاری پر بھرپور وار کرنے کا اعلان کرچکے ہیں۔ یہ نئے نویلے اونٹ دیکھیں کس کروٹ بیٹھتے ہیں اور کہاں بیٹھتے ہیں۔ کلفٹن کے کنارے یا کہیں اور وسعتِ صحرا میں مگر ہمیں کیا' ہم متفکر ہیں ٹکٹ کس کو ملتا ہے اور رکنیت کس کو ملتی ہے' ووٹ جس کی قسمت میں ہو اسے مل جائے گا' ووٹ ووٹ پر مہر تو پہلے ہی لگی ہوئی ہے ہمارے سیاسی خدا کی۔

۱۶ اگست ۱۹۹۳

Marfat.com

"کوئی یہ لوٹ تو دیکھے"

معاشرہ کے افراد کی اکثریت اگر احکام شیطان کی پابند ہو اور اس معاشرہ کے عوام اگر طاقت کا سرچشمہ ہوں' وہ معاشرہ انتخاب کے عمل میں مبتلا ہو' اس کی سیاسی جماعتیں بے منشور ہوں' ہر فرد کی ذاتی ضروریات اس کا مینڈیٹ ہوں' انتخابی نتائج پر یاسیت طاری ہو' نشستوں کی امیدواری نیلام ہو رہی ہو' امیدوار جدھر سے ٹکٹ مل جائے اسی پارٹی میں شامل ہونے پر کمربستہ ہوں' قبضہ قاضی کے آجانے کا منتظر ہو' تھانہ کے باہر مجمع دیکھ کر قانون پرانے ٹائر کی طرح پہلے گھس کر' پھر جلایا جا کر راکھ ہو چکا ہو' امیدوار قتل ہو رہے ہوں اور سابق وزیر اعظم ہونے کے باوجود افراد ابتدائی رپورٹوں میں نامزد ہو رہے ہوں' معروف کی ٹانگیں لرز رہی ہوں اور منکر کے لئے زندہ باد کے نعرے لگائے جا رہے ہوں' نظریاتی مملکت کا نظریہ الیکشن سے پیشتر ہی متروک ہو چکا ہو' نگرانوں کے پہرہ میں تجوریوں میں پڑے پڑے روپے کی قیمت اتنی کم ہو گئی ہو کہ پیسے دھاڑیں مار کر رو اٹھے ہوں' چلا رہے ہوں کہ "کوئی یہ لوٹ تو دیکھے" کہ اس نے جب چاہا تمام خانہ دل کو جگا کے لوٹ لیا"۔ جو کام منتخب نمائندوں سے نصف صدی میں نہ ہو سکا وہ امپورٹڈ اور "ایکسپورٹیبل" نگرانوں نے چند دنوں میں یوں کر دکھایا کہ عالمی بینک اور عالمی مالیاتی ادارہ عش عش کر اٹھا اور معاشرہ کا توسط سوچ میں پڑ گیا کہ اگر ایندھن مہنگا ہونے کے یہی انداز رہنے ہیں تو کیوں نہ موٹر سواری چھوڑ کر سائیکل سواری اور سائیکل سواری چھوڑ کر سڑک سواری اختیار کر لی جائے۔ جتنا ایک دو بچے پالنا مشکل ہو جاتا ہے اتنی تو محلّہ بھر کی کفالت دورِ غلامی میں مشکل نہ ہوا کرتی تھی۔

وہ لوگ جنہوں نے دورِ غلامی میں چار آنے سیر بکرے کا گوشت' چار چھ آنے کی سالم مرغی اور چودہ آنے من گندم بکتی دیکھی ہو' دو آنے گز کا کپڑا خریدا ہو' انہیں اگر پچیس روپے سر منڈوائی دینے پڑ رہے ہیں تو ظاہر ہے وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو کر یہ نتیجہ

Marfat.com

نکالنے پر مجبور ہوں گے کہ زمانہ ہرگز ہرگز اللہ کی حاکمیت کا نہیں ابلیس کی حاکمیت کا ہے یا کم از کم ان بندوں کی حاکمیت کا ہے جو ہرگز ہرگز اللہ کے بندے نہیں ہیں' شیطان کے بندھے ہوئے ہیں اور بندھے ہی چلے جا رہے ہیں۔ نہ اسلام کی دنیا میں قرآن و سنت کی حکمرانی ہے' نہ عیسائیت کی دنیا میں انجیل و عیسیٰؑ کو اقتدار کی کوئی رتی حاصل ہے' نہ کسی کو تورات کا لحاظ ہے' نہ کہیں کسی آئین یا قانون کو اقوام موسیٰ کا احترام ہے۔ تمام کرۂ ارض پر بندے اللہ کی حاکمیت کو ترک کر چکے ہیں' ہر کسی پر آئینی و قانونی طور پر بندوں کی اطاعت فرض ہے۔ الہیت کے تو معنی تک تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ دین نہ آئین رہا ہے' نہ اصول' نہ ضابطۂ حیات' حقیقت خرافات میں اور امت روایات میں کھو چکی ہے۔

اگرچہ ہر سو شور اٹھایا جا رہا ہے کہ قاضی آگیا ہے مگر جو امر واقعہ ہو رہا ہے وہ زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ قضا آگئی ہے۔ غوغا ہے کہ مرتضیٰ آ رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ فطرت یہ دریافت کرنے کے لئے کہ "بتا تیری رضا کیا ہے" کوڑا سنبھال چکی ہے اور جو کچھ تقدیر میں ہے اسے مخفی رکھ رہی ہے جنہیں دو تہائی اکثریت بردار وزیر اعظمی کی حرص لگی تھی' ان کا نام نامی اسم گرامی ابتدائی رپورٹ میں غالباً" اس الزام کے ساتھ درج کروا دیا گیا ہے کہ وہ قتل جو سرِبازار ہوا ان کے ایما پر ہوا۔ کل کلاں کو موت کسی اور پر برحق ہو گئی تو کسی ایسے ہی دوسرے کا نام لینے کی تاریخ دوہرائی جا سکتی ہے۔ جس کی ابتدا یہ ہے کہ اس عرصۂ انتخاب کی انتہا کیا ہو گی۔ نگران جانیں یا پھر نگرانوں کا نگران جانے۔ کوتاہ دستوں کی دور اندیشی کو کیا پڑی ہے کہ اپنی نظر کو تھکاتی پھرے۔

قائدِ عوام آں جہانی کی این جہانی پارٹی کے ایک بڑے معتبر قائد سنا ہے' "ن" مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ہیں اور وہ مسلم لیگ ایک ایسی مسلم لیگ سے بغرض انتخاب ملحق ہو گئی ہے جہاں CUNNING TAME TIGERS INTO JACKALS کا عمل افرنگ کی نگرانی میں کبھی کا تکمیل پا چکا ہے۔ امریکہ مفادات کی قربان گاہ پر جب تک پاکستانیوں کے جذبۂ حب اسلام کی امریکہ کو ضرورت تھی۔ عام قوانین سے کھیل کود کے لئے آئینی عدالتوں کا قیام بھی ہوا۔ اگرچہ آئین کے ضمنات کو ان کے "ریکٹ" سے دور رکھا گیا۔ قراردادِ مقاصد کو دیباچے کی جگہ سے اٹھا کر اسلام ہمارا مذہب ہے کے ضمن کے ساتھ لٹا دیا گیا۔ پارلیمنٹ کا ہدف مجلس شوریٰ بھی قرار پا گیا۔ قانون ساز

Marfat.com

اداروں کی رکنیت کی اہلیت و نااہلیت کا تعین بھی ہوا۔ عدالتوں کی مٹی کے ڈھیر کو اتنی بلند سطح پر بھی لگا دیا گیا کہ اس کے پلید ہونے کا خطرہ ٹلتا رہے مگر انسانیت کا معیار بوجہلیت و بولہبیت تک گرا دیا گیا اور وہ آئین جو ماوزے تنگ کی تقلید میں تضادات سے انقلاب لانے کے لئے تصنیف کیا گیا تھا۔ تصادم سے بنیادیں ہلا دینے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ سماعت سے آئینی و مالی معاملات وغیرہ کو ناقابل عبور فاصلے تک دور رکھنا بھی خالی از علت نہ تھا مگر وہ فاصلے جو فیصلوں نے عائد کر دیئے بڑے جان لیوا ثابت ہوئے اور اعتقاد سے بغاوت کو ایمان و شرک کو دستور حکومت قرار دے گئے اور یوں محسوس ہونے لگا ہماری قومی فکر بے دستار ہو گئی ہے اور ہمارے فیصلوں نے سیاہ جبوں میں مستور رہنا دستورِ حیا قرار دے دیا ہے۔ تشریحات خضاب لگائے ہوئے ہیں اور پوری قوم کی دانش کا بڑھاپا اپنی جوان اولاد کی نعش کو کفنا رہا ہے اور معاشرہ کسی نئے خدا کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ ہمارے فکری راہنما قانون ساز اداروں میں یوں براجمان ہیں۔ جیسے سومنات کے دیوتاؤں کے بتوں میں جان پڑ گئی ہو اور محمود غزنوی کو سزا سنانے کے لئے جمع ہوں جیسے کسی بدخو نے مجدد الف ثانی کے مکتب میں آئینِ اکبری پڑھانے کا اہتمام رائج کروا دیا ہو جیسے میاں میر کے درس میں گیتا مدرس کی کتاب قرار پا گئی ہو، جیسے یوسفؑ کا کرتہ عزیز مصر کی بینائی لوٹانے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہو، زلیخا کی سہیلیاں بینگن کاٹ رہی ہوں اور مدعی ہوں کہ انگلیاں نہیں کٹیں گی۔

اس انتخاباتِ بے منشور کی وساطت سے جو انقلاب لانا مقصود ہے اس کے اطوار ابھی دانشوروں پر واضح نہیں، ابھی تو کہیں کہیں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ کہیں یہ سارا کھیل اس لئے تو نہیں کھیلا گیا کہ جو منتخب حکومتیں آج تک نہ کر سکیں وہ نگران حکومت سے کروا لیا جائے تاکہ آئندہ کی منتخب حکومت بہانہ بنا سکے کہ قوم کے باورچی خانے ہم نے تو بے آباد نہیں کئے یہ تو نگرانوں کا کیا دھرا ہے مگر اس اندازِ فکر میں گیرائی نہیں کیونکہ نگران حکومت تو آرڈیننس ہی جاری کر سکتی ہے۔ منتخب حکومت چاہے گی تو اسے ایکٹ نہ بنائے گی مگر نگران حکومت کی معاملہ فہمی اتنی گئی گزری بھی نہیں کہ انہیں اس صورتِ حال کا اندازہ نہ ہو۔ وہ آئندہ انتخابات کو اس امر کی ضمانت بنا کر ہی جائے گی

Marfat.com

کہ ان کا کیا دھرا کسی بھی صورت دھرے کا دھرا نہ رہ جائے جس پالیسی کی تصدیق آج کے محکم اداروں سے کروائی جا سکتی ہے کل کے غیر محکم اداروں کی کیا مجال کہ اس کی تصدیق سے منکر ہو کر منکر خداوند ہونے کی سزا پائیں۔ وہ معیشت جو نواز شریف صاحب نے مستحکم کی تھی' کیا ہوئی وہ خود انحصاری جس کا وہ چرچا کیا کرتے تھے کون سے مقبرہ میں دفن ہے' اس بیرونی سرمایہ کاری اور نج کاری کی برکات کا کیا ہوا جو یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم پر نازل فرمایا کرتے تھے۔ کیا ان کے سبھی کچھ کو نگران حکومت کی نظر کھا گئی یا سابق صدرِ مملکت ناراض ہو کر سسرال کے ہاں منتقل ہوتے ہوئے ساتھ لے گئے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیوں نہ ان کو منا کر واپس لایا جائے کہ نواز شریف کو اقتدار میں لانے کا جو ڈھنگ انہیں آتا ہے معلوم دے رہا ہے نگران حکومت کو نہیں آتا یا پھر جب سے سرحدوں کے نگران سیاست کے نگران بھی ہوئے ہیں' تقاضے بدل گئے ہوں گے جو ہم سیاست کے ادنیٰ طالب علموں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

اب تو سابق چیف آف آرمی سٹاف توہینِ عدالت کے بعد توقیر سیاست کے لئے شامل پرواز ہو چکے ہیں اور فکر مند ہیں کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں یا کسی زیر قیام سیاسی پارٹی کی ٹانگوں پر اتنی متعارف شخصیت کسی بھی سیاسی پارٹی کا قیمتی اثاثہ گردانی جا سکتی ہے مگر عسکری قیادت سے سیاسی قیادت کے لئے گامزن ہوں تو راستے میں کئی اصغر خان وہ زخم دکھاتے ہوئے ملاقی ہوتے ہیں جو پاکستان قومی اتحاد' پی ڈی اے' جمعیت علمائے پاکستان نے حسبِ توفیق لگائے ہوں اور ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انسان کی سیاست مجبور ہو کر اس گھر کی دریوزہ گری پر اتر آئی ہو جس کے قریب ہی اتفاق ہسپتال ہے اور اس گمان میں غلطاں ہو کہ جو غلام اسحاق خان کو نکال سکتا ہے وہ اصغر خان کو لا کیوں نہیں سکتا۔ دراصل کچھ مہربانوں نے آتے آتے بڑی دیر کر دی ورنہ وہ پاکستان کے روز ویلٹ بڑی آسانی سے بن سکتے تھے بس ذرا سیاست کے خمار میں عدالت سے الجھ پڑے اور بھول گئے کہ عدالتوں کا اپنا پلیٹ فارم ہوتا ہے۔ جہاں سنانے والے نہیں سننے والے بیٹھتے ہیں۔ عدالتیں سامنے ہوتی ہیں مقرر نہیں ہوتیں وہاں فریادی جاتے ہیں حکم سننے کے لئے حکم دینے والوں کے لئے کسی عدالت کے دروازے پر خوش آمدید نہیں لکھا ہوتا' نہ عدالتیں کبھی یہ مشورہ دیتی ہیں کہ "قدم بڑھاؤ نواز شریف ہم تمہارے ساتھ

Marfat.com

ہیں"۔

الیکشن کمیشن نے بینروں کا سائز مقرر کر کے' کپڑا فروشوں اور کپڑا نویسوں کی بدعائیں لینے کا اہتمام کر لیا ہے۔ کپڑا فروش ناراض ہو جائے تو ہو سکتا ہے کفن بھی بروقت نہ ملے ویسے بھی تاجروں کی بددعاؤں میں بڑا اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ ان کے جی میں آجائے تو چند ہڑتالوں سے حکومت کا تختہ الٹ دیں اور تخت طلائی کر دیں۔ آج کی "ن" مسلم لیگ اپنی اصل میں تاجروں کی مسلم لیگ ہے۔ مسلم لیگ نے پاکستان کو بنایا اور پاکستان نے تاجروں کو بنایا۔ ایک ایسا معجزہ ہے جس کے اعجاز سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب آثار ظاہر ہو رہے ہیں کہ تاجروں کے وزیر اعظم پاکستان کی تجارت کریں گے مثلاً" راہداری دے دو' فری پورٹ لے لو' راستہ ہمارا' تہذیب تمہاری' اسلام برائے فروخت ہے' جمہوریت خریدیں تو کمیشن کیا ہو گی۔ ٹن پرسنٹ کے زمانے گئے ذرا پرسن دیکھ کر پرسیج بولنا اگر مرتضیٰ کی نہ چلی اور الطاف سے چلی رہی تو ذوالفقار کی دھار اتنی تیز نہیں ہو گی کہ لوہے کی ڈھال بھی کاٹ سکے۔ وفاق کی زنجیر کٹ جائے تو شاید کٹ ہی جائے۔

اگر پاکستان کی تجارت کرنے والے ناپسندیدہ ہو گئے اور پاکستان کو مکمل طور پر سیکولر بنانے پر سودا ہو گیا تو دانش محوِ حیرت ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔ آئین سے اسلام تو کیا نظریۂ پاکستان بھی خارج کر دیا جائے گا۔ خدا کے ناپاک بندوں کی حاکمیت ہو گی۔ اطاعتِ ابلیس عین ایمان ٹھہرے گا۔ انسانوں سے زیادہ ان کی جنس آزاد ہو گی۔ ہر چہار سو مادر پدر آزاد افراد کا میلہ ہو گی۔ ہر کوئی جنسی' قلبی اور ذہنی طور پر "ہومیو" ہو گا۔ اخلاقیات کی قیمت سکوں میں لگے گی۔ اخلاقی قدروں کا لنڈا بازار اور اخلاقی پستیوں کا سٹاک ایکسچینج ہو گا۔ ابلیس بھی پکار اٹھے گا' روز افکار سے آج کے اقرار تک ایسا زمانہ تو میں نے بھی نہ دیکھا تو اے انسان تیری ایجادوں کے اعتراف کے لئے آج میں بھی تمہیں سجدہ کرتا ہوں اور تیرا معترف ہو کر میں اپنی غلطی کا اقرار کر کے توبہ کرنے جا رہا ہوں۔ آج کے بعد میں احکام الٰہی کا پابند ہوں اور میرا رہا سہا کام اب تو انجام دے گا۔ چنانچہ دونوں بڑوں میں سے مذکر جیتے یا مونث کامران ہو' پاکستان جو مفکرِ پاکستان کے مفکر اور معمار پاکستان کے عمل کی جنت تھی۔ انتخابات کے بعد بڑی منصفی و غیر جانبداری و

Marfat.com

آزادی سے دے کر اٹھے گی اور لوگ رائے دے کر نہیں رائے گنوا کر ہوش و حواس کے علاوہ جذبہ حب الوطنی سے بھی یوں عاری ہو جائیں گے جیسے الٹا رکھا ہوا لوٹا پانی سے عاری ہوتا ہے۔ وہ استغنا جو پانی میں ساغر کو نگوں رکھتا ہے' ہزار تلاش کے باوجود بھی نہیں ملے گا اور پوری قوم یوں حیران و ششدر کھڑی ہو گی جیسے اس کی لٹیا ڈوب گئی ہو' امیروں کا بھیس بنا کر فقیروں کا تماشا دیکھنے کا زمانہ آئے گا' چاروں جانب غیر ہی غیر ہوں گے' لوگوں پر غیر جانبداری کے نئے معنی افشا ہوں گے' نصفو نصفی کو اصل انصاف انتخاب گردانا جائے گا' خانہ زادی اور آزادی میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور نئے عالمی نظام کا خانہ زاد ہونا بہت بڑا شرف گردانا جائے گا۔ یوں دنیا بھر میں خدا کے کسی دین کی عمل داری نہ رہ جانے کے بعد قدرت اپنے اقتدار کے غاصبوں اور حاکمیت کے رقیبوں کی سرکوبی کے لئے ان ہی کے اعمال کو ان کی سزا کا اسی طرح باعث بنائے گی جیسے پاکستان میں جمہوریت کے مہروں کے ہاتھوں جمہوریت رسوا ہوئی۔

انسانی خود سری کی سرکوبی کا یہ عمل انشاء اللہ سرزمین پاکستان سے ہی شروع ہو گا' جس کی تکمیل کے بعد اسی سرزمین سے وحدتِ ملت کی اذان یوں بلند ہو گی جیسے حجرِ اسود کو دوبارہ اس کی اصل جگہ پر نصب کرنے کا زمانہ لوٹ آیا ہو اور اس سرزمین پر بسنے والوں کے قلب و ذہن کے تضادات یوں مٹ رہے ہوں جیسے کعبہ سے بتوں کا انخلا ہو رہا ہو۔

وہ نگران حکومت جسے ایسے اقدام کا شوق چرایا ہے جو بعد از انتخاب قائم ہونے والی حکومت کے لئے ایسے نقش پائے راہ پر ہو جو پاکستانی شہریوں کو امریکہ کا گرین کارڈ ہولڈر بنا کر اس سرزمین پر امریکہ کی حاکمیت کو مستحکم کر دے۔ اللہ کی حاکمیت کے لئے یوں دیوانی ہو جائے کہ ان کا ذوق و شوق دیکھ کر اللہ اپنی رحمتوں اور انعامات کے در وا کر دے اور وحدتِ ملت کے لئے مضبوط بنیادیں مہیا کرنے کا شرف پاکستان کو حاصل ہو۔ عملی طور پر ہر کوئی اطاعتِ الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے کمر بستہ ہو' ہر کسی کے لب پر بھی صلوۃ و درود ہو اور دل میں بھی صلوۃ و درود ہو۔ لوگ جان جائیں کہ صلوۃ سے مراد احکامِ الٰہی کا عملی طور پر پابند ہو جانے کے اقرار و اعلان کو کہتے ہیں۔ صراط مستقیم کے لئے دعاگو ہونے کو کہتے ہیں' قیامِ صلوۃ سے مراد حکام اسی کا عملی

Marfat.com

طور پر پابند ہو جانا ہے۔ نگران حکومت کو اگر اس کی تمکنت ملی ہے تو قیامِ صلوۃ کروانا اپنے اوپر فرض کر لیں۔ سکے کی قیمت کم کرنے کی بجائے قرض اور امداد کے لئے دیگر طاقتوں کا دستِ نگر کی بجائے ایتائے زکوۃ اپنے وسائل میں گزر اوقات کرنے اور ربوہ کو حرام قرار دینے کا اہتمام کریں۔ نفع اور سعی میں ربط و تعلق و تناسب پیدا کر کے ہوشربا گرانی کا سد باب کریں۔ تسلیم کریں کہ نگرانی کے لئے بھی نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے اور دیدۂ بینا بھی قدرت کے انعامات میں سے ایک بڑا انعام ہے۔

۲۰ اگست ۱۹۹۳ء

Marfat.com

Marfat.com

صفحہ نمبر	لائن نمبر	غلط	صحیح
۱۳	۱۰	کردار کو	کردار کے
۱۸	۱۹	"لیتھ"	"لینگتھ"
۲۲	۱۹	کتنا پورا	کتنا بودا
۲۲	۲۰	تربیت یہ ہو	اس تربیت کو
۲۲	۲۱	ہے تو کیوں	ہے کیوں
۲۳	۷	سزاوار ہیں	سزاوار ہو
۲۳	۱۴	مثبت نہ تو	مثبت نہ ہو تو
۲۴	۳	سیاست لولی	سیاست لولی
۲۴	۱۰	بے راہ روگی	بے راہ رو ہوگی
۲۵	۱۱	عادی و منصف	عادل و منصف
۲۶	۷	اس دانش سے	اس دانش نے
۳۴	۱۲	مارچ کا توڑنا	مارچ کا توڑ
۴۴	۱۳	اگر ابھی بھی	اگر اب بھی
۴۶	۵	کعبہ بد خیزد	کعبہ بر خیزد
۵۵	۲	دوبارہ نیت	دوبارہ نیست
۵۷	۱۷	راج پوجا	رام پوجا
۶۰	۱۱	ژوازم ہے	بورژوازم ہے
۶۱	۴	انھائے دیا چلا	انھائے دبا چلا
۶۱	۱۳	عالی جاہلی	عالی جاہی
۶۴	۳	یعنی نیکیاں	یہی نیکیاں
۶۴	۱۰	نے ------- دیکھا	نے کبھو دیکھا
۶۵	۱۰	کو شکورہ ہے	کو شکوہ ہے
۶۸	۴	بھی نصب ہو	بھی غصب ہو
۶۹	۱۰	احکام الہی کی	احکام الہی کی
۷۰	۱۰	اطاعت الہی ممکن	اطاعت الہی ممکن
۸۳	۱۱	اس کا ذوبیٹہ	اس کا دوپٹہ
۸۶	۸	تماشا رکھ چکا۔	تماشا دکھا چکا
۸۰	۹	میر تصدیق	مہر تصدیق

Marfat.com

۸۷	۲	مزید مطالبہ کریں	مزید مطالعہ کریں
۸۸	۹	پیدا ہوتا'	پیدا ہوتا
۸۸	۱۸	صرف ذیلی اختلاف	صرف وہی اختلاف
۹۱	۱۸	کیونکہ دین اسلام	کیونکر دین اسلام
۹۴	۱۸	سیاست کے بخیے	سیاست کے بخیئے
۱۰۰	۳	کارکن ہوکے کام	کارکن ہوتے کام
۱۰۰	۶	سینگھوں والا	سینگوں والا
۱۰۱	۱۵	ذکر کے	ذکر کرکے
۱۰۳	۱۰	عمل ناپسندیدہ'	عمل ناپسندیدہ ہے'
۱۰۷	۷	تو نواز شریف	تو کیا نواز شریف
۱۰۷	۱۲	وہی ڈنگ نکالے	وہی ڈنک نکالے
۱۰۷	۱۶	کاروباری سیاست دیکھے	کاروباری سیاست دان دیکھے
۱۰۷	۱۶	سیاست دان بھی	سیاست بھی
۱۰۹	۱۳	آئین کے ایسے	آئین کہ ایسے
۱۰۹	۱۳	کون سے سدرۃ	کون سا سدرۃ
۱۰۹	۱۶	اسمبلی	اسمبلی کا اجلاس نہ ہو' اسمبلی
۱۱۰	۱۲	جن کی نظر غضب	جن پر نظر غضب
۱۱۰	۱۷	ترامیم تسیخات	ترامیم و تسیخات
۱۱۲	۲۵	دین تو کہا'	دین تو کیا'
۱۱۶	۵	صنعت کاروں کی شہر	صنعت کاروں کی شہہ
۱۱۶	۶	"برسٹ"	"ہرسٹ"
۱۱۷	۱۳	نید نوازی	سید نوازی
۱۱۹	۹	یہ راز خرواں ہے	یہ راز خسرواں ہے
۱۱۹	۱۳	کچھ کار خرواں	کچھ کار خسرواں
۱۲۰	۱۰	کس نام کا	کس کام کا
۱۲۴	۱۱	کرلو'	کہ لو'
۱۲۵	۱	تو امیروں کی	تو مہروں کی
۱۲۶	۲	بغیر پلائے بیٹیں	بغیر بنائے بیٹیں
۱۲۸	۳	بغیر اطلاع آج	بغیر اصلاح آج
۱۳۰	۱۶	تو نیہ ملک	تو یہ ملک

Marfat.com

۱۳۰	۱۷	رسیو‘	روسو‘
۱۳۲	۱۴	عرب حیت	عرب نے حیت
۱۳۲	۱۴	بھی کھولی‘	بھی کھودی‘
۱۳۳	۷	صورتحال کی ذمہ داری	صورتحال کی ذمہ دار
۱۳۳	۱۱	نہ دخل انداز	نہ صرف دخل انداز
۱۳۴	۶	اولاً فنا	ولا فنا
۱۳۴	۱۸	اپنی کیوہ میں	اپنی کھوہ میں
۱۳۴	۲۴	میں فکری کی	میں فکر کی
۱۳۷	۱	بھرتی کے لئے	بھرتی کئے
۱۳۷	۱۹	پر ہی پایا جانے	پر ہی گایا جانے
۱۳۸	۶	ان کا صدر	ان کی صدر
۱۳۸	۱۸	ہندوستان پاک ہندوستان	پاکستان پاک ہندوستان
۱۴۳	۳	بنیرستان	قبرستان
۱۴۳	۹	قرار دے دیا گیا	قرار دے گیا
۱۴۳	۱۳	منشیات ہے	منشیات نے
۱۴۳	۱۴	علم نزع	عالم نزع
۱۴۶	۹	بدعمارتوں کی	بدعادتوں کی
۱۴۷	۲	ضمیراور دماغ اور دماغ میں	ضمیراور دماغ میں
۱۴۹	۱۸	انصاف کے ارتقاب	انصاف کے القاب
۱۵۲	۱۴	تنزیل کی	تنزّل کی
۱۵۲	۲۰	کچھ نہ رہ گی۔	کچھ نہ رہ گیا۔
۱۵۲	۲۱	راجیون"	راجعون"
۱۵۵	۴	کام آئے گی	کام آئے گا
۱۵۶	۵	اللہ کا وتی ہونا	اللہ کا ولی ہونا
۱۵۹	۴	اور نہیں کھیلے زیر	اور سیاست زیر
۱۵۹	۲۱	"رین بلا سن"	"ربن بلا سمن"
۱۶۲	۸	معاشرہ حامیوں کا	معاشرہ حیوانوں کا
۱۷۱	۶	ان کے ریل کاروں	ان کے اہل کاروں
۱۷۳	۲۰	سرمایہ کا مل پر	سرمایہ کے بل پر
۱۷۴	۱۴	ملت کی بن ڈالی جاتی	ملت کی بنا ڈالی جاتی

Marfat.com

۱۷۶	۱۵	عدل سرف کا	عدل دولت کا
۱۷۹	۶	قانون کو کب	قانون گو کب
۱۷۹	۱۰	رکھنا ہے'	دکھانا ہے'
۱۸۰	۵	دلاسے کون لے گا'	دلاسے کون دے گا
۱۸۰	۱۳	اور دوسرے میں	اور دوسری میں
۱۸۰	۱۳	زرداری کی تصور پر	زرداری کی تصویر پر
۱۸۵	۵	اگر کھیلنا کو	اگر کھیلن کو
۱۹۴	۱۸	"بیک بنجرز"	"بیک مینجرز"
۱۹۵	۷	آئی جے آئی	آئی جے آئی نے
۱۹۶	۴	اس کی اہلیت کو	اس کی اہمیت کو
۱۹۸	۲۲	کے لیے جود کو	کے لیے خود کو
۲۰۷	۱۹	کھولنے کی دید ہے	کھولنے کی دیر ہے
۲۰۸	۶	یوں تحریک ہو	یوں تحلیل ہو
۲۰۹	سرخی	دور راہوں کے	دو راہوں کے
۲۱۰	۱۴	حکومت نے اکٹ میں	حکومت نے اس ایکٹ میں
۲۱۱	۲۱	بھی مدعا نہیں ہوتا	بھی مدعا نہیں ہے ہوتا
۲۱۱	۲۳	سے کیوں آزاد ہو	سے کیوں کر آزاد ہو
۲۱۵	۸	سول رعایا پر	سوال رعایا پر
۲۲۰	۹	بھلا امریکہ یہودیت	بھلا امریکی یہودیت
۲۲۰	۲۰	اور کی ہے گی	اور کی ہو گی
۲۲۳	۱۵	ہی معتبر ہو کہ	ہی معترض ہو کہ
۲۲۴	۲۱	جلاتے ہیں'	جلاتے نہیں'
۲۲۷	۱۳	تمام بھار اس	تمام بار اس
۲۲۹	۶	تاریخ سیواجی	تاریخی سیواجی
۲۳۱	۵	ہم ان کے مقروض ہیں'	ہم ان کے مقروض نہیں'
۲۳۱	۵	وہ ہمارے مقروض نہیں۔	وہ ہمارے مقروض ہیں۔
۲۳۳	۱۷	نوشتۂ دیوار	نوشتۂ دیوارِ
۲۴۱	۲۱	سیاست کی پیروی	سیاست کی پیری
۲۴۱	۲۵	دین ایسی جودھا	دین کسی جودھا
۲۴۳	۱	خدا خوف تھا'	خدا خوف رکھتا تھا'

Marfat.com

۲۴۶	۱۲	میں چونیاں والے	میں چنوں والے
۲۵۲	۷	چشم وچراغوں	چشم چراغوں
۲۵۳	۱۸	سندھ کارڈ استعمال	سندھ کارڈ کا استعمال
۲۵۴	۱۲	ہو' غرض	ہوں' غرض
۲۶۲	۱۷	آج کا اقتدار	آج کے اقتدار
۲۶۳	۲	میں چلتے چلتے	میں چالیس چلتے
۲۶۸	۲	سیاست کا ہی	سیاست کا ہی عجوبہ
۲۷۲	۱	بھی ساتھ'	بھی ساتھ لے'
۲۷۳	۲۴	محبتوں کا قدم	مجنون کا قدم
۲۸۵	۲۳	اللہ کے حکام	اللہ کے احکام
۲۸۸	۱۲	کی دھکی ہو	کی دھمکی ہو
۲۸۸	۱۳	ہوئے ہی ہو'	ہوئے ہی ہوں'
۲۹۱	۵	شریعت کو درس بالا	شریعت کو زیرِ دستِ بالا
۲۹۳	۱۰	ساتھوں'	ساتھیوں'
۲۹۴	۱۸	آپ کے پاس	آپ کا پاس
۳۰۸	۱۰	مزید تقریروں پر	مزید تقرریوں پر
۳۱۴	۲	نفرت حقارت	نفرت و حقارت
۳۱۵	۱۹	مشورے مجھے انعام	مشورے بمع انعام
۳۲۳	۱۵	چلے اور کچھ	چلئے اور کچھ
۳۲۸	۲	مخالفت نہیں ہوئی	مخالفت نہیں ہوتی
۳۲۹	۱۵	باقی رہ گئے'	باقی رہ گیا'
۳۳۲	۵	یعنی کرہ پر	یعنی کرۂ ارض پر
۳۵۱	۱	سرنگوں ہوں'	سرنگوں ہو'
۳۵۱	۹	رسی کرڈال	رسی ڈال کر
۳۵۶	۹	سربراہی ابدو	سربراہی ابرو
۳۵۶	۱۵	اس قیادت	اس قیادت کا
۳۵۷	۴	ان کے ریل کاروں	ان کے اہل کاروں
۳۵۸	۲	مفاہمت ولادت	مفاہمت کی ولادت
۳۵۸	۱۰	سیاست کوامرں	سیاست پر عیاں
۳۵۸	۱۷	زرگری' کیسی	زرگری نے کیسی

Marfat.com

۳۶۳	۱۴	۱۹۹۳ سے داخل	۱۹۹۴ سے داخل
۳۶۶	۸	نظیر ہو گئے	نظر ہو گئے
۳۶۷	۵	شراب منہ لتے	شراب منہ لگے
۳۷۰	۳	بلی کیاں ہے	بلی کہاں ہے
۳۷۰	۶	اور اطلاق میں	اور اطلاع میں
۳۷۱	۱۱	وفرخی کے	وفیضی کے
۳۷۳	۳	شہادت ڈھونڈھیں	شہادت ڈھونڈھنے
۳۷۴	۳	ہماری لادین	ہماری لادینی
۳۷۴	۸	معانی ہیں	معانی ہی نہیں
۳۷۴	۹	ایک مثبت	ایک مثبت عمل
۳۷۴	۹	ان کے اداروں میں	ان کے ارادوں میں
۳۷۴	۱۰	قوم دین اسلام	قوم یا دین اسلام
۳۷۵	۷	بدزبان لاہوری	بزبان لاہوری
۳۷۵	۷	"موری مسجد"	"موری ممبر"
۳۷۵	۷	بین القوامی	بین الاقوامی
۳۷۷	۸	ایڈمنسٹریٹو'	ایڈمنسٹریٹر
۳۷۷	۹	اور حالیہ	اور بعدہ'
۳۷۷	۹	ان ہی ایک	ان ہی کے ایک
۳۷۸	۲	عوام کے تنگی	عوام کو تنگی
۳۷۸	۸	کیا اسلام بھی	اسلام کیا بھی
۳۷۸	۲۳	انصاف بھی	انصاف کا بھی
۳۷۸	۴	قانون کو جامہ	قانون کو جامد
۳۸۳	۱۹	یہ گمران کن	یہ گمراہ کن
۳۸۷	۱۶	کو تنصیب کرتے	کو تنصیف کرتے
۳۸۸	۹	یہ امریکہ مہرے	یہ امریکی مہرے
۳۹۳	۸	عید قربانی	عید قربان
۳۹۹	۲۳	مستقیم پر مستقیم	مستقیم پر مستقم
۴۰۲	۱۷	بہال ہوتے	بحال ہوتے
۴۰۷	۹	معانتوں میں	معاونتوں میں
۴۰۸	۷	ذریعہ ہونے	ذریعہ مشتہر ہونے

Marfat.com

۴۱۲	۲	آئین انی کی	آئین کی
۴۲۷	۱۳	پھر سہم ہو	پھر بہم ہو
۴۲۷	۱۹	قرار دیتا ہے	قرار دیتا رہے
۴۲۸	۱۹	اسرائیل خضریٰ"	اسرائیل صغریٰ"
۴۳۱	۱۹	کی پرسی پر	کی پرمیسی پر
۴۳۴	۲۰	ہمیں خریدیا	ہمیں خرید لیا
۴۳۶	۳	اور غلب ہے	اور اغلب ہے
۴۳۶	۷	کیا فریقین	کہا فریقین
۴۴۰	۲۰	انتظامیہ گو گلو	انتظامیہ گو مگو
۴۴۳	۸	ملا	مُلّا
۴۴۵	۱	کے آرے آ	کے آڑے آ
۴۴۶	۲۱	پھر ج دیا	پھر تج دیا
۴۴۷	۲	رہے ہی للکار	رہے وہی للکار
۴۴۷	۴	ہی کا ٹھہر	جی کا جانا ٹھہر
۴۴۷	۶	قرار دینے والوں	قرار دینے والو
۴۴۷	۲۵	شدہ جاگیردارانہ	شدہ جاگیردارنہ
۴۵۰	۱۴	حالات کو منہ	حالات کا منہ
۴۵۰	۲۴	کب تمسیخ پر	کب تمسیخ بر
۴۵۰	۲۵	بنائے ضلع کا	بنائے [illegible] کا
۴۵۱	۱	اتفاقی سوتیں	اتفاقی سو نہیں
۴۵۲	۱۲	پر کار دین ڈم	پر کار ذہن
۴۵۲	۲۵	دراز تصویر میں	دراز تصور میں
۴۵۸	۲۰	[illegible]	[illegible]
۴۵۹	۱۵	نیاں سے	میناں سے
۴۶۰	۲۰	[illegible]	[illegible]
۴۶۱	۵	[illegible]	[illegible]
۴۶۲	۹	[illegible]	[illegible]
۴۶۹	۳	[illegible]	[illegible]
۴۷۰	۱۳	[illegible]	[illegible]
۴۷۰	۲۲	[illegible]	[illegible]
۴۷۲	۲	[illegible]	[illegible]

Marfat.com

ح

۴۷۸	۲۳	بدست سابق کا	بدست ساقی کا
۴۸۰	۱۰	تعلیوں سے	تعلّیوں سے
۴۸۳	۸	صحن داؤد	لحن داؤد
۴۸۳	۱۰	خنظر فراد	خنظر فردا
۴۹۰	۸	سیاہی سر لتھڑ	سیاہی سے لتھڑ
۴۹۱	۱۹	ہما" ہے اگر	ہما" رہے اگر
۴۹۲	۲۲	منتخب نمائندے نے	منتخب نمائندوں نے
۴۹۲	۲۳	ہر نمائندوں نے	ہر نمائندے نے
۴۹۴	۱۷	اسلام کی بنیادیں	اسلام کی بنیادی
۴۹۶	۹	ترمیم خلف اٹھائے	ترمیم حلف اٹھائے
۴۹۷	۱۵	تعمیر ہو گی۔	تعمیر ہوں گی۔
۴۹۸	۸	مجم جوئی	مہم جوئی
۴۹۹	۴	فرقہ بندی ممنوعہ	فرقہ بندی ممنوع
۴۹۹	۱۹	سورج کی بوجا	سورج کی پوجا
۵۰۰	۱	جمہوریت بنالیا	جمہوریت اپنالیا
۵۰۰	۳	مجلس شورہ"	مجلس شوریٰ"
۵۵۰	۱۴	تھے۔ وہی	تھا۔ وہی
۵۰۱	۴	رونے لگے	رونے لگے گا
۵۰۳	۱۵	کر رہی ہے	کر رہی ہیں
۵۰۶	۱۴	اطلاک للہ	الملک للہ
۵۰۷	۱۷	حاکم اور حاکم	حاکَم اور حاکِم
۵۰۸	۱۶	کا اہل ہوتا	کا اہل نہ ہوتا
۵۱۳	۲	فاردوہ	فردوہ
۵۱۴	۱۵	استحاکم	استحکام
۵۱۴	۱۷	پر گلوب کی	پر قلوب کی
۵۲۲	۵	اقوام موسیٰ	اقوال موسیٰ
۵۲۲	۲۰	CUNNING TAME TIGERS INTO JACKALS	TAME TIGERS INTO CUNNING JACKALS
۵۲۳	۹	سیاہ جبوں	سیاہ جُبوں
۵۲۴	۲۳	عدالتیں سامعے	عدالتیں سامع
۵۲۵	۱۱	پر سشیج بولنا	پر سٹیج بولنا

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

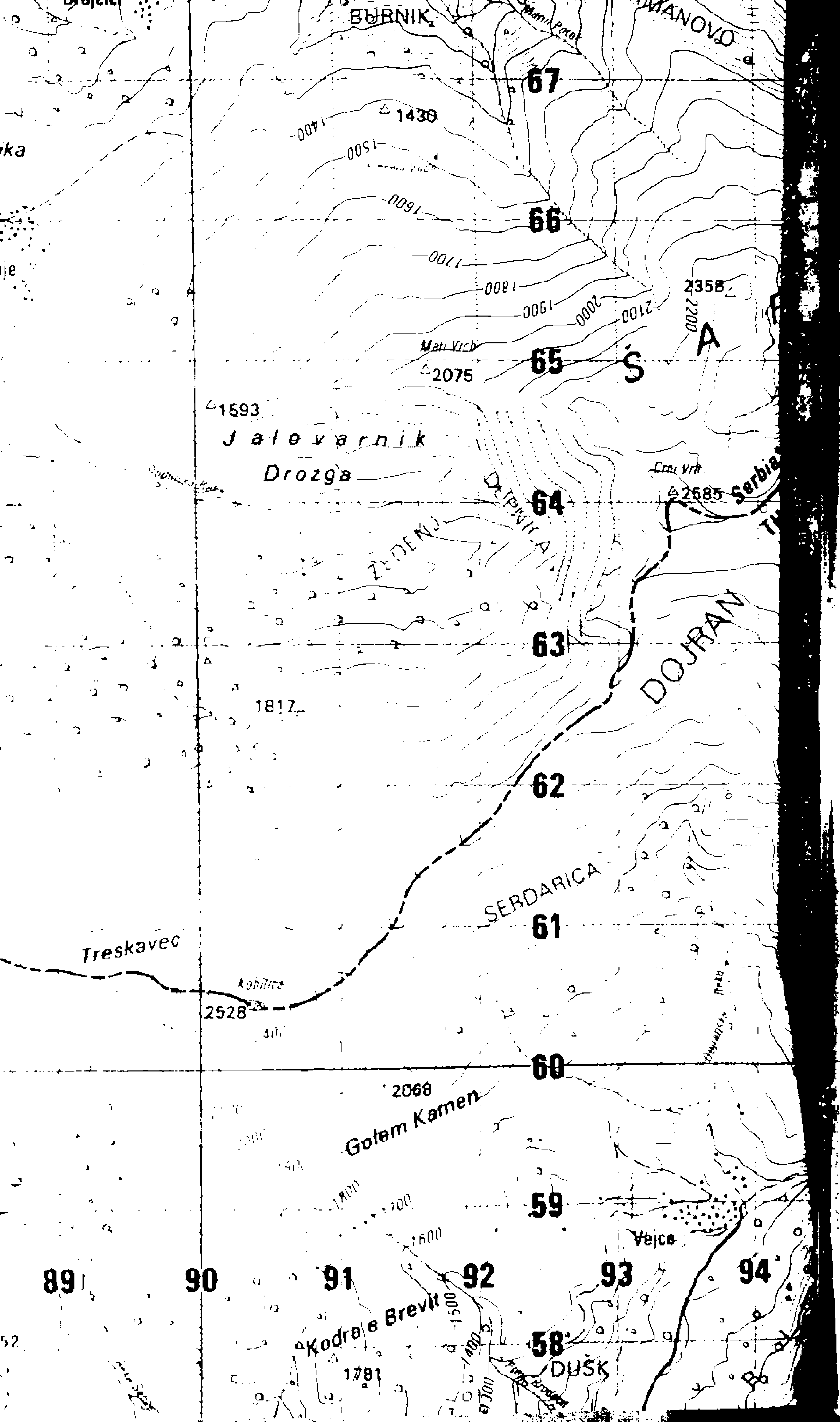
BURNIK
MANOVO
67
1430
66
2358
65
Mali Vrch
2075
1593
Jalovarnik
Drozga
Crni Vrh
2585
64
DOJRAN
63
1817
62
SERDARICA
61
Treskavec
2528
60
2068
Golem Kamen
59
Vejce
89
90
91
92
93
94
Kodra e Brevit
58
DUSK
1781

Marfat.com